

فہم فی عالم بنائے الکتب



فیضانِ شریعت

بہارِ شریعت

5-6

مصنف: حضرت مولانا محمد امجد علی رحمہ اللہ
آپ کا حق ہے کہ حق کا حق

شائع: دارالحدیث محمد صالح بن ناصر المدینہ منورہ

پروگریسو بکس

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

@zohaibhasanattari

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زohaib حسن عطاری

فت حنفی کی عالم بنانے والی کتاب



فیضانِ شریعت

شرح

بہارِ شریعت

مصنف

حضرت مولانا محمد امجد علی عارضی علیہ السلام
آلی دینی سنتی دینی آدمی دینی

شاح

علامہ ابوبکر محمد ناصر الدین ناصر الملک ملکی

یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ۰ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

پروگریسو بکس

جميع حقوق الطبع محفوظة للناسر
جميعه حقوق ناسر محفوظ هير

فيضان شريعت

بهار شريعت

مفت مولانا محمد امجد علی
بک صاحب دینی و علمی خدمات

شائع
مفت محمد ناصر الدین صاحب دینی خدمات



مئی 2017

آر۔ آر پرنٹرز

النافع گرافکس

600/-

چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول

میاں شہزاد رسول

= / روپے

باراول

پرنٹرز

سرواق

تعداد

ناشر

قیمت

ملنے کے پتے

ملٹ پبلی کیشنز

042-37112941
0323-8836776

ملٹ پبلی کیشنز

Ph: 051-2254111

E-mail: millat_publication@yahoo.com

0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

ملٹ پبلی کیشنز

شوروم

یوسف ناریکٹ غفری سٹریٹ
اردو بازار لاہور

فون 042-37124354 فکس 042-37352795

پروکسیو بکس

فہرست

صفحہ	عنوانات
13	حصہ پنجم کی اصطلاحات
16	اعلام
	زکاة کا بیان
20	احادیث
20	حکیم الامت کے مدنی پھول
21	زکوة ادا کرنے کا ثواب
22	اس بارے میں احادیث مبارکہ:
25	خوشدلی سے زکوة ادا کرنے کا ثواب
25	زکوة ادا نہ کرنا
34	زکوة اسلام کا پل ہے:
34	حکیم الامت کے مدنی پھول
35	حکیم الامت کے مدنی پھول
39	حکیم الامت کے مدنی پھول
41	حکیم الامت کے مدنی پھول
42	حکیم الامت کے مدنی پھول
44	حکیم الامت کے مدنی پھول
45	حکیم الامت کے مدنی پھول
46	حکیم الامت کے مدنی پھول
49	مسائل فقہیہ
49	زکوة کو زکوة کہنے کی وجہ
49	(2) زکوة کی فرضیت کا منکر کا فر ہے
62	(35) حاجتِ اصلیہ کسے کہتے ہیں؟
62	حاجاتِ اصلیہ کی تفسیر

63

(40) کسی کے پاس بہت ساری کتابیں ہوں

سائمہ کی زکاة کا بیان
اُونٹ کی زکاة کا بیان
گائے کی زکاة کا بیان

80

حکیم الامت کے مدنی پھول

بکریوں کی زکاة کا بیان

82

حکیم الامت کے مدنی پھول

سونے چاندی مال تجارت کی زکاة کا بیان

88

حکیم الامت کے مدنی پھول

88

حکیم الامت کے مدنی پھول

89

حکیم الامت کے مدنی پھول

90

حکیم الامت کے مدنی پھول

عاشر کا بیان
کان اور دفینہ کا بیان

102

حکیم الامت کے مدنی پھول

112

فتق زمینوں کا عشر

زراعت اور پہلوں کی زکاة

115

مسائل فقہیہ

122

مال زکاة کن لوگوں پر صرف کیا جائے

123

حکیم الامت کے مدنی پھول

124

حکیم الامت کے مدنی پھول

125

حکیم الامت کے مدنی پھول

125

حکیم الامت کے مدنی پھول

132

حیلہ شرعی

133

کان خمید نے کا تواج کب سے ہوا؟

133

گائے کے گوشت کا عقد

134

زکوٰۃ کا شرعی حیلہ

134

حیلہ شرعی کا طریقہ

134

100 افراد کو برابر برابر ثواب ملے

- 134 رکعت لینا
- 135 اگر شرعی فقیر زکوٰۃ لے کر واپس نہ دے تو؟
- 135 حیلہ شرعی کیلئے بھروسے کا آدمی نہ مل سکے تو؟
- 135 فقیر کو زکوٰۃ کی رقم بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے کا مشورہ دینا
- 135 حیلہ شرعی کے بغیر زکوٰۃ مدرسے میں خرچ کر دی تو؟

صدقہ فطر کا بیان

- 145 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 146 صدقہ فطر کا ثواب
- 147 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 147 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 148 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 148 صدقہ فطر کی ادائیگی کی حکمت
- 155 سوال کے حلال ہے اور کسے نہیں
- 155 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 156 غنی کا سوال کرنا
- 159 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 160 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 161 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 162 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 163 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 164 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 165 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 166 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 167 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 169 حکیم الامت کے مدنی پھول

صدقات نفل کا بیان

- 171 صدقہ کے فضائل اور ثواب
- 172 اس بارے میں احادیث و مقدمات
- 179 تنگ دست کے بقدر استطاعت صدقہ کرنے کا ثواب

181

چھپا کر صدقہ دینے کا ثواب

183

حکیم الامت کے مدنی پھول

184

حکیم الامت کے مدنی پھول

184

حکیم الامت کے مدنی پھول

185

حکیم الامت کے مدنی پھول

185

حکیم الامت کے مدنی پھول

186

حکیم الامت کے مدنی پھول

187

حکیم الامت کے مدنی پھول

187

حکیم الامت کے مدنی پھول

188

حکیم الامت کے مدنی پھول

189

حکیم الامت کے مدنی پھول

189

حکیم الامت کے مدنی پھول

190

حکیم الامت کے مدنی پھول

190

حکیم الامت کے مدنی پھول

192

حکیم الامت کے مدنی پھول

195

حکیم الامت کے مدنی پھول

196

حکیم الامت کے مدنی پھول

197

حکیم الامت کے مدنی پھول

198

حکیم الامت کے مدنی پھول

198

حکیم الامت کے مدنی پھول

199

حکیم الامت کے مدنی پھول

200

حکیم الامت کے مدنی پھول

200

حکیم الامت کے مدنی پھول

201

حکیم الامت کے مدنی پھول

202

حکیم الامت کے مدنی پھول

202

حکیم الامت کے مدنی پھول

203

حکیم الامت کے مدنی پھول

205

حکیم الامت کے مدنی پھول

206

حکیم الامت کے مدنی پھول

206	حکیم الامت کے مدنی پھول
207	حکیم الامت کے مدنی پھول
207	حکیم الامت کے مدنی پھول
208	حکیم الامت کے مدنی پھول
208	حکیم الامت کے مدنی پھول
208	حکیم الامت کے مدنی پھول
209	حکیم الامت کے مدنی پھول
212	حکیم الامت کے مدنی پھول

روزہ کا بیان

214	رمضان میں روزہ رکھنے کا ثواب
220	حکیم الامت کے مدنی پھول
221	حکیم الامت کے مدنی پھول
222	حکیم الامت کے مدنی پھول
223	حکیم الامت کے مدنی پھول
223	حکیم الامت کے مدنی پھول
224	حکیم الامت کے مدنی پھول
225	حکیم الامت کے مدنی پھول
226	حکیم الامت کے مدنی پھول
228	حکیم الامت کے مدنی پھول
228	حکیم الامت کے مدنی پھول
229	حکیم الامت کے مدنی پھول
230	حکیم الامت کے مدنی پھول
232	حکیم الامت کے مدنی پھول
232	حکیم الامت کے مدنی پھول
233	حکیم الامت کے مدنی پھول
235	حکیم الامت کے مدنی پھول
237	مسائل فقہیہ
237	روزے کے درجات کا بیان

چاند دیکھنے کا بیان

247	حکیم الامت کے مدنی پھول
247	حکیم الامت کے مدنی پھول
248	حکیم الامت کے مدنی پھول
249	حکیم الامت کے مدنی پھول
249	حکیم الامت کے مدنی پھول
250	حکیم الامت کے مدنی پھول
269	ان چیزوں کا بیان جن سے روزہ نہیں جاتا
269	حکیم الامت کے مدنی پھول
269	حکیم الامت کے مدنی پھول
270	حکیم الامت کے مدنی پھول
270	حکیم الامت کے مدنی پھول
278	روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان
278	حکیم الامت کے مدنی پھول
285	تے کے بارے میں 7 پیرے
285	منہ بھرے کی تعریف
286	ان صورتوں کا بیان جن میں صرف قضا لازم ہے
293	ان صورتوں کا بیان جن میں کفارہ بھی لازم ہے

روزہ کے مکروہات کا بیان

298	حکیم الامت کے مدنی پھول
299	حکیم الامت کے مدنی پھول
300	حکیم الامت کے مدنی پھول
300	حکیم الامت کے مدنی پھول
306	افطار میں جلدی کرنے کا ثواب

سحری و افطار کا بیان

308	حکیم الامت کے مدنی پھول
308	سحری کرنے کا ثواب
309	حکیم الامت کے مدنی پھول
311	حکیم الامت کے مدنی پھول

- 311 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 312 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 313 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 314 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 315 بیان اُن وجوہ کا جن سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے
- 315 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 315 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 316 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 321 نماز کا فدیہ
- 322 مرحومہ کے فدیہ کا ایک مسئلہ
- 325 عورت کا شوہر کی موجودگی میں اُس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا
- 327 روزہ نفل کے فضائل
- 327 عاشورا یعنی دسویں محرم کا روزہ اور بہتر یہ ہے کہ نویں کو بھی رکھے
- 327 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 327 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 328 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 330 عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا روزہ
- 330 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 330 عرفہ کے دن روزہ رکھنے کا ثواب
- 331 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 332 شوال میں چھ دن کے روزے جنہیں لوگ شش مید کے روزے کہتے ہیں
- 332 شوال کے چھ روزے رکھنے کا ثواب
- 332 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 334 شعبان کا روزہ اور پندرہویں شعبان کے فضائل
- 337 ہر مہینے میں تین روزے خصوصاً ایام بیض تیرہ، چودہ، پندرہ
- 337 ایام بیض میں روزہ رکھنے کا ثواب
- 338 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 338 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 338 حکیم الامت کے مدنی پھول

339

حجرات کے روزے

339

حکیم الامت کے مدنی پھول

339

حجرات کے روزے رکھنے کی فضیلت

340

حکیم الامت کے مدنی پھول

341

حکیم الامت کے مدنی پھول

342

بعض اور دنوں کے روزے

342

بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھنے کا ثواب

343

ہر دوسرے دن روزہ رکھنے کا ثواب

344

حکیم الامت کے مدنی پھول

345

حکیم الامت کے مدنی پھول

سنت کے روزہ کا بیان اعتکاف کا بیان

351

اعتکاف پرانی عبادت ہے

351

حکیم الامت کے مدنی پھول

351

اعتکاف کرنے کا ثواب

352

حکیم الامت کے مدنی پھول

353

اعتکاف کی تعریف

353

اعتکاف کے لفظی معنی

353

اب تو غنی کے در پر بستر جمادیہ ہیں



زکوٰۃ و روزہ کے مسائل کا بیان

حصہ پنجم کی اصطلاحات

- 1- حاجتِ اصلیہ: زندگی بسر کرنے میں آدمی کو جس چیز کی ضرورت ہو وہ حاجتِ اصلیہ ہے مثلاً رہنے کا مکان، خانہ واری کا سامان وغیرہ۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۱۵)
- 2- سائیمہ: وہ جانور ہے جو سال کے اکثر حصہ میں چر کر گزارا کرتا ہو اور اس سے مقصود صرف دودھ اور بچے لینا یا فربہ کرنا ہو۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۲۷)
- 3- فہمن: بائع اور مشتری آپس میں جو ملے کریں اسے فہمن کہتے ہیں۔ (رد المحتار، ج ۷، ص ۱۱۷، ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۱۸۳)
- 4- قیمت: کسی چیز کی وہ حیثیت جو بازار کے نرخ کے مطابق ہو اسے قیمت کہتے ہیں۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۱۸۳)
- 5- وقف: کسی شے کو اپنی ملک سے خارج کر کے خالص اللہ عزوجل کی ملک کر دینا اس طرح کہ اُس کا نفع بندگانِ خدا میں سے جس کو چاہے ملتا رہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۰، ص ۵۲)
- 6- صاع: صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ، ج ۱، ص ۳۸۳) دو سو ستر تو لے کا ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۹۶)
- 7- تقریباً چار کلو ایک سو گرام۔ (ماخوذ حاشیہ از رفیق الحرمین، ص ۲۲۸)
- 8- رطل: بیس استار کا ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۹۶)
- 9- استار: ساڑھے چار مثقال کا ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۹۶)
- 10- مثقال: ساڑھے چار ماشہ کا وزن (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۹۶)
- 11- ماشہ ۸: رتی کا وزن (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۹۸)
- 12- رتی: آٹھ چاول کا وزن (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۹۸)
- 13- تولہ: بارہ ماشے کا وزن (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۹۶)
- 14- طلاق بائن: وہ طلاق جس کی وجہ سے عورت مرد کے نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۵)
- 15- خلع: عورت سے کچھ مال لے کر اس کا نکاح زائل کر دینا خلع کہلاتا ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۸۶)
- 16- دین قوی: وہ دین جسے عرف میں دست گزداں کہتے ہیں جیسے قرض، مال تجارت کا گننہ وغیرہ۔
- 17- دین متوسط: وہ دین جو کسی مال غیر تجارتی کا بدل ہو، مثلاً گھر کا غلہ یا کوئی اور شے حاجتِ اصلیہ کی بیچ ڈالی اور اس کے دام خریدار پر باقی ہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۳۱)
- 18- دین ضعیف: وہ دین جو غیر مال کا بدل ہو مثلاً بدل خلع وغیرہ۔ (بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۳۱)
- 19- عاثر: جسے بادشاہ اسلام نے راستہ پر مقرر کر دیا ہو کہ تجارت جو اموال لے کر گزریں، ان سے صدقات وصول کرے۔ (بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۳۳)

- 19- اجارہ: کسی شے کے نفع کا عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کر دینا اجارہ ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۴، ص ۹۹)
- 20- اجارہ فاسد: اس سے مراد وہ عقد فاسد ہے جو اپنی اصل کے لحاظ سے موافق شرع ہو مگر اس میں کوئی وصف ایسا ہو جس کی وجہ سے (عقد) نامشروع ہو مثلاً مکان کرایہ پر دینا اور مرمت کی شرط مستاجر (اجرت پر لینے والے) کے لیے لگانا یہ اجارہ فاسد ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۴، ص ۱۳۰، ۱۳۲)
- 21- اختیار شرط: بائع اور مشتری کا عقد میں یہ شرط کرنا کہ اگر منظور نہ ہوا تو بیع باقی نہ رہے گی اسے اختیار شرط کہتے ہیں (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۱، ص ۳۶)
- 22- دین مبیعہ: ایسا قرض جس کے ادا کرنے کا وقت مقرر ہو۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۴۷)
- 23- دین معجل: وہ قرض جس میں قرض دہندہ (قرض دینے والے) کو ہر وقت مطالبے کا اختیار ہوتا ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۴۷)
- 24- ایام منہیہ: یعنی عید الفطر، عید الاضحیٰ اور گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ کے دن کہ ان میں روزہ رکھنا منع ہے اسی وجہ سے انہیں ایام منہیہ کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۱۵۰)
- 25- ایام بیض: چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کے دن۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۱۴۷)
- 26- اختیار ردیت: مشتری کا بائع سے کوئی چیز بغیر دیکھے خریدنا اور دیکھنے کے بعد اس چیز کے پسند نہ آنے پر بیع کے فسخ (ختم) کرنے کے اختیار کو اختیار ردیت کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۱، ص ۲۹)
- 27- اختیار عیب: بائع کا بیع کو عیب بیان کئے بغیر بیچنا یا مشتری کا ثمن میں عیب بیان کیے بغیر چیز خریدنا اور عیب پر مطلع ہونے کے بعد اس چیز کے واپس کر دینے کے اختیار کو اختیار عیب کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۱، ص ۶۰)
- 28- خراج مقاسمہ: اس سے مراد یہ ہے کہ پیداوار کا کوئی آدھا حصہ یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ مقرر ہو۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۳۷)
- 29- خراج مؤظف: اس سے مراد یہ ہے کہ ایک مقدار معین لازم کر دی جائے خواہ روپے یا کچھ اور جیسے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمایا تھا۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۳۷)
- 30- ذمی: اس کافر کو کہتے ہیں جس کے جان و مال کی حفاظت کا بادشاہ اسلام نے جزیہ کے بدلے ذمہ لیا ہو۔ (فتاویٰ فیض الرسول، ج ۱، ص ۵۰۱)
- 31- مستمن: اس کافر کو کہتے ہیں جسے بادشاہ اسلام نے امان دی ہو۔ (فتاویٰ فیض الرسول، ج ۱، ص ۵۰۱)
- 32- بیگمہ: زمین کا ایک حصہ یا ٹکڑا جس کی پیمائش عموماً تین ہزار پچیس (۳۰۲۵) گز مربع ہوتی ہے، (اردو نعت، ج ۲، ص ۱۵۶۰) چار کنال، ۸۰ مرلے۔ (فیروز اللغات، ص ۲۷۱)
- 33- جریب: جریب کی مقدار انگریزی گز سے ۳۵ گز طول اور ۳۵ گز عرض ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۲۳۹)
- 34- بیع وفاء: اس طور پر بیع کرنا کہ جب بائع مشتری کو ثمن واپس کرے تو مشتری بیع کو واپس کر دے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۵۵)

35- فقیر: وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچ جائے یا نصاب کی مقدار ہو تو اس کی حاجت اصلیہ میں استعمال ہو رہا ہو۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۵۹)

36- مسکین: وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔ (بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۵۹)

37- عاقل: وہ ہے جسے بادشاہ اسلام نے زکاۃ اور عشر وصول کرنے کے لیے مقرر کیا ہو۔ (بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۵۹)

38- غایم: اس سے مراد مدیون (مقروض) ہے یعنی اس پر اتنا دین ہو کہ اسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۶۱)

39- ابن سہیل: ایسا مسافر جس کے پاس مال نہ رہا ہو اگرچہ اس کے گھر میں مال موجود ہو۔ (بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۶۱)

40- مہر متجمل: وہ مہر جو خلوت سے پہلے دینا قرار پائے۔ (بہار شریعت، حصہ ۷، ص ۶۶)

41- مہر مؤجل: وہ مہر جس کے لیے کوئی میعاد (مدت) مقرر ہو۔ (بہار شریعت، حصہ ۷، ص ۶۶)

42- بنی ہاشم: ان سے مراد حضرت علی و جعفر و عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبدالمطلب کی اولادیں ہیں۔

(بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۶۵)

43- ام ولد: وہ لونڈی جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۹، ص ۱۲)

44- صوم داؤد علیہ السلام: اس سے مراد ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۱۰۱)

45- صوم سکوت: ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے۔ (بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۱۰۱)

46- صوم وصال: روزہ رکھ کر افطار نہ کرنا اور دوسرے دن پھر روزہ رکھنا (صوم وصال ہے)۔ (بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۱۰۱)

47- صوم زہر: یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا۔ (بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۱۰۱)

48- یوم الشک: وہ دن جو انتیسویں شعبان سے متصل ہوتا ہے اور چاند کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے اس تاریخ کے

معلوم ہونے میں شک ہوتا ہے یعنی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تیس شعبان ہے یا یکم رمضان۔ اسی وجہ سے اسے یوم

الشک کہتے ہیں۔ (ماخوذ از نورالایضاح، کتاب الصوم، ص ۱۵۴)

49- مستور: پوشیدہ، مخفی، وہ شخص جس کا ظاہر حال مطابق شرع ہو مگر باطن کا حال معلوم نہ ہو۔

(ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۱۱۱)

50- شہادۃ علی الشہادۃ: اس سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کو گواہوں نے خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے

گواہی دی اور اپنی گواہی پر انھیں گواہ کیا انھوں نے اس گواہی کی گواہی دی۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۴۰۶)

51- اکراہ شرعی: اکراہ شرعی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو صحیح دھمکی دے کہ اگر تو فلاں کام نہ کریگا تو میں تجھے مار ڈالوں گا یا

ہاتھ پاؤں توڑ دوں گا یا ناک، کان وغیرہ کوئی عضو کاٹ ڈالوں گا یا سخت مار ماروں گا اور وہ یہ سمجھتا ہو کہ یہ کہنے

وال جو کچھ کہتا ہے کر گزرے گا، تو یہ اکراہ شرعی ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۱۵، ص ۴)

- 52- مسجد بیت: گھر میں جو جگہ نماز کے لیے مقرر کی جائے اسے مسجد بیت کہتے ہیں۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج ۲۲، ص ۷۹)۔
- 53- ظہار: اپنی زوجہ یا اس کے کسی جزو شائع یا ایسے جزو کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو۔ مثلاً کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۹۷)

اعلام

- 1- گنجو سانپ: سانپ جب ہزار برس کا ہوتا ہے تو اس کے سر پر بال نکلتے ہیں اور جب دو ہزار برس کا ہوتا ہے وہ بال گر جاتے ہیں۔ یہ معنی ہیں گنجے سانپ کے کہ اتنا پرانا ہوگا۔
- 2- جھاڑ: ایک قسم کا پودا جو دریاؤں کے کنارے پر اگتا ہے جس سے ٹوکریاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں۔
- 3- خطمی: ایک پودا جس کے پتے بڑے اور کھردرے اور پھول سرخ، سفید اور مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں، گل خیرہ
- 4- پڑٹ: تمباکو کے خشک پتوں کو مقررہ طریقے سے تہ بہ تہ لپیٹ کر بنائی ہوئی نخی جو سگریٹ کی طرح پی جاتی ہے۔
- 5- اُسی: ایک پودا اور اس کے بیج کا نام اس کا تیل جلانے وغیرہ کے کام آتا ہے۔
- 6- علم حیات: وہ علم جس میں چاند، سورج، ستاروں، سیاروں کے طلوع و غروب، کیفیت و وضع، سمت و مقام کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔
- 7- توقیت: وہ علم ہے جس کی مدد سے دنیا کے کسی بھی مقام کے لیے طلوع، غروب، صبح اور عشاء وغیرہ کے اوقات معلوم کیے جاتے ہیں۔
- 8- قمری سال: وہ سال جس کے مہینے چاند کے اعتبار سے ہوتے ہیں۔ جیسے محرم الحرام، ربیع الاول۔
- 9- پیری (میڑی): ایک قسم کا پردار کیڑا جو اکثر زراعت کو نقصان پہنچاتا ہے اس کیڑے کی فوج کی فوج فصل پر حملہ کرتی ہے جسے ذل کہتے ہیں۔
- 10- اولاء: بخارات کے قطرے جو بارش کے ساتھ برف کی شکل میں آسمان سے گرتے ہیں۔
- 11- گلڑی: ایک قسم کی لمبی اور سبز ترکاری، تر
- 12- گندر: ایک قسم کی ترکاری
- 13- میتھی: ایک قسم کا خوشبودار ساگ
- 14- پکی: ایک پھل کا نام ہے جو ناشپاتی کے مشابہ ہوتا ہے۔
- 15- بید: ایک قسم کا درخت جس کی شاخیں نہایت لچکدار ہوتی ہیں۔
- 16- زفت: ایک قسم کا سیاہ روغن جسے تارکول کہتے ہیں۔
- 17- نَظَط: وہ تیل جو پانی کے اوپر آ جاتا ہے۔
- 18- جنتریوں: جنتری کی جمع، وہ کتب ہیں جن میں نجومی ستاروں کی گردش کا سالانہ حال تاریخ وار درج کرتے ہیں۔
- 19- ہشت منیٰ ض: اونٹ کا مادہ بچہ جو ایک سال کا ہو چکا ہو، دوسرے برس میں ہو۔
- 20- بنت لئون: اونٹ کا مادہ بچہ جو دو سال کا ہو چکا ہو اور تیسرے برس میں ہو۔
- 21- حَقَّہ: اونٹنی جو تین برس کی ہو چکی ہو، چوتھے سال میں ہو۔
- 22- جڈعہ: چار سال کی اونٹنی جو پانچویں سال میں ہو۔
- 23- تَبِیْع: سال بھر کا بچھڑا
- 24- صبیغہ: سال بھر کی بچھڑا
- 25- مُسِن: دو سال کا بچھڑا
- 26- مُسِنہ: دو سال کی بچھڑا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
زکاۃ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَمِمَّا زَكَّاهُمْ يَنْفِقُونَ) (1)

اور متقی وہ ہیں کہ ہم نے جو انھیں دیا ہے، اُس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔
اور فرماتا ہے:

(خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا) (2)

ان کے مالوں میں سے صدقہ لو، اس کی وجہ سے انھیں پاک اور ستھرا بنادو۔
اور فرماتا ہے:

(وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَعِلُوْنَ) (3)

اور فلاح پاتے وہ ہیں جو زکاۃ ادا کرتے ہیں۔
اور فرماتا ہے:

(وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَہُوَ يُخْلِِفْہٗ وَہُوَ خٰیِزُ الرِّزْقِیْنَ) (4)

اور جو کچھ تم خرچ کرو گے، اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ اور دے گا اور وہ بہتر روزی دینے والا ہے۔
اور فرماتا ہے:

(مَثَلُ الَّذِیْنَ یَنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اُتْبِتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِیْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ
مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضِعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾) الَّذِیْنَ یَنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ

(1) پ ۱، البقرة: ۳

(2) پ ۱۱، التوبة: ۱۰۳

(3) پ ۱۸، المؤمنون: ۳

(4) پ ۲۲، سب: ۲۹

ثُمَّ لَا يَتَّبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى ۚ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٦٢﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتَّبِعُهَا أَذًى ۚ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ﴿٢٦٣﴾ (5)

جو لوگ اللہ (عزوجل) کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی کہاوت اس دانہ کی ہے جس سے سات بالیں نکلیں۔ ہر بال میں سودا نے اور اللہ (عزوجل) جسے چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے اور اللہ (عزوجل) وسعت والا، بڑا علم والا ہے۔ جو لوگ اللہ (عزوجل) کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے پھر خرچ کرنے کے بعد نہ افسان جتاتے، نہ اذیت دیتے ہیں، اُن کے لیے اُن کا ثواب اُن کے رب کے حضور ہے اور نہ اُن پر کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اچھی بات اور مغفرت اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد اذیت دینا ہو اور اللہ (عزوجل) بے پردہ علم والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

(لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ) (6)

ہرگز نیکی حاصل نہ کرو گے جب تک اس میں سے نہ خرچ کرو جسے محبوب رکھتے ہو اور جو کچھ خرچ کرو گے اللہ (عزوجل) اُسے جانتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

(لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ
السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا
وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ) (7)

نیکی اس کا نام نہیں کہ مشرق و مغرب کی طرف منہ کر دو، نیکی تو اُس کی ہے جو اللہ (عزوجل) اور پچھلے دن اور ملائکہ و کتاب و انبیاء پر ایمان لایا اور مال کو اُس کی محبت پر رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سائلین کو اور گردن چھٹانے میں دیا اور نماز قائم کی اور زکاۃ دی اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی معاہدہ کریں تو اپنے عہد کو پورا کریں اور تکلیف و مصیبت اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے وہ لوگ سچے ہیں اور وہی لوگ متقی ہیں۔

اور فرماتا ہے:

(5) پ ۳، البقرة: ۲۶۱-۲۶۳

(6) پ ۳، آل عمران: ۹۲

(7) پ ۲، البقرة: ۱۷۷

(وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْغُلُونَ بِمَا أَنَّهُمْ آلَهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ
سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ) (8)

جو لوگ بخل کرتے ہیں اُس کے ساتھ جو اللہ (عزوجل) نے اپنے فضل سے انھیں دیا۔ وہ یہ گمان نہ کریں کہ یہ
اُن کے لیے بہتر ہے بلکہ یہ اُن کے لیے بُرا ہے۔ اس چیز کا قیامت کے دن اُن کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا جس
کے ساتھ بخل کیا۔

اور فرماتا ہے:

(وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ
أَلِيمٍ ﴿٢٢﴾ يَوْمَ يُخْلَىٰ عَلَيْهِمَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا
كَانْتُمْ لَا تُفْسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٢٥﴾) (9)

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے اور اُسے اللہ (عزوجل) کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں، انھیں دردناک
عذاب کی خوشخبری سنا دو، جس دن آتش جہنم میں وہ تپائے جائیں گے اور اُن سے اُن کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں
داغی جائیں گی (10) (اور اُن سے کہا جائے گا) یہ وہ ہے جو تم نے اپنے نفس کے لیے جمع کیا تھا تو اب چکھو جو جمع
کرتے تھے۔

نیز زکاة کے بیان میں بکثرت آیات وارد ہوئیں جن سے اُس کا مہتمم بالشان ہونا ظاہر۔



(8) پ ۴۴، ل ۱۸۰: ۱۸۰

(9) پ ۱۰، التوبہ: ۳۴-۳۵

(10) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کوئی روپیہ دوسرے روپیہ پر نہ رکھا جائے گا۔ نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی پر بلکہ زکاة نہ

دینے والے کا جسم اتنا بڑا کر دیا جائے گا کہ لاکھوں کروڑوں جمع کیے ہوں تو ہر روپیہ جدا داغ دے گا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر

(الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، الترتیب من منع الزکاة، الحدیث: ۲۳، ج ۱، ص ۳۱۰)

احادیث

احادیث اس کے بیان میں بہت ہیں بعض ان میں سے یہ ہیں:

حدیث ۱، ۲: صحیح بخاری شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اُس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنہگار سانپ کی صورت میں کر دیا جائے گا، جس کے سر پر دو چٹیاں ہوں گی۔ وہ سانپ اُس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا پھر اس کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے بعد حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس آیت کی تلاوت کی:

(وَلَا يَخْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ) (1) الآیہ۔ اسی کے مثل ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

(1) صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اثم مانع الزکوٰۃ، الحدیث: ۱۳۰۳، ج ۱، ص ۷۴

پ ۳ مال عمران: ۱۸۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ وہ مال جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور دے بھی بقدر نصاب جس میں وجوب زکوٰۃ کی ساری شرطیں موجود ہوں جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مال پر زکوٰۃ واجب ہو۔

۲۔ جب پتلے زہرے سانپ کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کے بچن پر قدرتی بال جم جاتے ہیں اور جب بہت زیادہ عمر ہوتی ہے تو اس کا زہر اتنا تیز ہو جاتا ہے کہ اس کی گرمی اور خشکی سے اس کے یہ بال جھڑ جاتے ہیں اسے اردو زبان میں گنجا سانپ کہتے ہیں اور عربی میں شجاع افرع، ان میں سے خبیث ترین وہ ہوتا ہے جس کی آنکھوں پر دو کالے داغ ہوتے ہیں، اس کے زہر کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کی سانس سے گھاس جل جاتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ بے زکوٰۃ مال قیامت کے دن اس سانپ کی شکل کا ہوگا۔ چونکہ یہ بخیل بھی اپنے مال پر سانپ کی طرح بیٹھ گیا تھا کہ کوئی غریب اس کے مال کی ہوا بھی نہ پاسکتا تھا اس لیے آج وہ مال اس کے لیے سانپ بن گیا۔ حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، دنیا میں بھی مال بشکل سانپ خواب میں نظر آتا ہے، بعض لوگ جب مایہ فتن کرتے ہیں تو اس پر آئے گا سانپ بنا کر بٹھا دیتے ہیں مشہور یہ ہے کہ پھر اس میں قدرتی جان پڑ جاتی ہے۔

۳۔ قیامت کے مختلف مقامات ہیں اور ان کے مختلف حالات۔ کبھی بخیل کا سونا چاندی اور سارا مال اس کے گلے کا سانپ ہوگا اور کبھی اس کا سونا چاندی آگ میں تپایا جائے گا جس سے اس کے پہلو اور پیشانی داغے جائیں گے یا بعض مال سانپ بنے گا اور بعض سے ←

داغ لگے گا لہذا یہ حدیث اور مذکورہ آیت شریف داغ والی احادیث اور آیات کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ یہ سانپ اس کے جڑے چبائے گا اور اس میں اپنے زہر کا ٹیکہ دے گا جس سے اس بخیل کو تکلیف سخت ہوگی مگر جان نہ نکلے گی۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۳)

زکوٰۃ ادا کرنے کا ثواب

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم ارشاد فرمایا، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے،

(1) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ.

ترجمہ کنز الایمان: بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا ٹیک (یعنی انعام) ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم (پ 3، البقرة: 277)۔

(2) وَالْمُؤْمِنِينَ الصَّالِحِينَ الصَّلَاةَ وَالزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا.

ترجمہ کنز الایمان: اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔ (پ 6، النساء: 162)

(3) قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴿٢﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ﴿٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ﴿٤﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٥﴾ إِلَّا عَلَىٰ آزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٦﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٧﴾

ترجمہ کنز الایمان: بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے اور وہ کہ زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ (پ 18، المؤمنون: 1 تا 7)

(4) وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٩﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (پ 18، المؤمنون: 8 تا 11)

(5) وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ

ترجمہ کنز الایمان: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لئے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ

(6) وَمَا اتَّخَذُوا مِنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَإِنَّ لَكَ مِنْهُمُ الْمُضْغِفُونَ.

ترجمہ کنز الایمان: اور جو تم خیرات دے اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو انہیں کے دینے میں۔ (پ 21، اہل اہل: 39)

(7) وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ ﴿24﴾ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿25﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے اس کے لئے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے تو محروم رہے۔

(پ 29، سورۃ العارج: 24، 25)

(8) وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ﴿5﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے انی پر عقیدہ لائے ایک طرف کے ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔ (پ 30، البینہ: 5)

اس بارے میں احادیث مبارکہ:

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان محمد بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں، (۲) نماز قائم کرنا، (۳) زکوٰۃ ادا کرنا، (۴) بیت اللہ کا حج کرنا (۵) اور رمضان کے روزے رکھنا۔

(بخاری، باب دعائکم ایمانکم، کتاب الایمان، رقم ۸، ج ۱، ص ۱۳)

حضرت سیدنا ابوالیوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور پاک، صاحب نواک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا کہ مجھے ایسے عمل کے بارے میں بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ تو میرا کہہ دینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز ادا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور صلہ رحمی کیا کرو۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، رقم ۱۳۹۶، ج ۱، ص ۱۷۱)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک اعرابی سیدہ البلیغین، رزقہ للعلفین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسے عمل کی طرف میری راہنمائی فرمائیے کہ جب میں وہ عمل کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور فرض نماز ادا کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو اور رمضان کے روزے رکھا کرو۔ یہ سن کر اعرابی نے کہا اس ذات پاک کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں اس پر زیادتی نہ کروں گا۔ پھر جب وہ اعرابی لوٹا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، رقم ۱۳۹۷، ج ۱، ص ۱۷۲)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو تمیم میں سے ایک شخص نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیب،

مَرْوَةَ عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَضَرَ حُرَّ عَرَضَ كَيْفًا، يَارَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! مِثْلَ مَالِدَارِ خُفِّهِ هُوَ
 اَوْ مِثْلَ خَانَةِ كَلْبٍ قَدِ ارْتَدَّ بَعْضُ كَثِيرٍ هُوَ، اَوْ اَوْشَادُ فَرَمَاجٍ كَمَا فِي اَهْلِ خَانَةِ كَلْبٍ كَيْفًا سَلُوكِ كَرْدِ اَوْ اَهْلًا مَالِ كَسْ طَرَحِ خُرُجِ
 كَرْدِ؟ تَوَّأَبَ نَظَرًا فَرَمَا، تَمَّ اِهْلًا مَالِ مِثْلَ سَ زَكَاةِ كَلَا كَرْدِ بِيَكِ زَكَاةِ اِيكِي پَا كِزْ كِي هُوَ جَوَّهِيں پَا كِ كَرْدِے كِي اَوْ اِهْلًا
 عَزِيزِ دَلِّ كَلْبِ سَا تَهْ رَجِي كِيَا كَرْدِ اَوْ مَسْكِينِ اَوْ پَرْدِی اَوْ سَا كَلِّ كَلْبِ كِي كَوَّ پُجَا نُو۔

(مسند احمد، مسند انس بن مالك، رقم ۱۲۳۹۷، ج ۴، ص ۲۷۳)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور،
 سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ہمیں خطبہ دیتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا، قسم ہے اس ذات کی! جس کے دست قدرت
 میں میری ہان ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر اقدس کو جھکا لیا تو ہم میں سے ہر شخص نے اپنا سر جھکا لیا اور رونے
 لگا حالانکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حلف کیوں اٹھایا؟ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر
 الوراٹھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر ایسی سرتقمی جو ہمیں سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند تھی پھر ارشاد فرمایا، جو شخص
 پانچوں نمازیں ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنے مال سے زکوٰۃ نکالے اور سات کبیرہ گنا ہوں سے بچتا رہے، اس کے لئے
 جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس سے کہا جاتا ہے کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(نسائی، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، ج ۳، ص ۸)

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! مجھے ایسے عمل کے
 بارے میں بتائیے جو مجھے جنت کے قریب اور جہنم سے دور کر دے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک تم نے ایک عظیم
 چیز کے بارے میں سوال کیا ہے اور یہ کام اسی کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ عزوجل اسے آسان کرے۔ پھر فرمایا، تم اللہ تعالیٰ کی
 عبادت اس طرح کرو کہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز ادا کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کو۔

(ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، ما جاء فی حرمة الصلاۃ، کتاب الایمان، رقم ۲۶۲۵، ج ۴، ص ۲۸۰)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، وشمسہ العلمین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراب سالکین،
 محبوب رب العلمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارد گرد بیٹھے ہوئے صحابہ کرام عظیم الرضوان سے فرمایا، تم مجھے
 چھ چیزوں کی ضمانت دے دو تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دے دوں گا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! وہ چھ چیزیں کون سی
 ہیں؟ ارشاد فرمایا، نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، امانت لوٹانا، شرمگاہ، پیٹ، اور زبان کی حفاظت کرنا۔

(مجمع الزوائد، باب فرض الصلاۃ، رقم ۱۶۱۷، ج ۲، ص ۲۱)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ کا اس شخص کے
 بارے میں کیا خیال ہے جس نے اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالی؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے اپنے

مال میں سے زکوٰۃ ادا کی تو اس مال کا شر اس سے دور ہو جائے گا۔ (المعجم الاوسط طبرانی، باب الالف، رقم ۱۵۷۹، ج ۱، ص ۴۳۱)

امام حاکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو مختصر ایوں روایت کیا ہے، جب تم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر لو گے تو تم نے اپنے آپ سے اس مال کے شر کو دور کر دیا۔ (مستدرک، کتاب الزکاۃ، باب التخلیظ فی منع الزکاۃ الخ، رقم ۱۳۷۹، ج ۲، ص ۸)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ نحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور جس نے مال حرام جمع کیا پھر اس میں سے صدقہ نکالا تو اسے اس پر کوئی ثواب نہ ملے گا اور اس کا گناہ اس پر باقی رہے گا۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، باب فی اداء الزکاۃ، رقم ۱۰، ج ۱، ص ۳۰۱)

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا شمار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اپنے اموال کو زکوٰۃ کے ذریعے محفوظ کر لو اور اپنے امراض کا علاج صدقہ کے ذریعے کرو اور دعا اور آہ و زاری کے ذریعے بلاؤں کی پلغار کا مقابلہ کرو۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، باب فی اداء الزکاۃ، رقم ۱۱، ج ۱، ص ۳۰۱)

حضرت سیدنا علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا، بیشک تمہارا اپنے اموال میں سے زکوٰۃ نکالنا تمہارے اسلام کی تکمیل ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، باب فی اداء الزکاۃ، رقم ۱۲، ج ۱، ص ۳۰۱)

حضرت سیدنا سرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم، نورِ مجسم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، نماز ادا کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور حج کرو اور عمرہ کرو اور ثابت قدم رہو۔ (طبرانی کبیر، کتاب الصدقات، رقم ۶۸۹۷، ج ۷، ص ۲۱۶)

حضرت سیدنا عمرو بن مژہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قضاءِ قبیلے سے ایک شخص شہنشاہِ مدینہ، قرا، قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پسینہ، باعثِ نودلِ سکینہ، فیضِ غنیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور میں پانچ نمازیں پڑھتا ہوں اور رمضان کے روزے رکھتا ہوں اور اس میں قیام کرتا ہوں اور زکوٰۃ ادا کرتا ہوں۔ تو سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جو ان اعمال پر مرے گا وہ صدیقین اور شہداء میں لکھا جائے گا۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، باب فی اداء الزکاۃ، رقم ۱۹، ج ۱، ص ۳۰۲)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ نحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور بیت اللہ کا حج کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور مہمان کی مہمان نوازی کرے جنت میں داخل ہوگا۔ (المعجم الکبیر، رقم ۱۲۶۹۲، ج ۱۲، ص ۱۰۶)

خوشدلی سے زکوٰۃ ادا کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابوذرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحبِ نواک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو ایمان کے ساتھ ان پانچ چیزوں کو بجالایا جنت میں داخل ہوگا، جس نے پانچ نمازوں کی ان کے وضو اور رکوع اور سجود اور اوقات کے ساتھ پابندی کی اور رمضان کے روزے رکھے اور جس نے استطاعت ہونے پر حج کیا اور خوش دلی سے زکوٰۃ ادا کی۔

(مجمع الزوائد، کتاب الایمان، فیما بنی علیہ السلام، رقم ۱۳۹، ج ۱، ص ۲۰۵)

حضرت سیدنا عبداللہ بن معاویہ الغاضری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے سیدنا ابراہیمؓ، زخمتہؓ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے تین کام کئے اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا، (۱) جس نے ایک اللہ کی عبادت کی اور یہ یقین رکھا کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں (۲) جس نے خوشدلی سے ہر سال اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی (۳) جس نے زکوٰۃ میں بوڑھے اور بیمار جو نوریابو سیدہ کپڑے اور گھنیا مال کی بجائے اوسط درجے کا مال دیا کیونکہ اللہ عزوجل تم سے تمہارا بہترین مال طلب نہیں کرتا اور نہ ہی گھنیا مال دینے کی اجازت دیتا ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الزکاۃ، فی زکاۃ الساعۃ، رقم ۱۵۸۲، ج ۲، ص ۱۳۷)

عبید بن عمیرؓ اپنی والدہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دامائے محبوب، منقرہ عین محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا، بیشک نمازی اللہ عزوجل کے اولیاء ہیں اور وہ جس نے اللہ عزوجل کی فرض کردہ پانچ نمازیں قائم کیں اور رمضان کے روزے رکھے اور ان کے ذریعے ثواب کی امید رکھی اور خوش دلی سے زکوٰۃ ادا کی اور ان کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا جن سے اللہ عزوجل نے منع فرمایا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کبیرہ گناہ کتنے ہیں؟ ارشاد فرمایا، نو (۹) ہیں، ان میں سب سے بڑا گناہ کسی کو اللہ عزوجل کا شریک ٹھہرانا ہے اور (بقیہ گناہوں میں سے) کسی مومن کو ناحق قتل کرنا، میدانِ جہاد سے فرار ہونا، پاک دامن عورت پر تہمت لگانا، جادو کرنا، جیم کا مال کھانا، سود کھانا، مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا اور بیت الحرام جو تمہارے زعمدوں اور مردوں کا قبلہ ہے، کو حلال سمجھنا (یعنی اس کی حرمت کو پامال کرنا) لہذا! جو شخص ان کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے پھر مر جائے تو وہ جنتِ محل میں محمدؐ کا رفیق ہوگا جس کے دروازے سونے کے ہوں گے۔

(المعجم الکبیر، رقم ۱۰۱، ج ۱۵، ص ۱۷، ص ۳۸)

زکوٰۃ ادا نہ کرنا

اللہ عزوجل کا فرمانِ عالیشان ہے:

(۱) وَوَيْلٌ لِلْمُصْرِفِينَ ﴿۶﴾ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

ترجمہ کنزالایمان: اور خرابی ہے شرک والوں کو وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ (پ ۲۴، جم سجدہ: ۷، ۶)

(2) وَلَا يَخْشَى الَّذِينَ يَبْغُلُونَ بِمَا أَنْتُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔

ترجمہ کنز الایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ (پ 4، آل عمران: 180)

(3) يَوْمَ يُخَسِّىٰ عَلَيْنَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فُتُكُوِي بِهَا سَبَابُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا تَفْسِكُمْ فَلَنُوقُوَا مَا كُنْتُمْ تُكْذِبُونَ۔

ترجمہ کنز الایمان: جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیٹھائیاں اور کرلیں اور ٹانھیں یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزہ اس جوڑنے کا۔ (پ 10، التوبہ: 35)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عایشان ہے کہ سونے چاندی کا جو مالک اس کا حق ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی چٹائیں نصب کی جائیں گی اور انہیں جہنم کی آگ میں تپا کر اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغا جائے گا۔ (مطلب یہ کہ ان کے جسموں کو چٹانوں کے برابر پھیلا دیا جائے گا)

(صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب اثم مانع الزکاة، الحدیث: ۲۲۹۰، ص ۸۳۳)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم، شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی وہ آگ کی چٹائیں ٹھنڈی ہوں گی تو انہیں دوبارہ اسی طرح گرم کر لیا جائے گا یہ عمل اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے یہاں تک کہ بندوں کا فیصلہ ہو جائے اور یہ اپنا ٹھکانا جنت یا جہنم میں دیکھ لے۔ عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اور اگر دنت ہوں تو؟ (کیا حکم ہے؟) تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح اگر اونٹوں کا مالک بھی ن کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہ کرے اور اونٹوں کا حق یہ ہے کہ جس دن انہیں پانی پلانے سے جلایا جائے تو ان کا دودھ دوا جائے (اور مسکین کو پلایا جائے) تو (زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے) ایسے شخص کو قیامت کے دن اونٹ سے منہ لٹایا جائے گا اور وہ اونٹ خوب فریہ ہو کر آئیں گے ان کا کوئی بچہ بھی پیچھے نہ رہے گا وہ اسے اپنے قدموں سے روندیں گے اور اپنے مونہوں سے کاٹیں گے جب ان کا ایک گروہ گزر جائے گا تو دوسرا آ جائے گا اور یہ عمل اس پورے دن ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے یہاں تک کہ بندوں کا فیصلہ ہو جائے اور وہ جنت یا جہنم کی طرف اپنا راستہ دیکھ لے۔

عرض کی گئی: یا رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اگر گائے اور بکریاں ہوں تو؟ (کیا حکم ہے؟) تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گائے اور بکریوں والا اگر ان کا حق ادا نہ کریگا تو قیامت کے دن اسے چٹیل میدان میں لٹایا جائے گا اور گائے، بکری میں کوئی چیز کم نہ ہوگی (یعنی ان کے سب اعضاء سلامت ہوں گے) خواہ لٹے سیکوں والی ہو یا بغیر نیکیوں والی یا ٹوٹے ہوئے۔

سینکوں والی، سب اسے اپنے کھروں سے روغنوں سے مار سگی جب ان کی ایک جماعت گزر جائے گی تو دوسری آجائے گی اور یہ عذاب اس پورے دن میں ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے اور وہ جنت یا جہنم کی طرف اپنا راستہ دیکھ لے۔

پھر عرض کی گئی: یا رسول اللہ عزوجل وصلى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اگر گھوڑے ہوں تو (کیا حکم ہے)؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گھوڑے صین قسم کے ہیں: (۱) وہ جو اپنے مالک کے لئے بوجھ (یعنی گناہ) ہیں (۲) وہ جو اس کے چھٹکارے کا سبب ہیں اور (۳) وہ جو اجر و ثواب کا باعث ہیں۔ جو گھوڑے مالک پر بوجھ ہوتے ہیں وہ یہ ہیں: جنہیں مالک نے دکھ دے، تکبر اور مسلمانوں سے دشمنی کے لئے باندھا ہو یہ اس کے لئے بوجھ ہیں، جو گھوڑے مالک کے لئے نجات کا سبب ہیں وہ یہ ہیں:

جنہیں مالک نے اللہ عزوجل کی راہ میں باندھا ہو اور وہ ان کی گردنوں اور پشتوں کے حقوق ادا کرنا ہو ایسے گھوڑے مالک کے لئے عذاب سے نجات کا سبب ہیں اور جو گھوڑے اجر و ثواب کا باعث ہیں وہ یہ ہیں: جنہیں کسی نے اللہ عزوجل کی راہ میں مسائلوں کی خاطر اپنی چراگاہ یا باغ میں باندھا ہو، یہ گھوڑے اس چراگاہ یا باغ میں سے جو کچھ کھائیں گے ان کے مالک کے لئے ان کے کھانے، ان کی لید اور پیشاب کی مقدار (یعنی جو گھاس وہ وہاں سے کھائیں گے اور پھر لید وغیرہ کریں گے اس) کے برابر نیکیاں لکھ دی جائیں گی، یہ گھوڑے اگر کبھی رسیں توڑ کر ایک یا دو گھامیوں کا چکر لگائیں تو اللہ عزوجل ان کے مالک کے لئے ان کے قدموں کے نشانات کی تعداد اور سید کی مقدار کے برابر نیکیاں لکھے گا اور اگر ان کا مالک انہیں لے کر کسی نہر کے قریب سے گزرے اور انہیں پانی پلانے کا ارادہ نہ بھی رکھتا ہو پھر بھی، اگر ان گھوڑوں نے کچھ پانی پی لیا تو اللہ عزوجل اس مالک کے لئے اس کے پئے ہوئے پانی کے قطرؤں کے برابر نیکیاں لکھے گا۔

عرض کی گئی، یا رسول اللہ عزوجل وصلى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! گدھوں کے بارے میں ارشاد فرمائیے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گدھوں کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا لیکن یہ آیت بہت جامع ہے:

فَمَنْ يَغْتَلِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿٧﴾ وَمَنْ يَغْتَلِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴿٨﴾

ترجمہ کنز الایمان: تو جو ایک ذرہ بھربھائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ برائی کرے اسے دیکھے گا۔ (پ 30، الزلازل: 8، 7)

(صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب اثم مانع الزکاة، الحدیث: ۲۲۹۰، ص ۸۳۳)

حضور نبی پاک، صاحب نولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مالیشان ہے: قیامت کے دن میں تم میں سے کسی شخص کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بڑبڑانے والا اونٹ ہو اور وہ مجھ سے یہ کہہ رہا ہو، یا رسول اللہ عزوجل وصلى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میری فریادری فرمائیے۔ تو میں کہوں گا: میں اللہ عزوجل کے مقابلے میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے تمہیں پیغمبر مبعوث کیا دیا تھا۔

قیامت کے دن میں تم میں سے کسی شخص کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر میانے والی بھیڑ یا بکری ہو اور وہ مجھ سے یہ کہہ رہا ہو، یا رسول اللہ عزوجل وصلى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میری فریادری فرمائیے۔ تو میں کہوں گا: میں اللہ عزوجل کے مقابلے میں

تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا تھا۔

قیامت کے دن میں تم میں سے کسی شخص کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر ڈکرانے والی گائے ہو اور وہ مجھ سے یہ کہہ رہا ہو، یا رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میری فریاد رسی فرمائیے۔ تو میں کہوں گا، میں اللہ عزوجل کے مقابلے میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا تھا۔

(پھر ارشاد فرمایا) قیامت کے دن میں تم میں سے کسی شخص کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کپڑے کے چیتے ہوں اور وہ مجھ سے یہ کہہ رہا ہو، یا رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میری فریاد رسی فرمائیے۔ تو میں کہوں گا، میں اللہ عزوجل کے مقابلے میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا، میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا تھا۔

(پھر ارشاد فرمایا) تم میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہو کہ جو قیامت کے دن اس حال میں آئے کہ اس کی گردن پر کوئی خاموش شے (جیسے سونا چاندی) ہو، پس وہ شخص کہے: یا رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میری مدد فرمائیے۔ تو میں کہوں گا، میں اللہ عزوجل کے مقابلے میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب غلط تحریم الغلول، الحدیث: ۳۳۷۳، ص ۱۰۰۶)

اللہ کے محبوب، دانائے محبوب، منزّہ عن الغیوب عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہی خسارہ پانے والے ہیں رب کعبہ کی قسم! قیامت کے دن وہی خسارے میں ہوں گے رب کعبہ کی قسم! وہ کثیر مال و دولت والے ہیں مگر ان میں سے جو ایسے ایسے خرچ کرے، اور ایسے لوگ بہت قلیل ہیں، اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو شخص بکریاں، اونٹ یا گائے چھوڑ کر مرے دران کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو قیامت کے دن وہ جانور پہلے سے بڑے اور فربہ ہو کر آئیں گے یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہونے تک سے، اپنے گھروں سے روئیں گے اور اپنے سینکوں سے مارے گئے جب ان میں سے آخری جماعت گزر جائے گی تو پہلی جماعت دوبارہ لوٹ آئے گی۔ (المسند للإمام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۱۳۰۹، ج ۸، ص ۸۱، راوی: ابو ذر غفاری)

شہنشاہ خوش نصیب، پیکر حسن و جمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن ایک جہنمی اڑدھا اس پر مسلط کر دیا جائے گا اور اس کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ پر داغا جائے گا یہ عمل اس پورے دن میں ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ (صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب الوعد)۔۔۔۔۔ (ارغ، الحدیث: ۳۲۳۲، ج ۳، ص ۱۰۴) (سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب التعلیظ فی جس الزکاۃ، الحدیث: ۲۳۴۳، ص ۲۲۳)

دائع رنج و دلائل، صاحب مجرور نوال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: جو اونٹوں والا اپنے اونٹوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا وہ اونٹ قیامت کے دن پہلے سے زیادہ تعداد میں آئیں گے اور اسے ایک چٹیل میدان میں بٹھادیا جائے گا وہ سے اپنے اگلے در پچھلے پاؤں سے روئیں گے، جو گائے والا اپنی گائیوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا وہ گائیں قیامت کے دن پہلے سے زیادہ تعداد میں آئیں گی اور اسے اپنے سینکوں سے مارے گی اور پچھلی ٹانگوں سے روئیں گی ان میں سے کوئی بھی بغیر سینک والی نہ ہوگی اور نہ ہی ٹوٹے ہوئے سینک والی ہوگی اور جو خزانے والا اپنے خزانے کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا وہ خزانہ قیامت کے دن الشجاع (یعنی)۔

مجھے اڑھے) کی صورت میں آئے گا، منہ کھولے ہوئے اس کا تعاقب کریگا جب وہ اس کے قریب آئے گا تو یہ اس سے بھاگے گا، وہ سانپ پکارے گا کہ اپنا خزانہ لے جسے تو نے چھپایا تھا کہ میں تو اس سے غنی ہوں، جب وہ دیکھے گا کہ اس سے بچنے کا کوئی چارہ نہیں تو داخل ہو جائے گا (یعنی اس کے منہ میں اپنا ہاتھ داخل کر دے گا پس وہ اسے سانپ کی طرح کاٹ ڈالے گا)۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ، الحدیث: ۲۲۹۶، ص ۸۳۴)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: جو بھی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا تو اس کا وہ مال قیامت کے دن ایک گھنچے سانپ کی شکل میں آئے گا، اور اس شخص کی گردن میں مار بن جائے گا۔ راوی فرماتے ہیں: پھر خاتم المرسلین، رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مہار کہ عذوت فرمائی:

وَلَا يَخْشَوْنَ الَّذِينَ يَنْعَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ أَلْهَمُوا لَهُمْ سَيَتَوْفُّونَ مَا يَخْلُؤُا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا تَعْلَمُونَ خَيْرٌ۔

ترجمہ کنزالایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ (پ 4، آل عمران: 180)

(ابن ماجہ، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء فی منع الزکاۃ، الحدیث: ۱۷۸۴، ص ۲۵۸۳)

سید المرسلین، رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: اللہ عزوجل نے غنی مسلمانوں پر ان کے اموال میں قدرت کے مطابق مسلمان فقراء کا حصہ مقرر کیا ہے اور فقراء اگر بھوکے یا تنگ ہوں تو غنی لوگوں کے برباد کئے ہوئے مال کو ہی پاتے ہیں، خبردار! یقیناً اللہ عزوجل ان لوگوں کا شدید حساب لے گا اور انہیں دردناک عذاب دے گا۔ (المجم الاوسط، الحدیث: ۳۵۸۹، ج ۲، ص ۳۷۳)

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: بروز قیامت سود لینے والوں اور اس کے گواہوں جبکہ سود کو جانتے ہوں، گودنے اور گدوانے والی عورتوں، صدقہ روک لینے والوں یا اس میں مال مٹول کرنے والوں اور ہجرت کے بعد اعرابی بن جانے والے لوگوں پر شفیع المذنبین، ایسی الغریبین، سراج السالکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے لعنت کی جائے گی۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۴۰۹۰، ج ۲، ص ۱۲۱)

محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سود لینے اور دینے والوں، اس کے گواہوں، سودی دستاویز لکھنے والوں اور گودنے و گدوانے والی عورتوں، صدقہ روکنے والوں اور حلالہ کرنے والوں اور حلالہ کروانے والوں ان سب لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۶۶۰، ج ۱، ص ۱۸۹)

رحمت کوئین، ہم غریبوں کے دلوں کے چین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: قیامت کے دن فقراء سے منہ ←

بھرنے والے اغنیاء کے لئے ہلاکت ہوگی، فقراء کہیں گے: انہوں نے ہمارے ان حقوق کے معاملے میں ہم پر ظلم کیا جو ان پر فرض تھے۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں تمہیں ضرور (اپنی رحمت کے) قریب اور انہیں (اس سے) دور کروں گا۔ پھر تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے اسکے لئے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے تو محروم رہے۔

(پ 29، المعارج: 24، 25) (المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۸۱۳، ج ۳ ص ۳۴۹)

غزون جو دوسجاوت، ہیکر عظمت و شرافت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جنت اور جہنم میں داخل ہونے والے ہمیں ہمیں افراد کو میرے سامنے پیش کیا گیا، جنت میں پہلے داخل ہونے والے تین افراد یہ تھے: (۱) شہید (۲) وہ غلام جس نے اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کی اور اپنے دینی آقا کی خیر خواہی چاہی اور (۳) پاکدامن متوکل۔

(المستدرک امام احمد بن حنبل، الحدیث: ۹۴۹۷، ج ۳ ص ۳۱۲)

جبکہ ایک روایت میں آخری دو کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کہ محبوب رب العزت، محسن انسانیت عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ غلام جسے دنیا کی غلامی نے اپنے رب عزوجل کی اطاعت سے نہ رد کیا اور پاک دامن میاں دار فقیر۔ جبکہ سب سے پہلے جہنم میں داخل ہونے والے ہمیں افراد یہ تھے: (۱) زبردستی مسلط ہو جانے والا حاکم (۲) وہ مال دار جو اپنے مال سے اللہ عزوجل کا حق دا نہیں کرتا اور (۳) متکبر فقیر۔ (المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الادا، باب اول ما فعل ومن فعله، الحدیث: ۲۳۷۷، ج ۸، ۳۵۱)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے: ہمیں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جس نے زکوٰۃ ادا نہ کی اس کی کوئی نماز نہیں۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۰۹۵، ج ۱۰ ص ۱۰۳)

جبکہ ایک اور روایت میں ہے: جس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا نہ کی تو وہ ایسا مسلمان نہیں جسے اس کا نفع نصیب دے۔

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، الجزء الرابع، باب جماع الکلام فی الایمان، الحدیث: ۵۷۴، ج ۱ ص ۷۳۳)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جس نے اپنے پیچھے کنز چھوڑا (کنز یہ خزانے کو کہتے ہیں جس کی زکوٰۃ داند کی گئی ہو) اسے قیامت کے دن ایک گھنچے سانپ میں بدل دیا جائے گا اس کی آنکھوں پر دوسیا دھبے ہوں گے، وہ اس شخص کے پیچھے دوڑے گا، وہ شخص پوچھے گا، تو کون ہے؟ سانپ کہے گا، میں تیرا وہ خزانہ ہوں جسے تو اپنے پیچھے چھوڑ کر آیا تھا۔ پھر وہ اس کا پیچھا کرتا رہے گا یہاں تک کہ اس کا ہاتھ چبا ڈالے گا، پھر اس کو کالے گا اور اس کا سارا جسم چبا ڈالے گا۔

(المستدرک، کتاب الزکاۃ، باب التغلیظ فی منع الزکاۃ، الحدیث: ۱۳۷۴، ج ۲ ص ۶، بدون من أنت خلقت بدہ ترکہ بعدک)

شہنشاہِ مدینہ، قرۃِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے دن اس کے مال کو گھنچے سانپ کی صورت میں بدل دیا جائے گا، اس کی آنکھوں پر دوسیا نکتے ہوں گے، وہ اس سے چٹ جائے گا۔

اس کے گلے کا طوق بن جائے گا اور کہے گا: میں تیرا خزانہ ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

(سنن النسائي، کتاب الزکاة، باب مانع زکاة مالہ، الحدیث: ۲۴۸۳، ص ۲۴۳۸)

سرکارِ مدینہ، باعوضِ نذرِ سکینہ، فیضِ منجیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل جس کو کسی مال سے نوازے لیکن وہ اس کی زکوة نہ دے تو قیامت کے دن اس کا وہ مال ایک ایسے منجے اثر دھے کی مثل اس کی گردن میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا کہ جس کی آنکھیں محض دوکتے ہوں گی، پھر وہ اثر دھا اس شخص کے جڑے پکڑ کر اس سے کہے گا: میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ راوی فرماتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْغُلُونَ مِنَّا أَنَّهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ يَمَّا تَعْلَمُونَ خَبِيرٌ. (پ 4، آل عمران: 180)

ترجمہ کنز الایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس خیر میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب اثم مانع الزکاة، الحدیث: ۱۳۰۳، ص ۱۱۰)

دو جہاں کے تاجدار، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مالیشان ہے: چار چیزیں اللہ عزوجل نے اسام میں فرض فرمائی ہیں جو ان میں سے تین لے کر آئے گا وہ اسے کچھ کام نہ آئیں گی جب تک کہ ان سب کو لے کر نہ آئے: (۱) نماز (۲) زکوة (۳) ماہِ رمضان کے روزے اور (۴) بیت اللہ شریف کا حج۔ (السند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۸۰۴، ج ۶، ص ۲۳۶)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دالائخار، ہم بے کسوں کے مددگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے (سفر کے) لئے ایک ایسا گھوڑا (یعنی براق) لایا گیا جو اپنا قدم تاحدِ نگاہ رکھتا، حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہم سفر تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کچھ ایسے لوگوں کے پاس تشریف لائے جو ایک دن کھیتی بوتے اور دوسرے دن فصل کاٹتے وہ جب بھی فصل کاٹ لیجے تو وہ پہلے کی طرح آگ آتی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ راہِ خدا عزوجل کے مجاہدین ہیں، ان کی نیکیوں میں 700 گنا اضافہ کر دیا گیا ہے، یہ جو خرچ کیا کرتے تھے وہ انہیں اب بھی بہتر اجر کی صورت میں بعد میں بھی ملتا رہتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کے سر ہتھوروں سے پھوڑے جا رہے تھے، جب وہ پھٹ جاتے تو پہلے کی طرح درست ہو جاتے، اس معاملے میں ان سے کوئی کوتاہی نہ برتی جاتی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی، یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز سے بوجھل ہو جاتے تھے۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کے آگے اور پیچھے کاغذ کے پرچے تھے (جن پر وہ حقوق لکھے تھے جو ان کے ذمہ تھے) وہ ضریع، زقوم (یعنی جہنم کے نہایت کڑوے درخت) اور جہنم کے پتھر اس طرح چلتے تھے جیسے

چوپائے جڑتے ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: انے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے اور اللہ عزوجل نے ان پر ظلم نہیں کیا اور نہ ہی اللہ عزوجل اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، باب الترہیب من منع الزکاۃ، الحدیث: ۱۱۳۵، ج ۱، ص ۳۶۶)

شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار باذن پروردگار، حبیب پروردگار عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خشکی اور تری میں جو مال بھی ضائع ہوتا ہے، وہ زکوٰۃ روک لینے کی وجہ سے ہوتا ہے، زکوٰۃ روک لینے والا قیامت کے دن جہنم میں ہوگا۔

(المرجع السابق، الحدیث: ۱۱۳۶/۲، ج ۱، ص ۳۶۷)

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدقہ یا زکوٰۃ جس مال میں بھی مل جائے اسے برہادر دیتا ہے۔ (شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، الحدیث: ۳۵۲۲، ج ۳، ص ۲۷۳)

مراد یہ ہے کہ جس مال کا صدقہ ادا نہ کیا جائے وہ صدقہ اس مال کو برہادر دیتا ہے اس کی دلیل گذشتہ حدیث پاک ہے یا یہ مراد ہے کہ جو غنی ہونے کے باوجود زکوٰۃ لے کر اسے اپنے مال کے ساتھ ملا لے وہ صدقہ اس مال کو تباہ کر دے گا یہ تشریح امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمائی ہے۔

سرکار اہلہ قرار، شافع روز شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: جن لوگوں پر نماز ظاہر کی گئی تو انہوں نے اسے قبول کر لیا اور زکوٰۃ پوشیدہ رکھی مگر وہ اسے کھا گئے وہی لوگ منافق ہیں۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، باب الترہیب من منع الزکاۃ، الحدیث: ۱۱۳۹، ج ۱، ص ۳۶۸)

شاہ ابرار، ہم غریبوں کے غمخوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: جو لوگ زکوٰۃ روک لیتے ہیں اللہ عزوجل ان سے بارش روک لیتے ہے۔ (المستدرک، کتاب الجہان، باب ما نقض قوم العهد، الحدیث: ۲۶۲۳، ج ۲، ص ۴۶۱)

ایک صحیح روایت میں ہے: جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اللہ عزوجل انہیں قحط سالی میں مبتلا فرمادیتا ہے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث: ۶۷۸۸، ج ۵، ص ۱۲۳)

رسول نور، صاحب کثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: اے گروہ مہاجرین! پانچ فصلیں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں جملہ ہو گئے تو تم پر مصیبتیں نازل ہوں گی، میں اللہ عزوجل سے پناہ چاہتا ہوں کہ تم انہیں پاؤ: (۱) جب بھی کسی قوم میں فحاشی ظاہر ہوئی اور وہ سے اعلانیہ کرنے لگے تو ان میں ایسے امراض پھوٹ پڑے جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ تھے (۲) جو لوگ ٹاپ تول میں کمی کرنے لگے تو ان کی پکڑ قحط سالی، سخت تکلیف، درحکمرانوں کے ظلم سے کی گئی (۳) جن لوگوں نے اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرنا چھوڑ دی ان سے آسمان کی بارش روک لی گئی اور اگر چوپائے نہ ہوتے تو ان پر بارش نہ ہوتی (۴) جن لوگوں نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عہد توڑا ان پر غیر قوم سے دشمن کو مسلط کر دیا گیا تو اس نے ان کو الٹھک لیا اور (۵) جس قوم کے حکمرانوں نے اللہ عزوجل کی کتاب کے خلاف فیصلے کئے اللہ عزوجل نے ان کے درمیان آپس کے جھگڑے ڈال دیے۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب العن، باب العقوبات، الحدیث: ۴۰۹، ص ۲۷۸)

حدیث ۳۰: احمد کی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں ہے، جس مال کی زکوٰۃ نہیں دی گئی، قیامت کے

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن زکوٰۃ کے بارے میں نازل ہونے والے اللہ عزوجل کے اس فرمان عایشان:

يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فُتْكُوى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَا أَنْفُسَكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ.

ترجمہ کنز الایمان: جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیوں اور گردنیں اور پیٹھیں یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب چھوڑنا اس جوڑنے کا۔ (پ 10، التوبہ: 35)

کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں: جب مال جمع کر کے رکھنے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو داغا جائے گا تو کوئی درہم دوسرے درہم سے اور کوئی دینار دوسرے دینار سے نہ چھوئے گا بلکہ اس کے جسم کو اتنا وسیع کر دیا جائے گا کہ اس پر ہر درہم دینار کو رکھا جاسکے۔

(تفسیر الدر المنکور، تحت الآیہ: ۳۵ (یوم محمی علیہا۔۔۔۔۔ الخ) ج ۴، ص ۱۷۹، مطبوعہ)

وضاحت: اللہ عزوجل نے اس شخص کی پوچھانی، پہلو اور پیٹھ کو داغنے کے ساتھ اس لئے مخصوص فرمایا کہ غنیل مالدار جب کسی فقیر کو دیکھتا ہے تو ترش روئی دکھاتا ہے اور اس کے ماتھے پر ہلکیں پڑ جاتی ہیں اور وہ اس سے پہلو چمی اختیار کرتا ہے پھر جب فقیر اس کے قریب آتا ہے تو وہ اس سے پیٹھ پھیر لیتا ہے لہذا ان اعضاء کو داغ کر سزا دی جائے گی تاکہ عمل کی سزا اسی کی جنس سے ہو۔

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جس نے مال حلال کھایا اور زکوٰۃ روک لی تو یہ (روکا ہوا) مال حلال مال کو بھی گندا کر دے گا اور جس نے مال حرام کھایا تو زکوٰۃ کی ادائیگی بھی اسے پاک و حلال نہ کرے گی۔ (المعجم الکبیر، الحدیث: ۹۵۹۶، ج ۹، ص ۳۱۹)

حضرت سیدنا حنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: میں قریش کے کچھ لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ سخت ہالوں، گھر درے ہالوں اور ہاڑب صورت والے ایک شخص نے ان کے قریب آکر سلام کیا پھر کہا: خزانے جمع کر کے رکھنے والوں کو جہنم میں وہ کائے ہوئے پتھر کی بشارت دے دو، جسے ان میں سے کسی کی چھاتی کی نوک پر رکھا جائے گا تو وہ اس کی پیٹھ سے نکل جائے گا اور اس کی پیٹھ پر رکھا جائے گا تو وہ اس کے چھاتی کی نوک سے نکلے گا۔ یہ کہہ کر وہ شخص کانپنے لگا پھر پلٹ کر ایک ستون کے پاس بیٹھ گیا، میں بھی اس کے پیچھے چل دیا اور اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے، پھر میں نے کہا: میرا خیال ہے کہ لوگوں نے آپ کی بات کا برا منیا ہے۔ اس نے کہا: میرے خلیل نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا: یہ لوگ کچھ عقل نہیں رکھتے۔ (راوی فرماتے ہیں کہ) میں نے پوچھا: آپ کے خلیل کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: نبی کریم، رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ (پھر مجھ سے پوچھا) کیا تمہیں اُحد پہاڑ نظر آ رہا ہے؟ میں نے سورج کی طرف دیکھا کہ کتنا دن باقی رہ گیا ہے، میرا خیال تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنے کسی کام بھیجیں گے، (یہ سوچ کر) میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو اس نے کہا: میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں تین دیناروں کے علاوہ سب کچھ خرچ کر دوں اور بے شک یہ لوگ کچھ عقل نہیں رکھتے یہ دنیا جمع کرنے میں مصروف ہیں، خدا عزوجل کی قسم! میں ان سے دنیا نہیں مانگوں گا اور نہ کوئی دینی مسئلہ پوچھوں گا یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملاقات کر لوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب مالوی زکاۃ للیس۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۱۳۰۷/۱۳۰۸، ص ۱۱۰) ←

دن وہ گنجا سانپ (2) ہوگا، مالک کو دوڑائے گا، وہ بھاگے گا یہاں تک کہ اپنی انگلیاں اُس کے مونہ میں ڈال دے گا۔ (3)

حدیث ۵، ۴: صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو اور اس کا حق ادا نہ کرے تو جب قیامت کا دن ہوگا اس کے لیے آگ کے پتر بنائے جائیں گے اور ان پر جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی اور اُن سے اُس کی کروٹ اور پیشانی اور پیٹھ داغی جائے گی، جب ٹھنڈے ہونے پر آئیں گے پھر ویسے ہی کر دیے جائیں گے۔ یہ معاملہ اس دن کا ہے جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے، اب وہ اپنی راہ دیکھے گا خواہ جنت کی طرف جائے یا جہنم کی طرف اور اونٹ کے بارے میں فرمایا: جو اس کا حق نہیں ادا کرتا، قیامت کے دن ہموار میدان میں لٹا دیا جائے گا اور وہ اونٹ

جبکہ مسلم شریف کی روایت میں ہے: خزانے جمع کر کے رکھنے والوں کو بشارت دے دو کہ ان کی پیٹھ پر داغے جانے سے وہ خزانہ ان کے پہلوؤں سے نکلے گا اور کنٹینوں پر داغے جانے سے ان کی پوشاکیوں سے نکلے گا۔ راوی فرماتے ہیں: پھر وہ جھک کر پیٹھ گئے تو میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے مجھے بتایا: یہ حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میں نے ان کے پاس جا کر پوچھا: ابھی میں نے آپ کو جو بات کہتے سنا وہ کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے تو وہی بات کہی ہے جسے میں نے ان کے رسول اکرم، شفیع معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔ میں نے پوچھا: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عطیہ (یعنی تحفہ) کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: لے لو کیونکہ آج یہ معونت (یعنی امداد) ہے، پھر جب یہ تمہارے دین کی قسم بننے لگے تو اسے چھوڑ دینا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فی الکلازین للاموال۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۷۳۰، ص ۸۳۵)

زکوٰۃ اسلام کا پل ہے:

حضور پاک، صاحب نولاک، سیاح الفلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: زکوٰۃ اسلام کا پل ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاة، فصل التصدق بد علی من منع الزکاة، الحدیث: ۳۳۱۰، ج ۳، ص ۱۹۵)

(2) سانپ جب ہزار برس کا ہوتا ہے تو اس کے سر پر بال نکلتے ہیں اور جب دو ہزار برس کا ہوتا ہے، وہ بال گر جاتے ہیں۔ یہ معنی ہیں گنجا سانپ کے کہ اتنا پرانا ہوگا۔

(3) المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، الحدیث: ۱۰۸۵۷، ج ۳، ص ۶۲۶

یہ حدیث طویل ہے مختصر ذکر کی گئی۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

اس کی پوری شرح ابھی کچھ پہلے ہو چکی، چونکہ زکوٰۃ ہاتھ سے ادا کی جاتی ہے جس سے یہ بخیل محروم رہا اس لیے وہ سانپ اس کی انگلیوں بھی چبائے

گا۔ (مرآۃ النبی جمع شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۰)

سب کے سب نہایت فرہ ہو کر آئیں گے، پاؤں سے اُسے روندیں گے اور مونہ سے کاٹیں گے، جب ان کی پچھلی جماعت گزر جائے گی، پہلی ٹوٹے گی اور گائے اور بکریوں کے بارے میں فرمایا: کہ اس شخص کو ہموار میدان میں لٹائیں گے اور وہ سب کی سب آئیں گی، نہ ان میں مڑے ہوئے سینگ کی کوئی ہوگی، نہ بے سینگ کی، نہ ٹوٹے سینگ کی اور سینگوں سے ماریں گی اور کھروں سے روندیں گی (4)

(4) صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب اثم مانع الزکاة، الحدیث: ۹۸۷، ص ۳۹۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ظاہر یہ ہے کہ حق سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے کیونکہ فطرہ، قربانی یا حقوق العباد ادا کرنے پر وہ دھید نہیں جو یہاں مذکور ہے۔
۲۔ یعنی اس کا سونا چاندی اولاً سخت گرم پتر بنائے جائیں گے جو گرمی کی وجہ سے گویا آگ ہی ہوں گے پھر ان گرم پتروں کو اور بھی گرم کرنے کے لیے دوزخ کی آگ میں رکھ کر دھونکا جائے گا اس کی تشریح قرآن کریم میں یوں ہے "ثُمَّ نَجْعِلْهُ فِي النَّارِ فَكَأُفٌ بِهِمْ" احدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ کے پترے نہیں ہوتے، نیز آگ کے پتروں کو پھر آگ میں دھونکنا سمجھ میں نہیں آتا۔

۳۔ چونکہ یہ بخیل فقراء سے منہ موڑ لیتا تھا انہیں دیکھ کر پہلو پھیر کر جل دیتا تھا اس لیے ان دونوں مقام ہی پر داغ لگائے جائیں گے جیسے چور کے ہاتھ کانٹے جاتے ہیں کہ اس نے ان سے ہی چوری کی۔

۴۔ یعنی یہ پترے جب بھی اس کا بدن داغ کر دوزخ میں پھر لائے جائیں گے تو تپا کر پھر اس کے بدن پر ہی لٹائے جائیں گے بار بار گرم کر کے لگائے جائیں گے۔

۵۔ یعنی یہ داغا جانا قیامت کے دن، دن بھر ہوتا رہے گا لوگ اپنے حساب و کتاب میں مشغول ہوں گے اور یہ سزا بھگت رہا ہوگا بعد قیامت سزا جزا علیحدہ ہے اور اس تکلیف کی وجہ سے اسے یہ دن پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا نیک کاروں کو بقدر چار رکعت نماز۔

۶۔ یعنی بعد قیامت اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھے یا دکھایا جائے۔ یری معروف ہے یا مجہول یعنی یہ عذاب تو زکوٰۃ نہ دینے کا ہوا اب اگر اور گناہ نہ ہوں یا ہوں تو رب تعالیٰ بخش دے تو جنت میں بھیج دے اور اگر نہ بخشے تو ان گناہوں کی سزا میں کچھ عرصہ کے لیے دوزخ میں بھیج دے اس جملہ کی یہ ہی توجیہ قوی ہے۔

۷۔ یعنی سونے چاندی تو بخیل کو تپا کر لگائے جائیں گے اگر اونٹوں کی زکوٰۃ نہ دی ہو تو ان کی سزا کیا ہے اونٹ تو تپائے نہیں جاتے۔

۸۔ عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو ہفتہ میں ایک دو بار پانی پلانے کے لیے گھاٹ یا کنوئیں پر لے جاتے تھے، اس دن فقراء کا وہاں مجمع لگ جاتا تھا، اونٹ والے اونٹنیاں دودھ کر ان فقراء اور مسافروں کو دودھ پلا دیتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ یہ دودھ پلانا بھی ان اونٹوں کا حق ہے۔ خیال رہے کہ جانوروں کی زکوٰۃ تو فرض ہے مگر یہ دودھ پلانا مستحب ہے اور مستحب چھوڑنے پر عذاب نہیں ہوتا لہذا تو اس سے مضطر فقراء کو دودھ پلانا مراد ہے جن کی بھوک سے جان نکل رہی ہو یا پہلے یہ فرض تھا اب مستحب ہے جیسے تنگی کے زمانہ یعنی شروع اسام میں قربانی کا گوشت صرف تین دن رکھنا جائز تھا۔ مرقات نے فرمایا اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

پہاکی و تینوں کونہ دو ہر طرف گھاٹ پر لانے کے دن پانی پلا کر دو ہو، یہ بھی خشک سالی کے زمانہ کے احکام میں سے ہے۔

۹۔ یعنی اس بخیل کی سزا یہ ہوگی کہ اسے ہموار میدان میں اونٹنوں کو گھمایا جائے گا، یہ سب بہت ادب سے اور مولے ہوں گے اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے۔

۱۰۔ یعنی یہ روندنے والے اونٹ لمبی قطار میں نہ ہوں گے کہ اس پر یہ قطار روندتی گزر جائے اور اس کا چھٹکارا ہو جائے بلکہ گول دائرہ کی شکل میں حلقہ باندھے ہوں گے اور آخری اونٹ کے گزرنے پر پھر پہلا اونٹ اس پر آ جائے گا، اصل عبارت اس کے برعکس تھی یعنی اثری کا ذکر پہلے تھا اولیٰ کا بعد میں جیسا کہ مسلم کی بعض روایات میں ہے۔ مبالغہ کے لیے آخری کو ادنیٰ فرما دیا گیا یعنی اس طرح لگا تار ہو کر اس پر گھومیں گے کہ گویا پچھلا اونٹ پہلا ہو جائے گا اور پہلا پچھلا، چونکہ اس کا بخل بھی دائمی تھا اس لیے یہ سزا بھی دائمی ہوئی، درمیان میں وقفہ نہ ہوا کہ اسے کچھ آرام مل جائے۔

۱۱۔ ان کا کیا حکم ہے جو شخص بقدر نصاب ان کا مالک ہو پھر ان کی زکوٰۃ نہ نکالے تو اس کی سزا کیا ہے۔

۱۲۔ بھٹھا میں منیٰ بمعنی اہل یا بمعنی لام ہے یعنی بکریوں کی وجہ سے جو زکوٰۃ فرض ہوئی وہ ادا نہ کرتا ہو لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ جانور کی زکوٰۃ میں جانور ہی دیا جائے بلکہ جانور کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔ (مرقات)

۱۳۔ یعنی اگر چہ دنیا میں اس کی بعض گائے بھینسیں ٹوٹے سینک والی بھی تھیں اور بعض بالکل بھڑی عمر قیامت میں سب کے نوکیلے سینک ہوں گے۔ خیال رہے کہ قیامت میں ہر چیز اپنے دنیاوی حالت پر اٹھے گی، رب تعالیٰ فرماتا: "اَوَّلَ خَلْقٍ يُعْزَذُ" پھر بعد میں ان کے حالات بدلیں گے لہذا یہ جانور دنیا میں جیسے تھے ویسے ہی اٹھیں گے، بعد میں سب کو سینک ملیں گے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

۱۴۔ عربی میں گائے بھینس کے گھر کو ظلف کہتے ہیں، جمع اظلاف۔ اور گھوڑے کی ٹاپ کو سمیعنی بخیل کے یہ جانور اسے سینک بھی گھونپیں گے، در کھروں سے بھی روندیں گے۔ غرض کہ قربانی کے جانور پر سختی خود سوار ہوگا اور بے زکوٰۃ جانور بخیل پر سواری کریں گے جیسے اچھے معدے والے جو بقدر ضرورت کھانا کھائے تو وہ کھانے پر سوار ہوتا ہے اور زیادہ کھا جانے والے پر کھانا سوار ہو جاتا ہے جسے یہ اٹھائے پھرتا ہے۔

۱۵۔ اس کی شرح پہلے گزر چکی یعنی قیامت کے دن دوران حساب میں تمام مخلوق تو حساب و کتاب دیتی ہوگی مگر یہ بخیل اس عذاب میں مبتلا ہوگا۔

۱۶۔ خیال رہے کہ حنفیہ کے نزدیک سائر گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ فرض ہے، شوافع کے ہاں نہیں لہذا ہمارے ہاں اس جواب کا مقصد یہ ہے کہ گھوڑے میں علاوہ زکوٰۃ کے اور بھی پابندیاں ہیں جو آگے مذکور ہیں یعنی ان میں فقط زکوٰۃ کا سوال نہ کرو بلکہ غیر سائرہ یعنی گھر کھانے والا گھوڑا سواری کے لیے بھی ہو جس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اس کا بھی یہ حکم ہے اور اگر گھوڑے میں زکوٰۃ فرض نہ ہوتی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خیر گدھوں کی طرح یہاں بھی فرمادیتے کہ ان کے متعلق مجھ پر کوئی خاص حکم نہیں آیا لہذا اس حدیث سے شوافع یہ دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب بطریق حکیمانہ ہے جیسے صحابہ کرام نے سوال کیا تھا کہ ہم کیا خیرات کریں تو رب تعالیٰ نے جو ب دیا فلاں فلاں جگہ خیرات کرو۔ (قرآن کریم) یعنی جواب سوال کے مطابق نہیں بلکہ سائل کے حال کے مطابق ہے۔

۱۷۔ یعنی پالتو گھوڑا جو تجارت کے لیے نہ ہو وہ کسی کے لیے ثواب کا باعث ہے اور کسی کے لیے نہ ثواب نہ عذاب یا ایک ہی گھوڑا ایک ہی شخص کے لیے اس کی نیت کے اعتبار سے کبھی ثواب ہے کبھی عذاب اور کبھی کچھ نہیں، جیسی نیت ویسا پھل یہی حکم عمارتیں بنانے اعلیٰ لباس پہننے کا ہے۔

۱۸۔ یعنی جو گھوڑا اس نیت سے رکھے کہ لوگوں پر میری بڑائی ظاہر ہو، دوسرے مسلمان میرے سامنے ذلیل و خوار نظر آئیں اور اگر کسی مسلمان سے میری لڑائی ہو جائے تو اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے خلاف جنگ کروں، چوری ڈکیتی اسی کے ذریعہ کروں جیسا کہ عام نمبر دار چوہدری اور چور، ڈاکو گھوڑے اسی لیے رکھتے ہیں ان کے لیے گھوڑا رکھنا سخت عذاب کا باعث ہے۔

۱۹۔ یہاں اللہ کی راہ سے مراد جہاد نہیں یہ تو تیسری قسم میں آئے گا بلکہ اللہ کی راہ سے مراد اپنی دنیاوی ضرورتیں پوری کرنا ہے کیونکہ مسلمان کا دنیا کمانا بھی سبیل اللہ ہے یا تجارت کے لیے پالنا مراد ہے کہ تجارت بھی سبیل اللہ ہے دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

۲۰۔ اس طرح کہ ضرورت کے وقت کسی مسلمان بھائی کو چند روز کے لیے عاریۃً گھوڑا دے دے جس سے وہ اپنا کام نکال لے یا کسی کی گھوڑی پر اپنا گھوڑا ابلا معاوضہ چھوڑ دے کہ اس میں مسلمان بھائی کا کام نکالنا ہے۔ خیال رہے کہ نہ گھوڑے، بتل، بھینسے اور بکرے کا اجرت لے کر مادہ پر چھوڑنا منع ہے وہ اجرت ناجائز ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا۔

۲۱۔ گھوڑے کی پیٹھ کا حق تو وہ تھا جو اوپر ذکر ہوا، اس کی گردن کا حق یہ ہے کہ اگر تجارت کے لیے ہو تو اس کی قیمت میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ دے فی سبکدوش ڈھائی روپے، یہ جملہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ سائہ اور تجارتی گھوڑے میں زکوٰۃ ہے جسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی گردن کا حق فرمایا، دوسرے حقوق تو اس کی پیٹھ کے حق میں آگئے تھے۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن پر اس کے گھوڑے اور غلام میں صدقہ نہیں وہاں گھوڑے سے مراد یا تو غازی کا گھوڑا ہے یا وہ گھوڑا جو گھر میں گھاس چارہ کھاتا ہو۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق لمعات شرح مشکوٰۃ میں ملاحظہ کریں۔ خیال رہے کہ صرف گھوڑوں یا صرف گھوڑیوں میں زکوٰۃ نہیں بلکہ مخلوط میں زکوٰۃ ہے کہ یا تو ہر گھوڑے سے ایک دینار (اشرفی) دیدے یا اس کی قیمت لگا کر ہر ستاون روپے سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکال دے۔ چنانچہ حضرت عمر نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما کو جو خط لکھا تھا اس میں یہ تھا کہ گھوڑے والوں کو یہ اختیار دو۔ (ہدایہ، کفایہ وغیرہ)

۲۲۔ یعنی آج اس کے اور لوگوں کی حاجت کے درمیان پردہ ہیں کل قیامت میں اس کے اور آگ کے درمیان پردہ ہوں گے یہ کلمہ دونوں کو شامل ہے۔

۲۳۔ یعنی جہاد کی نیت سے بغرض ثواب گھوڑا پالے، چونکہ جہاد کا نفع مسلمانوں کو پہنچتا ہے اس لیے لا اعلیٰ یا سلا سمکھی فرمایا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں بندگان خدا کی خدمت کی نیت کرنا عبادت کو ناقص نہیں کرتا بلکہ اسے کامل تر کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی صریح آیت سے ثابت ہے۔ عربی میں مرجع اس وسیع میدان کو کہتے ہیں جس میں گھاس چارہ وغیرہ بکثرت ہو۔

۲۴۔ کیونکہ اس کھانے اور پیشاب ولید وغیرہ سے ان گھوڑوں کی بچا ہے اور جیسے نیکی کے اسباب جمع کرنا عبادت ہے ایسے ہی ان کی حفاظت بھی عبادت ہے، نیز یہ چارہ و گھاس مالک نے اپنے مال سے کھلایا اور یہ لید پیشاب اس چارہ سے بنا۔ معلوم ہوا کہ نیکی سے

اور اسی کے مثل صحیحین میں اونٹ اور گائے اور بکریوں کی زکاۃ نہ دینے میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔ (5)

حدیث ۶: صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی؛ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے، اس وقت اعراب میں کچھ لوگ کافر ہو گئے (کہ زکاۃ کی فرضیت سے انکار کر بیٹھے)، صدیق اکبر نے اُن پر جہاد کا حکم دیا، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اُن سے آپ کیونکر قتال کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے، مجھے حکم ہے کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہیں اور جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ لیا، اُس نے اپنی جان اور مال بچا لیا، مگر حق اسلام میں اور اس کا حساب اللہ (عزوجل) کے ذمہ ہے (یعنی یہ لوگ تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے والے ہیں، ان پر کیسے جہاد کیا جائے گا) صدیق اکبر نے

متغیر ہونے کے بعد بھی نیکی ہی رہتی ہیں۔

۲۵۔ یہ گھوڑے کیل سے بندھے ہوئے جو حرکت کریں یا کھائیں پئیں وہ تو اس مالک کے لیے نیکیاں ہیں ہی، اگر مالک کے بغیر ارادہ ری کوٹوڑا کر بھاگ جائیں اور اس حالت میں زمین پر ان کے قدم پڑیں یا وہ لید پیشاب کریں جب بھی مالک کو ثواب ہے۔ خیال رہے کہ ثواب کے لیے اگرچہ نیت ضروری ہے مگر ہر آن نیت لازم نہیں، مسجد بنانے والا مر بھی جائے تو اسے قبر میں ثواب پہنچا رہتا ہے بناتے وقت کی نیت قیامت تک کام آتی ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ اِنَّ لِلْعَمَلِ بِالْخِيَا تٍ۔ خیال رہے کہ لید پیشاب کا ذکر ما میں اس جانب اشارہ ہے کہ جب آلہ جہاد یعنی گھوڑوں کی گندی چیزیں بھی ثواب میں شامل ہو جاتی ہیں تو اصل گھوڑے کا کیا پوچھنا اور پھر مالک کے درجہ کا کیا کہنا، گھوڑا صرف مثال کے لیے ہے اب گولی، بارود، ہندوق، توپ، ہوائی جہاز اور راکٹ جو جہاد کے لیے ہوں سب کا یہ ہی حکم ہے۔

۲۶۔ یعنی یہ سب کام کرتا ہے گھوڑا اور نیکیاں پاتا ہے اس کا مالک اگرچہ مالک نے ارادہ بھی نہ کیا ہو اس کی وجہ بھی بیان ہو چکی۔

۲۷۔ یعنی گدھوں میں زکوۃ واجب نہیں بلکہ ایک قاعدہ کلیہ کے ماتحت ان میں ثواب ہے کہ اگر گدھے، خچر وغیرہ نیک نیتی سے پائے گئے تو ان میں ثواب ہے اور اگر بدنیتی سے پائے گئے تو عذاب اور اگر وہ بی کار و باریک کے لیے ہیں تو نہ ثواب نہ عذاب، چونکہ اس آیت کے الفاظ تھوڑے ہیں اور مضامین و احکام بہت زیادہ اس لیے اسے جامعہ فرمایا گیا اور چونکہ اس مضمون کی یہ ایک ہی ہے مثال آیت ہے اس لیے اسے فاۃ فرمایا گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں میں زکوۃ ہے، گدھوں اور خچروں میں نہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، ہاں اگر گدھے و خچر تجارتی ہیں تو ان میں زکوۃ تجارت ہوگی۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲)

فرمایا: خدا کی قسم! میں اس سے جہاد کروں گا، جو نماز و زکوٰۃ میں تفریق کرے (6) (کہ نماز کو فرض مانے اور زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار کرے)، زکوٰۃ حق المال ہے، خدا کی قسم! بکری کا بچہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر کیا کرتے تھے، اگر مجھے دینے سے انکار کریں گے تو اس پر ان سے جہاد کروں گا، فاروق اعظم فرماتے ہیں: واللہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے صدیق کا سینہ کھول دیا ہے۔ اُس وقت میں نے بھی پہچان لیا کہ وہی حق ہے۔ (7)

(6) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نزی کلمہ گوئی اسلام کیلئے کافی نہیں، جب تک تمام ضروریات دین کا اقرار نہ کرے اور امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بحث کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان کے علم میں پہلے یہ بات نہ تھی، کہ وہ فرضیت کے منکر ہیں یہ خیال تھا کہ زکوٰۃ دیتے نہیں اس کی وجہ سے گنہگار ہوئے، کا فتوہ نہ ہوئے کہ ان پر جہاد قائم کیا جائے، مگر جب معلوم ہو گیا تو فرماتے ہیں میں نے پہچان لیا کہ وہی حق ہے، جو صدیق نے سمجھا اور کیا۔

(7) صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۷۲۸۳، ج ۴ ص ۵۰۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

اب خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبیلہ غطفان فزارہ، بنی سلیم وغیرہ نے وجوب زکوٰۃ کا انکار کر دیا اور بولے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: "تُخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةٌ" یا رسول اللہ ان کے مال کی زکوٰۃ آپ وصول کرو جب وصول کرنے والے تشریف لے گئے تو زکوٰۃ بھی ختم، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں مرتد قرار دیا اور ان پر جہاد کی تیاری فرمائی، اسی طرف قرآن کریم نے اشارہ فرمایا تھا "وَمَنْ يَزِدْكُمْ مِنْكُمْ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ" الایہ۔ یہ صدیقی جماعت ہی وہ جماعت ہے جو ان مرتدین کی سرکوبی کے لیے رب تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوئی، یہ خدا کو پیاری خدا سے پیارا۔ خیال رہے کہ اسی عہد صدیقی میں بہت سے لوگ مسلحہ کذاب کو نبی ماننے لگے اور مرتد ہو گئے، پہلے مرتدین پر آپ نے لشکر کشی کی ہی تھی کہ وہ توبہ کر گئے مگر ان دوسرے مرتدین سے بہت تمسکین کارن پڑا جس میں اکثر قاری اور حافظ صحابہ شہید ہو گئے جس پر جمع قرآن کی ضرورت پیش آئی اور حضرت صدیق نے قرآن پاک جمع فرمایا، اس موقع کی قرآن کریم نے اس طرح خبر دی "قُلْ لِلَّهِ الْخَلِيفَةُ مِنْ الْأَعْوَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَى قَوْمٍ أُولَىٰ بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُوهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ" الخ۔

۲۔ فاروق اعظم اولاً منکرین زکوٰۃ پر جہاد کے مخالف تھے ان کی دلیل اس حدیث کے ظاہری الفاظ تھے کہ کلمہ گو پر جہاد کیسا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری کلمہ پڑھنے والے منافقین پر جہاد نہ فرمایا تو یہ مانعین زکوٰۃ تو دل سے کلمہ پڑھ رہے ہیں اور زکوٰۃ کے سوا تمام فرائض کے معتقد ہیں تو ان پر آپ جہاد کیسے کر سکتے ہیں۔ فاروق اعظم کی پیش کردہ حدیث کی پوری شرح مکمل بحث کے ساتھ کتاب الامیرین کے شروع میں ہو چکی کہ یہاں حتی بمعنی کے ہے۔

۳۔ صدیق، کبر کا یہ جواب نہایت جامع اور مختصر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسے عمر تم نے اپنی حدیث میں یہ لفظ نہ دیکھا بَلَّا وَحَقُّهُ یعنی کلمہ گو کو حق اسلام کی وجہ سے قتل کیا جاسکتا ہے، نماز بھی حق اسلام ہے اور زکوٰۃ بھی، جو ان دونوں میں فرق کرے کہ نماز کو مانے زکوٰۃ کا انکار کرے۔

حدیث ۷: ابو داؤد نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ جب یہ آیہ کریمہ (وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ) (8) نازل ہوئی، مسلمانوں پر شاق ہوئی (سمجھے کہ چاندی سونا جمع کرنا حرام ہے تو بہت دقت کا سامنا ہوگا)، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں تم سے مصیبت دور کر دوں گا۔ حاضر خدمت اقدس ہوئے عرض کی، یا رسول اللہ (عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ آیت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اصحاب پر

وہ یقیناً مستحق جہاد ہے۔ رہے منافقین ان کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں فرمایا "وَجَسَابُطُهُمْ عَلَى النَّارِ" یعنی ہم دل سے بحث نہ کریں گے جو کوئی بظاہر اسلام کے سارے ارکان کا اقرار کرے ہم اس پر جہاد نہ کریں گے، دل میں اس کے کچھ بھی ہو، منافقین کسی رکن اسلامی کے زبان سے منکر نہ تھے سبحان اللہ! کیا پاکیزہ استدلال ہے۔

۴۔ یعنی اے عمر و جب زکوٰۃ کا انکار تو بڑی چیز ہے اگر وہ لوگ ظاہری مال یعنی پیداوار اور جانوروں کی زکوٰۃ ہمارے بیت المال میں داخل نہ کریں تب بھی تو وہ سرکوبی کے مستحق ہیں کیونکہ اس میں ایک سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدہ و دانستہ انکار ہے۔ اس جگہ مرقات میں ہے کہ اگر کوئی قوم اذان دینا چھوڑ دے تو سلطان اسلام ان سے بھی جنگ کرے گا کیونکہ اس میں شعار اسلامی کا بند کرنا ہے۔ خیال رہے کہ اب چونکہ بادشاہ عموماً لا پرواہ اور حکام قاسق ہو گئے جن سے امید نہیں کہ زکوٰۃ کو ان کے مصروفوں پر صرف کریں لہذا اب انہیں کوئی زکوٰۃ نہ دی جائے اسی لیے صدیق اکبر نے منکونی فرمایا یعنی مجھے اور مجھ جیسے عادل سلطان اسلام (جس کے سارے حکام منصف ہوں) کو زکوٰۃ نہ دیں تو ان پر جنگ ہوگی۔ مرقات نے اس جگہ فرمایا کہ عثمان غنی کے زمانہ میں لوگوں کا حال بدل گیا تھا اس لیے آپ نے زکوٰۃ وصول کرنے میں سختی نہ فرمائی بلکہ مال والے اپنی زکوٰۃ خود دینے لگے اور کسی صحابی نے آپ کے اس عمل پر انکار نہ کیا۔ خیال رہے کہ وجوب زکوٰۃ کا انکار کفر ہے ایسے لوگوں پر اسلامی جہاد ہو گا لہذا اس زمانہ میں خلیفۃ المسلمین کو زکوٰۃ نہ ادا کرنا بغاوت تھی جس پر ان کے خلاف تادیبی کارروائی تھی کہ جنگ بھی کی جاسکتی تھی لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے اور اس کے شروع میں "كَفَرُوا مِنْ كَفَرُوا" فرماتا بالکل درست ہے۔ مرقات میں یہاں ہے کہ احناف کے نزدیک حاکم کو چیز از زکوٰۃ وصول کرنے کا حق نہیں، شوافع کے ہاں ہے، یہ حدیث چونکہ مکبرین زکوٰۃ کے متعلق ہے اس لیے احناف کے خلاف نہیں۔

۵۔ یعنی میں نے حضرت صدیق کی رائے کی طرف رجوع کر لیا۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ صدیق اکبر بعد نبی تمام مخلوق سے بڑے عالم اور بڑے سیاست دان تھے، انہی کے علم پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دُفن اپنے حجرے میں ہوا، انہی کے علم پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوڑا ہوا مال وقف بنا، انہی کے علم پر اس جہاد کی تیاری ہوئی، اگر آج آپ تھوڑی نرمی کرتے تو فرائض اسلامی کے انکار کا دروازہ کھل جاتا اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت آپ ہی کو جانشین امام نماز بنایا، انہی کی سیاست سے حجاز بلکہ عرب میں امن و امان بحال ہوا اور فاروقی فتوحات کے لیے راستہ صاف ہوا۔ دوسرے یہ کہ ایک شعار اسلامی کا انکار بھی ایسا ہی کفر ہے جیسے سارے ارکان کا انکار۔ تیسرے یہ کہ کلمہ گو مرتدین پر جہاد کیا جائے گا۔ (مراۃ المتناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۹)

گراں معلوم ہوئی فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے زکاۃ تو اس لیے فرض کی کہ تمہارے باقی مال کو پاک کر دے اور موارث اس لیے فرض کیے کہ تمہارے بعد والوں کے لیے ہو (یعنی مطلقاً مال جمع کرنا حرام ہوتا تو زکاۃ سے مال کی طہارت نہ ہوتی، بلکہ زکاۃ کس چیز پر واجب ہوتی اور میراث کا ہے میں جاری ہوتی، بلکہ جمع کرنا حرام وہ ہے کہ زکاۃ نہ دے) اس پر فاروق اعظم نے تکبیر کہی۔ (9)

(9) سنن أبی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی حقوق المال، الحدیث: ۱۶۶۳، ج ۲، ص ۱۷۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ کیونکہ مسلمانوں نے کنز کے لغوی معنی مراد لیے یعنی مطلقاً جمع کرنا اور یہ سمجھے کہ سونے چاندی کو جمع کرنا بہر حال حرام ہے اور قیامت کے دن داغ کا باعث ہے حالانکہ بغیر کچھ جمع کئے دنیوی کاروبار نہیں چل سکتے۔

۲۔ یعنی آیت کے ظاہری معنی مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ اسلام درمیانی دین ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور قرآن کریم مبینہ رومی سکھانے والی کتاب، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس دین میں مال جمع کرنا مطلقاً حرام ہو جائے پھر جہاد کیسے ہونگے اور زکاۃ کس چیز کی دی جائے گی ہماری سمجھ میں غلطی ہے۔

۳۔ یعنی یہاں کنز کے اصطلاحی معنی مراد ہیں کہ مال جمع رکھنا، اس سے اللہ کے حق نہ نکالنا، فقراء کے حقوق ادا نہ کرنا۔ خیال رہے کہ زکاۃ نکالنے سے مال ایسا ہی پاک ہو جاتا ہے جیسے جانور کا خون نکل جانے سے گوشت یا کپڑے اور آم وغیرہ کا چھلکا علیحدہ کر دینے سے مغز کھانے کے قابل ہو جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "تُخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةٌ تُنْقِیهِمْ وَتُزَكِّیْهِمْ بِهَا"۔

۴۔ یعنی اگر مال جمع کرنا مطلقاً حرام ہوتا تو اس میں سے زکاۃ کیوں دی جاتی اور مالک کے مرنے کے بعد بطور وارثت دوسروں کو کیسے ملتا۔ ان احکام سے معلوم ہو رہا ہے کہ مال کا جمع کرنا منع نہیں بلکہ عبادت ہے۔ بہت سی عبادتوں کا مقوف علیہ ہے اور عبادت کا مقوف علیہ بھی عبادت ہوتا ہے، زکاۃ جب ادا ہو جب سال بھر مال مالک کے پاس جمع رہے اور میراث جب بٹے جب مرتے وقت تک مال مالک کے پاس جمع رہے۔ خیال رہے کہ و ذکر کلمۃ راوی کا قول ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور بھی فرمایا جو مجھے یاد نہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بعد والوں کو مال ملے۔

۵۔ یعنی مسئلہ حل ہو جانے پر جناب فاروق اعظم کو خوشی ہوئی اور خوشی میں اللہ اکبر کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دینی مسئلہ معلوم ہونے پر خوش ہونا اور خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگانا سنت صحابہ ہے۔

۶۔ یعنی، اے عمر اگرچہ مال جمع کرنا جائز ہے مگر تم لوگ اسے اپنا اصل مقصود نہ بنا لو اس سے بھی بہتر مسلمان کے لیے نیک بیوی ہے کہ صورت بھی اچھی ہو اور سیرت بھی کہ اس کے نفع مال سے زیادہ ہیں کیونکہ سونا چاندی اپنی ملک سے نکل کر نفع دیتے ہیں اور نیک بیوی اپنے پاس رہ کر نفع ہے، سونا چاندی ایک بار نفع دیتے ہیں اور بیوی کا نفع قیامت تک رہتا ہے مثلاً رب تعالیٰ اس سے کوئی نیک بیٹا بیٹی جو زندگی میں باپ کا وزیر بنے اور بعد موت اس کا خلیفہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ نکاح سے مرد کا دو تہائی دین مکمل و محفوظ ہو جاتا ہے۔

حدیث ۸: بخاری اپنی تاریخ میں اور امام شافعی و بزار و بیہقی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: زکاۃ کسی مال میں نہ ملے گی، مگر اُسے ہلاک کر دے گی۔ (10) بعض ائمہ نے اس حدیث کے یہ معنی بیان کیے کہ زکاۃ واجب ہوئی اور ادا نہ کی اور اپنے مال میں ملائے رہا تو یہ حرام اُس حلال کو ہلاک کر دے گا اور امام احمد نے فرمایا کہ معنی یہ ہیں کہ مالدار شخص مال زکاۃ لے تو یہ مال زکاۃ اس کے مال کو ہلاک کر دے گا کہ زکاۃ تو فقیروں کے لیے ہے اور دونوں معنی صحیح ہیں۔ (11)

حدیث ۹: طبرانی نے اوسط میں بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: جو قوم زکاۃ نہ دے گی، اللہ تعالیٰ اسے قحط میں مبتلا فرمائے گا۔ (12)

حدیث ۱۰: طبرانی نے اوسط میں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: خشکی و تری میں جو مال تلف ہوتا ہے، وہ زکاۃ نہ دینے سے تلف ہوتا ہے۔ (13)

حدیث ۱۱: صحیحین میں احنف بن قیس سے مروی، سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اُن کے سرپستان پر صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جیلہ عورت کا چہرہ جمال الہی کا آئینہ ہوتا ہے اور اس کی نیک خصلت صفات الہی کا مظہر ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کتنا جامع ہے عورت کی سیرت دو ملکوں میں بیان فرمادی کہ جب خاوند گھر میں موجود ہو تو اس کی ہر جائز بات ماننے اور جب غائب ہو یعنی سفر میں ہو یا مرجائے تو اس کے مال، عزت و اسرار کی حفاظت کرے یعنی آمنہ امینہ و مامونہ ہو۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۱)

(10) شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل فی الاستغفار من المسأله، الحدیث: ۲۵۲۲، ج ۳، ص ۲۷۳ حکیم الامت کے مدنی پھول

اس مال میں زکاۃ مخلوط ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ صاحب نصاب جس پر خود زکاۃ فرض ہو وہ فقیر بن کر لوگوں سے زکاۃ لے اور اپنے مال میں مذاکرہ نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ آدمی زکاۃ نہ نکالے جو مال زکاۃ میں نکلنا چاہیے تھا وہ اپنے مال ہی میں رکھے، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں اور دوسرے معنی زیادہ قوی۔ ہلاک کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ زکاۃ کے مخلوط ہونے کی وجہ سے سارے مال کی برکت مٹ جائے اور کچھ دنوں میں مال ختم ہو جائے یا کوئی ناگہانی آفت آ پڑے جس سے سارا مال برباد ہو جائے جیسے بیماری، مقدمہ، چوری، ڈکیتی یا حرق و غرق یعنی جتنا ڈوبنا۔ دوسرے یہ کہ یہ سارا مال اگر چہ رہے تو مگر اس سے نفع لیتا جائز نہ ہو کیونکہ حرام اور حرام سے مخلوط چیز ناقابل انتفاع ہے۔ دوسرے معنی ہی کی بنا پر صاحب مشکوٰۃ کا آئندہ کلام ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۲)

(11) الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، الترہیب من منع الزکاۃ، الحدیث: ۱۸، ج ۱، ص ۳۰۹

(12) المعجم الاوسط، الحدیث: ۳۵۷۷، ج ۳، ص ۲۷۵-۲۷۶

(13) الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، الترہیب من منع الزکاۃ، الحدیث: ۱۶، ج ۱، ص ۳۰۸

جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ سینہ توڑ کر شانہ سے نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینہ سے نکلے گا۔ (14) اور صحیح مسلم شریف میں یہ بھی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کہ پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا اور گدی توڑ کر پیشانی سے۔ (15)

حدیث ۱۲: طبرانی امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فقیر ہرگز جنگے بھوکے ہونے کی تکلیف نہ اٹھائیں گے مگر مال داروں کے ہاتھوں، اُن لو! ایسے تو نگروں سے اللہ تعالیٰ سخت حساب لے گا اور انھیں دردناک عذاب دے گا۔ (16)

حدیث ۱۳: نیز طبرانی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قیامت کے دن تو نگروں کے لیے محتاجوں کے ہاتھوں سے خرابی ہے۔ محتاج عرض کریں گے، ہمارے حقوق جو تُو نے اُن پر فرض کیے تھے، انہوں نے ظلماً نہ دیے، اللہ عزوجل فرمائے گا: مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ تمہیں اپنا ثواب عطا کروں گا اور انھیں دُور رکھوں گا۔ (17)

حدیث ۱۴: ابن خزیمہ وابن حبان اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: دوزخ میں سب سے پہلے تین شخص جائیں گے، اُن میں ایک وہ تو نگر ہے کہ اپنے مال میں اللہ عزوجل کا حق ادا نہیں کرتا۔ (18)

حدیث ۱۵: امام احمد مسند میں عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ اللہ عزوجل نے اسلام میں چار چیزیں فرض کی ہیں، جو ان میں سے تین ادا کرے، وہ اُسے کچھ کام نہ دیں گی جب تک پوری چاروں نہ بجالائے۔ نماز، زکاۃ، روزہ رمضان، حج بیت اللہ۔ (19)

حدیث ۱۶: طبرانی کبیر میں بسند صحیح راوی، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں حکم دیا گیا کہ

(14) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکنازین للاموال والتخلیط علیہم، الحدیث: (۹۹۲)، ص ۲۹۷

(15) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکنازین للاموال والتخلیط علیہم، الحدیث: ۳۵۔ (۹۹۲)، ص ۲۹۸

(16) الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، الحدیث: ۵، ج ۱، ص ۳۰۶

والمعجم الاوسط، الحدیث: ۳۵۷۹، ج ۲، ص ۳۷۳۔ ۳۷۵

(17) المعجم الاوسط، باب العین، الحدیث: ۴۸۱۳، ج ۳، ص ۳۲۹

(18) صحیح ابن خزیمہ، کتاب الزکاۃ، باب ذکر ادخال مانع الزکاۃ النار الخ، الحدیث: ۲۲۳۹، ج ۴، ص ۸

(19) المسند، حدیث زیاد بن نعیم، الحدیث: ۱۷۸۰۳، ج ۶، ص ۲۳۶ الترغیب والترہیب، الحدیث: ۱۴، ج ۱، ص ۳۰۸

نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جو زکوٰۃ نہ دے، اس کی نماز قبول نہیں۔ (20)

حدیث ۱۷: صحیحین و مسند احمد و سنن ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور بندہ کسی کا قصور معاف کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت ہی بڑھائے گا اور جو اللہ (عز وجل) کے لیے تواضع کرے، اللہ (عز وجل) اسے بلند فرمائے گا۔ (21)

حدیث ۱۸: بخاری و مسلم انھیں سے راوی فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جو شخص اللہ (عز وجل) کی راہ میں جوڑا خرچ کرے، وہ جنت کے سب دروازوں سے بلایا جائے گا اور جنت کے کئی دروازے ہیں، جو نمازی ہے دروازہ نماز سے بلایا جائے گا، جو اہل جہاد سے ہے دروازہ جہاد سے بلایا جائے گا اور جو اہل صدقہ سے ہے دروازہ صدقہ سے بلایا جائے گا، جو روزہ دار ہے باب الزیان سے بلایا جائے گا۔ صدیق اکبر نے عرض کی، اس کی تو کچھ ضرورت نہیں کہ ہر دروازے سے بلایا جائے (یعنی مقصود دخول جنت ہے، وہ ایک دروازہ سے حاصل ہے) مگر کوئی ہے ایسا جو سب دروازوں سے بلایا جائے؟ فرمایا: ہاں اور میں اُمید کرتا ہوں کہ تم اُن میں سے ہو۔ (22)

(20) المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۰۰۹۵، ج ۱۰، ص ۱۰۳

(21) صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب استحباب الصدقات والواضع، الحدیث: ۲۵۸۸، ص ۳۹۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ بلکہ مال بڑھاتی ہے زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ہر سال بڑھتی ہی رہتی ہے۔ تجربہ ہے جو کسان کھیت میں بچ پھینک آتا ہے وہ بظاہر بوریاں خالی کر لیتا ہے لیکن حقیقت میں مع اضافہ کے بھر لیتا ہے، گھر کی رکھی بوریاں چوہے، سری وغیرہ آفات سے ہدک ہو جاتی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جس مال میں سے صدقہ نکلتا رہے اس میں سے خرچ کرتے رہو ان شاء اللہ بڑھتا ہی رہے گا، کنوئیں کا پانی بھرے جاؤ تو بڑھے ہی جائے گا۔

۲۔ یعنی جو بدلہ پر قادر ہو پھر مجرم کو معافی دے دے تو اس سے مجرم کے دل میں اس کی اطاعت اور محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر بدلہ نہ جائے تو اس کے دل میں بھی انتقام کی آگ بھڑک جاتی ہے۔ فتح مکہ کے دن کی عام معافی سے سارے کفار مسلمان ہو کر حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع فرمان ہو گئے، معافی سے دلوں پر قبضے ہو جاتے ہیں مگر معافی اپنے حقوق میں چاہیے نہ کہ شرعی حقوق میں۔ قومی ملکی، دینی مجرموں کو کبھی معاف نہ کرو اپنے مجرم کو معاف کرو۔

۳۔ انکساری جو خود داری کے ساتھ ہو وہ بڑی بہتر ہے اس کا انجام بلند درجہ ہے مگر بے غیرتی کی انکساری انکساری نہیں بلکہ احساس ہستی ہے، جہاد میں کفار کے مقابل فخر کرنا عبادت ہے، مسلمان بھائی کے سامنے جھکنا ثواب "أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ وَرُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ"۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ لصانع، ج ۳، ص ۱۱۵)

(22) صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۶۶۶، ج ۲، ص ۵۲۰

حدیث ۱۹: بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس

والسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، الحدیث: ۷۶۳، ج ۳، ص ۹۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی ایک جنس کی دو چیزیں جیسے دو پیسے دو روپے دو کپڑے دو روٹیاں وغیرہ۔ لفظ زوج دو کے مجموعہ کو بھی کہتے ہیں اور دو میں سے ہر ایک کو بھی جیسے خاوند بیوی کو زوجین کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "مَنْ مَلَكَ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ" اور ممکن ہے کہ زوجین سے مراد بار بار صدقہ یا دن رات میں صدقہ یا علاقہ اور خفیہ صدقہ مراد ہو۔ مرقات نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ صدقہ سے ساری نیکیاں مراد ہوں دو روزے دو رکعت نماز وغیرہ کیونکہ فقیر کے لیے نفلی نماز و روزہ ایسا ہے جیسے امیر کے لیے خیرات۔

۲۔ یعنی باب الصدقہ سے یہاں احد پوشیدہ ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صرف صدقہ کی وجہ سے جہاد وغیرہ کے دروازوں سے کیوں بلایا گیا۔ (مرقات) اور ہو سکتا ہے کہ بہت زیادہ خیرات کرنے والے کو ہر دروازہ سے جانے کا حق ہو اظہار عزت کے لیے۔

۳۔ یعنی جس پر جو عبادت غالب ہوگی وہ جنت کے اسی دروازے سے جائے گا۔ عبادت کے غالب ہونے سے مراد نوافل کی زیادتی ہے مثلاً جو شخص نماز فقط فرض و واجب ہی ادا کرتا ہے مگر جہاد کا بہت شوقین ہے ہمیشہ جہاد یا اس کی تیاری میں مشغول رہتا ہے تو وہ جہاد کے راستے سے جنت میں جائے گا۔ رِیَاقِ رَحْمَتِی سے بنا جس کے معنی ہیں سرسبزی، سیرانی اور شادابی، چونکہ روزہ دار دنیا میں بحالت روزہ خشک لب، تشنہ دہن رہا اس لیے اس کے واسطے ایسا دروازہ تجویز ہوا جو تشنہ لہی کا عوض ہو جائے۔

۴۔ یعنی جنت میں داخلے کے لیے ایک دروازہ سے بلایا جانا ہی کافی ہے ہر طرف سے پکار پڑنے کی ضرورت نہیں مگر اس پکار میں اس کی عزت افزائی ضرور ہے کہ ہر دروازہ کے دربان چاہیں کہ یہ جنتی ہمارے دروازے سے جائے اور ہمیں شرف خدمت نصیب ہو۔ اس جملہ میں مَنَانِیہ ہے اور مِنْ حُزْنٍ وَرَقَةٍ کی مِنْ زائیدہ اور حُزْنٍ وَرَقَةٍ کا اسم، اَعْلٰی مِنْ دُخَانٍ اس کی خبر۔

۵۔ یعنی جو شخص ساری عبادات میں اول نمبر ہو گا وہ ان سارے دروازوں سے بلایا جائے گا کہ ہر طرف اس کے نام کی دھوم مچ جائے گی اور چونکہ اے صدیق تم ساری ہی نیکیوں میں طاق ہو لہذا تم بھی ان ہی میں سے ہو گے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ علم و عمل میں بعد انبیاء ساری خلق سے افضل ہیں کہ رب تعالیٰ نے انہیں اَتَّقَیَ فرمایا یعنی بڑا ہی پرہیزگار "وَسَيُجَنَّبُهَا الَّذِي يَتَّقِي" اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض و وفات میں صدیق اکبر کو امام بنایا، امام بڑے عام ہی کو بنایا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عام نیکیوں میں سب سے بڑھ کر ہیں اور رب تعالیٰ نے بعض خاص نیکیاں آپ کو ایسی عطا فرمائیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر غار ثور تک لے جانا، اپنے زانو پر سنانا، اپنے کو سہنپ سے کٹوانا وغیرہ۔ جب قرآن کریم کی رحل باقی لکڑیوں سے افضل ہے تو جس کا زانو قرآن کریم والے کی رحل بنے وہ تمام خلق سے افضل ہو گا۔ دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر نیوی اخروی حال سے واقف ہیں حتیٰ کہ جانتے ہیں کون جنت میں کہاں جائیگا اور کس دروازہ سے جائے گا، صحابہ کا بھی حقیقہ تھا ورنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیوں پوچھتے۔ خیال رہے کہ کریموں کا امید دلنا یقین کے لیے ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "لَعَلَّكُمْ تَزْكُمُونَ"۔ الفاظ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص کھجور برابر حلال کمائی سے صدقہ کرے اور اللہ (عزوجل) نہیں قبول فرماتا مگر حلال کو، تو اسے اللہ تعالیٰ دست راست سے قبول فرماتا ہے پھر اسے اُس کے مالک کے لیے پرورش کرتا ہے، جیسے تم میں کوئی اپنے بچھیرے کی تربیت کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ برابر ہو جاتا ہے۔ (23)

حدیث ۲۰ و ۲۱: نسائی و ابن ماجہ اپنی سنن میں و ابن خزیمہ و ابن حبان اپنی صحیح میں اور حاکم نے بافادہ تصحیح ابو ہریرہ و ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور یہ فرمایا: کہ قسم ہے! اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اُس کو تین بار فرمایا پھر سر جھکا لیا تو ہم سب نے سر جھکا لیے اور

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے خوش نصیب لوگ بہت ہوں گے جن کے ناموں کی پکار جنت کے تمام دروازوں پر پڑے

گی، اس جماعت کے امیر صدیق اکبر ہوں گے رضی اللہ عنہ۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۱۶)

(23) صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب لا تقبل صدقۃ من غلول، الحدیث: ۱۳۱۰، ج ۱، ص ۷۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی معمولی سے معمولی چیز اللہ کی راہ میں دے، عرب شریف میں کھجور معمولی چیز ہے، پھر اس کی قاش تو بہت ہی معمولی ہوئی۔

۲۔ یہ بہت ہی اہم قانون ہے کہ خیرات حلال کمائی سے کی جائے تب ہی قبول ہوگی، حتیٰ کہ حج بھی طیب و پاک کمائی سے کرے۔ یہاں دو قاعدے یاد رکھنا چاہئیں: ایک یہ کہ مال مخلوط سے اجرت، صدقہ، دعوت وغیرہ لینا جائز ہے، دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ہاں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے ہاں پرورش پائی جن کا مال مخلوط تھا، اگر اس مال پر حرام کے احکام جاری ہوتے تو رب تعالیٰ اپنے ان محبوبوں کو وہاں پرورش نہ کراتا۔ دوسرا یہ کہ مال حرام دو قسم کا ہے: ایک وہ جو انسان کی ملکیت میں آتا ہی نہیں جیسے زنا کی اجرت، سود کا پیسہ اور بیع باطل کے معاد بنے سود شراب وغیرہ کی قیمتیں۔ دوسرا وہ کہ مالک کی ملک میں آ جاتا ہے اگرچہ مالک اس کا رد بار پر گنہگار ہوتا ہے جیسے بیع با شرط وغیرہ تمام فاسد بیعوں کی قیمت اور ناجائز پیشوں (گمانے، بجانے، داڑھی مونڈنے وغیرہ) کی اجرت۔ پہلی قسم کا حرام کسی کے قبضہ میں پہنچے حرام ہی رہے گا کیونکہ پہلا شخص ہی اس کا مالک نہ بنے اور دوسری قسم کا حرام دوسرے کی ملک میں پہنچ کر اس کے لیے حلال ہوگا۔ وہ جو فقہاء فرماتے ہیں کہ جس کے پاس حرام یا مشکوک پیسہ ہو دوسرے سے قرض لے کر حج یا صدقہ کرے اور اپنے مال سے وہ قرض ادا کر دے، اس سے مراد یہی آخری حرام ہے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ۔

۳۔ دینے والے ہاتھ میں قبول کرنے سے مراد اس کی ہر قبول فرماتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ مال و نیت خیر کا صدقہ رضائے الہی کا باعث ہے اور وہ صدقہ کے وقت سے لے کر قیامت تک بھاری ہوتا رہے گا حتیٰ کہ میزان میں سارے گناہوں پر غالب آجائے گا جیسے اچھی زمین میں بدی ہوئی ادرک آؤ وغیرہ۔ اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے "يَتَخَيَّ اللَّهُ الرَّبُّوَا وَيُزِي الصَّدَقَاتِ"۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۰۳)

رونے لگے، یہ نہیں معلوم کہ کس چیز پر قسم کھائی۔ پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سر مبارک اٹھالیا اور چہرہ اقدس میں خوشی نمایاں تھی تو ہمیں یہ بات سُرخ اونٹوں سے زیادہ پیاری تھی اور فرمایا: جو بندہ پانچویں نمازیں پڑھتا ہے اور رمضان کا روزہ رکھتا ہے اور زکاۃ دیتا ہے اور ساتوں کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے اُس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ سلامتی کے ساتھ داخل ہو۔ (24)

حدیث ۲۲: امام احمد نے بروایت ثقات انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اپنے مال کی زکاۃ نکال، کہ وہ پاک کرنے والی ہے تجھے پاک کر دے گی اور رشتہ داروں سے سلوک کر اور مسکین اور یتیموں کی اور سائل کا حق پہچان۔ (25)

حدیث ۲۳: طبرانی نے اوسط و کبیر میں ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: زکاة اسلام کا ٹل ہے۔ (26)

حدیث ۲۴: طبرانی نے اوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: جو میرے لیے چھ چیزوں کی کفالت کرے، میں اُس کے لیے جنت کا ضمان ہوں۔ میں نے عرض کی، وہ کیا ہیں یا رسول اللہ (عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرمایا: نماز و زکوٰۃ و امانت و شرب گاہ و حکم و زبان۔ (27)

حدیث ۲۵: بزار نے علقمہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: تمہارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو۔ (28)

حدیث ۲۶: طبرانی نے کبیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو اللہ و رسول (عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان لاتا ہے، وہ اپنے مال کی زکاۃ ادا کرے اور جو اللہ و رسول (عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان لاتا ہے، وہ حق بولے یا سکوت کرے یعنی بُری بات زبان سے نہ نکالے اور جو اللہ و رسول (عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان لاتا ہے، وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ (29)

(24) سنن النسائي، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة، الحديث: ٢٣٣٥، ص ٣٩٩

(25) المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند انس بن مالك، الحديث: ١٢٣٩٤، ج ٢، ص ٢٤٣

(26) المسحوم الاوسط، باب الميم، الحديث: ٨٩٣، ج ٦، ص ٣٢٨

(27) المنجم الاوسط، باب الفاء، المبريت: ۴۹۲۵، ج ۳، ص ۳۹۶

(28) مجمع الزوائد، كتاب الزكاة، باب فرض الزكاة، الحديث: ٢٣٢٦، ج ٣، ص ١٩٨

(29) المعجم الكبير، الحديث: ۱۳۵۶، ج ۱۲، ص ۳۲۳

حدیث ۲۷: ابو داؤد نے حسن بھری سے مرسل اور طبرانی و بیہقی نے ایک جماعت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: کہ زکاۃ دے کر اپنے مالوں کو مضبوط قدموں میں کر لو اور اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو اور بلا نازل ہونے پر دُعا و تضرع سے استعانت کرو۔ (30)

حدیث ۲۸: ابن خزیمہ اپنی صحیح اور طبرانی اوسط اور حاکم مستدرک میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے اپنے مال کی زکاۃ ادا کر دی، بیشک اللہ تعالیٰ نے اُس سے شُرڈور فرما دیا۔ (31)



(30) مرا سیل ابی داؤد مع سنن ابی داؤد، باب فی الصائم یصیب اہلہ ص ۸

(31) المعجم اوسط، باب الالف، الحدیث: ۱۵۷۹، ج ۱، ص ۳۳۱

مسائل فقہیہ

زکاة شریعت میں اللہ (عزوجل) کے لیے مال کے ایک حصہ کا جو شرع نے مقرر کیا ہے، مسلمان فقیر کو مالک کر دینا ہے اور وہ فقیر نہ ہاشمی ہو، نہ ہاشمی کا آزاد کردہ غلام اور اپنا نفع اُس سے بالکل جدا کر لے۔ (1)

مسئلہ ۱: زکاة فرض ہے، اُس کا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق اور ادا میں تاخیر کرنے والا گنہگار و مردود الشہادۃ ہے۔ (2)

(1) تنویر الابصار، کتاب الزکاة، ج ۳، ص ۲۰۳-۲۰۶

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

تنویر الابصار میں ہے: الزکوۃ تملیک جزء مال عینہ الشارح من مسلم فقیر غیر ہاشمی ولا مولاۃ مع قطع المدفعۃ عن المملکت من کل وجہ اللہ تعالیٰ ۲۔ (۲) در مختار کتاب الزکوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۲۹

زکوۃ شرع کی مقرر کردہ حصہ کا فقط رضائے الہی کے لئے کسی مسلمان فقیر کو اس طرح مالک بنانا کہ ہر طرح سے مالک نے اس شے سے نفع حاصل نہ کرنا ہو بشرطیکہ وہ مسلمان ہاشمی نہ ہو اور نہ ہی اس کا موتی ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۷۷۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

زکوۃ کو زکوۃ کہنے کی وجہ

زکوۃ کا لغوی معنی طہارت، افزائش (یعنی اضافہ اور برکت) ہے۔ چونکہ زکوۃ بقیہ مال کے لئے معنوی طور پر طہارت اور افزائش کا سبب بنتی ہے اسی لئے اسے زکوۃ کہا جاتا ہے۔ (الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکوۃ، ج ۳، ص ۲۰۳ ملخصاً)

(2) زکوۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے

زکوۃ کی فرضیت قطعی ہے، اس کا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق اور ادا میں تاخیر کرنے والا گنہگار اور مردود الشہادۃ ہے۔ چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں،

یکفر جاحداً ویقتل مانعاً ہکذا فی محیط السرخسی ۱۔

(الفتاویٰ الہمدیۃ المعروف بعالکیریۃ، کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیر ما وصفتھا وشرائطھا، ج ۱، ص ۷۰)

یعنی، زکوۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور نہ دینے والا قتل کا مستحق ہے۔

شیخ شمس الدین قمر تاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

فیائد بتأخیرھا وتردد شہادۃ ۲۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، کتاب الزکاة، ج ۳، ص ۲۲۷، دار المعرفۃ بیروت)

یعنی زکوۃ کی ادائیگی میں (بلاعذر) تاخیر کرنے والا گناہ گار اور مردود الشہادۃ ہے۔

مسئلہ ۲: مباح کر دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، مثلاً فقیر کو بہ نیت زکوٰۃ کھانا کھلا دیا زکوٰۃ ادا نہ ہوئی کہ مالک کر دینا نہیں پایا گیا، ہاں اگر کھانا دے دیا کہ چاہے کھائے یا لے جائے تو ادا ہوگئی۔ یوں بہ نیت زکوٰۃ فقیر کو کپڑا دے دینا پہنا دیا ادا ہوگئی۔ (3)

مسئلہ ۳: فقیر کو بہ نیت زکوٰۃ مکان رہنے کو دیا زکوٰۃ ادا نہ ہوئی کہ مال کا کوئی حصہ اسے نہ دیا بلکہ منفعت کا مالک کیا۔ (4)

(3) اعلیٰ حضرت، امام المسند، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: عوض زر زکوٰۃ کے محتاجوں کو کپڑے بنادینا، انھیں کھانا دے دینا جائز ہے اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی خاص روپیہ ہی دینا واجب نہیں مگر ادائے زکوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ اس قدر مال کا محتاجوں کو مالک کر دیا جائے اسی واسطے اگر فقراء و مساکین کو مثلاً اپنے گھر بلا کر کھانا پکا کر بطریق دعوت کھلا دیا تو ہرگز زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کہ یہ صورت اباحت ہے نہ کہ تملیک، یعنی مدعو اس طعام کو ملک داعی پر کھاتا ہے اور اس کا مالک نہیں ہو جاتا اسی واسطے مہمانوں کو رو د نہیں کہ طعام دعوت سے بے اذن دعوت میزبان گداؤں یا جانوروں کو دے دیں، یا ایک خوان والے دوسرے خوان والے کو اپنے پاس کچھ اٹھا دیں یا بعد فراغ جو باقی بچے اپنے گھر لے جائیں۔ فی الدر المختار لو اطعم یتیماناً لویا الزکوٰۃ لا یجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کمالو کساہ انتہی قولہ کمالو کساہ ای کیا یجزیہ ۲۔ اھ طحاوی عن المحبی وفي الحاشیۃ الطحاویۃ ایضاً فی باب المصرف لا یکفی فیہا الا طعام الا بطریق التملیک ولو اطعمہ عدۃ نایا الزکوٰۃ لا یکفی ۳۔ انتہی۔ در مختار میں ہے کہ کسی نے یتیم کو بہ نیت زکوٰۃ کھانا کھلایا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی مگر اس صورت میں جب کھانا اس کے سپرد کر دیا گیا ہو، جیسا کہ اگر اسے لباس پہنا دیا گیا ہو اتنی قولہ کمالو کساہ یعنی اس صورت میں بھی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اھ طحاوی عن المحبی اور حاشیہ طحاویہ کے باب المصرف میں یہ بھی ہے کھانا کھلا دینا کافی نہیں البتہ اگر مالک کر دے تو پھر کافی ہے، اور اگر کسی نے نیت زکوٰۃ سے کھانا کھلایا تو کافی نہ ہوگا انتہی۔ (۱) در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتہائی دہلی ۱/ ۱۲۹ (۲) حاشیہ الطحاوی علی الدر مختار کتاب الزکوٰۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۳۸۸ (۳) حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب المصرف دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۲۵

ہاں اگر صحت زکوٰۃ نے کھانا خام خواہ پختہ مستحقین کے گھر بھجوا دیا یا اپنے ہی گھر کھلایا مگر بتصریح پہلے مالک کر دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، فان العبر قللت تملیک ولا مدخل فیہ لا کله فی بیت المزکی او ارسالہ الی بیوت المستحقین وما ذکرہ الطحاوی محمول علی الدعویۃ المعروفة فانہا المتبادرۃ منہ وانہا لا تكون الا علی سبیل الاباحۃ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ کیونکہ اعتبار تملیک کا ہے اس میں اس کا کوئی دخل نہیں کہ زکوٰۃ دینے والے کی گھر کھانا کھایا یا مستحق لوگوں کے گھر بھیج دیا ہو۔ اور جو طحاوی نے ذکر کیا وہ دعوت معروفہ پر محمول ہے کیونکہ اس سے متبادر ہے کہ یہ دعوت بطور تملیک نہیں ہوتی بلکہ بطور اباحت ہوتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۷۱-۱۷۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(4) اعلیٰ حضرت، امام المسند، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: —

مسئلہ ۴: مالک کرنے میں یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے کو دے جو قبضہ کرنا جانتا ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ پھینک دے یا دھوکہ کھائے ورنہ ادا نہ ہوگی، مثلاً نہایت چھوٹے بچہ یا پاگل کو دینا اور اگر بچہ کو اتنی عقل نہ ہو تو اُس کی طرف سے اس کا باپ جو فقیر ہو یا وحشی یا جس کی نگرانی میں ہے قبضہ کریں۔ (5)

مسئلہ ۵: زکاۃ واجب ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں:

(۱) مسلمان ہونا۔

کافر پر زکاۃ واجب نہیں یعنی اگر کوئی کافر مسلمان ہوا تو اُسے یہ حکم نہیں دیا جائے گا کہ زمانہ کفر کی زکاۃ ادا کرے۔ (6) معاذ اللہ کوئی مرتد ہو گیا تو زمانہ اسلام میں جو زکاۃ نہیں دی تھی ساقط ہوگئی۔ (7)

مسئلہ ۶: کافر دار الحرب میں مسلمان ہوا اور وہیں چند برس تک اقامت کی پھر دارالاسلام میں آیا، اگر اس کو معلوم تھا کہ مالدار مسلمان پر زکاۃ واجب ہے، تو اُس زمانہ کی زکاۃ واجب ہے ورنہ نہیں اور اگر دارالاسلام میں مسلمان ہوا اور چند سال کی زکاۃ نہیں دی تو ان کی زکاۃ واجب ہے، اگرچہ کہتا ہو کہ مجھے فرضیت زکاۃ کا علم نہیں کہ دارالاسلام میں جہل

او ما علمت ان مولی الغزی لما قال ان الزکوۃ تملیک ۳ الخ قال المحقق العلانی خرج الاباحۃ ۴ او ما عرفت ان الامام صدر الشریعۃ لما قال فی النقایۃ تصرف تملیک ۵ یعنی الزکوۃ قال العلامة الشیخ محمد فی شرحہا فیہ اشارۃ الی انہ لا یجوز صرف الاباحۃ ۱ الخ (۳) در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۹ (۴) در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۹ (۵) مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ فصل مصرف الزکوۃ نور محمد کارخانہ کتب کراچی ص ۳۷ (۱) جامع الرموز کتاب الزکوۃ مصرف الزکوۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاسم ایران ۲/ ۳۳۸

امام غزی نے فرمایا: الزکوۃ تملیک۔ زکوۃ میں فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے۔

علامہ علانی فرماتے ہیں: اس سے اباحت نکل گئی امام صدر الشریعہ نے فرمایا: (الزکوۃ) تصرف تملیک زکوۃ تملیک کے طور پر خرچ کی جائے گی، علامہ شمس محمد نے اس کی شرح میں کہا: اس میں اشارہ ہے کہ زکوۃ کو کسی کے لئے مباح کیا تو زکوۃ ادا نہ ہوگی

۱ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۰، ص ۵۴۱ رض فاؤنڈیشن، لہور)

(5) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، ج ۳، ص ۲۰۳

(6) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی احکام المحتوی، ج ۳، ص ۲۰۷

علامہ ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۷۰ھ فرماتے ہیں:

شرط وجوبہا العقل والبلوغ والاسلام والحریۃ وملك نصاب حولی فارغ عن الدین وحاجتہ الاصلیۃ نام ولو

تقدیراً ۲۔ (کنز الدقائق مع البحر الرائق، کتاب الزکاۃ، ج ۲، ص ۳۵۳-۳۵۵)

(7) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۱

عذر نہیں۔ (8)

(۲) بلوغ۔

(۳) عقل، نابالغ پر زکاۃ واجب نہیں اور جنون اگر پورے سال کو گھیر لے تو زکاۃ واجب نہیں اور اگر سال کے اول آخر میں اتفاق ہوتا ہے، اگرچہ باقی زمانہ جنون میں گذرتا ہے تو واجب ہے، اور جنون اگر اصلی ہو یعنی جنون ہی کی حالت میں بلوغ ہوا تو اس کا سال ہوش آنے سے شروع ہوگا۔ یوں اگر عارضی ہے مگر پورے سال کو گھیر لیا تو جب اتفاق ہوگا اس وقت سے سال کی ابتدا ہوگی۔ (9)

مسئلہ ۷: بوجہ پر زکاۃ واجب نہیں، جب کہ اسی حالت میں پورا سال گزرے اور اگر کبھی کبھی اُسے اتفاق بھی ہوتا ہے تو واجب ہے۔ جس پر غشی طاری ہوئی اس پر زکاۃ واجب ہے، اگرچہ غشی کا کل سال بھر تک ہو۔ (10)

(۴) آزاد ہونا۔

غلام پر زکاۃ واجب نہیں، اگرچہ مازون ہو (یعنی اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہو) یا مکاتب (11) یا ام ولد (12) یا مستعین (یعنی غلام مشترک جس کو ایک شریک نے آزاد کر دیا اور چونکہ وہ مالدار نہیں ہے، اس وجہ سے باقی شریکوں کے حصے کما کر پورے کرنے کا اُسے حکم دیا گیا)۔ (13)

(8) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۱، وغیرہ

(9) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۲

رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی احکام المستعین، ج ۳، ص ۲۰۷

(10) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی احکام المستعین، ج ۳، ص ۲۰۷

والفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۲

(11) اعلیٰ حضرت، امام المسند، مجددین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا میں نے تجھے مال پر مکاتب کیا یا اتنا مال مقرر کیا کہ مال لادے تو آزاد ہو۔ اور غلام نے قبول کر لیا۔ اسے عقد کتابت کہتے ہیں اور اس غلام کو مکاتب۔ اور جو کہا تو میرے بعد آزاد ہے تو یہ مدیر ہوا، اور جو کنیز اپنے مولیٰ کے نطفے سے بچہ جنم دے وہ ام ولد ہے، ان سب کی غلامی میں ایک طرح کا فرق آ جاتا ہے پر حج فرض ہونے کو پوری حریت درکار ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۷۷۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(12) یعنی وہ لونڈی جس کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے۔

تفصیلی معلومات کے لئے بہار شریعت حصہ ۹ میں مدق، مکاتب اور ام ولد کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

(13) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۱، وغیرہ

مسئلہ ۸: ماذون غلام نے جو کچھ کمایا ہے اس کی زکاۃ نہ اُس پر ہے نہ اُس کے مالک پر، ہاں جب مالک کو دے دیا تو اب ان برسوں کی بھی زکاۃ مالک ادا کرے، جب کہ غلام ماذون دین میں مستغرق نہ ہو، ورنہ اس کی کمائی پر مطلقاً زکاۃ واجب نہیں، نہ مالک کے قبضہ کرنے کے پہلے نہ بعد۔ (14)

مسئلہ ۹: مکاتب نے جو کچھ کمایا اس کی زکاۃ واجب نہیں نہ اس پر نہ اس کے مالک پر، جب مالک کو دے دے اور سال گزر جائے، اب بشرائط زکاۃ مالک پر واجب ہوگی اور گزشتہ برسوں کی واجب نہیں۔ (15)

(۵) مال بقدر نصاب اُس کی ملک میں ہونا، اگر نصاب سے کم ہے تو زکاۃ واجب نہ ہوگی۔ (16)

(۶) پورے طور پر اُس کا مالک ہو یعنی اس پر قابض بھی ہو۔ (17)

مسئلہ ۱۰: جو مال گم گیا یا دریائے میں گر گیا یا کسی نے غصب کر لیا اور اس کے پاس غصب کے گواہ نہ ہوں یا جنگل میں دفن کر دیا تھا اور یہ یاد نہ رہا کہ کہاں دفن کیا تھا یا انجان کے پاس امانت رکھی تھی اور یہ یاد نہ رہا کہ وہ کون ہے یا مدیون نے دین سے انکار کر دیا اور اُس کے پاس گواہ نہیں پھر یہ اموال مل گئے، تو جب تک نہ ملے تھے، اُس زمانہ کی زکاۃ واجب نہیں۔ (18)

مسئلہ ۱۱: اگر دین ایسے پر ہے جو اس کا اقرار کرتا ہے مگر ادا میں دیر کرتا ہے یا نادار ہے یا قاضی کے یہاں اس کے مفلس ہونے کا حکم ہو چکا یا وہ منکر ہے، مگر اُس کے پاس گواہ موجود ہیں تو جب مال ملے گا، سالہائے گزشتہ کی بھی

(14) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ خمن المسبوع، ج ۳، ص ۲۱۳

(15) المرجع السابق

(16) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۲

ابھی حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

لی الواقع سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا ساڑھے باون تولے ہے ان میں سے جو اُس کے پاس ہو اور سال پورا اس پر گزر جائے اور کھانے پہننے مکان وغیرہ ضروریات سے بچے اور قرض اسے نصاب سے کم نہ کر دے تو اُس پر زکوۃ فرض ہے اگرچہ پہننے کا زیور ہو زیور پہننا کوئی حاجت اصلیہ نہیں، گھر میں جو آدمی کھانے والے ہوں اس کا لحاظ شریعت مطہرہ نے پہلے ہی فرمایا، سال بھر کے کھانے پینے پہننے تمام مصارف سے جو بچا اور سال بھر رہا اُسی کا تو چالیسواں حصہ فرض ہوا ہے اور وہ بھی اس سے کہ تمہیں آخرت میں بھی عذاب سے نجات ملے جس سے آدمی تمام جہان دے کر چھوٹے کو غنیمت سمجھے اور دنیا میں تمہارے مال میں ترقی ہو برکت ہو یہ خیال کرنا

کہ زکوۃ سے مال گھٹے گا برصغیر ایمان ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۲۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(17) المرجع السابق

(18) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، ج ۳، ص ۲۱۸

زکاۃ واجب ہے۔ (19)

مسئلہ ۱۲: چرائی کا جانور اگر کسی نے غصب کیا، اگرچہ وہ اقرار کرتا ہو تو ملنے کے بعد بھی اس زمانہ کی زکاۃ واجب نہیں۔ (20)

مسئلہ ۱۳: غصب کیے ہوئے کی زکاۃ غاصب پر واجب نہیں کہ یہ اس کا مال ہی نہیں، بلکہ غاصب پر یہ واجب ہے کہ جس کا مال ہے اُسے واپس دے اور اگر غاصب نے اُس مال کو اپنے مال میں خلط کر دیا کہ تمیز ناممکن ہو اور اس کا اپنا مال بقدر نصاب ہے تو مجموع پر زکاۃ واجب ہے۔ (21)

مسئلہ ۱۴: ایک نے دوسرے کے مثلاً ہزار روپے غصب کر لیے پھر وہی روپے اُس سے کسی اور نے غصب کر کے خرچ کر ڈالے اور ان دونوں غاصبوں کے پاس ہزار ہزار روپے اپنی ملک کے ہیں تو غاصب اول پر زکاۃ واجب ہے دوسرے پر نہیں۔ (22)

مسئلہ ۱۵: شے مرہون (جو چیز گروی رکھی گئی ہے) کی زکاۃ نہ مرہن (جس کے پاس چیز گروی رکھی گئی ہو) پر ہے، نہ راہن (گروی رکھنے والا) پر، مرہن تو مالک ہی نہیں اور راہن کی ملک تام نہیں کہ اس کے قبضہ میں نہیں اور بعد راہن چھڑانے کے بھی ان برسوں کی زکاۃ واجب نہیں۔ (23)

(19) تنویر الابصار، کتاب الزکاۃ، ج ۳، ص ۲۱۹

(20) الفتاویٰ الحنفیہ، کتاب الزکاۃ، ج ۱، ص ۱۲۳

(21) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطب فیما لوصار السلطان رجلا الخ، ج ۳، ص ۲۵۹

(22) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۳

(23) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ان برسوں کی زکوٰۃ واجب نہیں کہ جو مال رہن رکھا ہے اس پر اپنا قبضہ نہیں، نہ اپنے نائب کا قبضہ ہے، بحر الرائق میں ہے:

اطلق الملك فانصرف الى الكامل وهو المملوك رقبه ويدافلا يجب على المشتري فيما اشتراه للتجارة قبل القبض كذا في غاية البيان ولا يلزم عليه ابن السبيل لان يد نائب كيد كذا في معراج الدرایۃ ومن موانع الوجوب الرهن اذا كان في يد المرتهن لعدم ملك اليد بخلاف العشر حيث يجب فيه كذا في العناية اه مختصراً۔
ملك کا ذکر مطلق کیا ہے لہذا اس سے ملکیت کاملہ مراد ہوگی اور وہ رقبہ اور ید اذنوں طرح مملوک ہونا ہے لہذا مشتری پر قبض سے پہلے اس شے پر زکوٰۃ نہ ہوگی جو اس نے بطور تجارت خریدی، غایۃ البیان میں اسی طرح ہے۔ اس پر مسافر کے ساتھ اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ اس کے نائب کا قبضہ اسکے اپنے قبضے کی طرح ہے، معراج الدرایۃ میں ایسے ہی ہے۔ اور موانع وجوب میں رہن بھی ہے جبکہ وہ مرہن کے قبضہ میں ہو کیونکہ اس صورت میں ملکیت نہیں بخلاف عشر کے، وہاں واجب ہے، العناية اه مختصراً۔ (ا۔ بحر الرائق کتاب الزکوٰۃ ایچ ایم سعید کراچی ۲/ ۲۰۳) ←

مسئلہ ۱۶: جو مال تجارت کے لیے خریدا اور سال بھر تک اس پر قبضہ نہ کیا تو قبضہ کے قبل مشتری پر زکاۃ واجب نہیں اور قبضہ کے بعد اس سال کی بھی زکاۃ واجب ہے۔ (24)

(۷) نصاب کا دین سے فارغ ہونا۔

مسئلہ ۱۷: نصاب کا مالک ہے مگر اس پر دین ہے کہ ادا کرنے کے بعد نصاب نہیں رہتی تو زکاۃ واجب نہیں، خواہ وہ دین بندہ کا ہو، جیسے قرض، زر ثمن (خریدی گئی چیز کے دام) کسی چیز کا تاوان یا اللہ عزوجل کا دین ہو، جیسے زکاۃ، خراج مثلاً کوئی شخص صرف ایک نصاب کا مالک ہے اور دو سال گزر گئے کہ زکاۃ نہیں دی تو صرف پہلے سال کی زکاۃ واجب ہے دوسرے سال کی نہیں کہ پہلے سال کی زکاۃ اس پر دین ہے اس کے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہیں رہتی، لہذا دوسرے سال کی زکاۃ واجب نہیں۔ یوں اگر تین سال گزر گئے، مگر تیسرے میں ایک دن باقی تھا کہ پانچ درم اور حاصل ہوئے جب بھی پہلے ہی سال کی زکاۃ واجب ہے کہ دوسرے اور تیسرے سال میں زکاۃ نکالنے کے بعد نصاب باقی نہیں، ہاں جس دن کہ وہ پانچ درم حاصل ہوئے اس دن سے ایک سال تک اگر نصاب باقی رہ جائے تو اب اس سال کے پورے ہونے پر زکاۃ واجب ہوگی۔ یوں اگر نصاب کا مالک تھا اور سال تمام پر زکاۃ نہ دی پھر سارے مال کو ہلاک کر دیا پھر اور مال حاصل کیا کہ یہ بقدر نصاب ہے، مگر سال اول کی زکاۃ جو اس کے ذمہ دین ہے اس میں سے نکالیں تو نصاب باقی نہیں رہتی تو اس نئے سال کی زکاۃ واجب نہیں اور اگر اس پہلے مال کو اس نے قصد ہلاک نہ کیا، بلکہ بلا قصد ہلاک ہو گیا تو اس کی زکاۃ جاتی رہی، لہذا اس کی زکاۃ دین نہیں تو اس صورت میں اس نئے سال کی زکاۃ

درمختار میں ہے: ولا فی مرہون بعد قبضہ ۲۔ (قبضہ کے بعد مرہون میں زکوۃ نہیں۔ ت)

(۲۔ درمختار کتاب الزکوۃ، مطبع مجتہد کی دہلی ۱/ ۱۳۹)

طحاوی میں ہے:

ای علی المرتہن لعدم الملك ولا علی الراهن لعدم اليد واذا استرد الراهن لا یزکی من السنین الباضیة وهو معنی قول الشارح بعد قبضہ ویبدل علیہ قول البحر ومن موانع الوجوب الراهن اذا حل بی وظاہرہ ولو کان الراهن ازید من الدین ۳۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۳۔ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الزکوۃ دار المعرفۃ بیروت ۹۲ - ۳۹) یعنی مرتہن پر زکوۃ اس لیے نہیں کہ وہاں ملکیت نہیں، نہ ہی راہن پر ہے کیونکہ اس کا قبضہ نہیں جب راہن اس شی کو واپس لے گا تو گزشتہ سالوں کی زکوۃ نہیں دے گا، شارح کے قول قبضہ کے بعد کا یہی معنی ہے اور اس پر بحر کی یہ عبارت دال ہے، موانع وجوب میں سے راہن ہے، جی، اس کا ظاہر بتا رہا ہے کہ اگرچہ راہن قرض سے زائد ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۳۶ - ۱۳۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(24) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وقاء، ج ۳، ص ۲۱۵

واجب ہے۔ (25)

مسئلہ ۱۸: اگر خود مدیون (مقروض) نہیں مگر مدیون کا کفیل (مقروض کا ضامن) ہے اور کفالت کے روپے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہیں رہتی، زکوٰۃ واجب نہیں، مثلاً زید کے پاس ہزار روپے ہیں اور عمرو نے کسی سے ہزار قرض لیے اور زید نے اس کی کفالت کی تو زید پر اس صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں کہ زید کے پاس اگرچہ روپے ہیں مگر عمرو کے قرض میں مستغرق ہیں کہ قرض خواہ کو اختیار ہے زید سے مطالبہ کرے اور روپے نہ ملنے پر یہ اختیار ہے کہ زید کو قید کرادے تو یہ روپے دین میں مستغرق ہیں، لہذا زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر عمرو کی دس شخصوں نے کفالت کی اور سب کے پاس ہزار ہزار روپے ہیں جب بھی ان میں کسی پر زکوٰۃ واجب نہیں کہ قرض خواہ ہر ایک سے مطالبہ کر سکتا ہے اور بصورت نہ ملنے کے جس کو چاہے قید کرادے۔ (26)

(25) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکوٰۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۲-۱۷۳

ورد المختار، کتاب الزکوٰۃ، مطلب: الفرق بین السبب والشرط والعلۃ، ج ۳، ص ۲۱۰

(26) ورد المختار، کتاب الزکوٰۃ، مطلب: الفرق بین السبب والشرط والعلۃ، ج ۳، ص ۲۱۰

اعلیٰ حضرت، امام السنن، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

دین تین ۳ قسم ہے:

اول: قوی یعنی قرض، جس عرف میں دست گردان کہتے ہیں اور تجارتی مال کا ٹھن یا کرایہ، مثلاً اُس نے بہ نیت تجارت کچھ مال خریدا اور قرضوں کسی کے ہاتھ بیچا تو یہ دین جو خریدا پر آیا دین قوی ہے، یا کوئی مکان یا دکان یا زمین بہ نیت تجارت خریدی تھی، ب اسے کسی کے ہاتھ سکونت یا نشست یا زراعت کے لیے کرایہ پر دیا، یہ کرایہ اگر اس پر دین ہوگا تو وہ دین قوی ہوگا۔

دوم: متوسط کہ کسی مال غیر تجارتی کا بدل ہو، مثلاً گھر غلہ یا اثاث البیت، یا سواری کا گھوڑا کسی کے ہاتھ بیچا، یونہی اگر کسی پر کوئی دین اپنے مورث کے ترکہ میں ملا تو مذہب قوی پر وہ بھی دین متوسط ہے۔

سوم: ضعیف کہ کسی مال کا بدل نہ ہو، جیسے عورت کا مہر کہ منافع بضع کا عوض ہے، یا وہ دین جو بذریعہ وصیت اسے پہنچا یا سبب خلع عورت پر لازم آیا، یا مکان زمین کہ بہ نیت تجارت نہ خریدی تھی اُن کا کرایہ چڑھا قسم سوم کے دین پر، جب تک دین رہے اصلاً زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اگرچہ دس برس گزر جائیں، ہاں جس دن سے اس کے قبضہ میں آئے گا شمار زکوٰۃ میں محسوب ہوگا یعنی اس کے سوا اور کوئی نصاب زکوٰۃ اسی کی جنس سے، اس کے پاس موجود تھا اس پر سال چل رہا تھا تو جو وصول ہوا اُس میں ملا لیا جائے گا اور اسی کے سال تمام پر کل کی زکوٰۃ لازم ہوگی، اور اگر ایسا نصاب نہ تھا تو جس دن سے وصول ہوا اگر بقدر نصاب ہے اُسی وقت سے سال شروع ہوا ورنہ کچھ نہیں، ورد قسم سابق میں تجارت دین ہی سال بسال زکوٰۃ واجب ہوتی رہے گی مگر اس ادا کرنا اُسی وقت لازم ہوگا جبکہ اُس کے قبضہ میں دین قوی سے بقدر خمس نصاب یا متوسط سے بقدر کامل نصاب آئیگا یہاں کے روپے میں نصاب کامل۔ روپیہ ہے اور اس کا خمس ۲۳-۲۵ پائی، ←

پھر اگر دین کئی سال کے بعد وصول ہو تو ہر سال متقدم کی زکوٰۃ جو اس کے ذمہ دین ہوتی رہی وہ پچھلے سال کے حساب میں اسی وصول رقم پر ڈالی جائے گی، مثلاً عمرو پر زید کے تین سو درہم شرعی دین قوی تھے، پانچ برس بعد چالیس درہم سے کم وصول ہوئے تو کچھ نہیں اور چالیس ہوئے تو صرف ایک درہم دینا آئے گا اگرچہ پانچ برس کی زکوٰۃ واجب ہے کہ سال اول کی بابت ان چالیس درہم سے ایک درہم دینا آیا یا اب اتالیس رہ گئے کہ جس نصاب سے کم ہے لہذا باقی برسوں کی بابت ابھی کچھ نہیں، اور اگر تین سو درہم دین متوسط تھے تو جب تک دوسو وصول نہ ہوں کچھ دے، جب الا داد نہیں اور دوسو درہم اگر پانچ برس بعد وصول ہوئے تو اکیس درہم دینے ہوں گے، سال اوس کے پانچ درہم، اب سال دوم میں ماہ رہ گئے تو کہ جس سے کم تھے عفو ہو کر ماہ درہم، سال سوم میں مالہ رہے اب بھی چار درہم، چہارم میں مامعہ، پنجم میں ماعہ، ان پر بھی چار چار کل ماہ درہم واجب الا داد ہوئے، یونہی جب دین قوی سے جس نصاب اور متوسط سے پورا نصاب ہوتا جائے گا اسی حساب سے اتنے کی زکوٰۃ سنین گزشتہ کی زکوٰۃ واجب الا داد ہوتی جائے گی، اگر کل وصول ہو گا کل کی، پھر دین ہونے کی تاریخ سے سب سے اول حالت میں مانا جائے گا جبکہ اس سے پہلے اس کی کسی جنس کے نصاب کا سال رواں نہ تھا ورنہ جو دین وسط سال میں اس کا یہ فتنی ہو اوہ اسی مال موجود میں ملا کر اس کے سال سے حساب رہے گا مثلاً یکم محرم کو دوسو درہم کا مالک ہوا، یکم رجب کو اس کا کوئی دین قوی یا متوسط کسی پر لازم آیا تو اس دین کا سال بھی یکم محرم سے لیں گے نہ کہ یکم رجب سے، تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

الديون عند الامام ثلاثة قوى، متوسط ضعيف فتجب زكوتها اذا تم نصابا (بنفسه او بما عنده مما يتم به) وحال الحول (اي ولو قبل قبضه في القوى والمتوسط) لكن لا فوراً بل عند قبض اربعين درهما من القوى كقرض وبديل مال تجارة فكلها قبض اربعين درهما يلزمه درهم و عند قبض مائتين من بديل مال لغير تجارة وهو المتوسط كسكن سائمة وعبيد خدمة ويعتبر ماضى من الحول قبل القبض في الاصح ومثله مال وورث ديناً على رجل وعند قبض مائتين مع حولان الحول بعدة من ضعيف وهو بديل غير مال كمهر وبديل خلع الا اذا كان عند ما يضم الى الدين الضعيف (الاولى ان يقول ما يضم الدين الضعيف اليه والحاصل انه اذا قبض منه شيئاً وعندة نصاب يضم المقبوض الى النصاب و يزكيه بحوله ولا يشترط له حول بعد القبض) اه ملخصاً۔

امام صاحب کے نزدیک دیون کی تین اقسام ہیں: قوی، متوسط، ضعیف۔ دیون پر زکوٰۃ ہوتی ہے بشرطیکہ وہ خود یا مالک کے پاس موجودہ ماں سے مل کر نصاب کو پہنچیں اور ان پر سال گزرا ہو اگرچہ قوی اور متوسط قبضہ سے پہلے ہو لیکن فوراً نہیں بلکہ قوی میں چالیس درہم کے قبضہ پر ایک درہم ہوگا جیسا کہ قرض اور بديل مال تجارت میں ہوتا ہے تو جب بھی چالیس درہم پر قابض ہوگا ایک درہم لازم ہوگا، غیر تجارت کے بدلے میں جو دین ہوتا ہے اسے متوسط کہا جاتا ہے اس میں سے دوسو درہم کے قبضہ کے بعد زکوٰۃ ہوگی مثلاً سائے کے قیمت، خدمت دے غلاموں کے قیمت، اصح قول کے مطابق قبضہ سے قبل گزشتہ سالوں کا بھی اعتبار کیا جائیگا، اسی کی مثل وہ صورت ہے جب کوئی دین میں کسی کا وارث بنا، اور ضعیف میں دوسو کے قبضہ کے وقت زکوٰۃ ہوگی بشرطیکہ اسکے بعد سال گزرے اور دین ضعیف غیر مال کا بدل ہوتا ہے۔

مثلاً مہر، بدل، خلع، مگر ایسی صورت میں جب دین ضعیف کے ساتھ مالک کے پاس موجود مال ہو تو ملایا جائے (بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ دین ضعیف کو اس مال کے ساتھ ملایا جائے، حاصل یہ ہے کہ اس میں سے جب کسی شئی پر قبضہ ہوا حالانکہ مالک کے پاس نصاب بھی تھا تو اب مقبوض کو نصاب سے ملا کر سال کی زکوٰۃ دی جائے اس میں قبضہ کے بعد سال کا گزرنا شرط نہیں) اھ حنفیہ،

(۱) رد المحتار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المال مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۶) (رد المحتار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ اموال مصطفیٰ صباہی مصر ۲/ ۴۳۸)

مزید امن رد المحتار اقوال والاوی فی رسم الضعیف مالیس بدل یشتمل مالیس بدلا اصلا کالدین الموصی بہ فی رد المحتار عن المحيط اما الدین الموصی بہ فلا یكون نصاباً قبل القبض لان الموصی له ملکہ ابتداء من غیر عوض ولا قائم مقام الموصی فی الملک فصار کمالو ملکہ بجهة ۱۲۷-۱۲۸

اضافی عبارت رد المحتار کی ہے، اقول، ضعیف کی تعریف یوں کرنا بہتر ہے کہ جو مال کا بدل نہ ہوتا اسے بھی شامل ہو جائے جو اصلاً بدل ہی نہیں مثلاً وہ دین جس کی وصیت کی گئی ہو۔ رد المحتار میں محیط سے ہے وہ دین جس کی وصیت کی گئی ہو وہ قبض سے پہلے نصاب نہیں بن سکتا کیونکہ موصی نہ بغیر عوض کے ابتداء مالک بن رہا ہے اور یہ ملکیت میں وصیت کرنے والے کا قائم مقام بھی نہیں یہ ایسے ہوگا جیسے وہ ہمہ مالک بنا ہوا۔ (۲) رد المحتار باب زکوٰۃ المال دارالکتب العربیہ مصطفیٰ البابی مصر ۲/ ۳۹)

وفی الخانیة والفتح والبحر واللفظ لقاضی خان اذا اجر داره او عبده عما نبي درهم لا تجب الزکوٰۃ مالہ یمل الحول بعد القبض فی قول ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فان كانت الدار والعبد للتجارة وقبض اربعین درهماً بعد الحول کان علیہ درهم بحکم الحول الباضی قبل القبض لان اجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزلة ثمن مال التجارة فی الصحيح من الروایة ۱۲۸-۱۲۹

خانیہ، فتح اور بحر میں ہے، اور الفاظ قاضی خاں کے ہیں جب کسی نے دار یا غلام دوسو درہم کے عوض اجرت پر دیا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق قبضہ کے بعد سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ لازم نہ ہوگی، اگر دار اور غلام تجارت کے لیے تھے اور سال کے بعد چالیس درہم پر قبضہ ہوا تو اب ایک درہم لازم اس سال کی وجہ سے ہوا جو قبضہ سے پہلے گزرا ہے کیونکہ صحیح روایت مطابق دار تجارت اور عہد تجارت کی اجرت ماں تجارت کے ثمن کی مثل ہوتی ہے اھ (۱) فتاویٰ قاضی خاں فصل فی مال التجارة نوکثور لکھنؤ ۱۹/ ۱۱۸)

قلت: فتقدم علی رواية انها من الضعیف او الوسیط وان مشی علی الاخری فی المحيط و كذلك کون الموروث من المتوسط هو الرجیح وان جزم فی الهندیة عن الزاهدی انه من الضعیف فقد مرضها فی الخانیة و اخر وهکذا اشار الی تضعیفه فی الفتح والبحر وفی رد المحتار عن المنتقی رجل له ثلثائة درهم دین حال علیها ثلثة احوال فقبض مائتین عند ابی حنیفہ یزکی للسنة الأولى خمسة وللثانیة والثالثة اربعة من مائة وستین ولا شئی ولیه فی الفضل لانه دون الاربعین ۱۲۷-۱۲۸

نکتہ: پہلے ایک روایت میں گزرا ہے کہ یہ دین ضعیف یا متوسط سے ہے اگرچہ محیط میں دوسری روایت کو اختیار کیا ہے، اسی طرح ہر مورد میں بھی متوسط میں سے ہے اور یہی رائج ہے، اگرچہ ہندیہ میں زاہدی سے اس کے ضعیف ہونے پر جزم کیا ہے، خانیہ میں اسے کمزور قرار دیا ہے۔ اسی طرح فتح اور بحر میں اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔ رد المحتار میں منہجی سے ہے کہ کسی شخص کا تین سو درہم دین تھا، اور اس پر تین سال گزرے تو اس کا دوسو پر قبضہ ہوا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک پہلے سال پانچ، دوسرے دسیرے میں ایک سو ساٹھ میں سے، چار چار سو درہم زکوٰۃ دے، فضل میں کوئی شئی لازم نہ ہوگی کیونکہ وہ چالیس سے کم ہیں۔

(۲۔ رد المحتار باب زکوٰۃ المال معظی الباب ص ۲/۳۸)

وفی الہندیۃ عن شرح المہسوط للامام السرخسی ان الدین مصروف الی المال الذی فی یدہ الخ ۳۔
ہندیہ میں امام سرخسی کی شرح مہسوط سے ہے کہ دین اس مال کی طرف لوٹے گا جس پر قبضہ ہو الخ

(۳۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الزکوٰۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۷۳)

وفی رد المحتار اذا كانت لالف، من دین قوی کبدل عروض تجارة فان ابتداء الحول هو حول الاصل الا من حين البيع ولا من حين القبض فاذا قبض منه نصاباً او اربعین درہما زکاة عما مضی ہالیاً علی حول الاصل فلو ملک عرضاً للتجارة ثم بعد نصف الحول ہاعہ ثم بعد حول ونصف قبض ثمنہ فقد تم علیہ حولان فیزکیہما وقت القبض ہلا خلاف اھ۔

رد المحتار میں ہے کہ جب دین قوی مثلاً بدل سامان تجارت، ہزار درہم ہوں تو سال کی ابتداء حول اصل سے ہوگی نہ کہ وقت بیع سے اور نہ وقت قبضہ سے، تو جب اس نے دین سے نصاب یا چالیس درہم پر قبضہ کیا تو اس سال کا اعتبار کرتے ہوئے گزشتہ عرصہ کی زکوٰۃ دے، اگر کوئی شخص تجارت کے لیے سامان کا مالک ہوا پھر اس نے نصف سال کے بعد سامان بیچ ڈالا اور ڈیڑھ سال کے بعد اس کے ثمن پر قبضہ کیا تو اب اس پر دو سال گزر چکے ہیں تو اب بڑا اختلاف وقت قبض سے اس کی زکوٰۃ دی جائے گی اھ۔

(۱۔ رد المحتار باب وجوب الزکوٰۃ فی دین المرصد معظی الباب ص ۲/۳۹)

اقول: وانما خص الکلام بالقوی لان اصلہ من اموال الزکوٰۃ بخلاف المتوسط فلا حول لاصلہ فلو لم یکن لہ قبلہ نصاب من جنسہ لا یبتدأ الحول الا من حين البيع لانه صار مال الزکوٰۃ کما نقلہ فہنا عن المحيط ولیس یرید ان فی الوسیط لا یبتدأ الا من وقت البيع وان وجد قبلہ نصاب یجانسہ تحت حولان الحول فأنہ خلاف مسئلۃ المستفاد والمتفق علیہا عند علما لنا المصرح بہا فی جمیع کتب المذہب متوناً وشرحاً وفتاویٰ فافہم وتثبت واللہ تعالیٰ اعلم۔

تو: دین کے ساتھ کلام مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اصل اموال زکوٰۃ سے ہوتا ہے بخلاف دین متوسط کہ وہاں اس کے اصل پر سال شرط نہیں ہے اب اگر اس کی جنس سے پہلے نصاب نہ تھا تو اب سال کی ابتداء بیع کے وقت سے ہی ہوگی کیونکہ اس کی وجہ سے ←

مسئلہ ۱۹: جو دین میعاد کی ہو وہ مذہب صحیح میں وجوب زکاۃ کا مانع نہیں۔ (27)

چونکہ عادیۃ دین مہر کا مطالبہ نہیں ہوتا، لہذا اگرچہ شوہر کے ذمہ کتنا ہی دین مہر ہو جب وہ مالک نصاب ہے، زکاۃ واجب ہے۔ (28) خصوصاً مہر مؤخر جو عام طور پر یہاں رائج ہے جس کی ادا کی کوئی میعاد معین نہیں ہوتی، اس کے مطالبہ کا تو عورت کو اختیار ہی نہیں، جب تک موت یا طلاق واقع نہ ہو۔

مسئلہ ۲۰: عورت کا نفقہ شوہر پر دین نہیں قرار دیا جائے گا جب تک قاضی نے حکم نہ دیا ہو یا دونوں نے باہم کسی مقدار پر تصفیہ نہ کر لیا ہو اور اگر یہ دونوں نہ ہوں تو ساقط ہو جائے گا شوہر پر اس کا دینا واجب نہ ہوگا، لہذا مانع زکاۃ نہیں۔ عورت کے علاوہ کسی رشتہ دار کا نفقہ اس وقت دین ہے جب ایک مہینہ سے کم زمانہ گزرا ہو یا اس رشتہ دار نے قاضی کے حکم سے قرض لیا اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں تو ساقط ہے اور مانع زکاۃ نہیں۔ (29)

مسئلہ ۲۱: دین اس وقت مانع زکاۃ ہے جب زکاۃ واجب ہونے سے پہلے کا ہو اور اگر نصاب پر سال گزرنے کے بعد ہو تو زکاۃ پر اس دین کا کچھ اثر نہیں۔ (30)

مسئلہ ۲۲: جس دین کا مطالبہ بندوں کی طرف سے نہ ہو اس کا اس جگہ اعتبار نہیں یعنی وہ مانع زکاۃ نہیں مثلاً نذر

وہ مال زکوۃ بنا ہے جیسا کہ اس مقام پر محیط سے منقول ہوا ہے اور یہ مراد نہیں کہ متوسط میں وقت بیع سے پہلے ابتداء نہیں ہو سکتی اگرچہ سال پہلے اس کی جنس سے نصاب ہو کیونکہ یہ مسئلہ مستفاد اور اس متفق علیہ مسئلہ کے خلاف ہے جس پر ہمارے علماء نے تمام کتب کے متون، شروحات اور فتویٰ میں تصریح کی ہے، پس اسے اچھی طرح سمجھ لو اور اس پر قائم رہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۶۲-۱۶۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(27) المرجع السابق، ص ۲۱۱

(28) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۳

اعلیٰ حضرت، امام المسند، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

معتق مہر سے جب بقدر خمس نصاب ہو اس وقت عورت پر زکوۃ واجب الادا ہوگی اور پہلے دیتی رہے تو بہتر ہے اور یہ مہر جو عام طور پر بنا تعین وقت باندھا جاتا ہے جس کا مطالبہ عورت قبل موت و طلاق نہیں کر سکتی اس پر زکوۃ کی صلاحیت بعد وصول ہوگی۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۶۶-۱۶۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(29) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۳

رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب: الفرق بین السبب والشرط والعلۃ، ج ۳، ص ۲۱۱

(30) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب: الفرق بین السبب والشرط والعلۃ، ج ۳، ص ۲۱۰

و الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۳

وکفارہ و صدقہ فطروج و قربانی کہ اگر ان کے مصارف نصاب سے نکالیں تو اگرچہ نصاب باقی نہ رہے زکاۃ واجب ہے، عشر و خراج واجب ہونے کے لیے دین مانع نہیں یعنی اگرچہ مدیون ہو، یہ چیزیں اس پر واجب ہو جائیں گی۔ (31)

مسئلہ ۲۳: جو دین اثنائے سال میں عارض ہوا یعنی شروع سال میں مدیون نہ تھا پھر مدیون ہو گیا پھر سال تمام پر علاوہ دین کے نصاب کا مالک ہو گیا تو زکاۃ واجب ہو گئی، اس کی صورت یہ ہے کہ فرض کر دے کہ قرض خواہ نے قرض معاف کر دیا تو اب چونکہ اس کے ذمہ دین نہ رہا اور سال بھی پورا ہو چکا ہے، لہذا واجب ہے کہ ابھی زکاۃ دے، یہ نہیں کہ اب سے ایک سال گزرنے پر زکاۃ واجب ہوگی اور اگر شروع سال سے مدیون تھا اور سال تمام پر معاف کیا تو ابھی زکاۃ واجب نہ ہوگی بلکہ اب سے سال گزرنے پر۔ (32)

مسئلہ ۲۴: ایک شخص مدیون ہے اور چند نصاب کا مالک کہ ہر ایک سے دین ادا ہو جاتا ہے، مثلاً اس کے پاس روپے اشرفیاں بھی ہیں، تجارت کے اسباب بھی، چرائی کے جانور بھی تو روپے اشرفیاں دین کے مقابل سمجھے اور اور چیزوں کی زکاۃ دے اور اگر روپے اشرفیاں نہ ہوں اور چرائی کے جانوروں کی چند نصابیں ہوں، مثلاً چالیس بکریاں ہیں اور تیس گائیں اور پانچ اونٹ تو جس کی زکاۃ میں اسے آسانی ہو، اُس کی زکاۃ دے اور دوسرے کو دین میں سمجھے تو اُس صورت مذکورہ میں اگر بکریوں یا اونٹوں کی زکاۃ دے گا تو ایک بکری دینی ہوگی اور گائے کی زکاۃ میں سال بھر کا بچھڑا اور ظاہر ہے کہ ایک بکری دینا بچھڑا دینے سے آسان ہے، لہذا بکری دے سکتا ہے اور اگر برابر ہوں تو اسے اختیار ہے۔ مثلاً پانچ اونٹ ہیں اور چالیس بکریاں دونوں کی زکاۃ ایک بکری ہے، اُسے اختیار ہے جسے چاہے دین گئے لیے سمجھے اور جس کی چاہے زکاۃ دے اور یہ سب تفصیل اُس وقت ہے کہ بادشاہ کی طرف سے کوئی زکاۃ وصول کرنے والا آئے، ورنہ اگر بطور خود دینا چاہتا ہے تو ہر صورت میں اختیار ہے۔ (33)

مسئلہ ۲۵: اس پر ہزار روپے قرض ہیں اور اس کے پاس ہزار روپے ہیں اور ایک مکان اور خدمت کے لیے ایک غلام تو زکاۃ واجب نہیں، اگرچہ مکان و غلام دس ہزار روپے کی قیمت کے ہوں کہ یہ چیزیں حاجت اصلیہ سے ہیں اور جب روپے موجود ہیں تو قرض کے لیے روپے قرار دینے جائیں گے نہ کہ مکان و غلام۔ (34)

(31) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب: الفرق بین السنب والشرط والعلۃ، ج ۳، ص ۲۱۱، وغیرہ

(32) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ شمن المبیع وقاء، ج ۳، ص ۲۱۵، وغیرہ

(33) الدر المختار، رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ شمن المبیع وقاء، ج ۳، ص ۲۱۶

(34) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۳

(۸) نصاب حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو۔ (35)

مسئلہ ۲۶: حاجتِ اصلیہ یعنی جس کی طرف زندگی بسر کرنے میں آدمی کو ضرورت ہے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں، جیسے رہنے کا مکان، جاڑے گرمیوں میں پہننے کے کپڑے، خانہ داری کے سامان، سواری کے جانور، خدمت کے لیے لونڈی غلام، آلاتِ حرب، پیشہ وروں کے اوزار، اہل علم کے لیے حاجت کی کتابیں، کھانے کے لیے غلہ۔ (36)

مسئلہ ۲۷: ایسی چیز خریدی جس سے کوئی کام کریگا اور کام میں اس کا اثر باقی رہے گا، جیسے چمڑا پکانے کے لیے

(35) حاجتِ اصلیہ کے کہتے ہیں؟

حاجتِ اصلیہ (یعنی ضروریاتِ زندگی) سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کی عموماً انسان کو ضرورت ہوتی ہے اور ان کے بغیر گزراوقات میں شدید تنگی و دشواری محسوس ہوتی ہے جیسے رہنے کا گھر، پہننے کے کپڑے، سواری، علم دین سے متعلق کتابیں، اور پیشے سے متعلق اوزار وغیرہ۔

(الہدایۃ، کتاب الزکوٰۃ، ج ۱، ص ۹۶)

مثلاً جنہیں مختلف لوگوں سے رابطہ کی حاجت ہوتی ہو ان کے لیے ٹیلی فون یا موبائل، جو لوگ کمپیوٹر پر کتابت کرتے ہوں یا اس کے ذریعے روزگار کھاتے ہوں ان کے لیے کمپیوٹر، جن کی نظر کمزور ہو ان کے لیے عینک یا لینس، جن لوگوں کو کم سنائی دیتا ہو ان کے لیے آلہ سماعت، اسی طرح سواری کے لیے سائیکل، موٹر سائیکل یا کار یا دیگر گاڑیاں یا دیگر اشیاء کہ جن کے بغیر اہل حاجت کا گزارہ مشکل سے ہو، حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں۔

حاجاتِ اصلیہ کی تفسیر

بنیادی خرچہ، رہائش کے مکان، جنگی سامان، سردی گرمی سے بچنے کے لئے جن کپڑوں کی ضرورت ہو، ان پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ یہ سب انسان کی حاجتِ اصلیہ سے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۲۵۲ھ حاجاتِ اصلیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں، وہی ما یدفع الہلاک عن الانسان تحقیقاً کالنفقۃ و دور السکنی و آلات الحرب و الثیاب المحتاج الیہا لدفع الحر أو البرد۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الزکوٰۃ، مطلب: فی زکوٰۃ ثمن المبیع و فاء، ج ۳، ص ۲۳)

(36) التناوی، لہندیۃ، کتاب الزکوٰۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۲

رد المحتار، کتاب الزکوٰۃ، مطلب: فی زکوٰۃ ثمن المبیع و فاء، ج ۳، ص ۲۱۲

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مکانات پر زکوٰۃ نہیں اگرچہ بچاس کروڑ کے ہوں کرایہ سے جو سال تمام پر پس انداز ہوگا اس پر زکوٰۃ آئے گی اگر خود یا اور مال سے مل کر قدر نصاب ہو۔ (۲) برتن وغیرہ اسبابِ خانہ داری میں زکوٰۃ نہیں اگرچہ لاکھوں روپے کے ہوں، زکوٰۃ صرف تین ۳ چیزوں پر ہے: سونا، چاندی کیسے ہی ہوں، پہننے کے ہوں یا برتن کے، سکہ ہو یا ورق۔ دوسرے چرائی پر چھوٹے جانور۔ تیسرے تجارت کا مال۔ باقی کسی چیز پر نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۶۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مازدا (ایک دوا) اور تیل وغیرہ اگر اس پر سال گزر گیا زکاۃ واجب ہے۔ یوہیں رنگریز نے اجرت پر کپڑا رنگنے کے لیے کسم، زعفران خرید اتواگر بقدر نصاب ہے اور سال گزر گیا زکاۃ واجب ہے۔ پڑیا وغیرہ رنگ کا بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ ایسی چیز ہے جس کا اثر باقی نہیں رہے گا، جیسے صابون تو اگرچہ بقدر نصاب ہو اور سال گزر جائے زکاۃ واجب نہیں۔ (37)

مسئلہ ۲۸: عطر فروش نے عطریہ بننے کے لیے شیشیاں خریدیں، ان پر زکاۃ واجب ہے۔ (38)

مسئلہ ۲۹: خرچ کے لیے روپے کے پیسے لیے تو یہ بھی حاجت اصلیہ میں ہیں۔ حاجت اصلیہ میں خرچ کرنے کے روپے رکھے ہیں تو سال میں جو کچھ خرچ کیا اور جو باقی رہے اگر بقدر نصاب ہیں تو ان کی زکاۃ واجب ہے، اگرچہ اسی نیت سے رکھے ہیں کہ آئندہ حاجت اصلیہ ہی میں صرف ہوں گے اور اگر سال تمام کے وقت حاجت اصلیہ میں خرچ کرنے کی ضرورت ہے تو زکاۃ واجب نہیں۔ (39)

مسئلہ ۳۰: اہل علم کے لیے کتابیں حاجت اصلیہ سے ہیں اور غیر اہل کے پاس ہوں، جب بھی کتابوں کی زکاۃ واجب نہیں جب کہ تجارت کے لیے نہ ہوں، فرق اتنا ہے کہ اہل علم کے پاس ان کتابوں کے علاوہ اگر مال بقدر نصاب نہ ہو تو زکاۃ لینا جائز ہے اور غیر اہل علم کے لیے ناجائز، جب کہ دوسو درم قیمت کی ہوں۔ اہل وہ ہے جسے پڑھنے پڑھانے یا تصحیح کے لیے ان کتابوں کی ضرورت ہو۔ کتاب سے مراد مذہبی کتاب فقہ و تفسیر و حدیث ہے، اگر ایک کتاب کے چند نسخے ہوں تو ایک سے زائد جتنے نسخے ہوں اگر دوسو درم کی قیمت کے ہوں تو اس اہل کو بھی زکاۃ لینا ناجائز ہے، خواہ ایک ہی کتاب کے زائد نسخے اس قیمت کے ہوں یا متعدد کتابوں کے زائد نسخے مل کر اس قیمت کے ہوں۔ (40)

(37) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۲

(38) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء، ج ۳، ص ۲۱۸

(39) المرجع السابق، ص ۲۱۳

(40) کسی کے پاس بہت ساری کتابیں ہوں

اگر کسی کے پاس بہت ساری کتابیں ہوں اور وہ کتابیں اس کی حاجت اصلیہ میں سے ہیں تو شرعی فقیر ہے زکوٰۃ لے سکتا ہے اگرچہ لاکھوں کی

ہوں اور اگر حاجت اصلیہ میں سے نہیں ہیں تو بقدر نصاب ہونے کی صورت میں نہیں لے سکتا۔ اس میں تفصیل یہ ہے کہ

☆ فقہ، تفسیر اور حدیث کی کتابیں اہل علم (یعنی جسے پڑھنے، پڑھانے یا تصحیح کے لئے ان کتابوں کی ضرورت ہو) کے لئے حاجت اصلیہ میں سے ہیں اور دوسروں کے لئے حاجت اصلیہ میں سے نہیں۔ اگر ایک کتاب کے ایک سے زائد نسخے ہوں تو وہ اہل علم کے لئے بھی حاجت اصلیہ میں سے نہیں ہیں۔

☆ کفار اور بد مذہبوں کے رد اور اہل سنت کی تائید میں لکھی گئیں اور فرض علوم پر مشتمل کتابیں، عالم اور غیر عالم دونوں کی حاجت اصلیہ میں سے ہیں۔

مسئلہ ۳۱: حافظ کے لیے قرآن مجید حاجتِ اصلیہ سے نہیں اور غیر حافظ کے لیے ایک سے زیادہ حاجتِ اصلیہ کے علاوہ ہے یعنی اگر مصحف شریف دو سو درم قیمت کا ہو تو زکاۃ لینا جائز نہیں۔ (41)

مسئلہ ۳۲: طبیب کے لیے طب کی کتابیں حاجتِ اصلیہ میں ہیں، جب کہ مطالعہ میں رکھتا ہو یا اُسے دیکھنے کی ضرورت پڑے، نحو و صرف و نجوم اور دیوان اور قصے کہانی کی کتابیں حاجتِ اصلیہ میں نہیں، اصول فقہ و علم کلام و اخلاق کی کتابیں جیسے احیاء العلوم و کیسائے سعادت وغیرہا حاجتِ اصلیہ سے ہیں۔ (42)

مسئلہ ۳۳: کفار اور بد مذہبوں کے رد اور اہل سنت کی تائید میں جو کتابیں ہیں وہ حاجتِ اصلیہ سے ہیں۔ یوہیں عالم اگر بد مذہب وغیرہ کی کتابیں اس لیے رکھے کہ اُن کا رد کریگا تو یہ بھی حاجتِ اصلیہ میں ہیں اور غیر عالم کو تو ان کا دیکھنا ہی جائز نہیں۔

(۹) مال نامی ہونا یعنی بڑھنے والا خواہ حقیقتہً بڑھے یا حکماً یعنی اگر بڑھانا چاہے تو بڑھائے یعنی اُس کے یا اُس کے نائب کے قبضہ میں ہو، ہر ایک کی دو صورتیں ہیں وہ اسی لیے پیدا ہی کیا گیا ہو اسے خلقتی کہتے ہیں، جیسے سونا چاندی کہ یہ اسی سے پیدا ہوئے کہ ان سے چیزیں خریدی جائیں یا اس لیے مخلوق تو نہیں، مگر اس سے یہ بھی حاصل ہوتا ہے، اسے فعلی کہتے ہیں۔ سونے چاندی کے علاوہ سب چیزیں فعلی ہیں کہ تجارت سے سب میں نمو ہوگا۔ (43) سونے چاندی میں مطلقاً زکاۃ واجب ہے، جب کہ بقدر نصاب ہوں اگرچہ دفن کر کے رکھے ہوں، تجارت کرے یا نہ کرے اور ان کے علاوہ باقی چیزوں پر زکاۃ اس وقت واجب ہے کہ تجارت کی نیت ہو یا چراگی پر چھوٹے جانور و بس، خلاصہ یہ کہ زکاۃ تین قسم کے مال پر ہے۔

(۱) ثمن یعنی سونا چاندی۔

☆ عالم اگر بد مذہبوں کی کتابیں ان کے رد کے لئے رکھے تو یہ اس کی حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں۔ غیر عالم کو تو ان کا دیکھنا ہی جائز نہیں۔

☆ قرآن مجید غیر حافظ کے لئے حاجتِ اصلیہ میں سے ہے حافظ قرآن کے لئے نہیں۔ (جبکہ اس کا حفظ قرآن مضبوط ہو)

☆ طب کی کتابیں طبیب کے لئے حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں جبکہ ان کو مطالعہ میں رکھے یا دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہو۔

(الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی ثمن السمیع و ذی، ج ۳، ص ۲۷۷)

(41) الجوهرة النيرة، کتاب الزکاۃ، ص ۱۳۸

رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن السمیع و ذی، ج ۳، ص ۲۱۷

(42) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن السمیع و ذی، ج ۳، ص ۲۱۷

(43) یعنی زیادتی ہوگی۔

(۲) مال تجارت۔

(۳) سائمه یعنی چرائی پر چھوٹے جانور۔ (44)

مسئلہ ۳۴: نیت تجارت کبھی صراحۃً ہوتی ہے کبھی دلالت صراحۃً یہ کہ عقد کے وقت ہی نیت تجارت کر لی خواہ وہ عقد خریداری ہو یا اجارہ، ٹمن روپیہ اشرفی ہو یا اسباب میں سے کوئی شے دلالت کی صورت یہ ہے کہ مال تجارت کے بدلے کوئی چیز خریدی یا مکان جو تجارت کے لیے ہے اس کو کسی اسباب کے بدلے کرایہ پر دیا تو یہ اسباب اور وہ خریدی ہوئی چیز تجارت کے لیے ہیں اگرچہ صراحۃً تجارت کی نیت نہ کی۔ یوں اگر کسی سے کوئی چیز تجارت کے لیے قرض لی تو یہ بھی تجارت کے لیے ہے، مثلاً دو سو درم کا مالک ہے اور من بھر گیہوں قرض لیے تو اگر تجارت کے لیے نہیں لیے تو زکاۃ واجب نہیں کہ گیہوں کے دام انھیں دو سو سے مجرا کیے جائیں گے تو نصاب باقی نہ رہی اور اگر تجارت کے لیے لیے تو زکاۃ واجب ہوگی کہ ان گیہوں کی قیمت دو سو پر اضافہ کریں اور مجموعہ سے قرض مجرا کریں تو دو سو سالم رہے لہذا زکاۃ واجب ہوئی۔ (45)

مسئلہ ۳۵: جس عقد میں تبادلہ ہی نہ ہو جیسے ہبہ، وصیت، صدقہ یا تبادلہ ہو مگر مال سے تبادلہ نہ ہو جیسے مہر، بدل خلع (46) بدل عتق (47) ان دونوں قسم کے عقد کے ذریعہ سے اگر کسی چیز کا مالک ہو تو اس میں نیت تجارت صحیح نہیں یعنی اگرچہ تجارت کی نیت کرے، زکاۃ واجب نہیں۔ یوں اگر ایسی چیز میراث میں ملی تو اس میں بھی نیت تجارت صحیح نہیں۔ (48)

مسئلہ ۳۶: مورث کے پاس تجارت کا مال تھا، اس کے مرنے کے بعد وارثوں نے تجارت کی نیت کی تو زکاۃ واجب ہے۔ یوں چرائی کے جانور وراثت میں ملے، زکاۃ واجب ہے چرائی پر رکھنا چاہتے ہوں یا نہیں۔ (49)

(44) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۴

وافتادی ارضویہ، ج ۱۰، ص ۱۶۱

(45) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۴

وایدر مختار، ورد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ٹمن الجمع وفاق، ج ۳، ص ۲۲۱

(46) یعنی وہ مال جس کے بدلے میں نکاح زائل کیا جائے۔

(47) یعنی وہ مال جس کے بدلے میں غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے۔

(48) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۴

(49) المرجع السابق

مسئلہ ۳۷: نیت تجارت کے لیے یہ شرط ہے کہ وقت عقد نیت ہو، اگرچہ دلالتہ تو اگر عقد کے بعد نیت کی زکاۃ واجب نہ ہوئی۔ یو ہیں اگر رکھنے کے لیے کوئی چیز لی اور یہ نیت کی کہ نفع ملے گا تو بیچ ڈالوں گا تو زکاۃ واجب نہیں۔ (50)

مسئلہ ۳۸: تجارت کے لیے غلام خریدا تھا پھر خدمت لینے کی نیت کر لی پھر تجارت کی نیت کی تو تجارت کا نہ ہوگا جب تک ایسی چیز کے بدلے نہ بیچے جس میں زکاۃ واجب ہوتی ہے۔ (51)

مسئلہ ۳۹: موتی اور جواہر پر زکاۃ واجب نہیں، اگرچہ ہزاروں کے ہوں۔ ہاں اگر تجارت کی نیت سے لیے تو واجب ہو گئی۔ (52)

مسئلہ ۴۰: زمین سے جو پیداوار ہوئی اس میں نیت تجارت سے زکاۃ واجب نہیں، زمین عشری ہو یا خراجی، اس کی ملک ہو یا عاریت یا کرایہ پر لی ہو، ہاں اگر زمین خراجی ہو اور عاریت یا کرایہ پر لی اور بیچ وہ ڈالے جو تجارت کے لیے تھے تو پیداوار میں تجارت کی نیت صحیح ہے۔ (53)

مسئلہ ۴۱: مضارب (54) مال مضاربیت سے جو کچھ خریدنے، اگرچہ تجارت کی نیت نہ ہو، اگرچہ اپنے خرچ کرنے کے لیے خریدے، اس پر زکاۃ واجب ہے یہاں تک کہ اگر مال مضاربیت سے غلام خریدے۔ پھر ان کے پہننے کو کپڑا اور کھانے کے لیے غلہ وغیرہ خریدا تو یہ سب کچھ تجارت ہی کے لیے ہیں اور سب کی زکاۃ واجب۔ (55)

(۱۰) سال گزرنا، سال سے مراد قمری سال ہے یعنی چاند کے مہینوں سے بارہ مہینے۔ شروع سال اور آخر سال میں نصاب کامل ہے، مگر درمیان میں نصاب کی کمی ہو گئی تو یہ کمی کچھ اثر نہیں رکھتی یعنی زکاۃ واجب ہے۔ (56)

(50) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، ج ۳، ص ۲۳۱

(51) المرجع السابق، ص ۲۲۸

(52) تنویر الابصار والدر المختار، کتاب الزکاۃ، ج ۳، ص ۲۳۰

(53) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ ثمن المبیع وقام، ج ۳، ص ۲۲۲

(54) مضاربیت، تجارت میں ایک قسم کی شرکت ہے کہ ایک جانب سے مال ہو اور ایک جانب سے کام اور منافع میں دونوں شریک۔ کام کرنے والے کو مضارب اور مالک نے جو کچھ دیا اسے اس المال (مال مضاربیت) کہتے ہیں۔

تفصیلی معنویت کے لیے بہار شریعت حصہ ۱۴، میں مضاربیت کا بیان دیکھ لیجئے۔

(55) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وقام، ج ۳، ص ۲۲۱

(56) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۵

مسئلہ ۴۲: مال تجارت یا سونے چاندی کو درمیان سال میں اپنی جنس (57) یا غیر جنس سے بدل لیا تو اس کی وجہ سے سال گزرنے میں نقصان نہ آیا اور اگر چرائی کے جانور بدل لیے تو سال کٹ گیا یعنی اب سال اس دن سے شمار کریں گے جس دن بدلا ہے۔ (58)

مسئلہ ۴۳: جو شخص مالک نصاب ہے اگر درمیان سال میں کچھ اور مال اسی جنس کا حاصل کیا تو اُس نے مال کا جدا سال نہیں، بلکہ پہلے مال کا ختم سال اُس کے لیے بھی سال تمام ہے، اگرچہ سال تمام سے ایک ہی منٹ پہلے حاصل کیا ہو، خواہ وہ مال اُس کے پہلے مال سے حاصل ہوا یا میراث وہبہ یا اور کسی جائز ذریعہ سے ملا ہو اور اگر دوسری جنس کا ہے مثلاً پہلے اُس کے پاس اونٹ تھے اور اب بکریاں ملیں تو اس کے لیے جدید سال شمار ہوگا۔ (59)

مسئلہ ۴۴: مالک نصاب کو درمیان سال میں کچھ مال حاصل ہوا اور اس کے پاس دو نصائیں ہیں اور دونوں کا جدا جدا دیں گے۔ (60)

مسئلہ ۵۰: اس کے پاس روپے ہیں جن کی زکاۃ دے چکا ہے پھر ان سے چرائی کے جانور خریدے اور اس کے یہاں اس جنس کے جانور پہلے سے موجود ہیں تو ان کو ان کے ساتھ نہ ملائیں گے۔ (61)

مسئلہ ۵۱: کسی نے اسے چار ہزار روپے بطور ہبہ دیے اور سال پورا ہونے سے پہلے ہزار روپے اور حاصل کیے پھر ہبہ کرنے والے نے اپنے دیے ہوئے روپے حکم قاضی سے واپس لے لیے تو ان جدید روپوں کی بھی اس پر زکاۃ واجب نہیں جب تک ان پر سال نہ گزر لے۔ (62)

مسئلہ ۵۲: کسی کے پاس تجارت کی بکریاں ہیں، جن کی قیمت دو سو درم ہے اور سال تمام سے پہلے ایک بکری مرگئی، سال پورا ہونے سے پہلے اُس نے اس کی کھال نکال کر پکالی تو زکاۃ واجب ہے۔ (63) یعنی جب کہ وہ کھال نصاب کو پورا کرے۔

(57) سونا، چاندی تو مطلقاً یہاں ایک ہی جنس ہیں۔ یوں ان کے زیور، برتن وغیرہ اسباب، بلکہ مال تجارت بھی انہیں کی جنس سے شمار ہوگا، اگرچہ کسی قسم کا ہو کہ اس کی زکاۃ بھی چاندی سونے سے قیمت لگا کر دی جاتی ہے۔

(58) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۵

(59) الجوہرۃ السیرۃ، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ الخلیل، ص ۱۵۵

(60) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۵

(61) المرجع السابق

(62) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۵-۱۷۶

(63) المرجع السابق، ص ۱۷۶

مسئلہ ۵۳: زکاۃ دیتے وقت یا زکاۃ کے لیے مال علیحدہ کرتے وقت نیت زکاۃ شرط ہے۔ نیت کے یہ معنی ہیں کہ اگر پوچھا جائے تو بلا تامل بتا سکے کہ زکاۃ ہے۔ (64)

مسئلہ ۵۴: سال بھر تک خیرات کرتا رہا، اب نیت کی کہ جو کچھ دیا ہے زکاۃ ہے تو ادا نہ ہوئی۔ (65)

مسئلہ ۵۵: ایک شخص کو وکیل بنایا اُسے دیتے وقت تو نیت زکاۃ نہ کی، مگر جب وکیل نے فقیر کو دیا اس وقت موکل

(64) المرجع السابق، ص ۱۷۰

(65) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں اصل یہ ہے کہ زکاۃ میں نیت شرط ہے بے اس کے ادا نہیں ہوتی، فی الاشباہ ما الزکاۃ فلا یصح اداها الا بالنیۃ ۴۔ (اشہد میں ہے کہ زکاۃ کی ادائیگی نیت کی بغیر درست نہیں۔ ت)

(۴۔ الاشباہ والنظائر القاعدة الاولى من الفن الاول ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۰)

اور نیت میں اخلاص شرط ہے بغیر اس کے نیت مہمل، فی مجمع الانہر الزکاۃ عبادة فلا بد فیہا من الاخلاص ۱۔ (مجمع الانہر میں ہے زکاۃ عبادت ہے لہذا اس میں اخلاص شرط ہے۔ ت)

(۱۔ مجمع الانہر شرح ملتقى الاجر کتاب الزکاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۹۲)

اور اخلاص کے یہ معنی کہ زکاۃ صرف بہ نیت زکاۃ وادائے فرض و بجا آوری حکم الہی دی جائے، اس کی ساتھ اور کوئی امر منافی زکاۃ مقصود نہ ہو۔ تنویر الابصار میں ہے: الزکاۃ تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير غديرها شمس ولا مولاة مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه الله تعالى۔ ۲۔ زکاۃ شارع کی مقرر کردہ حصہ کا فقط رضائے الہی کے لئے کسی مسلمان فقیر کو اس طرح، ملک بنانا کہ ہر طرح سے مالک نے اس شے سے نفع حاصل نہ کرنا ہو بشرطیکہ وہ مسلمان ہاشمی نہ ہو اور نہ ہی اس کا مولیٰ ہو۔۔

(۲۔ درمختار کتاب الزکاۃ مطبع مجتہائی دہلی ۱/۱۲۹)

درمختار میں ہے: الله تعالى بیان لا شراط النیۃ۔ ۳۔ اللہ کے لئے ہو کے الفاظ نیت ہی کو شرط قرار دینے کیلئے ہیں۔۔

(۳۔ درمختار کتاب الزکاۃ مطبع مجتہائی دہلی ۱/۱۲۹)

ردالمحتار میں ہے: متعلق بتملیک ای لاجل امتثال امرہ تعالى۔ ۴۔ ان کلمات (لہ تعالیٰ) کا تعلق لفظ تملیک سے ہے یعنی یہ عمل فقط اپنے رب کریم کے حکم کی بجا آوری کے طور پر ہو۔ (۴۔ ردالمحتار کتاب الزکاۃ مصطفیٰ البابی مصر ۲/۴)

پھر اس میں اعتبار صرف نیت کا ہے اگرچہ زبان سے کچھ اور اظہار کرے، مثلاً دل میں زکاۃ کا ارادہ کیا ور زبان سے ہبہ یا قرض کہہ کر دیا صحیح مذہب پر زکاۃ ادا ہو جائیگی۔ شامی میں ہے:

لا اعتبار للتسمية فلو سماها هبة او قرضا تجزيه في الاصح ۵۔ (۵۔ ردالمحتار کتاب الزکاۃ مصطفیٰ البابی مصر ۲/۴)

نام لینے کا اعتبار نہیں، اگر کسی نے اس مال کو ہبہ یا قرض کہہ دیا تب بھی اصح قول کے مطابق زکاۃ ادا ہو جائے گی۔

نے نیت کر لی ہوگئی۔ (66)

مسئلہ ۵۶: دیتے وقت نیت نہیں کی تھی، بعد کو کی تو اگر وہ مال فقیر کے پاس موجود ہے یعنی اسکی ملک میں ہے تو یہ

نیت کافی ہے ورنہ نہیں۔ (67)

مسئلہ ۵۷: زکاۃ دینے کے لیے وکیل بنایا اور وکیل کو بہ نیت زکاۃ مال دیا مگر وکیل نے فقیر کو دیتے وقت نیت نہیں

کی ادا ہوگئی۔ یوہیں زکاۃ کا مال ذاتی کو دیا کہ وہ فقیر کو دے دے اور ذاتی کو دیتے وقت نیت کر لی تھی تو یہ نیت کافی

ہے۔ (68)

مسئلہ ۵۸: وکیل کو دیتے وقت کہا نفل صدقہ یا کفارہ ہے مگر قبل اس کے کہ وکیل فقیروں کو دے، اُس نے زکاۃ کی

نیت کر لی تو زکاۃ ہی ہے، اگرچہ وکیل نے نفل یا کفارہ کی نیت سے فقیر کو دیا ہو۔ (69)

مسئلہ ۵۹: ایک شخص چند زکاۃ دینے والوں کا وکیل ہے اور سب کی زکاۃ ملا دی تو اُسے تادان دینا پڑے گا اور جو

کچھ فقیروں کو دے چکا ہے وہ تبرع ہے یعنی نہ مالکوں سے اسکا معاوضہ پائے گا نہ فقیروں سے، البتہ اگر فقیروں کو دینے

سے پہلے مالکوں نے ماننے کی اجازت دے دی تو تادان اس کے ذمہ نہیں۔ یوہیں اگر فقیروں نے بھی اسے زکاۃ لینے کا

وکیل کیا اور اُس نے ملا دیا تو تادان اس پر نہیں مگر اس وقت یہ ضرور ہے کہ اگر ایک فقیر کا وکیل ہے اور چند جگہ سے اسے

اتنی زکاۃ ملی کہ مجموعہ بقدر نصاب ہے تو اب جو جان کر زکاۃ دے اس کی زکاۃ ادا نہ ہوگی یا چند فقیروں کا وکیل ہے اور

زکاۃ اتنی ملی کہ ہر ایک کا حصہ نصاب کی قدر ہے تو اب اس وکیل کو زکاۃ دینا جائز نہیں مثلاً تین فقیروں کا وکیل ہے اور چھ

سو ۶۰۰ درم ملے کہ ہر ایک کا حصہ دو سو ۲۰۰ ہو جو نصاب ہے اور چھ سو ۶۰۰ سے کم ملا تو کسی کو نصاب کی قدر نہ ملا

اور اگر ہر ایک فقیر نے اسے علیحدہ علیحدہ وکیل بنایا تو مجموعہ نہیں دیکھا جائے گا، بلکہ ہر ایک کو جو ملا ہے وہ دیکھا جائے گا

اور اس صورت میں بغیر فقیروں کی اجازت کے ملانا جائز نہیں اور ملا دے گا جب بھی زکاۃ ادا ہو جائیگی اور فقیروں کو

تادان دے گا اور اگر فقیروں کا وکیل نہ ہو تو اسے دے سکتے ہیں اگرچہ کتنی ہی نصابیں اُس کے پاس جمع ہو گئیں۔ (70)

مسئلہ ۶۰: چند اوقاف کے متولی کو ایک کی آمدنی دوسری میں ملانا جائز نہیں۔ یوہیں دمال کو زرخشن یا مہج کا

(66) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۵-۱۷۶

(67) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، ج ۳، ص ۲۲۲

(68) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، ج ۳، ص ۲۲۲

(69) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ خشن المسج و قاء، ج ۳، ص ۲۲۳

(70) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ خشن المسج و قاء، ج ۳، ص ۲۲۳

خط (71) جائز نہیں۔ یوہیں اگر چند فقیروں کے لیے سوال کیا تو جو ملا ہے اُن کی اجازت کے خلط کرنا جائز نہیں۔ یوہیں آٹا پیسے والے کو یہ جائز نہیں کہ لوگوں کے گیسوں ملا دے، مگر جہاں ملا دینے پر عرف جاری ہو تو ملا دینا جائز ہے اور ان سب صورتوں میں تاوان دے گا۔ (72)

مسئلہ ۶۱: اگر مؤکلوں (73) نے صراحۃً ملانے کی اجازت نہ دی مگر عرف ایسا جاری ہو گیا کہ وکیل ملا دیا کرتے ہیں تو یہ بھی اجازت سمجھی جائے گی، جب کہ مؤکل (74) اس عرف سے واقف ہو، مگر دلال کو خلط کی اجازت نہیں کہ اس میں عرف نہیں۔ (75)

مسئلہ ۶۲: وکیل کو اختیار ہے کہ مال زکاۃ اپنے لڑکے یا بی بی کو دیدے جب کہ یہ فقیر ہوں اور اگر لڑکا نابالغ ہے تو اُسے دینے کے لیے خود اس وکیل کا فقیر ہونا بھی ضروری ہے، مگر اپنی اولاد یا بی بی کو اس وقت دے سکتا ہے، جب مؤکل نے اُن کے سوا کسی خاص شخص کو دینے کے لیے نہ کہہ دیا ہو ورنہ انھیں نہیں دے سکتا۔ (76)

مسئلہ ۶۳: وکیل کو یہ اختیار نہیں کہ خود لے لے، ہاں اگر زکاۃ دینے والے نے یہ کہہ دیا ہو کہ جس جگہ چاہو صرف کرو تو لے سکتا ہے۔ (77)

مسئلہ ۶۴: اگر زکاۃ دینے والے نے اسے حکم نہیں دیا، خود ہی اُس کی طرف سے زکاۃ دے دی تو نہ ہوئی اگرچہ اب اُس نے جائز کر دیا ہو۔ (78)

مسئلہ ۶۵: زکاۃ دینے والے نے وکیل کو زکاۃ کا روپیہ دیا وکیل نے اُسے رکھ لیا اور اپنا روپیہ زکاۃ میں دے دیا تو جائز ہے، اگر یہ نیت ہو کہ اس کے عوض مؤکل کا روپیہ لے لے گا اور اگر وکیل نے پہلے اس روپیہ کو خود خرچ کر ڈالا بعد کو اپنا روپیہ زکاۃ میں دیا تو زکاۃ ادا نہ ہوئی بلکہ یہ تبرع ہے اور مؤکل کو تاوان دے گا۔ (79)

(71) یعنی دال کو خریدی گئی چیز کی قیمت یا خریدی گئی چیز کا ملانا۔

(72) الفتاویٰ الغالبیہ، کتاب الزکاۃ، فصل فی اداء الزکاۃ، ج ۱، ص ۱۲۵

(73) وکیل کرنے والوں۔

(74) یعنی وہ شخص جو وکیل مقرر کرے۔ وکیل کرنے والا۔

(75) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ خمن المسبوح وقام، ج ۳، ص ۲۲۳

(76) المرجع السابق، ص ۲۲۳

(77) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، ج ۳، ص ۲۲۳

(78) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ خمن المسبوح وقام، ج ۳، ص ۲۲۳

(79) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ خمن المسبوح وقام، ج ۳، ص ۲۲۳

- مسئلہ ۶۶: زکاۃ کے وکیل کو یہ اختیار ہے کہ بغیر اجازت مالک دوسرے کو وکیل بنا دے۔ (80)
- مسئلہ ۶۷: کسی نے یہ کہا کہ اگر میں اس گھر میں جاؤں تو مجھ پر اللہ (عزوجل) کے لیے ان سوروپوں کا خیرات کر دینا ہے پھر گیا اور جاتے وقت یہ نیت کی کہ زکاۃ میں دے دوں گا تو زکاۃ میں نہیں دے سکتا۔ (81)
- مسئلہ ۶۸: زکاۃ کا مال ہاتھ پر رکھا تھا، فقرالوٹ لے گئے ادا ہو گئی اور اگر ہاتھ سے گر گیا اور فقیر نے اٹھا لیا اگر یہ اسے پہچانتا ہے اور راضی ہو گیا اور مال ضائع نہیں ہوا تو ہو گئی۔ (82)
- مسئلہ ۶۹: امین کے پاس سے امانت ضائع ہو گئی، اس نے مالک کو دفع خصومت کے لیے کچھ روپے دے دیے اور دیتے وقت زکاۃ کی نیت کر لی اور مالک فقیر بھی ہے زکاۃ ادا نہ ہوئی۔ (83)
- مسئلہ ۷۰: مال کو بہ نیت زکاۃ علیحدہ کر دینے سے بری اللہ نہ ہوگا جب تک فقیروں کو نہ دیدے، یہاں تک کہ اگر وہ جاتا رہا تو زکاۃ ساقط نہ ہوئی اور اگر مر گیا تو اس میں وراثت جاری ہوگی۔ (84)
- مسئلہ ۷۱: سال پورا ہونے پر کل نصاب خیرات کر دی، اگرچہ زکاۃ کی نیت نہ کی بلکہ نفل کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی زکاۃ ادا ہو گئی اور اگر کل فقیر کو دے دیا اور منت یا کسی اور واجب کی نیت کی تو دینا صحیح ہے، مگر زکاۃ اس کے ذمہ ہے ساقط نہ ہوئی اور اگر مال کا کوئی حصہ خیرات کیا تو اس حصہ کی بھی زکاۃ ساقط نہ ہوگی، بلکہ اس کے ذمہ ہے اور اگر کل مال ہلاک ہو گیا تو کل کی زکاۃ ساقط (معاف) ہو گئی اور کچھ ہلاک ہوا تو جتنا ہلاک ہوا اس کی ساقط اور جو باقی ہے اس کی واجب، اگرچہ وہ بقدر نصاب نہ ہو۔ ہلاک کے یہ معنی ہیں کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع ہو گیا، مثلاً چوری ہو گئی یا کسی کو قرض و عاریت دی اُس نے انکار کر دیا اور گواہ نہیں یا وہ مر گیا اور کچھ ترکہ میں نہ چھوڑا اور اگر اپنے فعل سے ہلاک کیا مثلاً صرف کر ڈالا یا پھینک دیا یا غنی کو ہبہ (تحفہ) کر دیا تو زکاۃ بدستور واجب الادا ہے، ایک پیسہ بھی ساقط نہ ہوگا اگرچہ بالکل نادار ہو۔ (85)

مسئلہ ۷۲: فقیر پر اُس کا قرض تھا اور کل معاف کر دیا تو زکاۃ ساقط ہو گئی اور بجز معاف کیا تو اس جز کی ساقط ہو گئی اور اگر اس صورت میں یہ نیت کی کہ پورا زکاۃ میں ہو جائے تو نہ ہوگی اور اگر مالدار پر قرض تھا اور کل معاف کر دیا

(80) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع دفع، ج ۳، ص ۲۲۲

(81) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۱

(82) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۱۸۳

(83) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۱

(84) الدر المختار و ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع دفع، ج ۳، ص ۲۲۵

(85) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۱

تو زکاۃ ساقط نہ ہوئی بلکہ اُس کے ذمہ ہے۔ فقیر پر قرض تھا معاف کر دیا اور یہ نیت کی کہ فلاں پر جو دین ہے یہ اُس کی زکاۃ ہے ادا نہ ہوئی۔ (86)

مسئلہ ۷۳: کسی پر اُس کے روپے آتے ہیں، فقیر سے کہہ دیا اس سے وصول کر لے اور نیت زکاۃ کی کی بعد قبضہ ادا ہو گئی۔ فقیر پر قرض ہے اس قرض کو اپنے مال کی زکاۃ میں دینا چاہتا ہے یعنی یہ چاہتا ہے کہ معاف کر دے اور وہ میرے مال کی زکاۃ ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اُسے زکاۃ کا مال دے اور اپنے آتے ہوئے میں لے لے، اگر وہ دینے سے انکار کرے تو ہاتھ پکڑ کر چھین سکتا ہے اور یوں بھی نہ ملے تو قاضی کے پاس مقدمہ پیش کرے کہ اُس کے پاس ہے اور میرا نہیں دیتا۔ (87)

مسئلہ ۷۴: زکاۃ کا روپیہ مُردہ کی تجہیز و تکفین (کفن و فن) یا مسجد کی تعمیر میں نہیں صرف کر سکتے کہ تملیک فقیر نہیں پائی گئی اور ان امور میں صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک کر دیں اور وہ صرف کرے اور ثواب دونوں کو ہوگا بلکہ حدیث میں آیا، اگر سو ہاتھوں میں صدقہ گزرا تو سب کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا دینے والے کے لیے اور اس کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (88)

(86) المرجع السابق

(87) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، ج ۳، ص ۲۲۶، وغیرہ

(88) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن السبع و قاء، ج ۳، ص ۲۲۷

تاریخ بغداد، رقم: ۳۵۶۸، ج ۷، ص ۱۳۵

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

زکوٰۃ کا رکن تملیک فقیر ہے جس کام میں فقیر کی تملیک نہ ہو کیسا ہی کار حسن ہو جیسے تعمیر مسجد یا تکفین میت یا تنخواہ مدرسہ علم دین، اس سے زکوٰۃ نہیں ادا ہو سکتی۔ مدرسہ علم دین میں دینا چاہیں تو اس کے تین ۳ حصے ہیں: ایک یہ متولی مدرسہ کو مال زکوٰۃ دے اور اُسے مطلع کر دے کہ یہ مال زکوٰۃ کا ہے۔ اسے خاص مصارف زکوٰۃ میں صرف کرنا، متولی اس مال کو بخدار رکھے اور مال میں نہ ملائے اور اس سے غریب طلبہ کے کپڑے بنائے، کتابیں خرید کر دے یا ان کے وظیفہ میں دے جو محض بخطر امداد ہو، نہ کسی کام کی اجرت۔

دوسرے یہ کہ زکوٰۃ دینے والا کسی فقیر مصرف زکوٰۃ کو بہ نیت زکوٰۃ دے اور وہ فقیر اپنی طرف سے کھل یا بعض مدرسہ کی نذر کر دے۔ تیسرے یہ کہ مشنِ سرور پے زکوٰۃ کے دینے میں اور چاہتا ہے کہ مدرسہ علم دین کی ان سے مدد کرے تو مثلاً سیر گیہوں کسی محتاج مصرف زکوٰۃ کے ہاتھ سرور پے کو بیچے اور اسے مطلع کر دے کہ یہ قیمت ادا کرنے کو تمہیں ہم ہی دیں گے تم پر اس کا بار نہ پڑے گا، وہ قبول کر لے اس کے بعد سرور پیہ بہ نیت زکوٰۃ اس کو دے کر قابض کر دے اس کے بعد اپنے گیہوں کی قیمت میں وہ روپے اس سے لے لے، اگر وہ نہ دینا چاہے تو یہ خود اس سے لے سکتا ہے کہ یہ اس کا عین حق ہے، اب یہ روپے مدرسہ میں دے، ان پچھلی دونوں صورتوں میں یہ روپیہ

مسئلہ ۷۵: زکاۃ علانیہ اور ظاہر طور پر افضل ہے اور نفل صدقہ چھپا کر دینا افضل۔ (89) زکاۃ میں اعلان اس وجہ سے ہے کہ چھپا کر دینے میں لوگوں کو تہمت اور بدگمانی کا موقع ملے گا، نیز اعلان اوروں کے لیے باعث ترغیب ہے کہ اس کو دیکھ کر اور لوگ بھی دیں گے مگر یہ ضرور ہے کہ ریا نہ آنے پائے کہ ثواب جاتا رہے گا بلکہ گناہ و استحقاق عذاب ہے۔

مسئلہ ۷۶: زکاۃ دینے میں اس کی ضرورت نہیں کہ فقیر کو زکاۃ کہہ کر دے، بلکہ صرف نیت زکاۃ کافی ہے یہاں تک کہ اگر بہہ یا قرض کہہ کر دے اور نیت زکاۃ کی ہو ادا ہوگئی۔ (90) یوہیں نذر یا ہدیہ یا پان کھانے یا بچوں کے مٹھائی کھانے یا عیدی کے نام سے دی ادا ہوگئی۔ بعض محتاج ضرورت مند زکاۃ کا روپیہ نہیں لینا چاہتے، انہیں زکاۃ کہہ کر دیا جائے گا تو نہیں لیں گے لہذا زکاۃ کا لفظ نہ کہے۔

مسئلہ ۷۷: زکاۃ ادا نہیں کی تھی اور اب بیمار ہے تو وارثوں سے چھپا کر دے اور اگر نہ دی تھی اور اب دینا چاہتا ہے، مگر مال نہیں جس سے ادا کرے اور یہ چاہتا ہے کہ قرض لے کر ادا کرے تو اگر غالب گمان قرض ادا ہو جانے کا ہے تو بہتر یہ ہے کہ قرض لے کر ادا کرے ورنہ نہیں کہ حق العبد حق اللہ سے سخت تر ہے۔ (91)

مسئلہ ۷۸: مالک نصاب سال تمام سے پیشتر بھی ادا کر سکتا ہے، بشرطیکہ سال تمام پر بھی اس نصاب کا مالک رہے اور اگر ختم سال پر مالک نصاب نہ رہا یا اثنائے سال میں وہ مال نصاب بالکل ہلاک ہو گیا تو جو کچھ دیا نفل ہے اور جو شخص نصاب کا مالک نہ ہو، وہ زکاۃ نہیں دے سکتا یعنی آئندہ اگر نصاب کا مالک ہو گیا تو جو کچھ پہلے دیا ہے وہ اس کی زکاۃ میں محسوب نہ ہوگا۔ (92)

مسئلہ ۷۹: مالک نصاب اگر پیشتر سے چند نصابوں کی زکاۃ دینا چاہے تو دے سکتا ہے یعنی شروع سال میں ایک

تخوہ مدرسین وغیرہ ہر کار مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے والمسئلۃ فی الدرر وغیرہ من الاسفار الغری (اس مسئلہ کی تفصیل در اور دیگر معتبر کتب میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۶۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(89) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۱

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
زکاۃ اعلان کے ساتھ دینا بہتر ہے اور خفیہ دینا بھی بے تکلف روا ہے، اور اگر کوئی صاحب عزت حاجمند ہو کہ اعدیہ نہ لے گا یا اس میں سبکی سمجھے گا تو اسے خفیہ بھی دینا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۵۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(90) المرجع السابق

(91) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ خمس المسیح وفاء، ج ۳، ص ۲۲۸

(92) اختیاری الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۱

نصاب کا مالک ہے اور دو یا تین نصابوں کی زکاۃ دے دی اور ختم سال پر جتنی نصابوں کی زکاۃ دی ہے اتنی نصابوں کا مالک ہو گیا تو سب کی ادا ہو گئی اور سال تمام تک ایک ہی نصاب کا مالک رہا، سال کے بعد اور حاصل کیا تو وہ زکاۃ اس میں محسوب نہ ہوگی۔ (93)

مسئلہ ۸۰: مالک نصاب پیشتر سے چند سال کی بھی زکاۃ دے سکتا ہے۔ (94) لہذا مناسب ہے کہ تھوڑا تھوڑا زکاۃ میں دیتا رہے، ختم سال پر حساب کرے، اگر زکاۃ پوری ہو گئی فبہا اور کچھ کی ہو تو اب فوراً دیدے، تاخیر جائز نہیں کہ نہ اُس کی اجازت کہ اب تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرے، بلکہ جو کچھ باقی ہے کل فوراً ادا کر دے اور زیادہ دے دیا ہے تو سال آئندہ میں مجر کر دے (یعنی آئندہ سال میں اس کو شمار کر لے)۔

مسئلہ ۸۱: ایک ہزار کا مالک ہے اور دو ہزار کی زکاۃ دی اور نیت یہ ہے کہ سال تمام تک اگر ایک ہزار اور ہو گئے تو یہ اس کی ہے، ورنہ سال آئندہ میں محسوب ہوگی یہ جائز ہے۔ (95)

مسئلہ ۸۲: یہ گمان کر کے کہ پانسو روپے ہیں، پانسو کی زکاۃ دی پھر معلوم ہوا کہ چار ہی سو تھے تو جو زیادہ دیا ہے، سال آئندہ میں محسوب کر سکتا ہے۔ (96)

مسئلہ ۸۳: کسی کے پاس سونا چاندی دونوں ہیں اور سال تمام سے پہلے ایک کی زکاۃ دی تو وہ دونوں کی زکاۃ ہے یعنی درمیان سال میں ان میں سے ایک ہلاک ہو گیا، اگرچہ وہی جس کی نیت سے زکاۃ دی ہے تو جو رہ گیا ہے اُس کی زکاۃ یہ ہو گئی اور اگر اس کے پاس گائے بکری اونٹ سب بقدر نصاب ہیں اور پیشتر سے ان میں ایک کی زکاۃ دی تو جس کی زکاۃ دی، اُسی کی ہے دوسرے کی نہیں یعنی جس کی زکاۃ دی ہے اگر اثنائے سال میں اُس کی نصاب جاتی رہی تو وہ باقیوں کی زکاۃ نہیں قرار دی جائے گی۔ (97)

مسئلہ ۸۴: اثنائے سال میں جس فقیر کو زکاۃ دی تھی، ختم سال پر وہ مالدار ہو گیا یا مر گیا یا معاذ اللہ مرتد ہو گیا تو زکاۃ پر اُس کا کچھ اثر نہیں وہ ادا ہو گئی، جس شخص پر زکاۃ واجب ہے اگر وہ مر گیا تو ساقط ہو گئی یعنی اس کے مال سے زکاۃ دینا ضرور نہیں، ہاں اگر وصیت کر گیا تو تہائی مال تک وصیت نافذ ہے اور اگر عاقل بالغ ورثہ اجازت دے دیں تو کل مال

(93) مرجع سابق

(94) مرجع سابق

(95) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۶

(96) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، فصل فی اداء الزکاۃ، ج ۱، ص ۱۲۶

(97) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۷۶

سے زکاۃ ادا کی جائے۔ (98)

مسئلہ ۸۵: اگر شک ہے کہ زکاۃ دی یا نہیں تو اب دے۔ (99)



(98) المرجع السابق

(99) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی زکاۃ ثمن البیع و فاء، ج ۳، ص ۲۲۸

سائمہ کی زکاة کا بیان

سائمہ وہ جانور ہے جو سال کے اکثر حصہ میں چر کر گذر کرتا ہو اور اس سے مقصود صرف دودھ اور بچے لینا یا فرہ کرنا ہے۔ (1) اگر گھر میں گھاس لا کر کھلاتے ہوں یا مقصود بوجھ لادنا یا بل وغیرہ کسی کام میں لانا یا سواری لینا ہے تو اگرچہ چر کر گذر کرتا ہو، وہ سائمہ نہیں اور اس کی زکاة واجب نہیں۔ یوں اگر گوشت کھانے کے لیے ہے تو سائمہ نہیں، اگرچہ جنگل میں چرتا ہو اور اگر تجارت کا جانور چرائی پر ہے تو یہ بھی سائمہ نہیں، بلکہ اس کی زکاة قیمت لگا کر ادا کی جائے گی۔ (2)

مسئلہ ۱: چھ مہینے چرائی پر رہتا ہے اور چھ مہینے چارہ پاتا ہے تو سائمہ نہیں اور اگر یہ ارادہ تھا کہ اسے چارہ دیں گے یا اس سے کام لیں گے مگر کیا نہیں، یہاں تک کہ سال ختم ہو گیا تو زکاة واجب ہے اور اگر تجارت کے لیے تھا اور چھ مہینے یا زیادہ تک چرائی پر رکھا تو جب تک یہ نیت نہ کرے کہ یہ سائمہ ہے، فقط چرانے سے سائمہ نہ ہوگا۔ (3)

مسئلہ ۲: تجارت کے لیے خریدا تھا پھر سائمہ کر دیا، تو زکاة کے لیے ابتدائے سال اس وقت سے ہے خریدنے

(1) تنویر البصار، کتاب الزکاة، باب السائمۃ، ج ۳، ص ۲۳۲

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

تنویر البصار و در مختار میں ہے:

(السائمۃ المکتفیۃ بالرعی اکثر العام لقصد الدر والنسل) والسمن فی البدائع لو اسامہا للحم فلا زکوة کہا لو اسامہا للحمل والركوب، ولو للتجارة ففيها زکوة التجارة (فلو علفها نصفه لا تكون سائمۃ) فلا زکوة للشك فی الموجب اب (۱) در مختار باب السائمۃ مطبع مجتہبی دہلی ۱/ ۱۳۱

سائمہ وہ چوپایہ ہے جو سال کا اکثر حصہ باہر چر کر گزارا کرے، اگر ایسا جانور کسی نے دودھ، نسل اور گھی کے لیے رکھا ہو، بدائع میں ہے کہ اگر گوشت کے لیے ہو تو زکوة نہیں، جیسا کہ اگر کسی نے بوجھ لادنے یا سواری کے لیے رکھا تو زکوة نہیں، اگر تجارت کیلئے ہے تو اس میں زکوة ہوگی (اگر نصف سال چارہ ڈالا تو وہ جانور سائمہ نہ ہوگا) اس میں زکوة نہ ہوگی کیونکہ موجب میں شک ہے

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۳۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) اندر المختار و در المختار، کتاب الزکاة، باب السائمۃ، ج ۳، ص ۲۳۳

(3) لفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الثانی فی صدقہ السوائم، ج ۱، ص ۱۷۶

کے وقت سے نہیں۔ (4)

مسئلہ ۳: سال تمام سے پہلے سائمه کو کسی چیز کے بدلے بیچ ڈالا، اگر یہ چیز اس قسم کی ہے جس پر زکاۃ واجب ہوتی ہے اور پہلے سے اس کی نصاب اس کے پاس موجود نہیں، تو اب اس کے لیے اُس وقت سے سال شمار کیا جائے گا۔ (5)

مسئلہ ۴: وقف کے جانور اور جہاد کے گھوڑے کی زکاۃ نہیں۔ یوہیں اندھے یا ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے جانور کی زکاۃ نہیں، البتہ اندھا اگر چرائی پر رہتا ہے تو واجب ہے۔ (6) یوہیں اگر نصاب میں کمی ہے اور اس کے پاس اندھا جانور ہے کہ اس کے ملانے سے نصاب پوری ہو جاتی ہے تو زکاۃ واجب ہے۔
تین قسم کے جانوروں کی زکاۃ واجب ہے، جب کہ سائمه ہوں۔

(۱) اونٹ۔

(۲) گائے۔

(۳) بکری۔

لہذا ان کی نصاب کی تفصیل بیان کرنے کے بعد دیگر احکام بیان کیے جائیں گے۔



(4) تہذیب الاہل و العیال، کتاب الزکاۃ، باب السائمه، ج ۳، ص ۲۳۵

(5) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب السائمه، ج ۳، ص ۲۳۵

(6) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب السائمه، ج ۳، ص ۲۳۶

اونٹ کی زکاة کا بیان

صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پانچ اونٹ سے کم میں زکاة نہیں۔ (1) اور اس کی زکاة میں تفصیل صحیح بخاری شریف کی اس حدیث میں ہے، جو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔

مسئلہ ۱: پانچ اونٹ سے کم میں زکاة واجب نہیں اور جب پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں، مگر پچیس ۲۵ سے کم ہوں تو ہر پانچ میں ایک بکری واجب ہے یعنی پانچ ہوں تو ایک بکری، دس ۱۰ ہوں تو دو ۲، وغلیٰ ہذا القیاس۔ (2)

مسئلہ ۲: زکاة میں جو بکری دی جائے وہ سال بھر سے کم کی نہ ہو بکری دیں یا بکرا اس کا اختیار ہے۔ (3)

مسئلہ ۳: دو نصابوں کے درمیان میں جو ہوں وہ عفو ہیں یعنی اُن کی کچھ زکاة نہیں، مثلاً سات آٹھ ہوں، جب بھی وہی ایک بکری ہے۔ (4)

مسئلہ ۴: پچیس ۲۵ اونٹ ہوں تو ایک بنت مخاض یعنی اونٹ کا بچہ مادہ جو ایک سال کا ہو چکا، دوسری برس میں ہو۔ پینتیس ۳۵ تک یہی حکم ہے یعنی وہی بنت مخاض دیں گے۔ چھتیس ۶۰ سے پینتالیس ۳۵ تک میں ایک بنت لبون یعنی اونٹ کا مادہ بچہ جو دو سال کا ہو چکا اور تیسری برس میں ہے۔ چھیالیس ۴۶ سے ساٹھ ۶۰ تک میں دو حقتہ یعنی اونٹنی جو تین برس کی ہو چکی چوتھی میں ہو۔ اسی ۶۱ سے چھتر ۷۵ تک جذعہ یعنی چار سال کی اونٹنی جو پانچویں میں ہو۔ چھتر ۷۶ سے نوے ۹۰ تک میں دو بنت لبون۔ اکانوے ۹۱ سے ایک سو بیس ۱۲۰ تک میں دو حقتہ۔ اس کے بعد ایک سو پینتالیس ۱۴۵ تک دو حقتہ اور ہر پانچ میں ایک بکری، مثلاً ایک سو پچیس ۱۲۵ میں دو حقتہ ایک بکری اور ایک سو تیس ۱۳۰ میں دو حقتہ دو بکریاں، (5)

(1) صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب لیس فیما دون خمسۃ أوق صدقۃ، الحدیث: ۹۷۹، ص ۲۸۷

(2) فتاویٰ احمدیہ، کتاب الزکاة، الباب الثانی فی صدقۃ السوائم، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۱۷۷

(3) رد المحتار، کتاب الزکاة، باب نصاب الاہل، ج ۳، ص ۲۳۸

(4) رد المحتار، کتاب الزکاة، باب نصاب الاہل، ج ۳، ص ۲۳۸

(5) مزید آسانی کے لیے ذیل کا نقشہ ملاحظہ کیجئے: اونٹ کا نصاب

وعلیٰ ہذا القیاس (6)۔ پھر ایک سو پچاس ۱۵۰ میں تین حصہ اگر اس سے زیادہ ہوں تو ان میں ویسا ہی کریں جیسے شروع میں کیا تھا یعنی ہر پانچ میں ایک بکری اور پچیس ۲۵ میں بنت مخاض، چھتیس ۳۶ میں بنت لبون، یہ ایک سو چھیالیس ۱۸۶ بلکہ ایک سو پچانوے ۱۹۵ تک کا حکم ہو گیا یعنی اتنے میں تین حصہ اور ایک بنت لبون۔ پھر ایک سو چھیانوے ۱۹۶ سے دو سو ۲۰۰ تک چار حصہ اور یہ بھی اختیار ہے کہ پانچ بنت لبون دے دیں۔ پھر دو سو ۲۰۰ کے بعد وہی طریقہ برتیں، جو ایک سو پچاس ۱۵۰ کے بعد ہے یعنی ہر پانچ میں ایک بکری، پچیس ۲۵ میں بنت مخاض، چھتیس ۳۶ میں بنت لبون۔ پھر دو سو چھیالیس ۲۴۶ سے دو سو پچاس ۲۵۰ تک پانچ حصہ وعلیٰ ہذا القیاس۔ (7)

مسئلہ ۵: اونٹ کی زکاة میں جس موقع پر ایک یا دو یا تین یا چار سال کا اونٹ کا بچہ دیا جاتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ مادہ ہو، نہ دس دیں تو مادہ کی قیمت کا ہو ورنہ نہیں لیا جائے گا۔ (8)



تعداد جن پر زکاة واجب ہے	شرح زکاة
۵ سے ۹ تک	ایک بکری
۱۰ سے ۱۴ تک	دو بکریاں
۱۵ سے ۱۹ تک	تین بکریاں
۲۰ سے ۲۴ تک	چار بکریاں
۲۵ سے ۳۵ تک	ایک سال کی اونٹنی
۳۶ سے ۴۵ تک	دو سال کی اونٹنی
۴۶ سے ۶۰ تک	تین سال کی اونٹنی
۶۱ سے ۷۵ تک	چار سال کی اونٹنی
۷۶ سے ۹۰ تک	دو دو سال کی دو اونٹیاں
۹۱ سے ۱۲۰ تک	تین، تین سال کی دو اونٹیاں

(6) یعنی ایک سو پچیس ۱۳۵ میں دو حصہ تین بکریاں، ایک سو چالیس ۱۴۰ میں دو حصہ چار بکریاں اور ایک سو پچیس ۱۴۵ میں دو حصہ اور ایک بنت مخاض۔

(7) تمبین الحقائق، کتاب الزکاة، باب صدقۃ السوائم، ج ۲، ص ۳۲

والدر المختار رد المحتار، کتاب الزکاة، باب نصاب الاصل، ج ۳، ص ۲۳۸۔ ۲۳۰، وغیرہا

(8) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب نصاب الاصل، ج ۳، ص ۲۳۰

گائے کی زکاة کا بیان

ابوداؤد و ترمذی و نسائی و دارمی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو یہ فرمایا: کہ ہر تیس ۳۰ گائے سے ایک تمبیع یا سمیعہ لیں اور ہر چالیس ۴۰ میں ایک مسن یا مسنہ۔ (۱) اور اسی کے مثل ابوداؤد کی دوسری روایت امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ کام کرنے والے جانور کی زکاة نہیں۔ (۲)

مسئلہ ۱: تیس سے کم گائیں ہوں تو زکاة واجب نہیں، جب تیس ۳۰ پوری ہوں تو ان کی زکاة ایک تمبیع یعنی سال بھر کا بچھڑا یا سمیعہ یعنی سال بھر کی بچھیا ہے اور چالیس ۴۰ ہوں تو ایک مسن یعنی دو سال کا بچھڑا یا مسنہ یعنی دو سال کی بچھیا، انسٹھ ۵۹ تک یہی حکم ہے۔ پھر ساٹھ ۶۰ میں دو تمبیع یا سمیعہ پھر ہر تیس ۳۰ میں ایک تمبیع یا سمیعہ اور ہر چالیس ۴۰ میں ایک مسن یا مسنہ، مثلاً ستر ۷۰ میں ایک تمبیع اور ایک مسن اور اسی ۸۰ میں دو مسن (۳)، و علیٰ ہذا القیاس۔ اور جس

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الزکاة، باب فی زکاة السائمة، الحدیث: ۱۵۷۶، ج ۲، ص ۱۳۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ وہاں کا حاکم بنا کر، چونکہ اس زمانہ میں اسلامی حکام لوگوں کے ظاہری مال یعنی جانوروں اور زمینوں کی زکوة بھی وصول کرتے تھے جو بعد میں اپنے مصرف پر بہت احتیاط سے خرچ کر دی جاتی تھی اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ تلقین فرمائی۔

۲۔ بقر کے معنی ہیں چیرنا پھڑنا، چونکہ تیل زمین میں مل چلاتے ہیں جن سے زمین چر جاتی ہے اس لیے اسے بقر کہتے ہیں، بقرہ میں تا تائیس کی نہیں، وحدۃ نوئی یا صنفی کی ہے لہذا یہ لفظ تیل پر بولا جاتا ہے، چونکہ عرب میں بھینس نہیں ہوتی اس لیے ان کا ذکر نہ فرمایا ورنہ بھینس کی زکوة بھی گائے کی طرح ہے۔ خلاصہ یہ کہ گائے بھینس کا نصاب تیس ہے تیس میں ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے، پھر چالیس تک زکوة نہ بڑھے گی اور چالیس میں دو سالہ بچھڑا یا بچھڑی واجب، ساٹھ میں دو سمیعے اور ستر میں ایک سمیعہ اور ایک مسنہ۔ غرض کہ ہر تیس پر سمیعہ واجب ہوتا رہے گا (یک سالہ) اور ہر چالیس پر مسنہ (دو سالہ) چالیس کے بعد ساٹھ سے کم میں بہت اختلاف ہے، صاحبین کے ۷۱ اس زیادتی سے زکوة نہ بڑھے گی، امام اعظم سے اس میں تین روایتیں ہیں۔ اس کی تحقیق ہدایہ کی شرح میں دیکھو، یہ حدیث اگرچہ منقطع ہے کیونکہ اس میں مسروق نے حضرت معاذ سے روایت کی مگر انہوں نے معاذ سے ملاقات نہیں کی لیکن چونکہ بہت احادیث سے تقویت پہنچ چکی ہے اس لیے قابل عمل ہے اسی لیے ترمذی نے اسے احسن فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۸)

(۲) سنن ابی داؤد، کتاب الزکاة، باب فی زکاة السائمة، الحدیث: ۱۵۷۲، ج ۲، ص ۱۳۲

(۳) مزید آسانی کے لیے ذیل کا نقشہ ملاحظہ کیجئے: گائے کا نصاب

جگہ تیس ۳۰ اور چالیس ۴۰ دونوں ہو سکتے ہوں وہاں، اختیار ہے کہ جمع زکاۃ میں دیں یا مُسن، مثلاً ایک سو بیس ۱۲۰ میں اختیار ہے کہ چار جمع دیں یا تین مُسن۔ (4)

مسئلہ ۲: بھینس گائے کے حکم میں ہے اور اگر گائے بھینس دونوں ہوں تو زکاۃ میں ملا دی جائیں گی، مثلاً بیس ۲۰ گائے ہیں اور دس ۱۰ بھینسیں تو زکاۃ واجب ہوگئی اور زکاۃ میں اس کا بچہ لیا جائے جو زیادہ ہو یعنی گائیں زیادہ ہوں تو گائے کا بچہ اور بھینسیں زیادہ ہوں تو بھینس کا اور اگر کوئی زیادہ نہ ہو تو زکاۃ میں وہ لیں جو اعلیٰ ہے کم ہو اور ادنیٰ سے اچھا۔ (5)

مسئلہ ۳: گائے بھینس کی زکاۃ میں اختیار ہے کہ نہ لیا جائے یا مادہ، مگر افضل یہ ہے کہ گائیں زیادہ ہوں تو بچھیا اور نہ زیادہ ہوں تو بچھڑا۔ (6)



شرح زکاۃ	تعداد جن پر زکاۃ واجب ہے
ایک سال کا بچھڑا یا بچھیا	۳۰ سے ۳۹ تک
پورے دو سال کا بچھڑا یا بچھیا	۴۰ سے ۵۹ تک
ایک ایک سال کے دو بچھڑے یا بچھیاں	۶۰ سے ۶۹ تک
ایک سال کا بچھڑا یا بچھیا اور ایک دو سال کا بچھڑ	۷۰ سے ۷۹ تک
دو سال کے دو بچھڑے	۸۰ سے ۸۹ تک

(4) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ البقر، ج ۳، ص ۲۴۱

(5) الفتاویٰ احمدیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الثانی فی صدقہ السوائم، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۱۷۸

(6) المرجع السابق

بکریوں کی زکاة کا بیان

صحیح بخاری شریف میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب انھیں بحرین بھیجا تو فرائض صدقہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر فرمائے تھے لکھ کر دیے، ان میں بکری کی نصاب کا بھی بیان ہے اور یہ کہ زکاة میں نہ بوڑھی بکری دی جائے، نہ عیب والی نہ بکرا ہاں اگر مصدق (صدقہ وصول کرنے والا) چاہے تو لے سکتا ہے۔ (1) اور زکاة کے خوف سے نہ متفرق کو جمع کریں نہ مجتمع کو متفرق کریں۔

(1) صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، الحدیث: ۱۳۵۳، ۱۳۵۵، ج ۱، ص ۴۹۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت انس کو بحرین کا حاکم بنا کر بھیجا تو انہیں جو قوانین لکھ کر دیے ان میں زکوة کا قانون حسب ذیل تھا۔ خیال رہے کہ بحرین عرب کا ایک صوبہ ہے جو بصرہ سے قریب ہے، چونکہ یہ علاقہ دو دریاؤں کے بیچ میں ہے اس لیے اسے بحرین کہتے ہیں۔

۲۔ یعنی زکوة کا حکم اللہ نے دیا ہے اور اس کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور کسی حکم پر بغیر تفصیل معلوم ہوئے عمل نہیں ہو سکتا اس لیے بعد ہجرت زکوة دینا فرض ہوئی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ زکوة کا حکم ہجرت سے پہلے آیا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل بعد ہجرت بیان کی۔ چنانچہ ان کی آیتوں میں ملتا ہے "وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ"۔ حضرت صدیق کا مشاء یہ ہے کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ اپنے اجتہاد یا قرآن و حدیث میں تاویل سے نہیں بلکہ اللہ کے صریح حکم اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تفصیلی بیان سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرضیت اور حرمت کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کی جاسکتی ہے، یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے نماز و روزہ فرض کیا یا شراب و زنا حرام کیا۔

۱۸۔ جنگل میں چرنے والی وہ بکری ہے جو سال کا اکثر حصہ جنگل کی قدرتی پیداوار کھا کر پلے اگر زیادہ حصہ گھر کے چارے پر گزارے تو اسے عوفہ کہیں گے اس میں زکوة نہیں ہاں اگر تجارت کی بکریاں ہیں تو ان میں تجارتی زکوة ہے گھر چریں یا جنگل میں۔ خیال رہے کہ گر بکریوں کے دودھ کی تجارت کرتا ہو نہ کہ عین بکری کی تو ان میں تجارت کی زکوة نہیں۔

۱۹۔ خلاصہ یہ ہے کہ بکری کا نصاب چالیس ہے خواہ خالص بکریاں ہوں یا بکری بکرے مخلوط، خالص بکریوں میں زکوة نہیں کیونکہ ان کی نسل نہیں چلتی پھر پہلی کسر ۸۰ ہے جس میں زکوة نہیں بڑھتی یعنی ایک سو میں تک ایک ہی بکری واجب ہوتی ہے، ایک سو میں کے بعد پھر ۸۰ کسر ہے جس سے زکوة نہیں بڑھتی، دو سو تک دو بکریاں ہی واجب ہوتی ہیں، پھر سو کسر ہے جن سے زکوة نہیں بڑھتی تین سو تک تین ہی بکریاں رہتی ہیں تین سو کے بعد بھی سو ہی کسر ہے، چار سو پر ۴ بکریاں واجب ہوں گی، عام علماء کا یہی قول ہے ابنتہ امام غزالی اور حسن

مسئلہ ۱: چالیس ۴۰ سے کم بکریاں ہوں تو زکاة واجب نہیں اور چالیس ۴۰ ہوں تو ایک بکری اور یہی حکم ایک سو بیس ۱۲۰ تک ہے یعنی ان میں بھی وہی ایک بکری ہے اور ایک سو اکیس ۱۲۱ میں دو اور دو سو ایک ۲۰۱ میں تین ۳ اور چار سو ۴۰۰ میں چار ۴ پھر ہر سو پر ایک (۲) اور جو دو نصابوں کے درمیان میں ہے معاف ہے۔ (۳)

مسئلہ ۲: زکاة میں اختیار ہے کہ بکری دے یا بکرا، جو کچھ ہو یہ ضرور ہے کہ سال بھر سے کم کا نہ ہو، اگر کم کا ہو تو قیمت کے حساب سے دیا جاسکتا ہے۔ (۴)

مسئلہ ۳: بھیڑ و نہ بکری میں داخل ہیں، کہ ایک سے نصاب پوری نہ ہوتی ہو تو دوسری کو ملا کر پوری کریں اور زکاة میں بھی ان کو دے سکتے ہیں مگر سال سے کم کے نہ ہوں۔ (۵)

مسئلہ ۴: جانوروں میں نسب ماں سے ہوتا ہے، تو اگر ہرن اور بکری سے بچہ پیدا ہوا تو بکریوں میں شمار ہوگا اور نصاب میں اگر ایک کی کمی ہے تو اُسے ملا کر پوری کریں گے، بکرے اور ہرنی سے ہے تو نہیں۔ یوہیں نیل گائے اور نیل سے ہے تو گائے نہیں اور نیل گائے نہ اور گائے سے ہے تو گائے ہے۔ (۶)

ابن صالح رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اگر تین سو پر ایک بکری بھی زیادہ ہوگی تو چار بکریاں واجب ہوں گی مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے، ظاہری حدیث اسی کی تائید کر رہی ہے۔

۲۰۔ یہاں رجل سے مراد ہر بالغ عاقل مسلمان ہے مرد ہو یا عورت یعنی چونکہ بکری کا نصاب چالیس ہے لہذا اگر اتالیس بکریاں بھی ہوں تو زکاة واجب نہیں ہوگی، ہاں اگر مالک کچھ صدقہ نقلی دیدے تو اسے اختیار ہے۔ (مرآۃ السناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۵)

(۲) مزید آسانی کے لیے ذیل کا نقشہ ملاحظہ کیجئے: بکری کا نصاب

تعداد و جن پر زکاة فرض ہے	شرح زکاة
۴۰ سے ۱۲۰ تک	ایک بکری
۱۲۱ سے ۲۰۰ تک	دو بکریاں
۲۰۱ سے ۳۹۹ تک	تین بکریاں
۴۰۰ سے ۴۹۹ تک	چار بکریاں
پھر ہر سو پر	ایک بکری کا اضافہ

(۳) تحویر الابصار والدر المختار، کتاب الزکاة، باب زکاة النعم، ج ۳، ص ۲۴۳

والفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الثانی فی صدقۃ السوائم، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۱۷۸

(۴) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب زکاة النعم، ج ۳، ص ۲۴۳

(۵) المرجع السابق، ص ۲۴۲

(۶) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الثانی فی صدقۃ السوائم، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۱۷۸، وغیرہ

مسئلہ ۵: جن جانوروں کی زکاة واجب ہے وہ کم سے کم سال بھر کے ہوں، اگر سب ایک سال سے کم کے بچے ہوں تو زکاة واجب نہیں اور اگر ایک بھی اُن میں سال بھر کا ہو تو سب اسی کے تابع ہیں، زکاة واجب ہو جائے گی، یعنی مثلاً بکری کے چالیس ۴۰ بچے سال سال بھر سے کم کے خریدے تو وقت خریداری سے ایک سال پر زکاة واجب نہیں کہ اس وقت قابل نصاب نہ تھے بلکہ اُس وقت سے سال لیا جائے گا کہ ان میں کا کوئی سال بھر کا ہو گیا۔ یوہیں اگر اس کے پاس بقدر نصاب بکریاں تھیں اور چھ مہینے گزرنے کے بعد اُن کے چالیس ۴۰ بچے ہوئے پھر بکریاں جاتی رہیں، بچے باقی رہ گئے تو اب سال تمام پر یہ بچے قابل نصاب نہیں، لہذا زکاة واجب نہیں (7)۔

مسئلہ ۶: اگر اُس کے پاس اونٹ، گائیں، بکریاں سب ہیں مگر نصاب سے سب کم ہیں یا بعض تو نصاب پوری کرنے کے لیے خلط نہ کریں گے اور زکاة واجب نہ ہوگی۔ (8)

مسئلہ ۷: زکاة میں متوسط درجہ کا جانور لیا جائے گا چن کر عمدہ نہ لیں، ہاں اُس کے پاس سب اچھے ہی ہوں تو وہی لیں اور گا بھن اور وہ جانور نہ لیں جسے کھانے کے لیے قربہ کیا ہو، نہ وہ مادہ لیں جو اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے نہ بکرا لیا جائے۔ (9)

مسئلہ ۸: جس عمر کا جانور دینا واجب آیا وہ اس کے پاس نہیں اور اس سے بڑھ کر موجود ہے تو وہ دے دے اور جو زیادتی ہو واپس لے، مگر صدقہ وصول کرنے والے پر لے لینا واجب نہیں اگر نہ لے اور اُس جانور کو طلب کرے جو واجب آیا یا اس کی قیمت تو اُسے اس کا اختیار ہے جس عمر کا جانور واجب ہوا وہ نہیں ہے اور اس سے کم عمر کا ہے تو وہی دیدے اور جو کمی پڑے اُس کی قیمت دے یا واجب کی قیمت دیدے دونوں طرح کر سکتا ہے۔ (10)

مسئلہ ۹: گھوڑے، گدھے، خچر اگر چہ چرائی پر ہوں ان کی زکاة نہیں، ہاں اگر تجارت کے لیے ہوں تو ان کی قیمت لگا کر اُس کا چالیسواں ۴۰ حصہ زکاة میں دیں۔ (11)

مسئلہ ۱۰: دو نصابوں کے درمیان جو عفو ہے اس کی زکاة نہیں ہوتی یعنی بعد سال تمام اگر وہ عفو ہلاک ہو جائے تو زکاة میں کوئی کمی نہ ہوگی اور واجب ہونے کے بعد نصاب ہلاک ہوگئی تو اس کی زکاة بھی ساقط ہوگئی اور ہلاک پہلے عفو کی

(7) الجوهرة السيرة، کتاب الزکاة، باب زکاة الخیل، ص ۱۵۳

(8) تنویر الابصار والدر المختار، کتاب الزکاة، باب زکاة المال، ج ۳، ص ۲۸۰ وغیرہ

(9) در المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، ج ۳، ص ۲۵۱

(10) افتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاة، الباب الثانی فی صدقة السوائم، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۱۷۷

(11) تنویر ابصار والدر المختار، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، ج ۳، ص ۲۴۳ وغیرہ

طرف پھیریں گے، اس سے بچے تو اُس کے متصل جو نصاب ہے اس کی طرف پھر بھی بچے تو اس کے بعد علیٰ ہذا القیاس۔ مثلاً اسی ۸۰ بکریاں تھیں چالیس ۴۰ مرغئیں تو اب بھی ایک بکری واجب رہی کہ چالیس کے بعد دوسرا چالیس عفو ہے اور چالیس اونٹ میں پندرہ مرغئیں تو بہت مخاض واجب ہے کہ چالیس میں چار عفو ہیں وہ نکالے، اس کے بعد چھتیس ۳۶ کی نصاب ہے وہ بھی کافی نہیں، لہذا گیارہ اور نکالے، پچیس رہے ان میں بہت مخاض کا حکم ہے بس یہی دیں گے۔ (12)

مسئلہ ۱۱: دو بکریاں زکاة میں واجب ہوئیں اور ایک فرہ بکری دی جو قیمت میں دو کی برابر ہے زکاة ادا ہوگئی۔
 مسئلہ ۱۲: سال تمام کے بعد مالک نصاب نے نصاب خود ہلاک کر دی تو زکاة ساقط نہ ہوگی، مثلاً جانور کو چارا پانی نہ دیا گیا کہ مر گیا زکاة دینی ہوگی۔ یوں اگر اُس کا کسی پر قرض تھا اور وہ مقرض مالدار ہے سال تمام کے بعد اس نے معاف کر دیا تو یہ ہلاک کرنا ہے، لہذا زکاة دے اور اگر وہ نادار تھا اور اس نے معاف کر دیا تو ساقط ہوگئی۔ (13)
 مسئلہ ۱۳: مالک نصاب نے سال تمام کے بعد قرض دے دیا یا عاریت دی یا مال تجارت کو مال تجارت کے بدلے بیچا اور جس کو دیا تھا اُس نے انکار کر دیا اور بھٹن کے پاس ثبوت نہیں یا وہ مر گیا اور ترکہ نہ چھوڑا تو یہ ہلاک کرنا نہیں، لہذا زکاة ساقط ہوگئی۔ اور اگر سال تمام کے بعد مال تجارت کو غیر مال تجارت کے عوض بیچ ڈالا یعنی اس کے بدلے میں جو چیز لی اُس سے تجارت مقصود نہیں، مثلاً خدمت کے لیے غلام یا پہننے کے لیے کپڑے خریدے یا سائے کو سائے کے بدلے بیچا اور جس کے ہاتھ بیچا اُس نے انکار کر دیا اور اس کے پاس گواہ نہیں یا وہ مر گیا اور ترکہ نہ چھوڑا تو یہ ہلاک نہیں بلکہ ہلاک کرنا ہے، لہذا زکاة واجب ہے۔ سال تمام کے بعد مال تجارت کو عورت کے مہر میں دے دیا یا عورت نے اپنی نصاب کے بدلے شوہر سے خلع لیا تو زکاة دینی ہوگی۔ (14)

مسئلہ ۱۴: اس کے پاس روپے اشرفیاں تھیں جن پر سال گزرا مگر ابھی زکاة نہیں دی، ان کے بدلے تجارت کے لیے کوئی چیز خریدی اور یہ چیز ہلاک ہوگئی تو زکاة ساقط ہوگئی مگر جب کہ اتنی گراں (مہنگی) خریدی کہ اتنے نقصان کے ساتھ لوگ نہ خریدتے ہوں تو اُس کی اصلی قیمت پر جو کچھ زیادہ دیا ہے، اس کی زکاة ساقط نہ ہوگی کہ وہ ہلاک کرنا ہے اور اگر تجارت کے لیے نہ ہو، مثلاً خدمت کے لیے غلام خریدا، وہ مر گیا تو اس روپے کی زکاة ساقط نہ ہوگی۔ (15)

(12) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، ج ۳، ص ۲۳۶، وغیرہا

(13) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، ج ۳، ص ۲۳۷

(14) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، ج ۳، ص ۲۳۸-۲۵۰

(15) رد المحتار، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، ج ۳، ص ۲۳۸

مسئلہ ۱۵: بادشاہ اسلام نے اگرچہ ظالم یا باغی ہو، سائمه کی زکاۃ لے لی یا عشر وصول کر لیا اور انھیں محل پر صرف کیا تو اعادہ کی حاجت نہیں اور محل پر صرف نہ کیا تو اعادہ کیا جائے اور خراج لے لیا تو مطلقاً اعادہ کی حاجت نہیں۔ (16)

مسئلہ ۱۶: مُصَدَّق (زکاۃ وصول کرنے والے) کے سامنے سائمه بیع ڈالا تو مُصَدَّق کو اختیار ہے چاہے بقدر زکاۃ اس میں سے قیمت لے لے اور اس صورت میں بیع تمام ہوگئی اور چاہے جو جانور واجب ہوا وہ لے لے اور اس وقت جو لیا اس کے حق میں بیع باطل ہوگی اور اگر مُصَدَّق وہاں موجود نہ تھا بلکہ اس وقت آیا کہ مجلس عقد سے وہ دونوں جدا ہو گئے تو اب جانور نہیں لے سکتا، جو جانور واجب ہوا، اُس کی قیمت لے لے۔ (17)

مسئلہ ۱۷: جس غلّہ پر عشر واجب ہوا اُسے بیع ڈالا تو مُصَدَّق کو اختیار ہے چاہے بائع (فروخت کرنے والے) سے اس کی قیمت لے یا مشتری (خریدنے والے) سے اُتنا غلّہ واپس لے، بیع اس کے سامنے ہوئی ہو یا دونوں کے جدا ہونے کے بعد مُصَدَّق آیا۔ (18)

مسئلہ ۱۸: اشی ۸۰ بکریاں ہیں تو ایک بکری زکاۃ کی ہے، یہ نہیں کیا جاسکتا کہ چالیس ۴۰ چالیس ۴۰ کے دو ۲ گروہ کر کے دو ۲ زکاۃ میں لیں اور اگر دو ۲ شخصوں کی چالیس ۴۰ چالیس ۴۰ بکریاں ہیں تو یہ نہیں کر سکتے کہ انھیں جمع کر کے ایک گروہ کر دیں کہ ایک ہی بکری زکاۃ میں دینی پڑے، بلکہ ہر ایک سے ایک ایک لی جائے گی۔ یوں اگر ایک کی اُتالیس ۳۹ ہیں اور ایک کی چالیس ۴۰ تو اُتالیس ۳۹ والے سے کچھ نہ لیں گے، غرض نہ مجتمع کو متفرق کریں گے، نہ متفرق کو مجتمع۔ (19)

مسئلہ ۱۹: مولیٰ میں شرکت سے زکاۃ پر کچھ اثر نہیں پڑتا، خواہ وہ کسی قسم کی ہو۔ اگر ہر ایک کا حصہ بقدر نصاب ہے تو دونوں پر پوری پوری زکاۃ واجب اور ایک کا حصہ بقدر نصاب ہے دوسرے کا نہیں تو اس پر واجب ہے، اس پر نہیں مثلاً ایک کی چالیس ۴۰ بکریاں ہیں دوسرے کی تیس ۳۰ تو چالیس والے پر ایک بکری تیس والے پر کچھ نہیں اگر اور کسی کی بقدر نصاب نہ ہوں مگر مجموعہ بقدر نصاب ہے تو کسی پر کچھ نہیں۔ (20)

مسئلہ ۲۰: اشی ۸۰ بکریوں میں اکاسی ۸۱ شریک ہیں، یوں کہ ایک شخص ہر بکری میں نصف کا مالک ہے اور ہر

(16) الدر المختار کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، ج ۳، ص ۲۵۵

(17) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث، فی زکاۃ الذھب والفضۃ والعروض مسائل شتی، ج ۱، ص ۱۸۱

(18) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث، فی زکاۃ الذھب والفضۃ والعروض مسائل شتی، ج ۱، ص ۱۸۱

(19) المرجع السابق، وغیرہ

(20) المرجع السابق

بکری کے دوسرے نصف کا ان میں سے ایک ایک شخص مالک ہے تو اس کے سب حصوں کا مجموعہ چالیس ۴۰ کے برابر ہوا اور یہ سب صرف آدھی آدھی بکری کے حصہ دار ہوئے، مگر زکاة کسی پر نہیں۔ (21)

مسئلہ ۲۱: شرکت کی مولیٰ میں زکاة دی گئی تو ہر ایک پر اس کے حصہ کی قدر ہے، جو کچھ حصہ سے زائد گیا وہ شریک سے واپس لے لے، مثلاً ایک کی اکتالیس ۳۱ بکریاں ہیں، دوسرے کی بیاسی ۸۲، کل ایک سو تیس ۱۲۳ ہوئیں اور دو ۲ زکاة میں لی گئیں، یعنی ہر ایک سے ایک مگر چونکہ ایک ایک تہائی کا شریک ہے اور دوسرا دو کا، لہذا ہر بکری میں دو تہائی والے کی دو تہائیاں گئیں، جن کا مجموعہ ایک تہائی اور ایک بکری ہے اور ایک تہائی والے کی ہر بکری میں ایک تہائی گئی کہ مجموعہ دو تہائیاں ہوا اور اس پر واجب ایک بکری ہے، لہذا دو تہائیوں والا ایک تہائی والے سے تہائی لینے کا مستحق ہے اور اگر کل اسی ۸۰ بکریاں ہیں، ایک دو تہائی کا شریک ہے، دوسرا ایک تہائی کا اور زکاة میں ایک بکری لی گئی تو تہائی کا حصہ دار اپنے شریک سے تہائی بکری کی قیمت لے لے کہ اس پر زکاة واجب نہیں۔ (22)



(21) امداد مختار، کتاب الزکاة، باب زکاة المال، ج ۳، ص ۲۸۱

(22) رد المحتار، کتاب الزکاة، باب زکاة المال، ج ۳، ص ۲۸۰

سونے چاندی مال تجارت کی زکاة کا بیان

حدیث ۱: سنن ابی داؤد و ترمذی میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: گھوڑے اور لونڈی غلام کی زکاة میں نے معاف فرمائی تو اب چاندی کی زکاة ہر چالیس درہم سے ایک درہم ادا کرو، مگر ایک سونوے ۱۹۰ میں کچھ نہیں، جب دو سو ۲۰۰ درہم ہوں تو پانچ درہم دو۔ (۱)

حدیث ۲: ابو داؤد کی دوسری روایت انھیں سے یوں ہے، کہ ہر چالیس ۴۰ درہم سے ایک درہم ہے، مگر جب تک دو سو ۲۰۰ درہم پورے نہ ہوں کچھ نہیں جب دو سو ۲۰۰ پورے ہوں تو پانچ درہم اور اس سے زیادہ ہوں تو اسی حساب سے دیں۔ (۲)

(۱) جامع الترمذی، أبواب الزکاة، باب ما جاء فی زکاة الذهب والورق، الحدیث: ۶۲۰، ج ۲، ص ۱۲۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ گھوڑے سے مراد سواری کا گھوڑا اور غلام سے خدمت کا غلام مراد ہے یہاں گھوڑا اور غلام مثلاً بیان فرمایا گیا ورنہ حاجت اصلیہ میں گھرے ہوئے کسی مال کی زکوة نہیں یعنی میں نے ان چیزوں کی زکوة معاف کر دی یہاں مرقعات میں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور النور صلی اللہ علیہ وسلم احکام شرعیہ کے مالک ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے معاف کر دی یعنی اگر چاہتا تو ان سب کی زکوة واجب کر دیتا۔

۲۔ حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ چاندی کا نصاب دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ ہے جس سے کم میں زکوة واجب نہیں، پھر دو سو کے بعد انتالیس درہم تک معافی چالیس پر ایک درہم اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ چاندی سونے کی زکوة میں دو نصابوں کے درمیان نصاب کے پانچ حصہ سے کم معاف رہتا ہے اور پانچویں حصہ پر زکوة بڑھتی ہے۔ چنانچہ ساڑھے سات تولہ سونے کے بعد ڈیڑھ تولہ سے کم میں معافی ہوگی اور ڈیڑھ تولہ پر زکوة بڑھے گی، چاندی میں ساڑھے باون تولہ کے بعد سوا دس تولہ تک معافی اور ساڑھے دس تولہ پر زکوة بڑھے گی۔

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۸)

(۲) سنن ابی داؤد، کتاب الزکاة، باب فی زکاة الساعۃ، الحدیث: ۱۵۷۲، ج ۲، ص ۱۳۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۵۔ اس کی شرح ابھی گزر چکی۔ خیال رہے کہ چاندی کی زکوة میں سکہ رائج الوقت کا اعتبار نہیں بلکہ وزن ملحوظ ہے مگر تجارتی سامان کی زکوة میں سکہ رائج الوقت معتبر ہے کیونکہ چاندی میں خود اس پر زکوة ہے مگر تجارتی مال میں اس کی قیمت پر ہے لہذا دو سو درہم کا لفظ بہت وسیع ہے، چوری کی سزا میں بھی مسروقہ مال کی قیمت کا اعتبار ہے۔ (مرقاۃ) اس حدیث کی بنا پر صاحبین فرماتے ہیں کہ دو سو درہم کے بعد ←

حدیث ۳: ترمذی شریف میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جده مروی، کہ دو عورتیں حاضر خدمت اقدس ہوئیں، اُن کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے، ارشاد فرمایا: تم اس کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا: تو کیا تم اُسے پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے، عرض کی نہ۔ فرمایا: تو اس کی زکاۃ ادا کرو۔ (3)

ہر درہم پر زکوۃ واجب ہے کیونکہ مآزاد عام ہے مگر امام اعظم فرماتے ہیں کہ چالیس درہم سے کم میں زکوۃ نہیں، یہاں مآزاد سے مراد چالیس درہم ہیں جیسا کہ اوپر کے جملہ سے معلوم ہوا اور دوسری احادیث نے اس کی تصریح فرمادی، نیز ابوداؤد کی اس دوسری حدیث کی اسناد میں حادث و عاصم ہیں ان دونوں پر محدثین نے سخت جرح کی ہے لہذا یہ حدیث قابل سند نہیں۔ غرضکہ فہما زاد فعلی حساب ذالک کی عبارت مجروح ہے لہذا حق یہ یہی ہے کہ دوسو درہم کے بعد چالیس درہم سے کم پر زکوۃ نہ ہوگی۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۸)

(3) جامع الترمذی، أبواب الزکاۃ، باب ما جاء فی زکاۃ الحلی، الحدیث: ۶۳، ج ۲، ص ۱۳۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ سونے چاندی کے کنگن پہننے کے لیے تھے، تجارتی نہ تھے، وزنی تھے کہ ساڑھے سات تولہ ان کا وزن تھا اس لیے ان بیبیوں سے پوچھا گیا، یہ سوال فرمانا آئندہ حکم کی تمہید ہے جیسے رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے، کیوں پوچھا؟ آئندہ کلام کی تمہید کے لیے لہذا اس سوال سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے غلی ثابت نہیں ہو سکتی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر امتی کے ہر ایک عمل سے خبردار ہیں، دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے کس امتی کے اعمال آسمان کے تاروں کے برابر ہیں تو فرمایا عمر فاروق کے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ معلوم ہوا کہ ہر امتی کے اعمال بلکہ ان کے ٹوٹل کی بھی خبر ہے۔

۲۔ اس وعید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں زکوۃ سے مراد شرعی فرضی زکوۃ ہے نہ کہ نقلی صدقہ کیونکہ نقل ادا نہ کرنے پر سزا یا وعید نہیں ہوتی۔

۳۔ شاید امام ترمذی کو یہ حدیث صحیح ہو کر نہ ملی تو وہ اپنے علم کی بنا پر یہ فرما گئے ورنہ اصل حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ بلکہ خود ترمذی نے بھی حضرت علی سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاندی کی زکوۃ ہر چالیس درہم سے ایک درہم ادا کرو، نیز ابوداؤد و نسائی نے روایت کی کہ ایک عورت اپنی لڑکی کو لے کر حاضر بارگاہ نبوی ہوئی جس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے تو فرمایا کہ کیا ان کی زکوۃ دیتی ہو عرض کیا نہیں فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ کل تم کو دوزخ میں آگ کے کنگن پہنائے جائیں تو اس نے فوز اکنگن اتار کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینک دیئے اور بولی یہ اللہ رسول کے لیے صدقہ ہیں یہ حدیث بالکل صحیح ال سند ہے، نیز ابوداؤد نے عبد اللہ ابن شداد ابن الہاد سے روایت کی کہ ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنا واقعہ سنایا کہ میرے پاس ایک بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں ہاتھوں میں کنگن پہنے بیٹھی تھی تو فرمایا: اے عائشہ کیا ان کی زکوۃ دیتی ہو میں بولی نہیں تو فرمایا دوزخ میں جانے کے لیے یہ کافی ہیں، اسے حاکم نے بھی نقل فرمایا، اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ غرضکہ زیور پر زکوۃ واجب ہونے کی صحیح احادیث بہت ہیں اور قرآنی آیات سے ان کی تائید ہے، اگلی حدیث بھی آرہی ہے۔

حدیث ۴: امام مالک و ابو داؤد و ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں فرماتی ہیں: میں سونے کے زیور پہنا کرتی تھی، میں نے عرض کی یا رسول اللہ (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا یہ کنز ہے؟ (جس کے بارے میں قرآن مجید میں وعید آئی)؟ ارشاد فرمایا: جو اس حد کو پہنچے کہ اس کی زکاۃ ادا کی جائے اور ادا کر دی گئی تو کنز نہیں۔ (4)

حدیث ۵: امام احمد باسناد حسن اسما بنت یزید سے راوی، کہتی ہیں۔ میں اور میری خالہ حاضر خدمت اقدس ہوئیں اور ہم سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ ارشاد فرمایا: اس کی زکاۃ دیتی ہو، عرض کی نہیں۔ فرمایا: کیا ڈرتی نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے، اس کی زکاۃ ادا کرو۔ (5)

حدیث ۶: ابو داؤد و سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم دیا کرتے کہ جس کو ہم بیع (تجارت) کے لیے مہیا کریں، اس کی زکاۃ نکالیں۔ (6)

مسئلہ ۱: سونے کی نصاب ہیں ۲۰ مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کی دو سو ۲۰۰ درم یعنی ساڑھے باون تولے یعنی وہ تولہ جس سے یہ رائج روپیہ سوا گیارہ ماشے ہے۔ سونے چاندی کی زکاۃ میں وزن کا اعتبار ہے قیمت کا لحاظ نہیں، مثلاً سات تولے سونے یا کم کا زیور یا برتن بنا ہو کہ اس کی کاریگری کی وجہ سے دو سو ۲۰۰ درم سے

ہے۔ (فتح القدیر، مرقات) خیال رہے کہ ابن لہیعہ کو امام ترمذی نے ضعیف کہا مگر امام طحاوی نے ان کی توثیق کی ہے، امام اعظم کا مذہب نہایت قوی ہے اور استعمالی زیوروں پر زکوۃ فرض ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۳۷)

(4) سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب الکنز ما حو؟ وزکاۃ الحلی، الحدیث: ۱۵۶۳، ج ۲، ص ۳۷

(5) المسند للامام احمد بن حنبل، من حدیث أسماء بنت یزید، الحدیث: ۶۸۵، ج ۱۰، ص ۴۴۶

(6) سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب العروض اذا كانت للتجارة هل فیہا زکاۃ؟، الحدیث: ۱۵۶۲، ج ۲، ص ۳۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

یعنی سونے چاندی میں تو بہر حال زکوۃ ہے تجارت کے لیے ہو یا پہننے کے لیے یا کسی اور مقصد کے لیے مگر ان دونوں کے عدوہ دوسرے ماموں میں زکوۃ جب ہوگی کہ تجارت کے لیے ہوں اس قاعدہ کلیہ میں تمام مال داخل ہیں حتیٰ کہ کپڑے، زمین، غلہ، جانور بھی۔ خیال رہے کہ جانوروں میں سائمنہ کی زکوۃ اور ہے تجارتی کی زکوۃ کچھ اور، سائمنہ کی زکوۃ تو وہ ہے جو پہلے ذکر ہوئی کہ پانچ اونٹ میں ایک بکری، دس میں دو اونٹ، مگر تجارتی ونٹ میں قیمت اگر دو سو درہم تک پہنچے تو چالیسواں حصہ، اسی طرح پیداوار کی زکوۃ اور ہے مگر دانہ، پھلوں کی زکوۃ کچھ اور۔ پیداوار کی زکوۃ بیان ہو چکی کہ تھوڑی یا بہت زکوۃ واجب ہے دسواں یا بیسواں حصہ مگر ان کی تجارتی زکوۃ چالیسواں حصہ ہوئی جب کہ دو سو درہم کو پہنچیں بہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں کہ یہاں تجارتی زکوۃ مراد ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۳۹)

زائد قیمت ہو جائے یا سونا گراں ہو کہ ساڑھے سات تولے سے کم کی قیمت دو سو درم سے بڑھ جائے، جیسے آج کل کہ ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت چاندی کی کئی نصابیں ہوں گی، غرض یہ کہ وزن میں بقدر نصاب نہ ہو تو زکاة واجب نہیں قیمت جو کچھ بھی ہو۔ یوں سونے کی زکاة میں سونے اور چاندی کی زکاة میں چاندی کی کوئی چیز دی تو اس کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ وزن کا اگرچہ اس میں بہت کچھ صنعت ہو جس کی وجہ سے قیمت بڑھ گئی یا فرض کرو دس آنے بھری چاندی بک رہی ہے اور زکاة میں ایک روپیہ دیا جو سولہ آنے کا قرار دیا جاتا ہے تو زکاة ادا کرنے میں وہ بھی سمجھا جائے گا کہ سوا گیارہ ماشے چاندی دی، یہ چھ آنے بلکہ کچھ اوپر جو اس کی قیمت میں زائد ہیں لغو ہیں۔ (7)

مسئلہ ۲: یہ جو کہا گیا کہ ادائے زکاة میں قیمت کا اعتبار نہیں، یہ اسی صورت میں ہے کہ اُس کی جنس کی زکاة اُسی جنس سے ادا کی جائے اور اگر سونے کی زکاة چاندی سے یا چاندی کی سونے سے ادا کی تو قیمت کا اعتبار ہوگا، مثلاً سونے کی زکاة میں چاندی کی کوئی چیز دی جس کی قیمت ایک اشرفی ہے تو ایک اشرفی دینا قرار پائے گا، اگرچہ وزن میں اس کی چاندی پندرہ روپے بھر بھی نہ ہو۔ (8)

مسئلہ ۳: سونا چاندی جب کہ بقدر نصاب ہوں تو ان کی زکاة چالیسواں حصہ ہے، خواہ وہ ویسے ہی ہوں یا اُن کے سٹے جیسے روپے اشرفیاں یا ان کی کوئی چیز بنی ہوئی خواہ اس کا استعمال جائز ہو جیسے عورت کے لیے زیور، مرد کے لیے چاندی کی ایک نگ کی ایک انگٹھی ساڑھے چار ماشے سے کم کی یا سونے چاندی کے بلا زنجیر کے بٹن یا استعمال نا جائز ہو جیسے چاندی سونے کے برتن، گھڑی، عرمہ دانی، سلائی کہ ان کا استعمال مرد و عورت سب کے لیے حرام ہے یا مرد کے لیے سونے چاندی کا چھٹا یا زیور یا سونے کی انگٹھی یا ساڑھے چار ماشے سے زیادہ چاندی کی انگٹھی یا چند انگٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگٹھی، غرض جو کچھ ہو زکاة سب کی واجب ہے، مثلاً ۲۱ تولہ سونا ہے تو دو ماشہ زکاة واجب ہے یا ۵۲

(7) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب زکاة المال، ج ۳، ص ۲۶۷-۲۷۰

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فی الواقع سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا ساڑھے باون تولے ہے ان میں سے جو اُس کے پاس ہو اور سال پورا اس پر گزر جائے اور کھانے پینے مکان وغیرہ ضروریات سے بچے اور قرض اسے نصاب سے کم نہ کر دے تو اُس پر زکوة فرض ہے اگرچہ پینے کا زیور ہو زیور پہننا کوئی حاجت اصلیہ نہیں، گھر میں جو آدمی کھانے والے ہوں اس کا لحاظ شریعت مطہرہ نے پہلے ہی فرمایا، سال بھر کے کھانے پینے تمام مصارف سے جو بچا اور سال بھر رہا اُسی کا تو چالیسواں حصہ فرض ہوا ہے اور وہ بھی اس لیے کہ تمہیں آخرت میں بھی عذاب سے نجات ملے جس سے آدمی تمام جہان دے کر چھوٹے کو غنیمت سمجھے اور دنیا میں تمہارے مال میں ترقی ہو برکت ہو یہ خیال کرنا

کہ زکوة سے مال گھٹنے کا غرض صعب ایمان ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۲۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(8) رد المحتار، کتاب الزکاة، باب زکاة المال، ج ۳، ص ۲۷۰

تولہ ۶ ماشہ چاندی ہے تو ایک تولہ ۳ ماشہ ۶ رتی۔ (9)

مسئلہ ۴: سونے چاندی کے علاوہ تجارت کی کوئی چیز ہو، جس کی قیمت سونے چاندی کی نصاب کو پہنچے تو اس پر بھی زکاۃ واجب ہے یعنی قیمت کا چالیسواں ۴۰ حصہ اور اگر اسباب کی قیمت تو نصاب کو نہیں پہنچتی مگر اس کے پاس ان کے علاوہ سونا چاندی بھی ہے تو ان کی قیمت سونے چاندی کے ساتھ ملا کر مجموعہ کریں، اگر مجموعہ نصاب کو پہنچا زکاۃ واجب ہے اور اسباب تجارت کی قیمت اُس سٹکے سے لگائیں جس کا رواج وہاں زیادہ ہو، جیسے ہندوستان میں روپیہ کا زیادہ چلن ہے، اسی سے قیمت لگائی جائے اور اگر کہیں سونے چاندی دونوں کے سٹکوں کا یکساں چلن ہو تو اختیار ہے جس سے چاہیں قیمت لگائیں، مگر جب کہ روپے سے قیمت لگائیں تو نصاب نہیں ہوتی اور اثر فی سے ہو جاتی ہے یا بالعکس تو اسی سے قیمت لگائی جائے جس سے نصاب پوری ہو اور اگر دونوں سے نصاب پوری ہوتی ہے مگر ایک سے نصاب کے علاوہ نصاب کا پانچواں حصہ زیادہ ہوتا ہے، دوسرے سے نہیں تو اس سے قیمت لگائیں جس سے ایک نصاب اور نصاب کا پانچواں حصہ ہو۔ (10)

مسئلہ ۵: نصاب سے زیادہ مال ہے تو اگر یہ زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی زکاۃ بھی واجب ہے، مثلاً دو سو چالیس ۲۴۰ درم یعنی ۶۳ تولہ چاندی ہو تو زکاۃ میں چھ درم واجب، یعنی ایک تولہ ۶ ماشہ ۵۱ رتی یعنی ۵۲ تولہ ۶ ماشہ کے بعد ہر ۱۰ تولہ ۶ ماشہ پر ۳ ماشہ ۵۱ رتی بڑھائیں اور سونا تو تولہ ہو تو دو ۲ ماشہ ۵۳ رتی یعنی ۷ تولہ ۶ ماشہ کے بعد ہر ایک تولہ ۶ ماشہ پر ۳ ماشہ ۵۳ رتی بڑھائیں اور پانچواں حصہ نہ ہو تو معاف یعنی مثلاً نو تولہ سے ایک رتی کم اگر سونا ہے تو زکاۃ وہی ۷ تولہ ۶ ماشہ کی واجب ہے یعنی ۲ ماشہ۔ یوہیں چاندی اگر ۶۳ تولہ سے ایک رتی بھی کم ہے تو زکاۃ وہی ۵۲ تولہ ۶ ماشہ کی ایک تولہ ۳ ماشہ ۶ رتی واجب۔ یوہیں پانچویں حصہ کے بعد جو زیادتی ہے، اگر وہ بھی پانچواں حصہ ہے تو اُس کا چالیسواں حصہ واجب ورنہ معاف علیٰ ہذا القیاس۔ مال تجارت کا بھی یہی حکم ہے۔ (11)

مسئلہ ۶: اگر سونے چاندی میں کھوٹ ہو اور غالب سونا چاندی ہے تو سونا چاندی قرار دیں اور کل پر زکاۃ واجب ہے۔ یوہیں اگر کھوٹ سونے چاندی کے برابر ہو تو زکاۃ واجب اور اگر کھوٹ غالب ہو تو سونا چاندی نہیں پھر اس کی چند صورتیں ہیں۔ اگر اس میں سونا چاندی اتنی مقدار میں ہو کہ جدا کریں تو نصاب کو پہنچ جائے یا وہ نصاب کو نہیں پہنچتا مگر اس کے پاس اور مال ہے کہ اس سے مل کر نصاب ہو جائے گی یا وہ ٹخن میں چلتا ہے اور اس کی قیمت نصاب کو پہنچتی ہے تو ان

(9) الدر مختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج ۳، ص ۲۷۰، وغیرہ

(10) مرجع سابق، ص ۲۷۰-۲۷۲، وغیرہ

(11) الدر مختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج ۳، ص ۲۷۲

سب صورتوں میں زکاۃ واجب ہے اور اگر ان صورتوں میں کوئی نہ ہو تو اس میں اگر تجارت کی نیت ہو تو بشرائط تجارت اسے مال تجارت قرار دیں اور اس کی قیمت نصاب کی قدر ہو، خود یا اوروں کے ساتھ مل کر تو زکاۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔ (12)

مسئلہ ۷: سونے چاندی کو باہم خلط کر دیا تو اگر سونا غالب ہو، سونا سمجھا جائے اور دونوں برابر ہوں اور سونا بقدر نصاب ہے، تنہا یا چاندی کے ساتھ مل کر جب بھی سونا سمجھا جائے اور چاندی غالب ہو تو چاندی ہے، نصاب کو پہنچے تو چاندی کی زکاۃ دی جائے مگر جب کہ اس میں جتنا سونا ہے وہ چاندی کی قیمت سے زیادہ ہے تو اب بھی کل سونا ہی قرار دیں۔ (13)

مسئلہ ۸: کسی کے پاس سونا بھی ہے اور چاندی بھی اور دونوں کی کامل نصابیں تو یہ ضرور نہیں کہ سونے کو چاندی یا چاندی کو سونا قرار دے کر زکاۃ ادا کرے، بلکہ ہر ایک کی زکاۃ علیحدہ علیحدہ واجب ہے۔ ہاں زکاۃ دینے والا اگر صرف ایک چیز سے دونوں نصابوں کی زکاۃ ادا کرے تو اسے اختیار ہے، مگر اس صورت میں یہ واجب ہوگا کہ قیمت وہ لگائے جس میں فقیروں کا زیادہ نفع ہے مثلاً ہندوستان میں روپے کا چلن بہ نسبت اشرفیوں کے زیادہ ہے تو سونے کی قیمت چاندی سے لگا کر چاندی زکاۃ میں دے اور اگر دونوں میں سے کوئی بقدر نصاب نہیں تو سونے کی قیمت کی چاندی یا چاندی کی قیمت کا سونا فرض کر کے ملائیں پھر اگر ملانے پر بھی نصاب نہیں ہوتی تو کچھ نہیں اور اگر سونے کی قیمت کی چاندی چاندی میں ملائیں تو نصاب ہو جاتی ہے اور چاندی کی قیمت کا سونا سونے میں ملائیں تو نہیں ہوتی یا بالعکس تو واجب ہے کہ جس میں نصاب پوری ہو وہ کریں اور اگر دونوں صورت میں نصاب ہو جاتی ہے تو اختیار ہے جو چاہیں کریں مگر جب کہ ایک صورت میں نصاب پر پانچواں حصہ بڑھ جاتا ہے تو جس میں پانچواں حصہ بڑھ جائے وہی کرنا واجب ہے، مثلاً سوا چھبیس ۲۶ تولے چاندی ہے اور پونے چار تولے سونا، اگر پونے چار تولے سونے کی چاندی سوا چھبیس تولے آتی ہے اور سوا چھبیس تولے چاندی کا پونے چار تولے سونا آتا ہے تو سونے کو چاندی یا چاندی کو سونا جو چاہیں تصور کریں اور اگر پونے چار تولے سونے کے بدلے ۳۷ تولے چاندی آتی ہے اور سوا چھبیس تولے چاندی کا پونے چار تولے سونا نہیں ملتا تو واجب ہے کہ سونے کو چاندی قرار دیں کہ اس صورت میں نصاب ہو جاتی ہے، بلکہ پانچواں حصہ زیادہ ہوتا ہے اور اس صورت میں نصاب بھی پوری نہیں ہوتی۔ یوں اگر ہر ایک نصاب سے کچھ زیادہ ہے تو اگر زیادتی نصاب کا پانچواں ہے تو اس کی بھی زکاۃ دیں اور اگر ہر ایک میں زیادتی پانچواں حصہ نصاب سے کم ہے تو

(12) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج ۳، ص ۲۷۳-۲۷۵

(13) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج ۳، ص ۲۷۵-۲۷۷

دونوں ملائیں، اگر مل کر بھی کسی کی نصاب کا پانچواں حصہ نہیں ہوتا تو اس زیادتی پر کچھ نہیں اور اگر دونوں میں نصاب یا نصاب کا پانچواں حصہ ہو تو اختیار ہے، مگر جب کہ ایک میں نصاب ہو اور دوسرے میں پانچواں حصہ تو وہ کریں جس میں نصاب ہو اور اگر ایک میں نصاب یا پانچواں حصہ ہوتا ہے اور دوسرے میں نہیں تو وہی کرنا واجب ہے، جس سے نصاب ہو یا نصاب کا پانچواں حصہ۔ (14)

مسئلہ ۹: پیسے جب رائج ہوں اور دوسو ۲۰۰ درم چاندی (ساڑھے باون تولے) یا بیس مثقال سونے (ساڑھے سات تولے) کی قیمت کے ہوں تو ان کی زکاة واجب ہے (15)، اگرچہ تجارت کے لیے نہ ہوں اور اگر چلن اٹھ گیا ہو تو جب تک تجارت کے لیے نہ ہوں زکاة واجب نہیں۔ نوٹ کی زکاة بھی واجب ہے، جب تک ان کا رواج اور چلن ہو کہ یہ بھی ضمن اصطلاحی (16) ہیں اور پیسوں کے حکم میں ہیں۔

مسئلہ ۱۰: جو مال کسی پر دین (17) ہو، اس کی زکاة کب واجب ہوتی ہے اور ادا کب اس میں تین صورتیں ہیں۔ اگر دین قوی ہو، جیسے قرض جسے عرف میں دستکراں کہتے ہیں اور مال تجارت کا ضمن مثلاً کوئی مال اُس نے بہ نیت تجارت خریدا، اُسے کسی کے ہاتھ ادھار بیچ ڈالا یا مال تجارت کا کرایہ مثلاً کوئی مکان یا زمین بہ نیت تجارت خریدی، اُسے کسی کو سکونت یا زراعت کے لیے کرایہ پر دے دیا، یہ کرایہ اگر اُس پر دین ہے تو دین قوی ہوگا اور دین قوی کی زکاة بحالت دین ہی سال بہ سال واجب ہوتی رہے گی، مگر واجب الادا اُس وقت ہے جب پانچواں حصہ نصاب کا وصول ہو جائے، مگر جتنا وصول ہوا اتنے ہی کی واجب الادا ہے یعنی چالیس درم وصول ہونے سے ایک درم دینا واجب ہوگا اور اسی ۸۰ وصول ہوئے تو دو، وغیرہ القیاس۔ دوسرے دین متوسط کہ کسی مال غیر تجارتی کا بدل ہو مثلاً گھڑ کا غلہ یا سواری کا گھوڑا یا خدمت کا غلام یا اور کوئی شے حاجت اصلیہ کی بیچ ڈالی اور دام خریدار پر باقی ہیں اس صورت میں زکاة دینا اس وقت لازم آئے گا کہ دوسو درم پر قبضہ ہو جائے۔ یوہیں اگر مہورث کا دین اُسے ترکہ میں ملا اگرچہ مال تجارت کا عوض ہو، مگر وارث کو دوسو درم وصول ہونے اور مہورث کی موت کو سال گزرنے پر زکاة دینا لازم آئے گا۔ تیسرے دین ضعیف جو غیر مال کا بدل ہو جیسے مہر، بدل خلع، دیت، بدل کتابت یا مکان یا دوکان کہ بہ نیت تجارت خریدی نہ تھی اس کا کرایہ کرایہ دار پر چڑھا، اس میں زکاة دینا اس وقت واجب ہے کہ نصاب پر قبضہ کرنے کے بعد سال گزر جائے یا اس کے

(14) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب زکاة المال، ج ۳، ص ۲۷۸، وغیرہا

(15) فتاویٰ قاری الحدادیہ، ص ۲۹

(16) یعنی وہ ضمن ہے جو در حقیقت متاع (سامان) ہے لیکن لوگوں کی اصطلاح نے اسے ضمن بنا دیا۔

(17) یہاں دین سے مراد مطلقاً قرض ہی نہیں، بلکہ ہر وہ مال ہے جو کسی بھی سبب سے کسی شخص کے ذمہ واجب ہو۔

پاس کوئی نصاب اس جنس کی ہے اور اس کا سال تمام ہو جائے تو زکاۃ واجب ہے۔

پھر اگر دین قوی یا متوسط کئی سال کے بعد وصول ہو تو اگلے سال کی زکاۃ جو اس کے ذمہ دین ہوتی رہی وہ پیچھے سال کے حساب میں اسی رقم پر ڈالی جائے گی، مثلاً عمر و پرزید کے تین سو درم دین قوی تھے، پانچ برس بعد چالیس درم سے کم وصول ہوئے تو کچھ نہیں اور چالیس وصول ہوئے تو ایک درم دینا واجب ہوا، اب انتالیس باقی رہے کہ نصاب کے پانچویں حصہ سے کم ہے، لہذا باقی برسوں کی ابھی واجب نہیں اور اگر تین سو درم دین متوسط تھے تو جب تک دو سو درم وصول نہ ہوں کچھ نہیں اور پانچ برس بعد دو سو وصول ہوئے تو اکیس ۲۱ واجب ہوں گے، سال اول کے پانچ اب سال دوم میں ایک سو پچانوے رہے ان میں سے پینتیس کہ جنس سے کم ہیں معاف ہو گئے، ایک سو ساٹھ رہے اس کے چار درم واجب لہذا سال سوم میں ایک سو اکانوے رہے، ان میں بھی چار درم واجب، چہارم میں ایک سو ستاسی رہے، پنجم میں ایک سو ترسی رہے ان میں بھی چار چار درم واجب، لہذا کل اکیس درم واجب الادا ہوئے۔ (18)

مسئلہ ۱۱: اگر دین سے پہلے سال نصاب رواں تھا تو جو دین اثنائے سال میں کسی پر لازم آیا، اس کا سال بھی وہی قرار دیا جائے گا جو پہلے سے چل رہا ہے، وقت دین سے نہیں اور اگر دین سے پہلے اس جنس کی نصاب کا سال رواں نہ ہو تو وقت دین سے شمار ہوگا۔ (19)

مسئلہ ۱۲: کسی پر دین قوی یا متوسط ہے اور قرض خواہ کا انتقال ہو گیا تو مرتے وقت اس دین کی زکاۃ کی وصیت ضرور نہیں کہ اس کی زکاۃ واجب الادا تھی ہی نہیں اور وارث پر زکاۃ اس وقت ہوگی جب عورت کی موت کو ایک سال گزر جائے اور چالیس درم دین قوی نہیں اور دو سو درم دین متوسط میں وصول ہو جائیں۔ (20)

مسئلہ ۱۳: سال تمام کے بعد دائن نے دین معاف کر دیا یا سال تمام سے پہلے مال زکاۃ ہبہ کر دیا تو زکاۃ ساقط ہوگئی۔ (21)

مسئلہ ۱۴: عورت نے مہر کا روپیہ وصول کر لیا سال گزرنے کے بعد شوہر نے قبل دخول طلاق دے دی تو نصف مہر واپس کرنا ہوگا اور زکاۃ پورے کی واجب ہے اور شوہر پر واپسی کے بعد سے سال کا اعتبار ہے۔ (22)

(18) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، مطلب فی وجوب الزکاۃ فی دین المرصود، ج ۳، ص ۲۸۱-۲۸۳، وغیرہ

(19) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی وجوب الزکاۃ فی دین المرصود، ج ۳، ص ۲۸۳

(20) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، مطلب فی وجوب الزکاۃ فی دین المرصود، ج ۳، ص ۲۸۳

(21) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال، ج ۳، ص ۲۸۳-۲۸۵

(22) المرجع السابق، ص ۲۸۵

مسئلہ ۱۵: ایک شخص نے یہ اقرار کیا کہ فلاں کا مجھ پر دین ہے اور اُسے دے بھی دیا پھر سال بھر بعد دونوں نے کہا دین نہ تھا تو کسی پر زکاۃ واجب نہ ہوئی۔ (23) مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ اُس کے خیال میں دین ہو، ورنہ اگر محض زکاۃ ساقط کرنے کے لیے یہ حیلہ کیا تو عند اللہ مواخذہ کا مستحق ہے۔

مسئلہ ۱۶: مال تجارت میں سال گزرنے پر جو قیمت ہوگی اس کا اعتبار ہے، مگر شرط یہ ہے کہ شروع سال میں اس کی قیمت دو سو درم سے کم نہ ہو اور اگر مختلف قسم کے اسباب ہوں تو سب کی قیمتوں کا مجموعہ ساڑھے باون تو لے چاندی یا ساڑھے سات تو لے سونے کی قدر ہو۔ (24) یعنی جب کہ اس کے پاس یہی مال ہو اور اگر اس کے پاس سونا چاندی اس کے علاوہ ہو تو اسے ملا لیں گے۔

مسئلہ ۱۷: غلہ یا کوئی مال تجارت سال تمام پر دو سو درم کا ہے پھر نرخ بڑھ گھٹ گیا تو اگر اسی میں سے زکاۃ دینا چاہیں تو جتنا اس دن تھا اس کا چالیسواں حصہ دے دیں اور اگر اس قیمت کی کوئی اور چیز دینا چاہیں تو وہ قیمت لی جائے جو سال تمام کے دن تھی اور اگر وہ چیز سال تمام کے دن تر تھی اب خشک ہوگئی، جب بھی وہی قیمت لگائیں جو اس دن تھی اور اگر اس روز خشک تھی، اب بھیگ گئی تو آج کی قیمت لگائیں۔ (25)

مسئلہ ۱۸: قیمت اس جگہ کی ہونی چاہیے جہاں مال ہے اور اگر مال جنگل میں ہو تو اُس کے قریب جو آبادی ہے وہاں جو قیمت ہو اس کا اعتبار ہے۔ (26) ظاہر یہ ہے کہ یہ اس مال میں ہے جس کی جنگل میں خریداری نہ ہوتی ہو اور اگر جنگل میں خریدا جاتا ہو، جیسے لکڑی اور وہ چیزیں جو وہاں پیدا ہوتی ہیں تو جب تک مال وہاں پڑا ہے، وہیں کی قیمت لگائی جائے۔

مسئلہ ۱۹: کرایہ پر اٹھانے کے لیے دیگیں ہوں، اُن کی زکاۃ نہیں۔ یوہیں کرایہ کے مکان کی۔ (27)

مسئلہ ۲۰: گھوڑے کی تجارت کرتا ہے، مچھول (گھوڑے کے اوپر ڈالنے کا کپڑا) اور لگام اور رسیاں وغیرہ اس لیے خریدیں کہ گھوڑوں کی حفاظت میں کام آئیں گی تو اُن کی زکاۃ نہیں اور اگر اس لیے خریدیں کہ گھوڑے ان کے سمیت بیچے جائیں گے تو ان کی بھی زکاۃ دے۔ نان بائی نے روٹی پکانے کے لیے لکڑیاں خریدیں یا روٹی میں ڈالنے کو

(23) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، فی مسائل شتی، ج ۱، ص ۱۸۲

(24) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث فی زکاۃ الذہب والفضۃ والعروض، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۱۷۹

(25) المرجع السابق، ص ۱۷۹-۱۸۰

(26) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث فی زکاۃ الذہب والفضۃ والعروض، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۱۸۰

(27) المرجع السابق

نہک خرید اتوان کی زکاۃ نہیں اور روٹی پر چھڑکنے کو تیل خریدے تو تیلوں کی زکاۃ واجب ہے۔ (28)

مسئلہ ۲۱: ایک شخص نے اپنا مکان تین سال کے لیے تین سو درم سال کے کرایہ پر دیا اور اس کے پاس کچھ نہیں ہے اور جو کرایہ میں آتا ہے، سب کو محفوظ رکھتا ہے تو آٹھ مہینے گزرنے پر نصاب کا مالک ہو گیا کہ آٹھ ماہ میں دو سو درم کرایہ کے ہوئے، لہذا آج سے سال زکاۃ شروع ہوگا اور سال پورا ہونے پر پانسو ۵۰۰ درم کی زکاۃ دے کہ بیس ماہ کا کرایہ پانسو ہوا، اب اس کے بعد ایک سال اور گزرا تو آٹھ سو ۸۰۰ کی زکاۃ دے، مگر سال اول کی زکاۃ کے ساڑھے بارہ درم کم کیے جائیں۔ (29) بلکہ آٹھ سو میں چالیس کم کی زکاۃ واجب ہوگی کہ چالیس سے کم کی زکاۃ نہیں بلکہ عفو ہے۔

مسئلہ ۲۲: ایک شخص کے پاس صرف ایک ہزار درم ہیں اور کچھ مال نہیں، اس نے سو درم سالانہ کرایہ پر دس ۱۰ سال کے لیے مکان لیا اور وہ کل روپے مالک مکان کو دے دیے تو پہلے سال میں نو سو کی زکاۃ دے کہ سو کرایہ میں گئے، دوسرے سال آٹھ سو کی بلکہ پہلے سال کی زکاۃ کے ساڑھے بائیس درم آٹھ سو میں سے کم کر کے باقی کی زکاۃ دے۔ اسی طرح ہر سال میں سو روپے اور سال گزشتہ کی زکاۃ کے روپے کم کر کے باقی کی زکاۃ اُس کے ذمہ ہے اور مالک مکان کے پاس بھی اگر اس کرایہ کے ہزار کے سوا کچھ نہ ہو تو دو سال تک کچھ نہیں۔ دو سال گزرنے پر اب دو سو کا مالک ہوا، تین برس پر تین سو کی زکاۃ دے۔ یوں ہر سال سو درم کی زکاۃ بڑھتی جائے گی، مگر اگلی برسوں کی مقدار زکاۃ کم کرنے کے بعد باقی کی زکاۃ واجب ہوگی۔ صورت مذکورہ میں اگر اس قیمت کی کنیز کرایہ میں دی تو کرایہ دار پر کچھ واجب نہیں اور مالک مکان پر اُسی طرح وجوب ہے، جو درم کی صورت میں ہے۔ (30)

مسئلہ ۲۳: تجارت کے لیے غلام قیمتی دو سو درم کا دو سو میں خریدا اور ثمن بائع کو دے دیا، مگر غلام پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا، اب وہ بائع کے یہاں مر گیا تو بائع و مشتری دونوں پر دو سو کی زکاۃ واجب ہے اور اگر غلام دو سو درم سے کم قیمت کا تھا اور مشتری نے دو سو پر لیا تو بائع دو سو کی زکاۃ دے اور مشتری پر کچھ نہیں۔ (31)

مسئلہ ۲۴: خدمت کا غلام ہزار روپے میں بیچا اور ثمن پر قبضہ کر لیا، سال بھر بعد وہ غلام عیب دار نکلا اس بنا پر واپس ہوا، قاضی نے واپسی کا حکم دیا ہو یا اُس نے خود اپنی خوشی سے واپس لے لیا ہو تو ہزار کی زکاۃ دے۔ (32)

(28) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الثالث فی زکاۃ الذهب والفضۃ والعروض، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۱۸۰

(29) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، فی مسائل شتی، ج ۱، ص ۱۸۱

(30) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، فی مسائل شتی، ج ۱، ص ۱۸۱-۱۸۲

(31) المرجع السابق، ص ۱۸۲

(32) المرجع السابق

مسئلہ ۲۵: روپے کے عوض کھانا غلہ کپڑا وغیرہ فقیر کو دے کر مالک کر دیا تو زکاۃ ادا ہو جائے گی، مگر اس چیز کی قیمت جو بازار بھاؤ سے ہوگی وہ زکاۃ میں سمجھی جائے، بالائی مصارف مثلاً بازار سے لانے میں جو مزدور کو دیا ہے یا گاؤں سے منگوا یا تو کرایہ اور چونگی وضع نہ کریں گے یا پکوا کر دیا تو پکوائی یا لکڑیوں کی قیمت مجرا نہ کریں، بلکہ اس پکی ہوئی چیز کی جو قیمت بازار میں ہو، اس کا اعتبار ہے۔ (33)



عاشر کا بیان

مسئلہ ۱: عاشر اُس کو کہتے ہیں جسے بادشاہ اسلام نے راستہ پر مقرر کر دیا ہو کہ تجارت (تجارت کرنے والے) جو اموال لے کر گزریں، اُن سے صدقات وصول کرے۔ عاشر کے لیے شرط یہ ہے کہ مسلمان خر (جو غلام نہ ہو) غیر ہاشمی ہو، چور اور ڈاکوؤں سے مال کی حفاظت پر قادر ہو۔ (1)

مسئلہ ۲: جو راہ گیر یہ کہے کہ میرے اس مال پر نیز گھر میں جو موجود ہے کسی پر سال نہیں گزرا یا کہتا ہے کہ میں نے اس میں تجارت کی قیمت نہیں کی یا کہے یہ میرا مال نہیں بلکہ میرے پاس امانت یا بطور مضاربہ ہے، بشرطیکہ اس میں اتنا نفع نہ ہو کہ اس کا حصہ نصاب کو پہنچ جائے یا اپنے کو مزدور یا مکاتب یا ماذون بتائے یا اتنا ہی کہے کہ اس مال پر زکاۃ نہیں، اگرچہ وجہ نہ بتائے یا کہے مجھ پر دین ہے جو مال کے برابر ہے یا اتنا ہے کہ اُسے نکالیں تو نصاب باقی نہ رہے یا کہے دوسرے عاشر کو دے دیا ہے اور جس کو دینا بتاتا ہے واقع میں وہ عاشر ہے اور اس عاشر کو بھی اس کا عاشر ہونا معلوم ہو یا کہے شہر میں فقیروں کو زکاۃ دے دی اور اپنے بیان پر حلف کرے تو اُس کا قول مان لیا جائے گا، اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ اس سے رسید طلب کریں کہ رسید کبھی جعلی ہوتی ہے اور کبھی غلطی سے رسید نہیں لی جاتی اور کبھی گم ہو جاتی ہے اور اگر رسید پیش کی اور اس میں اس عاشر کا نام نہیں جسے اُس نے بتایا، جب بھی حلف لے کر اُس کا قول مان لیں گے اور اگر چند سال گزرنے پر معلوم ہوا کہ اُس نے جھوٹ کہا تھا تو اب اُس سے زکاۃ لی جائے گی۔ (2)

مسئلہ ۳: اگر اس مال پر سال نہیں گزرا مگر اس کے مکان پر جو مال ہے اس پر سال گزر گیا ہے اور اس مال کو اس مال کے ساتھ ملا سکتے ہوں تو اس کا قول نہیں مانا جائے گا۔ یوں اگر ایسے عاشر کو دینا بتائے جو اُسے معلوم نہیں یا کہے کسی بد مذہب کو زکاۃ دے دی یا کہے شہر میں فقیر کو نہیں دی بلکہ شہر سے باہر جا کر دی تو ان سب صورتوں میں اس کا قول نہ مانا جائے۔ (3)

مسئلہ ۴: سائمه اور اموال باطنہ میں اس کا قول نہیں مانا جائے گا اور جن امور میں مسلمان کا قول مانا جاتا ہے، ذی

(1) البحر الرائق، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، ج ۲، ص ۲۰۲

(2) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الرابع فیمن یر علی العاشر، ج ۱، ص ۱۸۳

والدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، مطلب: لا تسقط الزکاۃ الخ، ج ۳، ص ۲۸۹-۲۹۱

(3) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، مطلب: لا تسقط الزکاۃ الخ، ج ۳، ص ۲۹۰

کافر کا بھی مان لیا جائے گا، مگر اس صورت میں کہ شہر میں فقیر کو دینا بتائے تو اس کا قول معتبر نہیں۔ (4)

مسئلہ ۵: حربی کافر کا قول بالکل معتبر نہیں، اگرچہ جو کچھ کہتا ہے اُس پر گواہ پیش کرے اور اگر کنیز کو ام ولد بتائے یا غلام کو اپنا لڑکا کہے اور اس کی عمر اس قابل ہو کہ یہ اس کا لڑکا ہو سکتا ہے یا کہے میں نے دوسرے کو دے دیا ہے اور جسے بتاتا ہے وہ وہاں موجود ہے تو ان امور میں حربی کا بھی قول مان لیا جائے۔ (5)

مسئلہ ۶: جو شخص دو سو درم سے کم کا مال لے کر گزرا تو عاشر اُس سے کچھ نہ لے گا، خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمی یا حربی، خواہ اُس کے گھر میں اور مال ہونا معلوم ہو یا نہیں۔ (6)

مسئلہ ۷: مسلمان سے چالیسواں حصہ لیا جائے اور ذمی سے بیسواں اور حربی سے دسواں حصہ۔ (7) حربی سے دسواں حصہ لینا اس وقت ہے جب معلوم نہ ہو کہ حربیوں نے مسلمانوں سے کتنا لیا تھا اور اگر معلوم ہو تو جتنا انہوں نے لیا مسلمان بھی حربیوں سے اتنا ہی لیں، مگر حربیوں نے اگر مسلمانوں کا کُل مال لے لیا ہو تو مسلمان کُل نہ لیں، بلکہ اتنا چھوڑ دیں کہ اپنے ٹھکانے پہنچ جائے اور اگر حربیوں نے مسلمانوں سے کچھ نہ لیا تو مسلمان بھی کچھ نہ لیں۔ (8)

مسئلہ ۸: حربی بچے اور مکاتب سے کچھ نہ لیں گے، مگر جب مسلمانوں کے بچوں اور مکاتب سے حربیوں نے لیا ہو تو مسلمان بھی اُن سے لیں۔ (9)

مسئلہ ۹: ایک بار جب حربی سے لے لیا تو دوبارہ اس سال میں نہ لیں، مگر جب لینے کے بعد دار الحرب کو واپس گیا اور اب پھر دار الحرب سے آیا تو دوبارہ لیں گے۔ (10)

مسئلہ ۱۰: حربی دار الاسلام میں آیا اور واپس گیا مگر عاشر کو خبر نہ ہوئی پھر دوبارہ دار الحرب سے آیا تو پہلی مرتبہ کا نہ لیں اور اگر مسلمان یا ذمی کے آنے اور جانے کی خبر نہ ہوئی اور اب دوبارہ آیا تو پہلی بار کا لیں گے۔ (11)

(4) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب العاشر، ج ۳، ص ۲۹۱

(5) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب العاشر، ج ۳، ص ۲۹۳

(6) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاة، الباب الرابع فیمن یر علی العاشر، ج ۱، ص ۱۸۳

(7) تنویر الابصار، کتاب الزکاة، باب العاشر، ج ۳، ص ۲۹۴

(8) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب العاشر، ج ۳، ص ۲۹۵

(9) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب العاشر، ج ۳، ص ۲۹۵

(10) تنویر الابصار، کتاب الزکاة، باب العاشر، ج ۳، ص ۲۹۵

(11) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب العاشر، ج ۳، ص ۲۹۶

مسئلہ ۱۱: ماؤن (۱۲) کے ساتھ اگر اس کا مالک بھی ہے اور اس پر اتنا دین نہیں، جو ذات و مال کو مستغرق (گھیرے ہوئے) ہو تو عاشر اس سے لے گا۔ (۱۳)

مسئلہ ۱۲: عاشر کے پاس ایسی چیز لے کر گزرا جو جلد خراب ہونے والی ہے، جیسے میوہ، ترکاری، خربزہ، تربز، دودھ وغیرہا، اگرچہ اُن کی قیمت نصاب کی قدر ہو مگر عشر نہ لیا جائے، ہاں اگر وہاں فقرا موجود ہوں تو لے کر فقرا کو بانٹ دے۔ (۱۴)

مسئلہ ۱۳: عاشر نے مال زیادہ خیال کر کے زکاۃ لی پھر معلوم ہوا کہ اتنے کا مال نہ تھا تو جتنا زیادہ لیا ہے سال آئندہ میں محسوب ہوگا اور اگر قصد از زیادہ لیا تو یہ زکاۃ میں محسوب نہ ہوگا کہ ظلم ہے۔ (۱۵)



(۱۲) یعنی وہ غلام جسے اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دے دی ہو۔

(۱۳) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب العاشر، ج ۳، ص ۲۹۹

(۱۴) المرجع السابق

(۱۵) الفتاویٰ الخانیہ، کتاب الزکاۃ، فصل فی اداء الزکاۃ، ص ۱۲۶

کان اور ذنیہ کا بیان

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رکاز (کان) میں خمس ہے۔ (1)

مسئلہ ۱: کان سے لوہا، سیرہ، تانبا، شیش، سونا چاندی نکلے، اس میں خمس (پانچواں حصہ) لیا جائے گا اور باقی پانے والے کا ہے۔ خواہ وہ پانے والا آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا ذمی، مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نابالغ، وہ زمین جس سے یہ چیزیں نکلیں عشری ہو یا خراجی۔ (2)

(1) صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب جرح العماء والنعدن الخ، الحدیث: ۱۷۱۰، ج ۱، ص ۹۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

س۔ یعنی اگر کسی کی زمین میں سونے چاندی یا کسی دھات کی قدرتی کان نکل آئے وہ پانچواں حصہ حکومت اسلامیہ کو دے گا اور چار حصہ اپنے خرچ میں لائے گا۔ خیال رہے کہ رکاز رکز سے بنا جس کے معنی ہیں چھپنا یا خفیہ ہونا اسی لیے پاؤں کی آہٹ کو رکز کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "أَوْ تَسْعَ لِهَيْبَةٍ رِجَالٍ"۔ جانور کے لات مار دینے کو بھی رکز کہتے ہیں۔ اصطلاح میں رکز کان کو بھی کہتے ہیں اور ذنیہ یعنی گاڑھے ہوئے خزانہ کو بھی۔ امام اعظم ابو حنیفہ کے ہاں رکاز سے کان مراد ہے اور امام شافعی کے ہاں ذنیہ، امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا رکاز کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ سونا جسے رب تعالیٰ نے زمین میں قدرتی پیدا فرمایا۔ (بیہقی عن ابی ہریرہ) نیز یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاز کا ذکر معدن کے ساتھ کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی معدن ہی ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ کان سے بعض چیزیں نکل جانے والی پیدا ہوتی ہیں جیسے سونا چاندی، لوہا اور باقی دھاتیں اور بعض پتلی جیسے پانی، تیل اور تار کول اور بعض چیزیں خشک نہ نکلنے والی جیسے چونا، ہڑتال، ہر قسم کے پتھر، یاقوت، نمک وغیرہ۔ امام اعظم کے ہاں صرف دھاتوں میں خمس واجب ہے اور امام شافعی کے ہاں صرف سونے چاندی میں، وہ باقی دھاتوں کو شکار کے جانور کی مثل مانتے ہیں جس کو مل جائے اسی کی۔ (لمعات، مرقات، اشعہ) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۷)

(2) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الخامس فی العادن والرکاز، ج ۱، ص ۱۸۳

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

الارض کثیرا ما تكون عشرية كما فتح (۱) وقسم بيننا، وما اسلم (۲) اهل طوعا قبل ان تظفر بهم وعشرية اشتراها ذمی من مسلم فأخذها مسلم بشفعة (۳) اور دلت علی البائع لفساد البیع (۴) او بخیار (۵) اور روية (۶) مطلقا او عیب (۷) باللقضاء وما احياء (۸) مسلم بقرب العشریات او لتساوی القرب (۹) الیہا والی ←

الخراجیات علی قول ابی یوسف الملتی بہ وسقاة عماء عشری وحدة او مع خراجی علی قول الطرفین و کالاحیاء جعلہ (۱۱ و ۱۰) دارہ ہستاد او مزرعة.

زمین بہت سی صورتوں میں عشری ہوتی ہے (جیسا کہ ان صورتوں میں ہے) مثلاً (۱) زمین مفتوحہ اور مسلمانوں میں تقسیم شدہ ہے (۲) وہاں کے باشندوں نے مسلمانوں کے غلبہ سے پہلے پہلے خوشی سے اسلام قبول کر لیا۔ (۳) زمین عشری تھی اسے کسی ذمی نے مسلمان سے خرید لیا پھر کسی مسلمان نے بذریعہ شفعہ حاصل کر لی (۴) یا فساد بیع کی وجہ سے (۵) یا اختیار شرط (۶) یا اختیار رویت ہر حال میں (۷) یا عیب کی صورت میں قاضی کی قضا سے وہ زمین بیچنے والے مسلمان کی طرف واپس لوٹ آئی ہے (۸) جو مسلمان نے آباد کی ہو عشری زمین کے قریب (۹) یا اس زمین کا قرب خراجی اور عشری زمین کے مساوی ہے امام ابو یوسف کے مفتی یہ قول کے مطابق، اور اسے صرف عشری پانی یا عشری اور خراجی دونوں پانی سیراب کرتے ہوں طرفین کے قول کے مطابق (۱۱، ۱۰) اور دار کی زمین کو باغ یا زرعی بنانا، آباد بنانے کی طرح ہے

کثیر اماتکون عراجیۃ کما فتح (۱) ومن علی اہلہا او نقل الیہ (۲) کفار آخر وما فتح صلحا (۳) و عشریۃ (۴) اشتراھا ذمی من مسلم و عراجیۃ (۵) اشتراھا مسلم وما احیاء (۶) ذمی باذن الامام اور ضغ لہ (۷) مطلقا او مسلم (۸) بقرب الخراجیات، او سقاة عماء خراجی صرفا علی القولین ومثلہ (۹) مسئلۃ الدار فی المسلم والذمی جیعا.

اور بہت سی صورتوں میں زمین خراجی ہوتی ہے (۱) زمین فتح کر لی گئی مگر اس کے باشندوں کو ہی بطور حسن سلوک واپس کر دی گئی (۲) ایسی زمین کی طرف دوسرے کفار کی منتقلی کی گئی ہو (۳) وہ زمین بطور صلح فتح کی گئی ہو (۴) زمین عشری تھی مگر کسی ذمی نے مسلمان سے خرید لی۔ (۵) ایسی زمین خراجی جسے کسی مسلمان نے خرید لیا۔ (۶) ایسی زمین جسے اذن امام سے کسی ذمی نے آباد کیا۔ (۷) جو زمین ذمی کو بطور عطیہ دے دی گئی (۸) کسی مسلمان نے اس زمین کو خراجی زمین کے قریب آباد کیا یا اسے دونوں قولوں کے مطابق محض خراجی پانی سے سیراب کیا (۹) اسی کی مثل مسئلہ دار ہے مسلمان اور ذمی کے حق میں کدھی کیلئے خراجی ہے

وقد تكون لا عشریۃ ولا عراجیۃ کما فتحناہ وابقیناہ لنا الی یوم القیمۃ او مات ملا کھا والت لبیت المال علی نزاع فی هذا قال فی رد المحتار عن الدر المنقذ شرح الملتی، هذا نوع ثالث یعنی لا عشریۃ ولا عراجیۃ من الاراضی نسبی ارض المملکۃ وارضی الحوز وهو ما مات اربابہ بلا وارث و آل لبیت المال او فتح عنوة ابقی للمسلمین الی یوم القیامۃ وحکمہ علی ما فی التاتارخانیۃ انه يجوز للامام دفعه للزارع باحد طریقین اما باقامتهم مقام الملاك فی الزراعة واعطاء الخراج واما باجارتها بقدر الخراج فیکون الماخوذ فی حق الامام خراجا و فی حق الاکرة اجرة لا غیر لا عشر ولا خراج اما باختصار۔

بعض اوقات زمین نہ شرعی ہوتی ہے اور نہ ہی خراجی، مثلاً ہم نے زمین فتح کی اور تا قیامت اسے مسلمانوں کے لیے وقف رکھا یا اس زمین کے مالک فوت ہو گئے اور وہ زمین بیت المال کی طرف لوٹ آئی، اس میں نزاع ہے۔ ردالمحتار میں ردالمحتلی شرح الملتعلی سے ہے کہ یہ زمین کی تیسری نوع ہے یعنی نہ وہ عسری ہے اور نہ وہ خراجی زمینوں میں سے ہے، ایسی زمینوں کو ارض مملکت اور اراضی حوزہ کہا جاتا ہے، اور یہ ایسی زمینیں ہیں جن کے مالک بلا وارث فوت ہو جائیں اور وہ زمین بیت المال کی طرف لوٹ آئے یا وہ زمین بطور غلبہ مفتوحہ ہو اور تا قیامت مسلمانوں کیلئے باقی رکھ دی ہو، تا تاخر خانیہ کے مطابق اس کا حکم یہ ہے کہ حاکم وقت اسے دو طریقوں میں سے کسی ایک کے مطابق زراعت کیسے دے سکتا ہے یا زراعت اور خراج دینے میں مالکوں کے قائم مقام بنادے یا بقدر خرچ اجارہ پردے دے اب اس زمین سے حاصل شدہ حکم کے حق میں خراج اور کرایہ پر لینے والوں پر سوائے اجرت کے کچھ نہ ہوگا، تو ان پر نہ عسری ہے نہ خراج اور اختصاراً۔

(۱) ردالمحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفیٰ الہابی مصر ۳/۲۸۰

و قال فی الدال بختار المشتراة من بیت المال اذا وقفها مشترها فلا عشر ولا خراج شرہ لالیة معربا للبحر، و کذا لو لم یوقفها کما ذکرہ فی شرح الملتعلی ص ۲۔

در مختار میں ہے کہ بیت المال سے خریدی ہوئی زمین کو جب مشتری وقف کرتا ہے تو اب اس پر نہ عسری ہے اور نہ خراج، شرہ لالیہ بحوالہ بحر اور اسی طرح اس وقت حکم ہے جب وقف نہ کرے جیسا کہ میں نے شرح الملتعلی میں ذکر کیا ہے۔

(۲) در مختار باب العشر والخراج والجزیۃ مطبع مجتہائی دہلی ۱/۳۳۸

قال الشامی لم یذکر فی البحر، العشر وانما قال بعد ما حقق ان الخراج یرتفع عن اراضی مصر لعودها الی بیت المال بموت ملا کہا فاذا اشتراها انسان من الامام، ملکها ولا خراج علیها لان الامام قد اخذ الہدیل للمسلمین و تمامہ فی التحفة المرضیۃ انعم ذکر العشر فی تلك الرسالة فقال انه لا یجب ایضا لانه لم یؤ فیہ نقلا۔

شامی کہتے ہیں کہ بحر میں عشر کا ذکر نہیں، انہوں نے اس کی تحقیق کے بعد کہا کہ اراضی مصر کے مالک فوت ہونے اور ان کے بیت المال کی طرف لوٹنے کی وجہ سے خراج ختم ہو گیا، تو اب کوئی انسان امام سے ایسی زمین خریدتا ہے تو وہ مالک بن جائیگا، اور خراج نہیں ہوگا کیونکہ امام نے اس کا بدل مسلمانوں کے لیے حاصل کر لیا ہے، اس کی تحصیل محض مرضیہ میں ہے اور اس رسالہ میں عشر کا ذکر ہے کہ عشر بھی واجب نہیں کیونکہ اس میں نقل نہیں پائی گئی۔

قلت ولا یخفی ما فیہ لانہم قد صرحوا بان فرضیۃ العشر ثابتۃ بالکتاب والسنة والاجماع والمعقول وبانہ یجب فیما لیس بعسری ولا خراجی کالمفاوز والجمال وبان الملك غیر شرط فیہ بل الشرط ملک الخراج ولان العشر یجب فی الخراج لا فی الارض فکان ملک الارض وعدمہ سواء کما فی البدائع ولا یلزم من سقوط الخراج سقوط العشر علی انه قد ینارخ فی سقوط الخراج حیث کانت من ارض الخراج او سقیبت بمائۃ الخال ملتقطا ←

میں کہتا ہوں یہ محل نظر ہے کیونکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ فرضیت عشر کتاب اللہ، سنت، اجماع اور قیاس سے ثابت ہے، اور اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ عشر اس زمین میں واجب ہے جو نہ عشری ہو اور نہ خراجی، مثلاً جنگل اور پہاڑ کی زمین، اور یہ بھی تصریح ہے کہ ملکیت اس پر شرط نہیں بلکہ زمین سے حاصل ہوئی چیز کی ملکیت شرط ہے اور اس لیے بھی کہ عشر حاصل شدہ میں لازم ہوتا ہے نہ کہ زمین میں، لہذا زمین کی ملکیت اور عدم ملکیت برابر ہے البدائع، سقوط خراج سے سقوط عشر لازم نہیں آتا، علاوہ ازیں سقوط خراج میں بھی اختلاف ہے جبکہ وہ زمین خراجی ہو یا خراجی پانی سے سیراب ہو یا خراج اختصاراً۔ (۱۔ رد المحتار باب الحشر والخراج والجزية مصطفیٰ البابی مصر ۳، ۲۷۹)

وہو ائی المسائل معروضہ فی الدرر وغیرہ من الاسفار الغرور ارض الہند علی سعتھا لا یبعد ان یوجد فیہا تلك الصور کلہا او جلہا فالمنصیر الی التبدین فای ارض ثبتت فیہا صورة اجری علیہا حکمہا من کونہا خراجیۃ او عشریۃ او لا ولا سبیل الی الجزم بحکم واحد من دون تحقیق وما یتوہم من ان القاسم بن محمد الثقفی افتتحہا عنوة سنة ثلث وتسعين ۲۔ کہا فی الفتح والبناء ولم یعلم قسماً بین المسلمین فوجب کیف وان قاسم لم یفتح منها الا شیئاً نزر ایسیر ۱ من احدی نواحیہا مما یلی ملتان والافتتاح عنوة لا تستلزم الخراجیۃ کہا علمت

باقی مسائل در مختار اور دیگر کتب میں معروف ہیں۔ ہندوستان کی زمین نہایت وسیع ہے اس میں مذکورہ تمام صورتوں یا اکثر کا پایا جانا بعید نہیں لہذا یہ حکم لگانے کے لیے کہ یہ عشری ہے یا خراجی، یا نہ عشری ہے نہ خراجی۔ زمین کا تعین ضروری ہے کہ کون سی زمین کا معاملہ درپیش ہے، تحقیق کے بغیر یقینی طور پر ایک حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اور جو یہ وہم کیا گیا ہے کہ قاسم بن محمد الثقفی نے ۹۳ھ کو ہندوستان کی زمین بطور غلبہ حاصل کی تھی۔ جیسا کہ فتح اور بنایہ میں ہے اور یہ معلوم نہیں کہ اس کا خراجی ہونا ضروری ہے، یہ وہم نہ کافی ہے اور نہ قوی، اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ قاسم نے بہت تھوڑا سا حصہ فتح کیا تھا جو ہندوستان کے ایک گوشہ ملتان کے ساتھ متصل تھا، اور بطور غلبہ حصوں زمین اس کے خراجی ہونے کو مستلزم نہیں جیسا کہ آپ نے جان لیا ہے (۲۔ فتح القدر باب الحشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۵/ ۲۸۰)

و کہا لم یعلم قسماً بیننا كذلك لم یثبت المن بها علی اہلہا فکیف یحکم بأیحاب الخراج علی المسلمین مع عدم ثبوت موجبہ، الا یمکن ان تكون الارض مما ابقى للمسلمین بل لعلہ الظاہر من صنیع السلاطین فان لا تكون فی اصل الوضع عشریۃ ولا خراجیۃ وما کان منها بأیدی الناس یتملکونہا ویتوارثونہا یحکم بانہا مملوكة لهم ویمثل علی ان منها ما کان مواتاً فأحییہا ومنها ما انتقل الیہم بوجہ صحیح من بیت الہل وبعد هذا لا تكون خراجیۃ قطعاً لانہا لم تکن فی بدء امرہا منها ولا یوضع الخراج علی مسم بدأ تكون عشریۃ علی ما حققہ فی رد المحتار وفارغۃ الوظیفین فی الصورة الثانیۃ علی ما فی التحفة المرضیۃ وغنیۃ ذوی الاحکام والدر المختار، قال ابن عابدین عدم ملک الزراع غیر معلوم لنا الا فی القرى والمزارع الموقوفة او المعلوم کونہا لبیت المال اما غیرہا فخر اہم یتوارثونہا جیلاً بعد جیل وفي الخیریۃ اذا ادعی واضع —

الید الذی تلقاها شراً أو ارثاً أو غیرها من اسباب الملك انہا ملکہ فالقول لہ او علی من یخاصمہ فی الملك البرہان اہ۔ وقد قالوا ان وضع الید والتصرف من اقوی ما یستدل بہ علی الملك ولذا تصح الشہادۃ بانہ ملکہ۔
تو جس طرح مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرنا معلوم نہیں اسی طرح ان باشندوں کو بطور حسن سلوک دینا بھی تو ثابت نہیں، تو عدم ثبوت تفتیش کے باوجود مسلمانوں پر وجوب اخراج کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے البتہ ایسا ممکن بلکہ مسلمان سلاطین سے زیادہ ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے یہ زمین مسلمانوں کے لیے رکھی ہو تو اب اصل مصرف کے اعتبار سے نہ یہ عشری ہے اور نہ خراجی، اور جو زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہو وہی اس کے مالک و وارث ہوں تو وہاں اس زمین کو انہی کی ملکوت کہا جائے گا اور یہی سمجھا جائے گا ان میں سے کچھ زمین غیر آباد تھی اسے مسلمانوں نے آباد کر لیا اور کچھ انکی طرف بیت المال سے بطریق صحیح آئی، اس کے بعد تو وہ قطعاً خراجی نہ ہوگی کیونکہ ابتداء وہ خراجی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کسی مسلمان پر ابتداء خراج لازم ہو سکتا ہے اور وہ عشری ہوگی جیسا کہ اس کی تفصیل رد المحتار میں ہے، اور وہ دوسری صورت میں دونوں وظیفوں (عشر و خراج) سے فارغ ہوگی جیسا کہ تحفہ مرضیہ، غنیۃ ذوی الاحکام اور در مختار میں ہے: ابن عابدین کہتے ہیں کہ ہمیں قری اور وقف شدہ کھیتوں کے علاوہ عدم ملک ذراع کا علم نہیں یا ہمیں معلوم ہے کہ یہ زمین بیت المال کی ہے، اس کے علاوہ زمین کے مسلمان ہر دور میں وارث بنتے اور خرید و فروخت کرتے چلے آ رہے ہیں، خیر یہ میں ہے کہ قبضہ کرنے والا جب کوئی دعویٰ کرے کہ یہ زمین مجھے شراہ یا ورثہ یا دیگر کسی سبب ملک کے ذریعے حاصل ہوئی ہے تو وہ اس کی ملک ہوگی اور اسی کا قول معتبر ہوگا یا جو اس کے ساتھ ملکیت میں خاصیت کرے اس پر دلیل کا لانا ہوگا اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ قبضہ اور تصرف، ملکیت پر قوی دلیل بنتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کے مالک ہونے پر شہادت دینا صحیح ہوتا ہے۔

امام ابو یوسف کی کتاب الخراج میں ہے کہ کسی حاکم کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کے قبضہ سے کوئی شے خارج کرے ماسوائے اس صورت کے جب دوسرے ہا حق ثابت و معروف ہو، اور ائمہ نے ان گرجوں کے بارے میں تصریح کی ہے جو کفار کی خاطر بنائے گئے وہ ایسے بیابان میں تھے جو شہر کی عمارتوں سے متصل ہے تو یہاں ادنیٰ یہی کہنا ہے کہ زمین انہی کی ملکیت میں باقی رہے گی جن کے وہ قبضہ میں ہے کیونکہ ممکن وہ زمین غیر آباد ہو اور ان لوگوں نے اسے آباد کیا یا وہ ان لوگوں کی طرف بطریق صحیح منتقل ہوئی ہو اور یہ ان کی طویل، خوبصورت اور صواب کو واضح کرنے والی عبارت کا خلاصہ ہے، (رد المحتار باب الحشر والخراج والجزیۃ مصطفیٰ البابی مصر ۳/ ۲۸۰)

اما ما قال فی آخرہ و الحاصل فی الاراضی الشامیۃ والبصریۃ ونحوہا ان ما علم منها کونہ لبیت المال بوجہ شرعی فحکمہ ما ذکرہ الشارح عن الفتح (ای سقط الخراج وماخوذ اجرة) وما لم یعلم فهو ملک لاربابہ والماخوذ منه خراج لا اجرة لانه خراجی فی اصل الوضع اہ۔

اور اس کے آخر میں یہ جو کہا کہ شام، مصر اور ان کی طرح دیگر علاقوں کی اراضی کے بارے میں اگر یہ علم ہو کہ بطریق شرعی بیت المال کو حاصل ہوئی ہیں تو ان کا حکم وہی ہے جس کا ذکر شارح نے فتح سے کیا (یعنی خراج ساقط ہو جائے گا اور جو حاصل کیا جائے گا وہ اجرت ہوگی) درجن زمینوں کا علم نہیں وہ ان کے مالکوں کی ہی ہوں گی اور اس سے خراج وصول کیا جائے گا نہ کہ اجرت، کیونکہ اصلاً ہے۔

یہ زمین خراجی ہے اھ (۱۔ رد المحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفیٰ البابی مصر ۳/۲۸۲)

فقد بان ان الوجه كونها خراجية في بدء الامر لما قدم في هذا البيان مستنداً للامام الثاني ان ارض العراق والشام ومصر عنوية خراجية تركت لاهلها الذين قهروا عليها اھ ۲۔

تو اب واضح کیا کہ ابتداء ان کے خراجی ہونے کی وجہ وہی ہے جس کو پہلے بیان کیا جو امام ثانی کی دلیل ہے کہ عراق، شام اور مصر کی زمینیں بطور غلبہ حاصل ہوئی ہیں اور خراجی ہیں کیونکہ انھیں اس کے ان سابقہ باشندوں کو دے دیا گیا جن سے بطور غلبہ حاصل کی گئی تھی اھ

(۲۔ رد المحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفیٰ البابی مصر ۳/۲۸۱)

وقال قبله قال ابو يوسف في كتاب الخراج ان تركها الامام في ايدي اهلها الذين قهروا عليها فهو حسن فان المسلمين افتتحو ارض العراق والشام ومصر ولم يقسموا شيئا من ذلك بل وضع عمر رضي الله تعالى عنه عليها الخراج وليس فيها خمس اھ ۳۔

اور اس سے پہلے لکھا کہ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں فرمایا اگر حاکم نے انھیں لوگوں کے پاس زمین رہنے دی جن سے بطور غلبہ حاصل کی تھی تو یہ بہت اچھا کیا کیونکہ مسلمانوں نے عراق، شام اور مصر کی زمینیں حاصل کیں تو انھیں تقسیم نہ کیا بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان زمینوں پر خراج لگایا اور ان میں خمس نہ رکھا گیا اھ

(۳۔ رد المحتار باب العشر والخراج والجزیۃ مصطفیٰ البابی مصر ۳/۲۷۹)

فهذا ما قال انه خراجي في اصل الوضع اماما نحن فيه اذ لم يثبت ذلك لا يمكن جعلها خراجية بالاحتمال وايضا به على المسلمين الذين ليسوا من اهلها بتصريح ذوى الكمال هذا ما ظهر لي والله تعالى اعلم بحقيقة الحال ثم رأيت في الفتاوى العزیزية، نقل عن رسالة مولانا الشيخ الجليل جلال التهانيسرى قدس سره السرى ما نصه بالعجمية زمین ہندوستان در ابتدائے فتح مانند سواد عراق کہ در عہد حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفتوح شدہ بود موقوف بر ملک بیت المال است و زمینداران را پیش از تولیت و داروغگی تر دو فراہم آوردن مزارعین و اعانت و زراعت و حفظ دخل نیست چنانچہ فقط زمیندار نیز اشعارے بآں می کند و تغیر و تبدل زمینداری عزل و نصب زمینداران و اخراج بعضے از آتہا و اقرار بعضے و عطاءے آراضی با فغان و بلوچاں و سادات و قدوائیاں بصیغہ زمینداری دلالت مریحہ بریں می کند پس دریں صورت جمیع اراضی ہندوستان مملوک بیت المال گشت و بعد مزارعت علی النصف او اقل منہ و دوست زمینداران ا۔

یہ وہی ہے جس کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ یہ اصل کے اعتبار سے خراجی ہیں مگر وہ جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں جب تک ثابت نہ ہو ان کا احتمال کی بنیاد پر خراجی قرار دینا اور مسلمانوں پر ایسی چیز کا وجوب جس کے وہ بقول صاحب کمال کے اہل نہیں، ممکن نہیں، یہ مجھ پر ظاہر ہوا ہے اور حقیقت حال سے اللہ تعالیٰ زیادہ واقف و آگاہ ہے، پھر میں نے فتاویٰ عزیز یہ میں دیکھا کہ انہوں نے مولانا شیخ

جمال الدین تھانیسری قدس سرہ السری کے رسالہ سے نقل کیا جو فارسی الفاظ میں یوں ہے: ہندوستان کی زمین ابتداء اسی طرح فتح ہوئی جس طرح عراق کی زمین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں فتح ہوئی تھی، یہ بیت المال کی ملکیت میں بطور وقف رہے گی اور زمینداروں کا اس سے زیادہ دخل نہیں کہ وہ ان زمینوں کے متولی، مختتم، مزارعین مہیا کرنے اور بیت المال کے لیے تعاون و زراعت اور نگرانی کریں گے، جیسا کہ لفظ زمیندار بھی اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے، زمینداری میں تغیر و تبدل، اور انھیں معزول و مقرر کرنا، ان میں سے بعض کا رکھنا اور بعض کا نکالنا، افغانیوں، بلوچوں، سادات اور قدوائیوں کو لفظ زمینداری کے ساتھ بعض زمینوں کا دینا بھی اسی پر تصریح ہے لہذا اس صورت میں ہندوستان کی تمام زمین بیت المال کی ملکیت ہے، نصف یا اس سے اقل پر مزارعت کے عقد کے ذریعے زمیندار کے قبضہ میں ہوگی۔ (اے فتاویٰ عزیزی مسئلہ اراضی عطائے سلطانی مطبع مجبائی دہلی ۱/ ۴۳)

فہذا صریح فیما استظہرنا من ان الفاتحین لم یقسموها ملکاً للمسلمین و الحکم فیہ ما بیننا و ذکر رحمہ اللہ تعالیٰ فی سواد العراق فمختار الائمة الشافعية کما بینہ فی رد المحتار اما عندنا فمسنون بہا علی اہلہا ولا یضرنہ الکلام فی التمثیل فعل ہذا ما ہایدی المسلمین من الاراضی لا تجعل الا عشریۃ مالم یثبت فی شہادۃ منہا کو نہا خراجیۃ بوجہ شرعی واللہ سبحانہ و تعالیٰ و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

یہ تمام اس پر تصریح ہے جیسے ہم نے اختیار کیا کہ فاتحین نے جن زمینوں کو نہ تقسیم کیا نہ وہاں کے باشندوں کو دیں بلکہ انھیں مسلمانوں کی ملکیت میں رکھا تو ان کا وہی حکم ہے جو ہم نے بیان کر دیا ہے، اور مذکور شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عراق کی زمین کے بارے میں جو کہا تو یہ امر شوافع کا مختار ہے جیسا کہ رد المحتار میں بیان ہوا ہے اور ہمارے نزدیک تو وہ زمین وہاں کے باشندوں کو بطور احسان دے دی گئی تھی لہذا بطور مثال لانا ہمیں نقصان دہ نہیں تو اب اس ضابطہ پر جو زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہوگی وہ عشری ہی ہوگی مگر اس صورت میں جب اس کے خراجی ہونے پر کوئی وجہ شرعی موجود ہو و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۰۲-۲۱۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

آگے لکھتے ہیں:

خراج دو قسم ہے: خراج مقاسمہ یعنی بٹائی کہ پیداوار کا نصف یا ثلث یا ربع یا خمس مقرر ہو اور خراج موظف کہ ایک مقدمہ زمین پر لازم کر دی جائے خواہ روپیہ، مثلاً سالانہ روپے بیگمہ جیسے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلے کی ہر جریب پر ایک صاع غلہ اور ایک درہم مقرر فرمایا، ظاہر یہ ہے کہ بلاد کا خراج موظف ہی تھا، بیت المال میں روپیہ ہی لیا جاتا نہ کہ غلہ، میوہ، ترکاری وغیرہ۔ بلکہ مدتوں سے عامہ بلاد میں سلاطین کا یہی رواج معلوم ہوتا ہے، ہدایہ میں فرمایا:

وفي دیارنا وظفوا من الدراهم فی الاراضی کلہا وترك كذلك لان التقدير یجب ان یکون بقدر الطاقة من ای شئی کان

ہمارے علاقہ میں تمام زمینوں پر دراہم کا تقرر کیا جاتا ہے، اور ترکوں کے ہاں بھی یہی ہے کیونکہ بقدر طاقت مقدار مقرر کرنا ضروری ہے چاہے وہ جس سے ہی ہو۔ (الہدایہ باب العشر والخراج المکتبۃ العربیۃ کراچی ۵۷۲/۲)

تو ظاہر ایہاں کا خراج موظف ہی سمجھنا چاہئے مگر جس زمین کی نسبت ثابت ہو کہ زمان سلطنت اسلام علی اللہ تعالیٰ عہد ہا میں اس پر خراج مقاسمہ تھا، خراج موظف بال اتفاق مالک زمین پر ہے اور خراج مقاسمہ صاحبین کے نزدیک مزارع پر امام کے نزدیک زمیندار پر کمائی، لدر والٹامیہ (جیسا کہ در اور شامیہ میں ہے۔ ت) کتا دیں، اگر مقدار معلوم ہو کہ زمانہ اسلام میں، علی اللہ تعالیٰ عہد ہا کی مقرر تھا، جب تو ظاہر ہے کہ اسی قدر دیں دو شرط سے، اولاً: خراج موظف میں جہاں جہاں مقدار مقرر فرمودہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے وہاں اس پر زیادت نہ ہو کہ مذہب صحیح میں اس پر اضافہ کسی سلطان کو نہیں پہنچتا، زائد ہو تو زیادت نہ دیں اور جہاں کوئی مقدار امیر المومنین سے منقول نہیں وہاں اور خراج مقاسمہ میں نصف سے زیادت نہ ہو کہ خلاف انصاف ہے زائد ہو تو نصف ہی دیں۔ ثانیاً: اتنے کی ادا اس زمین سے اب بھی ممکن ہو ورنہ بلحاظ طاقت دیں۔

فی التنویر التصنیف عن الانصاف فلا یزاد علیہ ۱۰۲

تویر میں ہے: نصف دینا عین انصاف ہے لہذا اس پر اضافہ نہ کیا جائے ۱۰۲

(۲) تنویر الابصار متن در مختار، باب العشر والخراج، مطبع مجتہبی دہلی، ۱/۳۳۹

فی رد المحتار لا یزاد علیہ فیہ ولا فی خراج المقاسمۃ ولا فی الموظف ۱۰۱ فی البدل المختار ولا فی الموظف علی مقدار ما وظفہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۰۲ فی التنویر وینقص مما وظف ان لم تطلق ۱۰۳ فی رد المحتار قال فی النہر لا یزید علی النصف وینبغی ان لا ینقص عن الخمس قالہ الحدادی ۱۰۴ وکان عدم التنقیص عن الخمس غیر منقول فذکر الحدادی بحال کن قال الخیر الرملی، یجب ان یحمل علی ما اذا کانت تصیق فلو کانت قلیلة الربع کثیرۃ المؤن ینقص اذ یجب ان یتفاوت الواجب لتفاوت المؤنۃ کما فی ارض العشر ۱۰۵ مختصرات (۱) رد المحتار باب العشر الخراج الخ مصطفی البابی مصر ۳/۳۸۶ (۲) در مختار باب العشر، خراج الخ مطبع مجتہبی دہلی ۱/۳۳۹ (۳) تنویر الابصار متن در مختار، باب العشر الخراج الخ، مطبع مجتہبی دہلی ۱/۳۳۹ (۴) رد المحتار باب العشر الخراج الخ مصطفی البابی مصر ۳/۳۸۶ (۵) رد المحتار باب العشر الخراج الخ مصطفی البابی مصر ۳/۳۸۷

۱۰۱۔ لخت میں ہے اس میں اضافہ نہ کیا جائے اور نہ ہی خراج مقاسمہ اور خراج موظف میں ۱۰۲ در مختار میں ہے اور نہ ہی خراج موظف میں اس ذمہ میں اضافہ کیا جاسکتا ہے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقررہ میں کی کی جاسکتی ہے ۱۰۳ تنویر میں ہے اگر طاقت نہ ہو تو مقررہ میں کی کا جاسکتی ہے ۱۰۴ رد المحتار میں ہے کہ نہر میں ہے کہ نصف سے زیادہ نہیں کیا جاسکتا، حدادی نے کہا مناسب ہے خمس سے کم نہ کیا جائے ۱۰۵ اور خمس سے کم نہ کرنا منقول نہیں تو حدادی نے اسے بطور بحث ذکر کیا ہے۔ لیکن خیر رملی نے کہا ہے کہ اس صورت پر محمول کرنا ضروری ہے جب وہ زمین طاقت رکھتی ہو، اور اگر رقبہ کم ہو مگر اخراجات اس کے زیادہ ہوں تو پھر کم کیا جاسکتا ہے کیونکہ خراج اس کے سے

یہ اس صورت میں ہے کہ زمین کسی شخص کی مملوک نہ ہو، مثلاً جنگل ہو یا پہاڑ اور اگر مملوک ہے تو مکمل مالک زمین کو دیا جائے خمس بھی نہ لیا جائے۔ (3)

تفاوت کی وجہ سے واجب میں تفاوت ضروری ہوتا ہے جیسا کہ عثری زمین میں ہے اہ مختصراً۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۳۸-۲۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب الرکاز، ج ۳، ص ۳۰۵

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
اور اگر معلوم نہ ہو کہ سلطنت اسلام میں کیا معین تھا تو ظاہراًخراج مقاسمہ وخراج موظف غیر مقرر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
میں، نصف دیں اور مقرر است امیر المومنین میں، اسی کا لحاظ رکھیں، غرض ہر جگہ پوری مقدار دیں جس سے زیادت جائز نہ تھی۔

لان التنقیص انما کان یثبت بنقص الامام ولم یثبت فلم یثبت فکان الاستقصاء فیہ فراغ الذمۃ یقیناً
فکان الحوط هذا کله من اول الکلام الی هنا مما اخذہ الفقیر تفقہا وارجون یكون صوابا ان شاء اللہ تعالیٰ فان
اصبت فمن اللہ وحده وانا احمد اللہ علیہ وان اخطأت فمینی ومن الشیطان وانا ابرؤ الی اللہ منہ ولا حول ولا قوۃ الا
باللہ العلی العظیم۔

کیونکہ کسی امام کے کرنے سے ہوگی اور جب وہ ثابت نہیں تو وظیفہ میں کمی بھی ثابت نہ ہوگی تو یہاں یقینی فراغ ذمہ کے لیے مقرر پر اکتفاء
ہوگا تو یہی احوط ہوگا، اول سے لے کر یہاں تک یہ گنگو فقیر نے بطور تفقہ کی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ یہ صواب ہوگی، اگر تو
میں درست ہوا تو اللہ وحدہ کی طرف سے ہے اور میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتا ہوں، اور اگر یہ غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی
طرف سے ہے اور میں اس سے برأت کا اعلان کرتے ہوئے اپنے اللہ کے دامن میں آتا ہوں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی
العظیم۔

وظیفہ مقررہ فاروقیہ جریب سالانہ یہ ہے ہر قسم غلے پر اسی سے ایک صاع اور ایک درہم اور کہ طب یعنی خربوزے تربوز کی پائیزوں،
کھیرے گکڑی بیٹگن و امثالہا کی باڑیوں پر پانچ درہم انگور و خرما کے گئے باغوں پر، جن کے اندر زراعت نہ ہو سکے، دس درہم ان کے باوراء
میں وہی نقدیر طاقت ہے جس کی انتہا نصف تک، پھر ان اقسام میں حیثیت زمین و قدرت کا اعتبار ہے جو زمین جس چیز کے بونے کی بہت
رکتی ہو، وہ یہ شخص اس پر قادر ہو اس کے اعتبار سے خراج ادا کرے مثلاً انگور بوسکتا ہے تو انھیں خراج دے اگر چہ گیہوں بوئے ہوں، اور
گیہوں کے قابل ہے تو اس کا خراج دے، اگر چہ جو بوئے ہوں ہر حال میں خراج سال بھر میں ایک ہی بار یا جائے گا اگر چہ سال میں
چہ بار زراعت کرے یا باوصف قدرت بالکل معطل رکھ چھوڑے اور یہ جریب انگریزی گز سے کہ ان جاد میں رائج ہے (جس کی مقدار
سولہ ۱۶ گرہ ہے ہر گرہ تین ۱۳ انگل) پینتیس گز سطح ہے یعنی ۳۵ گز طول ۳۵ گز عرض، اور صاع دوسو ستر ۲۷۰ تولے ہے یعنی
انگریزی روپیہ سے دوسو اٹھاسی ۲۸۸ روپیہ بھر کہ راپور کے سیر سے پورے تین سیر ہوئے اور دس ۱۰ درہم کے عص ۱۲/۹-۵/۳ پائی
یعنی دو ۲ روپے پونے تیرہ آنے اور پانچواں حصہ پیسے کا پانچ درہم کے عص ۲/۲-۵/۳ پائی ایک درہم کے ۵/۱۹-۲۵ پائی ←

یعنی ۲۵/۴ کم ساڑھے چار آنے۔

فی الدال المختار وضع عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکل جریب ہو ستون ذرا عافی ستین ہذراع کسری (سبع قبضات) صاعا من بر او شعیر (والصحيح انه مما يزرع في تلك الارض كما في الكافي شربلالية ومثله في البحر) ودرهما من اجود النقود (وزن سبعة كما في الزکوة بحر) ولجریب الرطبة (وهي القشاء والخيار والبطيخ والباذ لجان وما جرى مجراة) خمسة دراهم ولجریب الکرم او النخل متصلة (قید فیہما) ضعفها وما ليس فيه توظيف عمر کزعفران وبستان لہا اشجار متفرقة ممکن الزرع تحتها طاقته وغاية الطاقة نصف الخارج لان التصنيف عن الانصاف اھـ مختصر امزید اما ہین الاھلۃ من ردالمحتار۔

در مختار میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر جریب میں ایک صاع گندم یا جو مقرر فرمائے اور جریب طول عرضاً ساٹھ ذراع کا ہوتا ہے اور ہر ذراع سات سطیحوں کا ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے اس زمین سے جو کچھ پیدا ہو رہا ہے اسی سے وظیفہ ادا کیا جائیگا جیسے کہ کالی، شربلالیہ میں اور اسی کی مثل بحر میں ہے اور نقود میں سے ایک درہم لازم ہوگا (جس کا وزن سات مثقال ہو جیسا کہ زکوة میں ہوتا ہے، بحر) اور ہزیرت (اور ڈاکھیرے، تر، خربوزے، بیٹن اور ایسی دیگر اشیاء) کی جریب میں پانچ دراهم، انگور اور خرما کے گھنے بانگوں (یہ قید دونوں کے لیے ہے) میں دس درہم ہے، اور جس میں سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی وظیفہ مقرر نہیں فرمایا مثلاً زعفران، اور ڈھباغ جس میں متفرق درخت ہوں اور وہاں کاشت کرنا ممکن ہو تو طاقت کے مطابق وظیفہ ہوگا اور انتہائے طاقت نصف پیداوار ہے کیونکہ نصف ادا کرنا عین انصاف ہے اھ مختصراً، ہاں تو سین کے اندر ردالمحتار سے اضافہ میری طرف سے کیا گیا ہے،

(۱) در مختار، باب العشر والخراج الخ، مطبع مجتہائی دہلی، ۱/۳۳۹) (ردالمحتار باب العشر والخراج الخ مصطفیٰ البابی مصر ۳/۸۶-۲۸۵)

وفی الدل لوزرع الاخس قاعد اعلی الاعلی کزعفران فعليه خراج الاعلى وهذا يعلم ولا يفتى به كيلا يتجرء الظلمۃ ۲۔ اور ذمہ میں ہے کہ اگر کسی نے اعلیٰ پر قادر ہوتے ہوئے ادنیٰ کو کاشت کیا مثلاً زعفران، اس پر اعلیٰ کا خراج ہوگا، یہ جان تولیا جائے مگر اس پر فتویٰ نہ دیا جائے تاکہ ظالم اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ (۲) در مختار باب العشر والخراج الخ مطبع مجتہائی دہلی، ۱/۳۵۰)

فی ردالمحتار عن العداية رد، بانه كيف يجوز الكتمان وانهم لو اخذوا كان في موضعه لكونه واجبا واجيب باننا لو افتينا بذلك لادعى كل ظالم في ارض ليس شاتها ذلك انها قبل هذا كانت تندع الزعفران فياخذ خراج ذلك وهو ظلم وعدوان اھـ (۱) ردالمحتار باب العشر والخراج الخ مصطفیٰ البابی مصر ۳/۲۸۹)

ردالمحتار میں عنایہ کے حوالے سے یہ روک دیا گیا ہے کہ ایسی بات کا چھپانا کیسے جائز ہو سکتا ہے اور اگر ظالم لیتے ہیں تو وہ ٹھیک کرتے ہیں کیونکہ وہ واجب ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر ہم اس پر فتویٰ دیتے ہیں تو ظالم ہر زمین کے بارے میں یہ دعویٰ کرے گا کہ اس سے پہلے اس میں زعفران بویا جاتا تھا اگرچہ وہ ایسی نہ ہو تو اس سے خراج وصول کرے گا اور یہ ظلم و زیادتی ہوگی اھ،

مسئلہ ۲: فیروزہ و یاقوت و زمرود دیگر جواہر اور سرمہ، پھٹکری، چونا، موتی میں اور نمک وغیرہ پہنے والی چیزوں میں خمس نہیں۔ (4)

مسئلہ ۳: مکان یا دکان میں کان نکلی تو خمس نہ لیا جائے، بلکہ کل مالک کو دیا جائے۔ (5)

مسئلہ ۴: فیروزہ، یاقوت، زمرود وغیرہ جواہر سلطنت اسلام سے پیشتر کے دفن تھے اور اب نکلے تو خمس لیا جائے گا یہ مال غنیمت ہے۔ (6)

مسئلہ ۵: موتی اور اس کے علاوہ جو کچھ دریا سے نکلے، اگرچہ سونا کہ پانی کی تہ میں تھا، سب پانے والے کا ہے بشرطیکہ اس میں کوئی اسلامی نشانی نہ ہو۔ (7)

مسئلہ ۶: جس دھنہ (دفن کیے ہو مال) میں اسلامی نشانی پائی جائے خواہ وہ نقد ہو یا ہتھیار یا خانہ داری کے سامان وغیرہ، وہ پڑے مال کے حکم میں ہے یعنی مسجدوں، بازاروں میں اس کا اعلان اتنے دنوں تک کرے کہ ظن غائب ہو جائے، اب اس کا تلاش کرنے والا نہ ملے گا پھر مساکین کو دے دے اور خود فقیر ہو تو اپنے صرف میں لائے اور اگر اس میں کفر کی علامت ہو، مثلاً بت کی تصویر ہو یا کافر بادشاہ کا نام اس پر لکھا ہو، اس میں سے خمس لیا جائے، باقی پانے والے کو دیا جائے، خواہ اپنی زمین میں پائے یا دوسرے کی زمین میں یا مباح زمین میں۔ (8)

(4) المرجع السابق، ص ۳۰۱

(5) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب الرکاز، ج ۳، ص ۳۰۵

مختلف زمینوں کا عشر

اس سلسلے میں قاعدہ یہ ہے کہ

☆ جو کھیت بارش، نہر، نالے کے پانی سے (قیمت ادا کئے بغیر) سیراب کیا جائے، اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے،

☆ جس کھیت کی آبپاشی ڈول (یا اپنے ٹیوب ویل) وغیرہ سے ہو، اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے،

☆ اگر (نہر یا ٹیوب ویل وغیرہ کا) پانی خرید کر آبپاشی کی ہو یعنی وہ پانی کسی کی ملکیت ہے اس سے خرید کر آبپاشی کی، جب بھی نصف عشر واجب ہے،

☆ اگر وہ کھیت کچھ دنوں بارش کے پانی سے سیراب کر دیا جاتا ہے اور کچھ دن ڈول (یا اپنے ٹیوب ویل) وغیرہ سے، تو اگر اکثر بارش کے پانی سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ڈول (یا اپنے ٹیوب ویل) وغیرہ سے تو عشر واجب ہے ورنہ نصف عشر واجب ہے۔

(در مختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب العشر، ج ۳، ص ۳۰۶)

(6) المرجع السابق، ص ۳۰۶

(7) المرجع السابق

(8) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب الرکاز، ج ۳، ص ۳۰۷

مسئلہ ۷: حربی کافر نے دَفینہ نکالا تو اُسے کچھ نہ دیا جائے اور جو اُس نے لے لیا ہے واپس لیا جائے، ہاں اگر بادشاہ اسلام کے حکم سے کھود کر نکالا تو جو ٹھہرا ہے وہ دیں گے۔ (9)

مسئلہ ۸: دَفینہ نکالنے میں دو شخصوں نے کام کیا تو خمس کے بعد باقی اُسے دیں گے جس نے پایا، اگرچہ دونوں نے شرکت کے ساتھ کام کیا ہے کہ یہ شرکت فاسدہ ہے اور اگر شرکت کی صورت میں دونوں نے پایا اور یہ نہیں معلوم کہ کتنا کس نے پایا تو نصف نصف کے شریک ہیں اور اس صورت میں اگر ایک نے پایا اور دوسرے نے مدد کی تو وہ پانے والے کا ہے اور مددگار کو کام کی مزدوری دی جائے گی اور اگر دَفینہ نکالنے پر مزدور رکھا تو جو برآمد ہوگا مزدور کو ملے گا، مستاجر کو کچھ نہیں کہ یہ اجارہ فاسد ہے۔ (10)

مسئلہ ۹: دَفینہ میں نہ اسلامی علامت ہے، نہ کفر کی تو زمانہ کفر کا قرار دیا جائے۔ (11)

مسئلہ ۱۰: صحرائے دارالحرب میں سے جو کچھ نکلا معدنی ہو یا دَفینہ اُس میں خمس نہیں، بلکہ کل پانے والے کو ملے گا اور اگر بہت سے لوگ بطور غلبہ کے نکال لائے تو اس میں خمس لیا جائے گا کہ یہ غنیمت ہے۔ (12)

مسئلہ ۱۱: مسلمان دارالحرب میں امن لے کر گیا اور وہاں کسی کی مملوک زمین سے خزانہ یا کان نکالی تو مالک زمین کو واپس دے اور اگر واپس نہ کیا بلکہ دارالاسلام میں لے آیا تو یہی مالک ہے مگر ملک خبیث ہے، لہذا تصدق کرے اور بیع ڈالا تو بیع صحیح ہے، مگر خریدار کے لیے بھی خبیث ہے اور اگر امان لے کر نہیں گیا تھا تو یہ مال اس کے لیے حلال ہے، نہ واپس کرے نہ اس میں خمس لیا جائے۔ (13)

مسئلہ ۱۲: خمس مساکین کا حق ہے کہ بادشاہ اسلام اُن پر صرف کرے اور اگر اُس نے بطور خود مساکین کو دے دیا جب بھی جائز ہے، بادشاہ اسلام کو خبر پہنچے تو اُسے برقرار رکھے اور اُس کے تصرف کو نافذ کر دے اور اگر یہ خود مسکین ہے تو بقدر حاجت اپنے صرف میں لاسکتا ہے اور اگر خمس نکالنے کے بعد باقی دو سو درم کی قدر ہے تو خمس اپنے صرف میں نہیں لاسکتا کہ اب یہ فقیر نہیں ہاں اگر مدیون ہو کہ دین نکالنے کے بعد دو سو درم کی قدر باقی نہیں رہتا تو خمس اپنے صرف میں لاسکتا ہے اور اگر ماں باپ یا اولاد جو مساکین ہیں، اُن کو خمس دیدے تو یہ بھی جائز ہے۔ (14)

(9) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاة، الباب الخامس فی المعادن والکاز، ج ۱، ص ۱۸۳

(10) رد المحتار، کتاب الزکاة، باب الکا، ج ۳، ص ۳۰۸

(11) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاة، الباب الخامس فی المعادن والکاز، ج ۱، ص ۱۸۵

(12) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب الکا، ج ۳، ص ۳۰۹

(13) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب الکا، ج ۳، ص ۳۰۹

(14) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب الکا، ج ۳، ص ۳۱۱

زراعت اور پھلوں کی زکاة

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَأْتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ) (1)

کھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔

حدیث ۱: صحیح بخاری شریف میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس زمین کو آسمان یا چشموں نے سیراب کیا یا عثری ہو یعنی نہر کے پانی سے اسے سیراب کرتے ہوں، اُس میں عشر ہے اور جس زمین کے سیراب کرنے کے لیے جانور پر پانی لا کر لاتے ہوں، اُس میں نصف عشر (2) یعنی بیسواں حصہ۔

حدیث ۲: ابن نجار انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: کہ ہر اکر شے میں جسے زمین نے لکالا، عشر یا نصف عشر ہے۔ (3)



(1) پ ۸، الانعام: ۱۴۱

(2) صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب فی العشر فیما من ماء السماء الخ، الحدیث: ۱۳۸۳، ج ۱، ص ۵۰۱

(3) کنز العمال، کتاب الزکاة، زکاة النبات والفاواکہ، الحدیث: ۱۵۸۷۳، ج ۶، ص ۱۴۰

مسائل فقہیہ

زمین تین قسم ہے:

(۱) عشری۔ (۲) خراجی۔ (۳) نہ عشری، نہ خراجی۔

اول و سوم دونوں کا حکم ایک ہے یعنی عشر دینا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی زمینیں خراجی نہ سمجھی جائیں گی (۱)، جب تک کسی خاص زمین کی نسبت خراجی ہونا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو لے۔ عشری ہونے کی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً مسلمانوں نے فتح کیا اور زمین مجاہدین پر تقسیم ہوگئی یا وہاں کے لوگ خود بخود مسلمان ہو گئے، جنگ کی نوبت نہ آئی یا عشری زمین کے قریب پڑتی تھی، اسے کاشت میں لایا یا اُس پڑتی کو کھیت بنایا جو عشری و خراجی دونوں سے قرب و بعد کی یکساں نسبت رکھتی ہے یا اس کھیت کو عشری پانی سے سیراب کیا یا خراجی و عشری دونوں سے یا مسلمان نے اپنے مکان کو باغ یا کھیت بنا لیا اور اسے عشری پانی سے سیراب کرتا ہے۔ یا عشری و خراجی دونوں سے یا عشری زمین کا فرد ذی نے خریدی، مسلمان نے شفعہ میں اُسے لے لیا یا بیع فاسد ہوگئی یا اختیار شرط یا اختیار رویت کی وجہ سے واپس ہوئی یا اختیار عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے واپس ہوئی۔

اور بہت صورتوں میں خراجی ہے مثلاً فتح کر کے وہیں والوں کو احسان کے طور پر واپس دی یا دوسرے کافروں کو دے دی یا وہ ملک صلح کے طور پر فتح کیا گیا یا ذی نے مسلمان سے عشری زمین خرید لی یا خراجی زمین مسلمان نے خریدی یا ذی نے بادشاہ اسلام کے حکم سے بنجر کو آباد کیا یا بنجر زمین ذی کو دے دی گئی یا اسے مسلمان نے آباد کیا اور وہ خراجی زمین کے پاس تھی یا اسے خراجی پانی سے سیراب کیا۔ خراجی زمین اگرچہ عشری پانی سے سیراب کی جائے، خراجی ہی رہے گی

اور خراجی و عشری دونوں نہ ہوں، مثلاً مسلمانوں نے فتح کر کے اپنے لیے قیامت تک کے لیے باقی رکھی یا اس زمین کے مالک مر گئے اور زمین بیت المال کی ملک ہوگئی۔

مسئلہ ۱: خراج دو قسم ہے:

(۱) خراج مقاسمہ کہ پیداوار کا کوئی حصہ آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ مقرر ہو، جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے یہود خیبر پر مقرر فرمایا تھا۔ اور

(۲) خراج مؤظف کہ ایک مقدار معین لازم کر دی جائے خواہ روپے، مثلاً سالانہ دو روپے بیگھہ یا کچھ اور جیسے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمایا تھا۔

مسئلہ ۲: اگر معلوم ہو کہ سلطنت اسلامیہ میں اتنا خراج مقرر تھا تو وہی دیں، بشرطیکہ خراج مؤظف میں جہاں جہاں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقدار منقول ہے، اس پر زیادت نہ ہو اور جہاں منقول نہیں اس میں نصف پیداوار سے زیادہ نہ ہو۔ یوہیں خراج مقاسمہ میں نصف سے زیادت نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ زمین اتنے دینے کی طاقت بھی رکھتی ہو۔ (2)

مسئلہ ۳: اگر معلوم نہ ہو کہ سلطنت اسلام میں کیا مقرر تھا تو جہاں جہاں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرما دیا ہے، وہ دیں اور جہاں مقرر نہ فرمایا ہو نصف دیں۔ (3)

مسئلہ ۴: فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ ہر قسم کے غلہ میں فی جریب ایک درم اور اس غلہ کا ایک صاع اور خر بوز بے، تربوز کی پالیز اور کھیرے، گلڑی، بیگن وغیرہ ترکاریوں میں فی جریب پانچ درم انگور و خرما کے گھنے باغوں میں جن کے اندر زراعت نہ ہو سکے۔ دس درم پھر زمین کی حیثیت اور اس شخص کی قدرت کا اعتبار ہے، اس کا اعتبار نہیں کہ اس نے کیا بویا یعنی جو زمین جس چیز کے بونے کے لائق ہے اور یہ شخص اس کے بونے پر قادر ہے تو اس کے اعتبار سے خراج ادا کرے، مثلاً انگور بوسکتا ہے تو انگور کا خراج دے، اگر چہ گیہوں بوئے اور گیہوں کے قابل ہے تو اس کا خراج ادا کرے اگر چہ جو بوئے۔ جریب کی مقدار انگریزی گز سے ۳۵ گز طول، ۳۵ گز عرض ہے اور صاع دو سواٹھ سی ۲۸۸ روپیہ بھر اور دس درم کے ۵۳۹ پائی پانچ درم ۶۷ / ۵۳۴ پائی اور ایک درم ۴ / ۲۵۱۹۵ پائی۔ (4)

مسئلہ ۵: جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو، وہاں کے لوگ بطور خود فقرا وغیرہ جو مصارف خراج ہیں، ان پر صرف کریں۔

مسئلہ ۶: عشری زمین سے ایسی چیز پیدا ہوئی جس کی زراعت سے مقصود زمین سے منافع حاصل کرنا ہے تو اس پیداوار کی زکاة فرض ہے اور اس زکاة کا نام عشر ہے یعنی دسواں حصہ کہ اکثر صورتوں میں دسواں حصہ فرض ہے، اگرچہ بعض صورتوں میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ لیا جائے گا۔ (5)

(2) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الجہاد، باب الحشر والخراج والجزیہ، مطلب فی خراج المقاسمہ، ج ۲، ص ۲۹۲۔ ۲۹۳

(3) الفتاویٰ الرضویہ، ج ۱۰، ص ۲۳۸

(4) الدر المختار، کتاب الجہاد، باب الحشر والخراج والجزیہ، ج ۲، ص ۲۹۲

(5) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاة، الباب السادس فی زکاة الزرع والثمار، ج ۱، ص ۱۸۵

مسئلہ ۷: عشر واجب ہونے کے لیے عاقل، بالغ ہونا شرط نہیں، مجنون اور نابالغ کی زمین میں جو کچھ پیدا ہوا اس میں بھی عشر واجب ہے۔ (6)

مسئلہ ۸: خوشی سے عشر نہ دے تو بادشاہ اسلام جبراً لے سکتا ہے اور اس صورت میں بھی عشر ادا ہو جائے گا، مگر ثواب کا مستحق نہیں اور خوشی سے ادا کرے تو ثواب کا مستحق ہے۔ (7)

مسئلہ ۹: جس پر عشر واجب ہوا، اُس کا انتقال ہو گیا اور پیداوار موجود ہے تو اس میں سے عشر لیا جائے گا۔ (8)

مسئلہ ۱۰: عشر میں سال گزرنا بھی شرط نہیں، بلکہ سال میں چند بار ایک کھیت میں زراعت ہوئی تو ہر بار عشر واجب ہے۔ (9)

مسئلہ ۱۱: اس میں نصاب بھی شرط نہیں، ایک صاع بھی پیداوار ہو تو عشر واجب ہے اور یہ شرط بھی نہیں کہ وہ چیز باقی رہنے والی ہو اور یہ شرط بھی نہیں کہ کاشتکار زمین کا مالک ہو یہاں تک کہ مکاتب و مازون نے کاشت کی تو اس پیداوار پر بھی عشر واجب ہے، بلکہ وقفی زمین میں زراعت ہوئی تو اس پر بھی عشر واجب ہے، خواہ زراعت کرنے والے اہل وقف ہوں یا اجرت پر کاشت کی۔ (10)

مسئلہ ۱۲: جو چیزیں ایسی ہوں کہ اُن کی پیداوار سے زمین کے منافع حاصل کرنا مقصود نہ ہو اُن میں عشر نہیں، جیسے اجدھن، گھاس، نرکل، سینٹھا، جھاڑ، کھجور کے پتے، خطمی، کپاس، بیگن کا درخت، خربزہ، تربز، کھیرا، لکڑی کے بیج۔ یوہیں ہر قسم کی ترکاریوں کے بیج کہ اُن کی کھیتی سے ترکاریاں مقصود ہوتی ہیں، بیج مقصود نہیں ہوتے۔ یوہیں جو بیج دوا ہیں مثلاً کندر، میتھی، کلونجی اور اگر نرکل، گھاس، بید، جھاڑ وغیرہ سے زمین کے منافع حاصل کرنا مقصود ہو اور زمین ان کے لیے خالی چھوڑ دی تو اُن میں بھی عشر واجب ہے۔ (11)

مسئلہ ۱۳: جو کھیت بارش یا نہر نالے کے پانی سے سیراب کیا جائے، اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے اور جس کی آبپاشی چر سے (چڑے کا بڑا ڈول) یا ڈول سے ہو، اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب اور پانی خرید کر آبپاشی ہو یعنی وہ پانی کسی کی ملک ہے، اُس سے خرید کر آبپاشی کی جب بھی نصف عشر واجب ہے اور اگر وہ کھیت کچھ

(6) المرجع السابق، وغیرہ

(7) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاة، الباب السادس فی زکاة الزرع والثمار، ج ۱، ص ۱۸۵ وغیرہ

(8) المرجع السابق

(9) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب العشر، ج ۳، ص ۳۳

(10) المرجع السابق

(11) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب العشر، ج ۳، ص ۳۱۵، وغیرہ

دنوں میںہ کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور کچھ دنوں ڈول چرے سے تو اگر اکثر میںہ (بارش) کے پانی سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ڈول چرے سے تو عشر واجب ہے، ورنہ نصف عشر۔ (12)

مسئلہ ۱۴: عشری زمین یا پہاڑ یا جنگل میں شہد ہوا، اس پر عشر واجب ہے۔ یوہیں پہاڑ اور جنگل کے پھلوں میں بھی عشر واجب ہے، بشرطیکہ بادشاہ اسلام نے حربوں اور ڈاکوؤں اور باغیوں سے اُن کی حفاظت کی ہو، ورنہ کچھ نہیں۔ (13)

مسئلہ ۱۵: گیہوں، جو، جوار، باجرا، دھان (چاول) اور ہر قسم کے غلے اور اسی، کسم، اخروٹ، بادام اور ہر قسم کے میوے، روئی، پھول، گنا، خربزہ، تربز، کھیرا، گلڑی، بیگن اور ہر قسم کی ترکاری سب میں عشر واجب ہے (14)، تھوڑا پیدا ہو یا زیادہ۔ (15)

مسئلہ ۱۶: جس چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہو اس میں کل پیداوار کا عشر یا نصف عشر لیا جائے گا، یہ نہیں ہو سکتا کہ مصارف زراعت، اہل بیل، حفاظت کرنے والے اور کام کرنے والوں کی اجرت یا بیج وغیرہ نکال کر باقی کا عشر یا نصف عشر دیا جائے۔ (16)

مسئلہ ۱۷: عشر صرف مسلمانوں سے لیا جائے گا، یہاں تک کہ عشری زمین مسلمان سے ذاتی نے خرید لی اور قبضہ بھی کر لیا تو اب ذاتی سے عشر نہیں لیا جائے گا بلکہ خراج لیا جائے گا اور مسلمان نے ذاتی سے خراجی زمین خریدی تو یہ خراجی ہی رہے گی۔ اُس مسلمان سے اس زمین کا عشر نہ لیں گے بلکہ خراج لیا جائے۔ (17)

مسئلہ ۱۸: ذاتی نے مسلمان سے عشری زمین خریدی پھر کسی مسلمان نے شفعہ میں وہ زمین لے لی یا کسی وجہ سے بیع فاسد ہو گئی تھی اور بائع کے پاس واپس ہوئی یا بائع کو اختیار شرط تھا یا کسی کو اختیار ربویت تھا اس وجہ سے واپس ہوئی یا مشتری کو اختیار عیب تھا اور حکم قاضی سے واپس ہوئی، ان سب صورتوں میں پھر عشری ہی ہے اور اگر اختیار عیب میں بغیر حکم قاضی واپس ہوئی تو اب خراجی ہی رہے گی۔ (18)

(12) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب الحشر، ج ۳، ص ۳۱۳-۳۱۹

(13) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب الحشر، ج ۳، ص ۳۱۱-۳۱۳

(14) مثلاً دس من میں ایک من، دس سیر میں ایک سیر یا دس پھل میں ایک پھل۔

(15) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاة، الباب السادس فی زکاة الزرع والثمار، ج ۱، ص ۱۸۶

(16) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب الحشر، مطلب ہم: فی حکم اراضی مصرانہ، ج ۳، ص ۳۱۷

(17) المرجع السابق، ص ۳۱۸

(18) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب الحشر، مطلب ہم: فی حکم اراضی مصرانہ، ج ۳، ص ۳۱۸

مسئلہ ۱۹: مسلمان نے اپنے گھر کو باغ بنالیا، اگر اس میں عشری پانی دیتا ہے تو عشری ہے اور خراجی پانی دیتا ہے تو خراجی اور دونوں قسم کے پانی دیتا ہے، جب بھی عشری اور ذقی نے اپنے گھر کو باغ بنایا تو مطلقاً خراج لیں گے۔ آسمان اور کوئیں اور چشمہ اور دریا کا پانی عشری ہے اور جو نہر بنجیوں نے کھودی اس کا پانی خراجی ہے۔ کافروں نے کوآں کھودا تھا اور اب مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا یا خراجی زمین میں کھودا گیا وہ بھی خراجی ہے۔ (19)

مسئلہ ۲۰: مکان یا مقبرہ میں جو پیداوار ہو، اُس میں نہ عشر ہے نہ خراج۔ (20)

مسئلہ ۲۱: زفت اور نفط کے چشمے عشری زمین میں ہوں یا خراجی میں اُن میں کچھ نہیں لیا جائے گا، البتہ اگر خراجی زمین میں ہوں اور اُس پاس کی زمین قابل زراعت ہو تو اس زمین کا خراج لیا جائے گا، چشمہ کا نہیں اور عشری زمین میں ہوں تو جب تک اُس پاس کی زمین میں زراعت نہ ہو کچھ نہیں لیا جائے گا، فقط قابل زراعت ہونا کافی نہیں۔ (21)

مسئلہ ۲۲: جو چیز زمین کی تابع ہو، جیسے درخت اور جو چیز درخت سے نکلے جیسے گوند اس میں عشر نہیں۔ (22)

مسئلہ ۲۳: عشر اس وقت لیا جائے جب پھل نکل آئیں اور کام کے قابل ہو جائیں اور فساد کا اندیشہ جاتا رہے، اگرچہ ابھی توڑنے کے لائق نہ ہوئے ہوں۔ (23)

مسئلہ ۲۴: خراج ادا کرنے سے پیشتر اُس کی آمدنی کھانا حلال نہیں۔ یوہیں عشر ادا کرنے سے پیشتر مالک کو کھانا حلال نہیں، کھائے گا تو ضمان دے گا۔ یوہیں اگر دوسرے کو کھلایا تو اتنے کے عشر کا تاوان دے اور اگر یہ ارادہ ہے کہ کل کا عشر ادا کر دے گا تو کھانا حلال ہے۔ (24)

مسئلہ ۲۵: بادشاہ اسلام کو اختیار ہے کہ خراج لینے کے لیے غلہ کو روک لے مالک کو تصرف نہ کرنے دے اور اس نے کئی سال کا خراج نہ دیا ہو اور عاجز ہو تو اگلی برسوں کا معاف ہے اور عاجز نہ ہو تو لیں گے۔ (25)

مسئلہ ۲۶: زراعت پر قادر ہے اور بویا نہیں تو خراج واجب ہے اور عشر جب تک کاشت نہ کرے اور پیداوار نہ

(19) المرجع السابق، ص ۱۹، الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاة، الباب السادس فی زکاة الزرع والثمار، ج ۱، ص ۱۸۶

(20) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب العشر، ج ۳، ص ۳۲۰

(21) المرجع السابق، ص ۳۲۱

(22) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاة، الباب السادس فی زکاة الزرع والثمار، ج ۱، ص ۱۸۶

(23) الجوهرة النيرة، کتاب الزکاة، باب زکاة الزرع والثمار، ص ۱۶۲

(24) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاة، الباب السادس فی زکاة الزرع والثمار، ج ۱، ص ۱۸۷

والدر المختار، کتاب الزکاة، باب العشر، مطلب مہم: فی حکم اراضی مصر الخ، ج ۳، ص ۳۲۱

(25) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب العشر، مطلب مہم: فی حکم اراضی مصر الخ، ج ۳، ص ۳۲۲

ہو واجب نہیں۔ (26)

مسئلہ ۲۷: کھیت بویا مگر پیداوار ماری گئی مثلاً کھیتی ڈوب گئی یا جل گئی یا ٹیری کھا گئی یا پالے اور ٹوسے جاتی رہی تو عشر و خراج دونوں ساقط ہیں، جب کہ ٹکل جاتی رہی اور اگر کچھ باقی ہے تو اس باقی کا عشر لیں گے اور اگر چھو پائے کھا گئے تو ساقط نہیں اور ساقط ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اس کے بعد اس سال کے اندر اس میں دوسری زراعت طیار نہ ہو سکے اور یہ بھی شرط ہے کہ توڑنے یا کاٹنے سے پہلے ہلاک ہو ورنہ ساقط نہیں۔ (27)

مسئلہ ۲۸: خراجی زمین کسی نے غصب کی اور غصب سے انکار کرتا ہے اور مالک کے پاس گواہ بھی نہیں، تو اگر کاشت کرے خراج غاصب پر ہوگا۔ (28)

مسئلہ ۲۹: بیع وفا یعنی جس بیع میں یہ شرط ہو کہ بائع جب ٹمن مشتری کو واپس دے گا تو مشتری بیع پھیر دے گا تو جب خراجی زمین اس طور پر کسی کے ہاتھ بیچے اور بائع کے قبضہ میں زمین ہے تو خراج بائع پر اور مشتری کے قبضہ میں ہو اور مشتری نے بویا بھی تو خراج مشتری پر۔ (29)

مسئلہ ۳۰: طیار ہونے سے پیشتر زراعت بیج ڈالی تو عشر مشتری پر ہے، اگرچہ مشتری نے یہ شرط لگائی کہ پکنے تک زراعت کاٹی نہ جائے بلکہ کھیت میں رہے اور بیچنے کے وقت زراعت طیار تھی تو عشر بائع پر ہے اور اگر زمین و زراعت دونوں یا صرف زمین بیچی اور اس صورت میں سال پورا ہونے میں اتنا زمانہ باقی ہے کہ زراعت ہو سکے، تو خراج مشتری پر ہے ورنہ بائع پر۔ (30)

مسئلہ ۳۱: عشری زمین عاریۃ دی تو عشر کاشتکار پر ہے مالک پر نہیں اور کافر کو عاریت دی تو مالک پر عشر ہے۔ (31)

مسئلہ ۳۲: عشری زمین بٹائی پر دی تو عشر دونوں پر ہے اور خراجی زمین بٹائی پر دی تو خراج مالک پر ہے۔ (32)

(26) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب العشر، ج ۳، ص ۳۲۳

(27) رد المحتار، کتاب الزکاة، باب العشر، مطلب مہم: فی حکم اراضی مصر الخ، ج ۳، ص ۳۲۳

(28) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب العشر، ج ۳، ص ۳۲۳

(29) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب العشر، مطلب مہم: فی حکم اراضی مصر الخ، ج ۳، ص ۳۲۳

(30) المرجع السابق

(31) الفتاویٰ احمدیہ، کتاب الزکاة، الباب السادس فی زکاة الزرع والثمار، ج ۱، ص ۱۸۷

(32) رد المحتار، کتاب الزکاة، باب العشر، مطلب: حل سبب العشر علی المزروعین فی الاراضی السلطانیہ، ج ۳، ص ۳۲۷-۳۲۸

مسئلہ ۳۳: زمین جو زراعت کے لیے نقدی پردی جاتی ہے، امام کے نزدیک اُس کا عشر زمیندار پر ہے اور صاحبین (33) کے نزدیک کاشتکار پر اور علامہ شامی نے یہ تحقیق فرمائی کہ حالت زمانہ کے اعتبار سے اب قوں صاحبین پر عمل ہے۔ (34)

مسئلہ ۳۴: گورنمنٹ کو جو مالکداری دی جاتی ہے، اس سے خراج شرعی نہیں ادا ہوتا بلکہ وہ مالک کے ذمہ ہے۔ اُس کا ادا کرنا ضروری اور خراج کا مصرف صرف لشکر اسلام نہیں، بلکہ تمام مصالح عامہ مسلمین ہیں جن میں تعمیر مسجد و خراج مسجد و وظیفہ امام و مؤذن و تنخواہ مدرسین علم دین و خبرگیری طلبہ علم دین و خدمت علمائے اہلسنت حامیان دین جو وعظ کہتے ہیں اور علم دین کی تعلیم کرتے اور فتوے کے کام میں مشغول رہتے ہوں اور پل و سرائے بنانے میں بھی صرف کیا جاسکتا ہے۔ (35)

مسئلہ ۳۵: عشر لینے سے پہلے غلہ بیج ڈالا تو مصدق کو اختیار ہے کہ عشر مشتری سے لے یا بائع سے اور اگر جتنی قیمت ہوئی چاہیے اُس سے زیادہ پر بیچا تو مصدق کو اختیار ہے کہ غلہ کا عشر لے یا ثمن کا عشر اور اگر کم قیمت پر بیچا اور اتنی کمی ہے کہ لوگ اتنے نقصان پر نہیں بیچتے تو غلہ ہی کا عشر لے گا اور وہ غلہ نہ رہا تو اُس کا عشر قرار دے کر بائع سے لیں یا اُس کی واجبی قیمت۔ (36)

مسئلہ ۳۶: انگور بیج ڈالے تو ثمن کا عشر لے اور شیرہ کر کے بیچا تو اسکی قیمت کا عشر لے۔ (37)



(33) فقہ حنفی میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کو کہتے ہیں۔

(34) رد المحتار، کتاب الزکاة، باب العشر، مطلب مہم: فی حکم اراضی مصر و شام السلطانیہ، ج ۳، ص ۲۲۵

(35) الفتاویٰ الرضویہ (المجیدۃ)، کتاب الزکاة، رسالہ الفح البیان، ج ۱۰، ص ۲۲۳

(36) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاة، الباب السادس فی زکاة الزرع والثمار، ج ۱، ص ۱۸۷

(37) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاة، الباب السادس فی زکاة الزرع والثمار، ج ۱، ص ۱۸۷

مال زکاۃ کن لوگوں پر صرف کیا جائے

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(إِنَّمَا التَّحَدُّثُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَ الْغِلَّةِ عَلَيْهَا وَالْمَوْلُفَةُ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغُرْمِذِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ) (1)

(1) پ ۱۰، التوبہ: ۶۰

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب منافقین نے تقسیم صدقات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کیا تو اللہ عزوجل نے اس آیت میں بیان فرمادیا کہ صدقات کے مستحق صرف یہی آٹھ قسم کے لوگ ہیں۔ انہیں پر صدقات صرف کئے جائیں گے، ان کے سوا اور کوئی مستحق نہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اموال صدقہ سے کوئی واسطہ ہی نہیں، آپ پر اور آپ کی اولاد پر صدقات حرام ہیں تو طعن کرنے والوں کو اعتراض کا کیا موقع۔ صدقہ سے اس آیت میں زکوٰۃ مراد ہے۔ مسئلہ: زکوٰۃ کے مستحق آٹھ قسم کے لوگ قرار دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے مولفۃ القلوب یا جماع صحابہ ساقط ہو گئے کیونکہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا تو اب اس کی حاجت نہ رہی۔ یہ اجماع زمانہ صدیق میں منعقد ہوا۔

مسئلہ: فقیر وہ ہے جس کے پاس ادنیٰ چیز ہو اور جب تک اس کے پاس ایک وقت کے لئے کچھ ہو اس کو سوال حلال نہیں۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ سوال کر سکتا ہے۔

عالمین وہ لوگ ہیں جن کو امام نے صدقے تحصیل کرنے پر مقرر کیا ہو، انہیں امام اتنا دے جو ان کے اور ان کے متعلقین کے لئے کافی ہو۔ مسئلہ: اگر عامل غنی ہو تو بھی اس کو لینا جائز ہے۔

مسئلہ: عامل سید یا ہاشمی ہو تو وہ زکوٰۃ میں سے نہ لے۔ گردنیں چھوڑانے سے مراد یہ ہے کہ جن غلاموں کو ان کے مالکوں نے مکاتب کر دیا ہو اور ایک مقدار مال کی مقرر کر دی ہو کہ اس قدر وہ ادا کر دیں تو آزاد ہیں، وہ بھی مستحق ہیں، ان کو آزاد کرانے کے لئے مال زکوٰۃ دیا جائے۔ قرضدار جو بغیر کسی گناہ کے جتلائے قرض ہوئے ہوں اور اتنا مال نہ رکھتے ہوں جس سے قرض ادا کریں انہیں ادائے قرض میں مال زکوٰۃ سے مدد دی جائے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بے سامان مجاہدین اور نادار حاجیوں پر صرف کرنا مراد ہے۔ ابن سبیل سے وہ مسافر مراد ہیں جس کے پاس مال نہ ہو۔

مسئلہ: زکوٰۃ دینے والے کو یہ بھی جائز ہے کہ وہ ان تمام اقسام کے لوگوں کو زکوٰۃ دے اور یہ بھی جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک ہی قسم کو دے۔

مسئلہ: زکوٰۃ نہیں لوگوں کے ساتھ خاص کی گئی تو ان کے علاوہ اور دوسرے مصرف میں خرچ نہ کی جائے گی، نہ مسجد کی تعمیر میں، نہ

صدقات فقرا و مساکین کے لیے ہیں اور ان کے لیے جو اس کام پر مقرر ہیں اور وہ جن کے قلوب کی تالیف مقصود ہے اور گردن چھڑانے میں اور تاوان والے کے لیے اور اللہ (عزوجل) کی راہ میں اور مسافر کے لیے، یہ اللہ (عزوجل) کی طرف سے مقرر کرنا ہے اور اللہ (عزوجل) علم و حکمت والا ہے۔

حدیث ۱: سنن ابی داؤد میں زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے صدقات کو نبی یا کسی اور کے حکم پر نہیں رکھا بلکہ اُس نے خود اس کا حکم بیان فرمایا اور اُس کے آٹھ حصے کیے۔ (2)

حدیث ۲: امام احمد و ابو داؤد و حاکم ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ غنی کے لیے صدقہ حلال نہیں مگر پانچ شخص کے لیے:

(۱) اللہ (عزوجل) کی راہ میں جہاد کرنے والا یا

(۲) صدقہ پر عامل یا

نہ مردنے کے کفن میں، نہ اس کے قرض کی ادائیگی۔

مسئلہ: زکوٰۃ بنی ہاشم اور غنی اور ان کے غلاموں کو نہ دی جائے اور نہ آدمی اپنی بی بی اور اولاد اور غلاموں کو دے۔ (تفسیر احمدی و مدارک)

(2) سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب یعطی من الصدقۃ و حد الفنی، الحدیث: ۱۶۳۰، ج ۲، ص ۱۶۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۲۔ صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے جیسا کہ آئندہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غنی صحابہ اپنی زکوٰۃ خیرات کو دے جاتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ فرض نہ تھی، یہاں وہ زکوٰۃ نہیں مراد ہیں۔

۳۔ یعنی رب تعالیٰ نے براہ راست جس قدر تفصیل زکوٰۃ کے مصارف کی فرمائی اتنی تفصیل دوسرے احکام کی نہ کی حتیٰ کہ خود زکوٰۃ و نماز کا اجمالی ذکر ہی فرمایا، نبی کے بیان پر کفایت نہ فرمائی۔ عدم رضا سے مراد عدم کفایت ہے اس لفظ سے دھوکا نہ کھانا چاہیے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور ان کے سارے احکام سے راضی ہے، ان کے غلاموں کے بارے میں فرماتا: **رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ وَ رَضُوا عَنْہُ**۔ ان کی شان تو بہت اعلیٰ ہے۔

۴۔ اس کلام کا منشاء یہ ہے کہ تم ان آٹھ میں سے نہیں ہو لہذا تم زکوٰۃ نہیں لے سکتے، یہ گفتگو عتابانہ ہوتی ہے لہذا اس کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اندرونی حالات سے بے خبر ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھروں میں کھاتے بچاتے ہو میں تمہیں یہاں بتا سکتا ہوں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن شدہ مردوں کے متعلق فرمایا یہ چغل خور تھا، یہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا۔ خیال رہے کہ احناف کے ہاں زکوٰۃ تمام مصارف پر تقسیم کرنا ضروری نہیں صرف ایک مصرف کو بھی دے سکتے ہیں یہ حدیث

احناف کے خلاف نہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۶۱)

(۳) تاوان والے کے لیے یا

(۴) جس نے اپنے مال سے خرید لیا ہو یا

(۵) مسکین کو صدقہ دیا گیا اور اس مسکین نے اپنے پڑوسی مالدار کو ہدیہ کیا۔ (3) اور احمد و بیہقی کی دوسری روایت میں مسافر کے لیے بھی جواز آیا ہے۔ (4)

حدیث ۳: بیہقی نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ فرمایا: صدقہ مفروضہ میں اولاد اور والد کا حق نہیں۔ (5)

حدیث ۴: طبرانی کبیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے

(3) المسند رک للحاکم، کتاب الزکاة، باب مقدار الغنی الذی یحرم السؤال، الحدیث: ۱۵۲۰، ج ۲، ص ۲۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۲۔ امام شافعی کے ہاں صحابہ مالدار زکوٰۃ لے سکتا ہے، یہ حدیث ان کی دلیل ہے مگر ہمارے ہاں غازی مسافر جس کے پاس مال ختم ہو چکا وہ سفر کی بنا پر لے سکتا ہے نہ کہ محض جہاد کی بنا پر، ہمارے ہاں وہ مسافر غازی ہی مراد ہے اور امام شافعی کے ہاں حدیث مرسل حجت نہیں اس لیے وہ اس حدیث سے دلیل نہیں لے سکتے، نیز دیگر احادیث میں صراحۃً فرمایا گیا کہ مالداروں سے زکوٰۃ لو اور فقراء کو دو، وہاں غازی کا استثناء نہیں یا ارشاد فرمایا کہ صدقہ غنی کو حلال نہیں۔ فتح القدیر و مرقات نے فرمایا یہ حدیث ضعیف ہے۔

۳۔ عامل سے مراد وصولی زکوٰۃ کا کام کرنے والا ہے جیسے عاشر، حاسب، کاتب وغیرہ، یہ سب اپنی اجرت زکوٰۃ سے لیں گے ان کے لیے یہ اجرت ہوگی نہ کہ زکوٰۃ مگر اللہ اکبر بنی ہاشم عامل ہو کر بھی زکوٰۃ سے اجرت نہیں لے سکتے۔

۴۔ حق یہ ہے کہ مقرض سے وہ مراد ہے جو مالک نصاب تو ہے مگر اس کا نصاب قرض میں ڈوبا ہوا ہے مثلاً سو روپیہ کا مالک ہے مگر نوے روپے کا مقرض ہے اسے غنی میں داخل فرمانا ظاہری حال کی بنا پر ہے ورنہ درحقیقت وہ فقیر ہے۔

۵۔ یہ جواز اس بنا پر ہے کہ ملک بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت کھایا جو بریرہ کو صدقہ دیا گیا تھا لہذا جب مسکین سے زکوٰۃ خرید لی یا اس نے ہدیہ اسے کچھ دے دی تو اب یہ زکوٰۃ نہ رہی، اس پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہوں گے۔ مگر خیال رہے کہ اس خرید و فروخت میں دھوکہ نہ ہو، رب تعالیٰ نیت جانتا ہے لہذا صاحب نصاب فقیر سے اپنی زکوٰۃ دھوکے سے سستی نہ خریدے۔ حضرت ابن عمر کو جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے صدقہ کا گھوڑا فقیر سے خریدنے کو منع فرما دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ فقیر حضرت ابن عمر کو اس لیے سستا دیتا تھا کہ انہیں کا صدقہ ہے لہذا یہ حدیث اس واقعہ کے خلاف نہیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۶۰)

(4) انظر: سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب قسم الصدقات، باب العال علی الصدقة یاخذ منها بقدر عملہ الخ، الحدیث: ۱۳۱۶، ج ۷، ص ۲۳

(5) السنن الکبریٰ، کتاب قسم الصدقات باب المرأة تصیر من زکاتھا لی زوجھا، الحدیث: ۱۳۲۲۹، ج ۷، ص ۳۵

فرمایا: اے بنی ہاشم! تم اپنے نفس پر صبر کرو کہ صدقات آدمیوں کے دھوون ہیں۔ (6)

حدیث ۵ تا ۷: امام احمد و مسلم مطلب بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے صدقہ جائز نہیں کہ یہ تو آدمیوں کے میل ہیں۔ (7)
اور ابن سعد کی روایت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میری اہل بیت پر صدقہ حرام فرمادیا۔ (8)

اور ترمذی و نسائی و حاکم کی روایت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں اور جس قوم کا آزاد کردہ غلام ہو، وہ انھیں میں سے ہے۔ (9)

حدیث ۸: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقہ کا خرما لے کر منہ میں رکھ لیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: چھی چھی کہ اُسے پھینک دیں، پھر فرمایا: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (10) طہمان و بہز بن حکیم و براء و زید بن ارقم و عمرو بن خارجہ و سلمان

(6) المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۲۹۸۰، ج ۱۲، ص ۱۸۲

(7) صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب ترک استعمال آل النبی علی الصدقۃ، الحدیث: ۱۰۷۲، ص ۵۳۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

اب اس طرح کہ زکوٰۃ و فطرہ نکل جانے سے لوگوں کے مال اور دل پاک و صاف ہوتے ہیں جیسے میل نکل جانے سے جسم یا کپڑا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "تُخْلَصُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةٌ تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا" لہذا یہ مسلمانوں کا دھوون ہے۔

۲۔ یہ حدیث ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی یعنی مجھے اور میری اولاد کو زکوٰۃ لینا اس لیے حرام ہے کہ یہ مال کا میل ہے لوگ ہرے میل سے سترے ہوں، ہم کسی کا میل کیوں لیں، اب بعض کا یہ کہنا کہ چونکہ سادات کو فیس نہیں ملتا اس لیے اب وہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں غلط ہے کہ نص کے مقابل چونکہ اور کیونکہ نہیں سنا جاتا۔ (مرآۃ المتاجع شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۵۱)

(8) الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج ۱، ص ۲۹۷

(9) جامع ترمذی، أبواب الزکاة، باب ما جاء فی کرہیۃ الصدقۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم و اہل بیۃ و موالیہ، الحدیث: ۶۵۷، ج ۲، ص ۱۳۲

(10) صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب ما یذکر فی الصدقۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ، الحدیث: ۱۳۹۱، ج ۱، ص ۵۰۳

حکیم امت کے مدنی پھول

اب اس حدیث نے فیصلہ فرمادیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ انکا جمع فرما کر قیامت اپنی اوداد کو شامل فرما لیا یہ ہی حق ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ حکم اس زمانہ میں تھا اب سید زکوٰۃ لے سکتے ہیں یا سید کی زکوٰۃ سید لے سکتے ہیں یہ ترم مرجوع قول ہیں، فتویٰ اس پر نہیں۔ خیال رہے کہ بنی ہاشم سے مراد آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل حارث ابن مطلب اور

وعبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ومیمون وکیسان و ہرمز و خارجہ بن عمرو و مغیرہ و انس و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایتیں ہیں کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اہل بیت کے لیے صدقات ناجائز ہیں۔ (11)

مسئلہ ۱: زکاۃ کے مصارف سات ہیں:

(۱) فقیر

(۲) مسکین

(۳) عامل

(۴) رقاب

(۵) غارم

(۶) فی سبیل اللہ

(۷) ابن سبیل۔ (12)

مسئلہ ۲: فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچ جائے یا نصاب کی قدر ہو تو اُس کی حاجت اصلہ میں مستغرق ہو، مثلاً رہنے کا مکان پہننے کے کپڑے خدمت کے لیے لونڈی غلام، علمی شغل رکھنے والے کو دینی کتابیں جو اس کی ضرورت سے زیادہ نہ ہوں جس کا بیان گزرا۔ یوہیں اگر مدیون ہے اور دین نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے، تو فقیر ہے اگرچہ اُس کے پاس ایک تو کیا کئی نصائب ہوں۔ (13)

مسئلہ ۳: فقیر اگر عالم ہو تو اُسے دینا جائل کو دینے سے افضل ہے۔ (14) مگر عالم کو دے تو اس کا لحاظ رکھے کہ

آل رسول ہیں، ابولہب کی مسلمان اولاد اگرچہ بنی ہاشم تو ہیں مگر یہ زکوٰۃ لے سکتے تھے اور لے سکتے ہیں کیونکہ زکوٰۃ کی حرمت کرامت و عزت کے لیے ہے، ابولہب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کی کوشش میں رہا اسی لیے وہ اور اس کی اولاد اس عظمت کی مستحق نہ ہوئی۔ (ازلمعات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی ناسمجھ اولاد کو بھی ناجائز کام نہ کرنے دے، وہ دیکھو حضرت حسن اس وقت بہت ہی کمسن، اور ناسمجھ تھے جیسا کہ کج کج فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی زکوٰۃ کا چھوہارا نہ کھانے دیا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ ناسمجھ لڑکوں کو سونے چاندی کا زیور پہنانا حرام ہے۔ اس مسئلہ کی ماخذ یہ حدیث بھی ہو سکتی ہے یہ قاعدہ بہت مفید ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۵۰)

(11) نظر: کنز العمال، کتاب الزکاۃ، ج ۶، ص ۱۹۵-۱۹۶

(12) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، ج ۳، ص ۳۲۱-۳۲۰

(13) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، ج ۳، ص ۳۲۳ وغیرہ

(14) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۸۷

اس کا اعزاز مد نظر ہو، ادب کے ساتھ دے جیسے چھوٹے بڑوں کو نذر دیتے ہیں اور معاذ اللہ عالم دین کی حقارت اگر قلب میں آئی تو یہ ہلاکت اور بہت سخت ہلاکت ہے۔ (14A)

مسئلہ ۴: مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور اسے سوال حلال ہے، فقیر کو سوال ناجائز کہ جس کے پاس کھانے اور بدن چھپانے کو ہو اسے بغیر ضرورت و مجبوری سوال حرام ہے۔ (15)

(14A) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

یونہی عالم دین سنی صحیح العقیدہ داعی الی اللہ کی توہین کفر ہے،

مجمع الانہر میں ہے: الاستغفاف بالعلماء والاشراف کفر اس علماء اور سادات کی توہین کفر ہے۔

(۱۔ مجمع الانہر شرح ملتقى الأبحر باب الفاظ الکفر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵)

اسی میں ہے: من قال للعالم عویلہ فقد کفر ۲۔ جو کسی عالم کو حقارت سے مولو یا کہے وہ کافر ہے۔

(۲۔ مجمع الانہر شرح ملتقى الأبحر باب الفاظ الکفر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵)

مگر یہ اوپر بتا دیا گیا اور واجب اللحاظ ہے کہ عالم دین وہی ہے جو سنی صحیح العقیدہ ہو، بد مذہبوں کے علماء علمائے دین نہیں۔ یوں تو ہندوؤں میں پنڈت اور نصاریٰ میں پادری ہوتے ہیں اور ابلیس کتنا بڑا عالم تھا جسے معلم الملوک کہا جاتا ہے قال اللہ تعالیٰ اضلہ اللہ علی علم ۳۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا۔ ت) (۳۔ القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳)

ایسوں کی توہین کفر نہیں بلکہ تاجد مقدور فرض ہے، حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اترعون عن ذکر الفاجر متی يعرفہ الناس اذ کروا الفاجر بما فیہ یخذوہ الناس ۴۔

کیا تم فاجر کے ذکر سے گھبراتے ہو جب لوگ اسے جانتے ہوں فاجر کے فجور کا ذکر کر دتا کہ لوگ اس سے محفوظ رہیں۔۔۔

(۳۔ سنن الکبریٰ کتاب الشہادات دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۱۰) (تاریخ بغداد ترجمہ ۴۵/ ۳، ۵۱/ ۳ دار الکتاب العربی بیروت

۷/ ۲۶۲ و ۲۶۸) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳، ص ۶۱۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(15) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بے ضرورت شرعی سوال کرنا حرام ہے، اور جن لوگوں نے باوجود قدرت کسب بلا ضرورت سوال کرنا اپنا پیشہ کر لیا ہے وہ جو کچھ اس سے جمع

کرتے ہیں سب ناپاک و خبیث ہے اور ان کا یہ حال جان کر ان کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ ناجائز و گناہ، اور گناہ میں مدد کرنا

ہے۔ درجب، انھیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے مجموعہ

فتویٰ میں ذکر کی، لیکن اگر بے سوال کوئی کچھ دے جیسے لوگ علماء و مشائخ کی خدمت کرتے ہیں تو اس کے لئے لینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ

نیت نیک ہو تو دینے اور لینے والے دونوں داخل ثواب ہیں خصوصاً جبکہ لینے والا حاجت رکھتا ہو، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ←

مسئلہ ۵: عامل وہ ہے جسے بادشاہ اسلام نے زکاۃ اور عشر وصول کرنے کے لیے مقرر کیا، اسے کام کے لحاظ سے اتنا دیا جائے کہ اُس کو اور اُس کے مددگاروں کا متوسط طور پر کافی ہو، مگر اتنا نہ دیا جائے کہ جو وصول کر لایا ہے اس کے نصف سے زیادہ ہو جائے۔ (16)

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کچھ عطا بھیجی انھوں نے واپس حاضر کی کہ حضور نے ہمیں حکم دیا تھا کہ کسی سے کچھ نہ لینے میں مجھادی ہے، فرمایا یہ بحالت سوال ہے اور جو بے سوال آئے وہ تو ایک رزق ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے تجھے بھیجا، امیر المومنین نے عرض کی واللہ اب کسی سے کچھ سوال نہ کروں گا اور بے سوال جو چیز آئے گی لے لوں گا، ۳۔

(۳۔ صحیح البخاری باب من اعطاه اللہ شیئاً من غیر مسئلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹) (صحیح مسلم باب جواز الاخذ بغیر سوال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۴) (مسند احمد بن حنبل مروی از عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۰، ۴۱) (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب المبیوع والقبضۃ حدیث ۱۲۰۱۶ دارہ علوم القرآن والعلوم الاسلامیہ ۶/ ۵۵۲)

رواہ مالک فی الموطا اصل الحدیث عند الشیخین من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی الباب عن ام المومنین الصدیقۃ عند احمد و البیہقی وعن واصل بن الخطاب عند ابی یعلیٰ وعن خالد بن عدی الجہنی عند احمد و ابی یعلیٰ والطبرانی وابن حبان والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عند الامام احمد وعن عائذ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم عند احمد والطبرانی و البیہقی وهذا کلها احادیث قویۃ باسناد جیاد۔

اسے موطا میں امام مالک نے روایت کیا ہے اور اصل حدیث بخاری و مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے، اور اس بارے میں امام احمد اور بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، ابو یعلیٰ نے حضرت واصل بن خطاب سے، امام احمد، ابو یعلیٰ، طبرانی، ابن حبان اور حاکم سے حضرت خالد بن عدی الجہنی سے، امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، امام احمد، طبرانی، دربیہقی نے حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے، اور یہ تمام احادیث جید اسناد کی وجہ سے قوی ہیں۔۔۔ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما المعطی من سعة بافضل من الاخذ اذا کان محتاجاً۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وشاہدہ عندہ فی الاوسط کابن حبان فی الضعفاء من حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۔ المعجم الکبیر مروی از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۲/ ۴۲۳) تو نگری سے دینے والا کچھ لینے والے سے افضل نہیں جبکہ وہ حاجت رکھتا ہو (اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور اوسط میں ان کے ہاں اس کا شاہد بھی ہے جیسا کہ ابن حبان نے الضعفاء میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۰۳-۳۰۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مسئلہ ۶: عامل اگر چہ غنی ہو اپنے کام کی اجرت لے سکتا ہے اور ہاشمی ہو تو اس کو مالِ زکاۃ میں سے دینا بھی ناجائز اور اُسے لینا بھی ناجائز ہاں اگر کسی اور مد سے دیں تو لینے میں بھی حرج نہیں۔ (17)

مسئلہ ۷: زکاۃ کا مال عامل کے پاس سے جاتا رہا تو اب اسے کچھ نہ ملے گا، مگر دینے والوں کی زکاتیں ادا ہو گئیں۔ (18)

مسئلہ ۸: کوئی شخص اپنے مال کی زکاۃ خود لے کر بیت المال میں دے آیا تو اُس کا معاوضہ عامل نہیں پائے گا۔ (19)

مسئلہ ۹: وقت سے پہلے معاوضہ لے لیا یا قاضی نے دے دیا یہ جائز ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے نہ دیں اور اگر پہلے لے لیا اور وصول کیا ہو مال ہلاک ہو گیا تو ظاہر یہ کہ واپس نہ لیں گے۔ (20)

مسئلہ ۱۰: رقاب سے مراد مکاتب غلام کو دینا کہ اس مالِ زکاۃ سے بدلہ کتابت ادا کرے اور غلامی سے اپنی گردن رہا کرے۔ (21)

مسئلہ ۱۱: غنی کے مکاتب کو بھی مالِ زکاۃ دے سکتے ہیں اگرچہ معلوم ہے کہ یہ غنی کا مکاتب ہے۔ مکاتب پورا بدلہ کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو گیا اور پھر بدستور غلام ہو گیا تو جو کچھ اُس نے مالِ زکاۃ لیا ہے، اس کو مولیٰ تصرف میں لا سکتا ہے اگرچہ غنی ہو۔ (22)

مسئلہ ۱۲: مکاتب کو جو زکاۃ دی گئی وہ غلامی سے رہائی کے لیے ہے، مگر اب اسے اختیار ہے دیگر مصارف میں بھی خرچ کر سکتا ہے، اگر مکاتب کے پاس بقدر نصاب مال ہے اور بدلہ کتابت سے بھی زیادہ ہے، جب بھی زکاۃ دے

(17) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۸۸

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
بالجملہ مدارکار حاجتمند بمعنی مذکور پر ہے، تو جو نصاب مزبور پر دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوۃ نہیں پاسکتا اگرچہ غازی ہو یا حاتی یا طالب علم یا مفتی مگر عامل زکوۃ جسے حاکم اسلام نے ارباب اموال سے تحصیل زکوۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالت غنا بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر ہاشمی نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۱۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(18) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، ج ۳، ص ۳۳۳

(19) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۸۸

(20) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، ج ۳، ص ۳۳۶

(21) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۸۸

(22) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، ج ۳، ص ۳۳۷ وغیرہ

سکتے ہیں مگر ہاشمی کے مکاتب کو زکاۃ نہیں دے سکتے۔ (23)

مسئلہ ۱۳: غارم سے مراد مدیون ہے یعنی اس پر اتنا دین ہو کہ اُسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے، اگرچہ اس کا اوروں پر باقی ہو مگر لینے پر قادر نہ ہو، مگر شرط یہ ہے کہ مدیون ہاشمی نہ ہو۔ (24)

مسئلہ ۱۴: فی سبیل اللہ یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنا اس کی چند صورتیں ہیں، مثلاً کوئی شخص محتاج ہے کہ جہاد میں جانا چاہتا ہے، سواری اور زورِ راہ اُس کے پاس نہیں تو اُسے مالِ زکاۃ دے سکتے ہیں کہ یہ راہِ خدا میں دینا ہے اگرچہ وہ کھانے پر قادر ہو یا کوئی حج کو جانا چاہتا ہے اور اُس کے پاس مال نہیں اُس کو زکاۃ دے سکتے ہیں، مگر اسے حج کے لیے سوال کرنا جائز نہیں۔

یا طالب علم کہ علمِ دین پڑھتا یا پڑھنا چاہتا ہے، اسے دے سکتے ہیں کہ یہ بھی راہِ خدا میں دینا ہے بلکہ طالب علم سوال کر کے بھی مالِ زکاۃ لے سکتا ہے، جب کہ اُس نے اپنے آپ کو اسی کام کے لیے فارغ کر رکھا ہو اگرچہ کسب پر قادر ہو۔ یوہیں ہر نیک بات میں زکاۃ صرف کرنا فی سبیل اللہ ہے، جب کہ بطور تملیک (25) ہو کہ بغیر تملیک زکاۃ ادا نہیں ہو سکتی۔ (26)

مسئلہ ۱۵: بہت سے لوگ مالِ زکاۃ اسلامی مدارس میں بھیج دیتے ہیں ان کو چاہیے کہ متولی مدرسہ کو اطلاع دیں کہ یہ مالِ زکاۃ ہے تاکہ متولی اس مال کو جدار کھے اور مال میں نہ ملائے اور غریب طلبہ پر صرف کرے، کسی کام کی اجرت میں نہ دے ورنہ زکاۃ ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ ۱۶: ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس مال نہ رہا زکاۃ لے سکتا ہے، اگرچہ اُس کے گھر مال موجود ہو مگر اُسی قدر لے جس سے حاجت پوری ہو جائے، زیادہ کی اجازت نہیں۔ یوہیں اگر مالک نصاب کا مال کسی میعاد تک کے لیے دوسرے پر دین ہے اور ہنوز میعاد پوری نہ ہوئی اور اب اُسے ضرورت ہے یا جس پر اُس کا آتا ہے وہ یہاں موجود نہیں یا موجود ہے مگر نادار ہے یا دین سے منکر ہے، اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو تو ان سب صورتوں میں بقدر ضرورت زکاۃ لے سکتا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ قرض ملے تو قرض لے کر کام چلائے۔ (27) اور اگر دین معجل ہے یا میعاد پوری ہوئی مگر

(23) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۸۸

ورد المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصارف، ج ۳، ص ۳۳۷

(24) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصارف، ج ۳، ص ۳۳۹، وغیرہ

(25) یعنی جس کو دے، اسے مالک بنا دے۔

(26) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصارف، ج ۳، ص ۳۳۹، وغیرہ

(27) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۸۸

مدیون غنی حاضر ہے اور اقرار بھی کرتا ہے تو زکاۃ نہیں لے سکتا، کہ اُس سے لے کر اپنی ضرورت میں صرف کر سکتا ہے لہذا حاجت مند نہ ہوا۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ قرض جسے عرف میں لوگ دستگرداں کہتے ہیں، شرعاً ہمیشہ معجل ہوتا ہے کہ جب چاہے اس کا مطالبہ کر سکتا ہے، اگرچہ ہزار عہد و پیمان و وثیقہ و تمسک کے ذریعہ سے اس میں میعاد مقرر کی ہو کہ اتنی مدت کے بعد دیا جائے گا، اگرچہ یہ لکھ دیا ہو کہ اُس میعاد سے پہلے مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا اگر مطالبہ کرے تو باطل و مسموع ہوگا کہ سب شرطیں باطل ہیں اور قرض دینے والے کو ہر وقت مطالبہ کا اختیار ہے۔

مسئلہ ۷۱: مسافر یا اس مالک نصاب نے جس کا اپنا مال دوسرے پر ذین ہے، بوقت ضرورت مال زکاۃ بقدر ضرورت لیا پھر اپنا مال مل گیا مثلاً مسافر گھر پہنچ گیا یا مالک نصاب کا ذین وصول ہو گیا، تو جو کچھ زکاۃ میں کا باقی ہے اب بھی اپنے صرف میں لاسکتا ہے۔ (28)

مسئلہ ۱۸: زکاۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ ان ساتوں قسموں کو دے یا ان میں کسی ایک کو دیدے، خواہ ایک قسم کے چند اشخاص کو یا ایک کو اور مال زکاۃ اگر بقدر نصاب نہ ہو تو ایک کو دینا افضل ہے اور ایک شخص کو بقدر نصاب دے دینا مکروہ، مگر دے دیا تو ادا ہوگئی۔ ایک شخص کو بقدر نصاب دینا مکروہ اُس وقت ہے کہ وہ فقیر مدیون نہ ہو اور مدیون ہو تو اتنا دے دینا کہ ذین نکال کر کچھ نہ بچے یا نصاب سے کم بچے مکروہ نہیں۔ یوہیں اگر وہ فقیر بال بچوں والا ہے کہ اگرچہ نصاب یا زیادہ ہے، مگر اہل و عیال پر تقسیم کریں تو سب کو نصاب سے کم ملتا ہے تو اس صورت میں بھی حرج نہیں۔ (29)

مسئلہ ۱۹: زکاۃ ادا کرنے میں یہ ضرور ہے کہ جسے دیں مالک بنا دیں، اباحت کافی نہیں، لہذا مال زکاۃ مسجد میں صرف کرنا یا اُس سے میت کو کفن دینا یا میت کا ذین ادا کرنا یا غلام آزاد کرنا، پل، سرائ، سقایہ، سڑک بنوا دینا، نہریا کو آں کھدوا دینا ان افعال میں خرچ کرنا یا کتاب وغیرہ کوئی چیز خرید کر وقف کر دینا کافی ہے۔ (30)

والدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج ۳، ص ۳۴۰

(28) ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج ۳، ص ۳۴۰

(29) الفتاویٰ المحمدیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۸۸

(30) الفتاویٰ المحمدیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۸۸

وتنویر البصار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج ۳، ص ۳۴۱-۳۴۳

عوض زر زکاۃ کے محتاجوں کو کپڑے بنا دینا، انھیں کھانا دے دینا جائز ہے اور اس سے زکاۃ ادا ہو جائیگی خاص روپیہ ہی دینا، جب نہیں مگر ادائے زکاۃ کے معنی یہ ہیں کہ اس قدر مال کا محتاجوں کو مالک کر دیا جائے اسی واسطے اگر فقراء و مساکین کو مثلاً، پنے گھر بنا کر کھانا پکا کر بطریق دعوت کھلا دیا تو ہرگز زکاۃ ادا نہ ہوگی کہ یہ صورت اباحت ہے نہ کہ تملیک، یعنی ہر گز اس طعام کو ملک داعی پر کھاتا ہے اور اس کا مالک نہیں ہو جاتا اسی واسطے مہمانوں کو روایا نہیں کہ طعام دعوت سے بے اذن دعوت میزبان گداؤں یا چوروں کو دے دیں، یا —

مسئلہ ۲۰: فقیر پر دین ہے اس کے کہنے سے مال زکاۃ سے وہ دین ادا کیا گیا زکاۃ ادا ہو گئی اور اگر اس کے علم سے نہ ہو تو زکاۃ ادا نہ ہوئی اور اگر فقیر نے اجازت دی مگر ادا سے پہلے مر گیا تو یہ دین اگر مال زکاۃ سے ادا کریں زکاۃ ادا نہ ہوگی۔ (31) ان چیزوں میں مال زکاۃ صرف کرنے کا حیلہ ہم بیان کر چکے، اگر حیلہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ (31A)

ایک خوان والے دوسرے خوان والے کو اپنے پاس کچھ اٹھادیں یا بعد فراغ جو باقی بچے اپنے گھر لے جائیں۔ فی البدل المختار لو اطعم یتیمًا ناویا الزکوۃ لا یجزیہ الا اذا دفع الیہ المطعوم کمالو کساہ ا۔ انہی قولہ کمالو کساہ ای کہا یجزیہ ۲۔ اھ طحاوی عن الحلبي وفي الحاشية الطحاوية ايضا في باب المصروف لا يكفي فيها الاطعام الا بطريق التملك ولو اطعمه عنده ناويا الزکوۃ لا يكفي ۳۔ انتہی۔ در مختار میں ہے کہ کسی نے یتیم کو بیعت زکوۃ کھانا کھلایا تو زکوۃ ادا نہ ہوگی مگر اس صورت میں جب کھانا اس کے سپرد کر دیا گیا ہو، جیسا کہ اگر اسے لباس پہنا دیا گیا ہو انہی قولہ کمالو کساہ یعنی اس صورت میں بھی زکوۃ ادا ہو جائیگی اھ طحاوی عن الحلبي اور حاشیہ طحاویہ کے باب المصروف میں یہ بھی ہے کھانا کھلا دینا کافی نہیں البتہ اگر مالک کر دے تو پھر کافی ہے، اور اگر کسی نے بیعت زکوۃ سے کھانا کھلایا تو کافی نہ ہوگا انہی۔

(۱۔ در مختار کتاب الزکوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۹) (۲۔ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الزکوۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۳۸۸) (۳۔ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب المصروف دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۲۵)

ہاں اگر صاحب زکوۃ نے کھانا خام خواہ پختہ مستحقین کے گھر بھجوا دیا یا اپنے ہی گھر کھلایا مگر بصریح پہلے مالک کر دیا تو زکوۃ ادا ہو جائیگی، فان العبرة بملک ولا مدخل فيه لا كله في بيت المذكي او ارساله الى بيوت المستحقين وما ذكره الطحاوی محمول علی الدعوة المعروفة فانها المتبادرة منه وانها لا تكون الا علی سبيل الاباحة، واللہ تعالیٰ اعلم۔ کیونکہ اعتبار تملیک کا ہے اس میں اس کا کوئی دخل نہیں کہ زکوۃ دینے والے کی گھر کھانا کھلایا یا مستحق لوگوں کے گھر بھیج دیا ہو۔ اور جو طحاوی نے ذکر کیا وہ دعوت معروفہ پر محمول ہے کیونکہ اس سے متبادر ہے کہ یہ دعوت بطور تملیک نہیں ہوتی بلکہ بطور اباحت ہوتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۷۰۔ ۷۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(31) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، ج ۳، ص ۳۴۲

(31A) حیلہ شرعی

امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب اسلامی بہنوں کی نماز صفحہ 166 پر لکھتے ہیں: حیلہ شرعی کا جواز قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی معتبر کتب میں موجود ہے۔ چنانچہ حضرت سید مالاب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہاری کے زمانے میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بار خدمت سراپا عظمت میں تاخیر سے حاضر ہوئیں تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم کھائی کہ ۷

مسئلہ ۲۱: (۱) اپنی اصل یعنی ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہم جن کی اولاد میں یہ ہے (۲) اور اپنی اولاد بیٹا

میں تندرست ہو کر 100 کوڑے ماروں گا صحت یاب ہونے پر اللہ عز و جل نے انہیں 100 سیلوں کی جہاز دمارنے کا حکم ارشاد فرمایا۔
پچانچہ قرآن پاک میں ہے:

وَأَخْذُ يَدَيْكَ ضِغْتًا فَاُطْرِبُ بِهِ وَلَا تَخْتَفُ

ترجمہ کنز الایمان: اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جہاز ڈال کر اس سے ماروے اور قسم نہ توڑ۔ (پ ۲۳، ص: ۴۴)
فتاویٰ عالمگیری میں جیلوں کا ایک مستقل باب ہے جس کا نام کتاب الجیل ہے پچانچہ عالمگیری کتاب الجیل میں ہے، جو جیلہ کسی کا حق مارنے یا اس میں شہہ پیدا کرنے یا باطل سے فریب دینے کیلئے کیا جائے وہ مکروہ ہے اور جو جیلہ اس لئے کیا جائے کہ آدمی حرام سے بچ جائے یا حلال کو حاصل کر لے وہ اچھا ہے۔ اس قسم کے جیلوں کے جائز ہونے کی دلیل اللہ عز و جل کا یہ فرمان ہے:

وَأَخْذُ يَدَيْكَ ضِغْتًا فَاُطْرِبُ بِهِ وَلَا تَخْتَفُ

ترجمہ کنز الایمان: اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جہاز ڈال کر اس سے ماروے اور قسم نہ توڑ۔ (پ ۲۳، ص: ۴۴)
(الفتاویٰ المصنوعہ، کتاب الجیل، ج ۶، ص ۳۹۰)

کان تمحید نے کا رواج کب سے ہوا؟

جیسے کے جواز پر ایک اور دلیل ملاحظہ فرمائیے پچانچہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت سیدنا سیدنا سارہ اور حضرت سیدنا عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کچھ جھگڑا ہو گئی۔ حضرت سیدنا سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قسم کھائی کہ مجھے اگر قابو ملا تو میں ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی عضو کاٹوں گی۔

اللہ عز و جل نے حضرت سیدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا کہ ان میں صلح کروادیں۔ حضرت سیدنا سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی مناجیلہ یعنی میری قسم کا کیا جیلہ ہوگا؟ تو حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ (حضرت) سارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو حکم دو کہ وہ (حضرت) ہاجرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے کان تمحید دیں۔ اسی وقت سے عورتوں کے کان تمحید نے کا رواج پڑا۔

(غزنیون البصائر شرح الہشاش والنظار، ج ۳، ص ۲۹۵)

گائے کے گوشت کا تحفہ

اُمّ المؤمنین حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ دو جہاں کے سلطان، سرور ویشان، محبوب رحمن عز و جل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گائے کا گوشت حاضر کیا گیا، کسی نے عرض کی، یہ گوشت حضرت سیدنا بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر صدقہ ہوا تھا۔ فرمایا: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا عِدَّةٌ۔ یعنی یہ بریرہ کے لیے صدقہ تھا ہمارے لیے عِدَّة ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، الحدیث ۱۰۷۵ ص ۵۴۱)

جی، پوتا پوتی، نواسا نواسی وغیرہم کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ یوں صدقہ فطر و نذر و کفارہ بھی انہیں نہیں دے سکتا۔ رہا صدقہ زکوٰۃ کا شرعی حیلہ

حضرت سیدنا بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ صدقہ کی حصار تھیں ان کو بطور صدقہ ملا ہوا گائے کا گوشت اگرچہ ان کے حق میں صدقہ ہی تھا مگر ان کے قبضہ کر لینے کے بعد جب بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا تھا تو اُس کا حکم بدل گیا تھا اور اب وہ صدقہ نہ رہا تھا۔ یوں ہی کوئی مستحق شخص زکوٰۃ اپنے قبضہ میں لینے کے بعد کسی بھی آدمی کو تحفہ دے سکتا یا مسجد وغیرہ کیلئے پیش کر سکتا ہے کہ مذکورہ مستحق شخص کا پیش کرنا اب زکوٰۃ نہ رہا، حدیث یا عیضیہ ہو گیا۔

حیلہ شرعی کا طریقہ

حیلہ شرعی کا طریقہ یہ ہے کسی شرعی فقیر کو زکوٰۃ کا مالک بنادیں پھر وہ (آپ کے مشورے پر یا خود) اپنی طرف سے کسی نیک کام میں خرچ کرنے کے لئے دے دے۔ تو ان شاء اللہ عز و جل دونوں کو ثواب ہوگا۔ فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، زکوٰۃ کی رقم مزدے کی تعمیر و تکفین یا مسجد کی تعمیر میں صرف نہیں کر سکتے کہ خلیک فقیر (یعنی فقیر کو مالک کرنا) نہ پائی گئی۔ اگر ان امور میں خرچ کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو (زکوٰۃ کی رقم کا) مالک کر دیں اور وہ (تعمیر مسجد وغیرہ میں) صرف کرے، اس طرح ثواب دونوں کو ہوگا۔ (رد المحتار، کتاب الزکوٰۃ، ج ۳، ص ۳۴۳)

100 افراد کو برابر برابر ثواب ملے

پیارے بھائیو! دیکھا آپ نے اکفن دفن بلکہ تعمیر مسجد میں بھی حیلہ شرعی کے ذریعہ زکوٰۃ استعمال کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ تو فقیر کے حق میں تھی جب فقیر نے قبضہ کر لیا تو اب وہ مالک ہو چکا، جو چاہے کرے۔ حیلہ شرعی کی بزرگت سے دینے والے کی زکوٰۃ بھی ادا ہو گئی اور فقیر بھی مسجد میں دیگر ثواب کا حصار ہو گیا۔ فقیر شرعی کو حیلے کا مسئلہ بے شک سمجھا دیا جائے۔ حیلہ کرتے وقت ممکن ہو تو زیادہ افراد کے ہاتھ میں رقم پھرائی جائے تاکہ سب کو ثواب ملے مثلاً حیلہ کیلئے فقیر شرعی کو ۱۲ لاکھ روپے زکوٰۃ دی، قبضہ کے بعد وہ کسی بھی اسلامی بھائی کو تحفہ دیدے یہ بھی قبضے میں لیکر کسی اور کو مالک بنا دے، یوں سبھی بہ نیت ثواب ایک دوسرے کو مالک بناتے رہیں، آخر والا مسجد یا جس کام کیلئے حیلہ کیا تھا اُس کیلئے دیدے تو ان شاء اللہ عز و جل سبھی کو بارہ بارہ لاکھ روپے صدقہ کرنے کا ثواب ملیگا۔ چنانچہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدار رسالت، فہمنا شاہنشاہت، حکیم مجود و سخاوت، سرایا رحمت، محبوب رب العزت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اگر سو ہاتھوں میں صدقہ گزرا تو سب کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا دینے والے کیلئے ہے اور اس کے اجر میں کچھ کمی نہ ہو گی۔ (تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۱۳۵)

رکھ مت لینا

حیلہ کرتے وقت شرعی فقیر کو یہ نہ کہے کہ واپس دے دینا، رکھ مت لینا وغیرہ وغیرہ، یا القرض ایسا کہہ بھی دیا تب بھی زکوٰۃ کی ادائیگی و حیلہ میں کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ صدقات و زکوٰۃ اور تحفہ دینے میں اس قسم کے شرطیہ الفاظ قاسد ہیں۔ اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، ←

نفل وہ دے سکتا ہے بلکہ بہتر ہے۔ (32)

مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ شامی کے حوالے سے فرماتے ہیں، بہار اور صدقہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتے۔ (فتاویٰ رضویہ، مج ۱۰، ص ۱۰۸)

اگر شرعی فقیر زکوٰۃ لے کر واپس نہ دے تو؟

اگر جیلہ کرنے کیسے شرعی فقیر کو زکوٰۃ دی جائے اور وہ لے کر رکھ لے تو اب اس سے نیک کاموں کیلئے جبراً نہیں لے سکتے کیونکہ اب وہ مالک ہو چکا اور اسے اپنے مال پر اختیار حاصل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، مج ۱۰، ص ۱۰۸)

حیلہ شرعی کیسے بھروسے کا آدمی نہ مل سکے تو؟

اگر بھروسے کا کوئی آدمی نہ مل سکے تو اس کا ممکنہ طریقہ یہ ہے کہ اگر پانچ ہزار روپے زکوٰۃ بنتی ہو تو کسی شرعی فقیر کے ہاتھ کوئی چیز مثلاً چند کلو گندم پانچ ہزار کی بچی جائے اور اسے بھادیا جائے کہ اس کی قیمت تمہیں نہیں دینی پڑے گی بلکہ ہم تمہیں رقم دیں گے اسی سے ادا کر دینا۔ جب وہ بیع قبول کر لے تو گندم اسے دے دی جائے، اس طرح وہ آپ کا پانچ ہزار کا مقروض ہو گیا۔ اب اسے پانچ ہزار روپے زکوٰۃ کی مد میں دیں جب وہ اس پر قبضہ کر لے تو زکوٰۃ ادا ہو گئی، پھر آپ گندم کی قیمت کے طور پر وہ پانچ ہزار واپس لے لیں، اگر وہ دینے سے انکار کرے تو جہراً (زبردستی) بھی لے سکتے ہیں کیونکہ قرض زبردستی بھی وصول کیا جاسکتا ہے۔

(رد المحتار، کتاب الزکوٰۃ، ج ۳، ص ۲۲۶، ماخوذ از فتاویٰ امجدیہ، ج ۱، ص ۳۸۸)

فقیر کو زکوٰۃ کی رقم بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے کا مشورہ دینا

حیلہ شرعی میں دینے کے بعد اس فقیر کو کسی اہر خیر کے لئے دینے کا کہہ سکتے ہیں اس پر ان شاء اللہ غزوۂ جہنم دونوں کو ثواب ملے گا کہ جو کسی بھلائی پر راہنمائی کرتا ہے اس پر عمل کرنے والے کا ثواب اسے بھی ملتا ہے۔

(رد المحتار، کتاب الزکوٰۃ، ج ۳، ص ۲۲۷، ماخوذ از فتاویٰ امجدیہ، ج ۱، ص ۳۸۸)

حیلہ شرعی کئے بغیر زکوٰۃ مدرسے میں خرچ کر دی تو؟

اگر کسی نے حیلہ شرعی کئے بغیر زکوٰۃ مدرسے میں خرچ کر دی تو اب وہ خرچ زکوٰۃ میں شمار نہیں ہو سکتا کیونکہ ادائیگی کی شرائط موجود نہیں ہیں۔ جو کچھ خرچ کیا گیا وہ خرچ کرنے والے کی طرف سے ہوا۔ اس پر لازم ہے کہ اس تمام رقم کا تاوان دے (یعنی اتنی رقم اپنے پاس سے ادا کرے)۔ (ماخوذ از فتاویٰ فقیہ ملت، ج ۱، ص ۳۱۱)

(32) رد المحتار، کتاب الزکوٰۃ، باب المصروف، ج ۳، ص ۳۳۴، وغیرہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مصرف زکوٰۃ ہر مسلمان حاجت مند جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی ہو، نہ اپنا شوہر، نہ اپنی عورت، اگرچہ طلاق مغلقہ دے دی ہو جب تک عدت سے باہر نہ آئے، نہ وہ جو اپنی اولاد میں ہے جیسے بیٹا، بیٹی،

مسئلہ ۲۲: زنا کا بچہ جو اس کے نطفہ سے ہو یا وہ بچہ کہ اس کی منکوحہ سے زمانہ نکاح میں پیدا ہوا، مگر یہ کہہ چکا کہ میرا نہیں انھیں نہیں دے سکتا۔ (33)

مسئلہ ۲۳: بہو اور داماد اور سوتیلی ماں یا سوتیلے باپ یا زوجہ کی اولاد یا شوہر کی اولاد کو دے سکتا ہے اور رشتہ داروں میں جس کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے، اسے زکاۃ دے سکتا ہے جب کہ نفقہ میں محسوب نہ کرے۔ (34)

مسئلہ ۲۴: ماں باپ محتاج ہوں اور حیلہ کر کے زکاۃ دینا چاہتا ہے کہ یہ فقیر کو دے دے پھر فقیر انھیں دے یہ مکروہ ہے۔ (35) یوہیں حیلہ کر کے اپنی اولاد کو دینا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲۵: (۳) اپنے یا اپنی اصل یا اپنی فرع یا اپنے زوج یا اپنی زوجہ کے غلام یا مکاتب (36) یا مدتر (37) یا ام ولد (38) یا اس غلام کو جس کے کسی بچہ کا یہ مالک ہو، اگرچہ بعض حصہ آزاد ہو چکا ہو زکاۃ نہیں دے سکتا۔ (39) مسئلہ ۲۶: (۴) عورت شوہر کو (۵) اور شوہر عورت کو زکاۃ نہیں دے سکتا، اگرچہ طلاق بائن بلکہ تین طلاقیں دے چکا ہو، جب تک عدت میں ہے اور عدت پوری ہوگئی تو اب دے سکتا ہے۔ (40)

پوتا پوتی، نواسا نواسی، نہادہ جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، اگرچہ یہ اصلی و فردی رشتے عیاذ اللہ بذرعیہ زنا ہوں، نہ اپنا یا ان پانچوں قسم میں کسی کا مملوک اگرچہ مکاتب ہو، نہ کسی غنی کا غلام غیر مکاتب، نہ مرد غنی کا نابالغ بچہ، نہ ہاشمی کا آزاد بندہ، اور مسلمان حاجت مند کہنے سے کافر و غنی پہلے ہی خارج ہو چکے۔ یہ سولہ شخص ہیں جنہیں زکوۃ دینی جائز نہیں، ان کے سوا سب کو رواد، مثلاً ہاشمیہ بلکہ قاطبیہ عورت کا بیٹا جبکہ باپ ہاشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے۔ بعض متہورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹے اور باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں حکیم محدث صحیح مستحق لعنہ الہی ہوتے ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ وقد اوضحنا ذلك في فتاوانا

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۳۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(33) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، ج ۳، ص ۳۴۴

(34) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، ج ۳، ص ۳۴۴

(35) المرجع السابق

(36) یعنی آقا اپنے غلام سے مال کی ایک مقدار مقرر کر کے یہ کہہ دے کہ اتنا ادا کر دے تو آزاد ہے اور غلام اس کو قبول بھی کر لے۔

(37) یعنی وہ غلام جس کی نسبت موتی نے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔

(38) یعنی وہ لونڈی جس کے بچہ پیدا ہوا اور موتی نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے۔

تفصیلی معلومات کے لئے بہار شریعت حصہ ۹ میں مدتر، مکاتب اور ام ولد کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

(39) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۸۹

(40) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، ج ۳، ص ۳۴۵

مسئلہ ۲۷: (۶) جو شخص مالک نصاب ہو (جبکہ وہ چیز حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہو یعنی مکان، سامان خانہ داری، پہننے کے کپڑے، خادم، سواری کا جانور، ہتھیار، اہل علم کے لیے کتابیں جو اس کے کام میں ہوں کہ یہ سب حاجتِ اصلیہ سے ہیں اور وہ چیز ان کے علاوہ ہو، اگرچہ اس پر سال نہ گزرا ہو اگرچہ وہ مال نامی نہ ہو) ایسے کو زکاۃ دینا جائز نہیں۔ اور نصاب سے مراد یہاں یہ ہے کہ اُس کی قیمت دو سو ۲۰۰ درم ہو، اگرچہ وہ خود اتنی نہ ہو کہ اُس پر زکاۃ واجب ہو مثلاً چھ تولے سونا جب دو سو ۲۰۰ درم قیمت کا ہو تو جس کے پاس ہے اگرچہ اُس پر زکاۃ واجب نہیں کہ سونے کی نصاب ساڑھے سات تولے ہے مگر اس شخص کو زکاۃ نہیں دے سکتے یا اس کے پاس تیس بکریاں یا بیس گائیں ہوں جن کی قیمت دو سو ۲۰۰ درم ہے اسے زکاۃ نہیں دے سکتا، اگرچہ اس پر زکاۃ واجب نہیں یا اُس کے پاس ضرورت کے سوا اسباب ہیں جو تجارت کے لیے بھی نہیں اور وہ دو سو ۲۰۰ درم کے ہیں تو اسے زکاۃ نہیں دے سکتے۔ (41)

مسئلہ ۲۸: صحیح تندرست کو زکاۃ دے سکتے ہیں، اگرچہ کمانے پر قدرت رکھتا ہو مگر سوال کرنا اسے جائز نہیں۔ (42)

مسئلہ ۲۹: (۷) جو شخص مالک نصاب ہے اُس کے غلام کو بھی زکاۃ نہیں دے سکتے، اگرچہ غلام اپنا بیچ ہو اور اُس کا مولیٰ کھانے کو بھی نہیں دیتا یا اُس کا مالک غائب ہو، مگر مالک نصاب کے مکاتب کو اور اُس ماذون کو دے سکتے ہیں جو خود اور اُس کا مال دین میں مستغرق ہو۔ (۸) یوہیں غنی مرد کے نابالغ بچے کو بھی نہیں دے سکتے اور غنی کی بالغ اولاد کو دے سکتے ہیں جب کہ فقیر ہوں۔ (43)

مسئلہ ۳۰: غنی کی بی بی کو دے سکتے ہیں جب کہ مالک نصاب نہ ہو۔ یوہیں غنی کے باپ کو دے سکتے ہیں جبکہ فقیر ہے۔ (44)

مسئلہ ۳۱: جس عورت کا دین مہر اس کے شوہر پر باقی ہے، اگرچہ وہ بقدر نصاب ہو اگرچہ شوہر مالدار ہو ادا کرنے پر قادر ہو اُسے زکاۃ دے سکتے ہیں۔ (45)

مسئلہ ۳۲: جس بچہ کی ماں مالک نصاب ہے، اگرچہ اس کا باپ زندہ نہ ہو اُسے زکاۃ دے سکتے ہیں۔ (46)

(41) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، مطلب فی حوائج الاصلیہ، ج ۳، ص ۳۴۶

(42) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السالط فی المصارف، ج ۱، ص ۱۸۹، وغیرہ

(43) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، ج ۳، ص ۳۲۸

(44) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السالط فی المصارف، ج ۱، ص ۱۸۹

(45) الجوهرة النيرة، کتاب الزکاۃ، باب من یجوز دفع الصدقة الیہ ومن لا یجوز، ص ۱۶۷

(46) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، ج ۳، ص ۳۲۹

مسئلہ ۳۳: جس کے پاس مکان یا دکان ہے جسے کرایہ پر اٹھاتا ہے اور اس کی قیمت مثلاً تین ہزار ہو مگر کرایہ اتنے نہیں جو اس کی اور بال بچوں کی خوروش (خوراک) کو کافی ہو سکے تو اس کو زکاۃ دے سکتے ہیں۔ یوں اس کی ملک میں کھیت ہیں جن کی کاشت کرتا ہے، مگر پیداوار اتنی نہیں جو سال بھر کی خوروش (خوراک) کے لیے کافی ہو اس کو زکاۃ دے سکتے ہیں، اگرچہ کھیت کی قیمت دو سو ۲۰۰ درم یا زائد ہو۔ (47)

مسئلہ ۳۴: جس کے پاس کھانے کے لیے غلہ ہو جس کی قیمت دو سو ۲۰۰ درم ہو اور وہ غلہ سال بھر کو کافی ہے، جب بھی اس کو زکاۃ دینا حلال ہے۔ (48)

مسئلہ ۳۵: جاڑے (سردی) کے کپڑے جن کی گرمیوں میں حاجت نہیں پڑتی حاجت اصلیہ میں ہیں، وہ کپڑے اگرچہ بیش قیمت ہوں زکاۃ لے سکتا ہے، جس کے پاس رہنے کا مکان حاجت سے زیادہ ہو یعنی پورے مکان میں اس کی سکونت نہیں یہ شخص زکاۃ لے سکتا ہے۔ (49)

مسئلہ ۳۶: عورت کو ماں باپ کے یہاں سے جو چیز ملتا ہے اس کی مالک عورت ہی ہے، اس میں دو طرح کی چیزیں ہوتی ہیں ایک حاجت کی جیسے خانہ داری کے سامان، پہننے کے کپڑے، استعمال کے برتن اس قسم کی چیزیں کتنی ہی قیمت کی ہوں ان کی وجہ سے عورت غنی نہیں، دوسری وہ چیزیں جو حاجت اصلیہ سے زائد ہیں زینت کے لیے دی جاتی ہیں جیسے زیور اور حاجت کے علاوہ اسباب اور برتن اور آنے جانے کے بیش قیمت بھاری جوڑے، ان چیزوں کی قیمت اگر بقدر نصاب ہے عورت غنی ہے زکاۃ نہیں لے سکتی۔ (50)

مسئلہ ۳۷: موتی وغیرہ جو اہر جس کے پاس ہوں اور تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان کی زکاۃ واجب نہیں، مگر جب نصاب کی قیمت کے ہوں تو زکاۃ لے نہیں سکتا۔ (51)

مسئلہ ۳۸: جس کے مکان میں نصاب کی قیمت کا باغ ہو اور باغ کے اندر ضروریات مکان باورچی خانہ، غسل خانہ وغیرہ نہیں تو اسے زکاۃ لینا جائز نہیں۔ (52)

(47) الفتاویٰ لہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۸۹

(48) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، مطلب فی حوائج الاصلیہ، ج ۳، ص ۳۴۶

(49) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، ج ۳، ص ۳۴۷

(50) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصروف، مطلب فی جہاز المرأة الی تصیر بہ غنیۃ، ج ۳، ص ۳۴۷

(51) المرجع السابق، وغیرہ

(52) الفتاویٰ لہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۸۹

مسئلہ ۳۹: (۹) بنی ہاشم کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ نہ غیر انھیں دے سکے، نہ ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی کو۔

بنی ہاشم سے مراد حضرت علی و جعفر و عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبدالمطلب کی اولادیں ہیں۔ ان کے علاوہ جنھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت نہ کی، مثلاً ابولہب کہ اگرچہ یہ کافر بھی حضرت عبدالمطلب کا بیٹا تھا، مگر اس کی اولادیں بنی ہاشم میں شمار نہ ہوں گی۔ (53)

مسئلہ ۴۰: بنی ہاشم کے آزاد کیے ہوئے غلاموں کو بھی نہیں دے سکتے تو جو غلام ان کی ملک میں ہیں، انھیں دینا بطریق اولیٰ ناجائز۔ (54)

مسئلہ ۴۱: ماں ہاشمی بلکہ سیدانی ہو اور باپ ہاشمی نہ ہو تو وہ ہاشمی نہیں کہ شرع میں نسب باپ سے ہے، لہذا ایسے شخص کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اگر کوئی دوسرا مانع نہ ہو۔

مسئلہ ۴۲: صدقہ نفل اور اوقاف کی آمدنی بنی ہاشم کو دے سکتے ہیں، خواہ وقف کرنے والے نے ان کی تعیین کی ہو یا نہیں۔ (55)

(53) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۸۹، وغیرہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

زکوٰۃ سادات کرام و سائر بنی ہاشم پر حرام قطعی ہے جس کی حرمت پر ہمارے ائمہ ثلاثہ بلکہ ائمہ مذہب اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع قائم۔ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ میزان میں فرماتے ہیں: اتفقی الائمة الاربعة علی تحریم الصدقة المفروضة علی بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب و ہم خمس بطون آل علی و آل العباس و آل جعفر و آل عقیل و آل الحارث بن عبدالمطلب

هذا من مسائل الاجماع و الاتفاق اھ۔ ملخصاً۔ باتفاق ائمہ اربعہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب پر صدقہ فرضیہ حرام ہے، اور وہ پانچ خاندان ہیں: آل علی، آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل حارث بن عبدالمطلب۔ یہ اجماعی اور اتفاقی مسائل میں سے ہے اھ ملخصاً۔

(۱۔ المیزان الکبریٰ باب قسم الصدقات۔ مصطفیٰ البانی مصر ۲/ ۱۳)

اول تا آخر تمام متون مذہب قاطبہ بے شد و ذشاؤ عامہ شروع معتمدہ و فتاویٰ مستندہ اس حکم پر مطلق اور خود حضور پر نور سید السادات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس باب میں وارد، اس وقت جہاں تک فقیر کی نظر ہے جس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس مضمون کی حدیثیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۹۹۔ ۱۰۰ ارضاقاؤنڈیشن، لاہور)

(54) لدراختار، کتاب الزکاۃ، باب المصارف، ج ۳، ص ۳۵۱، وغیرہ

(55) المرجع السابق، ص ۳۵۲

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فتاویٰ عتابیہ پھر نہایہ شرح ہدایہ پھر سعدی آقادی علی العتابیہ میں ہے:

مسئلہ ۴۳: (۱۰) ذمی کافر کو نہ زکاۃ دے سکتے ہیں، نہ کوئی صدقہ واجبہ جیسے نذر و کفارہ و صدقہ فطر (56) اور حربی کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں نہ واجبہ نہ نفل، اگرچہ وہ دارالاسلام میں بادشاہ اسلام سے امان لے کر آیا ہو۔ (57)

یحوز النفل للہاشمی مطلقاً بالاجماع و کذا یحوز النفل للغنی۔ ۲۔

(۲۔ حاشیہ سعدی آئندی علی العنایہ مع فتح القدیر باب یحوز دفع الصدقۃ الیہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۱۱)

ہر نفلی صدقہ بالاتفاق ہاشمی کے لیے جائز ہے اور اسی طرح نفلی صدقہ غنی کے لیے بھی جائز ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۹۹-۱۰۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(56) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المنصرف، ج ۳، ص ۳۵۳

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: در مختار میں ہے: اما الحربی ولو مستأمناً فجميع الصدقات لا یحوز لہ اتفاقاً، بحر عن الخانیۃ وغیرھا۔ ۱۔ حربی اگر مستامن بھی ہو تو اس کو کوئی بھی صدقہ دینا بالاتفاق ناجائز ہے۔ بحر نے خانیہ وغیرہا سے نقل کیا۔ (۱۔ در مختار کتاب الزکاۃ مطبع مجتہائی دہلی ۱/۱۳۱)

بحر الرائق میں معراج الدرایہ شرح ہدایہ سے ہے: صلته لا تكون براشراً، ولذا لم یحز التطوع الیہ فلم یقع قرۃ ۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲۔ بحر الرائق کتاب الزکاۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۳۸)

اس سے صلہ شرعی ٹکی نہیں اسی لئے اس کو نفلی صدقہ بھی جائز نہیں لہذا عبادت نہ بنے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۰، ص ۲۵۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(57) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المنصرف، ج ۳، ص ۳۵۳

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: یہاں کے کسی کافر فقیر کو بھیج دینا بھی جائز نہیں (کیونکہ آج کے تمام کافر حربی ہیں):

صحاب ستہ میں صعب بن جنامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنان و صبیان کفار کے بارے میں فرمایا: ہم منہم۔ ۱۔ وہ انھیں میں سے ہیں، ولہذا ہمارے ائمہ کرام نے حربی کو صدقہ ناقلہ دینے کی ممانعت سے ان کی عورتوں بچوں کو مستثنیٰ نہ فرمایا حکم عام دیا، جامع الصغیر امام محمد و ہدایہ و درر وغنایہ و کفایہ و جوہرہ و مستصفیٰ پر نہایہ و غایۃ البیان و فتح القدیر و بحر الرائق و کافی و تبیین و تفسیر احمدی و فتح اللہ المعین و غنیۃ ذوی الاحکام کتب معتمدہ کی عبارتیں اوپر گزریں،

معراج الدرایہ میں ہے: صلته لا یکون براشراً، ولذا لم یحز التطوع الیہ ۲۔ حربی سے نیک سلوک شرعاً کوئی ٹکی نہیں اس لئے اسے نفل خیرات دینا بھی حرام ہے۔ (۱۔ صحیح مسلم باب جواز قتل النساء و الصبیان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳) (۲۔ رد المحتار بحوالہ معراج الدرایۃ باب المنصرف دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۸)

عنایہ امام اکمل میں ہے: التصدیق علیہم مرحۃ لہم و مواساة وہی منافیۃ لمقتضی الآیۃ ۳۔ انھیں خیرات دینا

ہندوستان اگرچہ دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کفار ذمی نہیں، انھیں صدقات نفل مثلاً ہدیہ وغیرہ دینا بھی ناجائز ہے۔
فائدہ: جن لوگوں کو زکاۃ دینا ناجائز ہے انھیں اور بھی کوئی صدقہ واجبہ نذر و کفارہ و فطرہ دینا جائز نہیں، سوا دینیہ اور معدن کے کہ ان کا خمس اپنے والدین و اولاد کو بھی دے سکتا ہے، بلکہ بعض صورت میں خود بھی صرف کر سکتا ہے جس کا بیان گزرا۔ (58)

مسئلہ ۴۴: جن لوگوں کی نسبت بیان کیا گیا کہ انھیں زکاۃ دے سکتے ہیں، اُن سب کا فقیر ہونا شرط ہے، سوا عامل کے کہ اس کے لیے فقیر ہونا شرط نہیں اور ابن السبیل اگرچہ غنی ہو، اُس وقت حکم فقیر میں ہے، باقی کسی کو جو فقیر نہ ہو زکاۃ نہیں دے سکتے۔ (59)

مسئلہ ۴۵: جو شخص مرض الموت میں ہے اس نے زکاۃ اپنے بھائی کو دی اور یہ بھائی اس کا وارث ہے تو زکاۃ عند اللہ ادا ہوگئی، مگر باقی وارثوں کو اختیار ہے کہ اس سے اس زکاۃ کو واپس لیں کہ یہ وصیت کے حکم میں ہے اور وارث کے لیے بغیر اجازت دیگر ورثہ وصیت صحیح نہیں۔ (60)

مسئلہ ۴۶: جو شخص اس کی خدمت کرتا اور اس کے یہاں کے کام کرتا ہے اسے زکاۃ دی یا اس کو دی جس نے خوشخبری سنائی یا اُسے دی جس نے اُس کے پاس ہدیہ بھیجا یہ سب جائز ہے، ہاں اگر عوض کہہ کر دی تو ادا نہ ہوئی۔ عید، بقر عید میں خدام مرد و عورت کو عیدی کہہ کر دی تو ادا ہوگئی۔ (61)

ان پر ایک طرح کی مہربانی اور ان کی غنّواری ہے اور یہ حکم قرآن مجید کے خلاف ہے۔

(۳) الغنائیہ شرح الہدایہ مع فتح القدیر باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۰۷

امام برہان الدین صاحب ذخیرہ نے محیط پھر علامہ جوی زادہ پھر علامہ شرملائی نے غنیۃ میں فرمایا:

لا یجوز للمسلمہ بر الحربی ۴۔

حربی کے ساتھ نیک سلوک مسلمان کو حرام ہے۔

(۴) غنیۃ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر الحکام کتاب الوصایا مطبعۃ احمدی کمال الکامیۃ دار السعادت مصر ۲/۴۲۹

بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے ائمہ کی نظر ایسی ہی غائر و دقیقہ رس ہے جب کبھی تنقیح تام کی جاتی ہے جو انھوں نے تحقیق فرمایا وہی گل کھلتا ہے

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳، ص ۵۷۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(58) الجوهرة البیضاء، کتاب الزکاۃ، ص ۱۶۷

(59) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المعرف، ج ۳، ص ۳۳۴-۳۳۱، وغیرہ

(60) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المعرف، ج ۳، ص ۳۳۴

(61) الجوهرة البیضاء، کتاب الزکاۃ، باب من یجوز دفع الصدقۃ الخ، ص ۱۶۹

مسئلہ ۴۷: جس نے تحری کی یعنی سوچا اور دل میں یہ بات جمی کہ اس کو زکاۃ دے سکتے ہیں اور زکاۃ دے دی بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ مصرف زکاۃ ہے یا کچھ حال نہ کھلا تو ادا ہوگئی اور اگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ غنی تھا یا اُس کے والدین، میں کوئی تھا یا اپنی اولاد تھی یا شوہر تھا یا زوجہ تھی یا ہاشمی یا ہاشمی کا غلام تھا یا ذاتی تھا، جب بھی ادا ہوگئی اور اگر یہ معلوم ہوا کہ اُس کا غلام تھا یا حربی تھا تو ادا نہ ہوئی۔ اب پھر دے اور یہ بھی تحری ہی کے حکم میں ہے کہ اُس نے سوال کیا، اس نے اُسے غنی نہ جان کر دے دیا یا وہ فقیروں کی جماعت میں انھیں کی وضع میں تھا اُسے دے دیا۔ (62)

مسئلہ ۴۸: اگر بے سوچے سمجھے دے دی یعنی یہ خیال بھی نہ آیا کہ اُسے دے سکتے ہیں یا نہیں اور بعد میں معلوم ہوا کہ اُسے نہیں دے سکتے تھے تو ادا نہ ہوئی، ورنہ ہوگئی اور اگر دیتے وقت شک تھا اور تحری نہ کی یا کی مگر کسی طرف دل نہ جما یا تحری کی اور غالب گمان یہ ہوا کہ یہ زکاۃ کا مصرف نہیں اور دے دیا تو ان سب صورتوں میں ادا نہ ہوئی مگر جبکہ دینے کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ واقعی وہ مصرف زکاۃ تھا تو ہوگئی۔ (63)

مسئلہ ۴۹: زکاۃ وغیرہ صدقات میں افضل یہ ہے کہ اولاً اپنے بھائیوں بہنوں کو دے پھر اُن کی اولاد کو پھر چچا اور پھوپھوں کو پھر ان کی اولاد کو پھر ماموں اور خالہ کو پھر اُن کی اولاد کو پھر ذوی الارحام یعنی رشتہ والوں کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے پیشہ والوں کو پھر اپنے شہر یا گاؤں کے رہنے والوں کو۔ (64)

حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُمّ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! قسم ہے اُس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا، اللہ تعالیٰ اس شخص کے صدقہ کو قبول نہیں فرماتا، جس کے رشتہ دار اس کے سلوک کرنے کے محتاج ہوں اور یہ غیروں کو دے، قسم ہے اُس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر نہ فرمائے گا۔ (65)

مسئلہ ۵۰: دوسرے شہر کو زکاۃ بھیجنا مکروہ ہے، مگر جب کہ وہاں اُس کے رشتے والے ہوں تو اُن کے لیے بھیج سکتا ہے یا وہاں کے لوگوں کو زیادہ حاجت ہے یا زیادہ پرہیزگار ہیں یا مسلمانوں کے حق میں وہاں بھیجنا زیادہ نافع ہے یا

والفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۹۰

(62) الفتاویٰ الھندیۃ، المرجع السابق، ص ۱۸۹، والدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصارف، ج ۳، ص ۳۵۳

(63) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۹۰، وغیرہ

(64) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۹۰

(65) مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ الخ، ج ۳، ص ۲۹۷

ورد المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصارف، مطلب فی حوائج الاصلیۃ، ج ۳، ص ۳۵۵

طالب علم کے لیے بھیجے یا زاہدوں کے لیے یا دارالحرب میں ہے اور زکاۃ دارالاسلام میں بھیجے یا سال تمام سے پہلے ہی بھیج دے، ان سب صورتوں میں دوسرے شہر کو بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔ (66)

مسئلہ ۵۱: شہر سے مراد وہ شہر ہے جہاں مال ہو، اگر خود ایک شہر میں ہے اور مال دوسرے شہر میں تو جہاں مال ہو وہاں کے فقرا کو زکاۃ دی جائے اور صدقہ فطر میں وہ شہر مراد ہے جہاں خود ہے، اگر خود ایک شہر میں ہے اُس کے چھوٹے بچے اور غلام دوسرے شہر میں تو جہاں خود ہے وہاں کے فقرا پر صدقہ فطر تقسیم کرے۔ (67)

مسئلہ ۵۲: بد مذہب کو زکاۃ دینا جائز نہیں۔ (68) جب بد مذہب کا یہ حکم ہے تو وہابیہ زمانہ کہ توہینِ خدا و تنقیصِ شانِ رسالت کرتے اور شائع کرتے ہیں، جن کو اکابر علمائے حرمین طہیین نے بالاتفاق کافر و مرتد فرمایا۔ (69) اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں، انھیں زکاۃ دینا حرام و سخت حرام ہے اور دی تو ہرگز ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ ۵۳: جس کے پاس آج کھانے کو ہے یا تندرست ہے کہ کما سکتا ہے اُسے کھانے کے لیے سوال حلال نہیں اور بے مانگے کوئی خود دے دے تو لینا جائز اور کھانے کو اُس کے پاس ہے مگر کپڑا نہیں تو کپڑے کے لیے سوال کر سکتا ہے۔ یوہیں اگر جہاد یا طلبِ علم دین میں مشغول ہے تو اگرچہ صحیح تندرست کمانے پر قادر ہو اُسے سوال کی اجازت ہے، جسے سوال جائز نہیں اُس کے سوال پر دینا بھی ناجائز دینے والا بھی گنہگار ہوگا۔ (70)

(66) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب السابع فی المصارف، ج ۱، ص ۱۹۰

والدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصارف، ج ۳، ص ۳۵۵

(67) الفتاویٰ الہندیہ، المرجع السابق

(68) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصارف، ج ۳، ص ۳۵۶

(69) تفصیلی معلومات کے لیے اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد دین و ملت، علامہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کی کتاب حُشامُ النحر مثنیٰ علی منکر الکفر و النہی کا مطالعہ فرمائیے۔ حُشامُ النحر مثنیٰ کی اہمیت کے پیش نظر، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: خُمَیْذَةُ الْإِيْمَانِ اور حُشَامُ النحر مثنیٰ کے کیا کہنے؟ واللہ العظیم جن جلالہ میرے آقا امام احمد رضا علیہ رحمۃ الرحمن نے یہ کتابیں لکھ کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا۔ تمام اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں سے میری مدد فی التجار ہے کہ پہلی فرصت میں ان کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔ آپ کے عطا کردہ مدنی انعامات میں سے ایک مدنی انعام ہے کہ: کیا آپ نے علی حضرت علیہ رحمۃ الرحمن کی کتب خُمَیْذَةُ الْإِيْمَانِ اور حُشَامُ النحر مثنیٰ پڑھ لی ہیں؟

(70) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: تنویر البصار و

در مختار میں ہے: لا یحل ان یسئل من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوة کا صحیح المکتسب و یا ثم معطیہ ان علم بحالہ لا عانتہ علی الحرم ۱ھ۔ ۲۔

(۲) در مختار شرح تنویر البصار باب المصارف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۲) ←

مسئلہ ۵۴: مستحب یہ ہے کہ ایک شخص کو اتنا دین کہ اُس دن اُسے سوال کی حاجت نہ پڑے اور یہ اُس فقیر کی حالت کے اعتبار سے مختلف ہے، اُس کے کھانے بال بچوں کی کثرت اور دیگر امور کا لحاظ کر کے دے۔ (71)



جس شخص کے پاس عملاً ایک دن کی روزی موجود ہو یا وہ روزی کمانے کی صحیح طاقت رکھتا ہو (یعنی وہ تندرست و توانا ہو تو) اس کے لیے روزی کا سوال جائز نہیں، اس کے حال سے آگاہ شخص اگر اسے کچھ دے گا تو وہ گنہگار ہوگا کیونکہ وہ حرام پر اس کی مدد کر رہا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۸۰۸، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(71) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، مطلب فی حوائج الاصلیۃ، ج ۳، ص ۳۵۸

صدقہ فطر کا بیان

حدیث ۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر ایک صاع خرمایا جو، غلام و آزاد مرد و عورت چھوٹے اور بڑے مسلمانوں پر مقرر کی اور یہ حکم فرمایا: کہ نماز کو جانے سے پیشتر ادا کر دیں۔ (1)

(1) صحیح البخاری، أبواب صدقة الفطر، باب فرض صدقة الفطر، الحدیث: ۱۵۰۳، ج ۱، ص ۵۰۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ صاع عرب شریف کا مشہور پیمانہ ہے (ٹوپا) جس سے دانے ماپ کر فروخت ہوتے ہیں جیسے ہمارے ہاں ہر علاقہ کا سیر مختلف ہے، ایسے ہی عراق، حجاز اور یمن کے صاع بھی مختلف ہیں، فطرہ میں حجازی صاع جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مروج تھا معتبر ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ صاع تین سوا کیا دن ۵۱ روپیہ بھر ہے یعنی ہمارے پاکستانی اسی ۸۰ روپیہ کے سیر کے چار سیر، ڈیڑھ پاؤ ایک تولہ لہذا اگر فطرہ میں جو دے تو ایک شخص کی طرف سے اتنے دے اور اگر گھوڑوں دے تو آدھا صاع یعنی دو سیر تین چھٹانک چھ ماشہ۔ اس کی تحقیق فتاویٰ رضویہ شریف میں ملاحظہ کریں۔

۲۔ خیال رہے کہ صدقہ فطر ایک اعتبار سے بدنی عبادت ہے کہ ایک بدنی عبادت روزے کی تکمیل کے لیے ہے اسی لیے غلام پر بھی واجب ہوا جیسے نماز روزہ اور دوسرے لحاظ سے مالی عبادت ہے کہ وہ مال سے ادا ہوتا ہے اس لیے غلام کا فطرہ اس کے مولیٰ پر واجب ہوا نہ کو خود غلام پر، تیسری حیثیت سے یہ مالی لیکس کی حیثیت رکھتا ہے جیسے پیداوار کا خراج اس لیے نابالغ بچے پر بھی واجب ہوا مگر بچے کا فطرہ باپ دے گا، ہاں اگر بچہ خود غنی ہو تو اس کے اپنے مال سے دیا جائے گا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب بچے پر روزہ، نماز، زکوٰۃ فرض نہیں تو فطرہ کیوں واجب ہوا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وجوب فطرہ کا سبب بدنی علم ہے نہ کہ مال، مسلم مال تو وجوب فطرہ کی شرط ہے کیونکہ اسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ کی طرف نسبت دی۔

۳۔ اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے دو مسئلے ثابت فرمائے ہیں: ایک یہ کہ فطرہ فرض ہے کیونکہ یہاں لفظ قَرْضَ رَسُوْلِ اللہ ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر امیر و غریب پر فرض ہے جس کے پاس ایک دن کے کھانے سے بچا ہوا ہو کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں غنی کی قید نہ لگائی۔ امام اعظم ابو حنیفہ پہلے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہاں فرض لغوی معنی میں ہے یعنی مقرر فرمائی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ اَزْوَاجِهِمْ"۔ اور اگر شرعی فرض ہی مراد ہو یعنی لازم کر دینا تب بھی حدیث ظنی ہے اور فرضیت کے لیے دلیل قطعی چاہیے، لہذا اس فرض سے وجوب ثابت ہو گا نہ کہ فرضیت اور دوسرے مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس اطلاق سے تو یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے کیونکہ یہاں ایک دن کی روٹی ہے زائد ملکیت کا بھی ذکر نہیں چاہیے کہ ہر آزاد و غلام پر فطرہ واجب ہو۔

حدیث ۲: ابو داؤد و نسائی کی روایت میں ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آخر رمضان میں فرمایا: اپنے روزے کا صدقہ ادا کرو، اس صدقہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا، ایک صاع خرمایا جو یا نصف

حتی کہ فقیر بے نوابے دست و پا بھیک مانگ کر فطرہ دے، پھر لطف یہ ہے کہ جب ہر فقیر پر فطرہ دینا فرض ہوا تو فطرہ لے گا کون، امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے تعلیق بخاری شریف میں نقل فرمائی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا صدقة الا عن ظهر غنی" صدقہ تو غری سے واجب ہوتا ہے اب تو غری کی کوئی حد ہونا چاہیے وہ نصاب کی ملکیت ہے۔

۳ یہ حکم استحبائی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ فطرہ عید کے دن نکالے اور عید گاہ جانے سے پہلے دے، اگر نماز عید کے بعد دیا تب بھی جائز ہے اور اگر عید سے ایک دو دن پہلے دے دیا جب بھی درست ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابن عمر کی ایک دراز روایت نقل کی جس کے آخر میں "وكانوا يعطون قبل الفطر بنحوه او يوم ملین" یعنی صحابہ عید سے ایک دو دن پہلے فطرہ دے دیتے تھے مگر عید کے دن نماز سے پہلے دینا بہتر ہے تاکہ فقراء بھی عید منالیں۔ (از مرقات وغیرہ) (مراۃ السانج شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۴۳)

صدقہ فطر کا ثواب

حضرت سیدنا کثیر بن عبد اللہ مزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے نزدیک اور جہاں کے تاجور، سلطان محمد و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کریمہ کے بارے میں سوال کیا گیا،

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَلَّى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝ (پ ۳۰، الاطی: ۱۳، ۱۴)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک مراد کو پہنچا جو ستر ادا اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہ آیت صدقہ فطر کے بارے میں نازل ہوئی۔

(ابن خزیمہ، جامع ابواب قسم الصدقات، باب ذکر ثناء اللہ عزوجل علی مودی صدقہ الفطر، رقم ۳۹۷، ج ۳، ص ۹۰)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج و تلال، صاحب بخور و نوال، رسول بے مثال، بنی بنی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہر چھوٹے یا بڑے، آزاد یا غلام، مرد یا عورت، غنی یا فقیر میں سے ہر ایک پر نصف صاع گندم یا جو (صدقہ فطر) ہے، غنی کو تو اللہ عزوجل برکت عطا فرمائے گا جبکہ فقیر کو اللہ عزوجل اس سے زیادہ عطا فرمائے گا جو کچھ اس نے راو خدا عزوجل میں دیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب من روى نصف صاع من قمح، رقم ۱۶۱۹، ج ۲، ص ۱۶۱)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ خاتم المرسلین، رحمۃ اللہ علیہ، شفیق المذنبین، امین الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق دامن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ دار کی لغو اور بدکلامی کے کفارے اور مساکین کو کھلانے کے لئے صدقہ فطر کو فرض فرمایا ہے، اس لئے اگر اسے نماز عید سے پہلے ادا کیا جائے تو یہ ایک مقبول صدقہ ہے اور نماز عید کے بعد ادا کیا جائے تو یہ عام صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب الزکاۃ، باب صدقہ الفطر، رقم ۱۸۲۷، ج ۲، ص ۹۵)

صاع گیہوں۔ (2)

حدیث ۳: ترمذی شریف میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ کے کوچوں میں اعلان کر دے کہ صدقہ فطر واجب ہے۔ (3)

حدیث ۴: ابو داؤد و ابن ماجہ و حاکم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زکاۃ فطر مقرر فرمائی کہ لغو اور بیہودہ کلام سے روزہ کی طہارت ہو جائے اور مساکین کی خوراک (خوراک) ہو جائے۔ (4)

(2) سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب من روی نصف صاع من الحج، الحدیث: ۱۶۲۲، ج ۲، ص ۱۶۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ عید کے دن سے پہلے میں فطرہ دے سکتے ہیں، دیکھو حضرت ابن عباس نے آخر رمضان میں ہی فطرہ نکالنے کا حکم دیا۔ دوسرے یہ کہ گندم کا آدھا صاع فطرہ میں دیا جائے نہ کہ پورا لہذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے۔

۲۔ اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ مملوک غلام کا فطرہ مولیٰ دے گا غلام مسلمان ہو یا کافر، اسی طرح چھوٹے بچے کا فطرہ باپ پر ہے اگر بچے کے پاس اپنا مال نہ ہو ورنہ خود بچے کے مال سے دیا جائے گا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ الصالح، ج ۳، ص ۳۵)

(3) جامع، ترمذی، أبواب الزکاۃ، باب ما جاء فی صدقۃ الفطر، الحدیث: ۶۷۴، ج ۲، ص ۱۵۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ اعلان فتح مکہ کے بعد ہوا کیونکہ اس سے پہلے وہاں اسلامی احکام کے اعلان کی کوئی صورت ہی نہ تھی، چونکہ مدینہ کے مسلمانوں کو ہر وقت صحبت محبوب میسر تھی اس لیے انہیں اس اعلان کی ضرورت نہ تھی، مکہ معظمہ کے اکثر مسلمان تو مسلم بھی تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے دور بھی اس لیے یہ اعلان کرائے گئے۔

۲۔ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے تو دو مد کا آدھا صاع ہوا یعنی گندم سے فطرہ آدھا صاع فی کس واجب ہے اور کل مسلم سے مراد ہر صاحب نصاب غنی مسلمان ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ صدقہ غنی کے بغیر واجب نہیں ہوتا اور آزاد و غلام چھوٹے بڑے سے مراد بلا واسطہ اور بالواسطہ ہے یعنی بالغ آزاد غنی تو اپنا فطرہ خود دے اور غنی کے غلام و چھوٹے بچوں کا فطرہ وہ غنی دے لہذا یہ حدیث نہ تو دیگر احادیث کے خلاف ہے نہ احناف کے مخالف۔

۳۔ یہاں طعام کو گندم کے مقابل فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ اس سے سوا گندم دوسرے غلے مراد ہیں لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کی گویا شرح ہے جہاں فرمایا گیا تھا کہ طعام کا ایک صاع واجب ہے۔ خیال رہے کہ فطرہ میں اصل گندم و جو، جوار ہیں، اگر ان کے سوا کسی اور غلہ یا دوسری چیز سے فطرہ دیا گیا تو ان مذکورہ دانوں کی قیمت کا لحاظ ہوگا لہذا چاول باجرہ آدھے صاع گیہوں کی قیمت کے دینے ہوں گے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ الصالح، ج ۳، ص ۳۷)

(4) سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الفطر، الحدیث: ۱۶۰۹، ج ۲، ص ۱۵۷

حدیث ۵: دیلمی و خطیب و ابن عساکر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: بندہ کا روزہ آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتا ہے، جب تک صدقہ فطر ادا نہ کرے۔ (5)

مسئلہ ۱: صدقہ فطر واجب ہے، عمر بھر اس کا وقت ہے یعنی اگر ادا نہ کیا ہو تو اب ادا کر دے۔ ادا نہ کرنے سے ساقط نہ ہوگا، نہ اب ادا کرنا قضا ہے بلکہ اب بھی ادا ہی ہے اگرچہ مستنون قبل نماز عید ادا کر دینا ہے۔ (6)

مسئلہ ۲: صدقہ فطر شخص پر واجب ہے مال پر نہیں، لہذا امر گیا تو اس کے مال سے ادا نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر ورثہ بطور احسان اپنی طرف سے ادا کریں تو ہو سکتا ہے کچھ اُن پر جبر نہیں اور اگر وصیت کر گیا ہے تو تہائی مال سے ضرور ادا کیا جائے گا اگرچہ ورثہ اجازت نہ دیں۔ (7)

مسئلہ ۳: عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہوتا ہے، لہذا جو شخص صبح ہونے سے پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب نہ ہوا اور اگر صبح

حکیم الامت کے مدنی پھول

اب یعنی فطرہ واجب کرنے میں دو حکمتیں ہیں: ایک تو روزہ دار کے روزوں کی کوتاہیوں کی معافی اکثر روزے میں غصہ بڑھ جاتا ہے تو بلا وجہ لڑ پڑتا ہے، کبھی جھوٹ، غیبت وغیرہ بھی ہو جاتے ہیں، رب تعالیٰ اس فطرے کے برکت سے وہ کوتاہیاں معاف کر دے گا کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ دوسرے مساکین کی روزی کا انتظام۔ بچوں پر اگرچہ روزے فرض نہیں مگر دوسری حکمت وہاں بھی موجود ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر بچوں پر فطرہ کیوں ہے وہ تو روزہ رکھتے نہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۳۶)

(5) تاریخ بغداد، رقم: ۳۵۷۳، ج ۹، ص ۱۲۲

(6) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۲، وغیرہ

صدقہ فطر کی ادائیگی کی حکمت

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم، ردوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے روزوں کو لغو اور بے حیائی کی بات سے پاک کرنے کے لیے اور مسکینوں کو کھلانے کے لیے صدقہ فطر مقرر فرمایا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکوة، باب زکوة الفطر، الحدیث ۱۶۰۹، ج ۲، ص ۱۵۷)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الفنی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: یعنی فطرہ واجب کرنے میں ۲ حکمتیں ہیں ایک تو روزہ دار کے روزوں کی کوتاہیوں کی معافی۔ اکثر روزے میں غصہ بڑھ جاتا ہے تو بلا وجہ لڑ پڑتا ہے، کبھی جھوٹ غیبت وغیرہ بھی ہو جاتے ہیں، رب تعالیٰ اس فطرے کی برکت سے وہ کوتاہیاں معاف کر دے گا کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ دوسرے مساکین کی روزی کا انتظام۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۳، ص ۳۳)

(7) الجوہرۃ البیرۃ، کتاب الزکاة، باب صدقۃ الفطر، ج ۱، ص ۱۷۳، وغیرہ

طلوع ہونے کے بعد مر یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب ہے۔ (8)

مسئلہ ۴: صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر جس کی نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے۔ اس میں عاقل بالغ اور مال نامی ہونے کی شرط نہیں۔ (9) مال نامی اور حاجت اصلیہ کا بیان گزر چکا، اس کی صورتیں وہیں سے معلوم کریں۔

مسئلہ ۵: نابالغ یا مجنون اگر مالک نصاب ہیں تو ان پر صدقہ فطر واجب ہے، اُن کا ولی اُن کے مال سے ادا کرے، اگر ولی نے ادا نہ کیا اور نابالغ بالغ ہو گیا یا مجنون کا جنون جاتا رہا تو اب یہ خود ادا کر دیں اور اگر خود مالک نصاب نہ تھے اور ولی نے ادا نہ کیا تو بالغ ہونے یا ہوش میں آنے پر اُن کے ذمہ ادا کرنا نہیں۔ (10)

مسئلہ ۶: صدقہ فطر ادا کرنے کے لیے مال کا باقی رہنا بھی شرط نہیں، مال ہلاک ہونے کے بعد بھی صدقہ واجب رہے گا ساقط نہ ہوگا، بخلاف زکاۃ و عشر کہ یہ دونوں مال ہلاک ہو جانے سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ (11)

مسئلہ ۷: مرد مالک نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچے کی طرف سے واجب ہے، جبکہ بچہ خود مالک نصاب نہ ہو، ورنہ اس کا صدقہ اسی کے مال سے ادا کیا جائے اور مجنون اولاد اگرچہ بالغ ہو جبکہ غنی نہ ہو تو اُس کا صدقہ اُس کے باپ پر واجب ہے اور غنی ہو تو خود اس کے مال سے ادا کیا جائے، جنون خواہ اصلی ہو یعنی اسی حالت میں بالغ ہوا یا بعد کو عارض ہو دونوں کا ایک حکم ہے۔ (12)

مسئلہ ۸: صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے روزہ رکھنا شرط نہیں، اگر کسی عذر، سفر، مرض، بڑھاپے کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر روزہ نہ رکھا جب بھی واجب ہے۔ (13)

مسئلہ ۹: نابالغ لڑکی جو اس قابل ہے کہ شوہر کی خدمت کر سکے اس کا نکاح کر دیا اور شوہر کے یہاں اُسے بھیج بھی دیا تو کسی پر اس کی طرف سے صدقہ واجب نہیں، نہ شوہر پر نہ باپ پر اور اگر قابل خدمت نہیں یا شوہر کے یہاں اُسے

(8) اختاوی المندی، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن فی صدقہ الفطر، ج ۱، ص ۱۹۲

(9) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقہ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۲-۳۶۵

(10) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقہ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۵

(11) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقہ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۶

(12) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقہ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۷

(13) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقہ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۷

بھیجا نہیں تو بدستور باپ پر ہے پھر یہ سب اس وقت ہے کہ لڑکی خود مالک نصاب نہ ہو، ورنہ بہر حال اُس کا صدقہ فطر اس کے مال سے ادا کیا جائے۔ (14)

مسئلہ ۱۰: باپ نہ ہو تو دادا باپ کی جگہ ہے یعنی اپنے فقیر و یتیم پوتے پوتی کی طرف سے اس پر صدقہ دینا واجب ہے۔ (15)

مسئلہ ۱۱: ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ دینا واجب نہیں۔ (16)

مسئلہ ۱۲: خدمت کے غلام اور مدبر و ام ولد کی طرف سے ان کے مالک پر صدقہ فطر واجب ہے، اگرچہ غلام مدیون ہو، اگرچہ دین میں مستغرق ہو اور اگر غلام گروی ہو اور مالک کے پاس حاجتِ اصلیہ کے سوا اتنا ہو کہ دین ادا کر دے اور پھر نصاب کا مالک رہے تو مالک پر اُس کی طرف سے بھی صدقہ واجب ہے۔ (17)

مسئلہ ۱۳: تجارت کے غلام کا فطرہ مالک پر واجب نہیں اگرچہ اس کی قیمت بقدر نصاب نہ ہو۔ (18)

مسئلہ ۱۴: غلام عاریۃ (ادھار) دے دیا یا کسی کے پاس امانت رکھا تو مالک پر فطرہ واجب ہے اور اگر یہ وصیت کر گیا کہ یہ غلام فلاں کا کام کرے اور میرے بعد اس کا مالک فلاں ہے تو فطرہ مالک پر ہے، اُس پر نہیں جس کے قبضہ میں ہے۔ (19)

مسئلہ ۱۵: بھاگا ہوا غلام اور وہ جسے حربیوں نے قید کر لیا ان کی طرف سے صدقہ مالک پر نہیں۔ یوں اگر کسی نے غصب کر لیا اور غاصب انکار کرتا ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں تو اس کا فطرہ بھی واجب نہیں، مگر جب کہ واپس مل جائیں تو اب ان کی طرف سے سالہائے گزشتہ کا فطرہ دے، مگر حربی اگر غلام کے مالک ہو گئے تو واپسی کے بعد بھی اس کا فطرہ نہیں۔ (20)

(14) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب صدقہ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۸

(15) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب صدقہ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۸

(16) رد المحتار، کتاب الزکاة، باب صدقہ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۸

(17) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب صدقہ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۹

والفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الزکاة، الباب الثامن فی صدقہ الفطر، ج ۱، ص ۱۹۲، وغیرہا

(18) رد المحتار، کتاب الزکاة، باب صدقہ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۹

(19) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاة، باب صدقہ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۹

(20) المرجع السابق، ص ۳۷۰

مسئلہ ۱۶: مکاتب کا فطرہ نہ مکاتب پر ہے، نہ اس کے مالک پر۔ یوں مکاتب اور ماڈون کے غلام کا اور مکاتب اگر بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز آیا تو مالک پر سالہائے گزشتہ کا فطرہ نہیں۔ (21)

مسئلہ ۱۷: دو یا چند شخصوں میں غلام مشترک ہے تو اس کا فطرہ کسی پر نہیں۔ (22)

مسئلہ ۱۸: غلام بیچ ڈالا اور بائع یا مشتری یا دونوں نے واپسی کا اختیار رکھا عید الفطر آگئی اور میعاد اختیار ختم نہ ہوئی تو اس کا فطرہ موقوف ہے، اگر بیچ قائم رہی تو مشتری دے ورنہ بائع۔ (23)

مسئلہ ۱۹: اگر مشتری نے اختیار عیب یا اختیار رویت کے سبب واپس کیا تو اگر قبضہ کر لیا تھا تو مشتری پر ہے، ورنہ بائع پر۔ (24)

مسئلہ ۲۰: غلام کو بیچا مگر وہ بیچ فاسد ہوئی اور مشتری نے قبضہ کر کے واپس کر دیا یا عید کے بعد قبضہ کر کے آزاد کر دیا تو بائع پر ہے اور اگر عید سے پہلے قبضہ کیا اور بعد عید آزاد کیا تو مشتری پر۔ (25)

مسئلہ ۲۱: مالک نے غلام سے کہا جب عید کا دن آئے تو آزاد ہے۔ عید کے دن غلام آزاد ہو جائے گا اور مالک پر اس کا فطرہ واجب۔ (26)

مسئلہ ۲۲: اپنی عورت اور اولاد عاقل بالغ کا فطرہ اس کے ذمہ نہیں اگرچہ اپاچ ہو، اگرچہ اس کے نفقات اس کے ذمہ ہوں۔ (27)

مسئلہ ۲۳: عورت یا بالغ اولاد کا فطرہ ان کے بغیر اذن ادا کر دیا تو ادا ہو گیا، بشرطیکہ اولاد اس کے عیال میں ہو یعنی اس کا نفقہ وغیرہ اس کے ذمہ ہو، ورنہ اولاد کی طرف سے بلا اذن (بغیر اجازت) ادا نہ ہوگا اور عورت نے اگر شوہر کا فطرہ بغیر حکم ادا کر دیا ادا نہ ہوا۔ (28)

(21) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر، ج ۱، ص ۱۹۳

(22) المرجع السابق

(23) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر، ج ۱، ص ۱۹۳

(24) المرجع السابق

(25) المرجع السابق

(26) المرجع السابق

(27) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۷۰، وغیرہ

(28) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر، ج ۱، ص ۱۹۳

ورد المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۷۰، وغیرہ

مسئلہ ۲۴: ماں باپ، دادا دادی، تابا لہ بھائی اور دیگر رشتہ داروں کا فطرہ اس کے ذمہ نہیں اور بغیر حکم ادا بھی نہیں کر سکتا۔ (29)

مسئلہ ۲۵: صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے گیہوں یا اس کا آٹا یا ستونف صاع، کھجور یا منقے یا جو یا اس کا آٹا یا ستونف ایک صاع۔ (30)

مسئلہ ۲۶: گیہوں، جو، کھجوریں، منقے دیے جائیں تو ان کی قیمت کا اعتبار نہیں، مثلاً نصف صاع عمدہ جو جن کی قیمت ایک صاع جو کے برابر ہے یا چارم صاع کھرے گیہوں جو قیمت میں آدھے صاع گیہوں کے برابر ہیں یا نصف صاع کھجوریں دیں جو ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں کی قیمت کی ہوں یہ سب ناجائز ہے جتنا دیا اتنا ہی ادا ہوا، ہاں اس کے ذمہ باقی ہے ادا کرے۔ (31)

مسئلہ ۲۷: نصف صاع جو اور چارم صاع گیہوں دیے یا نصف صاع جو اور نصف صاع کھجور تو بھی جائز ہے۔ (32)

مسئلہ ۲۸: گیہوں اور جو ملے ہوئے ہوں اور گیہوں زیادہ ہیں تو نصف صاع دے ورنہ ایک صاع۔ (33)

مسئلہ ۲۹: گیہوں اور جو کے دینے سے ان کا آٹا دینا افضل ہے اور اس سے افضل یہ کہ قیمت دیدے، خواہ گیہوں کی قیمت دے یا جو کی یا کھجور کی مگر گرانی میں خود ان کا دینا قیمت دینے سے افضل ہے اور اگر خراب گیہوں یا جو کی قیمت دی تو اچھے کی قیمت سے جو کی پڑے پوری کرے۔ (34)

مسئلہ ۳۰: ان چار چیزوں کے علاوہ اگر کسی دوسری چیز سے فطرہ ادا کرنا چاہے، مثلاً چاول، جوار، ہاجرہ یا اور کوئی غلہ یا اور کوئی چیز دینا چاہے تو قیمت کا لحاظ کرنا ہوگا یعنی وہ چیز آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جو کی قیمت کی ہو، یہاں تک کہ روٹی دیں تو اس میں بھی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا اگرچہ گیہوں یا جو کی ہو۔ (35)

(29) فتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر، ج ۱، ص ۱۹۳

(30) المرجع السابق، ص ۱۹۱، والدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۳۷۲

(31) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر، ج ۱، ص ۱۹۲، وغیرہ

(32) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر، ج ۱، ص ۱۹۲

(33) رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۳۷۳

(34) مرجع السابق، ص ۳۷۶، والفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر، ج ۱، ص ۱۹۱-۱۹۲

(35) الفتاویٰ الہندیہ، المرجع السابق، ص ۱۹۱، والدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۳۷۳، وغیرہ

مسئلہ ۳۱: اعلیٰ درجہ کی تحقیق اور احتیاط یہ ہے، کہ صاع کا وزن تین سوا کا دن ۳۵۱ روپے بھر ہے اور نصف صاع ایک سو پچھتر ۱۷۵ روپے اٹھنی بھراو پر۔ (36)

مسئلہ ۳۲: فطرہ کا مقدم کرنا مطلقاً جائز ہے جب کہ وہ شخص موجود ہو، جس کی طرف سے ادا کرتا ہو اگرچہ رمضان سے پیشتر ادا کر دے اور اگر فطرہ ادا کرتے وقت مالک نصاب نہ تھا پھر ہو گیا تو فطرہ صحیح ہے اور بہتر یہ ہے کہ عید کی صبح صادق ہونے کے بعد اور عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دے۔ (37)

مسئلہ ۳۳: ایک شخص کا فطرہ ایک مسکین کو دینا بہتر ہے اور چند مساکین کو دے دیا جب بھی جائز ہے۔ یوہیں ایک مسکین کو چند شخصوں کا فطرہ دینا بھی بلا خلاف جائز ہے اگرچہ سب فطرے ملے ہوئے ہوں۔ (38)

مسئلہ ۳۴: شوہر نے عورت کو اپنا فطرہ ادا کرنے کا حکم دیا، اس نے شوہر کے فطرہ کے گیسوں اپنے فطرہ کے گیسوں میں ملا کر فقیر کو دے دیے اور شوہر نے ملانے کا حکم نہ دیا تھا تو عورت کا فطرہ ادا ہو گیا شوہر کا نہیں مگر جب کہ ملا دینے پر عرف جاری ہو تو شوہر کا بھی ادا ہو جائے گا۔ (39)

مسئلہ ۳۵: عورت نے شوہر کو اپنا فطرہ ادا کرنے کا اذن دیا، اس نے عورت کے گیسوں اپنے گیسوں میں ملا کر سب کی نیت سے فقیر کو دے دیے جائز ہے۔ (40)

مسئلہ ۳۶: صدقہ فطر کے مصارف وہی ہیں جو زکاۃ کے ہیں یعنی جن کو زکاۃ دے سکتے ہیں، انھیں فطرہ بھی دے سکتے ہیں اور جنھیں زکاۃ نہیں دے سکتے، انھیں فطرہ بھی نہیں سوا عامل کے کہ اس کے لیے زکاۃ ہے فطرہ نہیں۔ (41)

(36) الفتاویٰ الرضویہ، ج ۱۰، ص ۲۹۵

(37) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۳۷۶

والفتاویٰ الھندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الثامن فی صدقۃ الفطر، ج ۱، ص ۱۹۲

(38) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، مطلب فی مقدار الفطرۃ بالبدن الثانی، ج ۳، ص ۳۷۷

(39) المربع السابق، ص ۳۷۸

(40) الفتاویٰ الھندیہ،

(41) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

صدقہ فطر میں مسلمان فقیر کو دے کر مالک کر دینا شرط ہے، تو اگر غرباء کو دے کر مالک کر دیں تو جائز ہے یا فقیر کو دیں اور وہ اپنی طرف سے مقدمہ میں لگانے کو دے دیں تو جائز ہے، ورنہ مقدمے اٹھانے یا وکیلوں کو دینے سے صدقہ ادا نہ ہوگا۔ در مختار میں ہے: صدقۃ الفطر کالزکاۃ فی المصارف و فی کل حال۔ اے صدقہ فطر مصارف اور تمام احوال میں زکوہ کی طرح ہے۔۔

(۱) در مختار باب صدقۃ الفطر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۵) ←

مسئلہ ۷۳: اپنے غلام کی عورت کو فطرہ دے سکتے ہیں، اگرچہ اُس کا نفقہ اُسی پر ہو۔ (42)



ردالمحتار میں ہے: من اشترط النية واشترط التملك فلا تكفي الاباحة كما في البدائع ۲۔

(۲۔ ردالمحتار، باب صدقة الفطر، مصطفیٰ البابي مصر، ۲/۸۶)

یعنی نیت اور تملیک دونوں شرائط ہیں تو محض اباحت کفایت نہ کرے گی کما فی البدائع۔۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ اتم واحکم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۹۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(42) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر، ج ۳، ص ۳۸۰

سوال کسے حلال ہے اور کسے نہیں

آج کل ایک عام بلا یہ پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تندرست چاہیں تو کما کر اوروں کو کھلائیں، مگر انہوں نے اپنے وجود کو بیکار قرار دے رکھا ہے، کون محنت کرے مصیبت جھیلے، بے مشقت جوں جائے تو تکلیف کیوں برداشت کرے۔ ناجائز طور پر سوال کرتے اور بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور بہتر سے ایسے ہیں کہ مزدوری تو مزدوری، چھوٹی موٹی تجارت کو تنگ و غار خیال کرتے اور بھیک مانگنا کہ حقیقتہً ایسوں کے لیے بے عزتی و بے غیرتی ہے مایہ عزت جانتے ہیں اور بہتوں نے تو بھیک مانگنا اپنا پیشہ ہی بنا رکھا ہے، گھر میں ہزاروں روپے ہیں سود کا لین دین کرتے زراعت وغیرہ کرتے ہیں مگر بھیک مانگنا نہیں چھوڑتے، اُن سے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ ہمارا پیشہ ہے واہ صاحب واہ! کیا ہم اپنا پیشہ چھوڑ دیں۔ حالانکہ ایسوں کو سوال حرام ہے اور جسے اُن کی حالت معلوم ہو، اُسے جائز نہیں کہ ان کو دے۔ اب چند حدیثیں سنئے! دیکھیے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے سالکوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ حدیث ۱: بخاری و مسلم عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: آدمی سوال کرتا رہے گا، یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اُس کے چہرہ پر گوشت کا ٹکڑا نہ ہوگا۔ (۱) یعنی نہایت بے آبرو ہو کر۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب کربۃ المساکین للناس، الحدیث: ۱۰۴۔ (۱۰۴۰)، ص ۵۱۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

اس یعنی پیشہ ور بھکاری اور بنا ضرورت لوگوں سے مانگنے کا عادی قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرے میں صرف ہڈی اور کھال ہوگی گوشت کا نام نہ ہوگا جس سے محشر والے پہچان لیں گے کہ یہ بھکاری تھا یا یہ مطلب ہے کہ اس کے چہرے پر ذلت و خواری کے آثار ہوں گے جیسے دنیا میں بھی بھکاری کا منہ چھپا نہیں رہتا لوگ دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ سائل ہے۔ خیال رہے کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں رب تعالیٰ امت محمدی کی پردہ پوشی فرمائے گا اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ان کے دنیاوی چھپے عیب لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا اور بھیک چھپا عیب نہ تھا، کھلا تھا جس پر بھکاری شرم بھی نہ کرتا تھا یا یہ مطلب ہے کہ ہمارے عیوب دوسری امتوں پر ظاہر نہ کرے گا بھکاری کا یہ واقعہ خود مسلمانوں ہی میں ہوگا لہذا حدیثوں میں تعارض نہیں۔ مرقات میں اس جگہ ہے کہ امام احمد ابن حنبل یہ دعویٰ مانگا کرتے تھے الہی جیسے تو نے میرے چہرے کو غیر کے سجدے سے بچایا ایسے ہی میرے منہ کو دوسروں سے مانگنے کی لعنت سے بچا۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۶۵) ←

حدیث ۲ تا ۴: ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن حبان سرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال کرنا

حضور نبی پاک، صاحب لودک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو فقر کے بغیر سوال کرے گویا وہ اللہ کا کھارہا ہے۔ (المسند بلامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۷۵۱۶، ج ۶، ص ۱۶۲)

اللہ کے محبوب، داناتے محبوب، منز و عن العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص حاجت کے بغیر لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ منہ میں انگارے ڈالنے والے کی طرح ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل فی الاستغناء عن المسئلۃ، الحدیث: ۳۵۱۷، ج ۳، ص ۲۷)

حضرت حبش بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر شہنشاہِ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وقف عرفات کے دوران سنا کہ ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چادر مبارک کا دامن تھام کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے عطا فرمایا اور وہ چلا گیا، پس اس وقت سے سوال کرنا حرام ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی غنی اور تندرست و توانا کے لئے سوال کرنا جائز نہیں البتہ دلتِ آمیر فقر اور مت ماردینے والے قرضے میں جتنا شخص کے لئے جائز ہے اور جو شخص اپنے مال میں اضافہ کرنے کے لئے لوگوں سے سوال کرے قیامت کے دن اس کے چہرے پر خراش ہوگی اور وہ کہتے ہوئے پتھر ہوں گے جیسے وہ جہنم میں کھائے گا اب جو چاہے اس میں کمی کرے اور جو چاہے اضافہ کرے۔ (جامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ما جاء من لا تحل له الصدقة، الحدیث: ۶۵۳، ص ۱۷۱۰)

حضرت رزین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دافع رنج و غلال، صاحبِ مجدد و نوال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں کسی شخص کو عطیہ دیتا ہوں تو وہ اسے اپنی بغل میں دبا کر لے جاتا ہے حالانکہ وہ آگ ہوتی ہے۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! جب وہ آگ ہوتی ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی کو کیوں عطا فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل میرے لئے بگل کو ناپسند فرماتا ہے اور لوگ میرے سوا کسی سے سوال کرنا ناپسند کرتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، وہ غنا کون سی ہے جس کی موجودگی میں سوال نہیں کرنا چاہیے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح و شام کے کھانے جتنی مقدار۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، الترہیب من المسائل و تحریمها۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۱۲۰۲، ج ۱، ص ۳۸۶)

رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو شخص غنا کے باوجود لوگوں سے سوال کرے گا قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا سوال اس کے چہرے پر خراش ہوگا۔ عرض کی گئی: غنا کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پچاس (50) درہم یا اس کی قیمت کا سونا۔

(جامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ما جاء من لا تحل له الصدقة، الحدیث: ۶۵۰، ص ۱۷۱۰)

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: سوال ایک قسم کی خراش ہے کہ آدمی سوال کر کے اپنے مونہ کو نوچتا ہے، جو چاہے اپنے

خاتم الخیرین، رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو مجھے اس بات کی ضمانت دے دے کہ کسی سے کچھ نہ

مانگے گا، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب کرہیۃ المسئلۃ، الحدیث: ۱۶۴۳، ص ۱۳۴۶)

سید الخیرین، رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو میری ایک بات مان لے گا میں اسے جنت کی ضمانت دیتا

ہوں، وہ بات یہ ہے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب کرہیۃ المسئلۃ، الحدیث: ۱۶۴۳، ص ۱۳۴۶)

شفیع المذنبین، امیس الغریبین، سراج السالکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے ایک ادنیٰ چاندی کی قیمت

موجود ہونے کے باوجود سوال کیا اس نے سوال میں بہت اصرار کیا۔

(کنز العمال، کتاب الزکاۃ، قسم الاقوال، الفصل الثانی فی ذم سوال ۱۶۷۱، ج ۶، ص ۲۱۳)

محبوب رب العلمین، جناب صادق دامن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے 40 درہم جتنی مالیت رکھنے کے باوجود

سوال کیا وہ سوال میں اصرار کرنے والا ہے۔ (سنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب من السلف، الحدیث: ۲۵۹۵، ص ۲۲۵۶)

رحمۃ کوئین، ہم فریبوں کے دلوں کے چین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو پاک دامن چاہے اللہ عزوجل اسے

پاک دامن رکھے گا اور جو غنا چاہے اللہ عزوجل اسے غنی کر دے گا اور جو 5 ادنیٰ چاندی کی قیمت موجود ہونے کے باوجود سوال کرے بے شک

اس نے سوال میں اصرار کیا۔ (المسند للإمام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۷۲۳، ج ۶، ص ۱۰۶)

تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو مل میں اعتد کے لئے لوگوں سے سہل کرتا ہے وہ آگ کے انگارے

مانگتا ہے اب اس کی مرضی ہے کہ انگارے کم جمع کرے یا نہ کرے۔ (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کرہیۃ المسئلۃ للناس، الحدیث: ۲۳۹۹، ص ۸۳۱)

مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو غنا کے باوجود لوگوں سے سوال کرے وہ جہنم

کے دہکتے پتھروں میں اضافہ کرتا ہے۔ صحابہ کرام عظیم الرضوان نے مرض کی غما سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: رات کا کھانا۔ (کنز العمال، کتاب الزکاۃ، قسم الاقوال، الفصل الثانی فی ذم سوال ۱۶۷۵، ج ۶، ص ۲۱۶)

محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: تم میں سے کوئی ایک سوال کرتا رہے گا یہاں تک کہ

جب وہ اللہ عزوجل سے ملاقات کرے تو اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہ ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کرہیۃ المسئلۃ للناس، الحدیث: ۲۳۹۹، ص ۸۳۱)

اللہ کے محبوب، دامائے فیوب منزہ عن العیوب عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: سوال کرنا وہ خراش ہے جسے آدمی

کھجلائے گا۔ (جامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ما جاء فی النہی عن المسئلۃ، الحدیث: ۶۸۱، ص ۱۷۱۳)

ایک اور روایت میں ہے: آدمی اس کی وجہ سے اپنا منہ کھجلائے گا اب جو چاہے ان خراشوں کو باقی رکھے اور جو چاہے ترک کر دے البتہ وہ

سلطان سے سوال کر سکتا ہے یا ایسی چیز کا سوال کر سکتا ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب ما تجوز فی المسئلۃ، الحدیث: ۱۶۳۹، ص ۱۳۴۵)

مونہ پر اس خراش کو باقی رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے، ہاں اگر آدمی صاحب سلطنت سے اپنا حق مانگے یا ایسے امر میں شہنشاہ مدینہ، قرہ قلب و سیدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: بندہ غنی ہونے کے باوجود سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنا چہرہ بوسیدہ کر لیتا ہے پھر اللہ عزوجل کے پاس اس کا کوئی مرتبہ نہیں رہتا۔

(کنز العمال، کتاب الزکاة، قسم الاقوال، الفصل الثانی فی ذم السؤال، الحدیث ۱۶۷۳، ج ۶، ص ۲۱۵)
صاحب معطر پینہ، باعث ثواب سکینہ، فیض کھینچہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص خود پر سوال کا دروازہ کھول دے جبکہ وہ ابھی فقیر کا شکار نہ ہوا ہو یا اس کے اہل خانہ ایسے نہ ہوں جو ان قاتلوں کو برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو اللہ عزوجل اس پر ایسی جگہ سے قاتلے کا دروازہ کھول دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاة، فصل فی الاستغفار عن المسأله، الحدیث: ۳۵۲۶، ج ۳، ص ۲۷۴)
نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: فراخ دست کا سوال قیامت کے دن تک اس کے چہرے پر عیب ہوگا۔ (السند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۱۹۸۴۲، ج ۷، ص ۱۹۳)

بزار نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے: غنی کا سوال آگ ہے اگر اسے کم مال دیا گیا تو آگ بھی کم ہوگی اور اگر زیادہ مال دیا گیا تو آگ بھی زیادہ ہوگی۔ (البحر الزخار، مسند البزار، حدیث عمران بن حصین، الحدیث: ۳۵۷۲، ج ۹، ص ۴۹)

دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے سوال کیا حالانکہ وہ سوال کرنے سے غنی تھا تو اس کا سوال قیامت کے دن اس کے چہرے پر ایک عیب ہوگا۔ (السند للامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۲۴۸۳، ج ۸، ص ۳۳۱)
سرکارِ والا انہار، ہم بیکسوں کے مددگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کا جنازہ پڑھانے تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: اس نے کتنا ترک چھوڑا ہے؟ صیہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، 2 یا 3 دنار۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نے 2 یا 3 دنار چھوڑے ہیں۔

راوی کہتے ہیں، پھر میری ملاقات حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سیدنا عبد اللہ بن قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور میں نے انہیں یہ بات بتائی تو انہوں نے کہا: یہ شخص مال میں اضافے کی خاطر لوگوں سے سوال کیا کرتا تھا۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاة، فصل فی الاستغفار عن المسأله، الحدیث: ۳۵۱۵، ج ۳، ص ۲۷۱)
شفیع روز شمار، دو عالم کے، لک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو سوال سے غنی کرنے والی شے کی موجودگی میں سوال کرتا ہے وہ آگ میں اضافہ کرتا ہے۔ ایک راوی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، غنا سے کیا مراد ہے جس کی موجودگی میں سوال نہیں کرنا چاہیے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اتنی مقدار جس سے وہ صبح اور شام کا کھانا کھا سکے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الزکاة، باب ما یعطی من الصدقة، ج ۱، ص ۱۳۴)

حسن، خلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو سوال سے غنی کرنے والی

سوال کرے کہ اُس سے چارہ نہ ہو (2) (تو جائز ہے)۔ اور اسی کے مثل امام احمد نے عبد اللہ بن عمر اور طبرانی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔

حدیث ۵: بیہقی نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے سوال کرے، حالانکہ نہ اُسے فاقہ پہنچا، نہ اتنے بال بچے ہیں جن کی طاقت نہیں رکھتا تو قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اُس کے مونہ پر گوشت نہ ہوگا۔ اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس پر نہ فاقہ گزرا اور نہ اتنے بال بچے ہیں جن کی طاقت نہیں اور سوال کا دروازہ کھولے اللہ تعالیٰ اُس پر فاقہ کا دروازہ کھول دے گا، ایسی جگہ سے جو اس کے دل میں بھی نہیں۔ (3)

شے کی موجودگی میں سوال کرتا ہے وہ جہنم کے انکاروں میں اضافہ کرتا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، کون سی شے سوال سے غنی کرتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس سے وہ صبح کا کھانا کھائے یا شام کا کھانا کھائے یا اس کے پاس رات بسر کرنے کے لئے ایک ہزار (درہم) موجود ہوں۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الزکاة، باب المسألة والاخذ بما يتعلق بہ۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۳۸۵، ج ۵، ص ۱۶۷)

ایک اور روایت میں ہے، عرض کی گئی: یا رسول اللہ عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! وہ غنا کیا ہے جس کی موجودگی میں سوال نہیں کرنا چاہیے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے پاس ایک دن اور ایک رات یا ایک دن اور ایک دن کے شکم سیر کرنے والے کھانے کا سامان موجود ہو۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکاة، باب ما يعطى من الصدقة۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۱۶۲۹، ج ۳، ص ۱۳۴۳)

(2) سنن ابی داؤد، کتاب الزکاة، باب ما يجوز فيه المسألة، الحدیث: ۱۶۳۹، ج ۲، ص ۱۶۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کے شاگردوں میں سے بڑے شاگرد ابن سیرین اور امام شہنی ہیں، بصرہ میں قیام رہا، ۵۵ھ میں وہیں وصال ہوا۔

۲۔ منہ کے کھردنچوں سے مراد ذلت کا اثر ہے کہ جیسے منہ کے زخم دور سے نظر آتے ہیں ایسے ہی بھکاری دور سے پہچانا جاتا ہے اس کے چہرے پر نہ رونق ہوتی ہے نہ وقار بلکہ یہ آثار ذلت قیامت میں بھی اس پر ہوں گے جیسا کہ پہلے حدیث شریف میں آچکا۔

۳۔ یعنی یہ دو سوال جائز ہیں: مستحق کا حاکم وقت سے اپنے وظیفہ مقرر کرانا کہ یہ بھیک نہیں بلکہ اپنے حق کا مطالبہ ہے۔ دوسرے سخت ضرورت کے وقت جب شرعاً اسے مانگنا جائز ہو تو کچھ مانگ لینا۔ امام غزالی نے فرمایا کہ جس مالدار پر حج فرض ہوا اور بلا وجہ حج نہ کرے پھر غریب ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ حج کا خرچہ مانگے اور حج کو جائے کہ اس میں اپنے کو فتن سے نکالنا ہے، جب مجبور یا بھوک یا برائی دفع کرنے کے لیے سوال واجب ہے تو یہ بھی ضروری ہے۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ الصالح، ج ۳، ص ۷۲)

(3) شعب الایمان، باب فی الزکاة، فصل فی الاستغفار عن المسألة، الحدیث: ۳۵۲۶، ج ۳، ص ۲۷۲

حدیث ۶ و ۷: نبیؐ نے عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ سوال کرنے میں کیا ہے تو کوئی کسی کے پاس سوال کرنے نہ جاتا۔ (4) اسی کی مثل طبرانی نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔

حدیث ۸ و ۹: امام احمد بہ سند جید و طبرانی و بزار عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: غنی کا سوال کرنا، قیامت کے دن اس کے چہرہ میں عیب ہوگا۔ (5) اور بزار کی روایت میں یہ بھی ہے کہ غنی کا سوال آگ ہے، اگر تھوڑا دیا گیا تو تھوڑی اور زیادہ دیا تو زیادہ۔ (6) اور اسی کے مثل امام احمد و بزار و طبرانی نے ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۱۰: طبرانی کبیر میں اور ابن خزیمہ اپنی صحیح میں اور ترمذی اور بیہقی حبشی بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بغیر حاجت سوال کرتا ہے، گویا وہ انگارا کھاتا ہے۔ (7)

حدیث ۱۱: مسلم و ابن ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مال بڑھانے کے لیے سوال کرتا ہے، وہ انگارے کا سوال کرتا ہے تو چاہے زیادہ مانگے یا کم کا سوال کرے۔ (8)

(4) سنن النسائي، کتاب الزکاة، باب المسئلة، الحدیث: ۲۵۸۳، ج ۲، ص ۲۲۵

(5) المسند للإمام أحمد بن حنبل، حدیث عمران بن حصین، الحدیث: ۱۹۸۴۲، ج ۷، ص ۱۹۳

(6) مسند البزار، مسند عمران بن حصین، الحدیث: ۳۵۷۲، ج ۹، ص ۳۹

(7) المعجم الکبیر، باب الخاء، الحدیث: ۵۰۶، ج ۴، ص ۱۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ان کی کنیت، ابو الجنوب ہے، قبیلہ بنی بکر ابن ہوازن سے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع میں دیکھ، آپ کا شمار اہل کوفہ میں ہے۔
۲۔ یہ مستفاد صحیح الأعضاء سے ہے یعنی تندرست آدمی ان دونوں صورتوں میں مانگ سکتا ہے، ایک سخت فقیر جو اسے خاک نشین بنادے جس سے وہ کہیں کاروبار کر سکے نہ کمانے کے لیے سزاوارتہ تعالیٰ فرماتا ہے: "أَوْ مَسْكِينًا ذَا عَتْرَةٍ"۔ ایسا مقروض جس کے قرض خود اس کی آبرو کے روپے ہو گئے ہوں وہ اگرچہ تندرست ہے مگر ان مصیبتوں کے دفعیہ کے لیے مانگ سکتا ہے۔

۳۔ یہ آخری جملہ اختیار دینے کے لیے نہیں بلکہ اظہار غضب کے لیے ہے، جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ"۔ رِضْفٌ رِضْفَةً کی جمع ہے رِضْفٌ وہ تیز گرم ہاتھ ہے جس سے دودھ ابالا جاتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۷۶)

(8) صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب کرمۃ المساکین للناس، الحدیث: ۵۱۸، ص ۵۱۸

حدیث ۱۲: ابو داؤد و ابن حبان و ابن خزیمہ ہل بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سوال کرے اور اس کے پاس اتنا ہے جو اُسے بے پردہ کرے، وہ آگ کی زیدتی چاہتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی، وہ کیا مقدار ہے، جس کے ہوتے سوال جائز نہیں؟ فرمایا: صبح و شام کا کھانا۔ (9)

حدیث ۱۳: ابن حبان اپنی صحیح میں امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے سوال کرے، اس لیے کہ اپنے مال کو بڑھائے تو وہ جہنم کا گرم پتھر ہے، اب اسے اختیار ہے، چاہے تھوڑا مانگے یا زیادہ طلب کرے۔ (10)

حدیث ۱۴ و ۱۵: امام احمد و ابو یعلیٰ و بزار نے عبدالرحمن بن عوف اور طبرانی نے صغیر میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا اور حق معاف کرنے سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندہ کی عزت بڑھائے گا اور بندہ سوال کا دروازہ نہ کھولے گا، مگر اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کا دروازہ کھولے گا۔ (11)

حدیث ۱۶: مسلم و ابو داؤد و نسائی قبیصہ بن مخارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں: مجھ پر ایک مرتبہ تاوان لازم آیا۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا، فرمایا: ٹھہرو ہمارے پاس صدقہ کا مال آئے گا تو تمہارے لیے حکم فرمائیں گے، پھر فرمایا: اے قبیصہ! سوال حلال نہیں، مگر تین باتوں میں کسی نے

(9) سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ و حدیثی، الحدیث: ۱۶۲۹، ج ۲، ص ۱۶۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بلا ضرورت سوال حرام ہے کیونکہ خصوصیت سے سخت عذاب کی وعید وارد ہوئی۔ آگ بڑھانے سے مراد آگ کی تیزی، بھڑک، شعلے بڑھانا۔

۲۔ نفی کا نام عبداللہ ابن محمد ہے، ابو داؤد و بیہقی کے استاد ہیں، نقل ان کے کسی دادا کا نام ہے۔

۳۔ اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ دن رات کی خوراک کی حد ہر شخص کے لیے جدا گانہ ہے، بڑے کنبہ والے کے لیے زیادہ مال ہے درمیانے کے لیے درمیانہ ایک دو آدمیوں کے لیے معمولی یہاں خاص آفت زدہ مستحق ہے، مقروض، ضامن یا جس کا مال ہلاک ہو گیا اس کے لیے سوال جائز ہے اگرچہ دن رات کے کھانے کا مالک ہو لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ یہ مانگنے کا ذکر ہے۔ رہا زکوٰۃ لینا اس کے متعلق یہاں مرقات نے فرمایا کہ فقیر اپنے اور اپنے بال بچوں کے ایک سال کا خرچ زکوٰۃ سے جمع کر سکتا ہے خرچ سے مراد

کھانا اور کپڑا دونوں ہی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۷۴)

(10) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب المسأله الخ، الحدیث: ۳۳۸۲، ج ۵، ص ۱۶۶

(11) المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبدالرحمن بن عوف، الحدیث: ۱۶۷۴، ج ۱، ص ۴۱۰

ضمانت کی ہو (یعنی کسی قوم کی طرف سے دیت کا ضامن ہوا یا آپس کی جنگ میں صلح کرائی اور اس پر کسی مال کا ضامن ہوا) تو اسے سوال حلال ہے، یہاں تک کہ وہ مقدار پائے پھر باز رہے یا کسی شخص پر آفت آئی کہ اس کے مال کو تباہ کر دیا تو اسے سوال حلال ہے، یہاں تک کہ بسراوقات کے لیے پا جائے یا کسی کو فاقہ پہنچا اور اس کی قوم کے تین عقلمند شخص گواہی دیں (12) کہ فلاں کو فاقہ پہنچا ہے تو اسے سوال حلال ہے، یہاں تک کہ بسراوقات کے لیے حاصل کر لے اور ان تین باتوں کے سوا اسے قبضہ سوال کرنا حرام ہے کہ سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔ (13)

(12) تین مخصوص کی گواہی جمہور کے نزدیک بطور استحباب ہے اور یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جس کا مالدار ہونا معلوم و مشہور ہے تو بغیر گواہ اس کا قول مسلم نہیں اور جس کا مالدار ہونا معلوم نہ ہو تو فقط اس کا کہہ دینا کافی ہے۔

(13) صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب من تحمل له المسألة، الحدیث: ۱۰۴۴، ص ۵۱۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ حمانہ یعنی اس ضمانت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو قومیں دیت یا دوسرے مال قرض کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگیں، کوئی ان میں صلح کرانے اور دفع شر کے لیے مقرض کا قرض یا منقول کی دیت اپنے ذمے لے لے یعنی دفع فساد یا صلح کرانے کے لیے مال کا ضامن بن جانا یا اپنے ذمہ لے لینا۔ (مرقات و لمعات وغیرہ)

۲۔ تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مال عطا فرمادیں جس سے میں وہ قرض چکا دوں یا دیت ادا کر دوں۔

۳۔ صدقہ سے مراد مال ظاہری جانوروں و پیداوار کی زکوٰۃ ہے جو حکومت اسلامیہ وصول کرتی تھی یا مال باطنی یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ جو غنی صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے تھے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی خیرات کریں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خیرات قبول ہو، یعنی اسے قبضہ اتنا توقف کرو کہ زکوٰۃ وصول ہو جائے تو اس سے تمہارا ذر ضمانت ادا کر دیا جائیگا۔

۴۔ اس نے معلوم ہوا کہ ایسا ضامن اگرچہ مالدار بھی ہو تو صدقہ مانگ سکتا ہے کیونکہ یہ مانگنا اپنے لیے نہیں بلکہ اس مقرض فقیر کے لیے ہے جو فقیر ہے جس کا یہ ضامن ہے، رب تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف میں غارمین (مقروضوں) کا بھی ذکر فرمایا ہے وہ یہی مقرض ہیں۔

۵۔ یعنی یہ شخص غنی تھا آفت ناگہانی نے مال برباد کر کے اسے فقیر کر دیا اگرچہ تندرست ہے کمائے پر قادر ہے مگر کمائے تک کیا کھائے وہ اس وقت تک کے لیے مانگ سکتا ہے جب کچھ گزارہ کے لائق کمائے تو سوال سے باز آجائے۔

۶۔ سدا یا سدا سین کے فتح سے، بمعنی رکاوٹ و آڑ یا سدا سین کے کسرہ سے ہے، بمعنی درستی و اصلاح یعنی اتنا مال حاصل کرے جس سے فقر و فاقہ رک کر زندگی درست ہو جائے۔ غرض کہ بھیک مانگنا مردار جانور کی طرح ہے جس کا جائز و حلال ہونا سخت ضرورت پر ہے۔

۷۔ یہ گواہی کی قید اس کے لیے ہے جس کے متعلق لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ غنی ہے اور بلا ضرورت مانگ رہا ہے۔ قوم سے مراد اس کے حالات سے خبردار لوگ ہیں خواہ اس کی برادری کے ہوں یا اس پر دوس کے یعنی کم از کم تین واقف حال لوگ جنہیں غریبی امیری حاجت و غنا کی پہچان ہو وہ بتادیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اہل مدینہ قرض لینے سے

حدیث ۱۸: امام بخاری وابن ماجہ زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص رسی لے کر جائے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھالا کر بیچے اور سوال کی ذلت سے اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو بچائے یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے کہ لوگ اُسے دیں یا نہ دیں۔ (14) اسی کے مثل امام بخاری و مسلم و امام مالک و ترمذی و نسائی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۱۹: امام مالک و بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے، صدقہ کا اور سوال سے بچنے کا ذکر فرما رہے تھے، یہ فرمایا: کہ اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا مانگنے والا۔ (15)

اور سوال کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے ان کے وہ عادی تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عادتوں کو بدلنے کے لیے سوال پر تو یہ پابندیاں لگائیں۔ مقروض کی نماز جنازہ خود پڑھی دوسروں سے پڑھادی تاکہ عبرت پکڑیں اور قرض حق الامکان نہ لیں۔

۸۔ خیال رہے کہ تین کا یہ حصر اضافی ہے حقیقی نہیں، ان تین کے علاوہ اور صورتیں بھی ہیں جن میں سوال درست ہوتا ہے جیسے وہ بے دست و پا جو کمانے پر قادر نہ ہو، وہ طالب علم جس نے اپنے کو طلب علم کے لیے وقف کر دیا ہو اور لوگ توجہ نہ کرتے ہوں بغیر طلب نہ دیتے ہو۔ مرقات نے فرمایا کہ خانقاہوں کے وہ مجاور جنہوں نے اپنے کو ریاضت و مجاہدات کے لیے حقیقی معنی میں وقف کر دیا ہو ان کے لیے اُن ہی میں کا ایک سول کر سکتا ہے، روٹیاں کپڑے جمع کر سکتا ہے، مگر خیال رہے کہ رب تعالیٰ نیت سے خبردار ہے، مانگنے کے لیے صوفی نہ بن جائے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۶۳)

(14) صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب الاستغفار عن المسألة، الحدیث: ۱۳۷۱، ج ۱، ص ۳۹۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ خلاصہ یہ ہے کہ معمولی سے معمولی کام کرنا اور تھوڑے پیسوں کے لیے بہت سی مشقت کرنا بہتر ہے اس سے عزت نہیں جاتی مگر بھیک مانگنا برا جس سے عزت جاتی رہتی ہے، برکت ہوتی نہیں۔ ہمیں اشارۃً فرمایا گیا کہ اگر کسی بڑے آدمی پر کوئی وقت پڑ جائے تو محنت مشقت کرنے میں شرم نہ کرے کیونکہ یہ سنت انبیاء ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معمولی سے معمولی کام بھی اپنے ہاتھ شریف سے کئے ہیں بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ بھکاری بھیک مانگنے میں بڑی محنتیں کرتے ہیں اگر مزدوری کریں یا چھابڑی فروخت کریں تو ان پر محنت بھی کم پڑے اور آبرو سے بھی کھائیں۔ اس حدیث سے اشارۃً یہ معلوم ہوا کہ جنگل کے خورد و درخت مباح ہیں ان پر جو قبضہ کر کے کاٹے وہ اس کا مالک ہو جائے گا جیسے جنگلی شکار یا عام کنوؤں کا پانی کیونکہ اگر یہ لکڑی کاٹنے والا اس کا مالک نہ ہوتا تو اس کا بچہ جائز کیونکر ہوتا، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کو خیر کیوں فرماتے۔ شعر

بدست آنکہ تفتہ کردن خمیر

بہ از دست بر سینہ پیش شیر

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۶۷)

(15) صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی الخ، الحدیث: ۱۰۳۳، ص ۵۱۵

حدیث ۲۰: امام مالک و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے سوال کیا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عطا فرمایا، پھر مانگا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عطا فرمایا، پھر مانگا حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عطا فرمایا، یہاں تک وہ مال جو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس تھا ختم ہو گیا پھر فرمایا: جو کچھ میرے پاس مال ہوگا، اُسے میں تم سے اٹھانہ رکھوں گا اور جو سوال سے بچنا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اُسے بچائے گا اور جو غنی بننا چاہے گا، اللہ (عزوجل) اُسے غنی کر دے گا اور جو صبر کرنا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اُسے صبر دے گا اور صبر سے بڑھ کر اور اس سے زیادہ وسیع عطا کسی کو نہ ملی۔ (16)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۶۔ اوپر والے ہاتھ سے مراد دینے والا ہے اور نیچے والے سے مانگ کر لینے والا، خواہ دینے والا نذرانہ کے طور پر نیچا ہاتھ کر کے ہی دے اور لینے والا اوپر ہاتھ کر کے ہی اٹھائے مگر پھر بھی دینے والا ہی اونچا ہے یہاں دینے اور لینے سے مراد بھیک دینا اور لینا ہے، اور دکان مال باپ کو دینا، مرید صادق کا اپنے شیخ کامل کی خدمت میں کچھ پیش کرنا، انصار کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانے پیش کرنا اس حکم سے علیحدہ ہیں، اگر ہماری کھالوں کے جوتے بنیں اور رشتہ جان کے تسمے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسے استعمال فرمائیں تو ان کے حق کا کروڑواں حصہ ادا نہ ہو۔ اس حدیث سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ غنا فقر سے بہتر ہے اور غنی شاکر فقیر صابر سے افضل مگر حق یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے۔ ہماری اس تقریر سے یہ حدیث غنی کے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں بھکاری فقیر کا ذکر ہے نہ کہ صابر کا، بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں اوپر والے ہاتھ سے فقیر صابر مراد ہے اور نیچے والے سے بھکاری، تب تو سبحان اللہ! بہت لطف کی بات ہے۔

۷۔ بعد کے معنی سوا بہت ہی مناسب ہیں جو شیخ نے اختیار کئے یعنی آپ سے توجیہ جی قبر میں حشر میں مانگتا ہی رہوں گا کیوں نہ مانگوں میں بھکاری آپ داتا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ" اور فرماتا ہے: "أَعْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ" اور فرماتا ہے: "وَأَقِمِ الشَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ"۔ آپ سے مانگنے میں ہماری عزت ہے، ہاں آپ کے سوا کسی سے نہ مانگوں گا۔ شعر

اُن کے در کی بھیک چھوڑیں سروری کے واسطے
ان کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

کل قیامت میں ساری خلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت وغیرہ کی بھیک مانگے گی، حضرت حکیم نے یہ وعدہ ایسا پورا کیا کہ گر گھوڑے سے آپ کا کوڑا اگر جاتا تو خود اتر کر لیتے کسی سے مانگتے نہیں۔ خیال رہے کہ ارز و دزد سے بمعنی کم کرنا، چونکہ مانگنے سے مانگنے والے کی عزت گھٹ جاتی ہے اور دینے والے کا کچھ مال بھی کم ہوتا ہے اس لیے اسے رز د فرمایا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۶۸)

حدیث ۲۱: حضرت امیر المومنین فاروق اعظم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ لالچ محتاجی ہے اور نا اُمیدی تو نگری۔ آدمی جب کسی چیز سے نا اُمید ہو جاتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں رہتی۔ (17)

حدیث ۲۲: امام بخاری و مسلم فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، فرماتے ہیں: کہ حضور اقدس صلی اللہ

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اے ظاہر یہ ہے کہ یہ مانگنا بلا ضرورت تھا جیسا کہ اگلے فرمان سے معلوم ہو رہا ہے۔ ضرورت مانگنے والوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی دیتے تھے اوروں سے بھی دلواتے تھے۔

۲۔ یعنی وہ حضرات مانگتے رہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دیتے رہے انہیں سب کچھ دے کر پھر مسئلہ بتایا اس میں تبلیغ بھی ہے اور سخاوت مطلقہ کا اظہار بھی۔ معلوم ہوا کہ بلا ضرورت مانگنے والوں کو دینا حرام نہیں اگرچہ انہیں مانگنا ممنوع ہے۔ خیال رہے کہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خوش ہو کر دیا ہے وہ بہت عرصہ تک ختم نہ ہوا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تھوڑے تھوڑے جو عطا فرمائے تھے جو ان بزرگوں نے سالہا سال کھائے اور کھلائے، پھر جب تولے تو اتنے ہی تھے مگر تولے سے ختم ہو گئے، حضرت طلحہ کے ہاں ساڑھے چار سیر جو کی روٹی پر سینکڑوں آدمیوں کی دعوت فرمادی جیسا کہ باب السجرات میں آئے گا، بہذا اس ختم ہونے سے کوئی دھوکا نہ کھائے، یار کے رنگ مختلف ہیں جب خوشی سے دیں تو سب کچھ ہے اور اگر کوئی ناخوش کر کے لے تو اس میں برکت نہیں۔

۳۔ خیر سے مراد مال ہے، چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مال حلال ہی لیتے تھے اس لیے اسے خیر فرمایا۔ اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مال جمع نہ کیا اور نہ بعد وفات کچھ ورثہ چھوڑا جو باغ وغیرہ تھے وہ سب مسلمانوں پر وقف رہے۔

۴۔ یہ حدیث اس حدیث قدسی کی شرح ہے "اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي" یعنی رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب رہتا ہوں اس کا ظہور آخرت میں تو ہو گا ہی کہ اگر بندہ معافی کی امید کرتا ہو امر جائے تو ان شاء اللہ اسے معافی ہی ملے گی، اکثر دنیا میں بھی ہو جاتا ہے کہ جو قرض نہ لینے یا نہ مانگنے کا خدا کے بھروسے پر پورا ارادہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے ان سے بچا ہی دیتا ہے اور جو یہ کوشش کرے کہ دنیا والوں سے لا پرواہ رہوں تو بہت حد تک اللہ اسے لا پرواہ ہی رکھتا ہے مگر یہ فقط زبانی دعویٰ نہ ہو عملی کوشش بھی ہو کہ کہنے میں مشغول رہے، خرچ درمیانہ رکھے، گھمڑے نہ اڑائے، اللہ رسول سچے ہیں ان کے وعدے حق، غلطی ہم کر جاتے ہیں۔

۵۔ یعنی رب تعالیٰ کی عطاؤں میں سے بہترین اور بہت گنجائش والی عطا صبر ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا ذکر نماز سے پہلے فرمایا: "اسْتَعِينُوا بِالْصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ" اور صابر کے ساتھ اللہ ہوتا ہے، نیز صبر کے ذریعہ انسان بڑی بڑی مشقتیں برداشت کریتا ہے در بڑے بڑے درجے حاصل کر لیتا ہے، رب تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: "إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا" ہم نے انہیں بندہ

صابر پایا، صبر ہی کی برکت سے حضرت حسین علیہ السلام سید الشہداء ہوئے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۷۰)

کر بیچتے رہے، اب حاضر ہوئے تو ان کے پاس دس درہم تھے، چند درہم کا کپڑا خریدا اور چند کاغذ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن سوال تمہارے مونہ پر چھالا ہو کر آتا۔ سوال درست نہیں، مگر تین شخص کے لیے، ایسی محتاجی والے کے لیے جو اُسے زمین پر لٹا دے یا تاوان والے کے لیے جو رسوا کر دے یا خون والے (دیت) کے لیے جو اُسے تکلیف پہنچائے۔ (19)

(19) سنن ابی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب ما تجوز فی المساکین، الحدیث: ۱۶۳۱، ج ۲، ص ۱۶۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے لوگ قرض و سوال میں گھرے ہوئے تھے۔ چنانچہ یہود کے ہاں کی بہت زمینیں جائیدادیں، مال، مکان وغیرہ گر و پڑے تھے، سوال کر لینے کا عام رواج تھا کیونکہ اکثر لوگ بہت غریب و نادار تھے اسی سلسلے میں یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کرنے حاضر ہوئے۔

۲۔ سبحان اللہ! یہ ہے بگڑی قوم کا بنانا، یہاں یہ ممکن تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسے کچھ دے دیتے مگر وہ چند روز میں کھا کر برابر کر دیتا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ سے اس کی بلکہ اس کی نسل کی زندگی سنبھال دی فقیر کو دے دینا آسان مگر اس کی زندگی سنبھال دینا بہت مشکل ہے۔ تجربہ ہے کہ پہاڑ ڈھا دینا اور دریا پاٹ دینا آسان مگر بگڑی قوم کو سنبھال دینا مشکل۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیے جس کی مثال نہیں ملتی۔

۳۔ صسح کے کسرہ سے ٹاٹ کو بھی کہتے ہیں اور مونے کبیل کو بھی جو اونٹ کی بیچ پر پالان کے نیچے ڈالا جاتا ہے یہاں دونوں معنی کا ختم ہے۔ بھلا غریبی کی حد ہو گئی کہ اس اللہ کے بندے کی سارے گھر میں کُل کائنات یہ دو چیزیں ہیں، حالت یہ کہ ایک ہی کبیل کو آدھا بچھا کر خود بیوی بچے سب لیٹ جاتے اور اسی کا آدھا یہ سب لٹھ لیتے جیسا کہ مجسطی کے جمع مشکم سے معلوم ہو رہا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غریبوں کو تخت و تاج کا مالک بنایا ہے۔

۴۔ اگرچہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ سرکار اس مسکین سے ہی فرما دیتے کہ یہ دونوں چیزیں بیچ کر کلباڑی خرید لو جس سے لکڑیاں کاٹو اور بیچو اور اپنا کام چن و مگر اس صورت میں وہ اہمیت ظاہر نہ ہوتی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف سے ظاہر ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف کہہ دینے سے قوم کی اصلاح نہیں ہوتی اس کے لیے کچھ کر کے بھی دکھانا پڑتا ہے، مبلغین قولی تبلیغ پر کفایت نہ کریں بلکہ عملی تبلیغ بھی کریں۔

۵۔ اس سے نیلام کا بھی ثبوت ہوا جسے عربی میں بیع من یزید کہتے ہیں اور نیلام میں بار بار بولی مانگنا بھی ثابت ہوا یہ دونوں چیزیں سنت سے ثابت ہیں۔

۶۔ خیال رہے کہ جس حدیث میں دوسرے کے بھاد پر بھاد چڑھانا منع فرمایا گیا وہاں وہ صورت مراد ہے جہاں تاجر و خریدار راضی ہو چکے ہوں اور یہ چڑھا کر ان کا بھاد بگاڑ دے یہاں یہ صورت نہیں، یہاں تو تاجر خود بھاد چڑھانے کا مطالبہ کر رہا ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ اس حدیث سے بیع معاطات (جسے بیع تعاطی بھی کہتے ہیں) ثابت ہوئی یعنی زبان سے ایجاب و قبول نہ کرنا صرف لین دین سے ہے۔

حدیث ۲۴، ۲۵: ابو داؤد و ترمذی باقادہ تصحیح و تحسین و حاکم باقادہ تصحیح عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

بیچ کر دینا جیسا آج کل عام طور پر ہوتا ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نہ اس سے ایجاب کرایا نہ خود قبول فرمایا صرف لے دے کر بیچ کر دی۔

۷۔ یعنی ایک درہم کے جو خرید کر اپنی بیوی کو ڈے تاکہ وہ پیس پکا کر خود بھی کھائے تجھے اور بچوں کو بھی کھلائے اور دوسرے درہم کی کپھاڑی خرید کر مجھے دے جا اور روٹی کھا کر پھر آنا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ فقیر نادار پر بھی بیوی بچوں کا خرچہ واجب ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ بیوی سے بھی کمائی کرا۔ دوسرے یہ کہ کمانا صرف مرد پر لازم ہے نہ کہ بیوی پر کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کپھاڑی صرف مرد کو دی دو کپھاڑیاں لے کر عورت و مرد میں تقسیم نہ فرمائیں۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو لڑکیوں سے کمائی کرنے کے لیے بی اے، ایم اے کر رہے ہیں اور جو ضروری مسائل لڑکیوں کو سیکھانا فرض ہیں ان سے بالکل بے خبر ہیں۔

۸۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس سے کوئی کام کاج شروع کرایا جائے اس کی کچھ بدنی امداد بھی کی جائے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس کی مالی امداد نہ کی بلکہ بدنی امداد فرمائی کیونکہ مالی امداد سے اس کے مانگنے کی عادت نہ چھوٹی، اب اسے صبرت ہوگئی کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے ہاتھ سے اتنا کام کر سکتے ہیں تو میں کیوں نہ محنت کروں۔

۹۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جنگلی لکڑیاں شکاری جانوروں کی طرح عام مباح ہیں جو قبضہ کرنے والے اس کا مالک ہے کہ اسے بیچ بھی سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم با فرمان الہی مالک احکام ہیں، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ان پندرہ دنوں کی جماعت سے نماز معاف فرمادی حتیٰ کہ درمیان میں جمعہ بھی آیا وہ بھی اس کے لیے معاف رہا، اسی دوران 'ح' اسے مسجد نبوی میں آنا ممنوع ہو گیا کیونکہ اس کو فرمایا گیا تجھ کو میں دیکھو نہیں، اب اگر وہ مسجد میں حاضر ہوتے تو اس ممانعت کے مرتکب ہوتے، انہوں نے اس زمانہ میں دن کی نماز جنگل میں اور رات کی گھر پر نہیں۔

۱۰۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت پندرہ دن تک مسجد میں قطعاً حاضر نہ ہوتے ورنہ اگر اس دوران میں جماعت عشاء کے لیے بھی کبھی آئے ہوتے تو اس کا ضرور یہاں ذکر ہوتا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ان سے روزانہ کا حساب پوچھتے، یہ ان کی خصوصیت میں سے ہے، اب کسی تاجر یا پیشہ ور کو یہ جائز نہیں کہ کاروبار میں مشغول ہو کر جماعت ترک کرے۔

۱۱۔ یعنی حلال پیشہ خواہ کتنا ہی معمولی ہو بھیک مانگنے سے افضل ہے کہ اس میں دنیا و آخرت میں عزت ہے۔ افسوس آج بہت سے لوگ اس تعلیم کو بھول گئے، مسلمانوں میں صد ہا خاندان پیشہ ور بھکاری ہیں۔

۱۲۔ تکلیف وہ فقیری میں فاقہ اور فقیر کی معذوری یعنی بے دست و پا ہونا دونوں شامل ہیں اور رسوا کن قرض سے وہ قرض مراد ہے جس میں قرض خواہ مہلت نہ دے، مقرض کی آبروریزی پر تیار ہو۔ تکلیف وہ خون سے یہ مراد ہے کہ اس نے کسی کو قتل کر دیا جس کی دیت اس پر لازم ہوئی، اس کے پاس نہ مال ہے نہ اہل قرابت، یہ تینوں آدمی بقدر ضرورت سوال کر سکتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ پابندیاں مانگنے کے لیے ہیں زکوٰۃ لینے کے لیے نہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۷۷)

راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے فاقہ پہنچا اور اُس نے لوگوں کے سامنے بیان کیا تو اُس کا فاقہ بند نہ کیا جائے گا اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تو اللہ عزوجل جلد اُسے بے نیاز کر دے گا، خواہ جلد موت دے دے یا جلد مالدار کر دے۔ (20) اور طبرانی کی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو بھوکا یا محتاج ہو اور اس نے آدمیوں سے چھپایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ایک سال کی حلال روزی اس پر کشادہ فرمائے۔ (21)

بعض سائل کہہ دیا کرتے ہیں کہ اللہ (عزوجل) کے لیے دو، خدا کے واسطے دو، حالانکہ اس کی بہت سخت ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں اُسے ملعون فرمایا گیا ہے۔ اور ایک حدیث میں بدترین خلاق اور اگر کسی نے اس طرح سوال کیا تو جب تک بُری بات کا سوال نہ ہو یا خود سوال بُرا نہ ہو (جیسے مالدار یا ایسے شخص کا بھیک مانگنا جو قوی تندرست کمانے پر قادر ہو) اور یہ سوال کو بلا دقت پورا کر سکتا ہے تو پورا کرنا ہی ادب ہے کہ کہیں بروئے ظاہر حدیث یہ بھی اُسی وعید کا مستحق نہ ہو (22)، وہاں اگر سائل مُتَعَفِّف

(20) سنن أبی داود، کتاب الزکاۃ، باب فی الاستغفار، الحدیث: ۱۶۳۵، ج ۲، ص ۱۷۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی اپنی غریبی کی شکایت لوگوں سے کرتا پھرے اور بے مبری ظاہر کرے اور لوگوں کو اپنا حاجت رواں جان کر ان سے مانگنا شروع کر دے تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ اسے مانگنے کی عادت پڑ جائے گی جس میں برکت نہ ہوگی اور ہمیشہ فقیر ہی رہے گا۔

۲۔ یعنی جو اپنا فاقہ لوگوں سے چھپائے، رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں مانگے اور حلال پیشہ میں کوشش کرے تو رب تعالیٰ اسے مانگنے کی ضرورت ڈالے گا ہی نہیں، اگر اس کے نصیب میں دولت مندی نہیں ہے تو اسے ایمان پر موت نصیب کر کے جنت کی نعمتیں عطا فرمائے گا اور اگر دُستندی نصیب میں ہے تو وہ جلدی نہ سہی دیر سے ہی عطا فرمادے گا کہ اس کی کمائی میں برکت دے گا۔ ہماری اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ موت سے غنا کیسے حاصل ہوتی ہے کیونکہ پہلے غنا سے مراد مالدار ہی نہیں بلکہ لوگوں سے بے نیازی ہے۔ خیال رہے کہ آدمی مرکز لوگوں کے مال سے بے نیاز ہو جاتا ہے اگرچہ ان کے ایصالِ ثواب کا غنہ رہتا ہے، یہاں مالی غنا مراد ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۷۸)

(21) المعجم الصغیر لطبرانی، الحدیث: ۲۱۳، ج ۱، ص ۱۳۱

(22) طبرانی معجم کبیر میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((ملعون من سال بوجه الله و ملعون من سئل بوجه الله ثم منع سائله ما لم یسال هجرا))

(الترغیب والترہیب، کتاب الصدقات، ترہیب السائل أن یسال بوجه الله غیر المجزئ، الحدیث: ۳۳۰، ج ۱، ص ۳۳۰)

تجنیس ماضی پھر تاتارخانیہ پھر ہندی میں ہے:

ہو (23) تو نہ دے۔ نیز یہ بھی لحاظ رہے کہ مسجد میں سوال نہ کرے، خصوصاً جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر کہ یہ حرام ہے، بلکہ بعض علماء فرماتے ہیں: کہ مسجد کے سائل کو اگر ایک پیسہ دیا تو ستر پیسے اور خیرات کرے کہ اس ایک پیسہ کا کفارہ ہو۔ (24) مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو عرفہ کے دن عرفات میں سوال کرتے دیکھا، اُسے دُڑے لگائے اور فرمایا: کہ اس دن میں اور ایسی جگہ غیر خدا سے سوال کرتا ہے۔ (25)

ان چند احادیث کے دیکھنے سے معلوم ہوا ہوگا کہ بھیک مانگنا بہت ذلت کی بات ہے بغیر ضرورت سوال نہ کرے اور حالت ضرورت میں بھی اُن امور کا لحاظ رکھے، جن سے ممانعت وارد ہے اور سوال کی اگر حاجت ہی پڑ جائے تو مہانہ ہرگز نہ کرے کہ بے لیے پیچھا نہ چھوڑے کہ اس کی بھی ممانعت آئی ہے۔



اذا قال السائل بحق الله تعالى او بحق محمد صلى الله تعالى عليه وسلم ان تعطيني كذا لا يحب عليه في الحكم والاحسن في البروءة ان يعطيه وعن ابن المبارك قال يعجبني اذا سأل سائل بوجه الله تعالى ان لا يعطى. ۱۲ منہ (انظر: رد المحتار، کتاب الہیۃ، مطلب فی معنی التملیک، ج ۱۲، ص ۶۴۹)

(23) یعنی سوال کرنے والا خود اپنی ذلت کے درپے ہو یعنی پیشہ ور بھکاری ہو۔

(24) رد المحتار، کتاب الہیۃ، مطلب فی معنی التملیک، ج ۱۲، ص ۶۴۹

در مختار میں ہے:

یحرم فیہ (ای المسجد) السؤال ویکرہ الاعطاء ورفع صوت ہن کر، الا للمتفقہۃ ۲۔

(۲) الدر المختار آخر باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱ (۹۳)

مسجد میں سوال کرنا حرام اور سائل کو دینا مکروہ ہے۔ مسائل فقہیہ سیکھنے سکھانے کے علاوہ وہاں ذکر سے آواز کا بلند کرنا بھی مکروہ ہے۔ (ت)

(25) مشکاة المصابیح، کتاب زکاة، باب من لا تحل له المسألة ومن تحل له، الحدیث: ۱۸۵۵، ج ۱، ص ۵۱۳

صدقات نفل کا بیان

اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا نہایت اچھا کام ہے، مال سے تم کو فائدہ نہ پہنچا تو تمہارے کیا کام آیا اور اپنے کام کا وہی ہے جو کھا پہن لیا یا آخرت کے لیے خرچ کیا، نہ وہ کہ جمع کیا اور دوسروں کے لیے چھوڑ گئے۔ اس کے فضائل میں چند حدیثیں سنیں اور ان پر عمل کیجیے، اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بندہ کہتا ہے، میرا مال ہے، میرا مال ہے اور اُسے تو اس کے مال سے تین ہی قسم کا فائدہ ہے، جو کھا کر فنا کر دیا، یا پہن کر پُرانا کر دیا، یا عطا کر کے آخرت کے لیے جمع کیا اور اُس کے سوا جانے والا ہے کہ اوروں کے لیے چھوڑ جائے گا۔ (1)

(1) صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ والرقائق، باب الذی یأخذ من دینہ للکافر، الحدیث: ۲۹۵۹، ص ۱۵۸۲

صدقہ کے فضائل اور ثواب

صدقہ کی فضیلت کے بارے میں کئی آیات قرآنیہ موجود ہیں جن میں صدقہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے،

(1) مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً

ترجمہ کنز الایمان: ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ اس کے لئے بہت گنا بڑھا دے۔ (پ 2، البقرہ: 245)

(2) وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا

ترجمہ کنز الایمان: اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور مہنی پارسلنگ نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ (پ 22، الاحزاب: 35)

(3) كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ النَّبْلِ مَا يَهْجَعُونَ ﴿17﴾ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿18﴾ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَغْرُومِ ﴿19﴾

ترجمہ کنز الایمان: وہ رات میں کم سویا کرتے اور پچھلی رات استغفار کرتے اور ان کے مالوں میں حق تھا مسکین اور بے غیب کا۔

(پ 26، الذریت: 16-19)

(4) إِنَّ الْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضْعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿18﴾

ترجمہ کنز الایمان: بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا ان کے دوسرے میں ارمان کے لئے عزت کا ثواب ہے۔ (پ 27، الحدید: 18)

(5) اِنْ تَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يَّضْعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿17﴾

ترجمہ کنز الایمان: اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے وہ تمہارے لئے اس کے دو گے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ قدر فرمانے والا معصم والا ہے۔ (پ 28، التغابن: 18)

(6) وَمَا تَقْتَمِرُوا بِالْاَنْفُسِ كُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ وَّاَوْ اَعْظَمَ اَجْرًا

ترجمہ کنز الایمان: اور اپنے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے (پ 29، المزمل: 20)

(7) وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتَقَى ﴿17﴾ الَّذِي يُوْنِي مَالَهُ يَتَزَلَّى ﴿18﴾ وَمَا لَاحِدٍ عَنْهُ مِنَ النِّعَمِ تُجْزَى ﴿19﴾ اِلَّا الْبَيْتُغَاءُ وَوَجْهٌ رَّهْوٌ الْاَعْلَى ﴿20﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضَى ﴿21﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

(پ 30، ایل: 21: 17)

اس بارے میں احادیث مقدسہ:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سزور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور اللہ عزوجل بندے کے عفو و درگزر کے سبب اس کی عزت میں اضافہ فرمادیتا ہے اور جو اللہ عزوجل کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ عزوجل اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔

(مسلم، کتاب ابر و اصلۃ، باب استجاب العفو و التواضع، رقم ۲۵۸۸، ص ۲۹۷)

حضرت سیدنا ابو کبشہ اثمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، تین چیزوں پر میں قسم اٹھاتا ہوں اور میں تمہیں بتاتا ہوں، تم اسے یاد کر لو کہ صدقہ مال میں کچھ کمی نہیں کرتا اور جو مظلوم، ظلم پر صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرمادیتا ہے اور جو بندہ سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ عزوجل اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں تم اسے یاد کر لو، دنیا چار طرح کے لوگوں کے لئے ہے، (۱) وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال اور علم عطا فرمایا اور وہ اس معاملے میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے اور اپنے مال میں سے اللہ عزوجل کا حق تسلیم کرتا ہے تو یہ بندہ سب سے افضل مقام میں ہے، (۲) جسے اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا، مال عطا نہیں فرمایا مگر اس کی نیت سچی ہے اور وہ کہتا ہے ←

اگر اللہ عزوجل مجھے مال عطا فرماتا تو میں فلاں کی طرح عمل کرتا تو اسے اس کی نیت کے مطابق ثواب دیا جائے گا اور ان دونوں کا ثواب برابر ہے، (۳) وہ بندہ جسے اللہ عزوجل نے مال عطا فرمایا اور علم عطا نہ فرمایا اور وہ علم کے بغیر خرچ کرتا ہے اور اس معاملے میں اپنے رب عزوجل سے نہیں ڈرتا اور نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اپنے مال میں اللہ عزوجل کا حق تسلیم کرتا ہے تو وہ ضیعت ترین درجے میں ہے، (۴) وہ شخص جسے اللہ عزوجل نے نہ تو مال عطا فرمایا اور نہ ہی علم عطا فرمایا اور وہ کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں کی طرح عمل کرتا تو ان دونوں کا گناہ برابر ہے۔ (ترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء مثل الدینار مثل اربعہ نفر، رقم ۲۳۳۲، ج ۴، ص ۱۳۵)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آقائے مظلوم، سرور معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ صدقہ مال میں کی نہیں کرتا اور بندہ صدقہ دینے کیلئے جب اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے اللہ عزوجل کے دست قدرت میں آجاتا ہے اور جو بندہ بلا ضرورت سوال کا دروازہ کھولتا ہے، تو اللہ عزوجل اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم ۱۲۱۵۰، ج ۱۱، ص ۳۲۰)

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کر لو اور مشغولیت سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کر لو اور اللہ عزوجل کا کثرت سے ذکر کرنے اور پوشیدہ اور ظاہری طور پر کثرت سے صدقہ کے ذریعے اللہ عزوجل سے اپنا رابطہ جوڑ لو تو تمہیں رزق دیا جائے گا اور تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری مصیبتیں دور کی جائیں گی۔

(ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، فی فرض الجمعة، رقم ۱، ج ۲، ص ۵)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قراب قلب و سید، صاحب معطر پسینہ، باعث ثواب و دل سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ایک شخص کسی دیران جگہ سے گزر رہا تھا تو اس نے بادل میں سے ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سیرا ب کر دو تو وہ بادل جھک گیا اور اس نے اپنا پانی ایک پتھریلی زمین میں برسا دیا تو وہاں کے نالوں میں سے ایک نالے میں وہ سارا پانی جمع ہو گیا اور ایک سمت بہنے لگا تو وہ شخص اس نالی کے ساتھ چل دیا تو اس نے دیکھا کہ وہ پانی ایک باغ میں داخل ہوا جہاں ایک کسان کھڑا تھا تو اس نے اس کسان سے پوچھا اے اللہ تعالیٰ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا، فلاں یہ وہی نام تھا جو اس نے بادل سے آنے والی آواز سے سنا تھا۔ اس کسان نے کہا، اے اللہ کے بندے! تو نے میرا نام کیوں پوچھا؟ تو اس شخص نے کہا، جس بادل سے یہ بارش برس رہی ہے تیرا نام میں نے اس سے سنا ہے، یہ بادل کہہ رہا تھا کہ فلاں کے باغ کو سیرا ب کر دو، تو اپنے کھیت میں ایسا کیا کرتا ہے (کہ تیری زمین کو بادل نے سیرا ب کیا)؟ تو اس نے جواب میں کہا، جب تو نے یہ بات پوچھ لی ہے تو سن لے کہ جو کچھ میرے اس باغ سے نکلتا ہے تو میں اس کے تین حصے کر لیتا ہوں ایک حصہ صدقہ کر دیتا ہوں اور ایک حصہ خود کھاتا ہوں اور اپنے عیال کو کھاتا ہوں اور تیسرے حصے کو اسی زمین میں کاشت کر لیتا ہوں۔ (مسلم، کتاب الزہد والرقائق، الصدقہ فی المساکین، رقم ۲۹۸۳، ص ۱۵۹۳)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ محمد و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ دینے والے اور بخیل کی مثال کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، ان دونوں کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جنہوں نے لوہے کی دوزر ہیں بہن رکھی ہوں جو ان کے سینے سے نسل کی ہڈی تک ہوں۔ تو صدقہ دینے والا جب صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ کھل جاتی ہے اور وہ اپنی خواہش پوری کر لیتا ہے اور بخیل جب صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ سبز کر اس کو چمٹ جاتی ہے اور ہر کڑی اپنی جگہ بیوست ہو جاتی ہے۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی انگلیوں سے گریبان میں ڈال کر گریبان کو کشادہ کرتے ہوئے دیکھا مگر وہ کشادہ نہ ہوا، فرمایا: اس طرح۔

(بخاری، کتاب اللباس، جیب التلمیص من عند الصدور، رقم ۵۷۹۷، ج ۴، ص ۴۹)

حضرت سیدنا یزید بن ابی حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضرت سیدنا مزعمہ بن عبد اللہ مزی رضی اللہ عنہ، اہل مصر میں سب سے پہلے مسجد کی طرف چل کرتے تھے اور میں نے ان کو کبھی مسجد میں صدقہ دیئے بغیر داخل ہوتے نہیں دیکھا یا تو ان کی آستین میں سکے ہوتے یا روٹی یا پھر گندم کے دانے یہاں تک کہ بسا اوقات میں نے ان کو پیاز اٹھائے ہوئے بھی دیکھا تو میں نے ان سے کہا، اے ابو الخیر! یہ پیاز تو تمہارے کپڑوں کو بدبودار کر دے گا۔ تو انہوں نے فرمایا، اے ابن ابی حبیب! میں نے اس کے علاوہ کوئی شے صدقہ کرنے کیسے اپنے گھر میں نہ پائی، مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب علیہم الرضوان میں سے ایک شخص نے بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ قیامت کے دن مؤمن کا صدقہ اس کیلئے سایہ ہوگا۔

(ابن خزیمہ، کتاب الزکاة، باب اطلاق الصدقة صاحبہ، رقم ۱۲۴۳۲، ج ۴، ص ۹۵)

حضرت سیدنا عقیبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پاک، صاحبِ لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ، قیامت کے دن لوگوں کے درمیان فیصلہ ہونے تک ہر شخص اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا۔ حضرت سیدنا یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت سیدنا مرشد رضی اللہ عنہ کا کوئی دن ایسا نہ گزرتا جس میں وہ کوئی صدقہ نہ کرتے ہوں اگرچہ کیک (ایک قسم کی روٹی) یا پیاز ہو۔ (مسند رک، کتاب الزکاة، کل امری فی ظل صدقۃ حتی یفعل، رقم ۱۵۵۷، ج ۲، ص ۴۳)

حضرت سیدنا عقیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ المبلغین، رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِنَّ، نے فرمایا، بیشک کسی شخص کا صدقہ اس کی قبر سے گرمی کو دور کر دیتا ہے اور قیامت کے دن مؤمن اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا۔

(المعجم الکبیر، عن عقبہ، رقم ۷۸۸، ج ۱، ص ۲۸۶)

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، مجھے بتایا گیا ہے کہ اعمال ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں تو صدقہ کہتا ہے کہ میں تم سب سے افضل ہوں۔ (ابن خزیمہ، کتاب الزکاة، باب فضل الصدقۃ علی غیرھا الخ، رقم ۲۴۳۳، ج ۴، ص ۹۵)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔

اور ان کا سب سے پسندیدہ مال بئرِ خاء کے نام کا ایک کھجور کا باغ تھا جو کہ مسجد نبوی شریف کے سامنے ہی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس میں داخل ہوتے اور صاف پانی نوش فرماتے تھے۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ

ترجمہ کنز الایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔ (پ 4 مال عمران: 92)

حضرت سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ

ترجمہ کنز الایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔ (پ 4 مال عمران: 92)

اور بیشک میرا سب سے زیادہ محبوب ترین مال بیرحاء ہے اور میں اسے صدقہ کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس کے اجر و ثواب کا امیدوار ہوں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسے وہاں خرچ کر دیجئے جہاں اللہ عزوجل فرمائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بہت خوب یہ ایک نفع بخش مال ہے، بہت خوب یہ ایک نفع بخش مال ہے۔

(بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الاقارب، رقم ۱۳۶۱، ج ۱، ص ۹۳)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دامائے غنیوب، مُمْتَزَّہُ غِنِیِیُوبِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ایک شخص نے کہا کہ میں ضرور صدقہ کروں گا۔ پھر وہ اپنا صدقہ لے کر گھر سے نکلا اور اسے ایک چور کو دے بیٹھا۔ صبح کے وقت لوگوں میں باتیں ہونے لگیں کہ گزشتہ رات ایک چور کو صدقہ دے دیا گیا۔ یہ سن کر اس نے کہا یا اللہ عزوجل! چور کو صدقہ دینے پر بھی تیرا شکر ہے۔ پھر اس نے کہا کہ میں ضرور صدقہ دوں گا اور رات کے وقت صدقہ لیکر نکلا اور اسے ایک زانیہ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ پھر صبح لوگ باتیں کرنے لگے کہ گزشتہ رات ایک زانیہ کو صدقہ دے دیا گیا۔ اس نے کہا، اے اللہ تعالیٰ! زانیہ کو صدقہ دینے پر بھی تیرا شکر ہے۔ اس نے پھر کہا کہ میں صدقہ دوں گا اور اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک غنی کے ہاتھ پر رکھ آیا۔ پھر صبح کو کہا جانے لگا کہ گزشتہ رات ایک غنی کو صدقہ دے دیا گیا۔ تو اس نے کہا اے اللہ عزوجل! غنی، چور اور زانیہ کو صدقہ دینے پر تیرا شکر ہے۔ پھر اس کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس سے کہا، جو صدقہ تم نے چور کو دیا شاید اس کی وجہ سے وہ چوری سے باز آجائے اور جو صدقہ تم نے زانیہ کو دیا شاید اس کی وجہ سے وہ اپنے زنا سے باز آجائے اور جو صدقہ تم نے غنی کو دیا شاید وہ اس سے عبرت پکڑے اور اللہ عزوجل کے عطا کئے ہوئے مال سے خرچ کرنے لگے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس سے کہا گیا کہ تیرا صدقہ قبول ہو گیا۔ (بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اذا تصدق علی غنی، رقم ۱۳۲۱، ج ۱، ص ۷۹)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے چکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پسند ہے۔ صحابہ کرام عہم الرضوان نے

عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال زیادہ پسند ہے۔ فرمایا، تمہارا مال تو وہ ہے جسے تم آگے بھیج چکے (یعنی صدقہ کر چکے) ورجو تم نے چھوڑا وہ تو وارث کا مال ہے۔ (بخاری، کتاب الرقاق، باب ما قدم من مالہ لمحولہ، رقم ۶۳۴۲، ج ۴، ص ۲۳۰)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ خوش خصال، بیکر حسن و جمال، دافع رنج و تلال، صاحب بخود و نوال، رسول ہے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے ایک کھجور کی مقدار اپنے حلال مال سے صدقہ کیا (کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف حلال کو قبول فرماتا ہے) تو اللہ عزوجل اسے اپنے دست قدرت سے قبول فرمائے گا، پھر اس کے مالک کے لئے اس میں اضافہ فرمائے گا جس طرح تم میں سے کوئی اپنے کھجورے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ ایک لقمہ * احد پہاڑ جتنا ہو جائے گا اور میری اس بات کی تصدیق قرآن پاک میں اس طرح کی گئی ہے

هُوَ يَغْتَبِلُ الثَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ

ترجمہ کنز الایمان: اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقے خود اپنے دست قدرت میں لیتا ہے۔ (پ 11، توبہ: 104)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيهِ الصَّدَقَاتِ

ترجمہ کنز الایمان: اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔ (پ 3، البقرہ: 276)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب بندہ اپنے حلال مال سے صدقہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اسے قبول فرماتا ہے اور اپنے دست قدرت میں لے لیتا ہے۔ پھر اس کی اس طرح پرورش فرماتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے کھجورے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ صدقہ احد پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے۔ (بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقہ من کسب طیب، رقم ۱۳۱۰، ج ۱، ص ۷۶)

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ اللہ علیہ، شفیع المذنبین، امین الغریبین، سرانج السالکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے پھلوں اور کھانے میں اضافہ کرتا رہتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے کھجورے یا اونٹنی کے بچے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ مال (بارگاہ خداوندی) میں احد پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے۔ (طبرانی المعجم الاوسط، عن عائشہ، رقم ۴۲۲۸، ج ۳، ص ۱۷۳)

حضرت سیدنا ابو یزید زہد اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن جود و سخاوت، بیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بندہ جب اپنے بچے ہوئے کھانے میں سے صدقہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس میں اضافہ فرماتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ احد پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقہ، رقم ۴۶۱۵، ج ۳، ص ۲۸۶)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے بیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل روٹی کے ایک لقمے اور کھجوروں کے ایک خوشے اور مساکین کے لئے نفع بخش ہے۔

دیگر اشیاء کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا، (۱) گھر کے مالک کو جس نے صدقے کا حکم دیا (۲) اس کی زوجہ کو جس نے اسے درست کر کے خادم کے حوالے کیا (۳) اس خادم کو جس نے مسکین تک وہ صدقہ پہنچایا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاة، باب اجر الصدقة، رقم ۴۶۲۲، ج ۳، ص ۲۸۸)

حضرت سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار والا شہار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، عنقریب تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ عزوجل اس طرح کلام فرمائے گا کہ دونوں کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا تو وہ بندہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو جو کچھ اس نے آگے بھیجا وہ اسے نظر آئے گا، جب وہ اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو اسے وہی نظر آئے گا جو اس نے آگے بھیجا، اپنے سامنے دیکھے گا تو اسے آگ نظر آئے گی تو اس آگ سے بچو اگر چہ ایک کجور کے ذریعے ہو۔ اور ایک روایت میں ہے تم میں سے جو آگ سے بچ سکے اگر چہ ایک ہی کجور کے ذریعے تو اسے چاہیے کہ ضرور بچے۔ (مسلم، کتاب الزکاة، باب الصدقة ولو بشق تمر، رقم ۱۰۱۶، ص ۵۰۷)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرور معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنے چہرے کو آگ سے بچائے اگر چہ ایک ہی کجور کے ذریعے ہو۔ (مجمع الزوائد، باب الصدقة، رقم ۴۵۸۰، ج ۳، ص ۲۷۵)

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے عائشہ! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ اگر چہ ایک ہی کجور کے ذریعے سے اور یہ بھوکے پیٹ میں اتنی جگہ گھیرتی ہے جتنی کہ حکم میرے۔ (مجمع الزوائد، باب الصدقة، رقم ۴۵۸۲، ج ۳، ص ۲۷۶)

حضرت سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ و مدین، قرار قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باصف نول سکینہ، فیض گنبد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاة، باب فضل الصدقة، رقم ۴۲۰۲، ج ۳، ص ۲۸۳)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سزور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بخرو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو منبر کی سیڑھیوں پر فرماتے ہوئے سنا، آگ سے بچو! اگر چہ ایک ہی کجور کے ذریعے سے ہو بے شک یہ ٹیڑھے پن کو سیدھا کرتی اور بری موت سے بچاتی ہے اور بھوکے پیٹ میں اتنی جگہ گھیرتی ہے جتنی کہ حکم میرے کے پیٹ میں گھیرتی ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاة، باب الصدقة، رقم ۴۵۸۳، ج ۳، ص ۲۷۶)

حضرت سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحب نولاک، سیاح الاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک مسلمان کا صدقہ عمر میں اضافہ کرتا ہے اور بڑی موت کو دور کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے تکبر اور غرور کو دور کرتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاة، باب فضل الصدقة، رقم ۴۶۰۹، ج ۳، ص ۲۸۴) ←

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابراہیم، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا، صدقہ دینے میں جلدی کرو کیونکہ بلا صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اور ایک روایت میں ہے، صدقہ دیا کرو کیونکہ یہ آگ سے بچاتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب البحث علی صدقۃ، رقم ۴۵۹۰، ج ۳، ص ۲۷۷)

حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے محبوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، صدقہ دینے میں جلدی کیا کرو کیونکہ بلا صدقہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

(مجمع الزوائد، باب فضل صدقۃ الزکاۃ، رقم ۴۶۰، ج ۳، ص ۲۸۳)

حضرت سیدنا حارث اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے مرقور، دو جہن کے تاجور، سلطان محمود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا علی بن زکریا علیہما السلام کی طرف پانچ باتیں وحی فرمائیں اور ان پر عمل کرنے اور بنی اسرائیل کو ان پر عمل کی ترغیب دلانے کا حکم دیا۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں تمہیں صدقہ دینے کا حکم دیتا ہوں اور صدقہ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسے دشمنوں نے قید کر لیا پھر اس کے ہاتھ اسکی گردن پر باندھ دیئے اور اسے قتل کرنے کیلئے اس کے قریب آئے تو وہ کہنے لگا کہ میں اپنی جان کا فدیہ دینے کیلئے تیار ہوں اور کلیل و کثیر مال انہیں دینے لگا یہاں تک کہ اس نے اپنی جان کو آزاد کر لیا۔

(المستدرک، کتاب الصوم، باب دان ریح الصوم ریح المسک، رقم ۱۵۷۳، ج ۲، ص ۵۱)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج و غل، صاحب بخور و نواں، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا، اے کعب! نماز اللہ عزوجل کی قربت کا ذریعہ ہے، روزے ڈھال ہیں، صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ پھر فرمایا، اے کعب! لوگ دو حالتوں میں صبح کرتے ہیں، ایک اپنی جان کو بچ کر ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اور دوسرا، اپنی جان کو آزاد کرانے کے لئے اسے خرید لیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزحد، باب جامع فی المواعظ، رقم ۱۷۷۱، ج ۱۰، ص ۳۹۸)

حضرت سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رضی اللہ عنہ، شفیع المذنبین، امیر الغریبین، مروج السالکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے کعب! جو گوشت حرام مال سے پلا بڑھا ہو تو وہ جہنم کا زیادہ حق دار ہے۔ پھر فرمایا، اے کعب بن عجرہ! لوگ دو حالتوں میں صبح کرتے ہیں، ایک اپنی جان آزاد کرانے کی کوشش کرتا ہے اور اسے آزاد کر لیتا ہے اور ایک اسے ہلاکت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا اے کعب! نماز قربانی ہے روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح برف چٹان سے پگھل جاتی ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الزحد، باب جامع فی المواعظ، رقم ۱۷۷۱، ج ۱۰، ص ۳۹۸)

حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن جو و سخاوت، پیکر عظمت و شرافت،

محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، کیا میں بھلائی کے دروازوں کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں؟ میں نے عرض کیا، ضرور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو ارشاد فرمایا، روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گن ہوں کو اس طرح منادیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ (ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة، رقم ۲۶۲۵، ج ۳، ص ۲۸۰)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ نحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، بیشک صدقہ رب عزوجل کے غضب کو بجھا دیتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔

(ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی فضل الصدقة، رقم ۶۶۳، ج ۲، ص ۱۳۶)

حضرت سیدنا تمیم بن شمس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سرکار والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں صدقے کے بارے میں بتائیے؟ فرمایا، جو اللہ عزوجل کی رضا کے لئے اجر و ثواب کی امید پر صدقہ دیتا ہے تو یہ صدقہ اس کے لئے جہنم سے خوب ہو جاتا ہے۔

(طبرانی کبیر، رقم ۶۲، ج ۲۵، ص ۳۵)

حضرت سیدنا حسن بن ابوالحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! اپنے مال میں سے کچھ حصہ میرے پاس بھیج، نہ یہ جھے گا نہ فرق ہوگا اور نہ ہی چوری ہوگا۔ میں تجھے اس میں سے تیری حاجت کے مطابق عطا کروں گا۔

(بیہقی، شعب الایمان، باب فی الزکاۃ / التحریر فی علی صدقۃ التطوع، رقم ۳۳۴۲، ج ۳، ص ۲۱)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مظلوم، نورِ مجسم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ عزوجل کے پاس کسی چیز کو امانت کے طور پر رکھا جاتا ہے تو وہ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

(بیہقی، شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، رقم ۳۳۴۳، ج ۳، ص ۲۱۱)

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نماز تجھے آدمی راستے تک پہنچاتی ہے اور روزہ تجھے اللہ عزوجل کے دروازے تک پہنچا دیتا ہے، اور صدقہ تجھے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حاضر کر دیتا ہے۔

حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں صدقے کے دانے کے علاوہ کسی دانے کو نہیں جانتا جو دنیا کے پہاڑوں سے زیادہ درتی ہو۔

تنگ دست کے بقدر طاقت صدقہ کرنے کا ثواب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَعْنَهُ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۹۹﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنی جاتوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔ (پ 28، المحشر: 9)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث قبول سکینہ، فیض منجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ایک درہم ایک لاکھ درہم پر سبقت لے گیا۔ تو ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیسے؟ ارشاد فرمایا، ایک شخص کے پاس کثیر مال ہو اور وہ اپنے مال میں سے ایک لاکھ درہم اٹھائے اور انہیں صدقہ کر دے جبکہ دوسرے شخص کے پاس صرف دو درہم ہوں، پھر وہ ان میں سے ایک درہم اٹھائے اور اسے صدقہ کر دے۔

(نسائی، کتاب الزکاة، باب جہد المقل، ج ۳، ص ۵۹)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کونسا صدقہ افضل ہے؟ ارشاد فرمایا، وہ صدقہ جو کوئی تنگدست بقدر طاقت کرے اور یہ کہ تم اپنے خیال کی کفالت کرو۔

(المسند للإمام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامہ، رقم ۲۲۳۵۱، ج ۸، ۳۰۲ ردہ عن ابی امامہ)

حضرت سیدنا ابوالخاتمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”بارگاہ رسالت میں عرض کی گئی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا، تنگدست کا بقدر طاقت صدقہ دینا اور وہ صدقہ جو فقیر کو پوشیدہ طور پر دیا جائے۔“

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکاة، باب فی الرخصۃ فی ذالک، رقم ۱۶۷۷، ج ۳، ص ۱۷۹)

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مؤطا میں نقل فرماتے ہیں کہ ایک مسکین نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کھانے کا سوال کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے سامنے کچھ انگور رکھے ہوئے تھے تو آپ رضی اللہ عنہا نے کسی سے فرمایا کہ ان میں سے ایک دانہ اٹھا کر اسے دے دو۔ وہ تعجب کے ساتھ آپ کی طرف دیکھنے لگا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، تم حیران کیوں ہو رہے ہو یہ تو دیکھو کہ اس دانے میں کتنے (مثقال) ذرات ہیں؟ (الموطا للإمام مالک، کتاب الصلاۃ، باب الترغیب فی الصدقۃ، رقم ۱۹۳۰، ج ۲، ص ۳۷۳)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ایک راہب اپنی عبادت گاہ میں ساٹھ سال تک اللہ عزوجل کی عبادت کرتا رہا۔ پھر ایک عورت اس کے پاس آئی تو وہ اس کے پاس نیچے اتر آیا اور چھ راتیں اس کے ساتھ رونا کرتا رہا جب اسے اپنے اس عمل پر ندامت ہوئی تو وہ دوڑتا ہوا مسجد کی طرف آیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ تین بھوکے شخص مسجد میں پناہ گزین ہیں، چنانچہ وہ ایک روٹی لایا اور اسے توڑ کر آدمی دائیں طرف والے اور آدمی بائیں طرف والے کو دے دی۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے ملک الموت علیہ السلام کو بھیجا جنہوں نے اس راہب کی روح قبض کر لی۔ جب اس کی میزان کے ایک پلڑے میں ساٹھ سال کی عبادت رکھی گئی اور دوسرے پلڑے میں چھ دن کے گناہ تو وہ گناہ عبادت پر غالب آگئے لیکن جب روٹی رکھی گئی تو وہ ان گناہوں پر غالب آگئی۔

(شعب الایمان، باب فی الزکاة، فصل فی ما جاء فی الامار، رقم ۳۳۸۸، ج ۳، ص ۲۶۲) ←

چھپا کر صدقہ دینے کا ثواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ يَمَّا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٧١﴾

ترجمہ کنز الایمان: اگر خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر غیروں کو دے یہ تمہارے لیے سب سے بہتر ہے اور اس میں تمہارے کچھ گناہ نکلیں گے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (پ 3، البقرہ: 271)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِالْئِيلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٤﴾

ترجمہ کنز الایمان: وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کے لیے ان کا نیک (انعام) ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔ (پ 3، البقرہ: 274)

منقول ہے کہ یہ آیت امیر المومنین حضرت سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس صرف چار درہم تھے ایک درہم آپ رضی اللہ عنہ نے رات کو صدقہ کر دیا اور ایک دن کو، ایک درہم چھپا کر صدقہ کیا اور ایک درہم اعلانیہ صدقہ کیا۔ (الدر المنثور، البقرہ: 274، ج 2، ص 100)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سید المرسلین، رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، سات افراد ایسے ہیں کہ اللہ عزوجل انہیں اپنے عرش کے سائے میں اس دن جگہ دے گا جس دن اللہ عزوجل کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، (1) عادل حکمران (2) وہ نوجوان جس نے اللہ عزوجل کی عبادت میں اپنی زندگی گزار دی (3) وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہے (4) وہ شخص جو اللہ عزوجل کی رضا کے لئے محبت کرتے ہوئے جمع ہوئے اور محبت کرتے ہوئے جدا ہو گئے (5) وہ شخص جسے کوئی صاحب مال و جمال عورت گناہ کیلئے بلائے اور وہ کہے کہ میں اللہ عزوجل سے ڈرتا ہوں (6) وہ شخص جو اس طرح چھپا کر صدقہ دے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے جو صدقہ دیا بائیں ہاتھ کو اس کا پتہ نہ چلے (7) وہ شخص جس کی آنکھیں جہان کی میں اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہوئے بہہ پڑیں۔

(بخاری، کتاب الاذان، باب عن جلس فی المسجد یحضر صلوٰۃ، رقم ۶۶۰، ج ۱، ص ۲۳۶)

حضرت سیدنا ابوالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، داناتے محبوب، منزہ عن الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، نیکیاں برائی کے دروازوں سے بچاتی ہیں اور پوشیدہ صدقہ اللہ عزوجل کے غضب سے بچاتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ

کر دیتی ہے۔ (طہرانی کبیر، رقم ۸۰۱۳، ج ۸، ص ۲۶۱)

حدیث ۲: بخاری و نسائی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: تم میں کون ہے کہ اُسے اپنے وارث کا مال، اپنے مال سے زیادہ محبوب ہے؟ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ (عز وجل) صلی

حضرت سیدنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ نحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، نیکیاں برائی کے دروازوں سے بچاتی ہیں پوشیدہ صدقہ اللہ عز وجل کے غضب سے بچاتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے اور ہر نیک عمل صدقہ ہے اور جو لوگ دنیا میں نیکوکار ہیں وہی آخرت میں بھی نیکوکار ہوں گے اور جو لوگ دنیا میں گنہگار ہیں آخرت میں بھی گنہگار ہوں گے اور نیکوکار لوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۸۰۱۵، ج ۸، ص ۲۶۱)

حضرت سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش بصال، پیکرِ حسن و جمال، رافعِ رنج و تذل، صاحبِ مجود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، چھپا کر صدقہ دینا اللہ عز وجل کے غضب کو بچھاتا ہے۔

(طبرانی کبیر، رقم ۸۰۱۴، ج ۸، ص ۲۶۱)

حضرت سیدنا ابوالخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! صدقہ کی جزاء کیا ہے؟ فرمایا، دو گنا چار گنا اور اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعُّهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً

ترجمہ کنز الایمان: ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ اس کے لئے بہت گنا بڑھادے۔ (پ ۲، البقرة: 245)

عرض کیا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا، جو فقیر کو پوشیدہ طور پر دیا جائے اور تنگدست کا بقدر طاقت صدقہ کرنا۔ پھر آپ نے آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

إِنْ تُمْنُوا الصَّدَقَاتِ فَيَنْعِمًا هِيَ

ترجمہ کنز الایمان: اگر خیرات، عدا نیہ و تودہ کی ایسی اچھی بات ہے۔ (پ 3، البقرة: 271) (طبرانی کبیر، رقم ۸۰۹۱، ج ۸، ص ۲۲۶)

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، بخرینِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ رب العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ عز وجل تین آدمیوں سے محبت فرماتا ہے اور تین کو ناپسند فرماتا ہے۔ جن لوگوں سے اللہ عز وجل محبت فرماتا ہے، ان میں سے ایک شخص تو وہ ہے کہ کسی قوم کے پاس کوئی شخص آیا اور اپنی رشتہ دہری کے بجائے اللہ عز وجل کے نام پر ان سے سوال کیا لیکن انہوں نے اسے دینے سے منع کر دیا، اس کے بعد اس کے پیچھے یہ شخص آیا اور چھپ کر اسے کچھ عطا کر دیا اور اس کے عطیہ کو اللہ عز وجل اور اس دینے والے کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ایک قوم رات کو سفر پر نکلی یہاں تک جب نیند ان پر غالب آگئی اور وہ سو گئے تو ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑ گڑانے لگا اور میری (یعنی کلام اللہ کی) آیتیں تلاوت کرنے لگا، تیسرا وہ شخص جس نے جنگ کے دوران دشمن کا سامنا کیا پھر انہیں شکست ہوئی مگر یہ شخص شہید ہونے یا فتح پانے تک پیچھے نہ ہٹا، اور اللہ تعالیٰ کے تین ناپسندیدہ شخص یہ ہیں، بوڑھا زانی، متکبر فقیر، اور ظالم مالدار۔ (ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، رقم ۲۵۷۷، ج ۴، ص ۲۵۶)

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ! ہم میں کوئی ایسا نہیں، جسے اپنا مال زیادہ محبوب نہ ہو۔ فرمایا: اپنا مال تو وہ ہے، جو آگے روانہ کر چکا اور جو پیچھے چھوڑ گیا، وہ وارث کا مال ہے۔ (2)

حدیث ۳: امام بخاری ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اگر میرے پاس اُحد برابر سونا ہو تو مجھے یہی پسند آتا ہے کہ تین راتیں نہ گزرنے پائیں اور اُس میں کا میرے پاس کچھ رہ جائے، ہاں اگر مجھ پر دین ہو تو اُس کے لیے کچھ رکھ لوں گا۔ (3)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے نزور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ محمد بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ عزوجل نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ کانپنے لگی اور الٹ پلٹ ہونے لگی تو اللہ عزوجل نے پہاڑوں کی میٹھیں اس میں گاڑ دیں تو وہ ساکن ہو گئی۔ یہ دیکھ کر ملائکہ کو پہاڑوں کی طاقت پر تعجب ہوا اور انہوں نے عرض کیا، اے رب عزوجل! کیا تو نے پہاڑوں سے زیادہ طاقتور کوئی چیز پیدا فرمائی ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا، ہاں! وہ لوہا ہے۔ پھر فرشتوں نے عرض کیا، کیا لوہے سے قوی چیز بھی پیدا فرمائی ہے؟ فرمایا، ہاں! وہ آگ ہے۔ پھر ملائکہ نے عرض کیا، آگ سے بھی طاقتور چیز پیدا فرمائی ہے؟ فرمایا، ہاں! وہ پانی ہے۔ پھر ملائکہ نے عرض کیا، کیا پانی سے قوی چیز بھی پیدا فرمائی ہے؟ فرمایا، ہاں! وہ ہوا ہے۔ فرشتوں نے پھر عرض کیا، کیا ہوا سے قوی چیز بھی پیدا فرمائی ہے؟ فرمایا، (ہاں) ابن آدم جب اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ دے اور بائیں ہاتھ کو خیر نہ ہو۔

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ۹۵، رقم ۳۳۸۰، ج ۵، ص ۲۴۲)

حضرت سیدنا عبدالعزیز بن ابی ربیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ (صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں) تین چیزوں کو جنت کے نژانے کہا جاتا تھا (۱) مرض کو چھپانا (۲) معصیت یا پریشانی کو چھپانا (۳) صدقہ کو چھپانا۔

حضرت سیدنا ابن ابی بختہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، بیشک صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے اور پوشیدہ صدقہ اعلانیہ صدقے سے ستر گنا افضل ہے۔

(2) صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما قدم من مالہ فلولہ، الحدیث: ۶۴۴۲، ج ۴، ص ۲۳۰

(3) صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما یرنی ان عندی مثل احد ہذا ہا، الحدیث: ۶۴۴۵، ج ۴، ص ۲۳۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

اس حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے، یہ گفتگو ظاہر کے لحاظ سے ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو آپ کے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کرتے جیسا کہ دوسری حدیث میں صراحت مذکور ہے۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مقروض نقلی صدقہ نہ دے بلکہ پہلے قرض ادا کرے، نیز اتنی عظیم الشان سخاوت وہ کر سکتا ہے جس کے بال بچے بھی صابر شاکر ہوں ورنہ انہیں بھوکا مار کر نقلی خیرات نہ کرو۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے جو سب کچھ خیرات کر دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے گھروالے بھی صابرین کے سردار تھے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خد ف نہیں کہ تم پر تمہاری بیوی کا حق بھی ہے اور تمہارے بچوں کا بھی کیونکہ وہاں ہم جیسوں کے لیے قانون کا ذکر ہے اور یہاں نہ

حدیث ۵۰۴: صحیح مسلم میں انھیں سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی دن ایسا نہیں کہ صبح ہوتی ہے، مگر دو فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان میں ایک کہتا ہے، اے اللہ (عزوجل)! خرچ کرنے والے کو بدلہ دے اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ (عزوجل)! روکنے والے کے مال کو تلف کر۔ (4) اور اسی کے مثل امام احمد و ابن حبان و حاکم نے ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۶: صحیحین میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: خرچ کر اور شمار نہ کر کہ اللہ تعالیٰ شمار کر کے دے گا اور بندہ نہ کر کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ پر بند کر دے گا۔ کچھ دے جو تجھے استطاعت ہو۔ (5)

حضور داتا کے خصوصی کرم کا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۸۵)

(4) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی السفق والمسک، الحدیث: ۱۰۱۰ ص ۵۰۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی سخی کے لیے دعاء اور کنجوس کے لیے بددعا روزانہ فرشتوں کے منہ سے نکلتی ہے جو یقیناً قبول ہے۔ خیال رہے کہ خلف مطلقاً غرض کر کہتے ہیں دنیاوی ہو یا اخروی، حسی ہو یا معنوی مگر تلف دنیوی اور حسی بربادی کو کہا جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَا آتَيْنَاكَ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ" کا تجربہ دن رات ہو رہا ہے کہ کنجوس کا مال حکیم ڈاکٹر، وکیل یا ملائق اولاد برباد کرتی ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۸۶)

(5) صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ فیما استطاع، الحدیث: ۱۳۳۴، ج ۱، ص ۸۳

کتاب الصمت، باب صمت المرأة لغير زوجها الخ، الحدیث: ۲۵۹۱، ص ۲۰۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی اے اسماء اپنے مال میں سے مطلقاً اور اپنے خاوند کے مال سے بقدر اجازت خرچ کرتی رہو غلی صدقہ کا حساب نہ لگاؤ ورنہ شیطان دل میں بخل پیدا کر دے گا لہذا یہ حدیث زکوٰۃ کے حساب کے خلاف نہیں، بے حساب اللہ کے نام پر دو تو وہاں سے تمہیں اتنا ملے گا کہ تم حساب نہ کر سکو گی، یہ مطلب نہیں کہ رب تعالیٰ کے حساب سے باہر ہوگا۔ کھیت میں پانی دیتے وقت ایک شخص کنوئیں سے پانی چھوڑتا ہے اور دوسرا کیاریوں میں پھیلاتا ہے جب تک یہ پھیلاتا رہتا ہے وہاں سے پانی آتا رہتا ہے، دینی راستے اللہ کی کیاریاں ہیں مالدار ہوگ ان میں پانی پھیلانے والے ہیں اور روزی پہنچانے والے فرشتے پانی چھوڑنے والے۔

۲۔ یعنی یہ خیال نہ کر دو کہ اتنی تھوڑی اور معمولی چیز اتنی بڑی بارگاہ میں کیا پیش کروں وہاں مال کی مقدار نہیں دیکھی جاتی دل کا اخلاص دیکھ جاتا ہے۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِنْ مَّا تُحِبُّونَ" جب تک کہ اپنی پیاری چیز خیرات نہ کرو بھدائی نہیں پاسکتے، اور جہاں حکم دیا گیا کہ جو ہو سکے خیرات کرو ان دونوں میں تعارض نہیں۔ آیت کا منشاء یہ ہے کہ ہمیشہ معمولی سے

حدیث ۷: نیز صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
 کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم! خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (6)
 حدیث ۸: صحیح مسلم و سنن ترمذی میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
 فرمایا: اے ابن آدم! بچے ہوئے کا خرچ کرنا، تیرے لیے بہتر ہے اور اُس کا روکنا، تیرے لیے بُرا ہے اور بقدر
 ضرورت روکنے پر ملامت نہیں اور اُن سے شروع کر جو تیری پرورش میں ہیں۔ (7)

چیزیں خیرات نہ کرو اچھی چیزیں بھی خیرات کرو اور اس حدیث کا خشاء یہ ہے کہ بڑی چیز کی انتظار میں چھوٹی خیراتوں سے باز نہ رہو جو چیز
 کھانے پینے سے بچ رہی اس کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے فوراً کسی کو دے دو ورنہ برباد ہو جائے گی۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۸۷)

(6) صحیح البخاری، کتاب الصدقات، باب فضل الصدقة علی الاصل، الحدیث: ۵۲۵۲، ج ۳، ص ۵۱۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ سبحان اللہ! کیسی نظر کرم ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اے انسان ختم ہونے اور مٹ جانے والا مال تو پیری راہ میں دے میں تجھے اس سے کہیں
 زیادہ مال بھی دوں گا اور نہ مٹنے والا ثواب بھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "مَا عِنْدَ كُمْ يَنْقُذُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ تَاقِي"۔ (ازمرقات) خیریں
 رہے کہ جس فانی چیز کو رب تعالیٰ قبول فرمائے وہ باقی ہو جاتی ہے، دنیا صفر ہے یعنی خالی رضائے الہی عدد، صفر اکیلا ہو تو کچھ نہیں اور اگر عدد
 سے مل جائے تو دس گنا۔ اس سے اشارۃ معلوم ہوا کہ صدقہ سے تقدیر بدل جاتی ہے بد نصیب نصیب ور ہو جاتے ہیں۔ تقدیر کی پوری بحث
 ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۸۸)

(7) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان أن الید البعلیاء خیر من الید السغلی الخ، الحدیث: ۱۰۳۶، ص ۵۱۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ مشکوٰۃ شریف کے عام نسخوں اور مرقات میں بھی قال اللہ تعالیٰ نہیں ہے مگر اشعۃ اللمعات میں یہ جملہ موجود ہے۔ شیخ نے بھی فرمایا کہ
 ظاہر یہی ہے کہ یہ حدیث بھی قدسی ہے اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابن آدم سے خطاب فرما سکتے ہیں۔

۲۔ یعنی اپنی ضروریات سے بچا ہوا مال خیرات کر دینا خود تیرے لیے ہی مفید ہے کہ اس سے تیرا کوئی کام نہ رکے گا اور تجھے دنیا و آخرت
 میں عوض مل جائے گا اور اسے روکے رکھنا خود تیرے لیے ہی برا ہے کیونکہ وہ چیز سڑ گئی یا اور طرح ضائع ہو جائے گی اور تو ثواب سے محروم
 ہو جائے گا اسی لیے حکم ہے کہ نیا کپڑا پاؤ تو پرانا بیکار کپڑا خیرات کر دینا جو تار رب تعالیٰ دے تو پرانا جو تار تمہاری ضرورت سے بچے کسی
 فقیر کو دے دو کہ تمہارے گھر کا کوزا نکل جائے گا اور اس کا بھلا ہو جائے گا۔

۳۔ اس میں دو حکم بیان ہو گئے: ایک یہ کہ جو مال اس وقت تو زائد ہے کل ضرورت پیش آئے گی اسے جمع رکھو آج نفی صدقے دے کر کل
 خود بھیک نہ مانگو۔ دوسرے یہ کہ خیرات پہلے اپنے عزیز غریبوں کو دو پھر اجنبیوں کو کیونکہ عزیزوں کو دینے میں صدقہ بھی ہے اور ۴۔

حدیث ۹: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ان دو شخصوں کی ہے جو لوہے کی زرہ پہنے ہوئے ہیں، جن کے ہاتھ سینے اور گلے سے جکڑے ہوئے ہیں تو صدقہ دینے والے نے جب صدقہ دیا وہ زرہ کشادہ ہو گئی اور بخیل جب صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے، ہر کڑی اپنی جگہ کو پکڑ لیتی ہے وہ کشادہ کرنا بھی چاہتا ہے تو کشادہ نہیں ہوتی۔ (8)

حدیث ۱۰: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ظلم سے بچو کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ہے اور بخل سے بچو کہ بخل نے اگلوں کو ہلاک کیا، اسی بخل نے انھیں خون بہانے اور حرام کو حلال کرنے پر آمادہ کیا۔ (9)

حدیث ۱۱: نیز اسی میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ (عز وجل و صلی

صدر جمی بھی اس کا ذکر آئندہ بھی آئے گا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ الصالحین، ج ۳، ص ۸۹)

(8) صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب مثل المنفق والبخیل، ۷۶۔ (۱۰۲۱)، ص ۵۱۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ تشبیہ مرکب ہے جس میں دو شخصوں کی پوری حالتوں کو دوسرے دو شخصوں کے پورے حال سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی سنجوس اور سخی کی حالتیں ان دو شخصوں کی سی ہیں جن کے جسم پر دلوہے کی زرہ ہیں، انسان کی خلقی اور پیدائشی محبت مال اور خرچ کرنے کو دل نہ چاہنے کو زرہوں سے تشبیہ دی گئی کہ جیسے زرہ جسم کو گھیرے اور چھپی ہوتی ہے ایسی محبت مال انسان کے دل کو چھپی ہوتی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَنْ يُؤْتِ لِنَفْسِهِ فَإِنَّ لَيْسَ لَهُ وَلِيًّا وَلِئِكَ هُمُ الْفٰلِحُونَ"۔ بعض لوگوں نے اسے جہتان ب سے پڑھا مگر جہتان صحیح ہے نا۔

۲۔ ترقی ترقوت کی جمع ہے۔ ترقوت وہ ہڈی ہے جو سینہ سے اوپر اور گردن کے نیچے ہے، چونکہ یہ ہڈیاں گردن کے دو طرفہ ہوتی ہیں اس لیے دو آدمیوں کی چار ہڈیاں ہوں گی اس لحاظ سے ترقی جمع ارشاد ہوا۔ اِضْطَرَّتْ مَجْہُولُ فَرَمَا کر اشارۃ یہ بتایا کہ انسان کا یہ بخل قدرتی ہے اختیاری نہیں۔

۳۔ یون اللہ کیا نفیس تشبیہ ہے یعنی بخیل بھی کبھی خیرات کرنے کا ارادہ تو کرتا ہے مگر اس کے دل کی ہچکچاہٹ اس کے ارادہ پر غالب آجاتی ہے اور وہ خیرات نہیں کرتا اور سخی کو بھی خیرات کرتے وقت ہچکچاہٹ تو ہوتی ہے مگر اس کا ارادہ اس پر غالب آ جاتا ہے اسی غلبہ پر سخی ٹوب پاتا ہے پھر سخاوت کرتے کرتے نفس امارہ اتنا دب جاتا ہے کہ اس کو کبھی خیرات پر ہچکچاہٹ پیدا ہی نہیں ہوتی، یہ بہت بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کھلے دل سے صدقہ کرنے لگتا ہے ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ پہلے نفس امارہ روکا کرتا ہے مگر جب اس کی نہ مانی جائے تو پھر روکن چھوڑ دیتا ہے، نفس کی مثال شیر خوار بچے کی سی ہے جو دودھ چھوڑتے وقت ماں کو بہت پریشان کرتا ہے مگر جب ماں اس کی ضد کی پرواہ نہیں کرتی تو وہ پھر دودھ نہیں مانگا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ الصالحین، ج ۳، ص ۹۰)

(9) صحیح مسلم، کتاب ابرو والصلة والادب، باب تحریم الظلم، الحدیث: ۲۵۷۸، ص ۳۹۲

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کس صدقہ کا زیادہ اجر ہے؟ فرمایا: اس کا کہ صحت کی حالت میں ہو اور لالچ ہو، محتاجی کا ڈر ہو اور تو نگری کی آرزو، یہ نہیں کہ چھوڑے رہے اور جب جان گلے کو آجائے تو کہے اتنا فلاں کو اور اتنا فلاں کو دینا اور یہ تو فلاں کا ہو چکا یعنی وارث کا۔ (10)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ظلم کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو بے موقعہ استعمال کرنا اور کسی کا حق مارنا۔ اس کی بہت قسمیں ہیں: گناہ کرنا اپنی جان پر ظلم ہے، قرابت داروں یا قرض خواہوں کا حق نہ دینا ان پر ظلم، کسی کو ستانا ایذا دینا اس پر ظلم، یہ حدیث سب کو شامل ہے اور حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے یعنی ظالم پلصراط پر اندھیروں میں گمراہ ہوگا، یہ ظلم اندھیری بن کر اس کے سامنے ہوگا جیسے کہ مؤمن کا ایمان اور اس کی نیک اعمال روشنی بن کر اس کے آگے چلیں گے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "يَسْخَىٰ كُوزُهُمْ تَبُونًا يَدِينُهُمْ" چونکہ ظالم دنیا میں حق ناحق میں فرق نہ کر سکا اس لیے اندھیرے میں رہا۔

۲۔ عربی میں شح بخل سے بدتر ہے، بخل اپنا مال کسی کو نہ دینا ہے اور شح اپنا مال نہ دینا اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا ہے۔ غرض کہ شح بخل، حرص اور ظلم کا مجموعہ ہے اسی لیے یہ فتنوں، فساد، خون ریزی و قطع رحمی کی جڑ ہے، جب کوئی دوسروں کا حق ادا نہ کرے بلکہ ان کے حق اور چھیننا چاہے تو خواہ مخواہ فساد ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۹۱)

(10)۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان افضل الصدقہ صدقۃ الصبح، الحدیث: ۱۰۳۲، ص ۵۱۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ظاہر یہ ہے کہ صدقہ سے مراد صدقہ نقلی ہے، چونکہ یہ بہت سی قسم کا ہوتا ہے اور اس کے مختلف حالات ہوتے ہیں اس لیے انہوں نے یہ سوال کیا یعنی کس وقت کی کون سی خیرات بہتر ہے مسجد بنانا کواں یا سرائے تیار کرنا یا کسی کو کھانا یا کپڑا دینا وغیرہ۔

۲۔ نہایت حکیمانہ جواب ہے یعنی تندرستی کا ہر صدقہ افضل ہے کیونکہ اس وقت خود اپنے کو بھی مال کی ضرورت ہوتی ہے۔ بخل سے مراد فطری محبت مال ہے یعنی تندرستی میں جب تمہیں خود بھی ضرورت ہے اپنی ضرورت پر دیں یا فقیر کی ضرورت کو مقدم رکھنا بڑی ہمت ہے اور اس کی بارگاہ الہی میں بڑی قدر ہے، شیطان بھی اسی وقت بہکاتا ہے کہ ارے تیرے سامنے اتنے خرچ ہیں مت خیرات کر۔

۳۔ ظاہر یہ ہے کہ فلاں سے مراد مومن لہ ہے جس کے لیے وصیت کی جائے اور اتنے سے مراد مال کی مقدار ہے جتنی تم وارثوں سے کہو کہ میرا اتنا مال میرے بعد فلاں فلاں جگہ خرچ کرنا اور ممکن ہے کہ فلاں سے مراد مقررہ ہو یا وارث کیونکہ وارث کو وصیت جائز ہے جب کہ دوسرے در ثناء راضی ہوں۔ (اشعہ وغیرہ)

۴۔ یہاں فلاں سے مراد وارثین ہیں یعنی اب تم وصیت کرو یا نہ کرو تمہارے پاس سے مال چلے یا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرض الموت کی حالت ہی میں بیمار کے مال میں وارثوں کا حق ہو جاتا ہے اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ بیمار صرف تہائی مال کی وصیت کر سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اس حالت کے صدقہ و خیرات کا ثواب بہت کم ہے کیونکہ اب خود اسے ضرورت نہ رہی انسان کو چاہیے کہ

حدیث ۱۲: صحیحین میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کعبہ معظمہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے، مجھے دیکھ کر فرمایا: قسم ہے رب کعبہ کی! وہ ٹوٹے میں ہیں۔ میں نے عرض کی، میرے باپ ماں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر قربان وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: زیادہ مال والے، مگر جو اس طرح اور اس طرح اور اس طرح کرے آگے پیچھے دسبے بائیں یعنی ہر موقع پر خرچ کرے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ (11)

حدیث ۱۳: سنن ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سخی قریب ہے اللہ (عزوجل) سے، قریب ہے جنت سے، قریب ہے آدمیوں سے، دور ہے جہنم سے اور بخیل دور ہے اللہ (عزوجل) سے، دور ہے جنت سے، دور ہے آدمیوں سے، قریب ہے جہنم سے اور جاہل سخی اللہ (عزوجل) کے نزدیک زیادہ پیارا ہے، بخیل عابد سے۔ (12)

حدیث ۱۴: سنن ابوداؤد میں ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تندرستی اور زندگی کو غنیمت سمجھے جو ہو سکے نیکیاں کر لے۔ شعر

کون پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو سہی

تو شے اعمال اپنا ساتھ لے جاؤ ابھی

فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے

بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے

(مرآۃ السناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۹۳)

(11) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب تغلیظ عقوبۃ من لا یؤدی الزکاۃ، الحدیث: ۹۹۰، ص ۲۹۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ حضرت ابوذر غفاری وہ ہیں جنہوں نے امیری پر لات مار کر فقیری اختیار کی تھی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہمت افزا کلام ان کی عزت افزائی کے لیے فرمایا یعنی اسے ابوذر تم خسارہ میں نہیں خسارہ میں عموماً مالدار لوگ ہیں۔

۲۔ یہاں قَالَ بمعنی فَعَلَ ہے اور فعل سے مراد صدق و خیرات، یہ محاورہ عربی میں بہت عام ہے۔ (لمعات) یعنی وہ سخی جو بد گنتی روزوں ہاتھ بھر بھر کر نیکیوں میں خرچ کرے خسارہ میں نہیں۔

۳۔ ان چار سمتوں سے مراد ہر نیکی ہر جگہ نیکی ہر حال میں نیکی کرنا ہے اپنے وطن میں بھی خرچ کرے، حرمین شریفین میں بھی بھیجے، جہاں

مسلمانوں کو یا اسام کو ضرورت ہو وہاں پہنچائے۔ واقعی ایسی توفیق والے تھوڑے مالدار ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ

الشَّكُّورُ"۔ عموماً مالداروں پر فضول خرچیوں، بدکاریوں اور عیاشیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ عثمان غنی کے خزانہ کا پیسہ عطا

فرمائے۔ (مرآۃ السناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۹۳)

(12) جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی السخای، الحدیث: ۱۹۶۸، ج ۳، ص ۲۸۷

آدی کا اپنی زندگی (یعنی صحت) میں ایک درم صدقہ کرنا، مرتے وقت کے سو درہم صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ (13)

حدیث ۱۵: امام احمد و نسائی و دارمی و ترمذی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مرتے وقت صدقہ دیتا یا آزاد کرتا ہے، اُس کی مثال اُس شخص کی ہے کہ جب آسودہ ہو لیا تو ہدیہ کرتا ہے۔ (14)

حدیث ۱۶: صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ہم سنی اور اہل اذکار فرق پہلے بیان کر چکے ہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حقیقی سنی وہ ہے جو غنا پر رب تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دے۔ اس کے تین اقرب بیان ہوئے اور ایک دوری، اللہ تعالیٰ تو ہر ایک سے قریب ہے لیکن اس سے قریب کوئی کوئی ہے۔ شعر

یار نزدیک تر از بمن است
دین عجب ہیں کہ من از دے دورم

اس حدیث میں اشارۃ فرمایا گیا کہ سخاوت مال حسن مال یعنی انجام بخیر کا ذریعہ ہے سنی سے قلوب خود بخود راہی رہتی ہے۔ حکایت: کسی عالم سے پوچھا گیا کہ سخاوت بہتر ہے یا شجاعت فرمایا خدا تعالیٰ جسے سخاوت دے اُسے شجاعت کی ضرورت ہی نہیں لوگ خود بخود اس کے سامنے چت ہو جائیں گے، چونکہ صدقہ غضب کی آگ بجھاتا ہے اس لیے سنی دوزخ سے دور ہے۔

۲۔ یہاں عابد سے مراد عالم عابد ہے جیسا کہ جاہل کے مقابلے سے معلوم ہو رہا ہے یعنی جو شخص عالم بھی ہو عابد بھی مگر ہو کنجوس کہ نہ زکوٰۃ دے نہ صدقات واجبہ ادا کرے وہ یقیناً سنی جاہل سے بدتر ہوگا کیونکہ وہ عالم حقیقتاً بے عمل ہے بخل بہت سے فسق پیدا کر دیتا ہے اور سخاوت بہت خوبیوں کا ختم ہے بلکہ وہ عابد بھی کامل نہیں کیونکہ عبادت مالی یعنی زکوٰۃ وغیرہ ادا نہیں کرتا، صرف جسمانی عبادت ذکر و فکر پر قناعت کرتا ہے جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۹۵)

(13) سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی کرہیۃ الاضرار فی الوصیۃ، الحدیث: ۲۸۶۶، ج ۳، ص ۱۵۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ زندگی سے مراد تندرستی کی زندگی ہے اور موت کے وقت سے مراد مرض الموت ہے جب زندگی کی آس ٹوٹ جاتی ہے یعنی تندرستی میں تھوڑا مال خیرات کرنا مرتے وقت کے بہت مال کی خیرات سے بہتر ہے کیونکہ تندرستی کی خیرات میں نقص پر جہاد بھی ہے اور مرتے وقت کی خیرات میں اپنا نقصان نہیں بلکہ اپنے وارثوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کی پوری شرح ابھی پہلے ہو چکی۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۹۶)

(14) سنن الدارمی، کتاب الوصایا، باب من أحب الوصیۃ ومن کرہ، الحدیث: ۳۲۲۶، ج ۲، ص ۵۰۵

وجامع الترمذی، ابواب الوصایا، باب ما جاء فی الرجل یصدق الخ، الحدیث: ۲۱۲۳، ج ۳، ص ۲۴

فرماتے ہیں: ایک شخص جنگل میں تھا، اُس نے اُبر میں ایک آواز سُنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر، وہ اُبر ایک کنوؤ کو ہو گیا اور اُس نے پانی سنگستان میں گرایا اور ایک نالی نے وہ سارا پانی لے لیا، وہ شخص پانی کے پیچھے ہولیا، ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے باغ میں کھڑا ہوا کھریپا سے پانی پھیر رہا ہے۔ اُس نے کہا، اے اللہ (عزوجل) کے بندے! تیرا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا، فلاں نام، وہی نام جو

اُس نے اُبر میں سے سنا۔ اُس نے کہا، اے اللہ (عزوجل) کے بندے! تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اُس نے کہا، میں نے اُس اُبر میں سے جس کا یہ پانی ہے، ایک آواز سُنی کہ وہ تیرا نام لے کر کہتا ہے، فلاں کے باغ کو سیراب کر، تو تو کیا کرتا ہے؟ (کہ تیرا نام لے کر پانی بھیجا جاتا ہے)؟ جواب دیا کہ جو کچھ پیدا ہوتا اس میں سے ایک تہائی خیرات کرتا ہوں اور ایک تہائی میں اور میرے بال بچے کھاتے ہیں اور ایک تہائی بونے کے لیے رکھتا ہوں۔ (15)

حکیم الامت کے مدنی پھول

اب کہ اگر ہدیہ لینے والا غنی بھی ہو اور دینے والے کے اس طرز عمل سے خبردار بھی تو وہ اس کی قدر نہیں کرتا وہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنے لُحڑ کو مجھ پر مقدم رکھا اور سمجھا کہ یہ بچی چیز برباد ہو جائے گی لاؤ فلاں کو ہی بھیج دو، اسی طرح رب تعالیٰ غنی بھی ہے اور ہماری نیتوں سے خبردار بھی۔ صدقات اس کی بارگاہ میں ہدیہ ہیں اگر ان کی بارگاہ الہی میں قدر چاہتے ہو تو تندرستی میں بھیجو کہ وہاں اخلاص دیکھا جاتا ہے۔ شعر

مابروں را نگریم و قاتل را

مادروں را نگریم و حال را

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۹۷)

(15) صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب فضل الانفاق علی المساکین وابن السبیل، الحدیث: ۲۹۸۴، ص ۱۵۹۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ شاید یہ شخص اس زمانہ کے اولیاء میں سے ہوگا جس نے فرشتہ کی یہ آواز سنی اور سمجھ بھی لیا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ بادل کی گرج ہی تھی، گرج فرشتہ کی آواز ہی ہوتی ہے جو بادلوں کو احکام دیتا ہے۔

۲۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بادل پر فرشتہ مقرر ہے جس کے حکم سے بادل آتے جاتے برستے اور کھلتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض نیک بندوں کے طفیل بدوں پر بھی بارش ہو جاتی ہے۔

۳۔ سبحان اللہ! اس نیک بندے کی کیسی عزت افزائی کی گئی کہ پانی ایک پتھر لے علاقہ پر برسایا گیا، پھر اسے ایک نالی میں جمع کیا گیا، اس نالی کے ذریعہ اس کے باغ میں پانی پہنچایا گیا خود بادل اس باغ پر نہ برسایا گیا جیسے کہ وہ گنہگار جو ایک بستی میں گناہ کر کے دوسری بستی میں کسی عالم کے پاس توبہ کرنے جا رہا تھا راستہ میں مر گیا، رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ یہ جس بستی سے قریب ہو اسی کے احکام اس پر جاری کئے جائیں، ناپا گیا تو بالکل سچ میں تھا تو گناہ کی بستی پیچھے ہٹائی گئی اور توبہ کی بستی آگے بڑھائی، خود اس کی لاش کو حرکت نہ دی گئی اس کے احترام کی وجہ سے، اس نالہ کے کنارے والے کھیتوں کو بھی اس کے طفیل پانی مل گیا ہوگا۔

حدیث ۷۱: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں تین شخص تھے۔ ایک برص والا، دوسرا گنجا، تیسرا اندھا۔ اللہ عزوجل نے ان کا امتحان لینا چاہا، ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا، وہ فرشتہ برص والے کے پاس آیا۔ اس سے پوچھا، تجھے کیا چیز زیادہ محبوب ہے؟ اُس نے کہا: اچھا رنگ اور اچھا چمڑا اور یہ بات جاتی رہے، جس سے لوگ گھن کرتے ہیں۔ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا، وہ گھن کی چیز جاتی رہی اور اچھا رنگ اور اچھی کھال اسے دی گئی، فرشتے نے کہا: تجھے کونسا مال زیادہ محبوب ہے؟ اُس نے اونٹ کہا یا گائے (راوی کا شک ہے، مگر برص والے اور گنجنے میں سے ایک نے اونٹ کہا، دوسرے نے گائے)۔ اُسے دس ۱۰ مہینے کی حاملہ اونٹنی دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس میں برکت دے۔

پھر گنجنے کے پاس آیا، اُس سے کہا: تجھے کیا شے زیادہ محبوب ہے؟ اُس نے کہا: خوبصورت بال اور یہ جاتا رہے، جس سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا، وہ بات جاتی رہی اور خوبصورت بال اُسے دیے گئے، اُس سے کہا: تجھے کون سا مال محبوب ہے؟ اُس نے گائے بتائی۔ ایک گا بھن گائے اُسے دی گئی اور کہا اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس میں برکت دے۔

پھر اندھے کے پاس آیا اور کہا: تجھے کیا چیز زیادہ محبوب ہے؟ اُس نے کہا: یہ کہ اللہ تعالیٰ میری نگاہ واپس دے کہ میں لوگوں کو دیکھوں۔ فرشتہ نے ہاتھ پھیرا، اللہ تعالیٰ نے اُس کی نگاہ واپس دی۔ فرشتہ نے پوچھا، تجھے کونسا مال زیادہ پسند ہے؟ اُس نے کہا: بکری۔ اُسے ایک گا بھن بکری دی۔ اب اونٹنی اور گائے اور بکری سب کے بچے ہوئے، ایک کے

۴۔ غالب یہ ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اس کا نام نہ بتایا بلکہ فلاں فرمادیا یہ راوی نہیں بھولے ہیں اور فلاں فرماتا اسی ہے کہ نام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی یا کم علمی ثابت نہیں ہوتی۔

۵۔ یعنی رب تعالیٰ کے ہاں تیری یہ عزت کہ تیرے نام کی دہائی بادلوں میں ہے اور تیرے لیے دور سے بادل لائے جاتے ہیں، تیری کسی نیکی کی وجہ سے ہے بتاؤ خاص نیکی کون سی تو کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی کی چھٹی ہوئی نیکیاں پوچھتا تا کہ خود بھی وہ نیکی کرے جائز بلکہ بہتر ہے، قرآن پاک جو فرماتا ہے: وَلَا تَحْسَبُوا دِهَانَ لَوُغُولٍ فِي عَيْبٍ جُوئِيٍّ مراد ہے یعنی لوگوں کے خفیہ عیب مت ڈھونڈو، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

۶۔ یعنی میرے پاس اور تو کوئی نیکی نہیں صرف یہ ہے کہ اس کی پیداوار گناہ میں خرچ نہیں کرتا، اپنے بچوں سے روکتا نہیں خدا کا حق بھولتا نہیں ساری ایک دم خرچ نہیں کر دیتا اس کا تہائی خیرات کرنا ظلی صدقہ بھی تھا ورنہ بنی اسرائیل کے ہاں ہر مال کی زکوٰۃ چوتھائی حصہ تھی، ہرے ہاں پیداوار کی زکوٰۃ دسواں یا بیسواں حصہ ہے اور چاندی سونے وغیرہ کی چالیسواں حصہ۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنی خفیہ نیکیاں کسی کو بتانا تا کہ وہ بھی اس پر عمل کرے یا نہیں بلکہ تبلیغ ہے فخر نہیں بلکہ رب تعالیٰ کا شکر ہے۔

لیے اونٹوں سے جنگل بھر گیا۔ دوسرے کے لیے گائے سے، تیسرے کے لیے بکریوں سے۔

پھر وہ فرشتہ برص والے کے پاس اُس کی صورت اور دیہات میں ہو کر آیا (یعنی برص والا بن کر) اور کہا: میں مرد مسکین ہوں، میرے سفر میں وسائل منقطع ہو گئے، پہنچنے کی صورت میرے لیے آج نظر نہیں آتی، مگر اللہ (عزوجل) کی مدد سے پھر تیری مدد سے، میں اُس کے واسطے سے جس نے تجھے خوبصورت رنگ اور اچھا چمڑا اور مال دیا ہے۔ ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں، جس سے میں سفر میں مقصد تک پہنچ جاؤں۔ اُس نے جواب دیا: حقوق بہت ہیں۔ فرشتے نے کہا: گویا میں تجھے پہچانتا ہوں، کیا تو کوڑھی نہ تھا کہ لوگ تجھ سے گھن کرتے تھے، فقیر نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تجھے مال دیا، اُس نے کہا: میں تو اس مال کا نسلۂ بعد نسل وارث کیا گیا ہوں۔ فرشتہ نے کہا: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے دیہی کر دے جیسا ٹو تھا۔

پھر گنجه کے پاس اُسی کی صورت بن کر آیا، اُس سے بھی وہی کہا: اُس نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔ فرشتے نے کہا: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ویسا ہی کر دے، جیسا ٹو تھا۔

پھر اندھے کے پاس اس کی صورت دیہات بن کر آیا اور کہا: میں مسکین شخص اور مسافر ہوں، میرے سفر میں وسائل منقطع ہو گئے، آج پہنچنے کی صورت نہیں، مگر اللہ (عزوجل) کی مدد سے پھر تیری مدد سے میں اس کے وسیلہ سے جس نے تجھے نگاہ واپس دی، ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس کی وجہ سے میں اپنے سفر میں مقصد تک پہنچ جاؤں۔ اُس نے کہا: میں اندھا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے آنکھیں دیں تو جو چاہے لے لے اور جتنا چاہے چھوڑ دے۔ خدا کی قسم! اللہ (عزوجل) کے لیے تو جو کچھ لے گا، میں تجھ پر مشقت نہ ڈالوں گا۔ فرشتے نے کہا: تو اپنا مال اپنے قبضہ میں رکھ، بات یہ ہے کہ تم تینوں شخصوں کا امتحان تھا، تیرے لیے اللہ (عزوجل) کی رضا ہے اور ان دونوں پر ناراضی۔ (16)

(16) صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب الدنيا بمن للمؤمن الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ص ۱۵۸۳

صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث ابرص دائمی و اقرع فی بنی اسرائیل، الحدیث: ۳۳۶۳، ج ۲، ص ۳۶۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ شفا اور مال دے کر اور پھر کچھ مال طلب فرما کر رب تعالیٰ دے کر شکر کا امتحان لیتا ہے لیکن مبرا کا یہ امتحان خود رب تعالیٰ کے اپنے م کے لیے نہیں ہوتا بلکہ دنیا والوں کے سامنے مثال قائم کرنے کے لیے تاکہ لوگ ان واقعات سے عبرت پکڑیں۔

۲۔ یہ فرشتہ شکل انسانی میں آیا تھا جیسا کہ حدیث کے اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ غالباً طیب کی شکل میں ہوگا یا مقبول الدعاء ولی کی تب ہی تو اس بیمار نے یہ خواہش ظاہر کی تاکہ وہ دوا یا دعا دے۔

۳۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ مقبولوں کے ہاتھ پھیرنے سے بیماریاں جاتی ہیں، مصیبتیں نکل جاتی ہیں بلکہ ان کے دھوون سے شفا بھی ملتی ہے، اب زمزم حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایڑی کا دھوون ہے جو تاقیامت شفاء ہے، حضرت ابوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

حدیث ۱۸: امام احمد و ابو داؤد و ترمذی ام مجید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہتی ہیں: میں نے عرض کی، یا رسول پاؤں کا مسالہ شفا تھا رب تعالیٰ فرماتا ہے: "أَرْكَضُ بِرَجْلِكَ هَذَا مُغْتَسِلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ"۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ رکھ کر فیض دینا جائز ہے اور عمل سلب امراض جائز ہے۔ یعنی چھو کر بیماری دور کر دینا، ان کی اصل یہ حدیث ہے اسی لیے رب تعالیٰ نے فرشتے کے واسطے سے اس کو شفا دی۔

۴۔ یعنی اسحاق ابن عبد اللہ جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں انہیں یہ شک ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کس کے لیے فرمایا اور گائے کس کے لیے۔ غالب یہ ہے کہ اس گنجلے نے اونٹ ہی مانگا تھا کیونکہ آگے گائے کا ذکر جزم سے آ رہا ہے۔

۵۔ عشراء مع کے پیش اورش کے فتح سے عشر سے بنا، بمعنی دس، دس ماہا حاملہ اونٹنی کو عشراء کہتے ہیں، پھر مطلقاً حاملہ کو عشراء کہنے لگے، بعد میں گھر بار گھوڑے اور جانور وغیرہ پر یہ لفظ بولنے لگے۔ (اشعہ) غافلانہ کتبہ کو عشرہ اسی واسطے کہتے ہیں کہ اس سے آدمی دسیوں گنا ہو جاتا ہے، فرشتے نے یہ اونٹنی قدرتی اس کو دی کہیں سے خرید کر یا کسی اور کا مال نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر دست غیب میں فرشتے کے ذریعہ غیبی مال ملے تو حلال ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ جنات کا لایا ہوا حلال نہیں کہ وہ اکثر دوسروں کا چوری کر کے لے آتے ہیں فرشتے نے اسے خیرات بھی دی اور دعا بھی، اس دعا کی برکت سے ہی اس کا مال بہت بڑھا، جو اد مال بھی دیتے ہیں اور دعا بھی۔ شعر

جب دینے کو بھیک آئے سر کوئے گدا یاں
لب پر یہ دعا تھی مرے منگتے کا بھلا ہو

۶۔ ظاہر یہ ہے کہ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا کیونکہ شفا دینے کے لیے بیماری کی جگہ کو ہی چھوا جاتا ہے۔ حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے کے چھوتے ہی گنجل بھی جاتی رہی اور کھال پر فوز ابال بھی آگ آئے اور بڑھ بھی گئے، دوسروں کے بالوں سے زیادہ خوش نما تھے جیسا کہ کشتا سے معلوم ہو رہا ہے۔ فرق فرعون کے دن حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ جہاں پڑتی تھی وہاں سبزہ آگ آتا تھا، اسی خاک کو سامری نے سنبھال لیا، پھر فرعون نے سونے کا بچھڑا بنا کر اس کے منہ میں ڈال دی تو بچھڑے میں جان پیدا ہو گئی اور وہ چیخنے لگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فَلَقَطْنَاهُ فَنَهْنَاهُ"۔ کوئی منکر حدیث اس پر یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ فرشتے کے ہاتھ سے فوز ابال کیسے آگ سکتے ہیں، اور جب نوری فرشتہ کا یہ فیض ہو سکتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء امت کا فیض کیسا ہوگا مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

اے ہزاراں جبریل اندر بشر
بہر حق سوئے غریباں یک نظر

یہ حدیث فیض ملائکہ کی بہترین دلیل ہے۔

۷۔ یعنی فرشتے کے ہاتھ لگاتے ہی اس کی دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے مقبول بندے اللہ کے حکم سے دافع ابلاء ہوتے ہیں، دیکھو گنجل کوڑھ، داندہ، پین سخت بلائیں ہیں جو فرشتے کے ہاتھ لگتے ہی جاتی رہیں، یوسف علیہ السلام کی قیوں یعقوب علیہ السلام کی سفید آنکھ پر لگی تو آنکھ روشن ہو گئی۔ (قرآن حکیم) عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان عام فرمایا تھا "وَأَبْرَأِي الْأَكْمَةَ وَالْأَكْبَرَصَ وَأُخِي الْمَتَوَلِّي بِأَذْنِ اللَّهِ"۔ درود تاج میں جو آتا ہے "كَافِيَ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ" الخ اس کا ماخذ قرآن کریم کی یہ آیات اور احادیث ہیں۔ جب اطباء کی گولیاں اور جنگل کی جڑی بوٹیاں دافع قبض، دافع جریان ہو سکتی ہیں، ایک شربت کا نام شربت فریادرس ہو سکتا ہے۔

لہ (عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مسکین دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے اور مجھے شرم آتی ہے کہ گھر میں کچھ نہیں ہوتا کہ تو کیا اللہ کے محبوبوں کا درجہ ان چیزوں سے بھی کم ہے۔

۸۔ اس زمانہ میں جانوروں سے ہی مالداری ہوتی تھی تو مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ اپنے شہر کے بڑے مالدار بن گئے۔

۹۔ ظاہر یہ ہے کہ دونوں ضمیریں فرشتہ کی طرف لوٹ رہی ہیں اور صورت سے مراد اس فرشتہ کی پہلی وہ صورت ہے جس صورت میں دینے کے وقت آیا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ یہ شخص مال پا کر ایسا احسان فراموش ہو گیا کہ اس نے اپنے محسن کو ایسا کورا جواب دیا اور ہو سکتا ہے کہ ضمیر کا مرجع خود کوڑھی ہو یعنی یہ فرشتہ اس کوڑھی کی شکل میں آیا جو پہلے خود اس کی اپنی شکل تھی تاکہ یہ اپنا کوڑھ یا ذکر کے اس پر حم کرے، پہلے میں زیادہ واضح ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ فرشتے ہر شکل میں آسکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ مغالطہ میں ڈال کر امتحان لینا جائز ہے یہ دھوکا نہیں بلکہ امتحان ہے۔

۱۰۔ علمی لحاظ سے یہ جملہ خبریہ نہیں تاکہ اسے جھوٹ کہا جائے بلکہ تخیل ہے، یہ تخیل امتحانات اور سوالات میں کام آتی ہے جیسے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی حالانکہ شہر میں نہ کوئی زید ہوتا ہے نہ اس کی بیوی فقط صورت مسئلہ پیش کی جاتی ہے قرآن کریم فرما رہا ہے کہ داؤد علیہ السلام کے پاس دو فرشتے شکل انسانی میں آئے ان میں سے ایک بولا "إِنَّ هَذَا أَيْمَنُ لَكَ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَحْجَةً" الایہ۔ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے بکریاں ہیں اور میرے پاس ایک، حالانکہ وہاں نہ بکریاں تھیں نہ کوئی جھگڑا، لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتہ نے جھوٹ کیوں کہا۔

۱۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے ساتھ بندوں سے بھی امداد لینا جائز ہے اور بندے کا ذکر رب تعالیٰ کے ساتھ ملا کر کر سکتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے: "أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ"۔

۱۲۔ یعنی اپنے پرانے حال کو یاد کر اور اس تبدیلی حال کے شکر یہ میں مجھے ایک اونٹ دے دے۔

۱۳۔ بال بچے، نوکر چاکر بہت رکھتا ہوں جن کے باعث خرچ زیادہ ہے انہیں کا پورا نہیں ہوتا تجھے کہاں سے دوں۔

۱۴۔ اس سوال و جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی اصلی فقری اور گزشتہ مصیبتیں یاد ہونی چاہئیں کہ یہ شکر کا ذریعہ ہے اور بد نصیب ہے وہ شخص جو عیش یا طیش میں اللہ کو بھول جائے اور کسی کے یاد دلانے پر جھوٹ بولے۔

۱۵۔ یہ اگر مگر شک کے لیے نہیں بلکہ امتحان ہی کے لیے ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ فرشتہ کی یہ بددعا اسے لگی اور وہ پھر فقیر اور کوڑھی ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقیروں کے بھیس میں کبھی صاحب دل بھی آجاتے ہیں اسی لیے رب نے فرمایا: "وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ"۔ شعر

خاکساران جہاں را محفارت مگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

۱۶۔ اپنی صورت کی شرح ابھی کی جا چکی ہے کہ اس سے مراد اس گنجے کی صورت ہے یعنی گنجا اور فقیر بن کر آیا تھا یا خود فرشتہ وہ صورت جس میں دیتے وقت آیا تھا، اس سے مقصود گنجے کی ناشکری کا اظہار ہے۔

۱۷۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی امداد حقیقی ہے اور بندے کی مجازی اس لیے ٹھکر فرمایا گیا تاکہ دونوں مددوں میں فرق معلوم ہو۔ حدیث شریف میں ہے یہ نہ کہو کہ اگر اللہ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ یوں کہو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے اور ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ یہ حکم بھی استجابی ہے۔

اُسے دوں، ارشاد فرمایا: اُسے کچھ دیدے، اگرچہ گھر جلا ہوا۔ (17)

حدیث ۱۹: بیہقی نے دلائل النبوة میں روایت کی، کہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں گوشت کا ٹکڑا ہدیہ میں آیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گوشت پسند تھا۔ انہوں نے خادمہ سے کہا: اسے گھر میں رکھ

ورنہ داؤ سے بھی کہہ سکتے ہیں جس کی دلیل قرآن شریف سے پیش کی گئی۔

۱۸۔ یا اس طرح کہ اس کو فروخت کر کے قیمت سے توشہ اور سواری حاصل کر لوں یا اس طرح کہ بکری کو اپنے ساتھ رکھوں اور اس کا دودھ پیتا اور فروخت کرتا ہوا چلا جاؤں، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ اگر قیمت مقصود ہوتی تو اس سے پیسے ہی کیوں نہ مانگ لیتا لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بکری سے سفر کیسے ہو گا وہ تو سواری کے لائق نہیں جیسا کہ مسکین حدیث کہتے ہیں۔

۱۹۔ عہادت حدیث سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں: ایک یہ کہ یہ شخص مادر زاد اندھا نہ تھا بلکہ پہلے اکھیرا تھا بعد میں نابینا ہوا، ورنہ روشنی لوٹانے کے کیا معنی ہوتے، نیز عربی میں مادر زاد اندھے کو ائمہ کہتے ہیں اور عارضی اندھے کو اعمیٰ۔ دوسرے یہ کہ یہ صدقہ فرضی نہ تھا بلکہ نفلی تھا کیونکہ صدقہ فرضی مقرر ہوتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سارا مال فقیر کے سامنے رکھ دینا جتنا چاہے وہ لے لے اول درجہ کی سخاوت ہے۔

۲۰۔ سبحان اللہ! یہ ہوا اس امتحان کا نتیجہ کہ وہ دونوں دنیوی و اخروی غضب میں آگئے کہ ان کا مال بھی گیا اور صحت بھی اور رب تعالیٰ کی ناراضی ان سب کے علاوہ، ادھر اس نابینا کے پاس مال بھی رہا آنکھیں بھی، خدا کی رضا اس کے سوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی اچھا ہے، دیکھو اس سے صدقہ لیا نہ گیا مگر چونکہ وہ دینے پر تیار ہو گیا تھا اس لیے فائدہ پہنچ گیا۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ الصالح، ج ۳، ص ۱۰۴)

(17) السنۃ للإمام أحمد بن حنبل، حدیث أم عبد، الحدیث: ۲۷۲۱۸، ج ۱۰، ص ۳۲۸

حکیم الامت کے مذنی پھول

۱۔ آپ کا نام حواء بنت یزید ابن سلک ہے، حضرت اسماء بنت یزید کی بہن ہیں، صحابیہ ہیں انصاریہ ہیں۔

۲۔ یعنی میں اس کے بار بار سوال کرنے سے شرماتی ہوں اسے خالی لوٹانے میں غیرت آتی ہے اور پاس کچھ ہوتا نہیں جو دوں، اس نکلتش میں کیا کروں۔ اس میں فقراء کی شکایت نہیں ہے بلکہ شرعی مسئلہ پوچھنا ہے کہ ایسی مجبوریوں میں اسے منع کر دینا ناجائز تو نہیں۔

۳۔ جلی کھری فقط مثال کے لیے ہے مراد بہت معمولی غیر قیمتی چیز ہے یعنی یہ نہ سوچو کہ کوئی اعلیٰ چیز ہو تو ہی دوں بلکہ اونے چیز بھی دے ڈالو۔ خیال رہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مساکین کو کچھ نہیں دیا، وہ تعلیم مسئلہ کے لیے تھا کہ بلا ضرورت سوال جائز نہیں یہ تبلیغ تھی نہ کہ سائل کا رد۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہو گیا تھا کہ مدینہ پاک میں کوئی بھی شخص بلا سخت مجبوری مانگتا ہی نہ تھا، حضرت ام حبیدہ کو یہ ارشاد فرمایا کہ چونکہ اب مجبور و معذور لوگ ہی مانگتے ہیں لہذا انہیں محروم نہ پھیرا کرو لہذا یہ حدیث حکیم ابن حزام وغیرہ کی احادیث کے خلاف نہیں۔ اب پیشہ ور سائلوں کو منع کر دینا بھی جائز بلکہ ضروری ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ الصالح، ج ۳، ص ۱۰۵)

دے، شاید حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تناول فرمائیں، اُس نے طاق میں رکھ دیا۔ ایک سائل آکر دروازہ پر کھڑا ہوا اور کہا صدقہ کرو، اللہ تعالیٰ تم میں برکت دے گا۔ لوگوں نے کہا، اللہ (عزوجل) تجھ میں برکت دے۔ (18) سائل چلا گیا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تشریف لائے اور فرمایا: تمہارے یہاں کچھ کھانے کی چیز ہے؟ اُم المؤمنین نے عرض کی، ہاں اور خادمہ سے فرمایا: جاوہ گوشت لے آ۔ وہ گئی تو طاق میں ایک پتھر کا ایک ٹکڑا پایا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: چونکہ تم نے سائل کو نہ دیا، لہذا وہ گوشت پتھر ہو گیا۔ (19)

(18) سائل کو واپس کرنا ہوتا تو یہ لفظ بولتے۔

(19) دلائل التوبۃ للشیعی، باب ماجاء فی اللہم الذی سار جہرا الخ، ج ۶، ص ۳۰۰

ومشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب الانفاق وکراہیۃ الامساک، الحدیث: ۱۸۸۰، ج ۱، ص ۵۲۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہاں خادم سے مراد حضرت ام سلمہ کی لونڈی ہیں، خادم کا لفظ مرد و عورت دونوں پر بول دیا جاتا ہے۔ پتہ نہیں لگا کہ یہ مولے عثمان کون ہیں اور یہ خادمہ کون تھیں مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں، کوئی ان میں فاسق نہیں اس لیے ان کے نام معلوم نہ ہونا صحت حدیث کے لیے مضر نہیں اور نہ اس سے حدیث مجہول ہو۔

۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ سائل کا سوال کرنے وقت اہل خانہ کو دعائیں دینا بہتر ہے۔ بعض بھکاری صرف دعائیں دیتے ہیں، بعض صرف اپنی محتاجی کا رونا روتے ہیں، بعض کو دیکھا گیا کہ صرف غزلیں اور قصیدے ہی پڑھتے ہیں ہاں بھیک کی نیت سے آیات قرآنیہ پڑھنا سخت ممنوع ہے، دیکھو شامی وغیرہ۔

۳۔ عرب میں یہ دستور ہے کہ جب سائل کو منع کرنا ہوتا ہے تو کبھی کہہ دیتے ہیں "ہَٰذَاكَ اللّٰهُ فَبَيْتِكَ" اور کبھی کہہ دیتے ہیں اللہ کریم اور کبھی کہتے ہیں "اَللّٰهُ يُغْنِيكَ عَنْكَ يَبْنَؤَا" جیسے ہمارے ہاں کہہ دیتے ہیں معافی دے یا برکت ہے وغیرہ۔ فرض کہ سائل کو جھڑکانا نہیں چاہیے بلکہ نرم الفاظ سے اشارۃ کنایہ منع کرنا چاہیے، جب وہ باز نہ آئے تو صاف صاف منع کرے کہ اب وہ سائل نہیں بلکہ اڑیل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَوْهُ" سائل کو نہ جھڑکو۔

۴۔ یعنی کچھ کھانا ہے جو ہم کھائیں، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں کبھی کھانا ہوتا تھا کبھی نہیں اس لیے اس سوال کی نوبت آئی، نیز یہ سوال اگلے واقعہ کی تمہید ہے ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خبر رہتی تھی کہ گھر میں کچھ ہے یا نہیں کیوں نہ ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: "وَأَنْتُمْ كُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَلْبِثُونَ فِي بُيُوتِكُمْ" جو کچھ تم کھاتے اور گھروں میں بچاتے ہو میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔ یہاں کم ضمیر جمع ارشاد ہوئی احترام کے لیے یا سب کچھ گھر والوں سے خطاب ہے۔

۵۔ مرد عربی میں چھوٹے یا سفید پتھر کو کہتے ہیں، اس پتھر کو بھی کہتے ہیں جس سے آگ نکلتی ہے یعنی چغاق۔ خلاصہ یہ ہے کہ خادمہ نے طاق میں بجائے گوشت کے وہ پتھر دیکھا جس کی رگڑ سے آگ پیدا ہوتی ہے۔

حدیث ۲۰: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سخاوت جنت میں ایک درخت ہے، جو سخی ہے، اُس نے اُسکی ٹہنی پکڑ لی ہے، وہ ٹہنی اُس کو نہ چھوڑے گی جب تک جنت میں داخل نہ کر لے اور بخل جہنم میں ایک درخت ہے، جو بخیل ہے، اُس نے اس کی ٹہنی پکڑ لی ہے، وہ ٹہنی اُسے جہنم میں داخل کیے بغیر نہ چھوڑے گی۔ (20)

حدیث ۲۱: رزین نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: صدقہ میں جلدی کرو کہ بلا صدقہ کو نہیں پھلانگتی۔ (21)

۶۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام باتوں کی خبر رہتی تھی جو آپ کے پیچھے گھروں میں ہوتے تھے، گھر والوں نے بھکاری کے آنے جانے کا واقعہ عرض نہ کیا تھا مگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے من و عن بیان فرمادیا۔ دوسرے یہ کہ بڑوں کے احکام اور ان چھوٹوں کے کچھ اور، دیکھو صدقہ نقلی نہ دینا گناہ نہیں بلکہ جب چیز تھوڑی ہو گھر والوں کو بھی اس کی ضرورت ہو تو صدقہ نہ کرنا بہتر مگر شان نبوت یہ تھی کہ ان کے دروازے سے کوئی محروم نہ جائے اس لیے رب تعالیٰ نے ان بزرگوں کو اس طرح متنبہ فرمایا۔ شعر

سوختہ جان درداناں دیگر اند

موسیا آداب داناں دیگر اند

حدیث شریف بالکل ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں گوشت مٹی میں رہ کر مٹی بن جاتا ہے تو رب تعالیٰ کی قدرت سے پتھر بھی بن سکتا ہے پھلی استروں میں مسخ ہوا، کوئی بندر یا سور بنی، بعض لوگ پتھر بن گئے اگر رب تعالیٰ نے اس گوشت کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا تو کیا مشکل ہے۔ غرض کہ حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۰۶)

(20) شعب الایمان، باب فی الجود والسخاء، الحدیث: ۱۰۸۷، ج ۷، ص ۲۳۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی سخاوت کی جڑ جنت میں ہے اور اس کی شاخیں دنیا میں، چونکہ سخاوت کی قسمیں بہت ہیں اس لیے فرمایا گیا کہ اس درخت کی دنیا میں شاخیں بہت پھلی ہوئی ہیں جیسے قرآن کریم فرماتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی جڑ مسلمان کے قلب میں ہے اور شاخیں آسمان میں ہمیشہ اپنے پھل دیتا ہے اس آیت میں بھی تمثیل ہے اس حدیث میں بھی۔

۲۔ شریعت میں سخاوت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان فرض صدقے ادا کرے اور طریقت میں ادا کرنے درجہ یہ ہے کہ صرف فرض پر قناعت نہ کرے نوافل صدقے بھی دے۔ حقیقت و معرفت والوں کے ہاں اس کا ادا کرنے درجہ یہ ہے کہ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دے ان میں سے ہر درجے کے صدقے کے نتیجے مختلف ہیں۔

۳۔ جو مدنی سخاوت کے عرض کئے جا چکے ہیں اس کے مقابل بخل کے بھی معافی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۱۲)

(21) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب الانفاق وکرہیۃ الامساک، الحدیث: ۱۸۸۷، ج ۱، ص ۵۲۲

حدیث ۲۲: صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہر مسلمان پر صدقہ ہے۔ لوگوں نے عرض کی، اگر نہ پائے؟ فرمایا: اپنے ہاتھ سے کام کرے، اپنے کو نفع پہنچائے اور صدقہ بھی دے۔ عرض کی، اگر اس کی استطاعت نہ ہو یا نہ کرے؟ فرمایا: صاحب حاجت پریشان کی اواز نہ کرے۔ عرض کی، اگر یہ بھی نہ کرے؟ فرمایا: نیکی کا حکم کرے۔ عرض کی، اگر یہ بھی نہ کرے؟ فرمایا: شر سے باز رہے کہ یہی اُس کے لیے صدقہ ہے۔ (22)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ جب کسی قسم کی جانی یا مالی بلا آئے تو بہت جلد صدقہ دینا شروع کر دو باقی تمام تدبیریں علاج وغیرہ بعد میں کرو تا کہ ان صدقات کی برکت سے اگلی تدبیریں بھی کامیاب ہوں۔ بعض لوگ آفت آتے ہی میلہ و شریف، گیارہویں شریف، ختم خواجگان، ختم غوثیہ، ختم بخاری، ختم آیت کریمہ کراتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ ان کاموں میں اللہ کا ذکر، اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت شریف وغیرہ بھی ہے اور صدقہ بھی، ذکر اللہ بھی دافع بلا ہے اور صدقہ بھی، بعض لوگ بیماریوں میں، اردو تیل یا پیار کا جانور پر ہاتھ لگا کر اسے ذبح کر کے خیرات دیتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ ہی حدیث ہے کہ یہاں صدقہ مطلق ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر حال میں ہمیشہ صدقہ کرتے رہو کیونکہ ہر وقت ہی آفت آنے کا خطرہ ہے تم آفت سے پہلے صدقہ دے دو، بعض لوگ ہمیشہ میاں شریف، گیارہویں شریف، ہر ماہ ختم خواجگان وغیرہ کراتے رہتے ہیں تاکہ آفات دور ہیں، ان کا ماخذ بھی یہ حدیث ہے۔ شعر

دکھ میں ہر کو ہر بچے سکھ میں بچے نہ کوئے
جو کوئی سکھ میں ہر بچے تو دکھ کا ہے کو ہوئے

۲۔ اسی طرح کہ آنے والی آفت آتی نہیں اور جو آچکی ہے وہ پھرتی نہیں بلکہ لوٹ جاتی ہے، صدقہ انسان اور آفات کے درمیان مضبوط حجاب ہے۔ (مرقات) یہ عمل بہت مجرب ہے اگر کبھی صدقہ سے آفت نہ جائے تو یہ رب تعالیٰ کی آزمائش ہے اس پر صبر کرے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۳)

(22) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب کل معروف صدقہ، الحدیث: ۶۰۲۲، ج ۴، ص ۱۰۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہاں غنی و غریب کے لیے نہیں بلکہ ترغیب کے لیے ہے یعنی مسلمان کو چاہیے کہ شکر الہی کے لیے ان غلی نیکیوں کو بھی اپنے پر لازم سمجھے اور روزانہ ان پر عمل کی کوشش کرے۔

۲۔ صحابہ کرام یہاں صدقہ سے مالی خیرات سمجھے تھے اس لیے انہیں یہ اشکال پیش آیا کہ بعض مسلمان مسکین مفلوک لجال ہوتے ہیں جن کے پاس اپنے کھانے کو نہیں ہوتا وہ صدقہ کہاں سے کریں۔ سرکار کے اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ مال کا نا بھی عبادت ہے کہ اس کی برکت سے انسان ہزار ہا گناہوں سے بچ جاتا ہے جیسے بھیک، چوری وغیرہ، نیز کما آدی اپنا وقت گناہوں میں خرچ کرنے لگتا ہے غس کو حلال کاموں میں لگائے رہتا کہ تمہیں حرام میں نہ پھنسا دے۔

حدیث ۲۳: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: دو شخصوں میں عدل کرنا صدقہ ہے، کسی کو جانور پر سوار ہونے میں مدد دینا یا اس کا اسباب اٹھا دینا صدقہ ہے اور اچھی بات صدقہ ہے اور جو قدم نماز کی طرف چلے گا صدقہ ہے، راستہ سے اذیت کی چیز دور کرنا صدقہ ہے۔ (23)

۱۔ ہاتھ پاؤں کی مدد جیسے بھولے کو راستہ بتا دینا، پردہ نشین بیگانہ کا باہر والا کام کر دینا اس میں بھی ثواب ہے۔

۲۔ کہ اس میں نہ کچھ خرچ ہوتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں اور منفعت میں ثواب مل جاتا ہے کیونکہ تبلیغ عبادت ہے جس کا بڑا ثواب ہے۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو احکام شرعیہ سکھانا چاہئیں کیونکہ بغیر جانے دوسروں کو بتانا ناممکن ہوگا۔ یہ بھی معصوم ہوا تبلیغ صرف علماء کا ہی کام نہیں جسے جو مسئلہ یاد ہو دوسرے کو بتادے۔

۵۔ برائی سے بچنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ فساد کے زمانہ میں گھر میں گوشہ نشین بن جائے کہ نماز کے اوقات مسجد میں باقی گھریا جنگل میں گزارے۔ دوسرے یہ کہ بری مجلسوں میں جائے مگر برائی کرنے کے لیے نہیں بلکہ دوسروں کو برائی سے روکنے کے لیے کہ یہ بڑا جہاد ہے۔ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ جیسے نیکیاں نہ کرنا گناہ ہے ایسے ہی گناہ نہ کرنا ثواب، نہ کرنے سے مراد بچنا ہے یعنی سلب عدوی نہ کہ سلب محض لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ہم ہر وقت خصوصاً سونے کی حالت میں لاکھوں گناہوں سے بچے رہتے ہیں تو چاہیے کہ ہمیں ہر سانس میں کروڑوں نیکیاں ملا کریں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَأَقِمْنَ وَخَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَتَقَى النَّفْسَ مِنَ الْهَوَىٰ"۔ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۲۱)

(23) صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب بیان أن اسم الصدقة یقع الخ، الحدیث: ۱۰۰۹، ص ۵۰۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اسلامی س کے پیش سے ہے جس کے لغوی معنی ہیں عضو، ہڈی اور جوڑ یہاں تیسرے معنی مراد ہیں۔ انسان کے بدن میں ۳۶۰ جوڑ ہیں جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے اگرچہ ہمارا ہر روز گناہ کی نعمت ہے لیکن ہر جوڑ اس کی بے شمار نعمتوں کا مظہر ہے اس لیے خصوصیت سے اس کا شکر یہ ضروری ہوا۔ صدقہ سے مراد نیک عمل ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ یہاں بھی علی لغوی لزوم کے لیے ہے نہ کہ شرعی وجوب کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص پر اخلاقاً دیناً لازم ہے کہ روزانہ ہر جوڑ کے عوض کم از کم ایک نیک عمل کیا کرے اس حساب سے روزانہ تین سو ساٹھ نیکیاں کرنی چاہئیں تاکہ اس دن جوڑوں کا شکر یہ ادا ہو، سورج چمکنے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ سورج تو ہر شخص پر چمکتا ہے تو شکر یہ بھی ہر شخص پر ہے۔

۲۔ یعنی تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنی، لوگوں سے اچھے برے صدقہ ہیں بشرطیکہ رضائے الہی کے لیے ہوں، ہر معمولی سے معمولی کام جب ادائے سنت کی نیت سے کیا جائے گا تو وہ بڑا ہو جائے گا کیونکہ منسوب اگرچہ چھوٹا ہے مگر منسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑے ہیں۔

۳۔ مروت نے فرمایا کہ نماز کا ذکر مثلاً ہے ورنہ طواف، بیمار پری، جنازہ میں شرکت، علم دین کی طلب غرضکہ ہر نیکی کے لیے ہے

حدیث ۲۴: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو مسلمان بیز لگائے یا کھیت بوئے، اُس میں سے کسی آدمی یا پرند یا چوپایہ نے کھایا، وہ سب اُس کے لیے صدقہ ہے۔ (24)

حدیث ۲۵ و ۲۶: سنن ترمذی میں ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: اپنے بھائی کے سامنے مسکراتا بھی صدقہ ہے، نیک بات کا حکم کرنا بھی صدقہ ہے، بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے، راہ بھولے ہوئے کو راہ بتانا صدقہ ہے، کمزور نگاہ والے کی مدد کرنا صدقہ ہے، راستہ سے پتھر، کاٹا، ہڈی دور کرنا صدقہ ہے، اپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا صدقہ ہے۔ (25) اسی کے مثل امام احمد و قدم ڈالنا صدقہ ہے۔

۳۔ یعنی رستہ سے کاٹا، ہڈی، اینٹ، پتھر، گندگی غرض جس سے کسی مسلمان راہ گیر کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کو ہٹا دینا بھی نیکی ہے جس پر صدقہ کا ثواب اور جوڑ کا شکر یہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۲۱)

(24) صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ والحرارة، باب فضل الفرس والاربع، الحدیث: ۱۵۵۳، ص ۸۳۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ عرب میں دستور تھا کہ باغ والے مسافروں کو دو ایک پھل توڑ لینے سے منع نہ کرتے جیسے ہمارے ہاں بھی چنے کا ساگ کاٹنے سے لوگ منع نہیں کرتے، مسافر بھی اس دستور سے واقف تھے وہ بھی چوری کی نیت سے نہیں بلکہ عرفی اجازت کی بنا پر دو چار دانے منہ میں ڈال پتے تھے، نیز کبھی جانور کھیت پر سے گزرتے ہوئے بزرے میں ایک آدھ منہ مار دیتے ہیں سرکار نے ان سب کو مالک کے لیے صدقہ قرار دیا اور کی وجہ پہلے عرض کی جا چکی کہ کبھی بغیر نیت بھی ثواب مل جاتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۲۶)

(25) جامع الترمذی، أبواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی منافع المعروف، الحدیث: ۱۹۶۳، ج ۳، ص ۳۸۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ خوشی کا مسکراتا جس سے سامنے والا سمجھے کہ میرے آنے سے اسے خوشی ہوئی اس سے وہ بھی خوش ہو جائے، مسخر کا مسکراتا مراد نہیں جس سے آنے والے کو تکلیف ہو کہ یہ تو گناہ ہے۔

۲۔ سبحان اللہ! کیا رب تعالیٰ کی مہربانیاں ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس امت کو ملیں وہ معمولی کام جن میں نہ خرچ ہو نہ تکلیف ثواب کا باعث بن گئے، کسی کو راستہ بتا دینا یا مسئلہ سمجھا دینا بھی ثواب کا باعث ہو گیا۔

۳۔ یا اس طرح کہ اس کی انگلی پکڑ کر جہاں جانا چاہتا ہے وہاں پہنچا دے یا اس طرح کہ اس کا کام کاج کر دے سب میں ثواب ہے کہ اندھوں اور کمزور نظردالوں کی خدمت نعمت آگے کا شکر یہ ہے، ہر نعمت کا شکر جدا گانہ ہے اور شکر پر زیادتی نعمت کا وعدہ ہے "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ"۔

ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۲۷: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایک درخت کی شاخ بیچ راستہ پر تھی، ایک شخص گیا اور کہا: میں اُس کو مسلمانوں کے راستہ سے دُور کر دوں گا کہ اُن کو ایذا نہ دے، وہ جنت میں داخل کر دیا گیا۔ (26)

حدیث ۲۸: ابو داؤد و ترمذی ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو مسلمان کسی مسلمان ننگے کو کپڑا پہنا دے، اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے سبز کپڑے پہنائے گا اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے، اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے، اللہ تعالیٰ اُسے ریح مقبوم (یعنی جنت کی شراب سربند) پلائے گا۔ (27)

حدیث ۲۹: امام احمد و ترمذی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا پہنا دے تو جب تک اُس میں کا اُس شخص پر ایک پیوند بھی رہے گا، یہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔ (28)

حدیث ۳۰ و ۳۱: ترمذی و ابن حبان انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۴۔ کہ اس سے لوگ تکلیف سے بچیں گے اور جنہیں ثواب ملے گا۔ معلوم ہوا کہ جیسے مسلمان کو نفع پہنچانا ثواب ہے ایسے ہی انہیں تکلیف سے بچانا بھی ثواب ہے، کسی بھلے آدمی کو بد معاش کی شر سے بچالینا ثواب ہے، اگر کوئی شریف النفس آدمی بے خبری میں غیبت النفس سے رشتہ کرنا چاہتا ہو اس سے بچالینا بھی ثواب ہے۔

۵۔ جب اپنے ذل سے دوسرے کے ذل میں پانی ڈال دینا ثواب ہو تو جس کے پاس ذل یا رسی ہی نہ ہو اسے پانی دینا تو بہت ہی ثواب ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۳)

(26) صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب فضل ازالة الاذى عن الطريق، الحدیث: ۱۲۸۔ (۱۹۱۴)، (۲۶۱۸) ص ۱۱۰، ۱۱۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ وہ شاخ یا تو خاردار تھی جس کے کانٹے لوگوں کو چبھ جانے کا اندیشہ تھا اور اگر بے خار تھی تو اتنی موٹی تھی جس سے راہ گیر ٹھوکر کھاتے۔ اس حدیث سے اشارۃ معلوم ہو رہا ہے کہ موذی چیز کو راستہ سے ہٹانے میں مسلمانوں کی خدمت کی نیت کرے نہ کہ کفار کی۔

۲۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس شخص نے ہٹانے کی نیت ہی کی تھی اس نیت پر بحث کیا نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اور ممکن ہے کہ اس نے ہٹا بھی دی ہو جس کا یہاں ذکر نہیں آیا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۳۰)

(27) سنن ابی داؤد، کتاب الزکاة، باب فی فضل سقی الماء، الحدیث: ۱۶۸۲، ج ۲، ص ۱۸۰

(28) جامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، باب ما جاء فی ثواب من کسا مسلما، الحدیث: ۲۳۹۳، ج ۳، ص ۲۱۸

فرماتے ہیں: صدقہ رب العزت کے غضب کو بجھاتا ہے اور بڑی موت کو دفع کرتا ہے۔ (29) نیز اس کے مثل ابو بکر صدیق و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔

حدیث ۳۲: ترمذی نے باقادرہ صحیح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، لوگوں نے ایک بکری ذبح کی تھی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اس میں سے کیا باقی رہا؟ عرض کی، سوا شانہ کے کچھ باقی نہیں، ارشاد فرمایا: شانہ کے سوا سب باقی ہے۔ (30)

(29) جامع الترمذی، أبواب، لزکاة، باب ما جاء فی فضل الصدقة، الحدیث: ۶۶۳، ج ۲، ص ۱۳۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی خیرات کرنے والے سخی کی زندگی بھی اچھی ہوتی ہے کہ اولاً اس پر دنیوی مصیبتیں آتی نہیں اور اگر امتحان آ بھی جائیں تو رب تعالیٰ کی طرف سے اسے سکون قلبی نصیب ہوتا ہے جس سے وہ مبرک کر کے ثواب کمالیتا ہے۔ غرضکہ اس کے لیے مصیبت مصیبت لے کر نہیں آتی مغفرت لے کر آتی ہے، مصیبت والی مصیبت خدا تعالیٰ کا غضب ہے اور مغفرت والی مصیبت اللہ کی رحمت لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سخیوں پر مصیبتیں آ جاتی ہیں عثمان غنی جیسے سخی بڑی بے دردی سے شبید کئے گئے۔

۲۔ مَیِّتَةُ مَوْتٍ سے بنایاں نوعیت کے لیے اسے بروزن فعلیہ لائے تو میم کے کسرہ کی وجہ داء سے بدل گیا، بڑی موت سے مراد خرابی خاتمہ ہے یا غفلت کی اچانک موت یا موت کے وقت ایسی علامت کا ظہور ہے جو بعد موت بدنامی کا باعث ہو اور ایسی سخت بیماری ہے جو میت کے دل میں گھبراہٹ پیدا کر کے ذکر اللہ سے غافل کر دے، غرضکہ سخی بندہ ان تمام برائیوں سے محفوظ رہے گا، میرے پاک نبی سچے، ان کا رب سچا، اللہ تعالیٰ ان کے طفیل ہم سب کو سخاوت کی توفیق دے اور یہ نعمتیں عطا فرمائے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۳۵)

(30) جامع الترمذی، أبواب ملة انقیامۃ الخ، ۳۳۔ باب، الحدیث: ۷۸۷۲، ج ۲، ص ۲۱۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ بکری ذبح کرنے والے بعض صحابہ کرام تھے یا بعض ازواج پاک، دوسرے احتمال کو محمد شین نے ترجیح دی ہے، چونکہ زواج پاک کو اہل بیت بھی کہا جاتا ہے اور یہ لفظ مذکر ہے اس لیے جمع مذکر کا صیغہ ارشاد ہوا، فرشتوں نے بی بی سارا زوجہ ابراہیم علیہا السلام سے عرض کیا تھا "اَتَعْجَبِينَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحِمْتُ اللّٰهَ وَبَرَ کَتُهُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ"۔

۲۔ یعنی سر را گوشت خیرات کر دیا گیا صرف شانہ بچا ہے غالباً یہ گھر کے خرچ کے لیے رکھا گیا ہوگا اور یہ بکری صدقہ کے لیے ذبح نہ کی گئی ہوگی کہ صدقہ کا گوشت گھر کے خرچ کے لیے نہیں رکھا جاتا۔

۳۔ یعنی جو راہ خدا میں صدقہ دے دیا گیا وہ باقی اور لازوال ہو گیا اور جو اپنے کھانے کے لیے رکھا گیا وہ ہضم ہو کر فنا ہو جائے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ"۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۳۵)

حدیث ۳۳: ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن خزیمہ و ابن حبان ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین شخصوں کو اللہ (عزوجل) محبوب رکھتا ہے اور تین شخصوں کو مبغوض۔ جن کو اللہ (عزوجل) محبوب رکھتا ہے، ان میں ایک یہ ہے کہ ایک شخص کسی قوم کے پاس آیا اور اُن سے اللہ (عزوجل) کے نام پر سوال کیا، اس قرابت کے واسطے سے سوال نہ کیا، جو سائل اور قوم کے درمیان ہے، انہوں نے نہ دیا، اُن میں سے ایک شخص چلا گیا اور سائل کو چھپا کر دیا کہ اس کو اللہ (عزوجل) جانتا ہے اور وہ شخص جس کو دیا اور کسی نے نہ جانا۔ اور ایک قوم رات بھر چلی، یہاں تک کہ جب انہیں نیند ہر چیز سے زیادہ پیاری ہو گئی، سب نے سر رکھ دیے (یعنی سو گئے)، اُن میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر دعا کرنے لگا اور اللہ (عزوجل) کی آیتیں پڑھنے لگا۔ اور ایک شخص لشکر میں تھا، دشمن سے مقابلہ ہوا اور ان کو شکست ہوئی، اُس شخص نے اپنا سینہ آگے کر دیا، یہاں تک کہ قتل کیا جائے یا فتح ہو۔ اور وہ تین جنہیں اللہ (عزوجل) ناپسند فرماتا ہے۔ ایک بوڑھا زنا کار، دوسرا فقیر متکبر، تیسرا مال دار ظالم۔ (31)

(31) سنن النسائي، کتاب الزکاة، باب ثواب من اعطى، الحدیث: ۲۵۶۷، ص ۳۲۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ان سے محبت کرنے کے معنی پہلے مذکور ہو گئے کہ خصوصی محبت مراد ہے، ناراضی سے بھی خصوصی ناراضی مراد ہے ورنہ رب تعالیٰ تمام کفار اور فسق سے ناراض ہے لہذا حدیث ۱۱ صحیح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

۲۔ یہ پہنچنے والا اور مانگنے والا خدا کا محبوب نہیں محبوب تودہ دینے والا ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے اس کے صدقہ کی اہمیت دکھانے کے لیے یہ پورا واقعہ بیان فرمایا۔ (الامعات)

۳۔ اگرچہ قرابت دار فقیر کو دینے میں دگنا ثواب ہے مگر یہاں اس سخی کا اس اجنبی فقیر کو خیرات دینا بہت ہی کامل ہوا کیونکہ یہاں سواہ رضاء لہی کے اور کوئی چیز فقیر کی ممنونیت وغیرہ ملحوظ نہ تھی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ قرابت داروں کو خیرات دینا نفل ہے۔

۴۔ عطا کا میں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ اس سے لینے والا فقیر مراد ہو۔ دوسرے یہ کہ اس سے دینے والا سخی مراد ہو، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس سخی نے اپنا منہ چھپا کر یا اندھیرے میں اس طرح دیا کہ فقیر کو بھی پتہ نہ چد کہ کون دے گی، چونکہ اس شخص نے صدقہ بھی دیا، اس قوم کی مخالفت بھی کی اور فقیر کی ٹوٹی آس بھی پوری کی اس لیے یہ خدا کا زیادہ پیارا ہوا۔

۵۔ عرب میں عموماً رات میں سفر ہوتا ہے اور تھکن اتارنے کے لیے مسافر آخر رات میں آرام کر لیتے ہیں، چونکہ اس تہجد خواں نے تین بہادریاں کیں اس لیے یہ خدا تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوا (۱) ایسی حالت میں نیند پر عبادت کو ترجیح دینا (۲) سب کو سوتا دیکھ کر بھی نہ سوتا، عابدوں میں عبادت آسان ہے غفلوں میں مشکل (۳) اور تہجد کی نماز۔ تعلق ملق سے بنا، بستی دوستی و نرمی، ناجائز زنی کا نام چا پوسی ہے اور جائز زنی کا نام خوشامد نیاز مندی وغیرہ، یہاں دوسرے معنی۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ یہ خوشامد اصل عرفان، در بندے و رب تعالیٰ کے درمیان خاص تعلق کا باعث، یہ حال قال سے دراء ہے۔

حدیث ۳۴: ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب اللہ (عزوجل) نے زمین پیدا فرمائی تو اس نے ہلنا شروع کیا تو پہاڑ پیدا فرما کر اس پر نصب فرما دیے اب زمین ٹھہر گئی، فرشتوں کو پہاڑ کی سختی دیکھ کر تعجب ہوا، عرض کی، اے پروردگار! تیری مخلوق میں کوئی ایسی شے ہے کہ وہ پہاڑ سے زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں، لوہا۔ عرض کی، اے رب (عزوجل) لوہے سے زیادہ سخت کوئی چیز ہے؟ فرمایا: ہاں، آگ۔ عرض کی، آگ سے بھی زیادہ کوئی سخت ہے؟ فرمایا: ہاں، پانی۔ عرض کی، پانی سے بھی زیادہ سخت کچھ ہے؟ فرمایا: ہاں، ہوا۔ عرض کی، ہوا سے بھی زیادہ سخت کوئی شے ہے؟ فرمایا: ہاں، ابن آدم کہ دہنے ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے اور اُسے بائیں ہاتھ سے چھپاتا ہے۔ (32)

حدیث ۳۵: نسائی نے ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ۱۔ اس طرح کہ اس اکیلے کی جرأت مت دیکھ کر بھاگنے والوں میں دلیری پیدا ہوئی پلٹ پڑے اور جم کر لڑے جیسا کہ غزوہ حنین میں ہوا کہ اس دن سارے غازیوں کے قدم اکٹڑ گئے تھا، سید الفجین صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں جھے رہے پھر وہی صحابہ پلٹ پڑے جم کر لڑے اور میدان جیت لیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۲۔ ظاہر یہ ہے کہ شیخ بمعنی بوڑھا ہے نہ کہ شادی شدہ جوان، چونکہ بڑھاپے میں موت قریب نظر آتی ہے، شہوانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں، بوڑھا بہت تکلف ہی سے صحبت کر سکتا ہے اس لیے اس کا زنا انتہائی خباثت کی دلیل ہے کہ اسے نہ موت کا خوف نہ اللہ رسول کی شرم۔
۳۔ اگرچہ بر تکبر برا ہے مگر فقیر کا تکبر زیادہ برا کہ اس کے پاس اس کے اسباب نہیں ہیں محض شیطان کے دھوکے سے اپنے کو بڑا جانتا ہے۔ خیال رہے کہ تکبر، استغناء اور تعفف میں بڑا فرق ہے اور مسلمانوں کو اپنے سے حقیر جاننا تکبر ہے اور اپنے کو ان سے بے نیاز سمجھنا صرف اللہ رسول ہی کا محتاج جاننا بہت اعلیٰ وصف ہے اسی کو استغناء وغیرہ کہتے ہیں، اس کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔ شعر

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں میں نیچے دیکھ کے تلو تیرا

۴۔ کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو۔ مرقات نے فرمایا کہ کفار اور متکبروں کے مقابلے میں تکبر کرنا عبادت ہے۔ اشعة الملعات نے فرمایا کہ حضرت بشیر ابن حارث نے امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھ کر عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کیجئے، فرمایا کہ امیروں کا فقریوں پر مہربانی کرنا بہت اچھا ہے مگر فقریوں کا خدا پر توکل کر کے امیروں سے تکبر کرنا اس سے بھی اچھا۔ اس فقیر متکبر میں وہ جاہل بھی داخل ہیں جو علماء کو حقیر سمجھیں کہ وہ علم کے فقیر ہیں۔

۸۔ اپنے نفس پر ظالم کہ نعمتوں کا شکر نہیں کرتا اور مخلوق پر ظالم کہ انہیں بجائے نفع پہنچانے کے ستاتا ہے، چونکہ ان لوگوں کے جرم سخت ہیں لہذا اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض۔ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۳۸)

(32) جامع الترمذی، أبواب تفسیر القرآن، باب فی حکمة خلق الجبال الخ، الحدیث: ۳۳۸۰، ج ۵، ص ۲۴۲

مسلمان اپنے کل مال سے اللہ (عزوجل) کی راہ میں جو خرچ کرے، جنت کے دربان اس کا استقبال کریں گے۔ ہر ایک اُسے اُس کی طرف بلائے گا، جو اُس کے پاس ہے۔ میں نے عرض کی، اس کی کیا صورت ہے؟ فرمایا: اگر اُونٹ

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ جیسے ہلکی کشتی و جہاز پانی پر ہلکا ہے اسی طرح زمین ہلکی تھی فرشتوں نے گمان کیا کہ اس سے لوگ نفع نہ اٹھا سکیں گے۔

۲۔ مرقات نے فرمایا کہ پہلے ابوقیس پہاڑ پیدا ہوا پھر دوسرے پہاڑ، ان پہاڑوں سے زمین ایسی ٹھہر گئی جیسے جہاز میں وزن لا دینے سے دریا پر ٹھہر جاتا ہے جنبش نہیں کرتا۔ قال قول سے بنا، بمعنی گاڑ دینا، پہاڑ زمین میں ایسے گڑھے ہیں جیسے زمین میں مضبوط درخت کہ پہاڑوں کی جڑیں دور تک پھیلی ہوتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاللّٰہِ لَیْ فَاِزِیْ رَءٰی اَنَّ خَیْزَہٗ یٰکُم**۔ بعض شراح نے فرمایا کہ یہاں قاب کہنے ہی کے معنی میں ہے یعنی پہاڑ پیدا فرما کر زمین سے فرمایا ٹھہر گئی، یعنی زمین کا ٹھہرنا گمن فرمانے سے ہے پہاڑ محض سبب ہیں مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۳۔ فرشتوں کو حیرت یہ ہوئی کہ پہاڑوں نے اتنی بڑی زمین کو اس طرح دیوچ لیا کہ اسے ہٹے نہیں دیتے تو ان سے سخت تر مخلوق کون سی ہوگی۔ خیال رہے کہ پہاڑ زمین سے زیادہ وزنی نہیں مگر جیسے جہاز کا سامان جہاز کے وزن سے کہیں ہلکا ہوتا ہے مگر جہاز کو ہٹے نہیں دیتا اسی طرح پہاڑ کا معاملہ ہے۔

۴۔ کیونکہ لوہا پہاڑ کو توڑ دیتا ہے پہاڑ لوہے کو نہیں توڑتا۔

۵۔ کہ آگ لوہے کو پگھلا دیتی ہے، بلکہ زیادہ تیز ہو تو لوہے کو ٹکڑا کر پانی بنا دیتی ہے۔

۶۔ کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اگرچہ آگ پانی کو گرم بھی کر دیتی ہے اور جلا بھی دیتی ہے مگر کسی برتن کی مدد سے جب کہ پانی اس میں بند ہو اگر آڑ ہٹا دی جائے تو پانی ہی آگ کو بجھاتا ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں پانی قید میں رہ کر جلتا ہے۔

۷۔ کیونکہ ہوا پانی سے لدے بادلوں کو اڑائے پھرتی ہے اور سمندر میں طلاطم پیدا کر دیتی ہے جس سے وہاں طوفان برپا ہو جاتا ہے۔

۸۔ کیونکہ ایسا سخی اس سرکش نفس کو تابعدار کر لیتا ہے جو پہاڑ سے زیادہ سخت سمندر و ہوا سے زیادہ طوفانی ہے۔ نفس اولاً تو بخل سکھاتا ہے جب سخاوت کی جائے تو دکھلا دے کو پسند کرتا ہے یہ خفیہ سخاوت کرنے والا نفس کی دونوں خواہشوں کو پکھل دیتا ہے اور نفس کی آگ کو بجھا دیتا ہے لہذا بڑا بہادر ہے، نیز خفیہ صدقہ سے غضب الہی کی آگ بجھتی ہے، رضائے الہی حاصل ہوتی ہے، یہ نعمتیں پہاڑ، لوہے، آگ، پانی، ہوا سے حاصل نہیں ہو سکتیں لہذا یہ صدقہ ان سب سے بہتر۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سخاوت مال سے سخاوت حال افضل ہے اور سخاوت حال سے سخاوت کمال بہتر کہ سخاوت مال میں فقیر کی اسی زندگی کے دو ایک دن سنبھل جاتے ہیں مگر حال و کمال کی سخاوت سے ہم جیسے مسکینوں کے دونوں جہاں درست ہو جاتے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاقیامت لوگوں کے دین و دنیا سنبھال دیئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے داتا ہیں جیسے زمین پہاڑوں سے ٹھہری ایسے ہی ہمارے دل کسی کی نگاہ کرم سے ٹھہر سکتے ہیں ورنہ دل کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۳۹)

دے تو دو اونٹ اور گائے دے تو دو گائیں۔ (33)

حدیث ۳۶: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ خطا کو ایسے دور کرتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے۔ (34)

حدیث ۳۷: امام احمد بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: کہ مسلمان کا سایہ قیامت کے دن اُس کا صدقہ ہوگا۔ (35)

حدیث ۳۸: صحیح بخاری میں ابو ہریرہ و حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بہتر صدقہ وہ ہے کہ پشتِ غنی سے ہو یعنی اُس کے بعد تو نگری باقی رہے اور ان سے شروع کر دو جو تمھاری عیال میں ہیں یعنی پہلے اُن کو دو پھر اوروں کو۔ (36)

(33) سنن النسائي، کتاب الجہاد، باب فضل النفقة فی سبیل اللہ تعالیٰ، الحدیث: ۳۱۸۲، ص ۵۱۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ بعض لوگ فقیر کو کپڑوں کا جوڑا اور جوتا بھی دیتے ہیں نیز روپیہ پیسہ خیرات کرتے ہیں تو کم از کم دو۔ ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، حدیث بالکل ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

۲۔ یعنی جنت کے ہر دروازہ پر اس کی پکار پڑے گی کہ ادھر سے آؤ۔ یہ اظہار عزت کے لیے ہوگا یہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق کی فوج ہوں گے وہ اس جماعت کے سردار اعلیٰ رضی اللہ عنہ "يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاثٍ بِالْمِهْمِ"۔

۳۔ اس شرح نے بتا دیا کہ حدیث میں ایک جنس کی دو نوعیتیں مراد نہیں، یعنی روٹی و پانی، جوتا و ٹوپی بلکہ ایک نوع کی دو فردیں مراد ہیں یعنی پیسہ خیرات کر دو دو روپے ہوں، کپڑے ہوں تو دو۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۵۰)

(34) جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة، الحدیث: ۲۶۲۵، ج ۴، ص ۲۸۰

(35) اسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۸۰۶۵، ج ۶، ص ۳۰۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۲۔ یعنی مؤمن کے صدقہ و خیرات خصوصاً فی سبیل اللہ مسافر خانے، مسجدیں بنانا اور باغات لگانا وغیرہ کل قیامت میں درخت سایہ دار کی شکل میں نمودار ہوں گے جن کے سایہ میں سخی ہوگا اور قیامت کی گرمی سے محفوظ رہے گا کیونکہ دنیا میں غرباء، فقراء کو اس نے سایہ کرم میں رکھا تھا، حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں وہاں مال بلکہ اعمال کی مختلف شکلیں ہوں گی۔ بخیل کا مال منجے سانپ کی شکل میں، سخی کا مال درخت سایہ دار کی صورت میں نمودار ہوگا۔ آج دنیا میں ہم خواب میں ان چیزوں کو مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں، بادشاہ مصر نے قحط کے سال، خشک بال اور دہلی گایوں کی شکل میں دیکھے تھے۔ (قرآن کریم) (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۵)

(36) صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب لا صدقة الا عن ظهر غنی، الحدیث: ۱۳۲۶، ج ۱، ص ۲۸۱

حدیث ۳۹: ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیحین میں مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: مسلمان جو کچھ اپنے اہل پر خرچ کرتا ہے، اگر ثواب کے لیے ہے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ (37)

حدیث ۴۰: زینب زوجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیحین میں مروی، انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کرایا، شوہر اور یتیم بچے جو پرورش میں ہیں ان کو صدقہ دینا کافی ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ان کو دینے میں دو نا اجر ہے، ایک اجر قرابت اور ایک اجر صدقہ۔ (38)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں لفظ ظہر زائد ہے جس کے کوئی معنی نہیں مگر حق یہ ہے کہ زائد نہیں بلکہ بمعنی قوت و غلبہ ہے یعنی صدقہ بہتر وہ ہے کہ صدقہ دینے والا صدقہ دے کر خود بھی خوب نفعی رہے یا تو مال کا نفعی رہے یعنی سب خیرات نہ کر دے کہ کل کو خود اور اس کے ہل بچے بھیک مانگتے پھریں۔ غرض کہ صدقہ دے کر خود فقیر بھکاری نہ بن جاؤ یا دل کا نفعی کہ سب کچھ دے کر بھی لوگوں سے بے نیاز رہے جیسے حضرت ابو بکر صدیق نے سب کچھ راہ خدا میں دے دیا کہ گھر میں کچھ نہ رکھا لہذا یہ حدیث صدیق اکبر کے اس عمل کے خلاف نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ عوام مسلمین اصلی ضرورت سے زیادہ مال خیرات کریں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْغَلَوُ" غلو سے مراد ضرورت سے بچا مال اور خاص متوکلین کل مال بھی لٹا سکتے ہیں، یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔

۲۔ یعنی اپنا مال پہلے اپنے پر، پھر اپنے بال بچوں پر، پھر غریب قرابت والوں پر، پھر دوسروں پر خرچ کرو، چونکہ مؤمن کو ان سب خرچوں میں صدقہ کا ثواب ملتا ہے اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خرچوں کو صدقہ میں شامل فرمایا۔ سبحان اللہ! کیسی پیاری ترتیب ہے اور کیسی نفیس تعلیم اہل قرابت کو صدقہ دینے میں صدقہ کا بھی ثواب ہے اور قرابت ادا کرنے کا بھی جیسا کہ گلی حدیث میں آ رہا ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۵۵)

(37) صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقة علی الاہل الخ، الحدیث: ۵۳۵۱، ج ۳، ص ۵۱۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ گھر والوں سے مراد بیوی بچے اور سارے عزیز ہیں، انکی ترتیب کتب فقہ میں دیکھو۔ اور طلب اجر سے مراد یہ ہے کہ ان سب پر خرچ کرے سنت جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سنت کی نیت سے تو خود اپنا کھانا، سونا، ہنسنا، رونا بلکہ جینا مرنا عبادت ہے، اللہ تعالیٰ نیت خیر نصیب کرے۔ دنیا کو دکھانے اور اپنی ناموری کے لیے تو نماز پڑھنا بھی عبادت نہیں چہ جائیکہ یہ خرچ ہذا ایسا شادیوں میں جو مختلف رسوم کے ماتحت اہل قرابت کو یا کیوں کو نیک دستور یا حقوق دیئے جاتے ہیں ثواب نہیں کہ وہ اللہ کے لیے نہیں اپنے نام کے لیے ہیں۔ اس سید انصواء صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب ثواب کی قید لگائی، اللہ تعالیٰ نیت خیر و اخلاص نصیب کرے۔ آمین!

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۵۶)

(38) صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة والصدقة الخ، الحدیث: ۱۰۰۰، ص ۵۰۱

حدیث ۴۱: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی سلیمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین کو صدقہ دینا، صرف صدقہ ہے اور رشتہ والے کو دینا، صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔ (39)

حدیث ۴۲: امام بخاری و مسلم ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: گھر میں جو کھانے کی چیز ہے، اگر عورت اُس میں سے کچھ دیدے مگر ضائع کرنے کے طور پر نہ ہو تو اُسے دینے کا ثواب ملے گا اور شوہر کو کمانے کا ثواب ملے گا اور خازن (بھنڈاری) کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ ایک کا اجر دوسرے کے اجر کو کم نہ کریگا (40) یعنی اس صورت میں کہ جہاں ایسی عادت جاری ہو کہ عورتیں دیا کرتی ہوں اور شوہر

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۲۔ سارے آئمہ اس پر متفق ہیں کہ خاوند اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں۔ ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ نہیں دے سکتی، دیگر آئمہ فرماتے ہیں کہ دے سکتی ہے، ان بزرگوں کی دلیل یہ حدیث ہے۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ نقل مراد ہے صدقہ فرض کی تصریح نہیں ممانعت کی صریح حدیث آگے آرہی ہے، نیز عورت و خاوند کے مال قریباً مشترک ہوتے ہیں تو جب خاوند بیوی کو زکوٰۃ نہ دے سکا تو بیوی خاوند کو زکوٰۃ کیسے دے سکتی ہے۔ صدقہ کا لفظ صدقہ نقلی پر عام شائع ہے۔ چنانچہ کتاب الزکوٰۃ کی آخری حدیث میں آئے گا کہ ایک عورت نے اپنی ماں کو صدقہ دیا یعنی صدقہ نقلی۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۶۰)

(39) جامع الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء فی الصدقۃ علی ذی القربۃ، الحدیث: ۶۵۸، ج ۲، ص ۱۳۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ پہلے مسکین سے مراد اجنبی مسکین ہے یعنی اجنبی مسکین کو خیرات دینے میں صرف خیرات کا ثواب ہے اور اپنے عزیز مسکین کو خیرات دینے میں خیرات کا بھی ثواب ہے اور صلہ رحمی کا بھی۔ صلہ رحمی یعنی اہل قربت کا حق ادا کرنا بھی عبادت ہے، بہترین عبادت، پھر جس قدر رشتہ قوی اسی قدر اس کے ساتھ سلوک کرنا زیادہ ثواب ہے اس لیے رب تعالیٰ نے اہل قربت کا ذکر پہلے فرمایا کہ ارشاد فرمایا: "قَاتِلْ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهُ وَالْيَسْكُنْ وَالْاِثْنِ السَّيِّئِ" (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۶۵)

(40) صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب من امر خاوند مباح، الحدیث: ۱۳۲۵، ج ۱، ص ۲۸۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اگرچہ حدیث پاک میں کھانے کی خیرات کا ذکر ہے مگر اس میں تمام وہ معمولی چیزیں داخل ہیں جن کے خیرات کرنے کی خاوند کی طرف سے عادت اجازت ہوتی ہے جیسے پھنا پرانا کپڑا، ٹوٹا جوتا وغیرہ اور کھانے میں بھی عام کھانا روٹی سالن داخل ہے جس کو خیرات کرنے سے خاوند کی طرف سے ناراضی نہیں ہوتی، اگر خاوند نے کوئی خاص ملوہ یا مہجون اپنے گھر کے لیے بہت روپیہ خرچ کر کے تیار کی ہے تو

منع نہ کرتے ہوں اور اسی حد تک جو عادت کے موافق ہے مثلاً روٹی دو روٹی، جیسا کہ ہندوستان میں عموماً رواج ہے اور اگر شوہر نے منع کر دیا ہو یا وہاں کی ایسی عادت نہ ہو تو بغیر اجازت عورت کو دینا جائز نہیں۔ ترمذی میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: عورت شوہر کے گھر سے بغیر اجازت کچھ نہ خرچ کرے۔ عرض کی گئی، کھانا بھی نہیں؟ فرمایا: یہ تو بہت اچھا مال ہے۔ (41)

حدیث ۴۳: صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خازن مسلمان امانت دار کہ جو اُسے حکم دیا گیا، پورا پورا اُس کو دے دیتا ہے، وہ دو صدقہ دینے والوں میں کا ایک ہے۔ (42)

اس میں سے خیرات کی عورت کو اجازت نہیں۔ مرقات نے فرمایا یہاں خرچ کرنے میں بچوں پر خرچ، مہمانوں کی خاطر تواضع پر خرچ، بھکاری فقیر پر خرچ سب ہی شامل ہے مگر شرط یہی ہے کہ مال برباد کرنے کی نیت نہ ہو بلکہ حصول ثواب کا ارادہ ہو اور اتنا ہی خرچ کرے جتنے خرچ کر دینے کی عادت ہوتی ہے۔

۲۔ یہاں اصل ثواب میں سب برابر ہیں اگرچہ مقدار ثواب میں فرق ہے۔ کمانے والے کا ثواب ان سب میں زیادہ ہوگا لہذا یہ حدیث اگلی حدیث کے خلاف نہیں جس میں عورت کے لیے آدھا ثواب فرمایا گیا ہے کہ یہاں اصل ثواب میں برابر مقصود ہے اور وہاں مقدار ثواب میں فرق ہے۔ (مرآۃ السانج شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۷۳)

(41) جامع الترمذی، أبواب الزکاة، باب ماجاء فی نفقة المرأة من بیت زوجها، الحدیث: ۶۷۰، ج ۲، ص ۱۳۹

(42) صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب اجر الخادم الخ، الحدیث: ۱۳۳۸، ج ۱، ص ۴۸۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ بادشاہوں امیروں کے ہاں خزانچی بھی ملازم ہوتے ہیں جن کے پاس مالک کا روپیہ جمع رہتا ہے جس کا وہ لین دین کرتے ہیں اور حسب رکھتے ہیں خزانچی مسلمان بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی اگلا اجر صرف مسلمان خزانچی کے لیے ہے کیونکہ کافر کسی نیکی کے ثواب کا مستحق نہیں، ثواب قبولیت پر ملتا ہے اور قبولیت کی شرط اسلام ہے۔ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ حتی الامکان خزانچی مسلمان رکھے اور کلیدی آسامیوں پر مسلمان کو لگائے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّنْ دُونِکُمْ"۔ کفار کو اپنا مشیر نہ بناؤ، نیز امین اور حساب دان مسلمان کو خزانچی بناؤ۔

۲۔ یعنی اگر مسلمان امین خزانچی میں صدقہ دیتے وقت چار صفتیں جمع ہو جائیں تو مالک کی طرح اسے بھی صدقہ کا ثواب ملے گا: (۱) مالک کے حکم سے صدقہ دے۔ (۲) پورا پورا صدقہ دے حکم سے کم نہ دے۔ (۳) خوشدلی سے دے جل کر نہ دے جیسا کہ بعض خازنوں کی عادت ہے کہ مالک خیرات کرے ان کی جان چلے۔ (۴) جہاں صدقہ دیجے کو کہا گیا ہے وہاں ہی دے مصرف نہ بدلے، مسجد میں دینے کو کہا ہے تو مسجد میں دے، خانقاہ پر خرچ کرنے کو کہا ہے تو وہاں ہی خرچ کرے۔ وحی کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے: "فَمَنۡ ہٰذِلَہٗ

حدیث ۴۴: حاکم اور طبرانی اوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ ایک لقمہ روٹی اور ایک ٹٹھی خرما اور اس کی مثل کوئی اور چیز جس سے مسکین کو نفع پہنچے۔ اُن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تین شخصوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے۔ ایک صاحب خانہ جس نے حکم دیا، دوسری زوجہ کہ اسے تیار کرتی ہے، تیسرے خادم جو مسکین کو دے آتا ہے پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے جس نے ہمارے خادموں کو بھی نہ چھوڑا۔ (43)

حدیث ۴۵: ابن ماجہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ (عزوجل) کی طرف رجوع کرو اور مشغولی سے پہلے اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرو اور پوشیدہ و علانیہ صدقہ دے کر اپنے اور اپنے رب کے درمیان تعلقات کو ملاؤ تو تمہیں روزی دی جائے گی اور تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری شکستگی دور کی جائے گی۔ (44)

حدیث ۴۶: صحیحین میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تم میں ہر شخص سے اللہ عزوجل کلام فرمائے گا، اس کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین کوئی ترجمان نہ ہوگا، وہ اپنی دہنی طرف نظر کریگا تو جو کچھ پہلے کر چکا ہے، دکھائی دے گا، پھر بائیں طرف دیکھے گا تو وہی دیکھے گا، جو پہلے کر چکا ہے، پھر اپنے سامنے نظر کریگا تو مونہہ کے سامنے آگ دکھائی دے گی تو آگ سے بچو، اگرچہ خرے کا ایک ٹکڑا دے کر۔ (45) اور اسی کے مثل عبد اللہ بن مسعود و صدیق اکبر و اُم المؤمنین صدیقہ و انس و ابو ہریرہ و ابو امامہ و نعمان بن بشیر وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔

حدیث ۴۷: ابویعلیٰ جابر اور ترمذی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: صدقہ خطا کو ایسے بجھاتا ہے جیسے پانی آگ کو۔ (46)

حدیث ۴۸: امام احمد و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰی سَمِعَہُ قَالَتْ اَلْحَمْدُ عَلٰی الَّذِیْنَ یَسْتَلُوْنَہُ۔ یہ حدیث گویا اس آیت شریف کی تفسیر ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۷۵)

(43) المعجم الاوسط، باب الحکم، الحدیث: ۵۳۰۹، ج ۴، ص ۸۹۔

(44) سنن ابن ماجہ، ابواب اکلۃ الصلوات، باب فی فرض الجمعة، الحدیث: ۱۰۸۱، ج ۲، ص ۵۔

(45) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ الخ، الحدیث: ۶۷۷- (۱۰۱۶)، ص ۵۰۷۔

(46) جامع الترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاۃ، الحدیث: ۲۶۲۵، ج ۴، ص ۲۸۰۔

تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہر شخص قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا، اُس وقت تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ (47) اور طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ صدقہ قبر کی حرارت کو دفع کرتا ہے۔ (48)

حدیث ۴۹: طبرانی و بیہقی حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسل راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رب عزوجل فرماتا ہے: اے ابن آدم! اپنے خزانہ میں سے میرے پاس کچھ جمع کر دے، نہ جلے گا، نہ ڈوبے گا، نہ چوری جائے گا۔ تجھے میں پورا دوں گا، اُس وقت کہ تو اُس کا زیادہ محتاج ہوگا۔ (49)

حدیث ۵۰ و ۵۱: امام احمد و بزار و طبرانی و ابن خزیمہ و حاکم و بیہقی بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور بیہقی ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ آدمی جب کچھ بھی صدقہ نکالتا ہے تو ستر ۷۰ شیطان کے جڑے چیر کر لگتا ہے۔ (50)

حدیث ۵۲: طبرانی نے عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: مسلمان کا صدقہ عمر میں زیادتی کا سبب ہے اور بھری موت کو دفع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے تکبر و فخر کو دور فرما دیتا ہے۔ (51)

حدیث ۵۳: طبرانی کبیر بن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: صدقہ بُرائی کے ستر ۷۰ دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔ (52)

حدیث ۵۴: ترمذی و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم حارث اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ اللہ عزوجل نے یحییٰ بن زکریا علیہما الصلوٰۃ والسلام کو پانچ باتوں کی وحی بھیجی کہ خود عمل کریں اور بنی اسرائیل کو حکم فرمائیں کہ وہ ان پر عمل کریں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ اس نے تمہیں صدقہ کا حکم فرمایا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو دشمن نے قید کیا اور اس کا ہاتھ گردن سے ملا کر باندھ دیا اور اُسے مارنے کے لیے لائے، اُس وقت تھوڑا بہت جو کچھ تھا، سب کو دے کر اپنی جان بچائی۔ (53)

(47) المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند الشاميين، حدیث عقبہ بن عامر، الحدیث: ۵۳۳۵ ج ۶، ص ۱۲۶

(48) المعجم الکبیر، الحدیث: ۷۸۷، ج ۱، ص ۲۸۶

(49) شعب الایمان، باب فی الزکاة، التحریض علی صدقۃ التطوع، الحدیث: ۲۳۴۲، ج ۳، ص ۲۱۱

(50) المسند للإمام أحمد بن حنبل، حدیث بریدۃ الأسلمی، الحدیث: ۲۳۰۲۳، ج ۹، ص ۱۲

(51) المعجم الکبیر، الحدیث: ۳۱، ج ۱، ص ۲۲

(52) المعجم الکبیر، الحدیث: ۲۳۰۲، ج ۳، ص ۲۷۴

(53) جامع الترمذی، أبواب الامثال، باب ما جاء فی مثل الصلاة والصيام والصدقة، الحدیث: ۲۸۷۲، ج ۴، ص ۳۹۳

حدیث ۵۵: ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس نے حرام مال جمع کیا پھر اُسے صدقہ کیا تو اُس میں اُس کے لیے کچھ ثواب نہیں، بلکہ گناہ ہے۔ (54)

حدیث ۵۶: ابو داؤد و ابن خزیمہ و حاکم انھیں سے راوی، عرض کی، یا رسول اللہ (عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: کم مایہ شخص کا کوشش کر کے صدقہ دینا۔ (55)

حدیث ۵۷: نسائی و ابن خزیمہ و ابن حبان انھیں سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک درہم لاکھ درہم سے بڑھ گیا۔ کسی نے عرض کی، یہ کیونکر یا رسول اللہ (عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)؟ فرمایا: ایک شخص کے پاس مال کثیر ہے، اُس نے اُس میں سے لاکھ درہم لے کر صدقہ کیے اور ایک شخص کے پاس صرف ۲ درہم ہیں، اُس نے اُن میں سے ایک کو صدقہ کر دیا۔ (56)



(54) الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان، كتاب الزكاة، باب التطوع، الحديث: ۳۳۵۶، ج ۵، ص ۱۵۱

(55) سنن أبي داود، كتاب الزكاة، باب الرخصة في ذلك، الحديث: ۱۶۷۷، ج ۲، ص ۱۷۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

ا۔ یعنی غریب آدمی محنت مزدوری کرے پھر اس میں سے خیرات بھی کرے اس کا بڑا درجہ ہے۔ خیال رہے کہ بعض لحاظ سے غنی کی خیرات افضل ہے جب کہ وہ توکل میں کامل نہ ہو اور بعض لحاظ سے فقیر کی خیرات افضل ہے جب کہ وہ اس کے گھر والے صبر و توکل میں کامل ہوں لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ صدقہ ہٹے بہتر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہاتھ کا فقیر دل کا غنی تھوڑی سی خیرات کرے تو ہاتھ کے غنی کی بہت سی خیرات سے افضل ہے لہذا وہاں غنی والی حدیث میں دل کی غنا مراد ہو سکتی ہے تب بھی احادیث میں تعارض نہیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۶۳)

(56) الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان، كتاب الزكاة، باب صدقة التطوع، الحديث: ۳۳۳۶، ج ۵، ص ۱۴۴

روزہ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾ أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٤﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٨٥﴾ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ أَجَلٌ لَكُمْ لَيْلَةُ الصِّيَامِ الرِّفْقُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتُمُوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾) (1)

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا ان پر فرض ہوا تھا جو تم سے پہلے ہوئے، تاکہ تم گنہگاروں سے بچو چند دنوں کا۔ پھر تم میں جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو، وہ اور دنوں میں گنتی پوری کرنے لے اور جو طاقت نہیں رکھتے، وہ فدیہ دیں۔ ایک مسکین کا کھانا پھر جو زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ ماہ رمضان جس میں قرآن اتارا گیا۔ لوگوں کی ہدایت کو اور حق و باطل میں جدائی بیان کرنے کے لیے تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے تو اس کا روزہ رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لے۔ اللہ (عزوجل) تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے، سختی کا ارادہ نہیں فرماتا اور تمہیں چاہیے کہ گنتی پوری کرو اور اللہ (عزوجل) کی بڑائی بولو، کہ اُس نے تمہیں ہدایت کی اور اس امید پر کہ اس کے شکر گزار ہو جاؤ۔ اور اے محبوب (صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ! جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں نزدیک ہوں، دُعا کرنے والے کی دُعا سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارے تو انھیں چاہیے کہ میری بات قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں، اس اُمید پر کہ راہ پائیں۔ تمہارے لیے روزہ کی رات میں عورتوں سے جماع حلال کیا گیا، وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس۔ اللہ (عزوجل) کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں پر خیانت کرتے ہو تو تمہاری توبہ قبول کی اور تم سے معاف فرمایا تو اب اُن سے جماع کرو اور اسے چاہو جو اللہ (عزوجل) نے تمہارے لیے لکھا اور کھاؤ اور پیو اس وقت تک کہ فجر کا شہید ڈور اسیاہ ڈورے سے ممتاز ہو جائے پھر رات تک روزہ پورا کرو اور ان سے جماع نہ کرو اس حال میں کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو۔ یہ اللہ (عزوجل) کی حدیں ہیں، اُن کے قریب نہ جاؤ، اللہ (عزوجل) اپنی نشانیاں یوہیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ بچیں۔

روزہ بہت عمدہ عبادت ہے، اس کی فضیلت میں بہت حدیثیں آئیں۔ ان میں سے بعض ذکر کی جاتی ہیں۔
حدیث ۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب رمضان آتا ہے، آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (2)

(2) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب بل یقال رمضان أو صفر رمضان الخ، الحدیث: ۱۸۹۹، ج ۱، ص ۶۲۶

رمضان میں روزہ رکھنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو ایمان اور میت ثواب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے گا اس کے پچھلے گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ (پ ۲، البقرہ: ۱۸۳)

(صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب الترغیب فی قیام رمضان الخ، رقم ۷۶۰، ص ۳۸۲)

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قرطوب و سبب، صاحب معطر پسینہ، باعث ثواب سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے حقوق کو پہچانا اور ان کی حفاظت کی تو اس کے پچھلے گناہ مٹا دیے جائیں گے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الصیام، باب الترغیب فی صیام رمضان احتساباً، رقم ۴، ج ۲، ص ۵۵)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، پانچوں نمازیں اور جمعہ اگلے جمعہ تک اور رمضان اگلے رمضان تک کے گناہوں کا کفارہ ہے جب کہ بندہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الاصلوات الخمس الخ، رقم ۲۳۳، ص ۱۴۴)

حضرت سیدنا عمرو بن مژہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کثاعہ قبیلے کے ایک شخص نے حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے رسول ہیں اور پانچوں نمازیں پڑھتا ہوں اور رمضان کے روزے رکھتا ہوں اور اس میں قیام کرتا ہوں اور

زکوٰۃ ادا کرتا ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو یہ کام کرتے ہوئے مرے گا وہ صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب الصیام، باب فضل الصیام رقم ۳۳۲۹، ج ۵، ص ۱۸۳)

حضرت سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دائائے عیوب، منزہ عن الخیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، منبر کے قریب آ جاؤ۔ چنانچہ ہم وہاں حاضر ہو گئے۔ جب آپ نے پہلے زینہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین اور جب دوسرے زینہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین اور جب تیسرے زینہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ جب آپ نے منبر سے نزول فرمایا تو ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم نے آپ سے وہ بات سنی ہے جو پہلے کبھی نہ سنی تھی۔ ارشاد فرمایا، جبرائیل علیہ السلام میرے سامنے حاضر ہوئے اور کہا کہ جس نے رمضان کا مہینہ پایا پھر اس کی مغفرت نہ ہوئی وہ رحمت سے محروم ہو، تو میں نے آمین کہا، جب میں نے دوسرے زینہ پر قدم رکھا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو اور وہ درود پاک نہ پڑھے وہ رحمت سے محروم ہو، تو میں نے آمین کہا پھر جب میں نے تیسرے زینہ پر قدم رکھا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا جس کے پاس اس کے والدین یا ان میں سے ایک بڑھاپے کو پہنچا اور انہوں نے اسے جنت میں داخل نہ کرایا تو وہ رحمت سے محروم ہے، تو میں نے کہا آمین۔

(مسند رک، کتاب البر والصلۃ، باب لعن اللہ العاق لوالدینہ الخ، رقم ۳۳۸، ج ۵، ص ۲۱۲)

اسی روایت کو ابن خزیمہ اور ابن حبان رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے نزور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ محمد و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تمہارے پاس برکتوں والا مہینہ ماہ رمضان آ گیا جس کے روزے اللہ عزوجل نے تم پر فرض کئے ہیں، اس مہینے میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اس مہینے میں سرکش شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے، اس مہینے میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس رات کی بھلائی سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔

(سنن نسائی، کتاب الصیام، باب فضل شہر رمضان، جلد ۴، ص ۱۲۹)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان آیا تو شہنشاہ خوش بخت، بیکر حسن و جمال، دافع رنج و قتال، صاحبِ بخود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بے شک یہ مہینہ تمہارے پاس آ گیا ہے، اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا اور اس کی بھلائی سے بد نصیب ہی محروم رہتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ما جاء فی فضل شہر رمضان، رقم ۱۶۳۲، ج ۲، ص ۲۹۸)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم المرسلین، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، امیس الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، یہ رمضان تمہارے پاس آ گیا ہے، اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے، محروم ہے ←

وہ شخص جس نے رمضان کو پایا اور اس کی مغفرت نہ ہوئی کہ جب اس کی رمضان میں مغفرت نہ ہوئی تو پھر کب ہوگی؟

(مجمع الزوائد، کتاب الصیام باب فی شہور البرکۃ وفضل شہر رمضان، رقم ۷۸۸، ج ۳، ص ۳۲۵)

حضرت سیدنا عہدہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہِ نبوت، نجران جو درخشاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربِّ اعزت، محسنِ انسا میت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کی آمد کے بعد ایک دن فرمایا، تمہارے پاس برکتوں والا مہینہ رمضان آگیا، اللہ عزوجل اس مہینے میں تمہیں ڈھانپ دیتا ہے پھر رحمت نازل فرماتا ہے اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اس مہینے میں دعا قبول فرماتا ہے اللہ عزوجل تمہاری نیکیوں کی طرف دیکھتا ہے اور تم پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے، لہذا! اس مہینے میں اپنی جانب سے اللہ عزوجل کو بھلائی دکھاؤ کیونکہ بد بخت وہی ہے جو اس مہینے میں اللہ عزوجل کی رحمت سے محروم رہا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصیام باب فی شہور البرکۃ وفضل شہر رمضان، رقم ۷۸۳، ج ۳، ص ۳۲۲)

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سزور، دو جہاں کے تاجدار، سلطانِ نحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور آخری رات تک ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور جو بندہ اس مہینے کی کسی رات میں نماز پڑھتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے ہر سجدے کے عوض پندرہ سو نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے لئے جنت میں سرخ یا قوت کا ایک گھر بنادیا جاتا ہے جس کے ساتھ ہزار دروازے ہوتے ہیں اور ہر دروازے پر سونے کی طمع کاری ہوگی اور اس پر سرخ یا قوت بڑے ہوں گے، جب بندہ رمضان کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کے پچھلے رمضان کے پہلے دن کے روزے تک کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس کے لئے روزانہ ستر ہزار فرشتے فجر کی نماز سے غروب آفتاب تک استغفار کرتے ہیں اور اسے رمضان کے ہر دن اور ہر رات میں سجدہ کرنے پر جنت میں ایک ایسا درخت عطا کیا جاتا ہے جس کے سایہ میں کوئی سوار پانچ سو سال تک چلتا رہے۔

(شعب الایمان، فضائل شہر رمضان، باب فی الصیام، رقم ۶۳۵، ج ۳، ص ۳۰۲)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مقرر، صیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہ مہینہ تمہارے قریب آگیا، خدا عزوجل کی قسم! مسلمانوں پر کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرا جو ان کے لئے اس مہینے سے بہتر ہو اور منافقین پر کوئی ایسا مہینہ نہیں گزرا جو ان کے لئے اس مہینے سے بدتر ہو، خدا عزوجل کی قسم! اللہ عزوجل اس مہینے کا ثواب اور نوافل اس کی آمد سے پہلے ہی لکھ دیتا ہے اور اس مہینے کا گناہ اور محرومی اس مہینے کی آمد سے پہلے ہی لکھ دیتا ہے اور اسی وجہ سے مومن اس مہینے میں عبادت میں اضافہ کر دیتا ہے اور منافق اس مہینے میں مومنین کو غفلت میں ڈالنے اور ان کے رازِ ظاہر کرنے میں اضافہ کر دیتا ہے۔ (ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب فی فضل شہر رمضان، رقم ۱۸۸۲، ج ۳، ص ۱۸۸)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجدار،

محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو بیڑیوں میں جکڑ لیا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رحمت (یعنی جنت) کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ (مسلم، کتاب الصیام، باب فضل مہر رمضان، رقم ۱۰۷۹، ج ۱، ص ۵۳۳)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین اور شریر جنات کو بیڑیوں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے پھر کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور ایک منادی ندا کرتا ہے، اے بھلائی کے طلب گار! متوجہ ہو جا اور اے شر کے طلب گار! شر سے باز آ، اور اللہ عزوجل جہنم سے بے شمار لوگوں کو آزادی عطا فرماتا ہے اور ایسا ہر رات میں ہوتا ہے۔ (ابن خزیمہ، کتاب الصیام، رقم ۱۸۸۳، ج ۳، ص ۱۸۸)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ مدینہ قمر اربعہ، صاحب معطر پسینہ، باعث قبول سکینہ، فیض مہینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پورا مہینہ ان میں سے ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور جہنم کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور پورا مہینہ ان میں سے ایک دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا اور شریر جنات کو باندھ دیا جاتا ہے اور روزانہ رات کو آسمان سے ایک منادی طلوع فجر تک ندا کرتا ہے، اے خیر کے طلب گار! متوجہ ہو جا اور خوشخبری لے لے اور اے شر کے طلب گار! شر سے باز آ اور اپنی آنکھیں کھول، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا تاکہ اس کی مغفرت کی جائے، ہے کوئی توبہ کرنے والا تاکہ ہم اس کی توبہ قبول فرمائیں، ہے کوئی دعا مانگنے والا تاکہ ہم اس کی دعا قبول فرمائیں، ہے کوئی ہم سے مانگنے والا تاکہ ہم اس کی مراد عطا فرمائیں، اور اللہ عزوجل رمضان کی ہر رات میں افطاری کے وقت ساٹھ ہزار افراد کو جہنم سے نجات عطا فرماتا ہے اور جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو جتنے افراد کو پورے رمضان میں جہنم سے آزاد کیا گیا ان کی تعداد کے برابر افراد کو جہنم سے آزاد کر دیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان، باب فی الصیام، رقم ۳۶۰۶، ج ۳، ص ۳۰۴)

حضرت سیدنا ابوالائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان نحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ روزانہ افطاری کے وقت ایک تعداد کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے۔

(المعجم الکبیر، رقم ۸۰۸۹، ج ۸، ص ۲۸۳)

حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحب نولاک، سیاح اقلک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل رمضان کے ہر دن اور ہر رات میں ایک تعداد کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور رمضان کے ہر دن اور رات میں مسلمان کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الصوم، باب الترغیب فی صیام رمضان الخ، رقم ۲۷۷، ج ۲، ص ۱۳)

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ السہلین، رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہَا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہَا وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا، میری امت کو رمضان میں پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں، پہلی: یہ کہ جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو اللہ عزوجل ان پر نظر رحمت فرماتا ہے اور جس کی طرف اللہ عزوجل نظر رحمت فرمائے اسے کبھی عذاب نہیں دے گا، دوسری: یہ کہ شام کے وقت ان کے منہ کی بو اللہ عزوجل کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہوتی ہے، تیسری: یہ کہ مانگہ ہر دن اور رات میں ان کے لئے استغفار کرتے ہیں، چوتھی: یہ کہ اللہ عزوجل اپنی جنت کو حکم دیتا ہے کہ تیار ہو جا اور میرے بندوں کے لئے سنور چا قریب ہے کہ وہ دنیا کی ٹھکن مٹانے کے لئے میرے گھر اور میری کمری کے سائے میں آرام کریں، پانچویں: یہ کہ جب رمضان کی آخری رات ہوتی ہے تو ان سب کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ کسی نے عرض کیا، کیا آخری رات سے مراد لیلۃ القدر ہے؟ فرمایا، نہیں! کیا تم نہیں جانتے کہ مزدور جب کام مکمل کر کے فارغ ہو جاتا ہے تو اسے پورا بدلہ دیا جاتا ہے۔

(شعب الایمان، باب الصیام، فصل فضائل شهر رمضان، رقم ۳۶۰۳، ج ۳، ص ۳۰۳)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، داناتے محبوب، مختارہ عن الخیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، میری امت کو رمضان میں پانچ ایسی خصلتیں عطا کی گئیں ہیں جو ان سے پہلے کسی امت کو عطا نہیں کی گئیں، روزے دار کے منہ کی بو اللہ عزوجل کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے اور انکے افطار کرنے تک مچھلیاں ان کے لئے استغفار کرتی ہیں اور اللہ عزوجل روزانہ اپنی جنت کو سجاتا ہے اور فرماتا ہے کہ عنقریب میرے نیک بندوں سے تکلیف اٹھائی جائے گی اور وہ حیرت انگیز طرف آئیں گے، اور اس میں سرکش شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اور وہ رمضان میں اس کام کے لئے ہرگز کوئی راہ نہیں پاتے جس میں وہ رمضان کے علاوہ مصروف ہوتے تھے اور رمضان کی آخری رات میں ساری امت کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ عرض کیا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ آخری رات شب قدر ہے؟ فرمایا، نہیں، مزدور کو پوری مزدوری اسی وقت دی جاتی ہے جب وہ اپنا کام پورا کر لیتا ہے۔

(مسند احمد، رقم ۷۹۲۲، ج ۳، ص ۱۳۴)

حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، اے لوگو! ایک عظمت و برکت والا مہینہ تمہارے پاس آ گیا ہے، اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس کے روزے اللہ عز و جل نے فرض فرمائے ہیں، اس کی رات میں قیام کرنا نفل ہے۔ جو اس میں کوئی نیکی کا کام کرے گا گویا اس نے رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں کوئی فرض ادا کیا اور جو اس مہینے میں فرض ادا کرے گا گویا اس نے رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں ستر فرض ادا کئے، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے، یہ رحم کرنے کا مہینہ ہے، یہ ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، جس نے روزہ دار کو روزہ افطار کروایا اس کے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے اور اسے جہنم سے آزاد کر دیا جاتا ہے اور اسے روزے دار کا ثواب دیا جاتا ہے اور روزے دار کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جاتی۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر ایک روزے دار کو انظار کرانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ عزوجل یہ ثواب شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو کسی روزے دار کو ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا دودھ کی لسی کے ذریعے انظار کرائے گا۔ پھر فرمایا، اس مہینے کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے، جو اس مہینے میں اپنے غلاموں کے کام میں تخفیف کریگا اللہ عزوجل اس کی مغفرت فرمادے گا اور اسے جہنم سے آزاد فرمادے گا، اس مہینے میں چار کام کثرت سے کیا کرو، ان میں سے دو خصلتیں تو وہ ہیں جن کے ذریعے تم اپنے رب عزوجل کو راضی کر سکتے ہو اور دو خصلتیں وہ ہیں جن سے تم بے نیاز نہیں ہو سکتے، وہ دو خصلتیں جن کے ذریعے تم اپنے رب عزوجل کو راضی کر سکتے ہو، وہ یہ ہیں (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی معبود نہیں (۲) اور اللہ عزوجل سے استغفار کرنا اور وہ دو خصلتیں جن سے تم بے نیاز نہیں ہو سکتے، وہ یہ ہیں (۱) اللہ عزوجل سے جنت کا سوال کرنا اور (۲) جہنم سے پناہ طلب کرنا، اور جو کسی روزہ دار کو پانی پلائے گا اللہ عزوجل اسے میرے حوض سے ایسا گھونٹ پلائے گا جس کے بعد اسے پیاس نہیں لگے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب فضائل شہر رمضان، رقم ۸۸۷، ج ۳، ص ۱۹۱)

حضرت سیدنا ابوسعود ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن رمضان کا چاند نظر آنے کے بعد شہنشاہ خوش خصل، ہیکر حسن و جمال، دلیچ رنج و غلام، صاحب بجز و نوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر بندے جان لیں کہ رمضان میں کیا ہے تو میری امت ضرور یہ تمنا کرتی کہ پورا سال رمضان ہو۔ بخواتم کے، ایک شخص نے عرض کیا، یا نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں کچھ بتائیے۔ ارشاد فرمایا، بیشک سال کی ابتداء سے لے کر آخر تک جنت کو رمضان کیلئے سجا دیا جاتا ہے، جب رمضان کا پہلا دن آتا ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے اور جنت کے درختوں کے پتے ہلنا شروع ہو جاتے ہیں تو خورمیں ان کی طرف دیکھ کر عرض کرتی ہیں، یا رب عزوجل! ہمارے لئے اس مہینے میں اپنے بندوں میں سے کچھ شوہر بنا دے جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔ پھر فرمایا، جو بندہ رمضان کے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے موتیوں کے یک خیمے میں اس کا نکاح خورمیں میں سے ایک حور کے ساتھ کر دیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ بِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾

ترجمہ کنز الایمان: حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین۔ (پ ۲۷، الرحمن: ۷۲)

ان میں سے ہر حور پر ستر چلے ہوتے ہیں جن میں ہر ایک کا رنگ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اور انہیں ستر رنگوں کی خوشبو عطر کی جاتی ہے اور ہر خوشبو کا رنگ دوسری سے مختلف ہوتا ہے اور ان میں سے ہر عورت کے ساتھ ستر ہزار کنیزیں کام کاج کے لئے ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ ستر ہزار غلام (یعنی غلام) ہوتے ہیں اور ہر غلام کے پاس سونے کا ایک برتن ہوتا ہے جن میں ایک قسم کا کھانا ہوتا ہے جس کے ہر لقمے کا ذائقہ دوسرے سے جدا ہوتا ہے اور ان میں سے ہر عورت کے لئے سرخ یا قوت کے ستر تخت ہوتے ہیں اور ہر تخت پر ستر ←

ایک روایت میں ہے، کہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (3)

ایک روایت میں ہے، کہ رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں۔ (4)

تولین ہوتے ہیں جن کا اندرونی حصہ مشرق (یعنی سبز ریشم) کا ہوتا ہے اور ہر قالین پر ستر رکھے ہوتے ہیں اور ان کے شوہر کو اتنے ہی سوتیلوں سے مزین سرخ یا قوت کے تخت عطا کئے جاتے ہیں اور سونے کے دو کنگن پہنائے جاتے ہیں اور یہ فضیلت اسے رمضان کا ہر روزہ رکھنے پر عطا کی جاتی ہے جبکہ دیگر نیکیوں کا ثواب اس کے علاوہ ہے۔

(ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب ذکر ترمین الجنۃ شہر رمضان، رقم ۱۸۸۶، ج ۳، ص ۱۹۰)

(3) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب بل یتقال رمضان أو شہر رمضان الخ، الحدیث: ۱۸۹۸، ج ۱، ص ۶۲۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

اب رمضان، رمض سے بنا بمعنی گرمی یا گرم، چونکہ بھٹی گندے لوہے کو صاف کرتی ہے اور صاف لوہے کو پرزہ بنا کر قیمتی کر دیتی ہے اور سونے کو محبوب کے پہننے کے رشت بنادیتی ہے اسی طرح روزہ گنہگاروں کے گناہ معاف کراتا ہے، نیک کار کے درجے بڑھاتا ہے اور ابرار کا قرب الہی زیادہ کرتا ہے اس لیے اسے رمضان کہتے ہیں، نیز یہ اللہ کی رحمت، محبت، ضمان، امان اور نورے کر آتا ہے اس لیے رمضان کہلاتا ہے۔ نسیاں رہے کہ رمضان یہ پانچ ہی نعمتیں لاتا ہے اور پانچ ہی عبادتیں: روزہ، تراویح، اعتکاف، شب قدر میں عبادات اور تلاوت قرآن، اسی مہینہ میں قرآن کریم اتر ا اور اسی مہینہ کا نام قرآن شریف میں لیا گیا ماہ رمضان کے تفصیل دار فضائل ہماری کتاب "تفسیر نعیمی" جلد دوم میں دیکھو۔

۲۔ حق یہ ہے کہ ماہ رمضان میں آسمانوں کے دروازے بھی کھلتے ہیں جن سے اللہ کی خاص رحمتیں زمین پر اترتی ہیں اور جنتوں کے دروازے بھی جس کی وجہ سے جنت والے حور و غلمان کو خبر ہو جاتی ہے کہ دنیا میں رمضان آگیا اور وہ روزہ داروں کے لیے دعاؤں میں مشغول ہو جاتے ہیں حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

۳۔ یہ جملہ بھی اپنے ظاہری معنے پر ہی ہے کہ ماہ رمضان میں واقعی دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس مہینہ میں گنہگاروں بلکہ کافروں کی قبروں پر بھی دوزخ کی گرمی نہیں پہنچتی۔ وہ جو مسلمانوں میں مشہور ہے کہ رمضان میں عذاب قبر نہیں ہوتا اس کا یہی مطلب ہے اور حقیقت میں ابلیس مع اپنی ذریتوں کے قید کر دیا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفس امارہ کی شرارت سے کرتا ہے نہ کہ شیطان کے بہکانے سے۔ فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث کے متعلق بہت سے اعتراضات و دفع ہو گئے مثلاً یہ کہ جب بھی جنت میں کوئی جا ہی نہیں رہا تو اس کے دروازے کھلنے سے کیا فائدہ یا یہ کہ جب دوزخ کے دروازے بند ہو گئے تو رمضان میں گرمی کہاں سے آتی ہے یا یہ کہ جب شیطان بند ہو گیا تو اس مہینہ میں گناہ کیسے ہوتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ الصالح، ج ۳، ص ۱۸۲)

(4) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل شہر رمضان، الحدیث: ۲۔ (۱۰۷۹)، ص ۵۲۳

اور امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ کی روایت میں ہے، جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر لیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور منادی پکارتا ہے، اے خیر طلب کرنے والے! متوجہ ہو اور اسے شر کے چاہنے والے! باز رہ اور کچھ لوگ جہنم سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ ہر رات میں ہوتا ہے۔ (5)

امام احمد و نسائی کی روایت انھیں خبیث ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان آیا، یہ برکت کا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کے طوق ڈال دیے جاتے ہیں اور اس میں ایک رات ایسی ہے

(5) جامع الترمذی، أبواب الصوم، باب ما جاء فی فضل شہر رمضان، الحدیث: ۶۸۲، ج ۲، ص ۱۵۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ان تین جملوں کی شرح ابھی کچھ پہلے ہو چکی ہے کہ یہ تینوں جملے اپنے ظاہری معنی پر ہیں ان میں کسی کی تادیل یا توجیہ کی ضرورت نہیں، چونکہ ابلیس ایک ہے اور اس کی ذریت بہت قسم کی جن کے نام بھی الگ ہیں اور کام بھی الگ یہ سب ہی ایک مہینہ کے لیے گرفتار کر لیے جاتے ہیں اس لیے شیاطین جمع فرمایا۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں جنت اور دوزخ کے دروازے کبھی کھلتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں مگر رمضان میں سارا مہینہ دوزخ کے دروازے بند رہتے ہیں جنت کے کھلے۔ سبحان اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کا دروازہ دیگر مہینوں میں شب جمعہ کو کھلتا ہے مگر ماہ رمضان میں ہمیشہ کھلا رہتا ہے کیوں نہ ہو کہ وہ ہم غریبوں کی جنت ہے۔ شعر

مسجد من کعبہ من قلند من آستان تو در تو کوئے تو

۲۔ اللہ کی طرف، رسول اللہ کی طرف، آ، جنت کی طرف، آ، مسجد کی طرف، آ، عبادت کی طرف، آ کیونکہ اب عمل قلیل پر جزائے جلیل ملے گی، زمانہ کمائی کا آگیا کچھ کمالے۔

۳۔ گناہوں سے باز، غیر اللہ کی طرف سے بھاگنے سے باز، رمضان رب کا مہمان ہے اس سے شرم کر۔ اس آواز کا اثر یہ دیکھا جا رہا ہے کہ اس زمانہ میں بے نماز نمازی ہو جاتے ہیں، بخل خلی بن جاتے ہیں، بچے اور بیمار جو نماز سے گھبراہٹیں روزہ پر حریص ہوتے ہیں حالانکہ روزہ نماز سے دشوار ہے روزہ میں عادت کستی اور نیند بڑھ جاتی ہے مگر پھر بھی مسجدیں بھری رہتی ہیں اور راتیں ذکر اللہ سے آباد۔

۴۔ یعنی مہینہ بھر روزانہ افطار کے وقت بہت سے ہم جیسے گنہگار جو اپنے گیارہ مہینوں کی بدکاریوں کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوتے ہیں انہیں اللہ روزہ کی برکت سے معافی دے دیتا ہے فرماتا ہے اگرچہ گنہگار ہیں مگر روزہ دار ہیں بخش دیا۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۸۶)

جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس کی بھلائی سے محروم رہا، وہ بیشک محروم ہے۔ (6)

(6) سنن النسائي، کتاب الصيام، باب ذکر الاختلاف علی معریفہ، الحدیث: ۲۱۰۳، ص ۳۵۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ برکت کے معنی ہیں بیٹھ جانا جم جانا اسی لیے اونٹ کے طولیہ کو مبارک الاہل کہا جاتا ہے کہ وہاں اونٹ بیٹھتے بندھتے ہیں اب یہ زیادتی خیر جو آکر نہ جائے برکت کہلاتی ہے، چونکہ ماہ رمضان میں حسی برکتیں بھی ہیں اور فیسی برکتیں بھی اس لیے اس مہینہ کا نام ماہ مبارک بھی ہے رمضان میں قدرتی طور پر موسموں کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور ہر نیکی کا ثواب ستر گناہ یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کی آمد پر خوش ہونا ایک دوسرے کو مبارک بار دینا سنت ہے اور جس کی آمد پر خوشی ہونا چاہیے اس کے جانے پر لم بھی ہونا چاہیے۔ دیکھو نکاح ختم ہونے پر عورت کو شرعاً غم لازم ہے اسی لیے اکثر مسلمان جمعۃ الوداع کو مغموم اور چشم پر نم ہوتے ہیں اور خطباء اس دن میں کچھ وداعیہ کلمات کہتے ہیں تاکہ مسلمان باقی گھڑیوں کو غنیمت جان کر نیکیوں میں اور زیادہ کوشش کریں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

۲۔ یعنی سب پر روزہ رمضان ہی فرض ہیں طالب روزہ رکھنے والا فدیہ نہیں دے سکتا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **بَلْشَہْدَہُ مَسْکُومٌ** یعنی کہ حاکمہ عورت نمازوں کی قضا نہیں کرتی مگر روزوں کی قضا کرتی ہے لہذا حدیث اپنے ظاہر پر ہے۔

۳۔ آسمان میں بہت سی قسم کے دروازے ہیں: روزی اور فرشتے اترنے کے لیے دروازے، لوگوں کے اعمال جانے کے دروازے، عذاب آنے کے دروازے، مخصوص رحمتیں اترنے کے دروازے وغیرہ یہاں یہ آخری قسم کے دروازے مراد ہیں یعنی رمضان میں خاص رحمتوں یا خاص فرشتوں کی آمد کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آسمان کے دروازے تو ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔

۴۔ اس جملہ کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں بہترین مطلب یہ ہے کہ عام شیاطین تو رب کے عام جیل خانوں میں بند کئے جاتے ہیں مگر بہت زیادہ سرکش شیاطین زنجیروں و طوقوں میں باندھے جاتے ہیں جیسے دنیاوی جیلوں میں پھانسی کے طرز کال کوٹھری میں بند ہوتے ہیں اور ڈاکوؤں کو بیزیاں پہنادی جاتی ہیں اسی لیے یہاں ٹنگل فرمایا گیا۔ قفل غل سے بنا، بمعنی زنجیر و طوق لہذا یہاں مردود کی قید احترازی ہے اور یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف بھی نہیں۔

۵۔ وہ رات شب قدر ہے جو بفضلہ تعالیٰ ہر ماہ رمضان میں ہوتی ہے کہ دوسری ہزار مہینوں کی عبادت سے جس میں شب قدر نہ ہو اس ایک رات کی عبادت بہتر ہے اور غالباً یہ رات ستائیسویں رمضان ہے۔ اس کی تفصیل ہمارے کتاب سمواعظہ نعیمیہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ خیال رہے کہ لیلۃ القدر میں نو حرف ہیں اور سورۃ قدر میں یہ لفظ تین بار ارشاد ہوا نو تین دفعہ ہوں تو سچا میں بنتے ہیں، نیز سورۃ قدر میں تیس کلمے ہیں آخری آیت "ہیٰ حَتّٰی مَظْلَیجُ الْفَجْرِ" میں ہی ضمیر جو لیلۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے ستائیسواں کلمہ ہے۔ ان وجوہ سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں رمضان ہے۔

حدیث ۲: ابن ماجہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں۔ رمضان آیا تو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: یہ مہینہ آیا، اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس سے محروم رہا، وہ ہر چیز سے محروم رہا اور اس کی خیر سے وہی محروم ہوگا، جو پورا محروم ہے۔ (7)

حدیث ۳: بیہقی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہتے ہیں: جب رمضان کا مہینہ آتا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب قیدیوں کو رہا فرما دیتے اور ہر سال کو عطا فرماتے۔ (8)

۱۔ یعنی جس نے یہ رات گناہوں میں گزاری یا اس رات بھی بلا عذر عشاء اور فجر جماعت سے نہ پڑھی اس لیے اس کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ بقیہ دنوں میں بھی بھلائی نہیں کمائے گا۔ شب قدر میں عبادتوں کی تین قسم ہیں جن میں سے آخری قسم ہے عشاء و فجر کا جماعت سے ادا کرنا جس نے یہ بھی نہ کیا واقعی وہ بڑا محروم ہے۔ الحمد للہ! گنہگار احمد یار آج ستائیسویں رمضان ۱۴۳۹ھ کو یہ مضمون لکھ رہا ہے آج شب قدر ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۸۸)

(7) سنن ابن ماجہ، أبواب ما جاء فی الصیام، باب ما جاء فی فضل صوم رمضان، الحدیث: ۱۶۴۴، ج ۲، ص ۲۹۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی ماہ رمضان وہ سچی ہے جو چہارے پاس آکر دیتا ہے جیسے بادل آکر پانی دیتا ہے کنوئیں کی طرح بلا کر نہیں دیتا۔

۲۔ یعنی یہ ایک رات تو تراسی سال چار ماہ سے بہتر ہے اگر وہ شب قدر سے خالی ہوں۔

۳۔ اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ اس رات کی عبادت میں مشقت نہایت ہی کم ہے اور ثواب بہت ہی زیادہ جو اتنی سی محنت بھی نہ کر سکے وہ پورا ہی محروم و بد نصیب ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۹۰)

(8) شعب الایمان، باب فی الصیام، فضائل شهر رمضان، الحدیث: ۶۴۹، ج ۳، ص ۳۱۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ حق یہ ہے کہ یہاں قیدی سے مراد وہ شخص ہے جو حق اللہ یا حق العبد میں گرفتار ہو اور آزاد فرمانے سے اس کے حق ادا کر دینا یا کرا دینا مراد ہے ورنہ اس زمانہ پاک میں سوائے ان کفار کے جو غزوہ جہاد میں قید ہو کر آئے ہو کسی کو قید نہ کیا جاتا تھا اور ایسے قیدیوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی رمضان میں آزاد نہ کیا کہ ان کو چھوڑ دینا کفر سے خالی نہ تھا وہ پھر جا کر مسلمانوں کے مقابل ہوتے۔ احاف کے نزدیک جنگ کے کفار قیدیوں کو چھوڑنا منسوخ ہے ان کے لیے یا قتل ہے یا غلام بنانا یا فدیہ پر چھوڑنا "فَاِمَّا مَعًا تَبَعُ" منسوخ ہے اس کا نسخ ہے "فَاَقْتُلُوا الْمُشْکِرَ کَیْفَ وَبَعْدُ لَمْ یُؤْخَذْ" ہاں شوافع کے ہاں آزاد کرنے کا بھی حق ہے، یہ معنی جو ہم نے عرض کئے متفق علیہ ہیں۔

۲۔ یوں تو سرکار ہمیشہ ہی ہر سال کو دیتے تھے کریم ہیں، سچی ہیں، دانا ہیں مگر ماہ رمضان میں آپ کی سخاوت کا سمندر موجیں مارتا تھا۔ یہاں دو باتیں خیال میں رکھیے: ایک یہ کہ امیروں سے صرف مال مانگے جاتے ہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مال، اعمال، کمال، ہے۔

حدیث ۴: بیہقی شعب الایمان میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت ابتدائے سال سے سال آئندہ تک رمضان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے، جب رمضان کا پہلا دن آتا ہے تو جنت کے پتوں سے عرش کے نیچے ایک ہوا حور عین پر چلتی ہے، وہ کہتی ہیں، اے رب! تو اپنے بندوں سے ہمارے لیے ان کو شوہر بنا، جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔ (9)

رضائے رب ذوالجلال اور جنت، نیز دوزخ سے پناہ، ایمان پر خاتمہ سب کچھ ہی مانگا جاتا ہے، حضرت ربیعہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو ہمیشہ خصوصاً رمضان میں ہر سائل کو اس کی منہ مانگی مراد دیتے تھے۔ دوسرے یہ کہ سرکاری یہ بخششیں صرف اس زمانہ سے خاص نہیں تا قیامت ان کا دروازہ ہر فقیر کے لیے کھلا ہے، کیوں نہ ہو کہ رب تعالیٰ بے فرمایا: "وَاللّٰهُ الشَّائِلُ فَلَا تَنْهَوْنَهُ" سائل میں زمانہ و مکان کی قید نہیں لہذا اب بھی رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مؤمن کو رہائی بھی مانگی جا سیکے اور جنت وغیرہ بھی ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر

رہائی یا رسول اللہ رہائی
عطا کن زیں بلا مارا رہائی
مجھے بھی اس بلا سے دور رہائی

شرم قیدی، یہ جرم دے حیائی
رہائی کر دی غزے زوے
چھڑایا قید سے ہر نی کو تم نے

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۸۲)

(9) شعب الایمان، باب فی الصیام، فضائل شہر رمضان، الحدیث: ۳۶۳۳، ج ۳، ص ۳۱۲-۳۱۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی عید الفطر کا چاند نظر آتے ہی اگلے رمضان کے لیے جنت کی آراستگی شروع ہو جاتی ہے اور سال بھر تک فرشتے اسے سجاتے رہتے ہیں جنت خود بھی سجائی پھر اور بھی زیادہ سجائی جائے، پھر سجانے والے فرشتے ہوں تو کیسی سجائی جاتی ہوگی اس کی سجاوٹ ہمارے دہم و گمان سے وراہ ہے، بعض مسلمان رمضان میں مسجدیں سجاتے ہیں، وہاں قللی چونا کرتے ہیں، جھنڈیاں لگاتے، روشنی کرتے ہیں ان کی اس بیوقوفی حدیث ہے۔

۲۔ یعنی یہ ہوا عرش سے شروع ہوتی ہے جنت کے درختوں، پھولوں سے معطر ہو کر حوروں پر پہنچتی ہے۔ مرقات نے فرمایا یہ روزہ درود کے منہ کی بو کے اثر سے ہوتی ہے۔ واللہ اعلم!

۳۔ یعنی ہم کو ان روزے داروں کے نکاح میں دے کہ وہ ہمارے خاوند ہوں ہم ان کی بیویاں بنیں۔ خیال رہے کہ نکاح کے لیے ماہر دے تو پہلے ہی ہو چکی ہے کہ فلاں حور فلاں کی بیوی مگر نکاح جنت میں پہنچ کر ہو گا یا نکاح پہلے ہو چکا ہے رخصت یعنی عطا بعد قیامت ہوگی لہذا حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ہوگی "وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْ ذَٰلِکَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ" قرۃ خواجہ صاحب کو کہتے ہیں اسی لیے بیٹے کو قرۃ العین کہتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۳۱۳)

حدیث ۵: امام احمد ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رمضان کی آخر شب میں اس اُمت کی مغفرت ہوتی ہے۔ عرض کی گئی، کیا وہ شب قدر ہے؟ فرمایا: نہیں لیکن کام کرنے والے کو اس وقت مزدوری پوری دی جاتی ہے، جب کام پورا کر لے۔ (10)

حدیث ۶: بیہقی شعب الایمان میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شعبان کے آخر دن میں وعظ فرمایا۔ فرمایا: اے لوگو! تمہارے پاس عظمت والا، برکت والا مہینہ آیا، وہ مہینہ جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے اور اس کی رات میں قیام (نماز پڑھنا) تلووع (یعنی سنت) جو اس میں نیکی کا کوئی کام کرے تو ایسا ہے جیسے اور کسی مہینے میں فرض ادا کیا اور اس میں جس نے فرض ادا کیا تو ایسا ہے جیسے اور دنوں میں ستر ۷۰ فرض ادا کیے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ مہینہ مواسات (غمواری) کا ہے اور اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے، جو اس میں روزہ دار کو افطار کرائے، اُس کے گناہوں کے لیے مغفرت ہے اور اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جائے گی اور اس افطار کرانے والے کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملے گا بغیر اس کے کہ اُس کے اجر میں سے کچھ کم ہو۔ ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ (عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! ہم میں کا ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا، جس سے روزہ افطار کرائے؟ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو دے گا، جو ایک گھونٹ دودھ یا ایک ٹھڑا یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ افطار کرائے اور جس نے روزہ دار کو بھر پیٹ کھانا کھلایا، اُس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اُس کا اول رحمت ہے اور اس کا اوسط مغفرت ہے اور اس کا آخر جہنم سے آزادی ہے جو اپنے غلام پر اس مہینے میں تخفیف کرے یعنی کام میں کمی کرے، اللہ

(10) المسند للإمام أحمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ، الحدیث: ۷۹۲۲، ج ۳، ص ۱۳۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

اس یعنی رمضان کی انیسویں یا تیسویں رات کو روزہ داروں کی بخشش کا فرشتوں میں اعلان ہو جاتا ہے کہ ن کے روزے، تراویح، اعتکاف، شب قدر کی عبادتیں قبول فرمائی گئیں اور ان کی بخشش کا فیصلہ کر دیا گیا، یہ ہی رات بندوں کے عمل سے فراغت کی رات ہے، رب تعالیٰ کی عطاء کی رات بھی۔ حسن اتفاق ہے کہ یہ گنہگار بندہ احمد یار آج انیسویں رمضان دو شنبہ ۹ محرم ۱۳۷۱ھ کو یہ شرح لکھ رہا ہے، خدا کرے اس رات میں اس گنہگار کی معافی بھی ہوگئی ہو اور جو مسلمان بھائی میری مغفرت کی دعا کرے اللہ اس کی مغفرت فرمادے۔ آمین!

(اللہ عز وجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین بجاواللہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

تعالیٰ اُسے بخش دے گا اور جہنم سے آزاد فرما دے گا۔ (11)

(11) شعب الایمان، باب فی الصیام، فضائل شہر رمضان، الحدیث: ۳۶۰۸، ج ۳، ص ۳۰۵

ومصحح ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب فضائل شہر رمضان الخ، الحدیث: ۱۸۸۷، ج ۳، ص ۱۹۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس مثلی اطلاع دینے میں ماہ رمضان کی فضیلت کا اظہار ہے اور مسلمانوں کو اس کی عبادات کے لیے تیار کرنا ہے۔ اظہر فرما کر اشارہ بتایا کہ جیسے درخت یا چھت بندے کو اپنے سایہ میں لے کر سورج کی تپش سے بچا لیتے ہیں ایسے ہی ماہ رمضان مؤمن کو اپنے سایہ میں لے کر دنیاوی و آخروی عذاب سے بچا لیتا ہے گویا رمضان سایہ دار باردار درخت ہے یا ڈھال ہے۔

۲۔ یہاں نفل نفوی معنی میں ہے یعنی زائد چیز اور رات کے قیام سے مراد تراویح ہے یعنی اس ماہ میں نماز تراویح زائد نماز ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں لہذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تراویح نفل ہو وہ تو سنت مؤکدہ ہے۔ تراویح کی پوری بحث ہماری کتاب "جاء الحق" حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیے۔

۳۔ یعنی ماہ رمضان کی نفل دوسرے مہینوں کی فرض کی برابر ہے اور اس ماہ کی فرض عبادت دوسرے ماہ کی ستر فرائض کی مثل ہے لہذا اگر کہ معقمہ میں رمضان المبارک میں ایک فرض ادا کیا جائے تو اس کا ثواب ستر لاکھ فرض کا ہے کیونکہ اور دنوں وہاں ایک کا ثواب ایک لاکھ ہے تو رمضان میں ستر لاکھ اس حساب سے مدینہ منورہ میں ماہ رمضان کی ایک فرض کا ثواب چونتیس ۳۵ لاکھ ہے یہ زیادتی تو رمضان کے عام دنوں میں ہے شب قدر اور رمضان کے جمعہ کی نیکیاں تو بہت زیادہ ہوں گی۔ ان شاء اللہ!

۴۔ یعنی دوسرے مہینہ شکر کے ہیں جن میں کھاؤ، آرام کرو اور شکر بجالاؤ اس مہینہ میں دن میں نہ کھاؤ رات کو نہ سوؤ اور صبر کرو۔ رمضان کے چار نام ہیں: ماہ رمضان، ماہ صبر، ماہ مواسات، ماہ مبارک ان ناموں کی وجہ ہم نے اپنی تفسیر نعیمی میں تفصیل سے لکھی ہے۔

۵۔ کہ اس مہینہ میں قدرتی طور پر مسلمانوں میں غرباء، اقرباء کی غم خواری کا جذبہ موجزن ہوتا ہے، بعض لوگ رمضان میں اپنی شادی شدہ لڑکیوں کو بلا لیتے ہیں بعض لوگ مہینہ بھر تک مسکینوں کو کھلاتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے اور مواسات پر عمل ہے مواسات، بمعنی مسہمت ہے ہم بمعنی حصہ سے مشتق یعنی اپنی روزی میں دوسروں کو حصہ دار بنانا، سخاوت کرنا۔

۶۔ رزق حسی بھی اور معنوی بھی ہر سال اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہر روزہ دار کو رمضان میں وہ نعمتیں ملتی ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں ملتیں، نیز اس مہینہ میں قدرتی طور پر دل پر وہ اثر ہوتا ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہوتا۔

۷۔ یعنی روزہ افطار کرنے والے کو تین فائدے ہوتے ہیں: گناہوں سے بخشش، دوزخ سے آزادی اور اسے روزہ کا ثواب۔ بعض لوگ افطار کے وقت مسجدوں میں پھل فروٹ یا کھانے بھیجتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث شریف ہے۔ کاتھیا داڑ اور یوپی میں ہر نمازی مغرب کے وقت کچھ لے کر آتا ہے اور کوشش ہوتی ہے کہ ہر ایک دوسرے کے کھانے سے روزہ افطار کرے اس کی اصل بھی یہ ہی حدیث ہے۔ خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب روزہ تو مل جاتا ہے مگر اس سے روزہ ادا نہیں ہوتا لہذا کوئی امیر لوگوں کو افطار کر کے خود

حدیث ۷: صحیحین و ترمذی و نسائی و صحیح ابن خزیمہ میں اہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جنت میں آٹھ دروازے ہیں، ان میں ایک دروازہ کا نام ریان ہے، اس دروازہ سے وہی

روزہ سے بے نیاز نہیں ہو سکا روزے تو رکھنے ہی پڑیں گے۔

۸۔ جیسے علم، روشنی، ہوا ان سے خواہ کتنے ہی لوگ فائدہ اٹھالیں کی نہیں ہوتی ایسے ہی ثواب تقسیم ہونے سے کم نہیں ہوتا ہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ تقسیم ہو کر ثواب میں کمی کیوں نہیں ہوتی، مادی چیزیں بٹ کر گھٹتی ہیں، نور میں یہ قاعدہ نہیں، بلکہ سمندر اور چشمہ کا پانی بھی خرچ سے گھٹتا نہیں۔

۹۔ وہ حضرات سمجھے کہ روزہ افطار کرانے کے معنی ہیں اسے سیر کر دینا اس لیے یہ سوال کیا۔

۱۰۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف پیٹ بھرنے پر یہ ثواب موقوف نہیں، جو چیز بھی اودا روزہ دار کے طاق سے نیچے اتاری جائے یہ ثواب مل جاتا ہے بلکہ اگر چند آدمی مل کر روزہ دار کو کسی چیز سے افطار کرا دیں تو سب کو الگ الگ روزے کا ثواب ہوگا، داتا کی دین کے بہانے ہوتے ہیں صدقہ ہے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

۱۱۔ یعنی صرف افطار کرانے کا ثواب تو بیان ہو چکا، روزہ دار کو سیر کر کے کھلانے کا ثواب یہ ہے۔ خیال رہے کہ جیسے آج دنیا میں سب کو کھانے کی سخت ضرورت ہے ایسے ہی کل میدان محشر میں پانی کی سخت ضرورت ہوگی وہاں بھوک نہ ہوگی مگر پیاس ہوگی، اللہ تعالیٰ حوض کوثر کی ایک نہر میدان محشر میں پہنچا دے گا جس سے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ہی یہ پانی پیئے گی اور پیاس سے امن میں رہے گی، ایک بار جس نے یہ پانی پی لیا تو جنت میں داخلہ تک پیاس نہ لگے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہاں اس حوض کا پانی نصیب کرے، پھر جنت میں پہنچ کر نہ بھوک ہوگی نہ پیاس لہذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ محشر میں حوض کوثر کہاں حوض تو جنت میں ہوگا، نہ یہ اعتراض رہا کہ پیاسا نہ ہونے کی انتہاء جنت میں داخلہ تک بیان کیوں فرمائی، کیا جنت میں پہنچ کر پیاس لگے گی، نہ یہ اعتراض رہا کہ کھانے کا بدلہ پانی کیا اس کا بدلہ تو کھانا ہی چاہئے تھا۔ خیال رہے کہ جنت میں بھوک نہ ہوگی نہ پیاس مگر وہاں کھانا پینا سب کچھ ہوگا لذت کے لیے نہ کہ بھوک پیاس دفع کرنے کو اسی لیے وہاں میوے ہیں غلے نہیں کہ غلے بھوک دفع کرنے کو ہوتے ہیں میوہ لذت کو۔

۱۲۔ یعنی ماہ رمضان کے تین عشرہ ہیں: پہلے عشرہ میں رب تعالیٰ مومنوں پر خاص رحمتیں فرماتا ہے جس سے انہیں روزہ تراویح کی ہمت ہوتی ہے اور آئندہ ملنے والی نعمتوں کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے عشرہ میں تمام صغیرہ گناہوں کی معافی ہے جو جہنم سے آزادی کا دور جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔ تیسرے عشرہ میں روزہ داروں کے جنتی ہو جانے کا اعلان اور وہاں کے داخلہ کا ویزہ (Viza) اور پاسپورٹ (Passport) کی تحریر۔ فقیر کی اس شرح سے اس ترتیب کی وجہ بھی معلوم ہوگئی اور یہ اعتراض بھی نہ رہا کہ جب پہلے دو عشروں میں رحمت و مغفرت ہو چکی تو تیسرے عشرہ میں آگ سے آزادی کے کیا معنی وہ تو پہلے ہی حاصل ہو چکی۔

۱۳۔ اسلامی بادشاہ رمضان میں ہر محکمہ میں چھٹی کرتے تھے، اب بھی تمام مدارس اسلامیہ رمضان میں بند رہتے ہیں تاکہ مدرسین کو فرصت اور طلباء کو فراغت ملے، بعض امراء اس مہینہ میں نوکروں سے کام یا تو لیتے نہیں یا بہت کم لیتے ہیں مگر ان کی تحوہ اور کھانا وغیرہ

جائیں گے جو روزے رکھتے ہیں۔ (12)

حدیث ۸: بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لیے رمضان کا روزہ رکھے گا، اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے اور جو ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لیے رمضان کی راتوں کا قیام کریگا، اُس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے اور جو ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لیے شب قدر کا قیام کریگا، اُس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (13)

برابر دیتے رہتے ہیں، ان سب کی اصل یہ حدیث شریف ہے تم اپنے ماتحتوں، نوکروں پر مہربانی کرو اللہ تم پر مہربانی کرے گا۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۹۱)

(12) صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صلوٰۃ ابواب الجنۃ، الحدیث: ۳۲۵۷، ج ۲، ص ۳۹۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یا اس طرح کہ جنت میں آٹھ طبقے ہیں ہر طبقہ کا ایک دروازہ یا اس طرح کہ جنت کی پہلی ہی دیوار میں آٹھ دروازے ہیں تاکہ ہر قسم کے نیک لوگ اپنے اپنے الگ دروازے سے داخل ہوں۔

۲۔ بیان بروزن فعلان رجبی سے بنا، بمعنی تردد تازی، سیرابی و سبزی۔ چونکہ روزہ دار روزوں میں بھوکے پیاسے رہتے تھے اور بمقابلہ بھوک کے پیاس کی زیادہ تکلیف اٹھاتے تھے اس لیے ان کے داخلے کے لیے وہ دروازہ منتخب ہوا جہاں پانی کی نہریں بے حساب، سبز، پھل فروٹ اور سیرابی ہے، اس کا حسن آج نہ ہمارے وہم و گمان میں آسکتا ہے نہ بیان میں ان شاء اللہ دیکھ کر ہی پتہ لگے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ چور اور روزہ توڑ مسلمان اگرچہ رحمت خداوندی اور شفاعت مصطفویٰ کی برکت سے بخش بھی دیئے جائیں اور جنت میں داخل بھی ہو جائیں مگر اس دروازے سے نہیں جاسکتے کہ یہ دروازہ تو روزہ داروں کے لیے مخصوص ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۸۳)

(13) صحیح البخاری، کتاب صلوٰۃ التراتوی، باب فضل من قام رمضان، الحدیث: ۲۰۰۹، ج ۱، ص ۶۵۸

صحیح البخاری، کتاب فضل لیلة القدر، باب فضل لیلة القدر، الحدیث: ۲۰۱۳، ج ۱، ص ۶۶۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ احتساب حسب سے بنا، بمعنی گمان کرنا اور سمجھنا، احتساب کے معنی ہیں ثواب طلب کرنا یعنی جس روزہ کے ساتھ ایمان اور اخلاص جمع ہو جائیں اسکا نفع تو بے شمار ہے۔ دفع ضرر یہ ہے کہ اس کے سارے صغیرہ گناہ، حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہندوؤں کے برت (روزہ) اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کا کوئی ثواب نہیں کہ وہاں ایمان نہیں اور جو شخص بیماری کے علاج کے لیے روزہ رکھے نہ کہ طلب ثواب کے لیے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں احتساب نہیں۔

۲۔ اس عبادت سے مراد نماز تراتوی ہے جو صرف رمضان میں ادا ہوتی ہے یا نماز تہجد۔

حدیث ۹: امام احمد و حاکم اور طبرانی کبیر میں اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: روزہ و قرآن بندہ کے لیے شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا، اے رب (عزوجل)! میں نے کھانے اور خواہشوں سے دن میں اسے روک دیا، میری شفاعت اُس کے حق میں قبول فرما۔ قرآن کہے گا، اے رب (عزوجل)! میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا، میری شفاعت اُس کے بارے میں قبول کر۔ دونوں کی شفاعتیں قبول ہوں گی۔ (14)

حدیث ۱۰: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: آدمی کے ہر نیک کام کا بدلہ دس ۱۰ سے سات سو ۷۰۰ تک دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر روزہ کہ وہ میرے لیے ہے اور اُس کی جزا میں دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش اور کھانے کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں

۳۔ مرقات نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہو جاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور تراویح کی برکت سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہو گئے تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوگا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۸۴)

(14) السنن ملا امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۶۳، ج ۲، ص ۵۸۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی روزہ رکھنے والے تراویح پڑھنے والے تمہارے بندے کی تو معافی کی سفارش کریں گے اور بے گناہ بندے کی بندگی درجات کی لہذا قرآن و رمضان کی شفاعت سے سارے ہی مؤمن فائدہ اٹھائیں گے، چونکہ قرآن کریم رمضان المبارک ہی میں آیا اور رمضان میں ہی اس کی تلاوت زیادہ ہوتی ہے اور دن میں روزہ رات کو تراویح میں تلاوت قرآن ہوتی ہے اسی لیے ان دونوں کو جمع فرمایا گیا۔

۲۔ یعنی روزہ افطار کر کے اس کی طبیعت آرام کی طرف مائل ہوتی تھی، ہاتھ پاؤں میں سستی پھیل جاتی تھی کہ نماز عشاء کی اذان کی آواز سنتے ہی تراویح میں مجھے سننے آ جاتا تھا لہذا یہاں تراویح پڑھنے والے مراد ہیں تہجد والے ہی مراد نہیں کیونکہ تہجد تو سال بھر پڑھی جاتی ہے یہاں خصوصیت سے رمضان کا ذکر ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں رمضان نے تو اے رب عرض کیا مگر قرآن نے سے رب نہ کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کلام الہی قدیم ہے اور مخلوق نہیں۔ (مرقات)

۳۔ اس طرح کہ روزوں کی شفاعت سے گناہ معاف ہوں گے اور قرآن کی شفاعت سے درجے بلند یا روزوں کی شفاعت سے غضب الہی کی آگ ٹھنڈی ہوگی اور قرآن کی شفاعت سے رحمت الہی کی ہوا چلے گی وغیرہ وغیرہ۔ روزے اور قرآن بلکہ سارے اعمال وہاں شکلوں میں نمودار ہوں گے جیسے آج دنیا میں ہم واقعات کو خواب میں مختلف شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں۔ بادشاہ مصر نے آئندہ قحط سالیوں کو گایوں اور بالیوں کی شکل میں دیکھا تھا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۸۹)

ہیں، ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب (عزوجل) سے ملنے کے وقت اور روزہ دار کے مونہ کی بواللہ عزوجل کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے اور روزہ سپر ہے اور جب کسی کے روزہ کا دن ہو تو نہ بے ہودہ بکے اور نہ چیخے پھر اگر اس سے کوئی گالی گلوچ کرے یا لڑنے پر آمادہ ہو تو کہہ دے، میں روزہ دار ہوں۔ (15) اسی کے مثل امام مالک والیو داود و ترمذی و نسائی اور ابن خزیمہ نے روایت کی۔

(15) مشکاة المصابیح، کتاب الصوم، الفصل الاول، الحدیث: ۱۹۵۹، ج ۱، ص ۵۴۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی تانوا ایک نیکی کا ثواب کم سے کم دس گناہ اور زیادہ سے زیادہ سات سو گناہ ہے اگر اللہ اور زیادہ دے تو اس کا کرم ہے۔ اس حدیث سے دو آیتوں کی طرف اشارہ ہے ایک تو "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَثْقَالِهَا" اور دوسری "كَتَبَ لِي حَبَّةُ خَبْثٍ أَنْتَبْتُ سَبْعَ سَنَائِلٍ فِي كُلِّ سَنَابِلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ"۔

۲۔ اگرچہ ساری عبادتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں مگر خصوصیت سے روزہ کو فرمایا کہ یہ میرا ہے چند جہوں سے: ایک یہ کہ دیگر عبادات میں اطاعت غالب ہے اور روزہ میں عشق غالب اور روزہ دار میں علامات عشق جمع ہو جاتی ہیں۔ شعر

عاشقان را شش نشان است اے پر
آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
گر ترا پسند نہ دیگر کدام
کم خورد کم گفتن و خفتن حرام

اور مطیع کا عوض ثواب ہے عاشق کا عوض لقاء یا۔ دوسرے یہ کہ دوسری عبادتوں میں ریا ہو سکتی ہے کیونکہ ان کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے اور ان میں کچھ کرنا ہوتا ہے مگر روزہ میں ریا نہیں ہو سکتی کہ نہ اس کی کوئی صورت ہے اور نہ اس میں کچھ کرنا ہے، جو اندر باہر کچھ نہ کھائے پیئے وہ یقیناً غلط ہی ہے، ریا کار گھر میں کھا کر بھی روزہ ظاہر کر سکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ کل قیامت میں دوسری عبادتیں اہل حقوق چھین سکتے ہیں حتیٰ کہ قرض خواہ مقروض سے سات سو نمازیں تین پیسہ قرض کی عوض لے لے گا۔ (شامی) مگر روزہ کسی حق والے کو نہ دیا جائے گا، رب تعالیٰ فرمائے گا کہ روزہ تو میرا ہے یہ کسی کو نہیں ملے گا۔ چوتھے یہ کہ کفار و مشرکین دوسری عبادتیں جوں کے لیے بھی کر لیتے ہیں قربانی، سجدہ، حج و خیرات وغیرہ مگر کوئی کافر روزہ بت کے لیے نہیں رکھتا اگر روزہ رکھتے بھی ہیں تو صفائی نہیں کے لیے تاکہ اس صفائی سے جوں سے قرب حاصل ہو۔ غرض کہ روزہ غیر اللہ کے لیے نہیں ہوتا۔ (ازمرقات، اشعہ وغیرہ)

۳۔ اس عبارت کی دو قرأتیں ہیں اجزی معروف اور اجزی مجہول یعنی روزہ کا بدلہ میں براہ راست خود دوں گا، میں دینے والا روزہ دار لینے والا جو چاہوں دوں اس کی جزا مقرر نہیں یا روزہ کا بدلہ میں خود ہوں یعنی تمام عبادات کا بدلہ جنت ہے اور روزہ کا بدلہ جنت و اما رب اس کی وجہ آگے آرہی ہے۔

۴۔ یعنی دوسرے عابد عابد ہیں یہ عابد بھی اور عاشق بھی یا روزہ دار ریا کے لیے کھانا پینا نہیں چھوڑتا وہ صرف میری رضا کے لیے چھوڑتا ہے ریا کار چھپ کر کھا کر روزہ ظاہر کر سکتا ہے۔

حدیث ۱۱: طبرانی اوسط میں اور بیہقی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک اعمال سات ے قسم کے ہیں۔ دو عمل واجب کرنے والے اور دو کا بدلہ ان کے برابر ہے اور ایک عمل کا بدلہ دس ۱۰ گنا زکاۃ ہے اور بدن کی زکاۃ روزہ ہے اور روزہ نصف صبر ہے۔ (16)

حدیث ۲۰: نسائی و ابن خزیمہ و حاکم ابوالامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، عرض کی، یا رسول اللہ (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! مجھے کسی عمل کا حکم فرمائیے؟ فرمایا: روزہ کو لازم کر لو کہ اس کے برابر کوئی عمل نہیں۔ میں نے عرض کی، مجھے کسی عمل کا حکم فرمائیے؟ ارشاد فرمایا: روزہ کو لازم کر لو کہ اس کے برابر کوئی عمل نہیں۔ انھوں نے پھر وہی عرض کی، وہی

۵۔ سبحان اللہ! کیسا پیارا فرمان ہے روزہ دار کو انظار کے وقت روحانی خوشی بھی ہوتی ہے کہ عبادت ادا ہوئی رب تعالیٰ راضی ہوا سینہ میں نور دل میں سرور ہوا اور جسمانی فرحت بھی کہ سخت پیاس کے بعد ٹھنڈا پانی بہت ہی فرحت کا باعث ہے اور تیز بھوک میں رب تعالیٰ کی روزی بہت لذیذ معلوم ہوتی ہے اور ان شاء اللہ مرتے وقت بھی بروز قیامت بھی رب تعالیٰ کی مہربانی دیکھ کر روزہ دار کو جو خوشی ہوگی وہ تو بیان سے باہر ہے وہ کریم فرمائے گا کہ دنیا میں جو میں نے کہا وہ تو نے کیا اب جو تو کہے گا وہ میں کروں گا اللہ تعالیٰ خیریت سے وہ وقت دکھائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ فقیر حقیر گنہگار یہ بیان بھی آج ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ جمعرات کے دن لکھ رہا ہے۔ رب تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور محبوب معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اس قال کو مال بنادے۔

۶۔ خیال رہے کہ منہ کی وہ بوجود انتوں کے میل وغیرہ یا بیماری سے پیدا ہو کر نخر کھلاتی ہے اور جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا سے خلوف کہتے ہیں، انتوں کے میل کی بوتو مسواک و منجن سے جاسکتی ہے اور بیماری کی بود و ادویوں سے مگر خلوف معدہ کی بوجہ صرف کھانے سے جاسکتی ہے۔ تجربہ ہے کہ یہ بوجہ مسواک کے بعد بھی رہتی ہے لہذا یہ حدیث نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر دلیل ہے کہ بعد زوال روزہ میں مسواک منع اور نہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ کے خلاف ہے کہ روزہ میں مسواک ہر وقت جائز ہے۔ یہاں مراقبات نے فرمایا کہ یہ جملہ ایسا ہے جیسے ماں کہے کہ مجھے اپنے بچے کا پسینہ کیڑے مگاب سے پیارا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پسینہ دھویا بھی نہ جائے۔ روزہ میں مسواک کی پوری بحث ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

۷۔ کہ دنیا میں نفس و شیطان کے شر سے بچاتے ہیں اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچائیں گے۔

۸۔ شور سے مراد جنگ و جدال کا شور ہے۔ شریعت میں روزہ پیٹ اور دماغ کا ہوتا ہے مگر طریقت میں سارے اعضاء کا کہ انہیں گناہوں سے بچایا جائے اس جملہ میں اسی روزہ کی تعلیم ہے۔

۹۔ لہذا میں تجھ سے لڑنے کو تیار نہیں اس پر ان شاء اللہ وہ خود ہی شرمندہ ہو جائے گا یا یہ مطلب ہے کہ میں روزہ دار ہوں اللہ کی ضمانت میں ہوں مجھ سے لڑنا گویا رب کا مقابلہ کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی چھٹی عبادت کا اظہار جائز ہے بشرطیکہ فحش و دریا کے لیے نہ ہو۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۸۵)

جواب ارشاد ہوا۔ (17)

حدیث ۲۱ تا ۲۶: بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ اللہ (عزوجل) کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے، اللہ تعالیٰ اُس کے مونہ کو دوزخ سے ستر ۷۰ برس کی راہ دور فرما دے گا۔ (18) اور اسی کی مثل نسائی و ترمذی و ابن ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، اور طبرانی ابودرداء اور ترمذی ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: کہ اُس کے اور جہنم کے درمیان اللہ تعالیٰ اتنی بڑی خندق کر دے گا، جتنا آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ (19)

اور طبرانی کی روایت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ دوزخ اس سے سو برس کی راہ دور ہوگی۔ (20) اور ابویعلیٰ کی روایت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ غیر رمضان میں اللہ (عزوجل) کی راہ میں روزہ رکھ تو

(17) سنن النسائي، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف الخ، الحدیث: ۲۲۲۰، ص ۷۱

والترغیب والترہیب، کتاب الصوم، الحدیث: ۴۱، ج ۲، ص ۵۲

(18) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام فی سبیل اللہ الخ، الحدیث: ۱۶۸- (۱۱۵۳)، ص ۵۸۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ عربی میں خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں، چونکہ اہل عرب اپنے کاروبار میں اس موسم سے سال شروع کرتے ہیں اس لیے اس سے پہلے سال بھی مراد لے لیتے ہیں وہی یہاں مراد ہے اور حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے۔ روزے سے نقلی روزہ مراد ہے اسی لیے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث نقلی روزے کے باب میں لائے یعنی بندہ مسلم اگر ایک نقلی روزہ رکھے اور اللہ قبول کرے تو دوزخ میں جانا تو کیا وہ دوزخ سے قریب بھی نہ ہوگا اور وہاں کی ہوا بھی نہ پائے گا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۸۱)

(19) جامع الترمذی، أبواب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی فضل الصوم الخ، الحدیث: ۱۶۳۰، ج ۳، ص ۲۳۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۲۔ اللہ کی راہ سے مراد جہاد، حج، عمرہ، طلب علم دین کا سفر ہے یعنی ان میں سے جو مسافر ایک دن بھی رکھ لے یا اس سے مراد رضائے الہی ہے یعنی جو کوئی گھر یا سفر میں ایک نقلی روزہ رکھ لے۔

۳۔ یعنی پانچ سو سال کی راہ اس سے پہلے ستر سال کی راہ کا فاصلہ بھی آچکا ہے مگر ان میں آپس میں تعرض نہیں کیونکہ اخلاص کے فرق سے ثواب میں فرق ہو جاتا ہے۔ خندق فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ ان شاء اللہ اس تک آگ تو کیا آگ کی تپش بھی نہ پہنچ سکے گی جیسے اتنی لمبی چوڑی خندق پھلانگ کر دشمن نہیں پہنچ سکتا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۹۲)

(20) المعجم الاوسط، باب الباء، الحدیث: ۳۲۴۹، ج ۲، ص ۲۶۸

تیز گھوڑے کی رفتار سے سو برس کی مسافت پر جہنم سے دور ہوگا۔ (21)

حدیث ۲۷: بیہقی عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: روزہ دار کی دُعا، افطار کے وقت رو نہیں کی جاتی۔ (22)

حدیث ۲۸: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے: تین شخص کی دُعا رو نہیں کی جاتی۔ روزہ دار جس وقت افطار کرتا ہے اور بادشاہ عادل اور مظلوم کی دُعا، اس کو اللہ تعالیٰ ابر سے اوپر بلند کرتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور رب عزوجل فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! ضرور تیری مدد کر دوں گا، اگرچہ تھوڑے زمانہ بعد۔ (23)

حدیث ۲۹: ابن حبان و بیہقی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے

(21) مسند ابی یعلیٰ، مسند معاذ بن انس، الحدیث: ۱۳۸۴، ج ۲، ص ۳۶

(22) شعب الایمان، باب فی الصیام، فصل فیما یمنظر الصائم علیہ، الحدیث: ۳۹۰۴، ج ۳، ص ۴۰۷

(23) سنن ابن ماجہ، أبواب ما جاء فی الصیام، باب فی الصائم لا ترد دعوتہ، الحدیث: ۱۷۵۲، ج ۲، ص ۳۳۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ مخلصوں سے مراد مسلمان ہیں نزد ہوں یا عورت کفار اس میں داخل نہیں، دعا رو نہ ہونے کا وہ مطلب ہے جو پہلے عرض کیا جا چکا ہے، عطائے مدنی، رد بلا، رفع درجات۔

۲۔ کیونکہ یہ عبادت سے فراغت کا وقت ہے بعد عبادت دعائیں قبول ہوتی ہیں اس لیے نماز، حج، زکوٰۃ، سے فراغت پر دعائیں کرنا چاہیے۔ معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ بھی دعا کی جائے کہ وہ بھی رب کی عبادت ہے اور عبادت کے بعد دعا قبول ہے۔

۳۔ مرقات نے فرمایا کہ مسلمان حاکم کا ایک گھڑی عدل و انصاف کرنا ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے کہ اس عدل سے خلق خدا کا نظام قائم ہے۔

۴۔ مرقات نے فرمایا کہ مظلوم جانور بلکہ مظلوم کافر و قاسق کی بھی دعا قبول ہوتی ہے اگرچہ مسلمان مظلوم کی دعا زیادہ قبول ہے، کیونکہ مظلوم مضطرب ہے قرار ہوتا ہے اور بے قرار کی دعا عرش پر قرار کرتی ہے رب فرماتا ہے: *اَسْمُنْ شَجِيبٌ اِنْصَلَحَ اِذَا دَعَا دُعَا كُوْبَدِلُوْنَ* پر اٹھنے اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جانے کا مطلب بہت جلد سننا اور اس کی دعا کی عزت افزائی اور اہمیت کا اظہار فرمانا۔

۵۔ حین عربی میں مطلقاً وقت کو کہتے ہیں مگر اکثر کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ چالیس سال پر بولتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میں حیر ہوں، لہذا ظالم کو جلد نہیں پکڑتا۔ اسے توبہ اور مظلوم بے معافی مانگنے کا وقت دیتا ہوں، اگر وہ اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھائے تو پکڑتا ہوں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۴۷۳)

ہیں: جس نے رمضان کا روزہ رکھا اور اُس کی حدود کو پہچانا اور جس چیز سے بچنا چاہیے اُس سے بچا تو جو پہلے کر چکا ہے اُس کا کفارہ ہو گیا۔ (24)

حدیث ۳۰: ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے مکہ میں ماہ رمضان پایا اور روزہ رکھا اور رات میں جتنا میسر آیا قیام کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے اور جگہ کے ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا اور ہر دن ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب اور ہر رات ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب اور ہر روز جہاد میں گھوڑے پر سوار کر دینے کا ثواب اور ہر دن میں حسنہ اور ہر رات میں حسنہ لکھے گا۔ (25)

حدیث ۳۱: بیہقی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میری اُمت کو ماہ رمضان میں پانچ باتیں دی گئیں کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔ اول یہ کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے، اللہ عزوجل ان کی طرف نظر فرماتا ہے اور جس کی طرف نظر فرمائے گا، اُسے کبھی عذاب نہ کریگا۔ دوسری یہ کہ شام کے وقت اُن کے مونہ کی بُو اللہ (عزوجل) کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی ہے۔ تیسری یہ ہے کہ ہر دن اور ہر رات میں فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ چوتھی یہ کہ اللہ عزوجل جنت کو حکم فرماتا ہے، کہتا ہے: مستعد ہو جا اور میرے بندوں کے لیے مڑین ہو جا قریب ہے کہ دنیا کی تعب سے یہاں آکر آرام کریں۔ پانچویں یہ کہ جب آخر رات ہوتی ہے تو ان سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ کسی نے عرض کی، کیا وہ شب قدر ہے؟ فرمایا: نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ کام کرنے والے کام کرتے ہیں، جب کام سے فارغ ہوتے ہیں اُس وقت مزدوری پاتے ہیں۔ (26)

حدیث ۳۲ تا ۳۴: جاکم نے کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سب لوگ منبر کے پاس حاضر ہوں، ہم حاضر ہوئے، جب حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) منبر کے پہلے درجہ پر چڑھے، کہا: آمین۔ دوسرے پر چڑھے، کہا: آمین۔ تیسرے پر چڑھے، کہا: آمین۔ جب منبر سے تشریف لائے، ہم نے عرض کی، آج ہم نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ایسی بات سنی کہ کبھی نہ سنتے تھے۔ فرمایا: جبریل نے آکر عرض کی، وہ شخص دور ہو، جس نے رمضان پایا اور اپنی مغفرت نہ کرائی۔ میں نے کہا آمین۔ جب دوسرے درجہ پر چڑھا تو کہا وہ شخص دور ہو، جس کے پاس میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ بھیجے۔ میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا کہ وہ شخص دور ہو، جس کے ماں باپ دونوں یا ایک کو بڑھا پا آئے اور اُن کی خدمت کر کے جنت میں نہ جائے۔

(24) لایسان بتریب صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، باب فضل رمضان، الحدیث: ۳۳۲۳، ج ۵، ص ۱۸۲-۱۸۳

(25) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب الصوم فھر رمضان بمکة، الحدیث: ۱۱۷۷، ج ۳، ص ۵۲۳

(26) شعب الایمان، باب فی الصیام، فضائل فھر رمضان، الحدیث: ۳۶۰۳، ج ۳، ص ۲۰۳

میں نے کہا آمین۔ (27) اسی کے مثل ابو ہریرہ و حسن بن مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ابن حبان نے روایت کی۔

حدیث ۳۵: اصہبانی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے، اللہ عزوجل اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب اللہ (عزوجل) کسی بندہ کی طرف نظر فرمائے تو اُسے کبھی عذاب نہ دے گا اور ہر روز دس ۱۰ لاکھ کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب اسیسویں ۲۹ رات ہوتی ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کیے، اُن کے مجموعہ کے برابر اُس ایک رات میں آزاد کرتا ہے پھر جب عید الفطر کی رات آتی ہے، ملکہ خوشی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل اپنے نور کی خاص تحفہ فرماتا ہے، فرشتوں سے فرماتا ہے: اے گروہ ملکہ! اُس مزدور کا کیا بدلہ ہے، جس نے کام پورا کر لیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں، اُس کو پورا اجر دیا جائے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ (28)

حدیث ۳۶: ابن خزیمہ نے ابو مسعود غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی، اُس میں یہ بھی ہے، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: اگر بندوں کو معلوم ہوتا کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری اُمت تمنا کرتی کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔ (29)

(27) المسند رک، کتاب البر والصلة، باب لعن اللہ العاق لوالدہ الخ، الحدیث: ۷۳۳۸، ج ۵، ص ۲۱۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی ایسا مسلمان خوار و ذلیل ہو جائے جو میرا نام سن کر درود نہ پڑھے۔ عربی میں اس بددعا سے مراد اظہار ناراضی ہوتا ہے حقیقتاً بددعا مراد نہیں ہوتی، اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ ایک ہی مجلس میں اگر چند بار حضور کا نام شریف آوے تو ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے، مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے کیونکہ رُحْمُ اَنْفٍ ہلکا کلمہ ہے جس سے درود کا استحباب ثابت ہو سکتا ہے نہ کہ وجوب۔ مطلب یہ ہے کہ جو بلا محنت دس رحمتیں، دس درجے، دس معافیاں حاصل نہ کرے بڑا بیوقوف ہے۔

۲۔ یعنی وہ مسلمان بھی ذلیل و خوار ہو جائے جو رمضان کا مہینہ پائے اور اس کا احترام اور اس میں عبادات کر کے گنہ نہ بخشوائے، یونہی وہ بھی خوار ہو جس نے جوانی میں ماں باپ کا بڑھاپا پایا پھر ان کی خدمت کر کے جتنی نہ ہوا۔ بڑھاپے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ بڑھاپے میں اولاد کی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور اس وقت کی دعا اولاد کا بیڑا پار کر دیتی ہے۔ خیال رہے کہ یہ تینوں چیزیں مسلمانوں کے لیے مفید ہیں، کافر کسی نیکی سے جتنی نہیں ہو سکتا، ہاں بعض نیکیوں کی وجہ سے اسے ایمان لانے کی توفیق مل جاتی ہے اور بعض کی برکت سے اس کا عذاب ہلکا ہو جاتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲، ص ۱۵۳)

(28) کنز العمال، کتاب الصوم، الحدیث: ۲۳۷۰۲، ج ۸، ص ۲۱۹

(29) صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب ذکر ترمین الجنۃ لشھر رمضان الخ، الحدیث: ۱۸۸۶، ج ۳، ص ۱۹۰

حدیث ۳۷: بزار و ابن خزیمہ و ابن حبان عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! فرمائیے تو اگر میں اُس کی گواہی دوں کہ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ (عزوجل) کے رسول ہیں اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور اس کی راتوں کا قیام کروں تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ فرمایا: صدیقین اور شہداء میں سے۔ (30)



مسائل فقہیہ

روزہ عرف شرع میں مسلمان کا بہ نیت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو قصداً کھانے پینے جماع سے باز رکھنا، عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔ (1)

مسئلہ ۱: روزے کے تین درجے ہیں۔ ایک عام لوگوں کا روزہ کہ یہی پیٹ اور شرم گاہ کو کھانے پینے جماع سے روکنا۔ دوسرا خواص کا روزہ کہ انکے علاوہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ پاؤں اور تمام اعضا کو گناہ سے باز رکھنا۔ تیسرا خاص الخاص کا کہ جمیع ماسوی اللہ (اللہ عزوجل کے سوا کائنات کی ہر چیز) سے اپنے کو بالکل جدا کر کے صرف اسی کی طرف متوجہ رہنا۔ (2)

(1) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۹۳

(2) الجوہرۃ البیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۷۵

روزے کے درجات کا بیان

امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اپنی کتاب کتاب الاخیاء میں ارشاد فرماتے ہیں

جان لو! روزے کے تین درجے ہیں: (۱) عوام (یعنی عام لوگوں) کا روزہ (۲) خواص (یعنی خاص لوگوں) کا روزہ (۳) خاص الخاص کا روزہ۔

عام لوگوں کا روزہ پیٹ اور شرم گاہ کو خواہش کی تکمیل سے روکنا ہے۔

خاص لوگوں کا روزہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہوں سے روکنا ہے۔

خاص الخاص کا روزہ دل کو تمام بُرے خیالات اور دنیاوی افکار بلکہ اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز سے بالکل خاں کر دینا ہے۔

اور روزہ ہر اس چیز سے ٹوٹ جاتا ہے جو روزے کے منافی ہو۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

مروی ہے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو اپنے روزے سے بھوک و پیاس کے ہوا کچھ نہیں ملتا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الصیام، باب ماجاء فی المغیۃ والرقۃ للنصائم، الحدیث ۶۹۰، ص ۲۵۷، مضموناً)

کیونکہ روزے کا مقصد خواہش سے روکنا ہے اور یہ چیز کھانے پینے سے رکتے پر ہی محدود نہیں ہو سکتی، کہ وہ کسی کو شہوت کی نظر سے دیکھ لے،

غیبت کرے، چغلی کھائے یا تھوٹ بولے یہ تمام چیزیں روزے کو توڑ دیتی ہیں۔ (کتاب الاخیاء صفحہ ۸۶)

مسئلہ ۲: روزے کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) فرض۔

(۲) واجب۔

(۳) نفل۔

(۴) مکروہ تنزیہی۔

(۵) مکروہ تحریمی۔

فرض و واجب کی دو قسمیں ہیں: معین و غیر معین۔ فرض معین جیسے ادائے رمضان۔ فرض غیر معین جیسے قضاے رمضان اور روزہ کفارہ۔ واجب معین جیسے نذر معین۔ واجب غیر معین جیسے نذر مطلق۔

نفل دو ۲ ہیں: نفل مسنون، نفل مستحب جیسے عاشورا یعنی دسویں محرم کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں کا بھی اور ہر مہینے میں تیرھویں، چودھویں، پندرھویں اور عرفہ کا روزہ، پیر اور جمعرات کا روزہ، شش عید کے روزے صوم داود علیہ السلام، یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار۔

مکروہ تنزیہی جیسے صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنا۔ نیروز و مہرگان کے دن روزہ۔ صوم دہر (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا)، صوم سکوت (یعنی ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے)، صوم وصال کہ روزہ رکھ کر افطار نہ کرے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھے، یہ سب مکروہ تنزیہی ہیں۔ مکروہ تحریمی جیسے عید اور ایام تشریق (۳) کے روزے۔ (۴)

مسئلہ ۳: روزے کے مختلف اسباب ہیں، روزہ رمضان کا سبب ماہ رمضان کا آنا، روزہ نذر کا سبب منت ماننا، روزہ کفارہ کا سبب قسم توڑنا یا قتل یا ظہار وغیرہ۔ (۵)

مسئلہ ۴: ماہ رمضان کا روزہ فرض جب ہوگا کہ وہ وقت جس میں روزہ کی ابتدا کر سکے پالے یعنی صبح صادق سے ضحہ کبریٰ تک کہ اُس کے بعد روزہ کی نیت نہیں ہو سکتی، لہذا روزہ نہیں ہو سکتا اور رات میں نیت ہو سکتی ہے مگر روزہ کی نیت نہیں، لہذا اگر مجنون کو رمضان کی کسی رات میں ہوش آیا اور صبح جنون کی حالت میں ہوئی یا ضحہ کبریٰ کے بعد کسی دن ہوش آیا تو اُس پر رمضان کے روزے کی قضا نہیں، جبکہ پورا رمضان اسی جنون میں گزر جائے اور ایک دن بھی ایسا وقت

(۳) یعنی عید الفطر، عید الاضحیٰ اور گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ، ان پانچ دنوں۔

(۴) افتاویٰ لہندیہ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۹۴

والدہ المختار و رد المختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۸۸-۳۹۲

(۵) الفتاویٰ لہندیہ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۹۴

مل گیا، جس میں نیت کر سکتا ہے تو سارے رمضان کی قضا لازم ہے۔ (6)

مسئلہ ۵: رات میں روزہ کی نیت کی اور صبح غشی کی حالت میں ہوئی اور یہ غشی کئی دن تک رہی تو صرف پہلے دن کا روزہ ہوا باقی دنوں کی قضا رکھے، اگرچہ پورے رمضان بھر غشی رہی اگرچہ نیت کا وقت نہ ملا۔ (7)

مسئلہ ۶: ادائے روزہ رمضان اور نذر معین اور نفل کے روزوں کے لیے نیت کا وقت غروب آفتاب سے ضحوة کبریٰ تک ہے، اس وقت میں جب نیت کر لے، یہ روزے ہو جائیں گے۔ لہذا آفتاب ڈوبنے سے پہلے نیت کی کہ کل روزہ رکھوں گا پھر بے ہوش ہو گیا اور ضحوة کبریٰ کے بعد ہوش آیا تو یہ روزہ نہ ہوا اور آفتاب ڈوبنے کے بعد نیت کی تھی تو ہو گیا۔ (8)

مسئلہ ۷: ضحوة کبریٰ نیت کا وقت نہیں، بلکہ اس سے پیشتر نیت ہو جانا ضرور ہے اور اگر خاص اس وقت یعنی جس وقت آفتاب خط نصف النہار شرعی پر پہنچ گیا، نیت کی تو روزہ نہ ہوا۔ (9)

مسئلہ ۸: نیت کے بارے میں نفل عام ہے، سنت و مستحب و مکروہ سب کو شامل ہے کہ ان سب کے لیے نیت کا وہی وقت ہے۔ (10)

مسئلہ ۹: جس طرح اور جگہ بتایا گیا کہ نیت دل کے ارادہ کا نام ہے، زبان سے کہنا شرط نہیں۔ یہاں بھی وہی مراد ہے مگر زبان سے کہہ لینا مستحب ہے، اگر رات میں نیت کرے تو یوں کہے:

لَتَوَيْتُ أَنْ أَصُومَ غَدًا لِلَّهِ تَعَالَى مِنْ فَرَضِ رَمَضَانَ هَذَا.

یعنی میں نے نیت کی کہ اللہ عزوجل کے لیے اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا۔

اور اگر دن میں نیت کرے تو یہ کہے:

تَوَيْتُ أَنْ أَصُومَ هَذَا الْيَوْمَ لِلَّهِ تَعَالَى مِنْ فَرَضِ رَمَضَانَ.

میں نے نیت کی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے آج رمضان کا فرض روزہ رکھوں گا۔

(6) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۸۵-۳۸۷

(7) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۷۵

رد المحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۸۸

(8) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۳

(9) الدر المختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۲

(10) رد المحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۳

اور اگر تبرک و طلب توفیق کے لیے نیت کے الفاظ میں انشاء اللہ تعالیٰ بھی ملا لیا تو حرج نہیں اور اگر پکا ارادہ نہ ہو، مذہب ہو تو نیت ہی کہاں ہوئی۔ (11)

مسئلہ ۱۰: دن میں نیت کرے تو ضرور ہے کہ یہ نیت کرے کہ میں صبح صادق سے روزہ دار ہوں اور اگر یہ نیت ہے کہ اب سے روزہ دار ہوں، صبح سے نہیں تو روزہ نہ ہوا۔ (12)

مسئلہ ۱۱: اگرچہ ان تین قسم کے روزوں کی نیت دن میں بھی ہو سکتی ہے، مگر رات میں نیت کر لینا مستحب ہے۔ (13)

مسئلہ ۱۲: یوں نیت کی کہ کل کہیں دعوت ہوئی تو روزہ نہیں اور نہ ہوئی تو روزہ ہے یہ نیت صحیح نہیں، بہر حال وہ روزہ دار نہیں۔ (14)

مسئلہ ۱۳: رمضان کے دن میں نہ روزہ کی نیت ہے نہ یہ کہ روزہ نہیں، اگرچہ معلوم ہے کہ یہ مہینہ رمضان کا ہے تو روزہ نہ ہوا۔ (15)

مسئلہ ۱۴: رات میں نیت کی پھر اس کے بعد رات ہی میں کھایا پیا، تو نیت جاتی نہ رہی وہی پہلی کافی ہے پھرے نیت کرنا ضرور نہیں۔ (16)

مسئلہ ۱۵: عورت حیض و نفاس والی تھی، اُس نے رات میں کل روزہ رکھنے کی نیت کی اور صبح صادق سے پہلے حیض و نفاس سے پاک ہو گئی تو روزہ صحیح ہو گیا۔ (17)

مسئلہ ۱۶: دن میں وہ نیت کام کی ہے کہ صبح صادق سے نیت کرتے وقت تک روزہ کے خلاف کوئی امر نہ پایا گیا ہو، لہذا اگر صبح صادق کے بعد بھول کر بھی کھاپی لیا ہو یا جماع کر لیا تو اب نیت نہیں ہو سکتی۔ (18) مگر معتد یہ ہے کہ

(11) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۷۵

(12) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۷۵

رد المحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۴

(13) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۷۵

(14) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الاول فی تریفہ الخ، ج ۱، ص ۱۹۵

(15) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الاول فی تریفہ الخ، ج ۱، ص ۱۹۵

(16) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۷۵

(17) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۷۵

(18) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۷۶

بھولنے کی حالت میں اب بھی نیت صحیح ہے۔ (19)

مسئلہ ۱۷: جس طرح نماز میں کلام کی نیت کی، مگر بات نہ کی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ یوں روزہ میں توڑنے کی نیت سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، جب تک توڑنے والی چیز نہ کرے۔ (20)

مسئلہ ۱۸: اگر رات میں روزہ کی نیت کی پھر پکا ارادہ کر لیا کہ نہیں رکھے گا تو وہ نیت جاتی رہی۔ اگر نئی نیت نہ کی اور دن بھر بھوکا پیاسا رہا اور جماع سے بچا تو روزہ نہ ہوا۔ (21)

مسئلہ ۱۹: سحری کھانا بھی نیت ہے، خواہ رمضان کے روزے کے لیے ہو یا کسی اور روزہ کے لیے، مگر جب سحری کھاتے وقت یہ ارادہ ہے کہ صبح کو روزہ نہ ہوگا تو یہ سحری کھانا نیت نہیں۔ (22)

مسئلہ ۲۰: رمضان کے ہر روزہ کے لیے نئی نیت کی ضرورت ہے۔ پہلی یا کسی تاریخ میں پورے رمضان کے روزہ کی نیت کر لی تو یہ نیت صرف اسی ایک دن کے حق میں ہے، باقی دنوں کے لیے نہیں۔ (23)

مسئلہ ۲۱: یہ تینوں یعنی رمضان کی ادا اور نفل و نذر معین مطلقاً روزہ کی نیت سے ہو جاتے ہیں، خاص انھیں کی نیت ضروری نہیں۔ یوں نفل کی نیت سے بھی ادا ہو جاتے ہیں، بلکہ غیر مریض و مسافر نے رمضان میں کسی اور واجب کی نیت کی جب بھی اسی رمضان کا ہوگا۔ (24)

مسئلہ ۲۲: مسافر اور مریض اگر رمضان شریف میں نفل یا کسی دوسرے واجب کی نیت کریں تو جس کی نیت کریں گے، وہی ہوگا رمضان کا نہیں۔ (25) اور مطلق روزے کی نیت کریں تو رمضان کا ہوگا۔ (26)

مسئلہ ۲۳: نذر معین یعنی فلاں دن روزہ رکھوں گا، اس میں اگر اُس دن کسی اور واجب کی نیت سے روزہ رکھا تو جس کی نیت سے روزہ رکھا، وہ ہوا امت کی قضا دے۔ (27)

(19) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۱۹

(20) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۷۵

(21) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۸

(22) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۷۶

(23) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۷۶

(24) الدر المختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۳، وغیرہ

(25) تنویر الابصار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۵

(26) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۹۵-۱۹۶

(27) المرجع السابق، ص ۱۹۶

مسئلہ ۲۴: رمضان کے مہینے میں کوئی اور روزہ رکھا اور اسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ ماہ رمضان ہے، جب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا۔ (28)

مسئلہ ۲۵: کوئی مسلمان دارالحرب میں قید تھا اور ہر سال یہ سوچ کر کہ رمضان کا مہینہ آگیا، رمضان کے روزے رکھے بعد کو معلوم ہوا کہ کسی سال بھی رمضان میں نہ ہوئے بلکہ ہر سال رمضان سے پیشتر ہوئے تو پہلے سال کا تو ہوا ہی نہیں کہ رمضان سے پیشتر رمضان کا روزہ ہو نہیں سکتا اور دوسرے تیسرے سال کی نسبت یہ ہے کہ اگر مطلق رمضان کی نیت کی تھی تو ہر سال کے روزے سال گزشتہ کے روزوں کی قضا ہیں اور اگر اس سال کے رمضان کی نیت سے رکھے تو کسی سال کے نہ ہوئے۔ (29)

مسئلہ ۲۶: اگر صورت مذکورہ میں تحریر کی یعنی سوچا اور دل میں یہ بات جمی کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے اور روزہ رکھے، مگر واقع میں روزے شوال کے مہینے میں ہوئے تو اگر رات سے نیت کی تو ہو گئے، کیونکہ قضا میں قضا کی نیت شرط نہیں، بلکہ ادا کی نیت سے بھی قضا ہو جاتی ہے پھر اگر رمضان و شوال دونوں تیس ۳۰ تیس ۳۰ دن یا اسیس ۲۹ اسیس ۲۹ دن کے ہیں تو ایک روزہ اور رکھے کہ عید کا روزہ ممنوع ہے اور اگر رمضان تیس ۳۰ کا اور شوال اسیس ۲۹ کا تو دو اور رکھے اور رمضان اسیس ۲۹ کا تھا اور یہ تیس ۳۰ کا تو پورے ہو گئے اور اگر وہ مہینہ ذی الحجہ کا تھا تو اگر دونوں تیس ۳۰ یا اسیس ۲۹ کے ہیں تو چار روزے اور رکھے اور رمضان تیس کا تھا یہ اسیس کا تو پانچ اور بالعکس تو تین رکھے۔ غرض ممنوع روزے نکال کر وہ تعداد پوری کرنی ہوگی جتنے رمضان کے دن تھے۔ (30)

مسئلہ ۲۷: ادائے رمضان اور نذر معین اور نفل کے علاوہ باقی روزے، مثلاً قضاے رمضان اور نذر غیر معین اور نفل کی قضا (یعنی نفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا اس کی قضا) اور نذر معین کی قضا اور کفارہ کا روزہ اور حرم میں شکار کرنے کی وجہ سے جو روزہ واجب ہوا وہ اور حج میں وقت سے پہلے سر منڈانے کا روزہ اور تمتع کا روزہ، ان سب میں عین صبح چمکتے وقت یا رات میں نیت کرنا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو روزہ رکھنا ہے، خاص اس معین کی نیت کرے اور ان روزوں کی نیت اگر دن میں کی تو نفل ہوئے پھر بھی ان کا پورا کرنا ضرور ہے توڑے گا تو قضا، واجب ہوگی۔ اگرچہ یہ اس کے علم میں ہو کہ جو روزہ رکھنا چاہتا ہے یہ وہ نہیں ہوگا بلکہ نفل ہوگا۔ (31)

(28) الدر المختار

(29) رد المحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۷

(30) افتاویٰ الصندیہ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱، ص ۱۹۶

(31) الدر المختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۹۳، وغیرہ

مسئلہ ۲۸: یہ گمان کر کے کہ اس کے ذمہ روزے کی قضا ہے روزہ رکھا۔ اب معلوم ہوا کہ گمان غلط تھا تو اگر فوراً توڑ دے تو توڑ سکتا ہے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ پورا کر لے اور فوراً نہ توڑا تو اب نہیں توڑ سکتا، توڑے گا تو قضا واجب ہے۔ (32)

مسئلہ ۲۹: رات میں قضا روزے کی نیت کی، صبح کو اُسے نفل کرنا چاہتا ہے تو نہیں کر سکتا۔ (33)

مسئلہ ۳۰: نماز پڑھتے میں روزہ کی نیت کی تو نیت صحیح ہے۔ (34)

مسئلہ ۳۱: کئی روزے قضا ہو گئے تو نیت میں یہ ہونا چاہیے کہ اس رمضان کے پہلے روزے کی قضا، دوسرے کی قضا اور اگر کچھ اس سال کے قضا ہو گئے، کچھ اگلے سال کے باقی ہیں تو یہ نیت ہونی چاہیے کہ اس رمضان کی اور اُس رمضان کی قضا اور اگر دن اور سال کو معین نہ کیا، جب بھی ہو جائیں گے۔ (35)

مسئلہ ۳۲: رمضان کا روزہ قصداً توڑا تھا تو اس پر اس روزے کی قضا ہے اور ساٹھ روزے کفارہ کے (36)۔ اب اُس نے آکٹھ روزے رکھ لیے، قضا کا دن معین نہ کیا تو ہو گیا۔ (37)

مسئلہ ۳۳: یوم الشک یعنی شعبان کی تیسویں تاریخ کو نفل خالص کی نیت سے روزہ رکھ سکتے ہیں اور نفل کے سوا کوئی اور روزہ رکھا تو مکروہ ہے، خواہ مطلق روزہ کی نیت ہو یا فرض کی یا کسی واجب کی، خواہ نیت معین کی رکن ہو یا تردد

(32) رد المحتار، کتاب الصوم، ج ۳ ص ۳۹۹

(33) المرجع السابق، ص ۳۹۸

(34) الدر المختار، کتاب الصوم، ج ۳ ص ۳۹۸

(35) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱ ص ۱۹۶

روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ممکن ہو تو ایک رقبہ یعنی باغی یا غلام آزاد کرے اور یہ نہ کر سکے مثلاً اس کے پاس نہ لونڈی غلام ہے، نہ اتنا مال کہ خریدے یا مال تو ہے مگر رقبہ (یعنی غلام) میسر نہیں جیسے آج کل یہاں ہندوستان میں۔ تو پے درپے ساٹھ روزے رکھے، یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ (۶۰) مساکین کو بھر بھر پیٹ، دونوں وقت کھانا کھلائے اور روزے کی صورت میں اگر درمیان میں ایک دن کا بھی چھوٹ گیا تو اب سے ساٹھ (۶۰) روزے رکھے، پہلے کے روزے محسوب (یعنی شمار) نہ ہوں گے اگرچہ آٹھ (۵۹) رکھ چکا تھا۔ اگرچہ بیماری وغیرہ کسی عذر کے سبب ٹھوٹا ہو۔ مگر عورت کو حیض آجائے تو حیض کی وجہ سے جتنے مانگے ہوئے یہ مانگے نہیں شمار کئے جائیں گے جتنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے دونوں میل کر ساٹھ (۶۰) ہو جانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔

(رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب فی الکفارة، ج ۳ ص ۴۴۷)

(36) اگر کفارے کی شرائط پائی گئیں تو۔

(37) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱ ص ۱۹۶

کے ساتھ یہ سب صورتیں مکروہ ہیں۔ پھر اگر رمضان کی نیت ہے تو مکروہ تحریمی ہے، ورنہ مقیم کے لیے تزییہ اور مسافر نے اگر کسی واجب کی نیت کی تو کراہت نہیں پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو مقیم کے لیے بہر حال رمضان کا روزہ ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ وہ شعبان کا دن تھا اور نیت کسی واجب کی کی تھی تو جس واجب کی نیت تھی وہ ہوا اور اگر کچھ حال نہ کھلا تو واجب کی نیت بے کار گئی اور مسافر نے جس کی نیت کی بہر صورت وہی ہوا۔ (38)

مسئلہ ۳۴: اگر تیسویں تاریخ ایسے دن ہوئی کہ اس دن روزہ رکھنے کا عادی تھا تو اُسے روزہ رکھنا افضل ہے، مثلاً کوئی شخص پیر یا جمعرات کا روزہ رکھا کرتا ہے اور تیسویں اسی دن پڑی تو رکھنا افضل ہے۔ یوں اگر چند روز پہلے سے رکھ رہا تھا تو اب یوم الشک میں کراہت نہیں۔ کراہت اُسی صورت میں ہے کہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھا جائے یعنی صرف تیس ۳۰ شعبان کو یا اسیس ۲۹ اور تیس ۳۰ کو۔ (39)

مسئلہ ۳۵: اگر نہ تو اس دن روزہ رکھنے کا عادی تھا نہ کئی روز پہلے سے روزے رکھے تو اب خاص لوگ روزہ رکھیں اور عوام نہ رکھیں، بلکہ عوام کے لیے یہ حکم ہے کہ ضحہ کبریٰ تک روزہ کے مثل رہیں، اگر اس وقت تک چاند کا ثبوت ہو جائے تو رمضان کے روزے کی نیت کر لیں ورنہ کھاپی لیں۔ خواص سے مراد یہاں علما ہی نہیں، بلکہ جو شخص یہ جانتا ہو کہ یوم الشک میں اس طرح روزہ رکھا جاتا ہے، وہ خواص میں ہے ورنہ عوام میں۔ (40)

(38) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، بحث فی صوم یوم الشک، ج ۳، ص ۳۹۹

اعلیٰ حضرت، امام السنن، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان غفرلہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر ۲۹ کی شام کو مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ کو قاضی مفتی کوئی بھی روزہ نہ رکھے اور اگر مطلع برابر و غبار ہو تو مفتی کو چاہئے کہ عوام کو ضحہ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی تک انتظار کا حکم دے کہ جب تک کچھ نہ کھائیں و نہیں، نہ روزے کی نیت کریں، بلکہ نیت روزہ مثل روزہ رہیں، اس بیچ میں اگر ثبوت شرعی سے رویت ثابت ہو جائے تو سب روزے کی نیت کر لیں روزہ رمضان ہو جائے گا، اور اگر یہ وقت گزر جائے نہیں سے ثبوت نہ آئے تو مفتی عوام کو حکم دے کہ کھائیں و نہیں، ہاں جو شخص کسی خاص دن کے روزے کا عادی ہو، اور اگر اس تاریخ وہ دن آکر پڑے مثلاً ایک شخص ہر پیر کو روزہ رکھتا ہے اور یہ دن پیر کا ہو تو وہ اپنے اسی نقلی روزے کی نیت کر سکتا ہے شک کی وجہ سے رمضان کے روزے کی نیت کرے گا یا یہ کہ چاند ہو گیا تو آج رمضان کا روزہ رکھتا ہوں ورنہ نقل، تو گنہ گار ہوگا۔ حدیث میں ہے: من صام یوم الشک عسی ابالقاسم ا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (اصحیح بخاری باب اذ ارأستوا الہلال فصوموا، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶)

جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے حضرت ابوالقاسم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۵۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(39) الدر المختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۰۰

(40) الدر المختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۰۲

مسئلہ ۳۶: یوم الشک کے روزہ میں یہ پکا ارادہ کر لے کہ یہ روزہ نفل ہے تو روزہ نہ رہے، یوں نہ ہو کہ اگر رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ نفل کا یا یوں کہ اگر آج رمضان کا دن ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ کسی اور واجب کا کہ یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں۔ پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو فرض رمضان ادا ہوگا۔ ورنہ دونوں صورتوں میں نفل ہے اور گنہگار بہر حال ہوا اور یوں بھی نیت نہ کرے کہ یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ ہے، ورنہ روزہ نہیں کہ اس صورت میں تو نہ نیت ہی ہوئی، نہ روزہ ہوا اور اگر نفل کا پورا ارادہ ہے مگر کبھی کبھی دل میں یہ خیال گزر جاتا ہے کہ شاید آج رمضان کا دن ہو تو اس میں حرج نہیں۔ (41)

مسئلہ ۳۷: عوام کو جو یہ حکم دیا گیا کہ صفحہ کبریٰ تک انتظار کریں، جس نے اس پر عمل کیا مگر بھول کر کھالیا پھر اس دن کا رمضان ہونا ظاہر ہوا تو روزہ کی نیت کر لے ہو جائے گا کہ انتظار کرنے والا روزہ دار کے حکم میں ہے اور بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹا۔ (42)



(41) یوم الشک کے روزہ میں یہ پکا ارادہ کر لے کہ یہ روزہ نفل ہے تو روزہ نہ رہے، یوں نہ ہو کہ اگر رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ نفل کا یا یوں کہ اگر آج رمضان کا دن ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے، ورنہ کسی اور واجب کا کہ یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں۔ پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو فرض رمضان ادا ہوگا۔ ورنہ دونوں صورتوں میں نفل ہے اور گنہگار بہر حال ہوا اور یوں بھی نیت نہ کرے کہ یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ ہے، ورنہ روزہ نہیں کہ اس صورت میں تو نہ نیت ہی ہوئی، نہ روزہ ہوا اور اگر نفل کا پورا ارادہ ہے مگر کبھی کبھی دل میں یہ خیال گزر جاتا ہے کہ شاید آج رمضان کا دن ہو تو اس میں حرج نہیں۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج ۱، ص ۲۰۰، والدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، بحث فی صوم یوم الشک، ج ۳، ص ۴۰۳)

(42) والدر المختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۰۳

چاند دیکھنے کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاِهْلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ) (1)

اے محبوب! تم سے ہلال کے بارہ میں لوگ سوال کرتے ہیں، تم فرما دو وہ لوگوں کے کاموں اور حج کے بے اوقات ہیں۔

حدیث ۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: روزہ نہ رکھو، جب تک چاند نہ دیکھ لو اور افطار نہ کرو، جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر آبر ہو تو مقدار پوری کرلو۔ (2)

(1) پ ۲، البقرہ: ۱۸۹

اس آیت کے تحت مفسر شبیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت معاذ بن جبل اور ثعلبہ بن غزہ انصاری کے جواب میں نازل ہوئی ان دونوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاند کا کیا حال ہے ابتداء میں بہت باریک نکلتا ہے پھر روز بروز بڑھتا ہے یہاں تک کہ پورا روشن ہو جاتا ہے پھر گھٹنے لگتا ہے اور یہاں تک گھٹتا ہے کہ پہنے کی طرح باریک ہو جاتا ہے ایک حال پر نہیں رہتا اس سوال سے مقصد چاند کے گھٹنے بڑھنے کی حکمتیں دریافت کرنا تھا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ سوال کا مقصد چاند کے اختلافات کا سبب دریافت کرنا تھا۔

(مزید یہ کہ)

چاند کے گھٹنے بڑھنے کے فوائد بیان فرمائے کہ وہ وقت کی علامتیں ہیں اور آدمیوں کے ہزار ہا دینی و دنیوی کام اس سے متعلق ہیں زراعت، تجارت، لین دین کے معاملات، روزے اور عید کے اوقات عورتوں کی عذتیں حیض کے ایام حمل اور دودھ پلانے کی مدتیں اور دودھ چھڑانے کے وقت اور حج کے اوقات اس سے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ اول میں جب چاند باریک ہوتا ہے تو دیکھنے والا جان لیتا ہے کہ بتدائی تاریکیاں ہیں اور جب چاند پورا روشن ہوتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ صبح کی درمیانی تاریخ ہے اور جب چاند چھپ جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مہینہ ختم پر ہے اسی طرح ان کی مابین تمام میں چاند کی حالتیں دلالت کیا کرتی ہیں پھر مہینوں سے سال کا حساب ہوتا ہے یہ وہ قدرتی جنتری ہے جو آسمان کے صفحہ پر ہمیشہ کھلی رہتی ہے اور ہر ملک اور ہر زبان کے لوگ پڑھ لکھ بھی سب اس سے اپنا حساب معلوم کر لیتے ہیں۔

(2) صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اذ ارایتم الهلال فصوروا الخ، الحدیث: ۹۰۶، ج ۱، ص ۶۲۵

حدیث ۲: نیز صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: چاند دیکھ کر روزہ رکھنا شروع کرو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اور اگر ابر ہو تو شعبان کی گنتی تیس ۳۰ پوری کرلو۔ (3)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی نہ تو مشکوک دن میں روزہ رکھو اور نہ مشکوک میں عید مناؤ لہذا تیسویں شعبان کو روزہ نہ رکھو کہ شاید کل چاند ہو گیا ہو۔ اور تیسویں رمضان کو عید نہ مناؤ اس شبہ پر کہ کل شاید شوال کا چاند ہو گیا ہو بلکہ جب رمضان یا شوال کا چاند یقینی طور پر ہو جائے تب روزہ یا عید مانو۔ اس جملہ پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ شک کے دن روزہ رکھنا منع ہے اس کا ماخذ یہی حدیث ہے۔

۲۔ یعنی تیس دن پورے کر لو کیونکہ چاند کا مہینہ ۲۹ دن سے کم نہیں ہوتا اور ۳۰ دن سے زیادہ نہیں ہوتا، چاند دیکھنے کی کچھ تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔

۳۔ یعنی عربی مہینہ اتیس کا بھی ہوتا ہے لیکن اگر چاند نظر نہ آئے تو تیس کا ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چاند میں دیکھنے کا اعتبار ہے، جنتری حساب وغیرہ شریعت میں بالکل غیر معتبر ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

۴۔ یہ جملہ اس آیت کی تفسیر ہے "وَلْيَكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلْيُكْمِلُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاهُمْ" یعنی ماہ رمضان کی گنتی پوری کرنا فرض ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر جنتری والا اپنے حساب سے روزہ رکھے یا عید کرے تو سخت گنہگار ہوگا کیونکہ شریعت میں چاند دیکھنے کا اعتبار ہے اور اگر حساب پر عید منائے تو سخت فاسق ہوگا اور اگر اسی حساب پر لوگوں کے روزے توڑ دے تو سب پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر اس حساب پر عمل کو واجب جان کر روزہ یا عید کو فرض جانے تو کافر ہو جائے گا کیونکہ وہ آیت مذکورہ کا بھی منکر ہو اور احادیث متواترہ کا بھی۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۹۵)

(3) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اذرا یتم النحر، الحدیث: ۱۹۰۹، ج ۱، ص ۶۳۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ صُومُوا کا قائل سارے مسلمان ہیں، لِزَوَائِجِهِ میں ضمیر کا مرجع چاند ہے، لِزَوَائِجِهِ نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ کہیں بھی چاند ہو جائے سب مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جائے گا بشرطیکہ انہیں چاند کا ثبوت شرعی پہنچ جائے چاند میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ شوافع کا خیال ہے کہ ایک علاقہ کی رویت دوسرے علاقہ والوں کے لیے معتبر نہیں مانتے یہ حدیث ان کے خلاف ہے اور احناف کی دلیل ہے۔ شوافع کی دلیل حضرت عمر کا یہ فرمان "لَهُمْ زَوَائِجُهُمْ وَلَنَا زَوَائِجُنَا" اس کا جواب ان شاء اللہ اسی حدیث کے ماتحت دیا جائے گا کہ وہاں شرعی گواہی نہ ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا تھا۔ بعض جہلاتیسویں رمضان کو عید کا چاند عمر کے وقت دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ عید کا چاند نظر آ گیا روزہ کھول دو یہ غلط ہے یہاں افطار سے مراد کل روزہ نہ رکھنا اور عید منانا ہے نہ کہ روزہ توڑ دینا جیسا کہ اگلے جملہ سے معلوم ہو رہا ہے۔

۲۔ چاند مشتبہ ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کہیں نظر ہی نہ آئے جنتری والے کہتے ہوں کہ کل چاند ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ اڑتے اڑتے معلوم ہو جائے کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا شرعی گواہی نہ پہنچے۔ فقیر نے ریڈیوں کی خبر کے متعلق فتویٰ یہ دیا ہے کہ اگر ریڈیو پر کہیں ←

حدیث ۳: ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و دارمی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، ایک اعرابی نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ فرمایا: تُو گواہی دیتا ہے کہ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عرض کی، ہاں۔ فرمایا: تُو گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ (عزوجل) کے رسول ہیں۔ اُس نے کہا، ہاں۔ ارشاد فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کر دو کہ کل روزہ رکھیں۔ (4)

چاند ہونے کی خبر دی جائے تو معتبر نہیں اور سننے والے اس خبر پر روزہ یا عید نہیں منا سکتے لیکن اگر حکومت اسلامیہ کی قائم کردہ بلال کمیٹی شرعی توعد کی رو سے شرعی گواہی لے کر چاند ہو جانے کا فیصلہ کرے اور اپنے فیصلہ کا ریڈیو پر اعلان کرے تو معتبر ہے کیونکہ یہی صورت میں چاند کی خبر کا اعلان ہے اور اس صورت میں حاکم کے فیصلہ کا، پہلا غیر معتبر دوسرا معتبر۔ حاکم کے فیصلہ کی، طاع تو فائر، گولہ، چہرے وغیرہ سے کر دینا بھی جائز ہے ریڈیو کی اطلاع تو اس سے کہیں زیادہ قوی ہے۔ اس مسئلہ کی نہایت نفیس تحقیق ہمارے فتاویٰ نعیمیہ میں دیکھو۔ خیال رہے کہ فقیر کا یہ فتویٰ اس صورت میں ہے کہ بلال کمیٹی کے اراکین مسائل شریعہ سے واقف ہوں اور گواہی وغیرہ شرعی قواعد سے حاصل کریں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۹۶)

(4) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب فی عہادۃ الواحد علی رؤیہ حلال رمضان، الحدیث: ۲۳۲۰، ج ۲، ص ۴۴۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی اس نے نہ تو اپنے ساتھ کوئی اور گواہ پیش کیا اور نہ گواہی کے الفاظ ادا کئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس چاند میں خبر کافی ہوتی ہے۔

۲۔ اس زمانے میں چونکہ اسلام میں فرقے نہ بنے تھے صرف کلمہ طیبہ پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لیے کافی تھا، نیز کلمہ طیبہ پڑھنا تمام عقائد اسلامیہ مان لینے کی دلیل تھا اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ دو اقرار کرائے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ رمضان کے چاند میں مسلمان کی خبر معتبر ہے نہ کہ کافر کی۔ دوسرے یہ کہ کسی بات کے جواب میں ہاں کہہ دینا یہ بھی اقرار ہوتا ہے، اس سے اقرار نکاح طلاق کے بہت سے مسائل مستنبط ہوں گے، مثلاً کسی نے پوچھا کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اس نے کہا ہاں طلاق ہو گئی وغیرہ۔ البتہ حدود قصاص میں اقرار کے صریح الفاظ بولنے ضروری ہیں وہاں فقط ہاں کافی نہیں کیونکہ یہ چیزیں شہادت سے ختم ہو جاتی ہیں۔ فقیر نے حدیث کی جو شرح عرض کی اس سے معلوم ہو گیا کہ اب مرزا یوں وغیرہ مرتدین کا فقط کلمہ پڑھ لینا اسلام کے لیے کافی نہیں خود زمانہ نبوی میں (صلی اللہ علیہ وسلم) منافقوں کا کلمہ پڑھنا ان کے اسلام کے لیے کافی نہ تھا لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہے "وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اَنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ" اور نہ ان احادیث کے مخالف جن میں فرمایا گیا کہ آئندہ زمانے میں لوگ قرآن اور نمازیں پڑھیں گے مگر اسلام سے دور ہوں گے۔

۳۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر انیسویں شعبان کو مطلع صاف نہ ہو تو ایک عادل مسلمان کی خبر سے رمضان کے چاند کا ثبوت ہو جائے گا، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوا کہ سارے صحابہ عادل ہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کلمہ کا اقرار کرنا کراہت کی تحقیق نہ فرمائی، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے کی نیت دن میں بھی ہو سکتی ہے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۰۴)

حدیث ۴: ابو داؤد و دارمی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ لوگوں نے باہم چاند دیکھنا شروع کیا، میں نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ (5)

حدیث ۵: ابو داؤد و أم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعبان کا اس قدر تحفظ کرتے کہ اتنا اور کسی کا نہ کرتے پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے اور اگر آبر ہوتا تو تیس دن پورے کر کے روزہ رکھتے۔ (6)

حدیث ۶: صحیح مسلم میں ابی البختری سے مروی، کہتے ہیں ہم عمرہ کے لیے گئے، جب بطن نخلہ میں پہنچے تو چاند دیکھ کر کسی نے کہا تین رات کا ہے، کسی نے کہا دو رات کا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہم ملے اور ان سے

(5) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب فی عمادة الواحد علی رؤیة حلال رمضان، الحدیث: ۲۳۲۲، ج ۲، ص ۴۴۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی انیسویں شعبان کو مطلع صاف نہ تھا، لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی کسی کو نظر نہ آیا، صرف میری خبر پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کا حکم دے دیا۔ خیال رہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں رمضان کے چاند میں جب کہ مطلع صاف نہ ہو وہ مخصوص کی گواہی ضروری ہے مگر یہ احادیث ان کے اس فرمان کے خلاف ہیں اس لیے اکثر شوافع اس حدیث پر فتویٰ دے کر صرف ایک مسلمان کی خبر معتبر نہتے ہیں، ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں صرف ایک عادل کی خبر کافی ہے اور اگر مطلع صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی سے چاند کا ثبوت ہوگا عید کے چاند میں اگر مطلع صاف نہ ہو تو دو کی گواہی ضروری ہے اور اگر صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی درکار ہے کیونکہ رمضان کے چاند پر صرف شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں جن میں ایک کی خبر کافی ہوگی ہے مگر عید کے چاند نے بندوں کے حقوق وابستہ ہیں لہذا یہاں دو کی گواہی ضروری ہوئی، بڑی جماعت میں اختلاف ہے امام ابو یوسف کے ہاں پچاس آدمی بڑی جماعت ہیں، بعض کے ہاں تعداد مقرر نہیں، اتنے لوگوں کی گواہی ضروری ہے جن سے چاند کا گمان غالب ہو جائے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۰۵)

(6) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب اذا اُغمی الشهر، الحدیث: ۲۳۲۵، ج ۲، ص ۴۴۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۲۔ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے، پھر اس کے دن کی شمار رکھتے تھے کیونکہ اس پر ۱۰ رمضان کا روزہ ہے، بقرعید کے چاند پر بھی اگر چہ حج وغیرہ کا دارومدار ہے مگر حج ہر سال ہر شخص نہیں کرتا اور نماز بقرعید و قربانی چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے، رمضان میں چاند ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے لہذا اس کے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیے۔

۳۔ یعنی اگر رمضان کا چاند خود بھی نہ ملاحظہ فرماتے اور نہ شرعی ثبوت پاتے تو تیس دن شعبان کے پورے فرماتے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۰۶)

واقعہ بیان کیا، فرمایا: تم نے دیکھا کس رات میں؟ ہم نے کہا، فلاں رات میں، فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس کی مدت دیکھنے سے مقرر فرمائی، لہذا اس رات کا قرار دیا جائے گا جس رات کو تم نے دیکھا۔ (7)

مسئلہ ۱: پانچ مہینوں کا چاند دیکھنا، واجب کفایہ ہے۔

(۱) شعبان۔

(7) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب بیان اَنَّهُ اِعتبار بکبر الهلال وصفرہ الخ، الحدیث: ۱۰۸۸، ص ۵۴۹

حکیم الامت کے مدتی پھول

۱۔ ان کا نام سعید بن فیروز ہے، تابعین میں سے ہیں، کوئی ہیں، آدمی ٹھیک تھے، مال بہ دفع تھے، ان کی سنی حدیثیں مقبول ہیں دوسری نہیں۔ (مرقات وغیرہ)

۲۔ بطن غنمہ مکہ معظمہ سے مشرق کی جانب طائف کے راستہ پر واقع ہے مشہور منزل ہے، اب اسے مضیق کہتے ہیں۔

۳۔ کہ میدان میں جمع ہو کر ایک دوسرے کو دکھانے لگے کہ وہ ہے چاند۔ خیال رہے کہ چاند کی طرف اشارہ کرنا دکھانے کے لیے جائز ہے بد ضرورت مکروہ کہ فعل کفار ہے۔ (مرقات و شامی)

۴۔ یعنی چاند اونچا اور بڑا تھا اس لیے بعض نے کہا دوسری شب کا ہے، بعض نے کہا تیسری شب کا ہے یعنی کسی نے کہا کل ہو چکا ہے، کسی نے کہا پرسوں ہو چکا ہے یہ چاند رمضان کا تھا یہ حضرات شعبان کے آخر میں عمرہ کرنے گئے تھے۔

۵۔ یعنی مجھے اپنا اندازہ نہ بتاؤ اپنی روایت کی خبر دو کہ تم میں سے کس نے اس سے پہلے کب دیکھا تھا، کل یا پرسوں۔

۶۔ یعنی حضرت ابن عباس کے فرمانے پر اب ہم نے دیکھنے کی رات بتائی کہ مثلاً کل دیکھا تھا۔

۷۔ یعنی چاند میں چھوٹا بڑا ہونے یا اونچا ہونے کا اعتبار نہیں دیکھنے کا اعتبار ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت و نصیحت پکڑیں کہ صرف جنتری یا خبار میں لکھی ہوئی تاریخ دیکھ کر یا چاند کی بڑائی دیکھ کر جھگڑتے ہیں۔

۸۔ ذات عرق عراق داؤب کا میقات ہے جہاں یہ لوگ احرام باندھتے ہیں طائف کے راستہ پر واقع ہے، اب اس کا نام بہل ہے، لاری ہوں کا مشہور اذہ ہے، فقیر وہاں سے گزرا ہے۔ عراق سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے بھی اور مکہ معظمہ سے طائف آتے جاتے بھی بڑے عمرہ کا احرام یہاں سے ہی باندھا جاتا ہے، یہاں کا پانی بہت لذیذ اور ہاضم ہے۔

۹۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کا قیام طائف میں تھا، وہاں ہی آپ کا مزار پر افوار ہے، فقیر نے زیارت کی ہے۔ غالباً ان حضرات نے طائف پہنچ کر ان سے یہ مسئلہ پوچھا ہوگا۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ شعبان کی مدت رمضان کا چاند دیکھنے تک ہے حساب وغیرہ کا اعتبار نہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں لیلۃ فرمانے سے اشارۃ معلوم ہوا کہ اگر دن میں زوال کے بعد رمضان یا عید کا چاند نظر آجائے مگر بعد غروب آفتاب نظر نہ آئے تو اس دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں آفتاب ڈوبنے کے بعد رویت کا اعتبار ہے۔ واللہ اعلم!

(۲) رمضان۔

(۳) شوال۔

(۴) ذیقعدہ۔

(۵) ذی الحجہ۔

شعبان کا اس لیے کہ اگر رمضان کا چاند دیکھتے وقت ابر یا غبار ہو تو یہ تیس پورے کر کے رمضان شروع کریں اور رمضان کا روزہ رکھنے کے لیے اور شوال کا روزہ ختم کرنے کے لیے اور ذیقعدہ کا ذی الحجہ کے لیے (کہ حج کا خاص مہینہ ہے) اور ذی الحجہ کا بقرعید کے لیے۔ (8)

مسئلہ ۲۰: شعبان کی اتیس ۲۹ کو شام کے وقت چاند دیکھیں دکھائی دے تو کل روزہ رکھیں، ورنہ شعبان کے تیس ۳۰ دن پورے کر کے رمضان کا مہینہ شروع کریں۔ (9)

مسئلہ ۳: کسی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی کسی وجہ شرعی سے رد کردی گئی مثلاً فاسق ہے یا عید کا چاند اس نے تنہا دیکھا تو اسے حکم ہے کہ روزہ رکھے، اگرچہ اپنے آپ عید کا چاند دیکھ لیا ہے اور اس روزہ کو توڑنا جائز نہیں، مگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہیں (10) اور اس صورت میں اگر رمضان کا چاند تھا اور اس نے اپنے حسابوں تیس روزے پورے کیے، مگر عید کے چاند کے وقت پھر ابر یا غبار ہے تو اسے بھی ایک دن اور رکھنے کا حکم ہے۔

(8) اعلیٰ حضرت، امام السنن، مجددین دہلی، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فرض کفایہ، یعنی سب ترک کریں تو سب گنہگار، اور بعض بقدر کفایت عہ کریں تو سب پر سے اتر جائے، اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ شاید شعبان ۲۹ کا ہو جائے تو کل سے رمضان ہے۔ اگر چاند کا خیال نہ کیا تو عجب نہیں کہ ہو جائے اور یہ بے خبر رہیں۔ تو کل شعبان سمجھ کر ناقص رمضان کا روزہ جائے۔

بجب كفاية التماس الهلال ليلة العاشرين من شعبان لانه قد يكون ناقصا ۱۔ (مراقی الفلاح) الظاهر منه الافتراض لانه يتوصل به الى الفرض ۲۔ (طط) (حاشية الطحاوی علیہا)

(۱) مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی فصل فیما یثبت بہ الهلال نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۵۳ (۲) حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح فصل فیما یثبت بہ الهلال نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۵۳

شعبان کی تیسویں رات چاند کا تلاش کرنا وجوب کفایہ ہے کیونکہ بعض اوقات وہ ناقص ہوتا ہے (مراقی الفلاح)۔ اس سے ظاہر یہی ہے کہ یہ فرض ہے کیونکہ فرض تک پہنچنے کا یہ وسیلہ ہے (طط) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۴۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(9) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الثانی فی رویۃ الهلال، ج ۱، ص ۱۹۷

(10) الدر المختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۰۳

مسئلہ ۴: تنہا اُس نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا پھر روزہ توڑ دیا یا قاضی کے یہاں گواہی بھی دی تھی اور ابھی اُس نے اُس کی گواہی پر حکم نہیں دیا تھا کہ اُس نے روزہ توڑ دیا تو بھی کفارہ لازم نہیں، صرف اُس روزہ کی قضا دے اور اگر قاضی نے اُس کی گواہی قبول کر لی۔ اُس کے بعد اُس نے روزہ توڑ دیا تو کفارہ لازم ہے اگرچہ یہ فاسق ہو۔ (11)

مسئلہ ۵: جو شخص علم مسات جانتا ہے، اُس کا اپنے علم بیانات کے ذریعہ سے کہہ دینا کہ آج چاند ہوا یا نہیں ہوا کوئی چیز نہیں اگرچہ وہ عادل ہو، اگرچہ کئی شخص ایسا کہتے ہوں کہ شرع میں چاند دیکھنے یا گواہی سے ثبوت کا اعتبار ہے۔ (12)

مسئلہ ۶: ہر گواہی میں یہ کہنا ضرور ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بغیر اس کے شہادت نہیں، مگر ابر میں رمضان کے چاند کی گواہی میں اس کہنے کی ضرورت نہیں، اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے اپنی آنکھ سے اس رمضان کا چاند آج یا کل یا فلان دن دیکھا ہے۔ یوہیں اس کی گواہی میں دعویٰ اور مجلس قضا اور حاکم کا حکم بھی شرط نہیں، یہاں تک کہ اگر کسی نے حاکم کے یہاں گواہی دی تو جس نے اُس کی گواہی سنی اور اُس کو بظاہر معلوم ہوا کہ یہ عادل ہے اس پر روزہ رکھنا ضروری ہے، اگرچہ حاکم کا حکم اُس نے نہ سنا ہو مثلاً حکم دینے سے پہلے ہی چلا گیا۔ (13)

مسئلہ ۷: ابر اور غبار میں رمضان کا ثبوت ایک مسلمان عاقل بالغ، مستور یا عادل شخص سے ہو جاتا ہے، وہ مرد ہو خواہ عورت، آزاد ہو یا باندی غلام یا اس پر تہمت زنا کی حد ماری گئی ہو، جب کہ توبہ کر چکا ہے۔ عادل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کم سے کم متقی ہو یعنی کبار گناہ سے بچتا ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو اور ایسا کام نہ کرتا ہو جو مروت کے خلاف ہو مثلاً بازار میں کھانا۔ (14)

(11) الدر المختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۰۲

(12) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الثانی فی ردیۃ الھلال، ج ۱، ص ۱۹۷

(13) المرجع السابق، الدر المختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۰۶

(14) اعلیٰ حضرت، امام السنن، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

خود شہادت رویت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی، ہلال رمضان مبارک کے لیے ایک ہی مسلمان عاقل بالغ، غیر فاسق کا مجرد بیان کافی ہے کہ میں نے اس رمضان شریف کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اگرچہ کنیز ہو اگرچہ مستور الحال ہو، جس کی عدالت باطنی معلوم نہیں، ظاہر حال پر بند شرع ہے اگرچہ اس کا یہ بیان مجلس قضاء میں نہ ہو، اگرچہ گواہی دیتا ہوں نہ کہے، نہ دیکھنے کی کیفیت بیان کرے کہ کہاں سے دیکھ کدھر کو تھا کتنا اونچا تھا وغیرہ۔ یہ اس صورت میں ہے کہ ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو، چاند کی جگہ ابر یا غبار ہو، اور بحال صفائی مطلع اگر ویسا، یک شخص جنگل سے آیا یا بلند مکان پر تھا تو بھی ایک ہی کا بیان کافی ہو جائے گا، ورنہ دیکھیں گے کہ وہاں کے مسلمان چاند دیکھنے میں کوشش رکھتے ہیں، بکثرت لوگ متوجہ ہوتے ہیں یا کابل ہیں دیکھنے کی پروا نہیں، بے پروائی کی صورت میں کم سے کم دو درکار ہوں گے اگرچہ مستور الحال ہوں، ورنہ ایک جماعت عظیم چاہئے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبہ ظن حاصل ہے۔

مسئلہ ۸: فاسق اگر چہ رمضان کے چاند کی شہادت دے اُس کی گواہی قابل قبول نہیں رہا یہ کہ اُس کے ذمہ گواہی

ہو جائے کہ ضرور چاند ہوا اگر چہ غلام یا کھلے فساق ہوں، اور اگر کثرت حد تو اتار کو پہنچ جائے کہ عقل اتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر مسلم و کافر سب کی مقبول ہے۔ باقی گیارہ ہلالوں کے واسطے مطلقاً ہر حال میں ضرور ہے کہ دو مرد عادل یا ایک مرد و دو عورتیں عادل آزاد جن کا ظاہری و باطنی حال تحقیق ہو کہ پابند شرع ہیں، قاضی شرع کے حضور لفظ اشہد گواہی دیں۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس مہینے کا ہلال فلان دن کی شام کو دیکھا اور جہاں قاضی شرع نہ ہو تو مفتی اسلام اُس کا قائم مقام ہے جبکہ تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اُس کے حضور گواہی دیں اور اگر کہیں قاضی و مفتی کوئی نہ ہو تو مجبوری کو اور مسلمانوں کے سامنے ایسے عاقل دو مرد یا ایک مرد و دو عورتوں کا بیان بے لفظ اشہد بھی کافی سمجھا جائے گا، ان گیارہ ہلالوں میں ہمیشہ یہی حکم ہے مگر عیدین میں اگر مطہر صاف ہو اور مسلمان رعیت ہلال میں کاہلی نہ کرتے ہوں اور وہ دو گواہ جنگل یا بلندی سے نہ آئے ہوں تو اس صورت میں وہی جماعت عظیم درکار ہے، اسی طرح جہاں اور کسی چاند مثلاً ہلالِ محرم کا عام مسلمان پورا اہتمام کرتے ہوں تو بحالتِ صفائی مطہر جبکہ شاہدین جنگل یا بلندی سے نہ آئیں تو ظاہر جماعت عظیم ہی چاہئے کہ جس وجہ سے اُس کا ایجاب رمضان و عیدین میں کیا گیا تھا یہاں بھی حاصل ہے۔

در مختار میں ہے:

قیل بلا دعوی و بلا لفظ اشہد و حکم و مجلس قضاء، للصوم مع علة كغيم و غبار، خبر عدل او مستور لا فاسق اتفاقاً ولو قنأ او انثی بثن کیفیت الرؤية اولاً، علی المذهب و شرط للفظ مع العلة العدالة و نصاب الشهادة و لفظ اشہد ولو كانوا ببلدة لاحاکم فیہا، صاموا بقول ثقة و افطر و اباخبار عدلین مع العلة للضرورة، و قیل بلا علة جمع عظیم یقع غلبة الظن بخبرهم و عن الامام، یکتفی بشاہدین و اختارة فی البحر و صح فی الاقضية الا کتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع و اختارة ظہیر الدین، و ہلال الاضی و بقية الاشهر التسعة کاللفظ علی المذهب اھـ ۱۔ مختصراً

ابر و غبار کی حالت میں ہلال رمضان کے لیے ایک عادل یا مستور الحال کی خبر کافی ہے اگر چہ غلام یا عورت ہو روایت کی کیفیت بیان کرے خواہ نہ کرے، دعویٰ یا لفظ اشہد یا حکم یا مجلس قاضی کسی کی شرط نہیں مگر فاسق کا بیان بالاتفاق مردود ہے اور عید کے لیے بھی اسی صافی مطہر عدالت کے ساتھ دو مرد یا ایک مرد و دو عورت کی گواہی بلفظ اشہد ضرور ہے اور اگر ایسے شہر میں ہوں جہاں کوئی حاکم اسلام نہیں تو بوجہ ضرورت بحال ابر و غبار ایک ثقہ شخص کے بیان پر روزہ رکھیں اور دو عادلوں کی خبر پر عید کر لیں، اور جب ابر و غبار نہ ہو تو ایسی بڑی جماعت کی خبر مقبول ہوگی جس سے ظن غالب حاصل ہو جائے اور امام سے مروی ہو کہ دو گواہ کافی ہیں اور اسی کو بحر الرائق میں اختیار کیا، و کتاب الاقضية میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ ایک بھی کافی ہے اگر جنگل سے آئے یا بلند مکان پر تھا اور اسی کو امام ظہیر الدین نے اختیار فرمایا و ردی المحجہ اور باقی نو مہینوں کے چاند کا وہی حکم ہے جو ہلالِ عید الفطر کا۔ اھـ مختصراً (۱۔ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۴۹-۱۴۸)

در المختار میں ہے:

دینا لازم ہے یا نہیں۔ اگر اُمید ہے کہ اُس کی گواہی قاضی قبول کر لے گا تو اُسے لازم ہے کہ گواہی دے۔ (15)
مستور یعنی جس کا ظاہر حال مطابق شرع ہے، مگر باطن کا حال معلوم نہیں، اُس کی گواہی بھی غیر رمضان میں قابل قبول نہیں۔

مسئلہ ۹: جس شخص عادل نے رمضان کا چاند دیکھا، اُس پر واجب ہے کہ اسی رات میں شہادت ادا کر دے، یہاں تک کہ اگر لونڈی یا پردہ نشین عورت نے چاند دیکھا تو اس پر گواہی دینے کے لیے اسی رات میں جانا واجب ہے۔ لونڈی کو اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ اپنے آقا سے اجازت لے۔ یوہیں آزاد عورت کو گواہی کے لیے جانا واجب، اس کے لیے شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، مگر یہ حکم اُس وقت ہے جب اُس کی گواہی پر ثبوت موقوف ہو کہ ہے اُس کی گواہی کے کام نہ چلے ورنہ کیا ضرورت۔ (16)

مسئلہ ۱۰: جس کے پاس رمضان کے چاند کی شہادت گزری، اُسے یہ ضرور نہیں کہ گواہ سے دریافت کرے تم نے کہاں سے دیکھا اور وہ کس طرف تھا اور کتنے اونچے پر تھا وغیرہ وغیرہ۔ (17) مگر جب کہ اس کا بیان مشتبہ ہو تو سوالات کرے خصوصاً عید میں کہ لوگ خواہ مخواہ اس کا چاند دیکھ لیتے ہیں۔

مسئلہ ۱۱: تنہا امام (بادشاہ اسلام) یا قاضی نے چاند دیکھا تو اُسے اختیار ہے، خواہ خود ہی روزہ رکھنے کا حکم دے یا کسی کو شہادت لینے کے لیے مقرر کرے اور اُس کے پاس شہادت ادا کرے۔ (18)

شرط القبول عند عدم علة في السماء لهلال الصوم او الفطر اخبار جمع عظيم لان التفرد من بين الجم الغفير بالرؤية مع توجههم طالعين لما توجه هو اليه مع فرض عدم المانع ظاهري غلطه بجر، ولا يشترط فيهم العدالة، امداد ولا الحرية قهستاني ۲۔ (۲) رد المحتار كتاب الصوم مصنفى البابى نمبر ۱۰۰/۲

جب آسمان صاف ہو تو ہلال روزہ و عید کے قبول کو جماعت عظیم کی خبر شرط ہے اس لیے کہ بڑی جماعت کہ وہ بھی چاند دیکھنے میں مصروف تھی اُس میں صرف دو ایک شخص کو نظر آتا حالانکہ مطلع صاف ہے ان دو ایک کی خطا میں ظاہر ہے، ایسا ہی بحر الرائق میں ہے اور جماعت عظیم میں عدالت شرط نہیں، ایسا ہی امداد الفتاح میں ہے، نہ آزادی شرط ہے ایسا ہی قہستانی میں ہے،

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۴۰۶-۴۰۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

روایت ہدال کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد 10 صفحہ 405 پر سالہ طرق اثبات الہلال ملاحظہ فرمائیے۔
(15) امدد المحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۰۶

(16) المرجع السابق، ص ۴۰۷

(17) افتاویٰ لھندیہ، کتاب الصوم، الباب الثانی فی رؤیۃ الھلال، ج ۱، ص ۱۹۷، وغیرہ

(18) افتاویٰ لھندیہ، کتاب الصوم، الباب الثانی فی رؤیۃ الھلال، ج ۱، ص ۱۹۷

مسئلہ ۱۲: گاؤں میں چاند دیکھا اور وہاں کوئی ایسا نہیں جس کے پاس گواہی دے تو گاؤں والوں کو جمع کر کے شہادت ادا کرے اور اگر یہ عادل ہے تو لوگوں پر روزہ رکھنا لازم ہے۔ (19)

مسئلہ ۱۳: کسی نے خود تو چاند نہیں دیکھا، مگر دیکھنے والے نے اپنی شہادت کا گواہ بتایا تو اس کی شہادت کا وہی حکم ہے جو چاند دیکھنے والے کی گواہی کا ہے، جبکہ شہادۃ علی الشہادۃ کے تمام شرائط پائے جائیں۔ (20)

(19) المرجع السابق

(20) اعلیٰ حضرت، امام السنن، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

شہادۃ علی الشہادۃ یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انہیں گواہ کیا، انہوں نے اس گواہی کی گواہی دی، یہ وہاں ہے کہ گواہاں اصل ماضی سے معذور ہوں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ سے کہے میری اس گواہی پر گواہ ہو جا کہ میں گواہی دیتا ہوں میں نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا۔ گواہان فرع یہاں آ کر یوں شہادت دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ کیا کہ فلاں بن فلاں مذکور نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور فلاں بن فلاں مذکور نے مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہو جا، پھر اصل شہادت روایت میں اختلاف احوال کے ساتھ جو احکام گزرے ان کا لحاظ ضرور ہے، مثلاً ماہ رمضان میں مطلع صاف تھا تو صرف ایک کی گواہی مسوع نہ ہونی چاہئے جب تک جنگل میں یا بند مکان پر دیکھا نہ بیان کرے ورنہ ایک کی شہادت اور اس کی شہادت پر بھی صرف ایک ہی شاہد اگر چہ کنیز مستورۃ الحیل ہو بس ہے، اور باقی مہینوں میں یہ تو ہمیشہ ضرور ہے کہ ہر گواہ کی گواہی پر دو ۲ مرد یا ایک مرد و دو عورت عادل گواہ ہوں اگر چہ یہی دو مرد ان دو اصل میں ہر ایک کے شاہد ہوں مثلاً جہاں عیدین میں صرف دو ۲ عادلوں کی گواہی مقبول ہے زید و عمرو دو ۲ عادلوں نے چاند دیکھا اور ہر ایک نے اپنی شہادت پر بکر و خالد و مرد عادل کو گواہ کر دیا کہ یہاں آ کر بکر اور خالد ہر ایک نے زید و عمرو دونوں کی گواہی پر گواہی دی کافی ہے یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ کے جدا جدا دو ۲ گواہ ہوں، اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک اصل خود آ کر گواہی دے اور دوسرا گواہ اپنی گواہی پر دو گواہ جدا جدا کر بھیجے، ہاں یہ جائز نہیں کہ ایک گواہ اصل کے دو ۲ گواہ ہوں اور انہیں دونوں میں سے ایک خود اپنی شہادت ذاتی بھی دے۔

درختار میں ہے:

الشہادۃ علی الشہادۃ مقبولة وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود بشرط تعذر حضور الاصل بمرض او سفر واکتفی الثانی بغیبتہ بحیث یتعذر ان یبیت باہلہ واستحسنہ غیر واحد وفی القہستانی والسراجیہ وعلیہ الفتویٰ واکرة البصنف او کون المرأة مخدرة لا تغالط الرجال وان خرجت بحاجة وجمام قنیۃ. عند الشہادۃ عند القاضی قید للکل وبشرط شہادۃ عدد نصاب ولو رجلا وامرأتین عن کل اصل. ولو امرأة لا تغایر فرعی هذا وخالک وکیفیتها ان یقول الاصل مخاطبا للفرع ولو ابنته بھر. اشہد علی شہادتی انی اشہد بکذا ویقول الفرع اشہد ان فلانا اشہد فی علی شہادۃ بکذا وقال لی اشہد علی —

مسئلہ ۱۴: اگر مطلع صاف ہو تو جب تک بہت سے لوگ شہادت نہ دیں چاند کا ثبوت نہیں ہو سکتا، رہا یہ کہ اس کے

شہادت بنڈک ۱۱۱ مختصر۔

گوہی مقبول ہے اگر چہ یکے بعد دیگرے کتنے ہی درجے تک پہنچے مثلاً گواہان اصل نے زید و عمرو کو گواہ بنایا انہوں نے اپنی اس شہادت علی شہادت پر بکر و خالد کو گواہ کر دیا خالد نے اپنی اس شہادت علی شہادت پر سعید و حمید کو شاہد بنالیا و علیٰ ہذا القیاس) اور مذہب صحیح پر یہ امر حدود و قصاص کے سوا ہر حق میں جائز ہے اس شرط سے کہ جس وقت قاضی کے حضور ادائے شہادت ہوئی اُس وقت وہاں اصل گواہ کا آدم مرض یا سفر یا زن پر وہ نشین ہونے کے باعث معذور ہو اور امام ابی یوسف کے نزدیک تین منزل دور ہونا ضرور نہیں بلکہ اتنی دوری کافی ہے کہ گواہی دے کر رات کو اپنے گھر نہ پہنچ سکے بکثرت مشائخ نے اس قول کو پسند کیا اور لہستانی و سراجیہ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ مصنف نے سے مسلم رکھ اور عورت کی پردہ نشینی یہ کہ مردوں کے مجمع سے بچتی ہو اگر چہ اپنی کسی ضرورت کے لیے باہر نکلے یا حمام جائے، ایسا ہی قنیہ میں ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ ہر اصل گواہ اگر چہ عورت کی گواہی پر پورا نصاب شہادۃ ہو یعنی دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں گواہی دیں، ہاں یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ اصل کے دو دو جدا گانہ گواہوں اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ فرغ سے اگر چہ وہ اس کا بیٹا ہو خطاب کر کے کہے تو میری اس گواہی پر گواہ ہو جا کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں اور گواہ فرغ یوں ادائے شہادت کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں نے مجھے اپنی گواہی پر گواہ کیا اور مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہو جا۔ اھ مختصر۔

(۱۔ در مختار باب الشہادت علی الشہادت مطبع مکتبائی دہلی ۲، ۱۰۰)

اُسی کے بیان بدل رمضان میں ہے: وقبل شہادۃ واحد علی آخر کعبہ داعی ولو علی مظلما۔ ۲۔ ایک کی گواہی دوسرے پر مثلاً غلام یا عورت کی شہادت اگر چہ ہنی ہی جیسے پر بلال رمضان میں مقبول ہے جبکہ ایک کی گواہی وہاں مسوع ہونے کے قابل ہو جیسے ہی مت نامافی مطبع۔

(۲۔ در مختار، کتاب الصوم، مطبع مکتبائی دہلی، ۱۳۸/)

رد المحتار میں ہے:

لو شہدا علی شہادۃ رجل واحد ہما یشہدان بنفسہ ایضاً لہ یجز کذا فی المحيط السرخسی فتاویٰ لہندیۃ ولو شہد واحد علی شہادۃ نفسہ وأخراہ علی شہادۃ غیرہ یصح وصرح بہ فی البزازیۃ ۱۱۱ مختصر

آر دو گواہوں نے ایک مرد کی شہادت پر شہادت کی اور ان میں ایک خود بذاتہ گواہ ہے تو یہ جائز نہیں، یہ ہی فتاویٰ انگلیری میں محیط نام سرخسی سے ہے اور اگر ایک نے خود گواہی دی اور دوسرے دو نے اور شخص کی شہادت پر شہادت ار کی تو یہ درست ہے، بز زیہ میں اس کی تصریح ہے ۱۴ (۳۔ رد المحتار باب الشہادت علی الشہادۃ مصطفیٰ انبائی مصر ۲/ ۴۳۷)

فتاویٰ انگلیریہ میں ذخیرہ سے ہے:

ینبغی ان یدکر الفرع اسم الشاہد الاصل واسم ابیہ وجتہ حق لو ترک ذلك فالقاضی لا یقبل شہادتهما کذا فی الذخیرۃ ۱۱۱

گوہ فرغ کو چاہئے کہ گواہ اصل اور اس کے باپ اور دادا سب کا نام ذکر کرے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے گا تو حکم اس کی گواہی ہے

لیے کتنے لوگ چاہیے یہ قاضی کے متعلق ہے، جتنے گواہوں سے اُسے غالب گمان ہو جائے حکم دیدے گا، مگر جب کہ بیرون شہر یا بلند جگہ سے چاند دیکھنا بیان کرتا ہے تو ایک مستور کا قول بھی رمضان کے چاند میں قبول کر لیا جائے گا۔ (21)

مسئلہ ۱۵: جماعت کثیرہ کی شرط اُس وقت ہے جب روزہ رکھنے یا عید کرنے کے لیے شہادت گزرے اور اگر کسی اور معاملہ کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں ثقہ کی شہادت گزری اور قاضی نے شہادت کی بنا پر حکم دے دیا تو اب یہ شہادت کافی ہے۔ روزہ رکھنے یا عید کرنے کے لیے بھی ثبوت ہو گیا، مثلاً ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میرا اس کے ذمہ اثنا دین ہے اور اس کی میعاد یہ ٹھہری تھی کہ جب رمضان آجائے تو دین ادا کر دے گا اور رمضان آ گیا مگر یہ نہیں دیتا۔ مدعی علیہ (وہ شخص جس پر دعویٰ کیا جائے) نے کہا، بیشک اس کا دین میرے ذمہ ہے اور میعاد بھی یہی ٹھہری تھی، مگر ابھی رمضان نہیں آیا اس پر مدعی نے دو گواہ گزاریے جنہوں نے چاند دیکھنے کی شہادت دی، قاضی نے حکم دے دیا کہ دین ادا کر، تو اگرچہ مطلع صاف تھا اور دو ۲ ہی کی گواہیاں ہوئیں، مگر اب روزہ رکھنے اور عید کرنے کے حق میں بھی یہی دو گواہیاں کافی ہیں۔ (22)

مسئلہ ۱۶: یہاں مطلع صاف تھا، مگر دوسری جگہ نا صاف تھا، وہاں قاضی کے سامنے شہادت گزری، قاضی نے چاند ہونے کا حکم دیا، اب دو یا چند آدمیوں نے یہاں آکر جہاں مطلع صاف تھا، اس بات کی گواہی دی کہ فلاں قاضی کے

قبول نہ کرے گا کذا فی الذخیرہ۔ ۱۲ (۴) فتاویٰ ہندیہ الباب الحادی عشر فی الشہادۃ علی الشہادۃ ثورانی کتب خانہ پشاور، ۳/ ۵۲۴)

شہادۃ علی الشہادۃ میں یہ بھی ضرور ہے کہ اُس کے مطابق حکم ہونے تک، گواہان اصل بھی اہلیت شہادت پر باقی رہیں اور شہادت کی تکذیب نہ کریں مثلاً گواہان فرع نے ابھی گواہی نہ دی یا دی اور اس پر ہنوز حکم نہ ہوا تھا کہ گواہان اصل سے کوئی گواہ اندھ یا گونگا یا مجنون یا معاذ اللہ مرتد ہو گیا یا کہا کہ میں نے ان گواہوں کو اپنی شہادت کا گواہ نہ کیا تھا یا غلطی سے گواہ کر دیا تھا تو یہ شہادت باطل ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے:

تبطل شہادۃ الفروع بخروج اصلہ عن اہلیتہا کخرس وعمی، وبانکار اصلہ الشہادۃ کقولہم مالنا شہادۃ اولہم نشہدوا واشہدناہم وغلطناہم۔ مختصر۔ (۱) درمختار باب الشہادۃ علی الشہادۃ مطلع بھتیائی دہلی ۲/ ۱۰۰) اصل شاہد کے اہلیت سے نکل جانے کے سبب سے فروع کی شہادت باطل ہو جاتی ہے مثلاً شاہد گونگا یا نابینا ہو گیا یا اصل شاہد شہادت سے انکاری ہو، مثلاً اصول چوں کہیں ہم گواہ نہیں یا ہم نے ان کو گواہ نہیں کیا یا ہم نے ان کو گواہ کیا اور غلط کہا۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۱۹۔ ۳۰۹ رضاق ڈیٹیشن، لاہور)

(21) الدر المختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۳۰۹ وغیرہ

(22) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، مطلب: ما قالہ السبکی من الاعتماد علی قول الخ، ج ۳، ص ۳۱۱

یہاں دو شخصوں نے فلاں رات میں چاند دیکھنے کی گواہی دی اور اس قاضی نے ہمارے سامنے حکم دے دیا اور دعوے کے شرائط بھی پائے جاتے ہیں تو یہاں کا قاضی بھی ان شہادتوں کی بنا پر حکم دیدے گا۔ (23)

مسئلہ ۱۷: اگر کچھ لوگ آکر یہ کہیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا، بلکہ اگر شہادت بھی دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا، بلکہ اگر یہ شہادت دیں کہ فلاں فلاں نے دیکھا، بلکہ اگر یہ شہادت دیں کہ فلاں جگہ کے قاضی نے روزہ یا افطار کے لیے لوگوں سے کہا یہ سب طریقے ناکافی ہیں۔ (24)

مسئلہ ۱۸: کسی شہر میں چاند ہوا اور وہاں سے متعدد جماعتیں دوسرے شہر میں آئیں اور سب نے اس کی خبر دی کہ

(23) الدر المختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۱۲

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت، الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

شہادۃ علی القضاء یعنی دوسرے کسی اسلامی شہر میں حاکم اسلام قاضی شرع کے حضور رویت ہلال پر شہادتیں گزریں اور اس نے ثبوت ہلال کا حکم دیا، دو ۲ شہدان عادل اس گواہی و حکم کے وقت حاضر دار القضاء تھے، انہوں نے یہاں حاکم اسلام قاضی شرع یا وہ نہ ہو تو مفتی کے حضور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں ہمارے سامنے فلاں شہر کے فلاں حاکم کے حضور فلاں ہلال کی نسبت فلاں دن کی شام کو ہونے کی گواہیاں گزریں اور حاکم موصوف نے ان گواہیوں پر ثبوت ہلال مذکور شام فلاں روز کا حکم دیا،

فتح القدیر شرح بدایہ میں ہے:

لو شهدوا ان قاضی بلد کذا شهد عنده اثنان برؤية الهلال في ليلة كذا وقضى بشهادتهما جاز لهما هذا القاضي ان يحکم بشهادتهما لان قضاء القاضي حجة وقد شهدوا به ۲۔

اگر گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے فلاں قاضی کے پاس فلاں رات میں چاند دیکھنے پر دو ۲ آدمیوں نے گواہی دی تو قاضی ان کی شہادت پر فیصلہ دے دیا ہے تو اس قاضی کے لیے ان دونوں کی شہادت کی وجہ سے فیصلہ دینا جائز ہے کیونکہ قضائے قاضی حجت ہے اور انہوں نے اس پر گواہی دی ہے۔ (۲۔ فتح القدیر کتاب الصوم مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲/ ۲۴۳)

اسی طرح فتاویٰ قاضیاں و فتاویٰ خلاصہ وغیرہ میں ہے:

قلت وقيدة في التدوير تبعاً للذخيرة عن مجموع النوازل باستجماع شرائط الدعوى ووجه العلامة الشامي بتوجيهين، لنا في كل منهما كلام حققناه فيما عليه علقناه فراجعهم فانه من الغوائد المهمة.

قلت تدوير میں ذخیرہ کی اتباع کرتے ہوئے مجموع النوازل کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے یہ قید لگائی کہ دعویٰ کے تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اور علامہ شامی نے اس کی دو ۲ توجیہات بیان کی ہیں ان میں سے ہر ایک پر ہمیں کلام ہے، اس کی پوری تفصیل ہم نے حاشیہ رد المحتار میں بیان کر دی ہے وہاں سے ملاحظہ کریں وہ نہایت ہی اہم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۴۱۲۔ ۴۱۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(24) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، مطلب: ما قاله السیسی من الاحتیاج علی قول الخ، ج ۳، ص ۴۱۳

وہاں فلاں دن چاند ہوا ہے اور تمام شہر میں یہ بات مشہور ہے اور وہاں کے لوگوں نے رویت کی بنا پر فلاں دن سے روزے شروع کیے تو یہاں والوں کے لیے بھی ثبوت ہو گیا۔ (25)

مسئلہ ۱۹: رمضان کی چاند رات کو ابر تھا، ایک شخص نے شہادت دی اور اس کی بنا پر روزے کا حکم دے دیا گیا، اب عید کا چاند اگر بوجہ ابر کے نہیں دیکھا گیا تو تیس روزے پورے کر کے عید کر لیں اور اگر مطلع صاف ہے تو عید نہ کریں، مگر جبکہ دو عادلوں کی گواہی سے رمضان ثابت ہوا ہو۔ (26)

مسئلہ ۲۰: مطلع ناقص ہے تو علاوہ رمضان کے شوال و ذی الحجہ بلکہ تمام مہینوں کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں اور سب عادل ہوں اور آزاد ہوں اور ان میں کسی پر تہمت زنا کی حد نہ قائم کی گئی ہو، اگرچہ توبہ کر چکا ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ گواہ گواہی دیتے وقت یہ لفظ کہے میں گواہی دیتا ہوں۔

مسئلہ ۲۱: گاؤں میں دو شخصوں نے عید کا چاند دیکھا اور مطلع ناقص ہے اور وہاں کوئی ایسا نہیں جس کے پاس شہادت دیں تو گاؤں والوں سے کہیں، اگر یہ عادل ہوں تو لوگ عید کر لیں۔ (27)

مسئلہ ۲۲: تنہا امام یا قاضی نے عید کا چاند دیکھا تو انھیں عید کرنا یا عید کا حکم دینا جائز نہیں۔ (28)

مسئلہ ۲۳: انیسویں ۲۹ رمضان کو کچھ لوگوں نے یہ شہادت دی کہ ہم نے لوگوں سے ایک دن پہلے چاند دیکھا جس کے حساب سے آج تیس ۳۰ ہے تو اگر یہ لوگ یہیں تھے تو اب ان کی گواہی مقبول نہیں کہ وقت پر گواہی کیوں نہ دی اور اگر یہاں نہ تھے اور عادل ہوں تو قبول کر لی جائے۔ (29)

مسئلہ ۲۴: رمضان کا چاند دکھائی نہ دیا، شعبان کے تیس ۳۰ دن پورے کر کے روزے شروع کر دیے، اٹھائیس ۲۸ ہی روزے رکھے تھے کہ عید کا چاند ہو گیا تو اگر شعبان کا چاند دیکھ کر تیس ۳۰ دن کا مہینہ قرار دیا تھا تو ایک روزہ رکھیں اور اگر شعبان کا بھی چاند دکھائی نہ دیا تھا، بلکہ رجب کی تیس ۳۰ تاریخیں پوری کر کے شعبان کا مہینہ شروع کیا تو دو روزے قضا کے رکھیں۔ (30)

(25) رد المحتار، کتاب الصوم، مطلب: ما قالہ السبکی من الاعتماد علی قول الحساب مردود، ج ۳، ص ۴۳

(26) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، مطلب: ما قالہ السبکی من الاعتماد علی قول الحساب مردود، ج ۳، ص ۴۳

(27) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الثانی فی ردیۃ الحلال، ج ۱، ص ۱۹۸

(28) الدر المختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۰۸، وغیرہ

(29) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الثانی فی ردیۃ الحلال، ج ۱، ص ۱۹۸

(30) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الثانی فی ردیۃ الحلال، ج ۱، ص ۱۹۹

مسئلہ ۲۵: دن میں ہلال دکھائی دیا زوال سے پہلے یا بعد، بہر حال وہ آئندہ رات کا قرار دیا جائے گا۔ یعنی اب جو رات آئے گی اس سے مہینہ شروع ہوگا تو اگر تیسویں رمضان کے دن میں دیکھا تو یہ دن رمضان ہی کا ہے شوال کا نہیں اور روزہ پورا کرنا فرض ہے اور اگر شعبان کی تیسویں تاریخ کے دن میں دیکھا تو یہ دن شعبان کا ہے رمضان کا نہیں لہذا آج کا روزہ فرض نہیں۔ (31)

مسئلہ ۲۶: ایک جگہ چاند ہوا تو وہ صرف وہیں کے لیے نہیں، بلکہ تمام جہان کے لیے ہے۔ مگر دوسری جگہ کے لیے اس کا حکم اُس وقت ہے کہ اُن کے نزدیک اُس دن تاریخ میں چاند ہونا شرعی ثبوت سے ثابت ہو جائے (32) یعنی دیکھنے کی گواہی یا قاضی کے حکم کی شہادت گزرے یا متعدد جماعتیں وہاں سے آکر خبر دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا ہے اور وہاں لوگوں نے روزہ رکھا یا عید کی ہے۔ (33)

(31) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، مطلب فی اختلاف الطالع، ج ۳، ص ۴۱۷

(32) مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: کہ رویت ہلال کے ثبوت کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں:

(۱) خود شہادت رویت یعنی چاند دیکھنے والوں کی گواہی۔

(۲) شہادۃ علی الشہادۃ۔ یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انہیں گواہ کیا۔

انہوں نے اس گواہی کی گواہی دی۔ یہ وہاں ہے کہ گواہان اصل حاضری سے معذور ہوں۔

(۳) شہادۃ علی القضاء یعنی دوسرے کسی اسلامی شہر میں حاکم اسلام کے یہاں رویت ہلال پر شہادتیں گزریں اور اس نے جو جہاں کا حکم دیا اور دو عادل گواہوں نے جو اس گواہی کے وقت موجود تھے، انہوں نے دوسرے مقام پر اس قاضی اسلام کے روبرو گواہی گزرے اور قاضی کے حکم پر گواہی دی۔

(۴) کتاب القاضی الی القاضی یعنی قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے مقدمات کا اسلامی فیصلہ کرنے کے لیے مقرر کیا ہو وہ دوسرے شہر کے قاضی کو، گواہیاں گزرنے کی شرعی طریقے پر اطلاع دے۔

(۵) استفاضۃ یعنی کسی اسلامی شہر سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن رویت ہلال کی بنا پر روزہ ہوا یا عید کی گئی۔

(۶) اکمل مدت یعنی ایک مہینے کے جب تیس ۳۰ دن کامل ہو جائیں تو دوسرے ماہ کا ہلال آپ ہی ثابت ہو جائے گا کہ مہینہ تیس ۳۰ سے زائد کا نہ ہوتا یقینی ہے۔

(۷) اسلامی شہر میں حاکم شرع کے حکم سے اتیس ۲۹ کی شام کو مثلاً توپیں داغی گئیں یا قار ہوئے تو خاص اس شہر وادوں یا اس شہر کے گرداگردیہات وادوں کے واسطے توپوں کی آوازیں سننا بھی ثبوت ہلال کے ذریعوں میں سے ایک ذریعہ ہے۔

(انظر: الفتاویٰ الرضویہ، ج ۱۰، ص ۳۰۵-۳۲۰، ملخصاً)

مسئلہ ۷۲: تار یا ٹیلیفون سے رویت ہلال نہیں ثابت ہو سکتی، نہ بازاری افواہ اور جنتریوں اور اخباروں میں چھپا ہونا کوئی ثبوت ہے۔ آج کل عموماً دیکھا جاتا ہے کہ اکتیس ۲۹ رمضان کو بکثرت ایک جگہ سے دوسری جگہ تار بھیجے جاتے ہیں کہ چاند ہوا یا نہیں، اگر کہیں سے تار آگیا بس لو عید آگئی یہ محض ناجائز و حرام ہے۔

تار کیا چیز ہے؟ اولاً تو یہی معلوم نہیں کہ جس کا نام لکھا ہے واقعی اُسی کا بھیجا ہوا ہے اور فرض کرو اُسی کا ہو تو تمہارے پاس کیا ثبوت اور یہ بھی سہی تو تار میں اکثر غلطیاں ہوتی ہی رہتی ہیں، ہاں کا نہیں نہیں کا ہاں معمولی بات ہے اور مانا کہ بالکل صحیح پہنچا تو یہ محض ایک خبر ہے شہادت نہیں اور وہ بھی بیسوں واسطہ سے اگر تار دینے والا انگریزی پڑھا ہوا نہیں تو کسی اور سے لکھوائے گا معلوم نہیں کہ اُس نے کیا لکھوایا اُس نے کیا لکھا، آدمی کو دیا اُس نے تار دینے والے کے حوالہ کیا، اب یہاں کے تار گھر میں پہنچا تو اُس نے تقسیم کرنے والے کو دیا اُس نے اگر کسی اور کے حوالے کر دیا تو معلوم نہیں کتنے واسطے سے اُس کو ملے اور اگر اسی کو دیا جب بھی کتنے واسطے ہیں پھر یہ دیکھیے کہ مسلمان مستور جس کا عادل و فاسق ہونا معلوم نہ ہو اُس تک کی گواہی معتبر نہیں اور یہاں جن جن ذریعوں سے تار پہنچا اُن میں سب کے سب مسلمان ہی ہوں، یہ ایک عقلی احتمال ہے جس کا وجود معلوم نہیں ہوتا اور اگر یہ مکتوب الیہ (جسے خط پہنچا) صاحب بھی انگریزی پڑھے نہ ہوں تو کسی سے پڑھوائیں گے، اگر کسی کافر نے پڑھا تو کیا اعتبار اور مسلمان نے پڑھا تو کیا اعتماد کہ صحیح پڑھا۔ غرض شار کیجیے تو بکثرت ایسی دہمیں ہیں جو تار کے اعتبار کو کھوتی ہیں فقہانے خط کا تو اعتبار ہی نہ کیا اگرچہ کاتب کے دستخط تحریر پہنچتا ہو اور اُس پر اُس کی مہر بھی ہو کہ الخط شبہ الخط والخطم شبہ الخاتم خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور مہر مہر کے۔ تو کجا تار (34)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(34) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

امور شرعیہ میں تار کی خبر محض نامعتبر، اور یہ طریقہ کہ تحقیق ہلال کیلئے تراشا گیا باطل و بے اثر، مسلمانوں کو ایسے اعلان پر عمل حرام، اور جو اس کی بنا پر مرتکب اعلان ہو سب سے زیادہ جتلائے آثام۔ اس طریقے میں جو غلطیاں اور احکام شرع سے سخت بیگانگیاں ہیں۔ اُن کی تفصیل کو دفتر درکار، لہذا یہاں بقدر ضرورت و فہم مخاطب چند آسان تنبیہوں پر اکتفا۔

تنبیہ اول: شریعت مطہرہ نے دربارہ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تو اتر شرعی پر بنا فرمایا اور ان میں بھی کافی و شرعی ہونے کے لیے بہت قیود و شرائط لگائیں جس کے بغیر ہرگز گواہی و شہرت بکار آمد نہیں اور پھر ظاہر کہ تار نہ کوئی شہادت شرعیہ ہے نہ خبر متواتر، پھر اس پر اعتماد کیونکر حلال ہو سکتا ہے۔ فتح القدیر و در مختار و حاشیہ طحاوی علی مرقاۃ المفلاح شرح نور الایضاح میں ہے: واللفظ لہد ریلزم اہل المشرق برویۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رویۃ اولئک بطریق موجب۔ ا۔ در کے الفاظ یہ ہیں اہل مشرق پر اہل مغرب کی رویت کی وجہ سے لازم ہو جاتا ہے بشرطیکہ جب اس رویت کا ثبوت ان کے ہاں بطریق موجب ہو۔ (۱۔ در مختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۹)

علامہ حلبی و علامہ طحاوی و علامہ شامی حواشی در میں فرماتے ہیں:

بطریق موجب کان یعمل اثنان الشہادۃ او یشهد اعلیٰ حکم القاضی او یتفییض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اهل بلدة کذا و اؤہ لانہ حکایۃ۔ ۲۔

طریق موجب یہ ہے کہ شہادت لانے والے دو ہوں یا وہ قاضی کے فیصلہ پر گواہ ہوں یا خبر مشہور ہو بخلاف اس صورت کے جب دونوں نے یہ خبر دی ہو کہ فلاں اہل شہر نے دیکھا ہے کیونکہ یہ تو حکایت ہے۔

(۲۔ رد المحتار، باب مدقۃ الفطر، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲۰/ ۹۶)

جو یہاں تارکی خبر پر عمل چاہے اس پر لازم کہ شرعاً اس کا موجب و لازم ہونا ثابت کرے مگر حاشانہ ثابت ہوگا جب تک ہاں مشرق اور ہر مغرب سے نہ چمکے، پھر شرع مطہر پر بے اصل زیادت اور منصب رفع فتویٰ پر جرأت کس لیے۔ والعیاذ باللہ سبحانہ و تعالیٰ اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت کافیہ کی آئی، محض نادانی کہ ہم تک تو نامعتبر طریقے سے پہنچی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ معتبر کس کی خبر، پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آئی ہے کیوں پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے!

تنبیہ دوم: تار کی حالت خط سے زیادہ ردی و سقیم کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے، طرز عبارت شناخت میں آتا ہے، واقف کار دیگر قرائن سے اعانت پاتا ہے۔ ہاں ہمہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اسود شرمیہ میں ان خطوط و مراسلات کا کچھ اعتبار نہیں کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور بن بھی ہو سکتا ہے تو یقین شرعی نہیں ہو سکتا کہ یہ اسی شخص کا لکھا ہوا ہے۔ ائمہ دین کی عبارتیں لیجئے:

اشباہ (۱) میں ہے: لا یعتبد علی الخط ولا یعمل بہ ا۔ (خط پر نہ اعتماد کیا جائے گا نہ عمل۔ ت)

(۱۔ اشباہ و النظائر کتاب القضاء و الشہادات والدہ عاویٰ ادارۃ القرآن دعوم اسلامہ کراچی ۱/ ۳۳۸)

ہدایہ (۲) میں ہے: الخط یشبہ الخط فلم یحصل العلم۔ ۲۔ (خط دوسرے خط کے مشابہ ہوتا ہے لہذا اس سے علم حاصل نہ ہوگا۔ ت) (۲۔ ہدایہ کتاب الشہادات فصل ما تململہ الشاہد مطبع برہنہ لکھنؤ ۳/ ۱۵۷)

فتح القدیر (۳) میں ہے: الخط لا ینطق و هو متشابہ۔ ۳۔ (خط بولا نہیں اور اس میں مشابہت ہوتی ہے۔ ت) (۳۔ فتح القدیر)

در مختار (۴) میں ہے: لا یعمل بالخط الخ۔ ۴۔ (خط پر عمل نہیں کیا جاسکتا الخ۔ ت)

(۴۔ در مختار کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ مطبع مجتہبی دہلی ۲/ ۸۳)

فتاویٰ قاضیاں (۵) میں ہے:

القاضی انما یقضی بالمحجۃ و المحجۃ من البہدۃ او الاقرار اما الصک فلا یصلح حجة لان الخط یشبہ الخط۔ ۵۔

قاضی فیصلہ دلیل پر کرے اور دلیل گواہ ہیں یا اقرار پر فیصلہ کرے، اشام حجت نہیں کیونکہ خط دوسرے خط کے مشابہ ہو سکتا ہے۔

(۵۔ فتاویٰ قاضی خاں، فصل فی دعویٰ الوقف الخ، مٹھی نو لکھنور لکھنؤ ۴/ ۷۴۲)

کافی شرح وافی (۶) میں ہے:

الخط يشبه الخط وقد يزور ويفتعل ۲۔

(خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور یہ ان اشیاء میں سے ہے جن سے کسی کی طرف مجھوت منسوب کیا جاتا اور جلسازی کی حالتی ہے۔ ت)

(۶۔ کافی شرح وافی)

مقرر ظہیر (۷) پھر شرح الاشباہ للعلاۃ البیری (۸) پھر رد المحتار میں ہے:

لا یقتضی القاضی بذلك عن المنازعة لان الخط مما یزور ویفتعل ۱۔

قاضی جھگڑے کے وقت اس پر فیصلہ نہ کرے کیونکہ خط میں کسی کی طرف مجھوت منسوب کیا جاسکتا ہے اور بنالیا جاتا ہے۔

(۱۔ رد المحتار، باب کتاب القاضی الی القاضی، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۳/ ۳۵۲)

یعنی (۱۰) شرح کنز میں ہے:

الخط يشبه الخط فلا یلزم حجة لانه یحتمل التزویر ۲۔

خط خط کے مشابہ ہوتا ہے لہذا وہ دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں جلسازی کا احتمال ہوتا ہے۔

(۲۔ یعنی شرح کنز ریز الحقائق شرح کنز الدقائق کتاب الشہادۃ مکتبہ نور پور رضویہ کھر ۲/ ۸۰)

مجمع الانہر شرح منقذ الابحر (۱۱) میں ہے:

الشہادۃ والقضاء والرؤیۃ لا یحمل الا عن علم ولا ہنا لان الخط يشبه الخط ۳۔

شہادت، اور قضا اور رؤیت یقین کے بغیر حلال نہیں اور یہاں حاصل نہیں کیونکہ خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے۔

(۳۔ مجمع الانہر، کتاب الشہادت، دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۹۲)

فتاویٰ عالمگیری (۱۱۲۲) میں ملحقہ (۱۳) سے ہے:

الکتاب یفتعل ویزور، الخط يشبه الخط والخاتم يشبه الخاتم ۴۔

خط میں جعل سازی اور من گھڑت بات بھی ہو سکتی ہے اور خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ اسی طرح غہر دوسری غہر کے مشابہ ہو سکتی ہے۔

(۴۔ فتاویٰ ہندیہ اسباب الثالث والاعشر دن فی کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۸۱)

غز العین (۱۳) میں فتاویٰ امام اجل ظہیر الدین مرغینانی (۱۵) سے ہے:

العلۃ فی عدم العمل بالخط کونہ مما یزور ویفتعل ای من شأنہ ذلک و کونہ من شأنہ ذلک یقتضی عدم العمل

بہ وعدم الاعتماد علیہ، وان لم یمکن مزور الی نفس الامر کما ہو ظاہر ۱۔

خط پر عمل کرنے کی علت یہ ہے کہ اس کے ذریعے جلسازی کی جاسکتی ہے یعنی اس کی یہ صفت بن سکتی ہے اور اس صفت کا ہونا تقاضا کرتا

ہے کہ اس پر عمل نہ کیا جائے اور نہ اعتماد کیا جائے اگرچہ نفس الامر میں اس میں جلسازی نہ کی گئی ہو جیسا کہ ظاہر ہے۔۔

(۱۔ غز العین مع الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات الخ اداره القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۳۹) ←

دیکھئے کس قدر روشن و واضح تصریحیں ہیں کہ خط پر اعتماد نہیں، نہ اس پر عمل نہ اس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہو، نہ اس کی بنا پر حکم دیا جاسکے۔ حل کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور غبر غبر کے مانند ہو سکتی ہے، اور صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ خط کا صرف اپنی ذات میں قابل تروییر ہوتا ہی اس کی بے اعتباری کو کافی ہے اگرچہ یہ خاص خط واقع میں ٹھیک ہو، پھر یہ تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دست و زبان کی کوئی علامت تک نام کو بھی نہیں اور اس میں خط کی بہ نسبت کذب و تروییر نہایت آسان کیونکر امور دینیہ کی بنا اس پر حرام قطعی نہ ہوگی۔ سبحان اللہ! عمر دین کی وہ احتیاط کہ غبر خط کو صرف گنجائش تروییر کے سبب لغو ٹھہرایا حالانکہ غبر بنالینا اور خط میں خط ملا دینا سہل نہیں شاید ہزار میں دو ایک ایسا کر سکتے ہوں اور یہاں تو اصلاً دشواری نہیں جو چاہے تار گھر میں جائے اور جس کے نام سے چاہے تار دے آئے، وہاں نام و نسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی، نہ رجسٹری کی طرح شناخت کے گواہ لیے جاتے ہیں، علاوہ بریں تار والوں کے وجوب صدق پر کون سی وجہ نازل ہے کہ ان کی بات خواہی نخواستہ واجب القبول ہوگی اور اس پر احکام شرعیہ کی بنا ہونے لگی ہزار افسوس ذلت علم و تقیہ علماء پر، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تنبیہ سوم: قطع نظر اس سے کہ خبر شہادت منگانے کے لیے جنہیں مراسلات بھیجے جائیں گے غالباً ان کا بیان حکایت و اخبار محض سے کتنا جلد ہوگا جس کی بے اعتباری تمام کتب مذہب میں مصرح۔ بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خلل شرعی نہ ہوتا ہم اس کا جامہ اعتبار تار میں آکر یکسر ہار تار کہ وہ بیان ہم تک اصالتاً نہ پہنچا بلکہ نقل در نقل ہو کر آیا، صاحب خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہو گیا اس نے تار کو جنبش دی اور اس کے کھٹکوں سے جن کے اطوار مختلفہ کو اپنی اصطلاحوں میں علامت حروف قرار دے رکھا ہے اشاروں میں عبارت بتائی اب وہ بھی جدا ہو گیا یہاں کے تار والے نے ان کھٹکوں پر نظر کی، اور ضربات معلومہ سے جو لہجہ میں آیا نقوش معرفہ میں لایا اب یہ بھی الگ رہا وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہر کارے کے سپرد ہوا کہ یہاں پہنچا کر چلتا بنا۔ سبحان اللہ! اس نفیس روایت کا سلسلہ سند تو دیکھئے مجھول عن مجھول عن مجھول، نامقبول از نامقبول از نامقبول، اس قدر وسائط تو لا بدی ہیں پھر شاید کبھی نہ ہوتا ہو کہ معزز لوگ بذات خود جا کر تار دیں، اب جس کے ہاتھ کھلا بیچا مانیے وہ جدا واسطہ، اس پر قارم کی حاجت ہوئی تو تحریر کا قدم در میان، آپ نہ آئے تو کسی انگریزی دان کی وساطت، ادھر تار کا باجوہ اردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جد ضرورت، اسبہمہ فصل زائد ہوا اور تار وصل نہیں، جب تو نقل در نقل کی گنتی ہی کیا ہے، وائے بے انصافی اس طریقہ تراشیدہ پر عمل کرنے والوں سے پوچھا جائے ان سب وسائط کی عدالت و ثقاہت سے کہاں تک آگاہ ہیں، حاش اللہ نام بھی نہیں معلوم ہوتا، نام درکنر اصل شمار وسائط بتانا دشوار، سب جانے دیجئے اسلام پر بھی علم نہیں اکثر ہندو وغیرہم کفار ان خدمات پر معین، غرض کوئی موضوع سی حدیث اس نفیس سلسلے سے نہ آتی ہوگی، پھر ایسی خبر پر امور شرعیہ کی بنا کرنا استغفر اللہ علماء تو علماء میں نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا کام ہو۔

تنبیہ چہارم: علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعہ خط خبر شہادت دینا صرف قاضی شرع سے خاص جسے سلطان نے مقدمات پر والی فرمایا ہو، یہاں تک کہ حکم کا خط مقبول نہیں، در مختار میں ہے: القاضی یکتب الی القاضی وهو نقل الشہادۃ حقیقۃ ولا یقبل من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام الخ ملتقطاً۔ اے قاضی، دوسرے قاضی کی طرف لکھ سکتا ہے۔

اور یہ حقیقت نقل شہادت ہے اور یہ فیصل سے قبول نہیں بلکہ اس قاضی سے قبول ہے جسے حاکم نے مقرر کیا ہوا فتح ملحقہ۔

(۱۔ در مختار، باب کتاب القاضی الی القاضی، مطبع مجتبائی دہلی، ۲/ ۸۳ و ۸۴)

فتح میں ہے: هذا النقل بمنزلة القضاء ولهذا لا يصح الا من القاضي۔ ۲۔ یہ نقل بمنزلہ قضاء کے ہے لہذا ایہ قاضی کے علاوہ کسی سے صحیح نہیں۔ (۲۔ فتح القدیر باب کتاب القاضی الی القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۶/ ۳۸۹)

غیر قضاۃ تو ہمیں سے الگ ہوئے، رہے قاضی، ان کی نسبت صریح ارشاد کہ اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے برخلاف قیاس اسکی اجازت پر اجماع فرمایا اور نہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس کا خط بھی انہی وجوہ سے جواز پر گزریں مقبول نہ ہو، اور پُر ظاہر کہ جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے مورد سے آگے تجاوز نہیں کر سکتا، اور دوسری جگہ اس کا اجراء محض باطل و فاحش خط، پھر حکم قبول خط سے گزر کر تار تک پہنچنا کیونکر روا۔ ائمہ دین تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر قاضی اپنا آدمی بھیجے بلکہ بذاتہ خود ہی آکر بیان کرے کہ میرے سامنے گواہیاں گزریں ہرگز نہ سنیں گے کہ اجماع تو صرف دربارہ خط منعقد ہوا ہے، پیام اپنی و خود بیان قاضی اس سے جدا ہے۔ امام محقق علی الاطلاق شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

الفرق بین رسول القاضی و کتابہ حیث یقبل کتابہ ولا یقبل رسولہ، فلان غایۃ رسولہ ان یکون بنفسہ وقد مدانہ لو ذکر مافی کتابہ لذلك القاضی بنفسہ لا یقبلہ، وکان القیاس فی کتابہ كذلك، الا انه ايجز باجماع التابعین علی خلاف القیاس فاقتصر علیہ۔ ۱۔

قاضی کے قاصد اور اس کے خط میں یہ فرق ہے کہ خط قبول کیا جائے گا لیکن قاصد مقبول نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ قاصد، قاضی کے قائم مقام ہے جبکہ ہم پہلے بیان کر چکے کہ اگر قاضی خود جا کر دوسرے قاضی کو خط والا مضمون بتائے تو دوسرا قاضی اسے قبول نہیں کرے گا، خط کے بارے میں قیاس کا قاضی یہی ہے کہ قبول نہ ہو لیکن تابعین حضرات کے اجماع سے اس کو جائز و مقبول قرار دیا گیا جو کہ خلاف قیاس ہے اسی لیے اسی میں اجازت محصور رہے گی۔ (۱۔ فتح القدیر شرح ہدایہ باب القاضی الی القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۶/ ۳۸۶)

سبحان اللہ! پھر تار پیچا رہے کی کیا حقیقت کہ اسے کتاب القاضی پر قیاس کریں اور جہاں خود بیان قاضی شرعاً بے اثر وہاں اس کے سر، بنائے احکام دھریں عہدیں تغوت رہ از کجاست تا نکجا (راستے کا تفاوت دیکھیں کہ کہاں سے کہاں تک ہے۔ ت) اور جب شرعاً قاضی کا تار یوں بے اعتبار، تو اوروں کے تار کی جو ہستی ہے وہ ہماری تقریر صدر سے آشکار کہ مقبول الکتاب کا تار، ناچیز، تو مردود الکتاب کا تار کیا چیز، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الملک العزیز۔

تنبیہ پنجم: قاضی شرع کا نامہ بھی صرف اسی وقت مقبول جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد و دو عورتیں عادل دار القضاء سے یہاں کر شہادت ترعیہ دیں کہ یہ خط بالیقین اسی قاضی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے ورنہ ہرگز قبول نہ ہوگی اگرچہ ہم اس قاضی کا خط پہچانتے ہوں اور اس کی نمبر بھی لگی ہو اور اس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا ہو۔

ہدایہ میں ہے: لا یقبل الكتاب الا بشهادة رجلین اور جل وامرأتین لان الكتاب يشبه الكتاب فلا یثبت
 الابحجة تامة وهذا لانه ملزم فلا بد من الحجة. ۲۔

خط نہیں قبول کیا جائے گا مگر دوسرے یا ایک مرد اور دو خواتین کی گواہی پر قبول ہوگا کیونکہ خط، خط کے مشابہ ہو سکتا ہے لہذا اس حجت کاملہ کے بغیر
 خط کا ثبوت نہ ہوگا اور یہ اس لیے کہ خط کی وجہ سے حکم لازم ہوتا ہے اور اس لیے حجت کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

(۲۔ ہدایہ، باب القاضی الی القاضی، مطبع یوسفی لکھنؤ، ۳/۲۹)

فتاویٰ ہندیہ میں ملحق سے ہے:

يجب ان يعلم ان كتاب القاضی الی القاضی صار حجة شرعا في المعاملات بخلاف القیاس لان الكتاب قد
 یفتعل ویزور، والخط يشبه الخط والخاتم يشبه الخاتم ولكن جعله حجة بالاجماع ولكن انما یقبله القاضی
 المکتوب الیه عند وجود شرائطه ومن جملة الشرائط البينة حتى ان القاضی المکتوب الیه لا یقبل کتاب
 القاضی مالم یثبت بالبينة انه کتاب القاضی. ۱۔

یہ جان لینا ضروری ہے کہ قاضی کا خط دوسرے قاضی کی طرف معلومات میں شرعا حجت ہے لیکن خلاف قیاس کیونکہ خط میں جعل سازی اور
 جھوٹ لکھا جاسکتا ہے، اور خط، خط کے مشابہ، اسی طرح مہر دوسری غیر کے مشابہ ہو سکتی ہے لیکن ہم نے اسے اجماع کی وجہ سے حجت مانا ہے
 لیکن جس قاضی کی طرف لکھا گیا ہو تب قبول کرے جب اسکی شرائط پائی جائیں، اور ان شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ اس پر گواہ ہوں حتی
 کہ قاضی دوسرے قاضی کے خط کو اس وقت تک قبول نہیں کر سکتا جب تک گواہ گواہی نہ دیں کہ یہ قاضی کا خط ہے۔

(۱۔ فتاویٰ ہندیہ، الباب الثالث والآخر ون فی کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۸۱)

عقود الدریہ میں فتاویٰ علامہ قاری الہدایہ سے ہے:

اذا شهدوا انه خطه من غیر ان يشاهدوا کتابته فلا یحکم بذلك. ۲۔ جب وہ گواہی دیں کہ یہ اس کا خط مگر انہوں نے
 لکھتے ہوئے نہیں دیکھا تو ایسے خط پر فیصلہ نہ دیا جائے۔ (۲۔ عقود الدریہ، الکتابۃ علی علامہ مراتب الخ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۱۹)
 سبحان اللہ! یہ خطوط یا تار جو یہاں آتے ہیں ان کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آکر گواہی دیتے ہیں کہ کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھایا
 تار دیا مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امور شرع میں بے جا مداخلت سب کچھ کراتی ہے سأل اللہ توفیق الصواب وہ نستعین فی کل باب (ہم
 اللہ تعالیٰ سے توفیق صواب کا سوال کرتے ہیں اور ہر معاملہ میں اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ ت)

اے عزیز! اس زمانہ فتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرأت ہے خصوصاً ان مسائل میں جنہیں حوادث جدیدہ سے تعلق و نسبت ہے جیسے
 تار برقی وغیرہ، سمجھتے ہیں کہ کتب ائمہ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا جو مخالفت شرع کا ہم پر الزام چلے گا مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ تعالیٰ
 مسامحہم الحمیدۃ (اللہ تعالیٰ ان کی مسامحہ جلیلہ کو قبول فرمائے۔ ت) نے کوئی حرف ابن عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھ نہیں رکھا ہے۔

تصریحاً تلویناً تفریعاً تا صیلاً سب کچھ فرمادیا ہے زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور ان شاء اللہ العزیز زمانہ بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوگا جو مشکل کی تسہیل، معضل کی تحصیل، معب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں۔ بحر سے صدف سے، صدف سے گوہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالیٰ قادر ہوں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۵۹-۳۶۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

آگے ٹیلیفون کے بارے مزید لکھتے ہیں:

ٹیلی فون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شریعہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے، اگر وہ کوئی شہادت دے معتبر نہ ہوگی، اور اگر کسی بات کا اقرار کرے سننے والے کو اس پر گواہی دینے کی اجازت نہیں، ہاں اگر وہ اس کے پیش نظر ہے جسے وہ بدو آنے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی اس کی دونوں آنکھیں اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہوں، ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو، اور ٹیلی فون کا واسطہ صرف بوجہ آسانی آواز رسانی کے لیے ہو کہ اتنی دور سے آواز پہنچنا دشوار تھا، تو اس صورت میں اس کی بات جس حد تک شرعاً معتبر ہوتی اب بھی معتبر ہوگی، مثلاً خود اپنی رویت کی شہادت ادا کرے تو مانی جائے گی اگر وہ مقبول شہادۃ ہے، لیکن اتنی بات کہ فلاں جگہ رویت ہوئی اگرچہ متصل آکر ادا کرے جب بھی معتبر نہیں کہ یہ محض حکایت ہے نہ کہ شہادت، اور یہ کہ فلاں نے مجھ سے کہا کہ فلاں جگہ ہوئی، اور زیادہ مہمل کہ حکایت در حکایت ہے۔

تعمین الحقائق پھر فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو سمع من وراء الحجاب لا یسعه ان یشہد لاحتمال ان یکون غیرہ اذ النغمة تشبه النغمة الا اذا کان فی الداخل وحده ودخل وعلم الشاهد انه لیس فیہ غیرہ ثم جلس علی المسلك و لیس له مسلك غیرہ فسمع اقرار الداخل ولا یراہ لانه یحصل به العلم وینبغی للقاضی اذا فسر له ان لا یقبلہ۔ ا۔

اگر کسی نے پردے کے پیچھے سے سنا تو سننے والا گواہی نہیں دے سکتا، ممکن ہے کوئی اور شخص ہو، کیونکہ آواز آواز سے مشابہ ہو سکتی ہے مگر اس صورت میں جب داخل ہونے والا اکیلا ہو اور شاہد جانتا اور علم رکھتا ہو کہ اس کے علاوہ دوسرا نہیں، پھر وہ گواہ راستہ پر بیٹھتا ہے جبکہ اس راستہ کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی نہیں، اور داخل ہونے والے کا اقرار عتقا ہے اور اسے دیکھتا نہیں (تو اب گواہی قبول ہے) کیونکہ اب اسے یقین حاصل ہے، اور اگر گواہ پردے والے کی بات کی از خود تفسیر کرے تو قاضی کے لیے مناسب ہے کہ وہ تفسیر قبول نہ کرے۔۔

(۱۔ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی فی بیان محل الشہادۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۵۲)

ذخیرہ پھر ہندیہ میں ہے:

کان الفقیہ ابو اللیث یقول اذا اقرت المرأة من وراء الحجاب وشہد عندہ اثنان انہا فلانة لا یجوز لمن سمع اقرارها ان یشہد علی اقرارها الا اذا رأی شخصاً یعنی حال ما اقرت فح یجوز له ان یشہد علی اقرارها، بشرط رؤية شخصها لا رؤية وجهها۔ ا۔

فقہ ابو اللیث فرمایا کرتے تھے کہ جب پردہ کے پیچھے عورت نے اقرار کیا اور دو آدمیوں نے گواہی دی کہ یہ فلاں عورت ہے تو

مسئلہ ۲۸: ہلال (چاند) دیکھ کر اس کی طرف انگلی سے اشارہ کرنا مکروہ ہے (35)، اگرچہ دوسرے کو بتانے کے لیے ہو۔ (36)



اقرار سننے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے اقرار پر گواہی دے مگر اس صورت میں جب اس نے اس خاتون کو دیکھا ہو یعنی اقرار کرتے وقت تو اب اس کے لیے جائز ہے کہ اس کے اقرار پر گواہ بنے باقی شرط شخصیت کو دیکھنا ہے نہ کہ چہرے کو۔۔

(۱۔ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی فی بیان تحمل الشہادۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۵۳)

در مختار میں ہے:

شہد وانہ شہد عدد قاضی مصر کذا شاہد ان برؤیۃ الهلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجباع شرائط الدعوی جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادۃ ہما لان قضاء القاضی حجة وقد شہدوا بہ لالو شہدوا برؤیۃ غیرہم لانہ حکایۃ ۲ وتمام تحقیقہ فی فتاویٰنا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲۔ در مختار کتاب الصیام مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۹)

گواہوں نے گواہی دی کہ قاضی مصر کے پاس فلاں رات چاند دیکھنے پر دو گواہوں نے گواہی دی ہے اور قاضی نے اس پر فیصلہ دیا در شرائط دعویٰ پائی جائیں تو اس قاضی کے لیے دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ دینا جائز ہے کیونکہ قضاء قاضی حجت ہے اور گواہوں نے اس قضاء پر ہی گواہی دی ہے، ہاں اس صورت میں فیصلہ نہیں دے سکتا جب انہوں نے یہ گواہی دی ہو کہ فلاں نے چاند دیکھا ہے کیونکہ یہ حکایت ہے ۵ اس کی تمام تحقیق ہمارے فتاویٰ میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۶۹-۳۷۱ رضاقونڈیشن، لاہور)

رؤیت ہلال کے بارے میں تار کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد 10 صفحہ 359 پر رسالہ ازکی لہلال باہل ماحدث الناس فی امر الہلال ملاحظہ فرمائیے۔

(35) کیونکہ یہ بل جاہلیت کا عمل ہے۔

(36) رد المحتار، کتاب الصوم، مطلب فی اختلاف الطالع، ج ۳، ص ۲۱۹

ان چیزوں کا بیان جن سے روزہ نہیں جاتا

حدیث ۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس روزہ دار نے بھول کر کھایا یا پییا، وہ اپنے روزہ کو پورا کرے کہ اُسے اللہ (عزوجل) نے کھلایا اور پلایا۔ (1)

حدیث ۲: ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس پر قے نے غلبہ کیا، اس پر قضا نہیں اور جس نے قصداً قے کی، اس پر روزہ کی قضا ہے۔ (2)

(1) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب اکل النہاسی و شربہ و جماعہ لا یفطر، الحدیث: ۱۱۵۵، ص ۵۸۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ حکم فرض و نفل تمام روزوں کے لیے ہے کہ ان میں بھول کر کھانی لینے سے روزہ نہیں جاتا۔ بھول یہ ہے کہ روزہ یاد نہ رہے اور کھانا پینا ارادۃً ہو اس میں نہ قضا ہے نہ کفارہ۔ خطا یہ ہے کہ روزہ یاد ہو مگر بغیر ارادہ پانی حلق سے اتر جائے جیسے کل یا غرارہ کرتے وقت اس میں قضا ہے کفارہ نہیں۔ عمد یہ ہے کہ روزہ بھی یاد ہو کھانا پینا بھی ارادۃً ہو اس میں قضا بھی ہے کفارہ بھی، جماع بھی کھانے پینے کے حکم میں ہے لہذا اگر روزہ دار بھول کر صحبت کر لے تو بھی روزہ نہیں جائے گا یہی احناف کا مذہب ہے۔ فلیتم امر سے معلوم ہوتا ہے کہ نفلی روزہ شروع کر دینے سے فرض ہو جاتا ہے اس کا پورا کرنا فرض ہے۔

۲۔ یعنی یہ بھول رب تعالیٰ کی رحمت ہے، اس نے چاہا کہ میرا بندہ کھاپی بھی لے اور اس کا روزہ بھی ہو جائے۔ خیال رہے کہ ہماری بھول چوک غفلت و کمزوری کی بنا پر ہوتی ہے مگر اس پر معافی دینا رب تعالیٰ کی طرف سے ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بھول تو شیطان کی اثر سے ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَا آتَيْنِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ" پھر اسے رب کی طرف منسوب کیوں فرمایا۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۲۹)

(2) جامع ترمذی، أبواب الصوم الخ، باب ما جاء فیمن استغفاد عمدا، الحدیث: ۷۲۰، ج ۲، ص ۱۷۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اسی پر چاروں اماموں کا عمل ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ یاد ہوتے ہوئے عمداتے کرے تو روزہ جاتا رہے گا کیونکہ قے کا کچھ غیر محسوس حصہ حلق میں داپس لوٹ جاتا ہے جس کا احساس نہیں ہوتا جیسے سونا و ضو توڑ دیتا ہے کہ اس میں اکثر ریح نکل جاتی ہے مگر حساس نہیں ہوتا، ہاں امام ابو یوسف نے عمد کے ساتھ منہ بھرتے ہونے کی پابندی لگائی ہے مگر قے کر دینے سے صرف قضا و جب سوگی کفارہ نہ ہوگا۔ قے کے پورے مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۳۳)

حدیث ۳: ترمذی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ ایک شخص نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی، میری آنکھ میں مرض ہے، کیا روزہ کی حالت میں سرمہ لگاؤں؟ فرمایا: ہاں۔ (3)

حدیث ۴: ترمذی ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں روزہ نہیں توڑتیں، پچھنا اور تے اور احکام۔ (4)

تنبیہ: اس باب میں ان چیزوں کا بیان ہے، جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ رہا یہ امر کہ ان سے روزہ مکروہ بھی ہوتا ہے یا نہیں اس سے اس باب کو تعلق نہیں، نہ یہ کہ وہ فعل جائز ہے یا ناجائز۔

مسئلہ ۱: بھول کر کھایا یا پیایا جماع کیا روزہ فاسد نہ ہوا۔ خواہ وہ روزہ فرض ہو یا نفل اور روزہ کی نیت سے پہلے یہ چیزیں پائی گئیں یا بعد میں، مگر جب یاد دلانے پر بھی یاد نہ آیا کہ روزہ دار ہے تو اب فاسد ہو جائے گا، بشرطیکہ یاد دلانے کے بعد یہ افعال واقع ہوئے ہوں مگر اس صورت میں کفارہ لازم نہیں۔ (5)

(3) جامع الترمذی، ابواب الصوم، باب ما جاء في الكحل للصائم، الحدیث: ۷۲۶، ج ۲، ص ۱۷۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہی تینوں اماموں کا مذہب ہے یعنی امام ابوحنیفہ، شافعی و مالک کہ روزہ دار کو سرمہ لگانا، آنکھ میں خشک یا پتلے اگرچہ چھنی ہو دواؤں والا ہر وقت جائز ہے یعنی سونے سے پہلے بھی اور بعد بھی اگر دوا کا رنگ یا مزاج میں محسوس ہو جب بھی مضر نہیں، امام احمد سونے سے پہلے سرمہ لگانا مکروہ فرماتے ہیں یہ حدیث ان تینوں آئمہ کی دلیل ہے۔

۲۔ یہ حدیث بہت طریقوں سے مختلف اسنادوں سے بہت کتب میں مردی ہے تمام اسنادیں ضعیف ہیں لیکن زیادتی اسناد اور عمل علماء کی وجہ سے قوی ہو گئی تمام اسنادیں بالتفصیل یہاں مرقات نے نقل فرمائیں اور اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب ”جاء الحق“ حصہ دوم میں دیکھو کہ تعداد اسناد اور عمل علماء سے حدیث ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۳۶)

(4) جامع الترمذی، ابواب الصوم، باب ما جاء في الصائم يذرع القميص، الحدیث: ۷۱۹، ج ۲، ص ۱۷۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے۔ تے سے مراد وہ تے ہے جو خود بخود ہو جائے لہذا یہ حدیث گزشتہ اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں تے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا گیا کیونکہ وہاں وہ تے مراد تھی جو خود کی جائے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۴۱)

(5) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج ۳، ص ۴۱۹

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

یہ حکم فرض و نفل تمام روزوں کے لیے ہے کہ ان میں بھول کر کھاپی لینے سے روزہ نہیں جاتا۔ بھول یہ ہے کہ روزہ یاد نہ رہے اور کھانا پینا ارادہ ہو اس میں نہ قصہ ہے نہ کفارہ۔ خطا یہ ہے کہ روزہ یاد ہو مگر بغیر ارادہ پانی حلق سے اتر جائے جیسے کلی یا غرارہ کرتے وقت اس میں ←

مسئلہ ۲: کسی روزہ دار کو ان افعال میں دیکھے تو یاد دلانا واجب ہے، یاد نہ دلایا تو گنہگار ہوا، مگر جب کہ وہ روزہ دار بہت کمزور ہو کہ یاد دلانے کا تو وہ کھانا چھوڑ دے گا اور کمزوری اتنی بڑھ جائے گی کہ روزہ رکھنا دشوار ہوگا اور کھالے گا تو روزہ بھی اچھی طرح پورا کر لے گا اور دیگر عبادتیں بھی بخوبی ادا کر لے گا تو اس صورت میں یاد نہ دلانا بہتر ہے۔ بعض مشائخ نے کہا جو ان کو دیکھے تو یاد دلادے اور بوڑھے کو دیکھے تو یاد نہ دلانے میں حرج نہیں۔ مگر یہ حکم اکثر کے لحاظ سے ہے کہ جو ان اکثر قوی ہوتے ہیں اور بوڑھے اکثر کمزور اور اصل حکم یہ ہے کہ جوانی اور بڑھاپے کو کوئی دخل نہیں، بلکہ قوت و ضعف (یعنی طاقت اور جسمانی کمزوری) کا لحاظ ہے، لہذا اگر جوان اس قدر کمزور ہو تو یاد نہ دلانے میں حرج نہیں اور بوڑھا قوی ہو تو یاد دلانا واجب۔ (6)

مسئلہ ۳: منکھی یا دھواں یا غبار حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ خواہ وہ غبار آٹے کا ہو کہ چٹلی پینے یا چھاننے میں اڑتا ہے یا غلہ کا غبار ہو یا ہوا سے خاک اڑی یا جانوروں کے گھریا ٹاپ سے غبار اڑ کر حلق میں پہنچا، اگرچہ روزہ دار ہوتا یا دھواں اور اگر خود قصد دھواں پہنچایا تو فاسد ہو گیا جبکہ روزہ دار ہوتا یا دھواں، خواہ وہ کسی چیز کا دھواں ہو اور کسی طرح پہنچایا ہو، یہاں تک کہ اگر کی جتی وغیرہ خوشبو سلگتی تھی، اُس نے مونہ قریب کر کے دھوئیں کو ناک سے کھینچا روزہ جاتا رہا۔ یوں حقہ پینے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگر روزہ یاد ہو اور حقہ پینے والا اگر پیے گا تو کفارہ بھی لازم آئے گا۔ (7)

قضا ہے کفارہ نہیں۔ عمدہ یہ ہے کہ روزہ بھی یاد ہو کھانا پینا بھی ارادہ ہو اس میں قضا بھی ہے کفارہ بھی، جماع بھی کھانے پینے کے حکم میں ہے لہذا اگر روزہ دار بھول کر صحبت کر لے تو بھی روزہ نہیں جائے گا، یہی احتاف کا مذہب ہے۔ فلیتھ امر سے معلوم ہوتا ہے کہ نقلی روزہ شروع کرنے سے فرض ہو جاتا ہے اس کا پورا کرنا فرض ہے۔

یعنی یہ بھول رب تعالیٰ کی رحمت ہے، اس نے چاہا کہ میرا بند کھاپی بھی لے اور اس کا روزہ بھی ہو جائے۔ محال رہے کہ ہماری بھول چوک غفلت و کمزوری کی بنا پر ہوتی ہے مگر اس پر معافی دینا رب تعالیٰ کی طرف سے ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بھول تو شیطانی اثر سے ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَا أَسْئَلُكَ إِلَّا الشَّيْطَانُ" پھر اسے رب کی طرف منسوب کیوں فرمایا۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۲۹)

(6) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۲۲۰

(7) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

متون و شروح و فتاویٰ عامہ کتب مذہب میں جن پر مدار مذہب ہے علی الاطلاق تصریحات روشن ہیں کہ دھواں یا غبار حلق یا دماغ میں آپ چلا جائے کہ روزہ دار نے بالقصد اسے داخل نہ کیا ہو تو پوزہ نہ جائے گا اگرچہ اس وقت روزہ ہوتا یا دھواں۔ (۱) دقاید (۲) نقاید (۳) اصلاح

و (۴) ملکی و (۵)

تویر وغیرہا میں ہے: واللفظ للاصلاح دخل غبار او دخان او ذباب حلقہ لم یفطرا۔ اصلاح کے الفاظ یہ ہیں: حلق میں گر غبار، دھواں یا مکھی داخل ہوگئی تو روزہ نہ ٹوٹے گا۔ (۱۔ در مختار، باب یفسد الصوم، مجتہدائی دہلی، ۱۳۹/۱)

(۲) غرستن در میں ہے: دخل حلقہ غبار او دخان او ذباب ولو خا کر الم یفسد۔ روزہ دار کے حلق میں غبار، دھواں یا مکھی چلی گئی حالانکہ اسے روزہ یاد تھا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

(۲) غرزمع در الاحکام باب موجب الانسداد احمد کمال الکائنہ دار السعدۃ بیروت ۱/۲۰۲)

(۷) ہدایہ و (۸) ہدایہ و (۹) دانی و (۱۰) کافی میں ہے: واللفظ للکافی لو دخل حلقہ ذباب وهو ذا کر لصومه یفسد قیاسا لوصول المفطر الی جوفہ و کونہ مما لا یتغذی لایبانی الفساد کالتراکب فی الاستحسان لایفسد لانه لایمکن التعرّض عنه فان الصائم لا یجہد بدمان ان یفتح فہ لیتکلم فصار کالغبار والدخان۔ کافی کی عبارت یہ ہے روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی گئی حالانکہ اسے روزہ یاد تھا روزہ قیاساً فاسد ہو جائے گا۔ اس لئے کہ روزہ توڑنے والی چیز اس کے حلق میں چلی گئی اور اس کا غذا والی چیز نہ ہونا فساد کے منافی نہیں جیسا کہ مٹی کا حکم ہے اور استحساناً روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے کیونکہ روزہ دار کو بات کرنے کے لئے منہ کھولنا پڑتا ہے تو مکھی کا حکم غبار اور دھواں کی طرح ہے۔

(۱) ہدایہ باب ما یوجب القضاء والکفارة المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۹۸)

(۱۱) فتح القدیر میں ہے: قوله فاشبه الغبار والدخان اذا دخلا فی الحلق فانه لا یستطاع الاحتراز عن دخولهما لدخولهما من الانف اذا طبق الفم وصار ایضا کبطل یبقی فیہ بعد المضضۃ۔ ۲۔ منصف کا قول مکھی کا داخل ہونا غبار اور دھواں کی طرح ہے کیونکہ جب وہ حلق میں داخل ہو جائیں تو ان کے دخول سے بچنا ممکن نہیں ہوتا، منہ اگر بند بھی ہو تو وہ ناک کے ذریعے داخل ہو جائیں گے اور یہ اس تری کی مانند بھی ہے جو گلی کے بعد منہ میں رہ جاتی ہے۔

(۲) فتح القدیر باب ما یوجب القضاء والکفارة نور یہ رضویہ سکر ۲/۲۵۸)

(۱۲) نور ارایض متن امداد الفتاح میں ہے: لایفسد الصوم لو دخل حلقہ دخان بلا صنعہ او غبار ولو غبار الطاحون او ذباب او اثر طعام الاحویۃ وهو ذا کر لصومه۔ ۳۔ ان صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا جب حلق میں بلا قصد دھواں داخل ہو جائے یا غبار خواہ وہ آٹے کی چکی کا ہو یا مکھی یا دوائیوں کے ذائقے کا اثر منہ میں داخل ہو جائے اگرچہ روزہ دار کو روزہ دار ہونا یاد ہو۔

(۳) نور الايضاح مالا یفسد الصوم مطبع عسکری، لاہور ص ۲۳)

(۱۳) خانیہ و (۱۴) خلاصہ و (۱۵) خزائن المفتین میں ہے: واللفظ للخانیۃ اذا دخل الدخان او الغبار او ریح العطر او الذباب حلقہ لایفسد صومه۔ ۴۔ خانیہ کی عبارت یہ ہے: حلق میں دھواں، غبار، عطر کی خوشبو یا مکھی داخل ہو جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۳۔ فتاویٰ قاضی خان الفصل فیما لا یفسد الصوم مثنیٰ نوکھور لکھنؤ ۱/۹۸)

(۱۶) سراج الوہاج و (۱۷) ہندیہ میں ہے: لو دخل حلقہ غبار الطاحونۃ او طعام الاحویۃ او غبار الهرس ←

و. شباہہ او الدخان او ماسطح من غبار التراب بالريح او بحوالہ الدواب واشباہ ذلك لم يفطره ۱۔ اگر روزہ دار کے حلق میں پتلی کا غبار، ادویات کا ذائقہ، گھوڑے کے دوڑنے یا اس کی ہم مثل کی غبار، دھواں، ہوا کے ذریعے اڑنے والی، چوپایوں اور اس کے ہم مثل کی وجہ سے اڑنے والی غبار چلی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۱۔ فتاویٰ ہندیہ الباب الرابع فیما یفسد الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۰۳)

(۱۸) دجیز د (۱۹) انقروی د (۲۰) واقعات المفتین میں ہے: دخل الذباب او الدخان او الغبار حلقه او بقى بلل بعد المضیضة فابتلعه مع البزاق لم يفطر ۲۔ روزہ دار کے حلق میں کسی، دھواں یا غبار چلی گئی یا ٹپکی کے بعد تری منہ میں رہ گئی اور اسے وہ تھوک کے ساتھ نکل گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (۲۔ فتاویٰ انقرویہ کتاب الصوم دارالاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ۱/ ۱۵)

ہاں اگر صائم اپنے قصد و ارادہ سے اگر یا لوبان خواہ کسی شے کا دھواں یا غبار اپنے حلق یا دماغ میں عدا بے حالت بے بیان صوم داخل کرے، مثلاً بخور سلگائے اور اسے اپنے جسم سے متصل کر کے دھواں سونگھے کہ دماغ یا حلق میں جائے تو اس صورت میں روزہ فاسد ہوگا۔

(۲۱) در مختار میں ہے: مفادہ انه لو ادخل حلقه الدخان افطرق دخان کان ولو عود او عنبر الوذا کرا لامکان التحرر عنه فلیتنبہ له کما بسطہ الشرنبلالی ۳۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی روزہ دار نے بقصد اپنے حلق میں دھواں داخل کیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا خواہ وہ دھواں عود یا عنبر کا ہو، اگر اسے روزہ یاد ہو کیونکہ اس سے بچنا ممکن ہے اس پر مستحب رہنا چاہئے، جیسا کہ اس پر شرنبلالی سے تفصیلی گفتگو کی ہے۔

(۳۔ در مختار باب ما یفسد الصوم مجتہائی دہلی ۱/ ۱۳۹)

علامہ شرنبلالی نے (۲۲) غنیۃ ذوی الاحکام د (۲۳) مدار الفلاح د (۲۴) مراقی الفلاح تینوں کتابوں میں فرمایا: وهذا اللفظ المراقی وفيما ذکرنا اشارة الى انه من ادخل بصنعه دخانا حلقه باى صورة کان الادخال فسد صومه، سواء کان دخان عنبر او عود او غیرهما حتی من تبخر ببخور فأواه الى نفسه واشتم دخانا کرا لصومه افطر لامکان التحرر عن ادخال المفطر جوفه ودماعه وهذا مما یغفل عنه کثیر من الناس فلیتنبہ له ولا یتوهم انه کشم الورد ومائه والہسک لو ضوح الفرق بین ہواء تطیب بریح المسک وشبہہ و بین جوہر دخان وصل الى جوفه بفعله ۱۔

مراقی الفلاح کی عبارت یہ ہے جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر کسی نے ارادۂ حلق میں دھواں داخل کیا خواہ اوخاں کی کوئی صورت ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا خواہ وہ دھواں عنبر، عود یا ان کے ہم مثل کسی کا ہو حتیٰ کہ جس نے دھواں سلگائی اور اپنے قریب کر کے اس کا دھواں سونگھا حالانکہ روزہ یاد تھا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس صورت میں پیٹ اور دماغ کو روزہ توڑنے والی شے سے محفوظ رکھنا ممکن ہے، یہ ان چیزوں میں سے ہیں جن سے اکثر لوگ غافل ہیں، لہذا اس پر خصوصی توجہ دیجئے، یہ وہم نہ کیا جائے کہ یہ تو پھول اور کستوری سونگھنے کی طرح ہی ہے کیونکہ خوشبو کی مہک اور جوہر دخان میں جو ارادۂ جوف میں جائے بڑا واضح فرق ہے۔

(۱۔ مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب فی بیان ما لا یفسد الصوم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۲ ۳۶۱)۔

مسئلہ ۴: بھری نگلی لگوائی (8) یا تیل یا سرمہ لگایا تو روزہ نہ گیا، اگرچہ تیل یا سرمہ کا مٹرہ حلق میں محسوس ہوتا ہو بلکہ تھوک میں سرمہ کا رنگ بھی دکھائی دیتا ہو، جب بھی نہیں ٹوٹا۔ (9)

مسئلہ ۵: بوسہ لیا مگر انزال نہ ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ یوہیں عورت کی طرف بلکہ اس کی شرم گاہ کی طرف نظر کی عمر ہاتھ نہ لگایا اور انزال ہو گیا، اگرچہ بار بار نظر کرنے یا جماع وغیرہ کے خیال کرنے سے انزال ہوا، اگرچہ دیر تک خیال جمانے سے ایسا ہوا ہواں سب صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹا۔ (10)

اسی طرح (۲۵) رد المحتار میں امداد الفتاح اور (۲۶) طحاویہ میں غنیۃ سے نقل فرما کر مقرر رکھا۔ (۲۷) مجمع الانہر شرح ملتقى الأبحر میں ہے: علی هذا لو ادخل حلقه فسد صومه حتى ان من تبخر به بخور فاستشم دخانه فادخله حلقه ذاكر الصومه الطر لاخهم فرقوا بين الدخول والادخال في مواضع عديدة لان الادخال عمله والتحرز ممكن ويؤيد قول صاحب النهاية اذا دخل الذباب جوفه لا يفسد صومه لم يوجد ما هو ضد الصوم وهو ادخال الشئ من الخارج ان الباطن وهذا مما يغفل عنه كثير فليتنبه له ۲۔

(۲) مجمع الانہر، باب موجب الفساد، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱/۲۳۵۔
اس بناء پر اگر کسی روزہ دار نے مذکورہ اشیاء میں سے کسی چیز کو اپنے حلق میں داخل کیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائیگا حتیٰ کہ جس نے بخور کے ساتھ دھوئی دی، اور اس کا دھوئی ہو گیا اور روزہ یاد ہوتے ہوئے حلق میں داخل کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ فقہاء نے متعدد جگہ پر دخول اور ادخال میں فرق کیا ہے کیونکہ ادخال صائم کا اپنا عمل ہے جس سے بچنا ممکن ہے اس کی تائید صاحب نہیہ کا یہ قول کرتا ہے کہ جب بھی پیٹ میں داخل ہوگئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جو روزہ کی ضد ہو اور ذہ خارج سے کسی شے کا باطن میں داخل کرنا ہے، اس سے بہت سے لوگ غافل ہیں لہذا اس پر توجہ چاہئے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۹۰۔ ۳۹۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)
حالیہ روزہ میں دھوئی لینے کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد 10 پر الاعلام بحال البخور فی الصیام ملاحظہ فرمائیے۔
(8) حکیم، مت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

فصد یعنی دانا پیسے نشتر سے عضو پر زخم گاتا ہے، پھر تنگی کا چوڑا حصہ زخم پر رکھ کر اس کا باریک حصہ اپنے منہ میں لے کر زور سے چوستا ہے پھر اس سورخ کو آنے وغیرہ سے بند کر دیتا ہے جس سے عضو کا خون جمع ہوتا رہتا ہے خون نکلی جانے کی وجہ سے فصد کرنے والا بہت کمزور ہو جاتا ہے بس اوقات فوراً اسے کچھ کھانا پینا پڑتا ہے اور فصد لینے والے کے منہ بلکہ حلق میں بے اختیاری طور پر چوستے وقت کچھ خون نکلتا جاتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ الصالح، ج ۳، ص ۲۳۸)

(9) اجوبۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۷۹

رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، مطلب: یکرمہ السحر...، ج ۳، ص ۴۶۱

(10) اجوبۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۷۸

مسئلہ ۶: غسل کیا اور پانی کی خشکی (ٹھنڈک) اندر محسوس ہوئی یا ٹپکی کی اور پانی بالکل پھینک دیا صرف کچھ تری مونہ میں باقی رہ گئی، تھوک کے ساتھ اُسے نکل گیا یا دوا کوئی اور حلق میں اُس کا مزہ محسوس ہوا یا ہڑچوسی اور تھوک نکل گیا، مگر تھوک کے ساتھ ہڑ (ایک دوا کا نام) کا کوئی جو حلق میں نہ پہنچا یا کان میں پانی چلا گیا یا تنکے سے کان کھجایا اور اُس پر کان کا میل لگ گیا پھر وہی میل لگا ہوا تنکا کان میں ڈالا، اگرچہ چند بار کیا ہو یا دانت یا مونہ میں خفیف چیز بے معلوم سی رہ گئی کہ حباب کے ساتھ خود ہی اُتر جائے گی اور وہ اُتر گئی یا دانتوں سے خون نکل کر حلق تک پہنچا، مگر حلق سے نیچے نہ اُترا تو ان سب صورتوں میں روزہ نہ گیا۔ (11)

مسئلہ ۷: روزہ دار کے پیٹ میں کسی نے نیزہ یا تیر بھونک دیا، اگرچہ اس کی بھال یا پیکان (تیر یا نیزے کی نوک) پیٹ کے اندر رہ گئی یا اس کے پیٹ میں جھلی تک زخم تھا، کسی نے کنکری ماری کہ اندر چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا اور اگر خود اس نے یہ سب کیا اور بھال یا پیکان یا کنکری اندر رہ گئی تو جاتا رہا۔ (12)

مسئلہ ۸: بات کرنے میں تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے اور اُسے پی گیا یا مونہ سے رال ٹپکی، مگر تار ٹوٹا نہ تھا کہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اور مجرد خیال باندھنے سے تو روزہ اصلاً نہیں جاتا اگرچہ اسی حالت تصور ہی میں شہوت کے ساتھ انزال ہو جائے، ہاں لپٹانے یا بوسہ لینے یا ہاتھ لگانے کی حالت میں اگر انزال ہو تو روزہ فاسد ہو کر تھا لازم آئے گی اور ان افعال کے ختم کے بعد شہوت ہنوز باقی رہی اور اس حالت میں کہ یہ عورت کے جسم سے جدا ہے مٹی اُتری اور شہوت نکل گئی تو اگرچہ غسل واجب ہوگا مگر روزہ نہ جائے گا کہ یہ انزال اُن افعال سے نہ ہوا بلکہ مجرد تصور ہوا۔

فی البدل المختار انزل بفکر وان طال او نزع المجامع حال کونه ناسیاً فی الحال عند ذکرہ و کذا عند طلوع الفجر وان اُمی بعد النزع لانه کالاتلام لم یفطر اھ۔ ملتقطاً وبہ یعلم ما ذکرنا بالاولی کہا لا یخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (الدر المختار باب ما یفسد الصوم مجتہد دہلی ۱/ ۵۰-۱۳۹)

در مختار میں ہے کہ اگر سوچنے سے انزال ہو گیا اگرچہ وہ سوچ طویل تھی یا نسیاً جماع شروع کیا تھا، روزہ یاد آنے پر فوراً چھوڑ دیا، اسی طرح حکم ہے اگر اس نے طلوع فجر ہوتے ہی جماع چھوڑ دیا، اگر چھوڑنے کے بعد مٹی کا خروج ہوا اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ احتلام کی طرح ہے اھ مختصراً۔ اس سے زیر بحث مسئلہ کا حکم بطریق اولی معلوم ہو گیا جو نہایت ہی واضح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۸۵ رشاد فاؤنڈیشن، لاہور)

(11) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۲۲۱

فتح القدیر، کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء والکفارة، ج ۲، ص ۲۵۷-۲۵۸

(12) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۲۲۳

اُسے چڑھا کر پی گیا یا ناک میں ریٹھ آگئی بلکہ ناک سے باہر ہو گئی مگر منقطع نہ ہوئی تھی کہ اُسے چڑھا کر نکل گیا یا کھار
مونھ میں آیا اور کھا گیا اگرچہ کتنا ہی ہو، روزہ نہ جائے گا مگر ان باتوں سے احتیاط چاہیے۔ (13)

مسئلہ ۹: بکھی حلق میں چلی گئی روزہ نہ گیا اور قصداً نگلی تو جاتا رہا۔ (14)

مسئلہ ۱۰: بھولے سے جماع کر رہا تھا یاد آتے ہی الگ ہو گیا یا صبح صادق سے پیشتر جماع میں مشغول تھا صبح
ہوتے ہی جدا ہو گیا روزہ نہ گیا، اگرچہ دونوں صورتوں میں جدا ہونے کے بعد انزال ہو گیا ہو اگرچہ دونوں صورتوں میں
جدا ہونا یاد آنے اور صبح ہونے پر ہوا کہ جدا ہونے کی حرکت جماع نہیں اور اگر یاد آنے یا صبح ہونے پر فوراً الگ نہ ہوا
اگرچہ صرف ٹھہر گیا اور حرکت نہ کی روزہ جاتا رہا۔ (15)

مسئلہ ۱۱: بھولے سے کھانا کھا رہا تھا، یاد آتے ہی فوراً لقمہ پھینک دیا یا صبح صادق سے پہلے کھا رہا تھا اور صبح
ہوتے ہی اُگل دیا، روزہ نہ گیا اور نکل لیا تو دونوں صورتوں میں جاتا رہا۔ (16)

مسئلہ ۱۲: غیر سبیلین (17) میں جماع کیا تو جب تک انزال نہ ہو روزہ نہ ٹوٹے گا۔ یوہیں ہاتھ سے منی نکالنے
میں اگرچہ یہ سخت حرام ہے کہ حدیث میں اسے ملعون فرمایا۔ (18)

مسئلہ ۱۳: چوپایہ یا مُردہ سے جماع کیا اور انزال نہ ہوا تو روزہ نہ گیا اور انزال ہوا تو جاتا رہا۔ جانور کا بوسہ لیا
اس کی فرج کو چھوا تو روزہ نہ گیا اگرچہ انزال ہو گیا ہو۔ (19)

مسئلہ ۱۴: احتلام ہوا یا غیبت کی تو روزہ نہ گیا (20)، اگرچہ غیبت بہت سخت کبیرہ ہے۔

(13) الفتاویٰ احمدیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۳

والدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم الخ، مطلب فی حکم الاستثناء بالکف، ج ۳، ص ۴۲۸

(14) الفتاویٰ احمدیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۳

(15) الدر المختار، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۳، ص ۴۲۴

(16) الفتاویٰ احمدیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۳

(17) یعنی آگے اور پیچھے کے مقام کے علاوہ

(18) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، ج ۳، ص ۴۲۶

(19) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، ج ۳، ص ۴۲۷

(20) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، ج ۳، ص ۴۲۸، ۴۲۱

اعلیٰ حضرت، امام السنن، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بحر الرائق میں ہے: لو اصبیح جنباً لا یضرہ کذا فی المحيط ۲۔ اگر کسی نے حالتِ جب میں صبح کی تو نقصان دہ نہیں۔

قرآن مجید میں غیبت کرنے کی نسبت فرمایا: جیسے اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ (21)
اور حدیث میں فرمایا: غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے۔ (22) اگرچہ غیبت کی وجہ سے روزہ کی نورانیت جاتی رہتی ہے۔

مسئلہ ۱۵: جنابت (غسل فرض ہونے) کی حالت میں صبح کی بلکہ اگرچہ سارے دن جنب رہا روزہ نہ گیا (23)
مگر اتنی دیر تک قصد غسل نہ کرنا کہ نماز قضا ہو جائے گناہ و حرام ہے۔ حدیث میں فرمایا: کہ جنب جس گھر میں ہوتا ہے، اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ (24)

مسئلہ ۱۶: جن جناب پری سے جماع کیا تو جب تک انزال نہ ہو، روزہ نہ ٹوٹے گا۔ (25) یعنی جب کہ انسانی شکل میں نہ ہو اور انسانی شکل میں ہو تو وہی حکم ہے جو انسان سے جماع کرنے کا ہے۔
مسئلہ ۱۷: بیل یا ہیل کے برابر کوئی چیز چبائی اور تھوک کے ساتھ حلق سے اتر گئی تو روزہ نہ گیا، مگر جب کہ اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوتا ہو تو روزہ جاتا رہا۔ (26)



محیط میں اسی طرح ہے۔۔ (۲) البحر الرائق، باب فی بیان مالا یفسد الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۷۳)
عالمگیر یہ میں ہے:

ومن اصاب جنباً او احتلم فی النهار لم یضره کذا فی محیط السرخسی ۳۔

جس نے بجماعت جنابت صبح کی یاد کو احکام ہو گیا تو یہ اسے نقصان دہ نہیں۔ محیط سرخسی میں اسی طرح ہے۔

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ الباب الثامن ملافسد الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۰۰) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۵۵۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(21) پ ۲۶، الحجرات: ۱۲

(22) المعجم، وسط للطبرانی، الحدیث: ۶۵۹۰، ج ۵، ص ۶۳

(23) الدر المختار، کتاب الصوم، باب مالا یفسد الصوم ومالا یفسد، ج ۵، ص ۲۲۸

(24) انظر: سنن ابی دردد، کتاب الطہارۃ، باب فی الجنب یؤخر الغسل، الحدیث: ۲۲۷، ج ۱، ص ۱۰۹

(25) رد المحتار، کتاب الصوم، مطلب فی جواز الانظار بالتحری، ج ۳، ص ۴۴۲

(26) فتح القدر، کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء والکفارة، ج ۲، ص ۲۵۹

روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان

حدیث ۱: بخاری و احمد و ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے رمضان کے ایک دن کا روزہ بغیر رخصت و بغیر مرض افطار کیا تو زمانہ بھر کا روزہ اس کی قضا نہیں ہو سکتا، اگرچہ رکھ بھی لے۔ (۱) یعنی وہ فضیلت جو رمضان میں رکھنے کی تھی کسی طرح حاصل نہیں کر سکتا تو جب روزہ نہ رکھنے میں یہ سخت وعید ہے رکھ کر توڑ دینا تو اس سے سخت تر ہے۔

حدیث ۲: ابن خزیمہ و ابن حبان اپنی صحیح میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: میں سو رہا تھا، دو شخص حاضر ہوئے اور میرے بازو پکڑ کر ایک پہاڑ کے پاس لے گئے اور مجھ سے کہا چڑھیے۔ میں نے کہا: مجھ میں اس کی طاقت نہیں، انہوں نے کہا: ہم سہل کر دیں گے، میں چڑھ گیا، جب بیچ پہاڑ پر پہنچا تو سخت آوازیں سنائی دیں، میں نے کہا: یہ کیسی آوازیں

(۱) جامع الترمذی، أبواب الصوم، باب ما جاء في الافطار محمد، الحدیث: ۷۲۳، ج ۲، ص ۱۷۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی بلا وجہ رمضان میں ایک روزہ بھی نہ رکھنے والا اس کے عوض عمر بھر روزہ رکھے تو وہ درجہ اور ثواب نہ پائے گا جو رمضان میں رکھنے سے پاتا اگرچہ شرعاً ایک روزہ سے اس کی قضا ہو جائے گی اداۓ فرض اور ہے درجہ پانا کچھ اور۔ رخصت سے مراد شرعی اجازت ہے جیسے سفر یا عورت کا حمل یا بچہ کو دودھ پلانا وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقت پر عبادت کر لینا بہتر ہے، نماز وغیرہ ساری عبادت کا بھی حال ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جوانی کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے افضل ہے کہ عبادت کا اصل وقت جوانی ہے۔ شعر

کر جوانی میں عبادت کا بلی اچھی نہیں

جب بڑھاپا آ گیا کچھ بات بن پڑتی نہیں

ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہو چکی

یہ بڑھاپا بھی نہ ہو گا موت جس دم آگئی

وقت کی قدر کرو، اسے غنیمت جانو۔ ع! کیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

۲۔ یعنی اس حدیث کی اسناد میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرنے والے راوی ابوالمطوس ہیں ان سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے ابن خلف قرطبی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر خیال رہے کہ ایک استاد ضعیف ہونے سے متن حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں، ترمذی کی اسناد میں ابوالمطوس ہیں باقی ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی و احمد نے مختلف اسنادوں سے یہ حدیث نقل کی، تعدد اسناد ضعیف حدیث کو قوی کر دیتا ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۳۹)

ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ جہنمیوں کی آوازیں ہیں پھر مجھے آگے لے گئے، میں نے ایک قوم کو دیکھا کہ وہ لوگ اُلٹے لٹکائے گئے ہیں اور اُن کی ہاتھیں چیری جا رہی ہیں، جن سے خون بہتا ہے۔ میں نے کہا: یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ وہ لوگ ہیں کہ وقت سے پہلے روزہ افطار کر دیتے ہیں۔ (2)

حدیث ۳: ابو یعلیٰ باسناد حسن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ اسلام کے کڑے اور دین کے قواعد تین ہیں، جن پر اسلام کی بنا مضبوط کی گئی، جو ان میں ایک کو ترک کرے وہ کافر ہے، اُس کا خون حلال ہے، کلمہ توحید کی شہادت اور نماز فرض اور روزہ رمضان۔ (3)

اور ایک روایت میں ہے، جو ان میں سے ایک کو ترک کرے، وہ اللہ (عزوجل) کے ساتھ کفر کرتا ہے اور اس کا فرض و نفل کچھ مقبول نہیں۔ (4)

مسئلہ ۱: کھانے پینے، جماع کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے، جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔

مسئلہ ۲: حُقّہ، سگار، سگریٹ، چرٹ پینے سے روزہ جاتا رہتا ہے، اگرچہ اپنے خیال میں حلق تک دھواں نہ پہنچاتا ہو، بلکہ پان یا صرف تمباکو کھانے سے بھی روزہ جاتا رہے گا، اگرچہ پیک تھوک دی ہو کہ اس کے باریک اجزاء ضرور حلق میں پہنچتے ہیں (4A)۔

مسئلہ ۳: شکر وغیرہ ایسی چیزیں جو مونہ میں رکھنے سے کھل جاتی ہیں، مونہ میں رکھی اور تھوک نکل گیا روزہ جاتا رہا۔ یوہیں دانتوں کے درمیان کوئی چیز چنے کے برابر یا زیادہ تھی اُسے کھا گیا یا کم ہی تھی (5)، مگر مونہ سے نکال کر پھر

(2) صحیح ابن خزمیہ، أبواب صوم التطوع، باب ذکر تطیق المفطرین قبل وقت الافطار الخ، الحدیث: ۱۹۸۶، ج ۳، ص ۲۳

(3) مسند ابی یعلیٰ، مسند ابن عباس، الحدیث: ۲۳۲۵، ج ۲، ص ۳۷۸

(4) الترغیب والترہیب، کتاب الصوم، الترہیب من افطار شی من رمضان من غیر عذر، الحدیث: ۳، ج ۲، ص ۶۶

(4A) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

پان جب منہ میں رکھا جائے گا اُس کا عرق ضرور حلق میں جائیگا، اور تمباکو جیسی کھائی جاتی ہے وہ اگر منہ میں ڈالی جائیگی تو یقیناً اس کا جرم عاب کے ساتھ حلق میں جائے گا اور نثار تو بہت باریک چیز ہے جب اوپر کوٹوگی جائے گی ضرور دماغ کو پہنچے گی اور ان طلب والوں کے مقصد بھی یونہی برآئیں گے اور فقہیات میں ایسا منظون مثل متیقن ہے، یہ سب شیطانی دوسے ہیں، ان چیزوں کے استعمال سے جو روزہ جائے اس کی فقط قضا نہیں بلکہ کفارہ بھی ضرور ہوگا (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۸۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(5) مگر فتح القدیر میں فرمایا کہ اگر اتنی ہو کہ بغیر تھوک کے مدد کے حلق سے نیچے اتر سکتی ہے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر اتنی خفیف ہو کہ لعاب کے ساتھ اتر سکتی ہے ورنہ نہیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ۱۲ منہ

کھالی یا دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اُترا اور خون تھوک سے زیادہ یا برابر تھا یا کم تھا، مگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو ان سب صورتوں میں روزہ جاتا رہا اور اگر کم تھا اور مزہ بھی محسوس نہ ہوا، تو نہیں۔ (6)

مسئلہ ۴: روزہ میں دانت اکھڑا یا اور خون نکل کر حلق سے نیچے اُترا، اگرچہ سوتے میں ایسا ہوا تو اس روزہ کی قضا واجب ہے۔ (7)

مسئلہ ۵: کوئی چیز پاخانہ کے مقام میں رکھی، اگر اس کا دوسرا سرا باہر رہا تو نہیں ٹوٹا، ورنہ جاتا رہا لیکن اگر وہ تر ہے اور اس کی رطوبت اندر پہنچی تو مطلقاً جاتا رہا، یہی حکم شرم گاہ زن (عورت کی شرم گاہ) کا ہے، شرم گاہ سے مراد اس باب میں فرج داخل (شرم گاہ کا اندرونی حصہ) ہے۔ یوں اگر ڈورے میں بوٹی باندھ کر نکل لی، اگر ڈورے کا دوسرا کنارہ باہر رہا اور جلد نکال لی کہ گلے نہ پائی تو نہیں گیا اور اگر ڈورے کا دوسرا کنارہ بھی اندر چلا گیا یا بوٹی کا کچھ حصہ اندر رہ گیا تو روزہ جاتا رہا۔ (8)

(6) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۲۲۲

(7) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم الخ، مطلب: یکرہ السحر اذا خاف فوت الصبح، ج ۳، ص ۲۲۲

(8) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: اگر روزے کی حالت میں یعنی صبح صادق سے غروب شمس تک رمضان خواہ غیر رمضان میں دوا خشک یا تر خواہ کوئی چیز فرج میں اس طرح رکھی گئی کہ فرج داخل کے اندر بالکل غائب کر دی تو روزہ جاتا رہا، اور اگر مثلاً دوا کسی کپڑے میں باندھ کر فرج میں اس طرح رکھی کہ کپڑے کا ہر طرف داخل سے باہر رہا اگرچہ فرج خارج میں غائب ہو جائے تو روزہ نہ جائے گا جب تک دوا کا کوئی حصہ کپڑے سے چھین کر فرج داخل کے اندر نہ گرے یا دوا ایسی تر ہو کہ کپڑے میں ٹپک کر فرج داخل میں لگے یا حرکت کے سبب کپڑا چڑھ جائے کہ بالکل فرج داخل کے اندر غائب ہو جائے، ان صورتوں میں روزہ جاتا رہے گا۔

فی تنویر الابصار والدر المختار (ادخل عوداً) ونحوہ (فی مقعدتہ و طرفہ خارج) وان غیبہ فسد و کذا الوابتع خشبہ او خیطاً ولو فیہ لقمة مربوطۃ الا ان ینفصل منها شئی ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع، ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان بقی طرفھا فی فرجھا الخارج لا (لہ یفطر) اھـ

(۱) در مختار باب ما یفسد الصوم مجتہب کی دہلی ۱/۱۳۹

تنویر ال بصر اور در مختار میں ہے: کسی نے عود (کی لکڑی وغیرہ کو) دبر میں اس طرح داخل کیا کہ ایک کنارہ اس کا باہر ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا، و اگر سب اندر چڑھ جائے تو ٹوٹ جائے گا اور یہی حکم ہے اس کا جو کوئی لکڑی نکل لے یا دھاگہ اگرچہ اس میں لقہ بندھا ہوا ہو مگر اس صورت میں کہ جب لقہ سے کچھ جدا ہو کر اندر رہ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس کا حاصل یہ ہے کہ پیٹ میں داخل ہونے والی چیز کا وہاں (پیت میں) استقرار (ٹھہرنا) فساد کے لیے شرط ہے بدائع، اگر عورت نے رُوئی داخل کی جو غائب ہوگئی تو روزہ فاسد ہو جائیگا، اور اگر اس کی

مسئلہ ۶: عورت نے پیشاب کے مقام میں روئی کا کپڑا رکھا اور بالکل باہر نہ رہا، روزہ جاتا رہا اور خشک انگلی پاخانہ کے مقام میں رکھی یا عورت نے شرمگاہ میں تو روزہ نہ گیا اور بھیگی تھی یا اس پر کچھ لگا تھا تو جاتا رہا، بشرطیکہ پاخانہ کے مقام میں اُس جگہ رکھی ہو جہاں عمل دیتے وقت حقہ کا سر رکھتے ہیں۔ (9)

کوئی طرف فرج خارج میں نکلی ہوئی رہی تو روزہ فاسد نہ ہوگا (یعنی روزہ نہیں ٹوٹے گا) اھ اختصاراً۔

وَلِي رَدَّ الْمَحْتَارَ مَا دَخَلَ فِي الْخُوفِ أَنْ غَابَ فِيهِ فَسَدٌ وَهُوَ الْمُرَادُ بِالْإِسْتِقْرَارِ أَنْ لَمْ يَغْبِ بَلْ بَقِيَ طَرَفٌ مِنْهُ فِي الْخَارِجِ أَوْ كَانَ مُتَصِلًا بِشَيْءٍ خَارِجٍ لَا يَفْسِدُ لِعَدَمِ اسْتِقْرَارِهِ ۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۔ رد المحتار باب ما یفسد الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۲/ ۱۰۷)

رد المحتار میں ہے کہ جو کچھ خوف میں داخل ہوا اگر وہ غائب ہو گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اور استقرار سے یہی مراد ہے اور اگر غائب نہ ہو بلکہ اس کی کوئی جانب خارج باقی رہ گئی یا خارج شئی سے متصل رہی تو عدم استقرار کی وجہ سے روزہ فاسد نہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۸۱۔ ۳۸۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(9) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بٹی اور دوا کا حکم مسئلہ ساہتہ میں گزرا، اور انگلی فرج میں داخل کرنے سے عورت کا روزہ صرف چار صورت میں فاسد ہوگا: ایک یہ کہ انگلی داخل کرنے سے اسی حالت میں کہ انگلی فرج کو مس کر رہی ہے عورت کو ازال ہو جائے لوجود معنی الفطر وهو الامناء عن مباشرة ۳۔ کہا فی الهدایۃ وغیرہا (اس صورت میں معنی انظار پایا گیا اور وہ مباشرت کی وجہ سے منی کا خروج ہے، ہدایہ وغیرہ۔ ت) (۳۔ رد المحتار باب ما یفسد الصوم مصطفیٰ البابی مصر ۲/ ۱۰۹)

دوسرے یہ کہ انگلی پانی یا روغن کی مانند کسی شے سے ایسی تر ہو کہ اُس کی تری ٹھوٹ کر فرج داخل میں لگے۔ تیسرے یہ کہ خشک انگلی داخل کی وہ فرج کی رطوبت سے ایسی تر ہو گئی کہ اب اس سے چھوٹ کر دوسری چیز میں لگے، بعدہ انگلی باہر کر کے ایسی ہی تری کی حالت میں پھر اندر کی کہ تری ٹھوٹ کر فرج داخل میں لگی۔ چوتھے یہ کہ انگلی کئی ہوئی جسم سے جدا تھی وہ فرج داخل کے اندر غائب کر دی گئی کہ سر باہر نہ رہا، یہ احکام بھی اُسی مسئلہ سے ظاہر ہیں ان میں برابر ہے خواہ انگلی مرد کی ہو یا عورت خود اپنی انگلی داخل کرے اگرچہ بدن صاف کرنے کو۔

درختہ میں ہے: ادخل اصبعه الیابسة فی دبيرة او فرجها لم یفطر ولو مبتلة فسد اھ۔ مکلفہ اگر کسی نے انگلی زہر میں دی یا عورت نے اپنی فرج میں داخل کی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور اگر انگلی تر تھی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اھ اختصاراً۔

(۱۔ رد المحتار باب ما یفسد الصوم مجتہبانی دہلی ۴۹)

رد المحتار میں ہے:

قوله ولو مبتلة فسد لبقاء شئی من البلة فی الداخل ۲۔

تورہ اگر (انگلی) ترہوئی تو ٹوٹ جائے گا، یہ اس لیے ہے کہ اس صورت میں داخل دبر و فرج میں کچھ تری باقی رہ جائے گی۔

(۲) رد المحتار، باب ما یفسد الصوم، مصطفیٰ البابی مصر، ۱۰۸/۲

حاشیہ طحاوی میں ہے:

ظاهر کلامہ يقتضی ان الذی ادخل فی فرجھا الرجل والحکم واحد۔ ۳

ظاہر کلام کا تقاضا یہ ہے کہ فرج عورت میں انگلی داخل کرنے والا مرد ہو، حالانکہ (دونوں صورتوں میں خواہ مرد ہو یا عورت) حکم ایک ہے۔

(۳) حاشیہ طحاوی علی الدر المختار باب ما یفسد الصوم دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۵۱

فتح القدیر میں ہے:

لو ادخل الاصبح فی دبرہ او فرجھا الداخل لا یفسد الصوم الا ان تكون مبلولة بماء او دهن علی المختار وقیل یجب علیہ القضاء والغسل۔ ۴

اگر کسی نے مرد کی دبر یا عورت کی فرج داخل میں انگلی داخل کی تو مختار قول پر روزہ فاسد نہ ہوگا مگر اس صورت کہ جب وہ پانی یا تیل کے ساتھ تر ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ ایسی صورت میں روزہ کی قضاء اور غسل لازم ہو جائے گا۔

(۴) فتح القدیر باب ما یوجب القضاء والكفارة لوریه رضویہ سکر ۲/۲۶۷

تنبیہ: فتح القدیر و مراۃ الفلاح و فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ ہندیہ وغیرہ عامہ کتب میں جو انگلی کی تری میں آب و روغن کا ذکر ہے محض تمثیل و تصویر ہے، نہ تخصیص و تنقید کہ اگر دودھ یا کھجور دہن میں تر ہو جب بھی بدابت حکم یہی ہے کہ مدار صرف کسی تری کا خارج سے جوف میں جا کر رہ جاتا ہے کیا افادہ فی رد المحتار (جیسا کہ رد المحتار میں بیان ہوا۔ ت) ولہذا در مختار میں مطلق مجتہد (تر ہوئی۔ ت) فرمایا، اور شک نہیں کہ فرج کی رطوبت جب انگلی سے لگ کر باہر آئی اب وہ بھی رطوبت خارجہ ہوگئی، اب دوبارہ جو باہر سے جا کر فرج داخل کے اندر رہ جائے گی ضرور فسادِ صوم لائے گی جس طرح لعاب دہن اگر قبل خروج اُسے نکل جائے روزہ میں خلل نہیں، اور اگر دہن سے جدا کر دیے کے بعد کھائے گا روزہ جائز گا کما فی رد المحتار عن البدائع و مثله فی کثیر من الکتاب (جیسا کہ بدائع سے رد المحتار میں اور اسی طرح، کثر کتب میں ہے۔ ت)

رہا عشاء کا فرمانا کہ اگر کان سے میل نکالا اور میل لگی ہوئی سلائی دوبارہ سہ بارہ کان میں کی تو بالاجماع روزہ نہ جائے گا۔

بزازیہ و نور الایضاح و در مختار وغیرہ میں ہے: واللفظ للوجیز، انجموا انہ لو حک اذ نہ بعود فاخرج العود علی راسہ دن ثم ادخلہ ثانیاً وثالثاً كذلك انہ لا یفسد۔ ۱۔ وجیز کی عبارت یہ ہے فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی نے عود (لکڑی) کے ساتھ اپنا کان گھر چا پھر لکڑی جب باہر نکالی تو اس کے سرے پر میل تھی اب اسی لکڑی کو دوبارہ یا سہ بارہ سی طرح (کان میں) داخل کیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ (۱) فتاویٰ بزازیہ علی حاشیہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الصوم نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۹۸

وہ اس مسئلہ سے جدا ہے وہاں روزہ نہ ٹوٹنے کی وجہ یہ ہے کہ کان کریدنے میں سلائی دماغ تک نہیں جاتی تو میل جوف میں ہے

مسئلہ ۷: مبالغہ کے ساتھ استنجا کیا، یہاں تک کہ حقہ رکھنے کی جگہ تک پانی پہنچ گیا، روزہ جاتا رہا اور اتنا مبالغہ چاہیے بھی نہیں کہ اس سے سخت بیماری کا اندیشہ ہے۔ (10)

مسئلہ ۸: مرد نے پیشاب کے سوراخ میں پانی یا تیل ڈالا تو روزہ نہ گیا، اگرچہ مثانہ تک پہنچ گیا ہو اور عورت نے شرمگاہ میں ٹپکا یا تو جاتا رہا۔ (11)

مسئلہ ۹: دماغ یا شکم کی تھلی تک زخم ہے، اس میں دوا ڈالی اگر دماغ یا شکم تک پہنچ گئی روزہ جاتا رہا، خواہ وہ دوا تر ہو یا خشک اور اگر معلوم نہ ہو کہ دماغ یا شکم تک پہنچی یا نہیں اور وہ دوا تر تھی، جب بھی جاتا رہا اور خشک تھی تو نہیں۔ (12)

مسئلہ ۱۰: حقہ (13) لیا یا نتھنوں سے دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا تیل چلا گیا، روزہ جاتا رہا اور پانی کان میں چلا گیا یا ڈالا تو نہیں۔ (14)

مسئلہ ۱۱: کلی کر رہا تھا بلا قصد پانی حلق سے اتر گیا یا ناک میں پانی چڑھایا اور دماغ کو چڑھ گیا روزہ جاتا رہا، مگر جبکہ روزہ ہونا بھول گیا ہو تو نہ ٹوٹے گا اگرچہ قصد ہو۔ یوں کسی نے روزہ دار کی طرف کوئی چیز پھینکی، وہ اُس کے حلق میں چلی گئی روزہ جاتا رہا۔ (15)

داخل نہ ہوا بخلاف یہاں کے کہ فرج داخل خود جوف ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: حاک اذنه بعد فخرج علیہ درن ممافی الصباغ ثم ادخله ای العود مراراً الی اذنه لایفسد صومہ بالاجماع کما فی البزازیة جلعدہ وصول البطر الی الدماغ ۲، وأنبہ تعالیٰ اعلم۔ (۲- مراقی الفلاح مع حاشیہ طحاوی باب فی مالا یفسد الصوم، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص ۳۶۲)

اگر کان کو لکڑی کے ساتھ گھر چا پھر جب لکڑی داہیں نکالی تو اس پر کان کے اندر سے سیل آئی پھر اس لکڑی کو کئی دفعہ کان میں داخل کیا تو بالاتفاق روزہ ناسد نہ ہوگا، جیسا کہ بزازیہ میں ہے کیونکہ کوئی چیز روزہ توڑنے والی دماغ تک نہیں پہنچی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۸۳-۳۸۲۔ ضاق و کثرت البیضاء، لاہور)

(10) الدر المنثور، کتاب الصوم، باب مالا یفسد الصوم، ج ۳، ص ۲۲۴

(11) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فی مالا یفسد الصوم، ج ۱، ص ۲۰۴

(12) المرجع السابق

(13) یعنی کسی دوا کی بتی یا بیکاری پیچھے کے مقام میں چڑھانا جس سے اجابت ہو جائے۔

(14) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فی مالا یفسد الصوم، ج ۱، ص ۲۰۴

(15) المرجع السابق، ص ۲۰۲

مسئلہ ۱۲: سوتے میں پانی پی لیا یا کچھ کھا لیا یا سونہ کھولا تھا اور پانی کا قطرہ یا اولہ حلق میں جا رہا روزہ جاتا رہا۔ (16)

مسئلہ ۱۳: دوسرے کا تھوک نکل گیا یا اپنا ہی تھوک ہاتھ پر لے کر نکل گیا روزہ جاتا رہا۔ (17)

مسئلہ ۱۴: مونہ میں رنگین ڈورا رکھا جس سے تھوک رنگین ہو گیا پھر تھوک نکل لیا روزہ جاتا رہا۔ (18)

مسئلہ ۱۵: ڈورا بٹا اسے ترک کرنے کے لیے مونہ پر گزارا پھر دوبارہ، سہ بارہ۔ یوں کیا روزہ نہ جائے گا مگر جبکہ ڈورے سے کچھ رطوبت جدا ہو کر مونہ میں رہی اور تھوک نکل لیا تو روزہ جاتا رہا۔ (19)

مسئلہ ۱۶: آنسو مونہ میں چلا گیا اور نکل لیا، اگر قطرہ دو قطرہ ہے تو روزہ نہ گیا اور زیادہ تھا کہ اس کی نمکینی پورے مونہ میں محسوس ہوئی تو جاتا رہا۔ پسینہ کا بھی یہی حکم ہے۔ (20)

مسئلہ ۱۷: پاخانہ کا مقام باہر نکل پڑا تو حکم ہے کہ کپڑے سے خوب پونچھ کر اٹھے کہ تری بالکل باقی نہ رہے اور اگر کچھ پانی اُس پر باقی تھا اور کھڑا ہو گیا کہ پانی اندر کو چلا گیا تو روزہ فاسد ہو گیا۔ اسی وجہ سے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ روزہ دار استنجا کرنے میں سانس نہ لے۔ (21)

مسئلہ ۱۸: عورت کا بوسہ لیا یا چھوا یا مباشرت کی یا گلے لگایا اور انزال ہو گیا تو روزہ جاتا رہا اور عورت نے مرد کو چھوا اور مرد کو انزال ہو گیا تو روزہ نہ گیا۔ عورت کو کپڑے کے اوپر سے چھوا اور کپڑا اتنا دبیز ہے کہ بدن کی گرمی محسوس نہیں ہوتی تو فاسد نہ ہوا اگرچہ انزال ہو گیا۔ (22)

مسئلہ ۱۹: قصداً بھر مونہ قے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو مطلقاً روزہ جاتا رہا اور اس سے کسم کی تو نہیں اور بلا اختیار قے ہو گئی تو بھر مونہ ہے یا نہیں اور بہر تقدیر وہ لوٹ کر حلق میں چلی گئی یا اُس نے خود لوٹائی یا نہ لوٹی، نہ لوٹائی تو اگر بھر مونہ نہ ہو تو روزہ نہ گیا، اگرچہ لوٹ گئی یا اُس نے خود لوٹائی اور بھر مونہ ہے اور اُس نے لوٹائی، اگرچہ اس میں

(16) المرجع السابق، الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۷۸

(17) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۳

(18) المرجع السابق

(19) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۸۱

(20) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۳

(21) المرجع السابق، ص ۲۰۳

(22) المرجع السابق، ص ۲۰۴-۲۰۵

سے صرف چنے برابر حلق سے اُتری تو روزہ جاتا رہا اور نہ نہیں۔ (23)

مسئلہ ۲۰: قے کے یہ احکام اُس وقت ہیں کہ قے میں کھانا آئے یا صفرا (کڑوا پانی) یا خون اور بلغم آیا تو مطلقاً روزہ نہ ٹوٹا۔ (24)

مسئلہ ۲۱: رمضان میں بلا عذر جو شخص علانیہ قصد اُکھائے تو حکم ہے کہ اُسے قتل کیا جائے۔ (25)



(23) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۵۰، وغیرہ

قے کے بارے میں 7 پیرے

روزہ میں خود بخود کتنی ہی قے (الئی) ہو جائے (خواہ بالئی ہی کیوں نہ بھر جائے) اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (در مختار ج ۳ ص ۹۲)

اگر روزہ یاد ہونے کے بلا مجرد قصد (یعنی جان بوجہ کر) قے کی اور اگر وہ منہ بھر ہے (منہ بھر کی تعریف آگے آتی ہے) تو اب روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (در مختار ج ۳ ص ۹۲)

قصد اُمنہ بھر ہونے دلی قے سے بھی اس صورت میں روزہ ٹوٹے گا جبکہ قے میں کھانا یا (پانی) یا صفرا (یعنی کڑوا پانی) یا خون آئے۔ (ایضاً)

اگر قے میں صرف بلغم نکلے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (ایضاً ص ۹۲)

قصد اُفے کی مگر تھوڑی سی آئی، منہ بھر نہ آئی تو اب بھی روزہ نہ ٹوٹتا۔ (در مختار ج ۳ ص ۹۳)

منہ بھر سے کم قے ہوئی اور منہ ہی سے دوبارہ لوٹ گئی یا خود ہی لوٹا دی، ان دونوں صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (ایضاً)

منہ بھر قے بلا اختیار ہو گئی تو روزہ ٹوٹتا البتہ اگر اس میں سے ایک چنے کے برابر بھی واپس لوٹا دی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور ایک چنے

سے کم ہو تو روزہ نہ ٹوٹتا۔ (در مختار ج ۳ ص ۹۲)

منہ بھر قے کی تعریف

منہ بھر قے کے معنی یہ ہیں، اسے بلا تکلف نہ روکا جاسکے۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۴)

(24) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۴

(25) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب فی الکفارة، ج ۳، ص ۴۹

اُن صورتوں کا بیان جن میں صرف قضا لازم ہے

مسئلہ ۱: یہ گمان تھا کہ صبح نہیں ہوئی اور کھایا یا پیاجامع کیا بعد کو معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی یا کھانے پینے پر مجبور کیا گیا یعنی اکراہ شرعی (1) پایا گیا، اگرچہ اپنے ہاتھ سے کھایا ہو تو صرف قضا لازم ہے یعنی اُس روزہ کے بدلے میں ایک روزہ رکھنا پڑھے گا۔ (2)

مسئلہ ۲: بھول کر کھایا یا پیاجامع کیا تھا یا نظر کرنے سے انزال ہوا تھا یا احتدم ہوا یا تے ہوئی اور ان سب صورتوں میں یہ گمان کیا کہ روزہ جاتا رہا اب قصداً کھالیا تو صرف قضا فرض ہے۔ (3)

مسئلہ ۳: کان میں تیل ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا، اس میں دوا ڈالی کہ پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا حقنہ لیا یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکری، مٹی، روئی، کاغذ، گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں یا رمضان میں بلا نیت روزہ روزہ کی طرح رہا یا صبح کو نیت نہیں کی تھی، دن میں زوال سے پیشتر نیت کی اور بعد نیت کہ لیا یا روزہ کی نیت تھی مگر روزہ رمضان کی نیت نہ تھی یا اس کے حلق میں مینہ کی بوند یا اولہ جارہا یا بہت سا آنسو یا پسینہ نکل گیا یا بہت چھوٹی لڑکی سے جماع کیا جو قابل جماع نہ تھی یا مردہ یا جانور سے وطی کی یا ران یا پیٹ پر جماع کیا یا بوسہ لیا یا عورت کے ہونٹ چوسے یا عورت کا بدن چھوا اگرچہ کوئی کپڑا حائل ہو، مگر پھر بھی بدن کی گرمی محسوس ہوتی ہو۔

اور ان سب صورتوں میں انزال بھی ہو گیا یا ہاتھ سے منی نکالی یا مباشرت فاحشہ سے انزال ہو گیا یا ادائے رمضان کے عہدہ اور کوئی روزہ فاسد کر دیا، اگرچہ وہ رمضان ہی کی قضا ہو یا عورت روزہ دار نہ ہو ہی تھی، سوتے میں اس سے وطی کی گئی یا صبح کو ہوش میں تھی اور روزہ کی نیت کر لی تھی پھر پاگل ہو گئی اور اسی حالت میں اس سے وطی کی گئی یا یہ گمان کر کے کہ رات ہے، سحری کھائی یا رات ہونے میں شک تھا اور سحری کھائی حالانکہ صبح ہو چکی تھی یا یہ گمان کر کے کہ آفتاب ڈوب گیا ہے، افطار کر لیا حالانکہ ڈوبنا نہ تھا یا دو شخصوں نے شہادت دی کہ آفتاب ڈوب گیا اور دو نے شہادت دی کہ دن ہے اور اُس نے روزہ افطار کر لیا، بعد کو معلوم ہوا کہ غروب نہیں ہوا تھا ان سب صورتوں میں صرف قضا لازم ہے، کفارہ

(1) اکراہ شرعی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو صحیح دھمکی دے کہ اگر تو روزہ نہ توڑے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا یا ہاتھ پاؤں توڑ دوں گا یا ناک، کان وغیرہ کوئی عضو کاٹ ڈالوں گا یا سخت مار ماروں گا۔ اور روزہ دار یہ سمجھتا ہو کہ یہ کہنے والا جو کچھ کہتا ہے، کر گزرے گا۔

(2) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۳۰، ۴۳۶، وغیرہ

(3) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۳۱

نہیں۔ (4)

مسئلہ ۴: مسافر نے اقامت کی، حیض و نفاس والی پاک ہوگئی، مجنون کو ہوش ہو گیا، مریض تھا اچھا ہو گیا، جس کا روزہ جاتا رہا اگرچہ جبراً کسی نے توڑ دیا یا غلطی سے پانی وغیرہ کوئی چیز حلق میں جا رہی۔ کافر تھا مسلمان ہو گیا، نابالغ تھا بالغ ہو گیا، رات سمجھ کر سحری کھائی تھی حالانکہ صبح ہو چکی تھی، غروب سمجھ کر افطار کر دیا حالانکہ دن باقی تھا ان سب باتوں میں جو کچھ دن باقی رہ گیا ہے، اُسے روزے کے مثل گزارنا واجب ہے اور نابالغ جو بالغ ہو یا کافر تھا مسلمان ہوا اُن پر اس دن کی قضا واجب نہیں باقی سب پر قضا واجب ہے۔ (5)

مسئلہ ۵: نابالغ دن میں بالغ ہو یا کافر دن میں مسلمان ہوا اور وہ وقت ایسا تھا کہ روزہ کی نیت ہو سکتی ہے اور نیت کر بھی لی پھر وہ روزہ توڑ دیا تو اس دن کی قضا واجب نہیں۔ (6)

مسئلہ ۶: بچہ کی عمر دس ۱۰ سال کی ہو جائے اور اس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اس سے روزہ رکھوایا جائے نہ رکھے تو مار کر رکھوائیں، اگر پوری طاقت دیکھی جائے اور رکھ کر توڑ دیا تو قضا کا حکم نہ دیں گے اور نماز توڑے تو پھر پڑھوائیں۔ (7)

مسئلہ ۷: حیض و نفاس والی عورت صبح صادق کے بعد پاک ہوگئی، اگرچہ ضحہ کبریٰ سے پیشتر اور روزہ کی نیت کر لی تو آج کا روزہ نہ ہوا، نہ فرض نہ نفل اور مریض یا مسافر نے نیت کی یا مجنون تھا ہوش میں آ کر نیت کی تو ان سب کا روزہ ہو گیا۔ (8)

مسئلہ ۸: صبح سے پہلے یا بھول کر جماع میں مشغول تھا، صبح ہوتے ہی یاد آنے پر فوراً جدا ہو گیا تو کچھ نہیں اور اسی حالت پر رہا تو قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔ (9)

مسئلہ ۹: میت کے روزے قضا ہو گئے تھے تو اُس کا ولی اس کی طرف سے فدیہ ادا کر دے یعنی جب کہ وصیت

(4) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۳۱-۴۳۹، وغیرہ

(5) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۴۰

(6) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب فی جواز الافطار بالتحری، ج ۳، ص ۴۴۱

(7) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب فی جواز الافطار بالتحری، ج ۳، ص ۴۴۲

(8) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۴۱

(9) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب بکفرہ السمر الخ، ج ۳، ص ۴۲۵

کی ورمال چھوڑا ہو، ورنہ ولی پر ضروری نہیں کر دے تو بہتر ہے۔ (10)

(10) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حيث قال اعم المذکور فيما رأيت من كتب ائمتنا فروعا واصولا انه اذا لم يوص بفدية الصوم يجوز ان يتبرع منه وليه وهو من له التصرف في ماله بوراثة او وصاية قالوا اولولم يملك شيئا يستقرض الولي شيئا فيدفعه للفقير ثم يستوهبه منه ثم يدفعه لاخر وهكذا حتى يتم ا۔

اس کے الفاظ یہ ہیں میرے مطالعہ کے مطابق ہمارے ائمہ کی کتب خواہ فروغ یا اصول میں ہوں یہ مذکور ہے کہ جب میت نے نہ یہ صوم کی وصیت نہ کی ہو تو اس کا ولی بطور نقل فدیہ دے سکتا ہے، اور ولی سے مراد وہ شخص ہے جو اس کے ماں میں بطور وارث یا وصی ہونے کے بعد سے تصرف کر سکتا ہو، فقہاء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر ولی کسی شے کا مالک نہ ہو تو کسی سے قرض لے کر فقیر کو دے اس سے بطور ہبہ واپس لے لے پھر فقیر کو دے، اسی طرح بار بار کیا جائے حتیٰ کہ فدیہ پورا ہو جائے۔۔

(۱۔ شفاء العلیل، رسالہ من رسائل ابن عابدین، الرسالة السابعة، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۹۶۱ء)
ورقاصل سید علاء الدین شامی نے مزہ الجلیل میں اسے متون و شروح و حواشی کی طرف نسبت کیا حیث قال والمنصوص في كلامهم متونا وشروحا وحواشی ان الذي يتولى ذلك انما هو الولي وان المراد بالولي من له ولاية التصرف في ماله بوصاية او وراثة وان الميت لو لم يملك شيئا يفعل له ذلك الوارث من ماله ان شاء فان لم يكن لوارث مال يستوهب من الغير او يستقرض ليدفعه للفقير ثم يستوهبه من الفقير وهكذا الى ان يتم المقصود ا۔
اس کی عبارت یہ ہے متون، شروح اور حواشی میں یہ منصوص ہے یہ سارا کچھ ولی کر سکتا ہے، اور ولی سے مراد وہ شخص ہے جو میت کے مال میں اس کی وصیت یا وارث ہونے کی حیثیت سے تصرف کر سکتا ہو اور میت اگر کسی شے کا مالک نہ ہو تو وارث اپنے مال سے بھی یہ حیلہ کر سکتا ہے تاکہ کسی فقیر کو دے پھر فقیر سے بطور ہبہ واپس لے لے اسی طرح کرے یہاں تک کہ مقصود ہو جائے۔

(۱۔ مزہ الجلیل، رسالہ من رسائل ابن عابدین، الرسالة الثامنة، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۹۶۱ء)
یہ ائمہ متقدمین سے لے کر ہمارے زمانے تک کے علمائے متاخرین کے نصوص ہیں جن میں سوا اس طریقہ دور کے طریقہ دین کا صاف بتانہ دیا اور طریقہ دور میں جو سخت تکلیف ہے مخفی نہیں۔

وجیز امام کردری میں ہے:

ان لم يكن له مال يستقرض نصف صاع ويعطيه المسكين ثم يتصدق به المسكين على الوارث الى المسكين ثم الوارث الى المسكين ثم وثم حتى يتم لكل صلوقة نصف صاع كما ذكرنا ۲۔

گروہ وارث کے پاس مال نہ ہو تو وارث نصف صاع قرض لے اور کسی مسکین کو دے پھر وہ مسکین اس وارث پر صدقہ کرے پھر وارث، مسکین پر صدقہ کرے اسی طرح بار بار کیا جائے حتیٰ کہ ہر نماز کا فدیہ نصف صاع ہو جائے جیسے ہم ذکر کر آئے۔

(۲۔ الفتاویٰ البزازیہ علی حاشیہ فتاویٰ ہندیۃ التاج عشر فی الفتاویٰ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۶۹) ←

بعینہ اسی طرح نیم صاع، بحر الرائق و خلاصہ و ہندیہ و عطاوی علی نور الایضاح و ابی السعد علی مسکین و ملحوظ و برجندی و در مختار و غیرہ معتدات اسفار میں ہے۔ اب فرض کیجئے کہ زید نے بیتر ۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی، بارہ برس نکال کر ساٹھ ۶۰ رہے۔ ہر سال کے دن تین سو ساٹھ ۳۶۰ نہ رکھے جس طرح کشف الغطاء میں اختیار کیا ہر سال قمری کبھی تین سو پچپن ۳۵۵ دن سے زائد نہیں ہوتا۔

هذا العرفي المأخوذ بالاهلة اما الحقيقي فيكون اقل منها بساعات كما فصل في محله، اقول وكذا لا حاجة بنا الى اخذ الشمسية ثلثمائة وخمسة وستين يوما كما فعل في احكام الجنائز قائلا ينبغي ان تحسب فدية الصلوة بالسنة الشمسية اخذنا باحتياط من غير اعتبار ربيع اليوم احوال

یہ عربی سال ہے جو چاند کی بنا پر ہوتا ہے، ہر حقیقی سال تو وہ اس سے کچھ ساعتیں کم ہوتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اپنے مقام پر کی گئی ہے۔ اقول اسی طرح ہمیں شمس سال تین سو بیسٹھ دن کا لینے کی ضرورت نہیں جیسا کہ احکام جنائز میں یہ کہتے ہوئے لیا گیا ہے کہ فدیہ نماز میں احتیاطاً شمس سال کا اعتبار کرنا چاہئے ماسوائے دن کے جو قحطی جمعہ کے احوال۔

(۱) معنی الخالق بحوالہ احکام الجنائز حاشیہ بحر الرائق باب قضاء الفوائت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۹۰)

فان سن العیر اذا حسیبت بالقیمریات علیہا قطعاً ان الایام لاتزین علی ما تحسب والمیقطوع به لا یحتاج الی الاحتیاط فان لیل لعلہم اخذوا الزائد لیقع عما یؤد عنه من الصلوات الی غنی ان یرکون الیمین فلو ط فیہا قلت قالوا بعد ذلك ثم یحسب سن البیت فی طرح منه اثنا عشرة سنة لمدة بلوغه ان کان الیسعین کوا وتسع سنین ان کانت انھی الخ ۲۔ کما فی احکام الجنائز ایضاً فاذا اتوا علی جمیع العمر فماذا عسئ ان یرکون شیاً فاحتیاط لہ۔

کیونکہ جب عمر کے سالوں کا اعتبار چاند کے اعتبار سے ہے تو یقیناً دن ہمارے حساب سے زائد نہ ہوں گے اور یقینی بات میں احتیاط کی محتاجی نہیں ہوتی، اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے زائد دن اس لئے لئے ہیں شاید میت نے بعض نمازوں میں کوتاہی کی ہو تو اس کا فدیہ ہو جائے قلت اس کے بعد فقہاء نے فرمایا ہے پھر میت کی عمر شمار کی جائے اس سے بلوغ کی مدت بارہ سال خارج کر دی جائے اگر وہ مذکر ہو، اور اگر مؤنث ہے تو نو سال خارج کی جائے اتح جیسا کہ احکام جنائز میں بھی ہے تو جب وہ ساری عمر کی بات کر رہے ہیں تو اس سے خارج کوئی نہیں رہا جس کے لیے احتیاط کی ضرورت ہو۔

(۲) معنی الخالق بحوالہ احکام الجنائز، حاشیہ بحر الرائق، باب قضاء الفوائت، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۹۰)

تو یہی تین سو پچپن کافی ہیں پس ایک سال کی نمازوں کے دو ہزار ایک سو تیس (۲۱۳۰) فدیے ہوئے، اور تیس ۳۰ فدیے یعنی فدیہ رمضان المبارک کے مل کر دو ہزار ایک سو ساٹھ ۲۱۶۰، انہیں ساٹھ میں ضرب دینے سے ایک لاکھ اسی ہزار چھ سو (۱۲۹۶۰۰) ہوتے ہیں، اتنی بار وارث و فقیر میں تصدق و ہبہ کی الٹ پھیر ہونی چاہئے تو فدیہ ادا ہو، یہ صرف صوم و صلوة کا فدیہ ہوا اور ہنوز اور بہت —

فدیہ و کفارے باقی ہیں مثلاً (۳) زکوٰۃ فرض کیجئے ہزاروں روپے زکوٰۃ کے اس پر مجتمع ہو گئے تھے اور نیم صاع کی قیمت ۲۰ آسنے سے تو آٹھ ہزار دور بہ نیت زکوٰۃ دینے لینے کو درکار ہیں (۴) قربانیاں، اگر فی قربانی ایک ہی روپیہ قیمت رکھئے تو ساٹھ ۶۰ قربانیوں کے لیے چاہ۔ سو اسی ۳۸۰ دور ہوں۔ (۵) قسموں کے کفارے، ہر قسم کے لیے دس مسکین جدا جدا درکار ہیں ایک کو دس بار دینا کافی نہ ہوگا (۶) ہر کدہ، تلاوت کے لیے بھی احتیاطاً، ایک فدیہ مثل ایک نماز کے ادا چاہئے وان لم یحب علی الصبح کافی التا تاریخانیہ (اگر چہ صبح قول کے مطابق واجب نہیں جیسا کہ تاریخانیہ میں ہے۔ ت) (۷) صدقات و فطرا اپنے اور اپنے اہل و عیال کے جس قدر ادا نہ ہوئے ہوں (۸) جتنے لوافل فاسد ہوئے اور ان کی قضا نہ کی (۹) جو جو عتیس مانیں اور ادا نہ کیں (۱۰) زمین کا عشر یا خراج جو ادا سے رہ گیا وغیرہ وغیرہ اشیائے کثیرہ،

علی ما ذکر بعضها فی رد المحتار وزاد کثیرا فی شفاء العلیل وفصل جلیھا فی منۃ الجلیل فراجعھا ان اردت التفصیل وافاد فی الدر المختار ضابطۃ کلیۃ ان ما کان عبادۃ بدنیۃ فان الوصی یطعم عنہ بعد موتہ عن کل واجب کالفطرۃ والمالیۃ کالزکوٰۃ یمخرج عنہ القدر الواجب والمکرب کالحج یمخرج عنہ رجلا من مال البیت بحراہ ۱۔

ان میں سے بعض کا تذکرہ رد المحتار میں ہے اس پر بہت سا اضافہ شفاء العلیل میں کیا اور منۃ الجلیل میں ان میں سے بڑی بڑی کی تفصیل ہے اگر تفصیل چاہتے ہو تو اس کی طرف رجوع کرو۔ در مختار میں یہ ضابطہ کلیہ بیان کیا جس کا حاصل یہ ہے ہر وہ عبادت جو بدنی ہو (جیسے نماز) تو وصی اس کے مرنے کے بعد میت کی طرف سے ہر واجب کے عوض صدقۃ الفطر کی مقدار فدیہ دے، اگر عبادت مالی ہو مثلاً زکوٰۃ تو دس مقدار واجب میت کی طرف سے ادا کرے اور اگر مالی اور بدنی کا مرکب ہو جیسے حج تو کسی شخص کو بھیج کر میت کے مال سے حج کرائے کذا فی البحر ۱۔ (۱) الدر المختار کتاب الصوم فصل فی العوارض مجتہدائی دہلی ۱ / ۱۵۳

قلت وکلام البحر اجمع وانفع حیث قال الصلوٰۃ کالصوم، ویؤذی عن کل وتر نصف صاع، وسائر حقوقہ تعالیٰ کذلک مالیا کان أو بدنیاً عبادۃ محضۃ اوفیہ معنی المؤنۃ کصدقۃ الفطر او عکسہ کالعشر او مؤنۃ محضۃ کالنفقات اوفیہ معنی العقوبۃ کالکفارات ۲۔ (ملخصاً)

قلت بحر کا کلام بہت جامع اور نافع ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ نماز، روزے کی طرح ہے اور ہر وتر کے عوض نصف صاع ادا کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے بقیہ حقوق کا معاملہ بھی اسی طرح ہے خواہ وہ مالی ہوں یا بدنی، عبادت محضہ ہوں یا اس میں ذمہ داری کا پہلو بھی ہو مثلاً صدقۃ الفطر یا اس کا عکس ہو مثلاً عشر یا اس میں محض ذمہ داری ہو مثلاً نفقات یا اس میں معنی عقوبت ہو مثلاً کفارات ۲۔ (ملخصاً)۔

(۲) البحر الرائق فصل فی العوارض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ / ۲۸۵

ان کے لیے کوئی حد معین نہیں کر سکتے اس قدر ہونا چاہئے کہ براءت ذمہ پر ظن حاصل ہو واللہ تعالیٰ یقبل الحسنات ویقبل السيئات (اللہ تعالیٰ حسنات کو قبول کرے اور برائیوں کو ختم کرے۔ ت)

ان ہزاروں لکھوں بار کے ہیر پھیر کی وقت دیکھئے اور اس ہندی طریقہ کی سہولت کہ ایک ہی دفعہ میں اُس کے اور اس کی سرت ۷ پشت کے تمام انواع و اقسام کے فدیے، کفارے، مواخذے و حروف کہنے میں معا ادا ہو سکتے ہیں تو اول تا آخر تمام علمائے مذہب کا اس کلفت کے اختیار اور اس سہولت کے ترک پر اتفاق قرینہ واضح ہے کہ اُن کے نزدیک اُس آسانی کی طرف راہ نہ تھی ورنہ اسے چھوڑ کر اس مشقت پر اطمینان نہ ہوتا بالجملہ دین سے فدیہ ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں:

ایک وہ کہ درمختار کتاب الوصایا عبارت مذکورہ سابقہ میں ذکر فرمائی کہ مدیون سے دین وصول کر کے بعد قبضہ پھر اسے فدیہ میں دے دے۔
دوسری وہ کہ درمختار کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہوئی کہ مال فدیہ میں دے کر آتے میں واپس کرے اگر مدیون نہ دینا چاہے ہاتھ بڑھا کر لے لے کہ اپنا عین حق لیتا ہے،

حيث قال وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكوة ثم ياخذها عن دينه ولو امتنع المديون مديونة واخذها لكونه ظفر بجنس حقه فان مانعه رفعه للقاضي۔

اس کے الفاظ یہ ہیں مال موجود کی زکوٰۃ دین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ فقیر مقروض کو اپنی زکوٰۃ حوالہ کر دے پھر اس سے دین کے عوض زکوٰۃ کی رقم واپس لے لے، اگر مقروض نہ دے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر چھین لے کیونکہ یہ اسے اس کے حق کی جنس ہی ہے پھر اگر مدیون فقیر مزاحمت کرے تو اس کو قاضی کے پاس لے جائے کہ وہ اس سے دلوادے گا۔ (الدر المختار کتاب الزکوٰۃ مجتہائی دہلی ۱/ ۱۳۰)

اسی طرح ذخیرہ دہندیہ و اشباہ وغیرہا میں ہے باقی یہ صورت کہ جو دین فقیر پر آتا تھا یا اب اس کے ہاتھ کچھ بچ کر مدیون کر لیا یہ فدیہ میں چھوڑ دیا جائے اس کے جواز کا پتا کلمات علماء سے اصلاً نہیں چلتا بلکہ ظاہر عدم جواز مفہوم ہوتا ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ جب تک مشائخ مذہب سے اُس کے جواز کے سچے کی تصریح نہ ملے ایسے امر پر اقدام نہ کیا جائے مدام ظہری و العلم بالحق عند ربی (یہ مجھ پر ظاہر ہوا ہے ورنہ حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت)

فائدہ: علماء نے حتی الامکان تفصیل دور پر نظر فرمائی ہے، علامہ شمس قسطلانی نے تین صاع سے زور فرض کیا کہ ہر بار میں ایک دن کامل کی نماز ادا ہو۔ احکام الجنائز میں چار ہزار بہتر ۳۰۷۲ درہم سے زور رکھا کہ اُن اعصار و امصار کے حساب سے ہر زور میں ایک سال کی نماز کا فدیہ ہو۔ رد المحتار میں زور یک سالہ ذکر کر کے کہا اس سے زیادہ فرض لے تو ہر بار میں زیادہ ساقط ہو،

ويشمل كل ذلك وما سواها مائى منة الجليل ومما تعارفه الناس ونص عليه اهل المذهب ان الواجب اذا كثر اداروا صرة مشتملة على نقودا وغيرها كجواهر او حلى او ساعه وبنوا الامر على اعتبار القيمة الخ۔

یہ تمام کوشاں ہے، اس کے علاوہ جو منۃ الجلیل میں ہے کہ جو لوگوں کے ہاں معروف ہے اسی پر اہل مذہب نے تصریح کی کہ جب واجب کثیر ہو تو ایک تھیلی میں نقدی وغیرہ مثلاً جواہر، ہار، زیور ڈال کر زور کریں تو فقہاء نے قیمت کا اعتبار کیا ہے الخ۔

(۱۔ منۃ الجلیل، رسالہ من رسائل ابن عابدین، الرسالة الثامنة، سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۱۲)۔



یہ سب واضحیات ہیں اور ہر فہیم بعد ادراک حساب حتی المقدور تخفیف دور کر سکتا ہے یہاں تک کہ اگر ممکن ہو کہ جس قدر اموال تمام فدیوں، کفاروں، مطالبوں کی بابت محسوب ہوئے سب دفعہ تھوڑی دیر کے لیے کسی سے قرض مل سکیں تو دور کی حاجت ہی نہ رہے گی کہ کوئی شے اتنے اموال کے عوض فقیر کے ہاتھ بیچے، اور اگر کفارہ قسم بھی شامل ہے تو دس کے ہاتھ۔ پھر وہ اموال قرضہ گرفتہ فدیہ میں دے کر شئی بیچ کر ثمن میں لے لے، اور حسبِ قدرت فقراء کو کچھ دے کر ان کا دل خوش کر دے، ہنوز اس مسئلہ میں بہت تفصیل باقی ہیں کہ بچیں طول ن کے ذکر سے عنان کشی ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۵۳۹-۵۴۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اُن صورتوں کا بیان جن میں کفارہ بھی لازم ہے

مسئلہ ۱: رمضان میں روزہ دار مکلف مقیم نے کہ اداۓ روزہ رمضان کی نیت سے روزہ رکھا اور کسی آدمی کے ساتھ جو قابل شہوت ہے، اُس کے آگے یا پیچھے کے مقام میں جماع کیا، انزال ہوا ہو یا نہیں یا اس روزہ دار کے ساتھ جماع کیا گیا یا کوئی غذا یا دوا کھائی یا پانی پیا یا کوئی چیز لذت کے لیے کھائی یا پی یا کوئی ایسا فعل کیا، جس سے افطار کا گمان نہ ہوتا ہو اور اس نے گمان کر لیا کہ روزہ جاتا رہا پھر قصداً کھاپی لیا، مثلاً قصداً پچھنا لیا یا عرمہ لگایا یا جانور سے وطی کی یا عورت کو چھوا یا بوسہ لیا یا ساتھ لٹایا یا مباشرت فاحشہ کی، مگر ان سب صورتوں میں انزال نہ ہوا یا پاخانہ کے مقام میں خشک انگلی رکھی، اب ان افعال کے بعد قصداً کھالیا۔

تو ان سب صورتوں میں روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں اور اگر ان صورتوں میں کہ افطار کا گمان نہ تھا اور اس نے گمان کر لیا اگر کسی مفتی نے فتویٰ دے دیا تھا کہ روزہ جاتا رہا اور وہ مفتی ایسا ہو کہ اہل شہر کا اس پر اعتماد ہو، اُس کے فتویٰ دینے پر اُس نے قصداً کھالیا یا اُس نے کوئی حدیث سنی تھی جس کے صحیح معنی نہ سمجھ سکا اور اُس غلط معنی کے لحاظ سے جان سیا کہ روزہ جاتا رہا اور قصداً کھالیا تو اب کفارہ لازم نہیں، اگرچہ مفتی نے غلط فتویٰ دیا یا جو حدیث اُس نے سنی وہ ثابت نہ ہو۔ (1)

مسئلہ ۲: جس جگہ روزہ توڑنے سے کفارہ لازم آتا ہے اس میں شرط یہ ہے کہ رات ہی سے روزہ رمضان کی نیت کی ہو، اگر دن میں نیت کی اور توڑ دیا تو کفارہ لازم نہیں۔ (2)

مسئلہ ۳: مسافر بعد صبح کے ضحہ کبریٰ سے پہلے وطن کو آیا اور روزہ کی نیت کر لی پھر توڑ دیا یا مجنون اس وقت ہوش میں آیا اور روزہ کی نیت کر کے پھر توڑ دیا تو کفارہ نہیں۔ (3)

مسئلہ ۴: کفارہ لازم ہونے کے لیے یہ بھی ضرور ہے کہ روزہ توڑنے کے بعد کوئی ایسا امر واقع نہ ہوا ہو، جو روزہ کے منافی ہو یا بغیر اختیار ایسا امر نہ پایا گیا ہو، جس کی وجہ سے روزہ افطار کرنے کی رخصت ہوتی، مثلاً عورت کو اسی دن میں حیض یا نفاس آ گیا یا روزہ توڑنے کے بعد اسی دن میں ایسا بیمار ہو گیا جس میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے تو کفارہ

(1) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۴۲-۴۴۶

(2) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۸۰-۱۸۱

(3) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۶

ساقط ہے اور سفر سے ساقط نہ ہوگا کہ یہ اختیاری امر ہے۔ یوں اگر اپنے کو زخمی کر لیا اور حالت یہ ہوگئی کہ روزہ نہیں رکھ سکتا، کفارہ ساقط نہ ہوگا۔ (4)

مسئلہ ۵: وہ کام کیا جس سے کفارہ واجب ہوتا ہے پھر بادشاہ نے اُسے سفر پر مجبور کیا کفارہ ساقط نہ ہوگا۔ (5)
مسئلہ ۶: مرد کو مجبور کر کے جماع کرایا یا عورت کو مرد نے مجبور کیا پھر اثنائے جماع میں اپنی خوشی سے مشغول رہا یا رہی تو کفارہ لازم نہیں کہ روزہ تو پہلے ہی ٹوٹ چکا ہے۔ (6) مجبوری سے مراد اکراہ شرعی ہے، جس میں قتل یا عضو کاٹ ڈالنے یا ضرب شدید (سخت مار) کی صحیح دھمکی دی جائے اور روزہ دار بھی سمجھے کہ اگر میں اس کا کہا نہ مانوں گا تو جو کہتا ہے، کر گزرے گا۔

مسئلہ ۷: کفارہ واجب ہونے کے لیے بھر پیٹ کھانا ضرور نہیں، تھوڑا سا کھانے سے بھی واجب ہو جائے گا۔ (7)

مسئلہ ۸: تیل لگایا یا غیبت کی پھر یہ گمان کر لیا کہ روزہ جاتا رہا یا کسی عالم ہی نے روزہ جانے کا فتویٰ دے دیا، اب اس نے کھاپی لیا جب بھی کفارہ لازم ہے۔ (8)

مسئلہ ۹: بے آئی یا بھول کر کھایا یا پیایا جماع کیا اور ان سب صورتوں میں اسے معلوم تھا کہ روزہ نہ گیا پھر اس کے بعد کھالیا تو کفارہ لازم نہیں اور اگر احتلام ہوا اور اسے معلوم تھا کہ روزہ نہ گیا پھر کھالیا تو کفارہ لازم ہے۔ (9)

مسئلہ ۱۰: لعاب تھوک کر چاٹ گیا یا دوسرے کا تھوک نگل گیا تو کفارہ نہیں، مگر محبوب کا لذت یا معظم دینی (بزرگ) کا تبرک کے لیے تھوک نگل گیا تو کفارہ لازم ہے۔ (10)

مسئلہ ۱۱: جن صورتوں میں روزہ توڑنے پر کفارہ لازم نہیں ان میں شرط ہے، کہ ایک ہی بار ایسا ہوا ہو اور معصیت کا قصد نہ کیا ہو، ورنہ اُن میں کفارہ دینا ہوگا۔ (11)

(4) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۸۱

(5) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۶

(6) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۸۰-۱۸۱

(7) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۸۰

(8) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، ج ۳، ص ۴۴۶

(9) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم الخ، مطلب فی حکم الاستناء بالکف، ج ۳، ص ۴۳۱، وغیرہ

(10) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، مطلب فی جواز الاطوار بالتحری، ج ۳، ص ۴۴۴

(11) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، ج ۳، ص ۴۴۰

مسئلہ ۱۲: کچا گوشت کھایا اگرچہ مردار کا ہو تو کفارہ لازم ہے، مگر جبکہ سڑا ہو یا اس میں کیڑے پڑ گئے ہوں تو کفارہ نہیں۔ (12)

مسئلہ ۱۳: مٹی کھانے سے کفارہ واجب نہیں، مگر گل ارمنی یا وہ مٹی جس کے کھانے کی اُسے عادت ہے، کھائی تو کفارہ واجب ہے اور نمک اگر تھوڑا کھایا تو کفارہ واجب ہے، زیادہ کھایا تو نہیں۔ (13)

مسئلہ ۱۴: نجس شوربے میں روٹی بھگو کر کھائی یا کسی کی کوئی چیز غصب کر کے کھائی تو کفارہ واجب ہے اور تھوک میں خون تھا اگرچہ خون غالب ہو، نگل لیا یا خون پی لیا تو کفارہ نہیں۔ (14)

مسئلہ ۱۵: کچی بھی کھائی یا پستہ یا اخروٹ مسلم یا خشک یا بادام مسلم نگل لیا یا چھلکے سمیت انڈا یا چھلکے کے ساتھ انار کھا لیا تو کفارہ نہیں اور خشک پستہ یا خشک بادام اگر چبا کر کھایا اور اس میں مغز بھی ہو تو کفارہ ہے اور مسلم نگل لیا ہو تو نہیں، اگرچہ پھٹا ہو اور تر بادام مسلم نگلنے میں بھی کفارہ ہے۔ (15)

مسئلہ ۱۶: چنے کا ساگ کھایا تو کفارہ واجب، یہی حکم درخت کے پتوں کا ہے جبکہ کھائے جاتے ہوں ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۱۷: خرپڑہ یا تربز کا چھلکا کھایا، اگر خشک ہو یا ایسا ہو کہ لوگ اس کے کھانے سے گھن کرتے ہوں تو کفارہ

(12) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب فی جواز الافطار بالتحری، ج ۳، ص ۲۴۲-۲۴۵

(13) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۸۱

والفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۲، ۲۰۵

(14) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۸۱

اعلیٰ حضرت، امام السنن، محمد دین ولایت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

پانزدہم کاغذ یا کنکر یا خاک وغیرہا اشیاء کو کہ نہ دوا ہیں نہ غذا، نہ مرغوب طبع، اگر تل بھر نہیں پیٹ بھر کھالے گا صرف قضا ہوگی کفارہ نہ آئے گا۔ یونہی روزہ توڑنا عمدہ حقنہ وغیرہا اشیاء مذکورہ بالحد کو بھی شامل، مگر اس میں کفارہ نہیں۔ نیز کفارہ صرف ادا روزہ رمضان کے توڑنے میں ہے، جبکہ یہ نہ صاحب عذر تھا نہ اس دن میں کوئی آسمانی عذر مثل حیض یا مرض پیدا ہو جائے، نہ ہی توڑنا کسی کے جبر و کرہ سے ہو اور روزے کی نیت رات سے کی ہو، درمختار میں ہے:

ثم انما یکفر ان نوى لیلا ولم یکن مکروها ولم یطرأ مسقط کمرض وحیض۔

(۱) رد المحتار باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۱۵

پھر کفارہ تب ہوگا جب تک رات کو نیت کی ہو اور مجبور بھی نہ ہو اور کفارہ چھوڑنے کا کوئی عارضہ مثل مرض و حیض وغیرہ کے لاحق نہ ہو اور۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۲۳۹ رضاف و تفتیش، لاہور)

(15) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۲، ۲۰۵

نہیں دینا ہے۔ کچے چاول، باجرا، مسور، مونگ کھائی تو کفارہ نہیں، یہی حکم کچے جو کا ہے اور بھنے ہوئے ہوں تو کفارہ لازم۔ (16)

مسئلہ ۱۸: تیل یا تیل کے برابر کھانے کی کوئی چیز باہر سے مونہ میں ڈال کر بغیر چبائے نکل گیا تو روزہ گیا اور کفارہ واجب۔ (17)

مسئلہ ۱۹: دوسرے نے نوالہ چبا کر دیا، اُس نے کھالیا یا اُس نے خود اپنے مونہ سے نکال کر کھالیا تو کفارہ نہیں بشرطیکہ اس کے چبائے ہوئے کو لذات یا تبرک نہ سمجھتا ہو۔

مسئلہ ۲۰: سحری کا نوالہ مونہ میں تھا کہ صبح طلوع ہو گئی یا بھول کر کھا رہا تھا، نوالہ مونہ میں تھا کہ یاد آ گیا اور نکل لیا تو دونوں صورتوں میں کفارہ واجب، مگر جب مونہ سے نکال کر پھر کھایا ہو تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں۔ (18)

مسئلہ ۲۱: عورت نے نابالغ یا مجنون سے وطی کرائی یا مرد کو وطی کرنے پر مجبور کیا، تو عورت پر کفارہ واجب ہے مرد پر نہیں۔ (19)

مسئلہ ۲۲: مشک، زعفران، کافور، سرکہ کھایا یا خرپڑہ، تربز، گلڑی، کھیرا، باقلا کا پانی پیا تو کفارہ واجب ہے۔ (20)

مسئلہ ۲۳: رمضان میں روزہ دار قتل کے لیے لایا گیا اُس نے پانی مانگا، کسی نے اُسے پانی پلا دیا پھر وہ چھوڑ دیا گیا تو اُس پر کفارہ واجب ہے۔ (21)

مسئلہ ۲۴: باری سے بخار آتا تھا اور آج باری کا دن تھا۔ اُس نے یہ گمان کر کے کہ بجی ر آئے گا روزہ قصداً توڑ دیا تو اس صورت میں کفارہ ساقط ہے۔ (یعنی کفارہ نہیں) یوہیں عورت کو معین تاریخ پر حیض آتا تھا اور آج حیض آنے کا دن تھا، اُس نے قصداً روزہ توڑ دیا اور حیض نہ آیا تو کفارہ ساقط ہو گیا۔ یوہیں اگر یقین تھا کہ دشمن سے آج لڑنا ہے اور روزہ توڑ ڈالا اور لڑائی نہ ہوئی تو کفارہ واجب نہیں۔ (22)

(16) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۲، ۲۰۵

(17) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، ج ۳، ص ۲۵۳

(18) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۳

(19) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۵، وغیرہ

(20) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۵

(21) المرجع السابق، ص ۲۰۶

(22) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد، ج ۳، ص ۲۴۸

مسئلہ ۲۵: روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ممکن ہو تو ایک رقبہ یعنی باندی یا غلام آزاد کرے اور یہ نہ کر سکے مثلاً اس کے پاس نہ لونڈی غلام ہے، نہ اتنا مال کہ خریدے یا مال تو ہے مگر رقبہ میسر نہیں جیسے آج کل یہاں ہندوستان میں، تو پے درپے ساٹھ روزے رکھے، یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ ۶۰ مساکین کو بھر بھر پیٹ دونوں وقت کھانا کھلائے اور روزے کی صورت میں اگر درمیان میں ایک دن کا بھی چھوٹ گیا تو اب سے ساٹھ ۶۰ روزے رکھے، پہلے کے روزے محسوب نہ ہوں گے اگرچہ انسٹھ ۵۹ رکھ چکا تھا، اگرچہ بیماری وغیرہ کسی عذر کے سبب ٹھوٹا ہو، مگر عورت کو حیض آجائے تو حیض کی وجہ سے جتنے ناغے ہوئے یہ ناغے نہیں شمار کیے جائیں گے یعنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے دونوں مل کر ساٹھ ۶۰ ہو جانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ (23)

مسئلہ ۲۶: اگر دو روزے توڑے تو دونوں کے لیے دو کفارے دے، اگرچہ پہلے کا ابھی کفارہ نہ ادا کیا ہو۔ (24) یعنی جب کہ دونوں دور رمضان کے ہوں اور اگر دونوں روزے ایک ہی رمضان کے ہوں اور پہلے کا کفارہ ادا نہ کیا ہو تو ایک ہی کفارہ دونوں کے لیے کافی ہے۔ (25)

کفارہ کے متعلق دیگر جزئیات کتاب الطلاق باب الظہار میں انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہوں گی۔

مسئلہ ۲۷: آزاد و غلام، مرد و عورت، بادشاہ و فقیر سب پر روزہ توڑنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے، یہاں تک کہ باندی کو اگر معلوم تھا کہ صبح ہوگئی اُس نے اپنے آقا کو خبر دی کہ ابھی صبح نہ ہوئی، اس نے اس کے ساتھ جماع کیا تو لونڈی پر کفارہ واجب ہوگا اور اُس کے مولیٰ پر صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔ (26)



(23) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب فی الکفارة، ج ۳، ص ۴۴۷

والفتاویٰ الرضویہ، ج ۱۰، ص ۵۹۵، وغیرہا

(24) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب فی الکفارة، ج ۳، ص ۴۴۹

(25) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، ص ۱۸۲

(26) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب فی الکفارة، ج ۳، ص ۴۴۷

روزہ کے مکروہات کا بیان

حدیث ۲۰۱: بخاری و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بڑی بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے، تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ حاجت نہیں کہ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ (1) اور اسی کے مثل طبرانی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۳ و ۴: ابن ماجہ و نسائی و ابن خزیمہ و حاکم و بیہقی و دارمی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ انھیں روزہ سے سوا پیاس کے کچھ نہیں اور بہت سے رات میں قیام کرنے والے ایسے کہ انھیں جاگنے کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ (2) اور اسی کے مثل طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔

(1) صحیح ابی خری، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور والعمل بہ فی الصوم، الحدیث: ۱۹۰۳، ج ۱، ص ۲۲۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

اس میں جھوٹی بات سے مراد ہر ناجائز گفتگو ہے، جھوٹ، بہتان، غیبت، چغلی، جھٹ، گالی، لعن طعن وغیرہ جن سے بچنا فرض ہے، اور برے کام سے مراد ہر ناجائز کام ہے آنکھ کان کا ہو یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کا، چونکہ زبان کے گناہ دیگر اعضاء کے گناہوں سے زیادہ ہیں اس لیے ان کا علیحدہ ذکر فرمایا، یہ حدیث بہت جامع ہے۔ دو جملہ میں ساری چیزیں بیان فرمادیں اگرچہ برے کام ہر حالت میں اور ہمیشہ ہی برے ہیں مگر روزے کی حالت میں زیادہ برے کہ ان کے کرنے میں روزے کی بے حرمتی اور ماہ رمضان کی بے ادبی ہے اس لیے خصوصیت سے روزے کا ذکر فرمایا ہر جگہ ایک گناہ کا عذاب ایک مگر مکہ مکرمہ میں ایک گناہ کا عذاب ایک لاکھ ہے، کیوں؟ اس زمین پاک کی بے ادبی کی وجہ سے۔

۲۔ یہاں حاجت بمعنی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ضرورتوں سے پاک ہے بلکہ بمعنی توجہ، التفات، پرداہ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا روزہ قبول نہیں فرماتا قبول نہ ہونے سے روزہ گویا فاقہ بن جاتا ہے۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ یہ روزہ شرعاً تو درست ہو جائے گا کہ فرض د ہو جائے گا مگر قبول نہ ہوگا شرائط جواز تو صرف نیت ہے اور کھانا پینا، صحبت چھوڑ دینا مگر شرائط قبول میں باتیں چھوڑنا ہے جو روزہ کا اصل مقصود ہے۔ روزہ کا منشاء نفس کا زور توڑنا ہے جس کا انجام گناہ چھوڑنا ہے جب روزے میں گناہ نہ چھوٹے تو معلوم ہوا نفس نہ مر۔ صوفیہ کرم فرماتے ہیں کہ روزہ ہر عضو کا ہونا چاہیے، صرف حلال چیزوں یعنی کھانے پینے کو نہ چھوڑو بلکہ حرام چیزوں یعنی جھوٹ و غیبت کو بھی چھوڑو، مرقعات نے فرمایا کہ، ایسے بے باک روزے دار کو اصل روزہ کا ثواب ملے گا اور ان چیزوں کا گناہ۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۲۵)

(2) سنن ابن ماجہ، أبواب ما جاء فی الصیام، باب ما جاء فی الغیبة والرفث للصائم، الحدیث: ۱۶۹۰، ج ۲، ص ۳۲۰

اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔

حدیث ۵ و ۶: بیہقی ابو عبیدہ اور طبرانی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: روزہ سپر ہے، جب تک اسے پھاڑا نہ ہو۔ عرض کی گئی، کس چیز سے پھاڑے گا؟ ارشاد فرمایا: جھوٹ یا غیبت سے۔ (3)

حدیث ۷: ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: روزہ اس کا نام نہیں کہ کھانے اور پینے سے باز رہتا ہو، روزہ تو یہ ہے کہ لغو و بیہودہ باتوں سے بچ جائے۔ (4)

حدیث ۸: ابو داؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روزہ دار کو مباشرت کرنے کے بارے میں سوال کیا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے انہیں اجازت دی پھر ایک دوسرے صاحب نے حاضر ہو کر یہی سوال کیا تو انہیں منع فرمایا اور جن کو اجازت دی تھی، بوڑھے تھے اور جن کو منع فرمایا: جوان تھے۔ (5)

والسنن الکبریٰ، کتاب الصیام، باب الصائم الخ، الحدیث: ۸۲۱۳، ج ۴، ص ۴۴۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے میں گالی گلوچ، جھوٹ، غیبت، بہتان وغیرہ گناہوں سے نہیں بچتے کہ یہ لوگ بھوک پیاس کی تکلیف تو اٹھاتے ہیں مگر روزہ کا ثواب حاصل نہیں کرتے، چونکہ روزے میں بمقابلہ بھوک کے پیاس کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے اس لیے صرف پیاس کا ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ ایسے روزے سے فرض شرعی ادا ہو جائے گا ادا اور چیز ہے اس کے شرائط کچھ اور اور قبولیت دوسری چیز ہے اس کے شرائط بھی دوسرے۔

۲۔ یعنی وہ تہجد خواں جو حضور قلبی کے بغیر تہجد پڑھیں وہ جاگنے کی مشقت تو اٹھالیتے ہیں مگر اس کا ثواب نہیں پاتے۔ اشعۃ المناعات نے فرمایا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو منصوب زمین میں نماز پڑھیں اور نماز میں ممنوعات سے بچیں نہیں اور سمن و مستحبات کا لحاظ نہ رکھیں اس فرمان کا منشا یہ نہیں ہے کہ ایسے لوگ روزہ یا تہجد چھوڑ دیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ برائیاں چھوڑ دیں اللہ تعالیٰ انہیں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مقبول عبادتوں کی توفیق دے، ہم کمزور ہیں نفس ابارہ اور شیطان جیسے قوی دشمنوں میں گھرے ہیں، بے قوی و قادر ہمیں اپنی امان میں لے لے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۴۰)

(3) المعجم الاوسط، باب العین، الحدیث: ۴۵۳۶، ج ۳، ص ۲۶۳

(4) المستدرک علی کم، کتاب الصوم، باب من أفطر فی رمضان ما ساء الخ، الحدیث: ۱۶۱۱، ج ۲، ص ۶۷

(5) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب کرہیۃ للشاب، الحدیث: ۲۳۸۷، ج ۲، ص ۴۵۷

حدیث ۹: ابو داؤد و ترمذی عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں میں نے بے شمار بار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روزہ میں مسواک کرتے دیکھا۔ (6)

مسئلہ ۱: جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بیہودہ بات، کسی کو تکلیف دینا کہ یہ چیزیں ویسے بھی ناجائز و حرام ہیں روزہ میں اور زیادہ حرام اور ان کی وجہ سے روزہ میں کراہت آتی ہے۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تجھ جیسے روزہ دار کو بحالت روزہ بوس و کنار کی اجازت ہے یہ مسئلہ بتاتا تھا۔
۲۔ اس تفریق سے مسئلہ فقہی واضح ہوا کہ بوڑھا یا بیمار یا کمزور یا بہت متقی جو بوس و کنار کے باوجود اپنے نفس پر قابو رکھے اسے اس کی اجازت ہے، دوسرے کے لیے نہیں تاکہ روزہ نہ توڑ بیٹھے، یہ حدیث صحیح ہے اس کی اسناد بہت جید و قوی ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۳۲)

(6) جامع الترمذی، ابواب الصوم، باب ما جاء فی السواک للصائم، الحدیث: ۷۲۵، ج ۲، ص ۱۷۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس حدیث کی وجہ سے امام ابو حنیفہ و مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ روزے میں ہر وقت ہر قسم کی مسواک بلا کراہت جائز ہے زوال سے پہلے کرے یا بعد، تر مسواک کرے یا خشک، بہر حال بلا کراہت درست ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ روزے دار کی منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے کیونکہ وہاں لفظ خلوف ہے نہ کہ لفظ بخر۔ خلوف منہ کی وہ بو ہے جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے منہ میں پیدا ہو جاتی ہے وہ مسواک سے نہیں جاتی جیسا کہ بارہا کا مشاہدہ ہے۔ رہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طور و احوال واقعہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات سے ہے کہ آپ نے روزہ میں مسواک کر لی، پھر تورات لینے بارگاہ الہی میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا اے موسیٰ دس روزے اور رکھو تا کہ پھر وہی مہک پیدا ہو جو مسواک سے جاتی رہی ہے ورنہ مسواک سے روزے کی قضا اور پھر دس روزے رکھنے کا حکم کسی امام کے ہاں نہیں، امام شافعی کے ہاں زوال کے بعد روزے میں مسواک مکروہ ہے اور امام احمد کے ہاں آخری دن میں مکروہ مگر مذہب حنفی بہت قوی ہے۔ چنانچہ دارقطنی میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے دار کا بہترین مشغلہ مسواک ہے۔ طبرانی میں حضرت عبدالرحمن ابن غنم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاذ ابن جبل سے پوچھا کیا میں روزے میں مسواک کر سکتا ہوں فرمایا ہاں پوچھا دن کے کس حصہ میں فرمایا ہر حصہ میں۔ خیال رہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو رب تعالیٰ کو ایسی ہی پیری ہے جیسے غازی کے قدم کی گرد و غبار، اگر غازی اپنے قدموں پر ویسے ہی خاک ڈال لے تو ثواب ملتا نہیں اور اگر وہ قدموں کی دھول جھڑ دے تو ثواب گھٹتا نہیں، ایسے ہی اگر وہ روزہ دار بہ تکلف منہ میں بو پیدا کر لے تو ثواب ملتا نہیں، اور اگر مسواک کرے تو ثواب گھٹتا نہیں اسی لیے بیہقی، ابن حبان، طبرانی وغیرہ میں عام صحابہ کا یہ عمل بیان ہوا کہ وہ حضرات روزے میں ہر وقت مسواک کریتے تھے۔ اس کی پوری تحقیق یہاں مرقاۃ میں دیکھو۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۳۵)

مسئلہ ۲: روزہ دار کو بلا عذر کسی چیز کا چکھنا یا چبانا مکروہ ہے۔ چکھنے کے لیے عذر یہ ہے کہ مثلاً عورت کا شوہر یا باندی غلام کا آقا بد مزاج ہے کہ نمک کم و بیش ہوگا تو اس کی ناراضی کا باعث ہوگا اس وجہ سے چکھنے میں حرج نہیں، چبانے کے لیے یہ عذر ہے کہ اتنا چھوٹا بچہ ہے کہ روٹی نہیں کھا سکتا اور کوئی نرم غذا نہیں جو اسے کھائی جائے، نہ حیض و نفاس والی یا کوئی اور بے روزہ ایسا ہے جو اسے چبا کر دیدے، تو بچہ کے کھلانے کے لیے روٹی وغیرہ چبانا مکروہ نہیں۔ (7)

(7) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۵۳، وغیرہ

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
نور الایضاح و مرقاۃ الفلاح میں ہے:

کرہ للصائم ذوق شئی لما فیہ من تعرض الصوم للفساد و کرہ مضغہ بلا عذر کالمراۃ اذا وجدت من یمضغ الطعام لصبیہا، کبفطرۃ حیض، اما اذا لم تجدہا منہ فلا بأس بمضغها لصیانة الولد و لمراۃ ذوق الطعام اذا کان زوجها سنی الخلق لتعلم ملوحتہ وان کان حسن الخلق فلا یجمل لها و کذا لامۃ قلت کذا الاجیران۔
روزہ دار کے لئے کسی شے کا چکھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ روزہ کو فاسد کرنے کے درپے ہوتا ہے۔ اسی طرح طعام کا چبانا بھی بلا عذر مکروہ ہے جیسے خاتون بچے کے لئے کسی دوسرے کو چبانے والا پالے (مثلاً حائضہ عورت کو پائے تو چبانا مکروہ ہے) عورت کو اگر چبانے کے سوا چارہ نہ ہو تو بچے کی حفاظت کے لئے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور خاتون کے لئے طعام کا چکھنا بھی جائز ہے جبکہ خاوند بد خلق ہوتا کہ وہ نمک وغیرہ چکھ سکے اور شوہر حسن اخلاق والا ہے تو پھر چکھنا جائز نہیں۔ اور لونڈی کا حکم اسی طرح ہے۔ میں کہتا ہوں، جیر بھی اسی حکم میں ہے۔
(۱) مرقاۃ الفلاح مع حاشیہ الطحاوی فصل فیما یکرہ للصائم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۷۱

حاشیہ طحاوی میں ہے:

قوله کذا الاجیران للطنبخ ۲۔ قوله کذا الاجیر یعنی کھانے پکانے کا مزدور۔

(۲) حاشیہ طحاوی علی مرقاۃ الفلاح فصل فیما یکرہ للصائم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۷۱

کنزد بحر و نہر و ہندیہ وغیرہ میں ہے:

واللفظ للاولین کرہ ذوق شئی و مضغہ بلا عذر لما فیہ من تعرض الصوم للفساد و لا یفسد صومہ لعدم الفطر صورۃ و معنی قید بقوله بلا عذر لان الذوق بعذر لا یکرہ کما قال فی الخانیۃ، فیہن کان زوجها سنی الخلق او سیدھا، لا بأس بان تذوق بلسانھا و المضغ بعذر بان لم تجد الہرأۃ من یمضغ لصبیہا الطعام من حائض او نفساء او غیرھا من لا یصوم ولم تجد طبیغاً ولا لبناً حلبیاً لا بأس بہ للصنۃ و رۃ، الا ترى انه یجوز لها الافطار اذا خافت علی الولد فالمضغ اولی الـ (ملخصاً)

چکھنے کے وہ معنی نہیں جو آج کل عام محاورہ ہے یعنی کسی چیز کا مزہ دریافت کرنے کے لیے اُس میں سے تھوڑا کھا

وہی دانوں کتب کی عبارت یہ ہے بلا عذر شئی کا چکھنا اور چبانا مکروہ ہے کیونکہ یہ فسادِ صوم کے درپے ہوتا ہے، اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ صورتِ معنی افطار نہیں پایا گیا بلا عذر کی قید اس لئے لگائی کہ عذر کی صورت میں چکھنا مکروہ نہیں، جیسا کہ خانہ میں اس عورت و لونڈی کے بارے میں ہے جس کا خاوند یا مولیٰ بدخلق ہو، اگر ایسا عذر ہو تو زبان کے ساتھ چکھنے میں حرج نہیں اور چبانے میں عذر یہ ہے مثلاً کوئی خاتون نہیں جو بچے کے لئے طعامِ چبادے مثلاً حائفہ یا نفاس والی کوئی عورت یا جو روزہ دار نہ ہوں، اور نہ روٹی پکی ہوئی اور نہ دودھ میسر ہو تو اب ضرورت کے پیش نظر کوئی حرج نہیں، کیا آپ نہیں جانتے کہ جب کسی خاتون کو بچے کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو روزہ چھوڑ سکتی ہے، تو چبانا تو بطریقِ ولی جائز ہوگا۔ (۱۔ بحر الرائق باب ما یفسد الصوم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۸۰-۲۷۹) فتح القدیر میں ہے:

الذوق لیس بافطار بل یحتمل ان یصیر ایاہ اذ قد یسبق شئی منه الی الخلق فان من حارم حول الحمی یوشک ان یقع فیہ التہت، ۲۔ مختصرات۔

چکھنا افطار نہیں بلکہ اس میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ کہیں کوئی شے حلق میں چلی جائے (یعنی افطار کا سبب ہے) کیونکہ جو محفوظ جگہ کے قریب جاتا ہے قریب ہے کہ اس میں داخل ہو جائے۔ گزشتہ عبارتیں اختصار کے ساتھ ختم ہو گئیں۔

(۲۔ فتح القدیر باب ما یوجب القضاء والکفارة لور یہ رضویہ سکر ۲/ ۲۶۸)

دیکھو کنیزِ مولیٰ یا عورتِ شوہر کے لئے یا مان پر مزدوری پر روزے میں کھانا پکائے تو اسے نمک چکھنا جائز نہیں بتاتے جبکہ مولیٰ و شوہر دستا پر خوش خلق و حیم ہوں کہ نمک کی کمی بیشی پر سختی نہ کریں گے اور کج خلق و بد مزاج ہوں تو رد کرتے ہیں، اور بچے کو کوئی چیز چبا کر دینے میں شرط لگاتے ہیں کہ جب کوئی حیض یا نفاس والی عورت خواہ کوئی بے روزہ دار ایسا نہ ملے جو چبا سکے، نہ بچہ کو دودھ وغیرہ اشیاء جن میں چبانے کی حاجت نہ ہو دے سکے اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ چکھنے چبانے سے روزہ جاتا نہیں بلکہ احتمال ہے کہ شاید حلق میں چلا جائے، بہذا ہے ضرورت نا جائز ہو، مگر یہ نہیں فرماتے کہ سرے سے پکانا ہی حلال نہیں۔ ابھی گزر چکا کہ غلام و کنیز ایسے احکام میں اطاعت موی نہ کریں، پھر زن و اجیر تو دوسرے درجے میں ہیں، اور پھر ظاہر کہ نمک ہر گز حلق میں چلے جانے کا سبب ٹھکی یا ٹھکی کیا، سبب مساوی بھی نہیں، ہاں احتمال قریب ہے۔ و ہذا محقق علی الاطلاق نے بلفظ احتمال ہی تعبیر فرمایا، اب پکانے کی ان اجازتوں کا منشا دو ۱۔ حل سے خالی نہیں یا تو مرد ہی ہے کہ دخولِ دخن جبکہ شرعاً دائرہ مفطرات سے خارج ہو چکا مدار کا حقیقہ قصدِ ادخال پر رہا، بغیر اس کے جب فطاری نہیں تو اس کے قرب و تعریف میں کراہت کیوں ہو، یا اگر قصدِ سببِ اغلب قصدِ مسببِ ٹھہراؤ تو واجب کہ دخولِ دخن کے لئے طبع و غیرہ کی سببیت اُس سے بھی اضعف و نادر تر ہو جو دخولِ شوہر کے لئے ذوق کی اور فی الواقع تجربہ بھی اس کی عذرت کا گواہ، و ہوان جب حلق میں جاتا ہے اس کی تنگی محسوس ہوتی و طبیعت کی دافعہ فوراً دفع کرتی ہے، اور جب دماغ میں جاتا اس کی سوزش معلوم ہوتی اور دماغ کو اذیت دیتی ہے، یہ حالت کھانا پکانے والوں کو شذوذ و نادر واقع ہوتی ہے نہ کہ ہر وقت یا ہر روز، تو دھوئیں سے دور جدا کھڑا ہونا اور بھی زیادہ سبب شاذ تر ہوگا اُسکے قصد کو قصدِ مسبب کہنا کیونکر ممکن، لاجرم یہاں اگر ہوگا تو وہی محض دخول جسے تمام کتب میں تصریح فرما، یا کہ ہرگز مفسدِ صوم نہیں۔

لینا کہ یوں ہو تو کراہت کیسی روزہ ہی جاتا رہے گا، بلکہ کفارہ کے شرائط پائے جائیں تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔ بلکہ چکھنے سے مراد یہ ہے کہ زبان پر رکھ کر مزہ دریافت کر لیں اور اسے تھوک دیں اس میں سے حلق میں کچھ نہ جانے پائے۔
مسئلہ ۳: کوئی چیز خریدی اور اس کا چکھنا ضروری ہے کہ نہ چکھے گا تو نقصان ہوگا، تو چکھنے میں حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے۔ (8)

مسئلہ ۴: بلا عذر چکھنا جو مکروہ بتایا گیا یہ فرض روزہ کا حکم ہے نفل میں کراہت نہیں، جبکہ اس کی حاجت ہو۔ (9)
مسئلہ ۵: عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھونا مکروہ ہے، جب کہ یہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع

بالجملہ اصول و فروع شریعہ پر نظر ظاہر اسی طرف منبر کہ اسباب علی الاطلاق ساقط النظر، لہذا جس طرح رمضان مبارک میں (۱) نہانا، (۲) دریا میں جانا حرام نہ ہو حالانکہ اس کے سبب کان میں پانی بھی چلا جاتا ہے۔ (۳) دن کو کھانا پکانا اور (۴) کاموں کے لیے آگ جلانا حرام نہ ہو۔ مسلمان (۵) ٹانبا نیوں، (۶) حلوائیوں، (۷) لوہاروں، (۸) سناروں وغیرہم کی دکانیں قطعاً معطل کر دینا واجب نہ ہو حالانکہ ان میں دھوئیں سے ملا سبت ہے۔ (۹) جڑ اوروں، (۱۰) قصابوں، (۱۱) فلک سازوں، حلوائیوں کا بازار ہڑتاں کر دینا لازم نہ ہو کہ کثرت نمک کا موجب ہے۔ دن کو (۱۲) پتلی پینا، (۱۳) غلہ پھٹکا، (۱۴) باہر کھانا گلیوں میں چلنا حرام نہ ہو۔ حالانکہ وہ غائبہ غہر سے خالی نہیں ہوتیں۔ یونہی (۱۵) کو مساجد بلکہ گھروں میں بھی جھاڑوں دینا خصوصاً صدر اڈل میں فرش کچے ہوتے تھے۔ (۱۶) عطاروں کا دوا نہیں گونا، (۱۷) مزارعوں کا غلہ ہوا پر اڑا کر صاف کرنا۔ (۱۸) مہماروں کا مٹی کی دیوار گرانا۔ (۱۹) سفروں کا خوب چلتی ہوئی ریگستان میں سفر کرنا۔ (۲۰) فوج صالحین کا گھوڑوں پر سوار نرم زمینوں سے گزرنا کہ غالباً دخول غبار کے اسباب ہیں ان کی حرمت بھی کہیں مذکور نہیں بلکہ فوجی مجاہدوں کا روزہ، احادیث سے ثابت اور بے ضرورت کھلی کا جواز تو صراحۃً منصوص، بہر حال اس قدر تو قطعی یقینی اسباب غیر غالبہ کلیۃً نا ملحوظ، لہذا اعمائے کرام نے بخور کے سبب فساد صوم ہونے کی یہی تصویر فرمائی کہ اگر دان پر محتوی ہو جائے یعنی ایسا جھک جائے کہ گویا وہ اس کے جسم کے اندر اور اس کا بدن اس پر مشتمل ہے اور شریعتاً لایہ داند اور مرقی و طحاوی و دشامی و مجمع الانہر میں تو اس پر بھی قناعت نہ فرمائی کہ قنادہ الی نفسہ۔ بخور دان کو اپنے بدن کے متصل کر لیا بلکہ صراحتاً اس پر زیادت کی واشتمہ دخانہ ۲۔ قریب کر کے اس کا دھواں اوپر کو سونگھا، یہ خاص قصد اوخل اور اس کا مغطر ہونا ہے مقال اور صورت سوال پر حکم افطار باطل خیال حکد، یعنی تحقیق و تدبیر سببانی التوفیق والحمد للہ رب العالمین (تحقیقی کا حق یہی تھا اللہ سبحانہ ہی توفیق کا مالک ہے والحمد للہ رب العالمین۔ ت) (۱۔ مرقی الفلاح مع حاشیہ طحاوی باب فی بیان مال یفسد الصوم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص ۳۶۱) (۲۔ غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ در الاحکام باب موجب الافساد مطبعہ کامل الکائنۃ دار سعادت مصر ۱/ ۲۰۲) (۳۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۵۰۳۔ ۵۰۴ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(8) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۲۵۳

(9) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۲۵۳

میں مبتلا ہوگا اور ہونٹ اور زبان چوسنا روزہ میں مطلقاً (10) مکروہ ہے۔ یوہیں مباشرت قاحشہ۔ (11)

مسئلہ ۶: گلاب یا مشک وغیرہ سوگھنا داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سرمہ لگانا مکروہ نہیں، مگر جبکہ زینت کے لیے سرمہ لگایا اس لیے تیل لگایا کہ داڑھی بڑھ جائے، حالانکہ ایک مہشت (ایک مٹھی) داڑھی ہے تو یہ دونوں باتیں بغیر روزہ کے بھی مکروہ ہیں اور روزہ میں بدرجہ اولیٰ۔ (12)

مسئلہ ۷: روزہ میں مسواک کرنا مکروہ نہیں، بلکہ جیسے اور دنوں میں سنت ہے روزہ میں بھی مسنون ہے۔ مسواک خشک ہو یا تر اگرچہ پانی سے ترکی ہو، زوال سے پہلے کرے یا بعد کسی وقت مکروہ نہیں۔ (13) اکثر لوگوں میں مشہور ہے کہ دوپہر بعد روزہ دار کے لیے مسواک کرنا مکروہ ہے، یہ ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔

مسئلہ ۸: فصد کھلوانا، پچھنے لگوانا مکروہ نہیں جب کہ ضعف کا اندیشہ نہ ہو اور اندیشہ ہو تو مکروہ ہے، اسے چاہیے کہ غروب تک مؤخر کرے۔ (14)

مسئلہ ۹: روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ کلی میں مبالغہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ بھر مونچھ پانی لے اور وضو غسل کے علاوہ ٹھنڈا پہنچانے کی غرض سے کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا یا ٹھنڈے کے لیے نہانا بلکہ بدن پر بھیگا کپڑا لپیٹنا مکروہ نہیں۔ ہاں اگر پریشانی ظاہر کرنے کے لیے بھیگا کپڑا لپیٹنا تو مکروہ ہے کہ عبادت میں دل تنگ ہونا اچھی بات نہیں۔ (15)

(10) یعنی چاہے انزاں و جماع کا ڈر ہو یا نہ ہو۔

(11) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب: فیما یکرہ للصائم، ج ۳، ص ۲۵۲

(12) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۲۵۵

(13) البحر الرائق، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۲، ص ۴۹۱

علی حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مسواک مطلقاً جائز ہے اگرچہ بعد زوال، اور منجن باجائز و حرام نہیں بلکہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جز و حلق میں نہ جائے گا، مگر بے ضرورت صحیحی کراہت ضرور ہے۔ در مختار میں ہے:

کرہ لہ ذوق شمی ۱۔ (۱۔ الدر المختار باب ما یفسد الصوم مجتہبائی دہلی ۱/ ۱۵۲)

(روزہ دار کو شے کا چکھنا مکروہ ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(14) الفتاویٰ اہلحدیث، کتاب الصوم، الباب الثالث، فیما یکرہ للصائم وما لا یکرہ، ج ۱، ص ۱۹۹۔ ۲۰۰

(15) المرجع السابق، ص ۱۹۹، رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب فی حدیث

اتوسعة علی، لعیال والاکتعال یوم عاشورائی، ج ۳، ص ۳۵۹ وغیرہا

مسئلہ ۱۰: پانی کے اندر (16) ریاح خارج کرنے سے روزہ نہیں جاتا، مگر مکروہ ہے اور روزہ دار کو استنجے میں مبالغہ کرنا بھی مکروہ ہے۔ (17) یعنی اور دنوں میں حکم یہ ہے کہ استنجا کرنے میں نیچے کو زور دیا جائے اور روزہ میں یہ مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۱: مونہ میں تھوک اکٹھا کر کے نکل جانا بغیر روزہ کے بھی ناپسند ہے اور روزہ میں مکروہ۔ (18)

مسئلہ ۱۲: رمضان کے دنوں میں ایسا کام کرنا جائز نہیں، جس سے ایسا ضعف آجائے کہ روزہ توڑنے کا ظن غالب ہو۔ لہذا نانبائی کو چاہیے کہ دوپہر تک روٹی پکائے پھر باقی دن میں آرام کرے۔ (19) یہی حکم معمار و مزدور اور مشقت کے کام کرنے والوں کا ہے کہ زیادہ ضعف کا اندیشہ ہو تو کام میں کمی کر دیں کہ روزے ادا کر سکیں۔

مسئلہ ۱۳: اگر روزہ رکھے گا تو کمزور ہو جائے گا، کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے گا تو حکم ہے کہ روزہ رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے۔ (20) جب کہ کھڑا ہونے سے اتنا ہی عاجز ہو جو باب صلاۃ المریض میں گزرا۔

مسئلہ ۱۴: سحری کھانا اور اس میں تاخیر کرنا مستحب ہے، مگر اتنی تاخیر مکروہ ہے کہ صبح ہو جانے کا شک ہو جائے۔ (21)

مسئلہ ۱۵: افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے، مگر افطار اس وقت کرے کہ غروب کا غالب گمان ہو، جب تک گمان غالب نہ ہو افطار نہ کرے، اگرچہ مؤذن نے اذان کہہ دی ہے اور ابر کے دنوں میں افطار میں جلدی نہ چاہیے۔ (22)

(16) مثلاً نہر، ندی، تالاب وغیرہ میں نہاتے وقت۔

(17) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الثالث فیما یکرہ للصائم وما لا یکرہ، ج ۱، ص ۱۹۹

(18) المرجع السابق، وغیرہ

(19) الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۶۰

(20) المرجع السابق، ص ۴۶۱

(21) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الثالث، فیما یکرہ للصائم وما لا یکرہ، ج ۱، ص ۲۰۰

(22) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم الخ، مطلب فی حدیث التوسعة علی العیال الخ، ج ۳، ص ۴۵۹

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جب آفتاب تمام و کمال ڈوبنے پر یقین ہو جائے فوراً روزہ کی افطار سنت ہے، حدیث میں فرمایا: لا تتوال امتی بخیر ما عجلوا الفطر واخروا السحور۔ ہمیشہ میری امت خیر سے رہنے لگی جب تک افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کریں۔

(۱۔ مستند احمد بن حنبل روایات ابو ذر دار الفکر بیروت ۵/ ۱۳۷)

مگر اتنی جلدی جائز نہیں کہ غروب مشکوک ہو اور افطار کرے یا سحری میں اتنی دیر لگائے کہ صبح کا شک پڑ جائے اور تارے کی سند نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۶: ایک عادل کے قول پر افطار کر سکتا ہے، جب کہ اس کی بات سچی ماننا ہو اور اگر اس کی تصدیق نہ کرے تو اس کے قول کی بنا پر افطار نہ کرے۔ یوہیں مستور کے کہنے پر بھی افطار نہ کرے اور آج کل اکثر اسلامی مقامات میں افطار کے وقت توپ چلنے کا رواج ہے، اس پر افطار کر سکتا ہے، اگرچہ توپ چلانے والے فاسق ہوں جب کہ کسی عالم محقق توقیت دان محتاط فی الدین کے حکم پر چلتی ہو۔ (23) -

آج کل کے عام عوام بھی اس فن سے ناواقف محض ہیں اور جنتریاں کہ شائع ہوتی ہیں اکثر غلط ہوتی ہیں ان پر عمل جائز نہیں۔ یوہیں سحری کے وقت اکثر جگہ نقارہ بجتا ہے، انھیں شرائط کیساتھ اس کا بھی اعتبار ہے اگرچہ بجانے والے کیسے

بعض تارے دن سے چمک آتے ہیں ہاں، سیاروں کے سوا جو کواکب ہیں وہ اکثر ہمارے بلد میں غروب آفتاب کے بعد چمکتے ہیں اگر ان ستاروں میں سے کوئی ستارہ چمک آتا ہے اور پھر وہ افطار نہیں کر دیتا اور دو ۲ منٹ کی دیر بتاتا ہے تو یہ رافضیوں کا طریقہ ہے، اور بہت محرومی دے برکتی ہے، اُسے توبہ کرنی چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم اس صورت میں مسلمان اس پر نہ رہیں جب غروب پر یقین ہو جائے افطار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۶۲۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

افطار میں جلدی کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیّت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ بیشک مجھے اپنے بندوں میں سے افطاری میں جلدی کرنے والے پسند ہیں۔

(ابن خزیمہ، جماع الاہواب وقت الافطار باب ذکر حب اللہ عزوجل المحبین للافطار، رقم ۲۰۶۲، ج ۳، ص ۲۷۶)

حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان محمد بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میری امت اس وقت تک میری سنت پر قائم رہے گی جب تک افطاری کرنے کے لئے ستاروں کے نکلنے کا انتظار نہ کرے۔ (احسان بترحب ابن حبان، کتاب الصوم، باب الافطار و تعجیلہ، رقم ۳۵۰۱، ج ۵، ص ۲۰۹)

حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب تک لوگ افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے، خیر پر قائم رہیں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصیام، باب تعجیل الافطار، رقم ۱۹۵۷، ج ۱، ص ۶۳۵)

حضرت سیدنا یعلیٰ بن مرزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تین کام اللہ عزوجل پسند فرماتا ہے، افطاری میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا، ورنہز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنا۔ (المعجم الکبیر، رقم ۶۷۶، ج ۲۲، ص ۲۶۳)

(23) رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسدہ، مطلب فی جواز الافطار السحری، ج ۳، ص ۴۳۹، وغیرہ

ہی ہوں۔

مسئلہ ۷: سحری کے وقت مرغ کی اذان کا اعتبار نہیں کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ صبح سے بہت پہلے اذان شروع کر دیتے ہیں، بلکہ جاڑے کے دنوں میں تو بعض مرغ دو بجے سے اذان کہنا شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ اس وقت صبح ہونے میں بہت وقت باقی رہتا ہے۔ یوہیں بول چال سن کر اور روشنی دیکھ کر بولنے لگتے ہیں۔

مسئلہ ۱۸: صبح صادق کو رات کا مطلقاً چھٹا یا ساتواں حصہ سمجھنا غلط ہے، رہا یہ کہ صبح کس وقت ہوتی ہے اُسے ہم حصہ سوم باب اوقات میں بیان کر آئے وہاں سے معلوم کریں۔



سحری و افطار کا بیان

حدیث ۱: بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ (1)

(1) صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب برکت السحور من غیر ایجاب، الحدیث: ۱۹۲۳، ج ۱، ص ۶۳۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ حکم استحبی ہے نہ کہ وجوبی کیونکہ روزہ کے لیے سحری مستحب ہے واجب یا فرض نہیں۔ صبح سے پہلے کے وقت کو سحر کہتے ہیں اور اس وقت کھانے یا پینے کو سحری یعنی آخر رات کی غذا، سحری کا وقت آدمی رات سے شروع ہو جاتا ہے مگر سنت یہ ہے کہ رات کے آخری چھٹے حصے میں کھائی جائے۔

۲۔ سحر سین کے پیش سے بھی ہے اور زبر سے بھی مگر زبر سے زیادہ فصیح ہے، بعض نے فرمایا کہ سحر سین کے پیش سے سحری کھانا، اور سین کے زبر سے اس وقت کی غذا۔ (مرقات و اشع) سحری کا کھانا مبارک ہے اور اس کھانے کے استعمال میں برکت ہے کیونکہ یہ سنت ہے اور سنت مبارک ہے، نیز اس کھانے سے روزے میں مدد ملتی ہے، نیز اس کھانے کی وجہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں و کفار کے روزوں میں فرق ہو جاتا ہے۔ خیال رہے کہ عشاء سے روشنائی، دوپہری میں قدرے آرام کرنا، روزوں میں سحری کھانا سب مبارک ہیں کہ ان کا تعلق عبادات سے ہے جب عبادت کے تعلق سے عادت مبارک بن جاتی ہے تو دنیا دین ہو جاتی ہے تو حضرات انبیاء و اولیاء سے جس چیز کو نسبت ہو جائے وہ بھی یقیناً مبارک ہو جاتی ہے، دیکھو شب قدر مبارک، ماہ رمضان مبارک ہے کیونکہ انہیں عبادتوں سے تعلق ہے، عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا تھا: "وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا" مجھے اللہ نے مبارک بنایا یہ حضرات بذات خود مبارک ہیں اور ان کی طرف منسوب چیزیں ان کی وجہ سے مبارک۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۰۸)

سحری کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قرار قلب و سید، صاحب معطر پینہ، باعث نزول سکینہ، فیض مکتبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے سحری کرنے والوں پر برکت نازل کرتے ہیں۔

(مجمع الزوائد، رقم ۴۸۴۲، ج ۳، ص ۳۵۹)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، سحری سے دن کے روزوں پر مدد حاصل کرو اور دن کے قیلولہ (یعنی آرام) سے رات کے قیام پر مدد حاصل

کرو۔ (ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب الامر بالاستعانة علی الصوم بالسحور، رقم ۱۹۳۹، ج ۳، ص ۲۱۴)

حدیث ۲: مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن خزیمہ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کا لقمہ ہے۔ (2)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور پاک، صاحب نواک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ سحری تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک یہ برکت ہے جو اللہ عزوجل نے تمہیں عطا فرمائی ہے لہذا اسے نہ چھوڑا کرو۔ (نسائی، کتاب الصوم، باب فضل السحور، ج ۳، ص ۱۳۵)

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ اہلبقین، رختہ لعلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، سحری ساری کی ساری برکت ہے لہذا اسے نہ چھوڑا کرو اگرچہ تم میں سے کوئی پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لیا کرے کیونکہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے سحری کرنے والوں پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ (مسند احمد، رقم ۱۱۰۸۶، ج ۴، ص ۲۶)

حضرت سیدنا عرابی بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے محبوب، منزہ عن الخیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے رمضان میں سحری کرنے کے لئے بلایا اور ارشاد فرمایا، مبارک ناشتے کی طرف آؤ۔

(ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب ذکر البلیل، رقم ۱۹۳۸، ج ۳، ص ۲۱۳)

حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے نژدہ، دو جہاں کے تاجور، سلطان محمد بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، برکت تین چیزوں میں ہے جماعت، ثرید اور سحری میں۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الصوم، رقم ۳، ج ۲، ص ۸۹)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج و غم، صاحبہ مجود و لواں، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تین شخص ایسے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان پر کھانے کا حساب نہیں ہوگا جبکہ کھانا حلال ہو، روزہ دار، سحری کرنے والا اور اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنے والا۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصوم، باب الترغیب فی السحور، رقم ۹، ج ۲، ص ۹۰)

حضرت سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ خاتم المرسلین، رختہ لعلین، شفیع المذنبین، امین الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کھجور بہترین سحری ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ عزوجل سحری کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۶۶۸۹، ج ۷، ص ۱۵۹)

(2) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور الخ، الحدیث: ۱۰۹۶، ص ۵۵۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اکلہ الف کے پیش اور کاف کے جزم سے، بمعنی لقمے یا نوالے اور الف کے زبر سے بمعنی کھانا یعنی سحری کے نوالے یا سحری کھانا مسلمان اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کا باعث ہیں کیونکہ ان کے ہاں رات کو سونے کے بعد کھانا حرام ہو جاتا ہے، اسلام میں بھی پہلے یہی حکم تھا اب پو پھٹنے تک کھانا پینا حلال کر دیا گیا، سحری کھانے میں اللہ کی دعوت کا قبول کرنا ہے اور اس کی اس نعمت کا شکریہ۔

حدیث ۳: طبرانی نے کبیر میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: تین چیزوں میں برکت ہے، جماعت اور ثرید اور سحری میں۔ (3)

حدیث ۴: طبرانی اوسط میں اور ابن حبان صحیح میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ (عزوجل) اور اُس کے فرشتے، سحری کھانے والوں پر دُرود بھیجتے ہیں۔ (4)

حدیث ۵: ابن ماجہ وابن خزیمہ و بیہقی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کھانے سے دن کے روزہ پر استعانت کرو اور قیلولہ سے رات کے قیام پر۔ (5)

حدیث ۶: نسائی باسناد حسن ایک صحابی سے راوی، کہتے ہیں میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سحری تناول فرما رہے تھے، ارشاد فرمایا: یہ برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی تو اسے نہ چھوڑنا۔ (6)

حدیث ۷: طبرانی کبیر میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں پر کھانے میں انشاء اللہ تعالیٰ حساب نہیں، جبکہ حلال کھایا۔ روزہ دار اور سحری کھانے والا اور سرحد پر گھوڑا باندھنے والا۔ (7)

حدیث ۸ تا ۱۰: امام احمد ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کُل کی کُل برکت ہے اُسے نہ چھوڑنا، اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لے کیونکہ سحری کھانے والوں پر اللہ (عزوجل) اور اس کے فرشتے دُرود بھیجتے ہیں۔ (8) نیز عبد اللہ بن عمرو سائب بن یزید و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اسی قسم کی روایتیں آئیں۔

اُگلہ فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ سحری تھوڑی کھانا بہتر ہے اتنی زیادہ کہ دوپہر تک کھنی ڈکاریں آئیں بہتر نہیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۷۱۸)

(3) المعجم الکبیر، الحدیث: ۶۱۲، ج ۶، ص ۲۵۱

(4) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، باب السحور، الحدیث: ۳۳۵۸، ج ۵، ص ۱۹۴

(5) سنن ابن ماجہ، ابواب ما جاء فی الصیام، باب ما جاء فی السحور، الحدیث: ۱۶۹۳، ج ۲، ص ۳۲۱

(6) سنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الصیام، باب فضل السحور، الحدیث: ۲۳۷۲، ج ۲، ص ۷۹

(7) المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۲۰۱۲، ج ۱۱، ص ۲۸۵

(8) المسند لامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث: ۱۱۰۸۶، ج ۴، ص ۲۶

حدیث ۱۱: بخاری و مسلم و ترمذی سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہمیشہ لوگ خیر کے ساتھ رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔ (9)

حدیث ۱۲: ابن حبان صحیح میں انھیں سے راوی، کہ فرمایا: میری اُمت میری سنت پر رہے گی، جب تک افطار میں ستاروں کا انتظار نہ کرے۔ (10)

حدیث ۱۳: احمد و ترمذی و ابن خزیمہ و ابن حبان ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ اللہ عز و جل نے فرمایا: میرے بندوں میں مجھے زیادہ پیارا وہ ہے، جو افطار میں جلدی کرتا ہے۔ (11)

(9) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب تعجیل الافطار، الحدیث: ۱۹۵۷، ج ۱، ص ۶۳۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ افطار جلدی کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ افطار نماز مغرب سے پہلے کیا جائے، نماز پہلے پڑھ لینا بعد میں افطار کرنا اس حدیث کے خلاف ہے۔ (مرقات) دوسرے یہ کہ آفتاب ڈوبنے کا یقین ہو جانے پر افطار کر لیا جائے پھر دیر نہ لگائی جائے۔ خیال رہے کہ افطار کے وقت بھی تین ہیں: وقت مستحب، وقت مباح اور وقت مکروہ۔ وقت مستحب تو وہ ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سورج کا آخری کنارہ چھپتے ہی روزہ افطار کیا جائے۔ وقت مباح تارے گھٹنے سے کچھ پہلے تک دیر لگانا اور تارے گھٹتے جانے پر افطار کرنا مکروہ۔ اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت یہودی روزہ افطار کرتے ہیں، اس میں ان سے مشابہت ہے اور جلدی افطار نے میں اپنے عجز بندگی کا اظہار بھی ہے اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی۔ (مرقاۃ) اسی مرقات میں ہے کہ بعض علماء نے فرمایا نفس پر مشقت ڈالنے اور مغرب و عشاء کو مانانے کے لیے دیر سے افطار کرنا بہتر ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ سنت رسول اللہ سید ہمارا راستہ ہے اور اس کی مخالفت گمراہی ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کرتے تھے، نفس کشی کے لیے سنت کی مخالفت نہ کرو کہ یہ نفس کشی نہیں بلکہ رہبانیت ہے، ہماری نفس کشی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۱۰)

(10) الاحسان بترتیب صحیح بن حبان، کتاب الصوم، باب الافطار و تعجیلہ، الحدیث: ۳۵۰۱، ج ۵، ص ۲۰۹

(11) جامع الترمذی، أبواب الصوم، باب ما جاء فی تعجیل الافطار، الحدیث: ۷۰۰، ج ۲، ص ۱۶۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی یہود و نصاریٰ یا ردائض سے بہتر مسلمان اہل سنت ہیں کہ وہ لوگ روزہ دیر سے کھولتے ہیں اور سنی مسلمان جلد افطار لیتے ہیں سورج ڈوب چکنے کے بعد دیر نہیں لگاتے کیونکہ جلدی افطار سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ بلکہ سنت انبیاء علیہم السلام ہے اور جلدی افطار میں رب تعالیٰ کی رحمت کی طرف جلدی کرنا ہے اپنی حاجت مندی کا اظہار ہے۔ (ترمذی)

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۱۵)

حدیث ۱۴: طبرانی اوسط میں یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرمایا: تین چیزوں کو اللہ (عزوجل) محبوب رکھتا ہے۔ افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر اور نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا۔ (12)

حدیث ۱۵: ابو داؤد وابن خزیمہ وابن حبان ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یہ دین ہمیشہ غالب رہے گا، جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے کہ یہود و نصاریٰ تاخیر کرتے ہیں۔ (13)

حدیث ۱۶: امام احمد و ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب تم میں کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور یا چھوہارے سے افطار کرے کہ وہ برکت ہے اور اگر نہ ملے تو پانی سے کہ وہ پاک کرنے والا ہے۔ (14)

حدیث ۱۷: ابو داؤد و ترمذی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نماز سے پہلے تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے، تر کھجوریں نہ ہوتیں تو چند خشک کھجوروں سے اور اگر یہ بھی نہ ہوتیں تو چند چلو پانی

(12) المعجم الاوسط، الحدیث: ۷۴۷۰، ج ۵، ص ۳۲۰

(13) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب ما یستحب من تعجیل الفطر، الحدیث: ۲۳۵۳، ج ۲، ص ۴۴۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

اب یعنی مسلمانوں کا جلدی روزہ افطار کرتے رہنا دین کے غلبے کا سبب ہے۔ معلوم ہوا کہ سنتوں بلکہ مستحبات کی پابندی مسلمانوں کی شوکت اور دین کے ظہور و دبہ کا باعث ہے، پھر فرائض کا کیا پوچھنا، ہندوستان کے مسلمان اذان اور گائے کی قربانی پر کفار سے لڑتے رہے، کیوں؟ غلبہ اسلام کو قائم رکھنے کے لیے۔ خیال رہے کہ یہاں جلدی سے مراد وقت جواز میں جلدی ہے جب سورج ڈوب جائے پھر دیر نہ لگائے، بلا وجہ دیر لگانا سنت کے خلاف ہے اور اتنی دیر کہ تارے گتہ جائیں مکروہ تحریمی۔

۲۔ یعنی دیر سے افطار کرنے میں اہل کتاب سے مشابہت ہے۔ مراقاة و اشعہ نے فرمایا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام کی درستی سارے کفر کی مخالفت سے وابستہ ہے ان سے مشابہت میں دین کی کمزوری ہے۔ افسوس ان مسلمانوں پر جو محض عیسائیوں کی مشابہت کے لیے داڑھیاں منڈائیں، کھڑے ہو کر پیشاب کریں، ننگے سر پھریں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ" اور فرماتا ہے: "وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَيَنْتَهِمْ فَيَأْتِهِ مِنْهُمْ"۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بہت دیر کر کے روزہ افطار نے کو دین سمجھتے ہیں، سورج ڈوبتے ہی فوراً روزہ افطارنا چاہیے اسی لیے رب تعالیٰ نے فرمایا: "ثُمَّ لَتَقْتُلُوا الصِّيَامَ إِلَى الْيَلِ"۔ فی الیل نہ فرما، یا جی روزے کو رات میں بالکل داخل نہ کرو رات آتے ہی روزہ ختم کرو۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۲۱)

(14) جامع الترمذی، أبواب الصوم باب ما جاء به استحباب علیہ الافطار، الحدیث: ۶۹۵، ج ۲، ص ۱۶۲

پیتے۔ (15) ابوداؤد نے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے۔

اللَّهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ. (16)

(15) جامع الترمذی، ابواب الصوم، باب ما جاء ما يستحب عليه الافطار، الحدیث: ۶۹۶، ج ۲، ص ۱۲۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس سے دو مسئلے ہوئے: ایک یہ کہ روزہ دار افطار پہلے کرے نماز مغرب کے بعد افطار کرنا سنت کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ چند کھجوریں افطار کے وقت کھانا مسنون ہے تین یا پانچ، بعض روایات میں تین خرے کا ذکر ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہما کبھی بعد نماز مغرب افطار کرتے تھے یا تو بیان جواز کے لیے تاکہ لوگ نماز سے پہلے افطار کو فرض نہ سمجھ لیں یا اس لیے کہ اتفاقاً اس وقت افطار کرنے کے لیے کچھ موجود نہ ہوتا۔ بہر حال نماز سے پہلے افطار سنت ہے اور نماز کے بعد افطار جائز مگر خلاف سنت، ہاں اگر کچھ موجود نہ ہو تو بعد نماز افطار کر لے یا حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں افطار سے مراد کھانا تناول کرنا ہے یعنی افطار تو نماز سے پہلے کر لیتے تھے اور کھانا بعد نماز کھاتے تھے، بہر حال حدیث واجب الاول ہے۔

۲۔ اس ترتیب سے پتہ لگا کہ ترک کھجور پر روزہ افطارنا بہت اچھا ہے، پھر اگر یہ نہ ملیں تو خشک چھوڑوں پر، فطر کرنا، ہمارے رمضان شریف میں کثرت سے بازار میں کھجوریں آجاتی ہیں اور عام طور پر لوگ خریدتے ہیں، مسجدوں میں بھیجتے ہیں ان سب کا، خذ یہ حدیث ہے۔

۳۔ فرض کہ روٹی چاول یا کسی پر تکلف چیز پر روزہ افطار نہ فرماتے تھے، پنجاب میں بعض روزہ داروں کو دیکھا گیا کہ سگریٹ سے روزہ افطار کرتے ہیں، نعوذ باللہ روزہ دار کے منہ میں پہلے پاکیزہ چیز جانی چاہیے سگریٹ گندی بند بودار چیز بھی ہے اور اس سے روزہ افطارنا مضر صحت بھی ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ آگ سے کچی چیز سے روزہ نہ افطارے بلکہ گرمی میں پانی سے سردی میں کھجور سے افطارے، جب آگ کی کچی چیز سے روزہ نہ افطارنا چاہیے تو خود آگ سے روزہ افطارنا کتنا برا ہوگا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ مکہ والے ہمیشہ آب زمزم سے روزہ افطاریں یہ غلط ہے سنت کے خلاف ہے، سنت ہے کھجور یا چھوڑے سے افطارنا اگر یہ نہ لیں تو پانی سے افطارنا۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۱۷)

(16) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب القول عند الافطار، الحدیث: ۲۳۵۸، ج ۲، ص ۲۳۷

اعلیٰ حضرت، امام المسنن، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فی الواقع اس کا محل بعد افطار ہے، ابوداؤد عن معاذ بن زہر قانہ بلغه ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا افطر اللہم لك صمت وعلى رزقك افطر على معنى ارادة الافطار وصرف عن الحقيقة من دون حاجة اليه وذا لا يجوز وهكذا في افطرت.

ابوداؤد میں حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسالتاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! میں نے تیری رضا کی خاطر روزہ رکھا، تیرے رزق پر افطار کیا تو یہاں افطر سے مراد ارادہ افطار لینا اور حقیقی معنی سے بے ضرورت اعراض کرنا ہے۔

حدیث ۱۸: نسائی و ابن خزیمہ زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ فرمایا: جو روزہ دار کا روزہ افطار کرائے یا غازی کا سامان کر دے تو اسے بھی اتنا ہی ملے گا۔ (17)

حدیث ۱۹: طبرانی کبیر میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے حلال کھانے یا پانی سے روزہ افطار کرایا۔ فرشتے ماہ رمضان کے اوقات میں اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام شب قدر میں اُس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (18)

اور ایک روایت میں ہے، جو حلال کمائی سے رمضان میں روزہ افطار کرائے، رمضان کی تمام راتوں میں فرشتے اس پر دُرود بھیجتے ہیں اور شب قدر میں جبریل اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ (19)

اور ایک روایت میں ہے، جو روزہ دار کو پانی پلائے گا، اللہ تعالیٰ اُسے میرے حوض سے پلائے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا۔ (20)

حالانکہ یہ جائز نہیں اور اسی طرح کا معاملہ افطرت میں ہے۔ (۱۔ سنن ابی داؤد باب القول عند الافطار آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۲۲) مولانا علی قاری علیہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

(کأن إذا افطر قال) ای دعا وقال ابن الملك ای قرأ بعد الإفطار ۲ الخ. واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الصوم مسائل متفرقة مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۲۵۸)

(جب افطار کرتے تو کہتے) یعنی دعا کرتے ابن الملك نے کہا کہ افطار کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۵۴۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

افطار کی دعا کے وقت کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے فتاویٰ رضویہ جلد 10 پر العروس المعطر فی زمن دعوة الافطار ملاحظہ فرمائیے۔

(17) شعب الایمان، باب فی الصیام، فصل فیمن فطر صائما، الحدیث: ۳۹۵۳، ج ۳، ص ۲۱۸

حکیم الامت کے مدنی پھول

اب اس لیے کہ روزہ دار کو افطار کرانے یا غازی کو سامان دینے میں تنگی پر مدد کرنا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَتَشَاءُوا عَلَىٰ الْهَرَبِ ذَاقُوا"۔ چونکہ روزہ دار نفس و شیطان سے جہاد کرتا ہے اس لیے اسے غازی کے ساتھ ذکر فرمایا۔ خیال رہے کہ روزہ افطار کرانے سے ثواب روزہ مل جائے گا مگر اس سے روزہ ادا نہ ہوگا وہ تو رکھنے سے ہی ادا ہوگا، ثواب مل جانا اور ہے فرض ادا ہونا کچھ اور۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ، المصابیح، ج ۳، ص ۲۱۸)

(18) المعجم، کبیر، الحدیث: ۶۱۶۲، ج ۶، ص ۲۶۱

(19) کنز العمال، کتاب الصوم، الحدیث: ۲۳۶۵۳، ج ۸، ص ۲۱۵

(20) شعب الایمان، باب فی الصیام، فضائل شہر رمضان، الحدیث: ۳۶۰۸، ج ۳، ص ۳۰۵-۳۰۶

بیان اُن وجوہ کا جن سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

حدیث ۱: صحیحین میں اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہتی ہیں حمزہ بن عمرو اسکی بہت روزے رکھا کرتے تھے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا، کہ سفر میں روزہ رکھوں؟ ارشاد فرمایا: چاہو رکھو، چاہے نہ رکھو۔ (1)

حدیث ۲: صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں سولہویں رمضان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہم جہاد میں گئے۔ ہم میں بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہ رکھا تو نہ روزہ داروں نے غیر روزہ داروں پر عیب لگایا اور نہ انھوں نے ان پر۔ (2)

(1) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الصوم فی السفر والافطار، الحدیث: ۱۹۴۳، ج ۱، ص ۶۳۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

اسے یہاں مرقات نے فرمایا کہ آپ صائم الدھر یعنی ہمیشہ کے روزہ دار تھے چاہتے تھے کہ سفر میں بھی کبھی روزہ نہ چھوڑیں تب یہ سوال کیا سفر میں روزہ رکھنا گناہ تو نہیں شاید آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن چکے تھے کہ سفر میں روزہ اچھا نہیں اس لیے یہ سوال کیا۔

۲۔ اس جواب سے، اشارۃ معلوم ہو رہا ہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر عام حالت میں روزہ رکھنا بہتر تا کہ عام مسلمانوں کی موافقت بھی ہو جائے اور رمضان کے بعد قضاء گراں بھی نہ پڑے کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے کا ذکر پہلے فرمایا۔ خیال رہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر ماہ رمضان کی بے حرمتی کرنے کا اختیار نہیں لہذا بازاروں میں علانیہ نہ کھائے پیئے، نہ سگریٹ پیتا پھرے بلکہ چھپ کر کچھ کھائے پیئے، حیض و نفاس والی عورتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ چھپ کر کھائیں پیئیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۴۷)

(2) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب جواز الصوم والافطار فی الشھر رمضان الخ، الحدیث: ۱۱۱۶، ص ۵۶۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی درمیان رمضان میں سفر کرے تو اسے افطار جائز نہیں اس پر روزہ کی فرض ہے، افطار کی اجازت صرف اسے ہے جسے بحالت سفر رمضان شروع ہو۔ اس حدیث میں ان کی کھلی تردید ہے، دیکھو سولہ رمضان کو سفر شروع ہو اور بعض صحابہ نے روزے نہ رکھے۔

۲۔ یہ حدیث بظاہر ان علماء کی دلیل ہے جو سفر میں روزہ رکھنے نہ رکھنے کو یکساں کہتے ہیں کسی کو ترجیح نہیں دیتے مگر یہ استدلال ضعیف رہے کیونکہ یہاں عیب لگانے کی نفی ہے ترک مستحب پر نہ عیب لگایا جاتا ہے نہ اعتراض ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ اس غزوہ میں

حدیث ۳: ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ انس بن مالک کہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدمی نماز معاف فرمادی (یعنی چار رکعت والی دو پڑھے گا) اور مسافر اور دودھ پلانے والی اور حاملہ سے روزہ معاف فرمادیا۔ (3) (کہ اُن کو اجازت ہے کہ اُس وقت نہ رکھیں بعد میں وہ مقدار پوری کر لیں)۔

مسئلہ ۱: سفر و حمل اور بچہ کو دودھ پلانا اور مرض اور بڑھاپا اور خوف ہلاک و اکراہ و نقصان عقل اور جہاد یہ سب روزہ نہ رکھنے کے لیے عذر ہیں، ان وجوہ سے اگر کوئی روزہ نہ رکھے تو گنہگار نہیں۔ (4)

مسئلہ ۲: سفر سے مراد سفر شرعی ہے یعنی اتنی دور جانے کے ارادہ سے نکلے کہ یہاں سے وہاں تک تین دن کی

حالات معمول پر نہ ہوں گے ورنہ بحالت جنگ روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۳۸)

(3) جامع الترمذی، أبواب الصوم، باب ما جاء فی الرخصة فی الافطار للحملى والمرضع، الحدیث: ۱۵۷۰، ج ۲، ص ۱۷۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ انس ابن مالک وہ مشہور انس نہیں جو ابو طلحہ انصاری کے سوتیلے بیٹے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہیں وہ تو انصاری نجاری خزر جی ہیں، بہت سی احادیث کے راوی ہیں بلکہ یہ انس ابن مالک عبد اللہ ابن کعب کی اولاد سے ہیں اسی لیے کہی کہلاتے ہیں، ان سے بہت ہی کم احادیث یعنی صرف یہ ہی مروی ہے۔ (مرقات) اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ ہیں صحابہ کے نام انس ہیں جن میں سے دو کے نام انس ابن مالک ہیں: ایک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص بہت سی احادیث کے راوی، دوسرے یہ، ان کا قیام بصرہ میں رہا۔

۲۔ اس طرح کہ مسافر پر نماز میں قصر واجب ہے صرف جائز نہیں جیسا کہ ہم مسافر کے باب میں ثابت کر چکے ہیں اور اپنی کتاب "جاء الحق" حصہ دوم میں بہت دلائل سے بیان کر چکے ہیں۔

۳۔ یعنی ان تین شخصوں سے روزہ کا فوری وجوب معاف ہو چکا ہے اگر چاہیں تو قضا کر دیں۔ خیال رہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر بھی روزے کی قضاء ہی واجب ہے وہ فدیہ نہیں دے سکتیں، یہ ہی ہم احناف کا مذہب ہے یہ دونوں اس حکم میں مسافر کی طرح ہیں، نیز ان دونوں عورتوں کو قضاء کی اجازت جب ہے جب کہ انہیں روزہ سے اپنے بچے پر خوف ہو۔ اشعہ نے فرمایا کہ مالدار عورت جس کا بچہ دودھ پیتا ہو وہ بچہ کے لیے دودھ پلائی رکھے اور خود روزہ رکھے۔

روایت ہے حضرت سلمہ ابن محقق سے ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے پاس سواری ہو جو اسے بحالت سیری منزل تک پہنچادے ۲۔ وہ رمضان کے روزے رکھے جہاں پائے ۳۔ (ابو داؤد) ۴۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۵۳)

(4)۔ الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۲

مسافت ہو، اگرچہ وہ سفر کی ناجائز کام کے لیے ہو۔ (5)

مسئلہ ۳: دن میں سفر کیا تو اس دن کا روزہ افطار کرنے کے لیے آج کا سفر عذر نہیں۔ البتہ اگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہ آئے گا مگر گنہگار ہوگا اور اگر سفر کرنے سے پہلے توڑ دیا پھر سفر کیا تو کفارہ بھی لازم اور اگر دن میں سفر کیا اور مکان پر کوئی چیز بھول گیا تھا، اسے لینے واپس آیا اور مکان پر آکر روزہ توڑ ڈالا تو کفارہ واجب ہے۔ (6)

مسئلہ ۴: مسافر نے ضحہ کبریٰ سے پیشتر اقامت کی اور ابھی کچھ کھایا نہیں تو روزہ کی نیت کر لینا واجب ہے۔ (7)

مسئلہ ۵: حمل والی اور دودھ پلانے والی کو اگر اپنی جان یا بچہ کا صحیح اندیشہ ہے، تو اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھے، خواہ دودھ پلانے والی بچہ کی ماں ہو یا دالٰی اگرچہ رمضان میں دودھ پلانے کی نوکری کی ہو۔ (8)

مسئلہ ۶: مریض کو مرض بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا گمان غالب ہو یا خادم و خادمہ کو ناقابل برداشت ضعف کا غالب گمان ہو تو ان سب کو اجازت ہے کہ اس دن روزہ نہ رکھیں۔ (9)

(5) الدر المختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۳

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

اگرچہ مسافر کو روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر عام حالات میں روزہ رکھ لینا بہتر تا کہ عام مسلمانوں کی موافقت بھی ہو جائے اور رمضان کے بعد قضاء گراں بھی نہ پڑے کیونکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے کا ذکر پہلے فرمایا۔ خیال رہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر ماہ رمضان کی بے حرمتی کرنے کا اختیار نہیں لہذا بازاروں میں علانیہ نہ کھائے پیئے، نہ سگریٹ پیتا پھرے بلکہ چھپ کر کچھ کھائے پیئے، حیض و نفاس دالٰی عورتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ چھپ کر کھائیں پیئیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۴۷)

(6) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الخامس فی الاعذار التي تبيح الانقطاع، ج ۱، ص ۲۰۶-۲۰۷

(7) الجوهرة البیضاء، کتاب الصوم، ص ۱۸۶

(8) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۳

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

خیال رہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر بھی روزے کی قضاء ہی واجب ہے وہ فدیہ نہیں دے سکتیں، یہی ہم احناف کا مذہب ہے یہ دونوں اس حکم میں مسافر کی طرح ہیں، نیز ان دونوں عورتوں کو قضاء کی اجازت جب ہے جب کہ انہیں روزہ سے اپنے بچے پر خوف ہو۔ اشعہ نے فرمایا کہ مادر عورت جس کا بچہ دودھ پیتا ہو وہ بچہ کے لیے دودھ پلائی رکھے اور خود روزہ رکھے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۵۳)

(9) الجوهرة البیضاء، کتاب الصوم، ص ۱۸۳

مسئلہ ۷: ان صورتوں میں غالب گمان کی قید ہے محض وہم نا کافی ہے۔ غالب گمان کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) اس کی ظاہر نشانی پائی جاتی ہے یا

(۲) اس شخص کا ذاتی تجربہ ہے یا

(۳) کسی مسلمان طبیب حاذق مستور یعنی غیر فاسق نے اُس کی خبر دی ہو اور اگر نہ کوئی علامت ہو نہ تجربہ نہ اس قسم

کے طبیب نے اُسے بتایا، بلکہ کسی کافر یا فاسق طبیب کے کہنے سے افطار کر لیا تو کفارہ لازم آئے گا۔ (۱۰) آج کل کے اکثر اصحاب اگر کافر نہیں تو فاسق ضرور ہیں اور نہ سہمی تو حاذق طبیب فی زمانہ نایاب سے ہو رہے ہیں، ان لوگوں کا کہن کچھ قابل اعتبار نہیں نہ ان کے کہنے پر روزہ افطار کیا جائے۔ ان طبیبوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ذرا ذرا سی بیماری میں روزہ کو منع کر دیتے ہیں، اتنی بھی تمیز نہیں رکھتے کہ کس مرض میں روزہ مضر ہے کس میں نہیں۔

مسئلہ ۸: باندی کو اپنے مالک کی اطاعت میں فرائض کا موقع نہ ملے تو یہ کوئی عذر نہیں۔ فرائض ادا کرے اور اتنی دیر کے لیے اُس پر اطاعت نہیں۔ مثلاً فرض نماز کا وقت نکل ہو جائے گا تو کام چھوڑ دے اور فرض ادا کرے اور اگر اطاعت کی اور روزہ توڑ دیا تو کفارہ دے۔ (۱۱)

مسئلہ ۹: عورت کو جب حیض و نفاس آگیا تو روزہ جاتا رہا اور حیض سے پورے دس دن رات میں پاک ہوئی تو بہرحال کل کا روزہ رکھے اور کم میں پاک ہوئی تو اگر صبح ہونے کو اتنا عرصہ ہے کہ نہا کر خفیف سا وقت بچے گا تو بھی روزہ رکھے اور اگر نہا کر فارغ ہونے کے وقت صبح چمکی تو روزہ نہیں۔ (۱۲)

مسئلہ ۱۰: حیض و نفاس والی کے لیے اختیار ہے کہ چھپ کر کھائے یا ظاہراً، روزہ کی طرح رہنا اس پر ضروری

والد المختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۳

(۱۰) رد المختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۴

اعلیٰ حضرت، امام، ہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جو بیمار مریض ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا روزہ سے اُسے ضرر ہوگا، مرض بڑھے گا یا دن کھینچیں گے، اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہو یا مسم طبیب حاذق کے بیان سے جو فاسق نہ ہو تو جتنے دنوں یہ حالت رہے اگرچہ پورا مہینہ وہ روزہ مانع کر سکتا ہے اور بعد صحت اس کی قضا رکھے، جتنے روزے ٹھہرے ہوں ایک سے تیس تک۔ اپنے بدلے دوسرے کو روزہ رکھوانا محض باطل و بے معنی ہے، بدنی عبادت ایک کے کئے دوسرے پر سے نہیں اُتر سکتی، نہ مرد کے بدلے مرد کے رکھے سے نہ عورت کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۵۲۰ رضا فاؤنڈیشن، ماہور)

(۱۱) الدر المختار و رد المختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۴

(۱۲) الفتاویٰ احمدیہ، کتاب الصوم، الباب الخامس فی الاعتذار لاتی صحیح الافطار، ج ۱، ص ۲۰۷

نہیں۔ (13) (جوہرہ) مگر چھپ کر کھانا اولیٰ ہے خصوصاً حیض والی کے لیے۔

مسئلہ ۱۱: بھوک اور پیاس ایسی ہو کہ ہلاک کا خوف صحیح یا نقصان عقل کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھے۔ (14)

مسئلہ ۱۲: روزہ توڑنے پر مجبور کیا گیا تو اسے اختیار ہے اور صبر کیا تو اجر ملے گا۔ (15)

مسئلہ ۱۳: سانپ نے کاٹا اور جان کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں روزہ توڑ دیں۔ (16)

مسئلہ ۱۴: جن لوگوں نے ان عذروں کے سبب روزہ توڑا، ان پر فرض ہے کہ ان روزوں کی قضا رکھیں اور ان قضا روزوں میں ترتیب فرض نہیں۔ فلہذا اگر ان روزوں کے پہلے نفل روزے رکھے تو یہ نفل روزے ہو گئے، مگر حکم یہ ہے کہ عذر جانے کے بعد دوسرے رمضان کے آنے سے پہلے قضا رکھ لیں۔

حدیث میں فرمایا: جس پر اگلے رمضان کی قضا باقی ہے اور وہ نہ رکھے اس کے اس رمضان کے روزے قبول نہ ہوں گے۔ (17) اور اگر روزے نہ رکھے اور دوسرا رمضان آ گیا تو اب پہلے اس رمضان کے روزے رکھ لے، قضا نہ رکھے، بلکہ اگر غیر مریض و مسافر نے قضا کی نیت کی جب بھی قضا نہیں بلکہ اسی رمضان کے روزے ہیں۔ (18)

مسئلہ ۱۵: خود اس مسافر کو اور اس کے ساتھ والے کو روزہ رکھنے میں ضرر نہ پہنچے تو روزہ رکھنا سفر میں بہتر ہے ورنہ

نہ رکھنا بہتر۔ (19)

(13) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، ص ۱۸۶

(14) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الخامس فی الاذکار الی صحیح الافطار، ج ۱، ص ۲۰۷

(15) رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۲

(16) المرجع السابق

(17) السند للامام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة، الحدیث: ۸۶۲۹، ج ۳، ص ۲۶۶

(18) الدر المختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۵

(19) الدر المختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۵

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جو اپنے گھر سے تین منزل کاٹل یا زیادہ کی راہ کا ارادہ کر کے چلے خواہ کسی نیت اچھی یا بُری سے جانا ہو، وہ

جب تک مکان کو پلٹ کر نہ آئے یا بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کر لے مسافر ہے، ایسے شخص کو جس دن کی صبح صادق مسافرت کے حال میں آئے اُس دن کا روزہ مانعہ کرنا اور پھر کبھی اس کی قضا رکھ لینا جائز ہے، پھر اگر روزہ اسے نقصان نہ کرے نہ اُس کے رفیق کو اُس کے روزہ سے ایذا ہو جب تو روزہ رکھنا ہی بہتر ہے ورنہ قضا کرنا بہتر ہے،

فی الدر المختار، لمسافر سفر اشريعاً ولو معصية الفطر، ويندب الصوم ان لم يضربه فان شق عليه او

مسئلہ ۱۶: اگر یہ لوگ اپنے اسی عذر میں مر گئے، اتنا موقع نہ ملا کہ قضا رکھتے تو ان پر یہ واجب نہیں کہ فدیہ کی وصیت کر جائیں پھر بھی وصیت کی تو تہائی مال میں جاری ہوگی اور اگر اتنا موقع ملا کہ قضا روزے رکھ بیٹے، مگر نہ رکھے تو

على رفيقه فالفطر افضل لموافقة الجماعة، يجب على مقيم اتمام صوم يوم من رمضان سافر في ذلك اليوم اهـ ملحقاً

در مختار میں ہے وہ مسافر جس کا سفر شرعی (مقدار کے برابر) ہو خواہ گناہ کی خاطر ہو روزہ چھوڑ سکتا ہے اور اگر اسے روزہ تکلیف نہ دے تو روزہ رکھنا مستحب ہے، اور اگر روزہ مشکل ہو یا اس کے ساتھی پر مشکل ہو تو پھر جماعت کی موافقت میں انظار افضل ہے۔ مقيم پر اس روزہ رمضان کا اتمام لازم ہے جس دن اس نے سفر شروع کیا وہ مختصراً۔

(۱۔ در مختار باب ما يفسد الصوم فصل في العوارض مطبع مجتہدی دہلی ۱/ ۱۵۲ تا ۱۵۴)

یونہی غازی اگر یقیناً جانے کہ اب دشمن سے مقابلہ ہونے والا ہے اور روزہ رکھوں گا تو ضعف کا اندیشہ ہے تو وہ بھی مانع کرے اگرچہ سفر میں نہ ہو۔ فی رد المحتار عن النهر عن الخلاصة الغازی اذا اکان يعلم يقيناً انه يقاتل العدو في رمضان ويخاف الضعف ان لم يفطر افطر ۲۔

رد المحتار میں نہر سے خلاصہ سے ہے کہ غازی کو جب یقین ہو کہ رمضان میں دشمن سے مقابلہ ہوگا اور اگر روزہ رکھا تو کمزور ہو جائے گا تو روزہ نہ رکھے۔ (۲۔ رد المحتار، باب ما يفسد الصوم فصل في العوارض، مصطفیٰ البابي مصر، ۲/ ۱۲۶)

مگر یہ اجازت بسا سفر صرف اسی کو مل سکتی ہے جو حمایت یا اعانت دین اسلام میں لڑتا ہو باقی ملکی لڑائیاں یا معاذ اللہ کفر کی حمایت یا کفر کی طرف ہو کر اگرچہ دوسرے کافر ہی سے لڑنا، یہ سب گناہ ہیں۔ گناہ پر طاقت کے لیے روزہ قضا کرنے کی اجازت ممکن نہیں۔

فی مستامن فتح القدیر، فرع نفیس فی المبسوط لو غار قوم من اهل الحرب على اهل الدار التي فيهم المسلم المستامن لا يحل له قتال هؤلاء الكفار الا ان خاف على نفسه لان القتال لما كان تعريضاً لنفسه على لهلاك لا يحل الا لذلك ولا علاء كلمة الله تعالى وهو اذا لم يخف على نفسه ليس قتاله هؤلاء الا اعلام لكفر ۱۔

فتح القدیر کے باب المستامن میں ہے کہ مبسوط میں نہایت نفیس جزیہ ہے کہ اگر اہل حرب میں سے کچھ لوگوں نے کسی ایسے علاقے پر حملہ کر دیا جس میں کسی مسلمان نے پناہ لے رکھی تھی تو اس مسلمان کے لیے ان کفار کے ساتھ لڑائی کرنا جائز نہ ہوگا، البتہ اس صورت میں جب اسے اپنی جان کا خوف ہو، کیونکہ قتال میں اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرنا ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب اپنی جان کا خوف ہو یا کلمۃ اللہ تعالیٰ کی سر بلندی کے لیے ہو، اور جب اسے اپنے نفس کا خوف نہیں تو اب اس کا قتال سوائے کفر کی بلندی کے کچھ نہ ہوگا۔

(۱۔ فتح القدیر باب المستامن مکتبہ نور یہ رضویہ سکر ۵/ ۲۶۷)

ہاں جب یہ لوگ سفر میں ہوں تو بوجہ سفر اجازت ہوگی اگرچہ وہ سفر جانب سقر ہو۔ کہا قدعنا عن الدد المختار والخلاف فيه معروف بینت وہیں الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الجمیع۔ والله تعالیٰ اعلم۔

وصیت کر جانا واجب ہے اور عہد نہ رکھے ہوں تو بدرجہ اولیٰ وصیت کرنا واجب ہے اور وصیت نہ کی، بلکہ ولی نے اپنی طرف سے دے دیا تو بھی جائز ہے مگر ولی پر دینا واجب نہ تھا۔ (20)

مسئلہ ۷۱: ہر روزہ کا فدیہ بقدر صدقہ فطر ہے اور تہائی مال میں وصیت اس وقت جاری ہوگی، جب اس میت کے وارث بھی ہوں اور اگر وارث نہ ہوں اور سارے مال سے فدیہ ادا ہوتا ہو تو سب فدیہ میں صرف کر دینا لازم ہے۔ یوں اگر وارث صرف شوہر یا زوجہ ہے تو تہائی نکالنے کے بعد ان کا حق دیا جائے، اس کے بعد جو کچھ بچے اگر فدیہ میں صرف ہو سکتا ہے تو صرف کر دیا جائے گا۔ (21)

جیسا کہ ہم نے ذریعہ کے حوالے سے پیچھے بیان کیا ہے اور اس میں ہمارے اور امام شافعی (اللہ تعالیٰ ان تمام سے راضی ہو) کے درمیان مشہور اختلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۴۷-۳۴۸ رضاقاؤنڈیشن، لاہور)

(20) الدر المختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۳۶۶

والفتاویٰ الھدیۃ، کتاب الصوم، الباب الخامس فی الاذکار الّتی صحیح الاقطار، ج ۱، ص ۲۰۷

(21) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۳۶۷

نماز کا فدیہ

جن کے رشتے دار فوت ہوئے ہوں وہ اس مضمون کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

میت کی عمر معلوم کر کے اس میں سے نو سال عزت کیلئے اور بارہ سال عرد کیلئے باقی کے نکال دیجئے۔ باقی جتنے سال بچے ان میں حساب لگائیے کہ کتنی مدت تک وہ (یعنی مرحومہ یا مرحوم) بے نمازی رہا یا بے روزہ رہا، یا کتنی نماز میں یا روزے اس کے ذمہ قضا کے باقی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اندازہ لگائیے۔ بلکہ چاہیں تو باقی کی عمر کے بعد بقیہ تمام عمر کا حساب لگائیے۔ اب فی نماز ایک ایک صدقہ فطر حیرات کیجئے۔ ایک صدقہ فطر کی مقدار تقریباً دو کلو 80 گرام کم گیہوں یا اس کا آٹا یا اس کی رقم ہے۔ اور ایک دن کی چھ نماز میں ہیں پانچ فرض اور ایک وتر واجب۔ مثلاً دو کلو 80 گرام کم گیہوں کی رقم 12 روپے ہو تو ایک دن کی نمازوں کے 72 روپے ہوئے اور 30 دن کے 2160 روپے اور بارہ ماہ کے تقریباً 25920 روپے ہوئے۔ اب کسی میت پر 50 سال کی نماز میں باقی ہیں تو فدیہ ادا کرنے کیلئے 1296000 روپے حیرات کرنے ہوں گے۔ ظاہر ہے ہر کوئی اتنی رقم حیرات کرنے کی استطاعت (حالت) نہیں رکھتی، اس کیلئے علمائے کرام رحمہم اللہ السلام نے شرعی جملہ ارشاد فرمایا ہے۔ مثلاً وہ 30 دن کی تمام نمازوں کے فدیہ کی قیمت سے 2160 روپے کسی فقیر یا فقیرنی کی ہلک کر دے، یہ 30 دن کی نمازوں کا فدیہ ادا ہو گیا۔ اب وہ فقیر یا فقیرنی یہ رقم اُس دینے والی ہی کو دہ کر دے (یعنی تحفے میں دیدے) یہ قبضہ کرنے کے بعد پھر فقیر یا فقیرنی کو 30 دن کی نمازوں کے فدیہ کی قیمت سے قبضہ میں دے کر اس کا مالک بنا دے۔ اس طرح لوٹ پھیر کرتے رہیں یوں ساری نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے گا۔ 30 دن کی رقم کے ذریعے ہی حیلہ کرنا شرط نہیں وہ تو سمجھانے کیلئے مثال دی ہے۔ یا فرض 50 سال کے فدیوں کی رقم موجود ہو تو ایک ہی بار لوٹ پھیر کرنے میں کام ہو جائے گا نیز فطرہ کی رقم کا

مسئلہ ۱۸: وصیت کرنا صرف اتنے ہی روزوں کے حق میں واجب ہے جن پر قادر ہوا تھا، مثلاً دس قضا ہوئے تھے اور عذر جانے کے بعد پانچ پر قادر ہوا تھا کہ انتقال ہو گیا تو پانچ ہی کی وصیت واجب ہے۔ (22)

مسئلہ ۱۹: ایک شخص کی طرف سے دوسرا شخص روزہ نہیں رکھ سکتا۔ (23)

مسئلہ ۲۰: اعتکاف واجب اور صدقہ فطر کا بدلہ اگر ورثہ ادا کر دیں تو جائز ہے اور ان کی مقدار وہی بقدر صدقہ فطر ہے اور زکوٰۃ دینا چاہیں تو جتنی واجب تھی اُس قدر نکالیں۔ (24)

مسئلہ ۲۱: شیخ قانی یعنی وہ بوڑھا جس کی عمر ایسی ہو گئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے گا، جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ اُس میں اتنی طاقت آنے کی امید ہے کہ روزہ رکھ سکے گا، اُسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزہ کے بدلے میں فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو بھر پیٹ کھانا کھلانا اس پر واجب ہے یا ہر روزہ کے بدلے میں صدقہ فطر کی مقدار مسکین کو دیدے۔ (25)

حساب بھی گیبوں کے موجودہ بھاء سے لگنا ہوگا۔ اسی طرح روزوں کا فدیہ بھی فی روزہ ایک صدقہ فطر ہے نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کے بعد روزوں کا بھی اسی طریقے سے فدیہ ادا کر سکتے ہیں۔ غریب و امیر سبھی فدیہ کا حیلہ کر سکتے ہیں۔ اگر ڈرٹا اپنے مرغوبین کیلئے یہ عمل کریں تو یہ منیہ کی زبردست امداد ہوگی، اسی طرح مرنے والا بھی ان شاء اللہ عزوجل فرض کے بوجھ سے آزاد ہوگا اور ڈرٹا بھی اجرد ثواب کے مستحق ہوں گے۔ بعض اسلامی بہنیں مسجد وغیرہ میں ایک قرآن پاک کا نسخہ دے کر اپنے من کو منالیتی ہیں کہ ہم نے مرحوم کی تمام نمازوں کا فدیہ ادا کر دیا یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے: فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۱۶۷)

مرحومہ کے فدیہ کا ایک مسئلہ

عورت کی عادت حیض اگر معلوم ہو تو اس قدر دن اور نہ معلوم ہو تو ہر مہینے سے تین دن نو برس کی عمر سے مستثنیٰ کریں (یعنی نو برس کی عمر کے بعد سے لیکر وفات تک ہر مہینے سے تین دن حیض کے سمجھ کر نکال دیں اور بقیہ جتنے دن نہیں ان کے حساب سے فدیہ ادا کر دیں۔) مگر جتنی بار ختم رہا ہو پختل کے مہینوں سے ایام حیض کا استنباء نہ کریں۔ (چونکہ اس مدت میں حیض نہیں آتا اس لئے حیض کے دن کم نہ کریں) عورت کی عادت دربارہٴ نفاس اگر معلوم ہو تو ہر ختم کے بعد اتنے دن مستثنیٰ کریں (یعنی کم کر دیں) اور نہ معلوم ہو تو کچھ نہیں کہ نفاس کے لئے جانبِ اقل (یعنی کم سے کم) میں شرعاً کچھ تقدیر (مقدار مقرر) نہیں ممکن ہے کہ ایک ہی رشت آ کر فوراً پاک ہو جائے۔ (یعنی اگر نفاس کی مدت یا دن نہیں تو دن کم نہ کرے) (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ ج ۸، ص ۱۵۴)

(22) الدر المختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۷

(23) نظر: فتح القدیر، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۲، ص ۲۷۹

(24) الدر المختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۷۱

(25) الدر المختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۷۱، وغیرہ

مسئلہ ۲۲: اگر ایسا بوڑھا گرمیوں میں بوجہ گرمی کے روزہ نہیں رکھ سکتا، مگر جاڑوں (سردیوں) میں رکھ سکے گا تو اب افطار کر لے اور اُن کے بدلے کے جاڑوں میں رکھنا فرض ہے۔ (26)

مسئلہ ۲۳: اگر فدیہ دینے کے بعد اتنی طاقت آگئی کہ روزہ رکھ سکے، تو فدیہ صدقہ نفل ہو کر رہ گیا ان روزوں کی تضرار کھے۔ (27)

مسئلہ ۲۴: یہ اختیار ہے کہ شروع رمضان ہی میں پورے رمضان کا ایک دم فدیہ دے دے یا آخر میں دے اور اس میں تملیک (مالک بنا دینا) شرط نہیں بلکہ اباحت بھی کافی ہے اور یہ بھی ضرور نہیں کہ جتنے فدیے ہوں اتنے ہی مساکین کو دے بلکہ ایک مسکین کو کئی دن کے فدیے دے سکتے ہیں۔ (28)

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

شیخ فانی کی مراثی یا نوے سال لکھی ہے اور حقیقتاً بتائے حکم اس کی حالت پر ہے اگر عو برس کا بوڑھا روزہ پر قادر رہے شیخ فانی نہیں اور اگر وہ ستر برس میں بوجہ ضعف ہتھ بڑھا پے سے ایسا زار و زار ہو جائے کہ روزہ کی طاقت نہ رہے تو شیخ فانی ہے۔ غرض شیخ فانی وہ ہے جسے بڑھا پے نے ایسا ضعیف کر دیا ہو، اور جب اُس ضعف کی علت بڑھا پا ہوگا تو اُس کے زوال کی امید نہیں اُسے روزے کے عوض فدیہ کا حکم ہے باقی نماز و طہارت کے بارہ میں پیر جو ان سب کا ایک حکم ہے، جو جس وقت جس حالت میں جتنی بات سے معذور ہوگا بقدر ضرورت تا وقت اُسے تخفیف دی جائے گی۔

قال تعالیٰ لا یكلف اللہ نفساً الا وسعہا۔ (القرآن ۲/۲۸۶)

(اللہ تعالیٰ کا مہرک فرمان ہے اللہ ہر کسی کو اس کی طاقت کے مطابق ہی حکم دیتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۵۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(26) رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۷۲

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

بعض جاہلوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ روزہ کا فدیہ ہر شخص کے لئے جائز ہے جبکہ روزے میں اسے کچھ تکلیف ہو، ایسا ہرگز نہیں، فدیہ صرف شیخ فانی کے لیے رکھا ہے جو یہ سبب پیرانہ سالی حقیقتاً روزہ کی قدرت نہ رکھتا ہو، نہ آئندہ طاقت کی امید کہ عمر جتنی بڑھے گی ضعف بڑھے گا اُس کے لیے فدیہ کا حکم ہے، اور جو شخص روزہ خود رکھ سکتا ہو اور ایسا مریض نہیں جس کے مرض کو روزہ مضر ہو، اس پر خود روزہ رکھنا فرض ہے اگرچہ تکلیف ہو۔ بھوک پیاس گرمی خشکی کی تکلیف تو گویا لازم روزہ ہے اور اسی حکمت کے لیے روزہ کا حکم فرمایا گیا ہے، اس کے ڈر سے اگر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہو تو معاذ اللہ روزے کا حکم ہی بیکار و معطل ہو جائے، (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۵۲۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(27) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الخامس فی الاعتذار الی شیخ الافطار، ج ۱، ص ۲۰۷

(28) الدر المختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۷۲، وغیرہ

مسئلہ ۲۵: قسم (۲۹) یا قتل (۳۰) کے کفارہ کا اس پر روزہ ہے اور بڑھا پے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا تو اس روزہ کا فدیہ نہیں اور روزہ توڑنے یا ظہار (۳۱) کا کفارہ اس پر ہے، تو اگر روزہ نہ رکھ سکے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ (۳۲)

مسئلہ ۲۶: کسی نے ہمیشہ روزہ رکھنے کی منت مانی اور برابر روزے رکھے تو کوئی کام نہیں کر سکتا جس سے ہر اوقات ہو تو اُسے بقدر ضرورت افطار کی اجازت ہے اور ہر روزے کے بدلے میں فدیہ دے اور اس کی بھی قوت نہ ہو تو استغفار کرے۔ (۳۳)

مسئلہ ۲۷: نفل روزہ قصداً شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے کہ توڑے گا تو قضا واجب ہوگی اور یہ گمان کر کے کہ اس کے ذمہ کوئی روزہ ہے، شروع کیا بعد کو معلوم ہوا کہ نہیں ہے، اب اگر فوراً توڑ دیا تو کچھ نہیں اور یہ معلوم کرنے کے بعد نہ توڑا تو اب نہیں توڑ سکتا، توڑے گا تو قضا واجب ہوگی۔ (۳۴)

مسئلہ ۲۸: نفل روزہ قصداً نہیں توڑا بلکہ بلا اختیار ٹوٹ گیا، مثلاً اثنائے روزہ میں حیض آگیا، جب بھی قضا واجب ہے۔ (۳۵)

مسئلہ ۲۹: عیدین یا ایام تشریق میں روزہ نفل رکھا تو اس روزہ کا پورا کرنا واجب نہیں، نہ اُس کے توڑنے سے قضا واجب، بلکہ اس روزہ کا توڑ دینا واجب ہے اور اگر ان دنوں میں روزہ رکھنے کی منت مانی تو منت پوری کرنی واجب ہے مگر ان دنوں میں نہیں بلکہ اور دنوں میں۔ (۳۶)

مسئلہ ۳۰: نفل روزہ بلا عذر توڑ دینا ناجائز ہے، مہمان کے ساتھ اگر میزبان نہ کھائے گا تو اسے ناگوار ہوگا یا مہمان اگر کھانا نہ کھائے تو میزبان کو اذیت ہوگی تو نفل روزہ توڑ دینے کے لیے یہ عذر ہے، بشرطیکہ یہ بھروسہ ہو کہ اس کی قضا رکھ لے گا اور بشرطیکہ ضحہ کبریٰ سے پہلے توڑے بعد کو نہیں۔ زوال کے بعد ماں باپ کی ناراضی کے سبب توڑ سکتا ہے (۲۹) قسم کے کفارے میں تین روزے ہیں۔

(۳۰) یعنی قتل خطا کے کفارے میں دو ماہ کے روزے ہیں۔

(۳۱) ظہار کے کفارے میں دو ماہ کے روزے ہیں۔ (المختص فی الفتاویٰ، کتاب الصوم، ص ۹۳ - ۹۴)

(۳۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب الخامس فی الاعتذار بالیوم الاطوار، ج ۱، ص ۲۰۷

(۳۳) رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۷۲

(۳۴) الدر المختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۷۳

(۳۵) المرجع السابق، ص ۷۴

(۳۶) رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۷۴

اور اس میں بھی عصر کے قبل تک توڑ سکتا ہے بعد عصر نہیں۔ (37)

مسئلہ ۳۱: کسی نے یہ قسم کھائی کہ اگر تو روزہ نہ توڑے تو میری عورت کو طلاق ہے، تو اُسے چاہیے کہ اس کی قسم چکی کر دے یعنی روزہ توڑ دے اگرچہ روزہ قضا ہو (38) اگرچہ بعد زوال ہو۔

مسئلہ ۳۲: اُس کی کسی بھائی نے دعوت کی تو صفحہ کبریٰ کے قبل روزہ نفل توڑ دینے کی اجازت ہے۔ (39)

مسئلہ ۳۳: عورت بغیر شوہر کی اجازت کے نفل اور منت و قسم کے روزے نہ رکھے اور رکھ لے تو شوہر توڑوا سکتا ہے مگر توڑے گی تو قضا واجب ہوگی، مگر اس کی قضا میں بھی شوہر کی اجازت درکار ہے یا شوہر اور اُس کے درمیان جدائی ہو جائے یعنی طلاق بائن دیدے یا مر جائے ہاں اگر روزہ رکھنے میں شوہر کا کچھ حرج نہ ہو مثلاً وہ سفر میں ہے یا بیمار ہے یا احرام میں ہے تو ان حالتوں میں بغیر اجازت کے بھی قضا رکھ سکتی ہے، بلکہ اگر وہ منع کرے جب بھی اور ان دنوں میں بھی بے اس کی اجازت کے نفل نہیں رکھ سکتی۔ رمضان اور قضا رمضان کے لیے شوہر کی اجازت کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ اس کی ممانعت پر بھی رکھے۔ (40)

(37) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۷۵-۴۷۷

و الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب الخامس فی الاعذار التي تحج الافطار، ج ۱، ص ۲۰۸

(38) الدر المختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۷۶

(39) الدر المختار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۷۷

(40) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۷۷

عورت کا شوہر کی موجودگی میں اُس کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھنا

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے اور نہ ہی شوہر کی مرضی کے بغیر کسی کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے۔ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا یتأذن المرأة فی بیت..... الخ، الحدیث: ۵۱۹۵، ص ۴۴۹)

سیدنا امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: سوائے (ما) رمضان المبارک کے (یعنی اس ماہ میں عورت شوہر کی اجازت کے بغیر بھی روزہ رکھ سکتی ہے)۔ (المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، الحدیث: ۹۷۴۰، ج ۳، ص ۴۵۱)

سرکار اہلہ قرار، شافع روزہ شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: عورت رمضان المبارک کے علاوہ شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی دن کا روزہ نہ رکھے۔

(جامع الترمذی، الباب الصلاة، باب ما جاء فی کرہیۃ..... الخ، الحدیث: ۷۸۲، ص ۱۷۲۲)

شاہ ابرار، ہم غریبوں کے منور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: جو عورت شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے

مسئلہ ۳۴: باندی غلام بھی علاوہ فرائض کے مالک کی اجازت بغیر نہیں رکھ سکتے۔ ان کا مالک چاہے تو توڑوا سکتا ہے۔ پھر اُس کی قضا مالک کی اجازت پر یا آزاد ہونے کے بعد رکھیں۔ البتہ غلام نے اگر اپنی عورت سے ظہر کیا تو کفارہ کے روزے بغیر موٹی کی اجازت کے رکھ سکتا ہے۔ (41)

مسئلہ ۳۵: مزدور یا نوکر اگر نفل روزہ رکھے تو کام پورا ادا نہ کر سکے گا تو مستاجر یعنی جس کا نوکر ہے یا جس نے مزدوری پر اُسے رکھا ہے، اُس کی اجازت کی ضرورت ہے اور کام پورا کر سکے تو کچھ ضرورت نہیں۔ (42)

مسئلہ ۳۶: لڑکی کو باپ اور ماں کو بیٹے اور بہن کو بھائی سے اجازت لینے کی کچھ ضرورت نہیں اور ماں باپ اگر بیٹے کو روزہ نفل سے منع کر دیں، اس وجہ سے کہ مرض کا اندیشہ ہے تو ماں باپ کی اطاعت کرے۔ (43)



پھر اس کا شوہر اس کے ساتھ کسی کام (یعنی ہم بستری وغیرہ) کا ارادہ کرے لیکن وہ منع کر دے تو اللہ عزوجل اس عورت پر تین کبیرہ گناہ لکھتا ہے۔ (المجم الاوسط، الحدیث: ۲۳، ج ۱، ص ۱۶)

رسول النور، صاحب کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: عورت پر شوہر کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے پھر اگر اس نے ایسا کیا تو بھوک پیاسی رہے گی اور اس کا روزہ قبول نہ ہوگا۔

(مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب حق الزوج علی المرأة، الحدیث: ۶۳۸، ج ۴، ص ۵۶۳)

(41) المرجع السابق، ص ۴۷۸

(42) رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۷۸

(43) المرجع السابق، ص ۴۷۸

روزہ نفل کے فضائل

(۱) عاشورا یعنی دسویں محرم کا روزہ اور بہتر یہ ہے کہ نویں کو بھی رکھے

حدیث ۱: صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورا کا روزہ خود رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم فرمایا۔ (۱)

حدیث ۲: مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رمضان کے بعد افضل روزہ محرم کا روزہ ہے اور فرض کے بعد افضل نماز صلاۃ التلیل ہے۔ (۲)

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب ای یوم یصام فی عاشوراء، الحدیث: ۱۱۳۳، ص ۵۷۳

حکیم الامت کے مدنی پھول

اب پہلے وجوبی حکم دیا اور فرضیت رمضان کے بعد استقبالی۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت یہود مدینہ کو روزہ رکھتے پایا ان سے اس کی وجہ پوچھی وہ بولے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی کہ اسے غرق کیا، سرکار نے فرمایا "لَنَحْنُ أَحَقُّ بِمُؤْمِنِي وَمِنْكُمْ" بقولہ تمہارے موسیٰ علیہ السلام کا ہم پر زیادہ حق ہے یہ فرما کر عاشورہ کا روزہ مسلمانوں پر فرض کر دیا، پھر روزہ رمضان سے اس کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی مگر حضور استقبالی خود بھی یہ روزہ رکھتے رہے اور صحابہ کو بھی حکم دیتے رہے تب وہ واقعہ پیش آیا جو یہاں مذکور ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۶۹)

(۲) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم، الحدیث: ۱۱۶۳، ص ۵۹۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

اب ظاہر یہ ہے کہ محرم سے مراد عاشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہ محرم ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے زیادہ رکھا کرتے، چونکہ عاشورہ کا دن محرم میں واقع اور عاشورہ میں بڑے اہم واقعات ہو چکے ہیں: آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت، نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنا، یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند یوسف علیہ السلام سے ملنا، فرعون کا غرق اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات، ایوب علیہ السلام کی شفا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا وغیرہ عاشورہ ہی کے دن ہوئے، بعد میں شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ اور قیامت کا آنا کی دن میں ہونے والا تھا اس لیے سارے محرم کو اللہ کا مہینہ فرمایا گیا یعنی اللہ کے محبوبوں کا مہینہ کہ جو اللہ کے بندوں کا ہو جائے وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور جس دن یا جس مہینہ میں کوئی اہم کام ہوا ہو اس میں عبادتیں کرنا بہتر ہے لہذا ربیع الثانی کی گیارہویں، ربیع الاول کی بارہویں، رجب کی ستائیسویں افضل تاریخیں ہیں اور ان میں عبادات، روزہ، نوافل، میلاد شریف وغیرہ کرنا بہتر ہے۔ یہ حدیث ہے۔

حدیث ۳: صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، فرماتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی دن کے روزہ کو اور دن پر فضیلت دے کر جستجو فرماتے نہ دیکھا مگر یہ عاشورا کا دن اور یہ رمضان کا مہینہ۔ (3)

حدیث ۴: صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے، یہود کو عاشورا کے دن روزہ دار پایا، ارشاد فرمایا: یہ کیا دن ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ عرض کی، یہ عظمت والا دن ہے کہ اس میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو

بہت سے صوفیانہ و عالمانہ مسائل کا ماخذ ہے۔ صوفیائے کرام بہت سے اعمال کی زکوٰۃ عاشورہ کے دن ادا کرتے ہیں۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب "جاہ الحق" حصہ اول میں دیکھئے۔

۲۔ فرض سے مراد نماز پنجگانہ ہے مع سنن مؤکدہ اور وتر کے، اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی فرائض وتر اور سنن مؤکدہ کے بعد درجہ نماز تہجد کا ہے کیوں نہ ہو کہ اس نماز میں مشقت بھی زیادہ ہے اور خصوصی حضور بھی غالب، یہ نماز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ بِحَمْدِهِ كَافِلَةٌ لَّكَ"۔ رب تعالیٰ نے تہجد پڑھنے والوں کے بڑے فضائل بیان فرمائے: "لَتَجَافِي جُنُوبُهُمْ عَنِ النَّضَاجِعِ" اور فرماتا ہے: "وَالَّذِينَ يَسْمَعُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيًّا" وغیرہ۔ فقیر کی وصیت ہے کہ ہر مسلمان ہمیشہ تہجد پڑھے اور اس نماز کا ثواب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دے کر دیا کرے بلکہ انہی کی طرف سے ادا کیا جائے ان شاء اللہ وہاں سے بہت کچھ ملے گا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۶۷)

(3) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم عاشوراء، الحدیث: ۲۰۰۶، ج ۱، ص ۶۵۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی اس کو بہت بہتر بھی سمجھتے ہوں اور مہاندہ سے اس کی جستجو بھی کرتے ہوں اور سال بھر تک اس کا انتظار فرماتے ہوں یعنی آپ کا انتظار اور تلاش کرنا اتفاقاً نہ تھا بلکہ ان کو سب سے افضل بیان کرنا تھا۔

۲۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنوں میں عاشورے کے دن کو بہت افضل جانتے تھے اور مہینوں میں رمضان کے مہینہ کو۔ عاشورے کی افضلیت کے وجوہ ابھی عرض کئے گئے۔ ماہ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے، اس میں شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے اس کا آخری عشرہ اعتکاف کا زمانہ ہے، اس مہینہ میں جبریل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے، نیز اس مہینہ میں دوزخ بند رہتی ہے جنت کے دروازے کھلے رہتے ہیں، شیطان قید ہو جاتے ہیں اس لیے یہ مہینہ دوسرے مہینوں سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور ہجرت سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی عمل تھا ہجرت کے بعد اسلام میں اس دن کا روزہ فرض ہوا، پھر رمضان کی فرضیت سے اس روزے کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی مگر سنیت اور استحباب اب بھی باقی ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ صوم عاشورہ کا افضل اور یوم عرفہ کا افضل یعنی نویں ذی الحجہ کہ وہ حج کا دن ہے لہذا یہ حدیث عرفہ کی افضلیت کی حدیث کے خلاف نہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۶۸)

دیا، لہذا موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکر اُس دن کا روزہ رکھا تو ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موافقت کرنے میں بہ نسبت تمہارے ہم زیادہ حق دار اور زیادہ قریب ہیں تو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خود بھی روزہ رکھا اور اُس کا حکم بھی فرمایا۔ (4)

حدیث ۵: صحیح مسلم میں ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مجھے اللہ (عزوجل) پر گمان ہے کہ عاشوراء کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (5)



(4) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، الحدیث: ۱۲۸۔ (۱۳۰)، ص ۵۷۱

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ عزوجل کوئی خاص نعمت عطا فرمائے اس کی یادگار قائم کرنا درست و محبوب ہے کہ وہ نعمت خاصہ یاد آئیگی اور اس کا شکر ادا کرنے کا سبب ہوگا۔ خود قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا:

(وَذَكِّرْهُمْ بِأَيِّامِهِمُ) (پ ۱۳، المیزان: ۵) خدا کے انعام کے دنوں کو یاد کرو۔

اور ہم مسلمانوں کے لیے ولادت اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کون سا دن ہوگا، جس کی یادگار قائم کریں کہ تمام نعمتیں انہیں کے طفیل میں ہیں اور یہ دن عید سے بھی بہتر کہ انہیں کے صدقہ میں تو عید عید ہوئی اسی وجہ سے ہر کے دن روزہ رکھنے کا سبب ارشاد فرمایا: کہ ((لَئِنْ وُلِدْتُ)) (صحیح مسلم، کتاب الصیام، الحدیث: ۱۹۸۔ (۱۱۶۲)، ص ۵۹۱) اس دن میری ولادت ہوئی۔

(5) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحب صیام ثلاثہ ایام من کل عمر الخ، الحدیث: ۱۱۶۲، ص ۵۸۹

(۲) عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا روزہ

حدیث ۶ تا ۱۰: صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ میں ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مجھے اللہ (عزوجل) پر گمان ہے، کہ عرفہ کا روزہ ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (۱) اور اس کے مثل سہل بن سعد و ابوسعید خدری و عبد اللہ بن عمرو زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحب صیام ثلاثہ ایام من کل مہر الخ، الحدیث: ۱۱۶۲، ص ۵۸۹
حکیم الامت کے مدنی پھول

۹۔ اہل حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورے کے روزے سے نویں بقرعید کا روزہ افضل ہے کیونکہ عاشورہ کا روزہ تو ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عرفہ کا روزہ دو سال کا مگر عاشورہ کا دن عرفے کے دن سے بعض اعتبار سے افضل ہے۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں عاشورے کے دن کی افضلیت بیان کی گئی۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۷۲)

عرفہ کے دن روزہ رکھنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سید المرسلین، رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کے دن کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ روزہ اگلے پچھلے ایک ایک سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ جبکہ ایک روایت میں ہے کہ مجھے اللہ عزوجل سے امید ہے کہ عرفہ کا روزہ اگلے اور پچھلے ایک ایک سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(مسلم، کتاب الصیام، باب استحب صیام ثلاثہ ایام، رقم ۱۱۶۲، ص ۵۹۰)

حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دامنائے محبوب، منترہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو عرفہ کے دن روزہ رکھتا ہے اس کے پے درپے دو سالوں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصوم، باب الترغیب فی صیام یوم عرفہ، رقم ۴، ج ۲، ص ۶۸)

حضرت سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرفہ کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہم یہ روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں ہم اسے دو سال کے روزوں کے برابر سمجھتے تھے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصوم، باب الترغیب فی صیام یوم عرفہ، رقم ۸، ج ۲، ص ۶۹)

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور،

حدیث ۱۱: ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہی روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ کے روزہ کو ہزار دن کے برابر بتاتے۔ (2) مگر حج کرنے والے پر جو عرفات میں ہے، اُسے عرفہ کے دن کا روزہ مکروہ ہے۔ کہ ابو داؤد و نسائی و ابن خزیمہ و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عرفہ کے دن عرفہ میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ (3)

سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے عرفہ کے دن روزہ رکھا، اس کے ایک اگلے اور ایک پچھلے سال کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اس کے ایک سال کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(مجمع الزوائد، کتاب الصیام، باب صیام یوم عرفہ، رقم ۵۱۴۲، ج ۳، ص ۴۳۶)

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرفہ کے دن ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے پینے کے لئے کچھ دیجئے۔ تو ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، اے لڑکے! اسے شہد پلاؤ۔ پھر دریافت فرمایا، اے مسروق! تم نے روزہ نہیں رکھا؟ تو میں نے عرض کیا، نہیں! مجھے خوف ہوا کہ کہیں آج عید الفطر کا دن نہ ہو۔ تو ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، عرفہ تو وہ دن ہے جس دن حاکم اسلام کسی کو امیر حج مقرر کرے اور قربانی کا دن وہ ہے جس دن حاکم اسلام قربانی کرے۔ پھر فرمایا، اے مسروق! کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عرفہ کے روزے کو ایک ہزار دن کے برابر سمجھتے تھے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصیام، باب صیام یوم عرفہ، رقم ۵۱۴۳، ج ۳، ص ۴۳۶)

ایک اور روایت میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ شہنشاہ خوش بصال، پیکر حسن و جمال، دایع رنج و ظلال، صاحب مجدد نوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ عرفہ کا روزہ ایک ہزار دن کے روزوں کے برابر ہے۔ (شعب الایمان، باب فی الصیام تخصیص یوم عرفہ، رقم ۳۷۶۳، ج ۳، ص ۳۵۷)

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ہاں پہلی سے نویں تک کے روزے بہت افضل ہیں اس پر قربانی ہو یا نہ ہو، اور سب نقلی روزوں میں بہتر روزہ عرفہ کے دن کا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لہور)

(2) المعجم الاوسط، باب الحکم، الحدیث: ۶۸۰۲، ج ۵، ص ۱۲

(3) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب فی صوم یوم عرفہ بعرۃ، الحدیث: ۲۴۴۰، ج ۲، ص ۷۹

حکیم الامت کے مدنی پھول

اے یعنی حاجی کو نویں بقرعید کے دن عرفات شریف میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا تاکہ حاجی اس دن دعا مانگے، نمازوں کے جمع کرنے اور حج کے دیگر کاموں سے عاجز نہ ہو جائے اور روزے کی وجہ سے اس کے اخلاق اپنے ساتھیوں کے ساتھ خراب نہ ہو جائیں، یہ بہت نفع بھی تنزیہی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے بارہا اس دن روزہ رکھا ہے، حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ اگر مردی میں ایسا موقع آئے تو میں روزہ رکھ

لیتا ہوں گرمیوں میں نہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۹۰)

(۳) شوال میں چھ دن کے روزے جنہیں لوگ شش عید کے روزے کہتے ہیں

حدیث ۱۲ و ۱۳: مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و طبرانی (۱) ابویوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر ان کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو ایسا ہے جیسے دہر کا روزہ رکھا۔ (۲) اور اسی کے مثل ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔

(۱) شوال کے چھ روزے رکھنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہ مدینہ قرار قلب دسینہ، صاحب معطر پسینہ، باصط لؤلؤ لکین، لیض سنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ اس کے لئے ساری زندگی روزے رکھنے کے برابر ہے۔ (مسلم، کتاب الصیام، باب استحب صوم ستہ ایام من شوال، رقم ۱۱۶۳، ص ۵۹۲)

حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے مژدہ، دو جہاں کے تاجور، سلطان محمد بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل نے ایک نیکی کو دس گنا کر دیا لہذا رمضان کا مہینہ دس مہینوں کے برابر ہے اور عید الفطر کے بعد چھ دن پورے سال کے برابر ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ رمضان کے روزے دس مہینوں کے روزوں کے برابر ہیں اور اس کے بعد چھ دن کے روزے دو مہینوں کے برابر ہیں تو یہ پورے سال کے روزے ہو گئے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الصوم، باب الترغیب فی صوم ستہ من شوال، رقم ۲، ج ۲، ص ۶۷)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحب لؤلؤ لک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الصیام، باب فی من صام رمضان وستہ ایام من شوال، رقم ۵۱۰۲، ج ۳، ص ۴۲۵)

(۲) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحب صوم ستہ ایام من شوال اتباعاً لرمضان، الحدیث: ۱۱۶۳، ص ۵۹۲

حکیم الامت کے مدنی پھول

۲۔ مسلسل یا متفرق مگر متفرق افضل، اس طرح کہ عید کے سویرے ایک روزہ رکھ لے، باقی پانچ روزے پورے مہینے میں کچھ فاصلہ کرتے ہوئے رکھ لے۔

۳۔ کیونکہ سال میں دن تقریباً تین سو ساٹھ ہوتے ہیں اور ہر نیکی کا ثواب دس گناہ تو رمضان کے تیس روزے تین سو بن گئے اور یہ چھ روزے ساٹھ ہو گئے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ ہر مہینہ میں تین روزے عمر بھر کے

حدیث ۱۴ و ۱۵: نسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ وابن حبان، ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام احمد و طبرانی و بزار جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لیے تو اُس نے پورے سال کا روزہ رکھا، کہ جو ایک نیکی لائے گا اُسے دس ملیں گی تو ماہ رمضان کا روزہ دس مہینے کے برابر ہے اور ان چھ دنوں کے بدلے میں دو مہینے تو پورے سال کے روزے ہو گئے۔ (3)

حدیث ۱۶: طبرانی اوسط میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اُس کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو گناہوں سے ایسے نکل گیا، جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (4)



روزے ہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان روزوں کا بھی یہی ثواب ہو اور ان کا بھی یہی ثواب ایک لیکن اس کے حاصل کرنے کے ذریعے بہت۔
۳۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قرہاتیں صحابہ سے مروی ہے، ترمذی نے اسے حسن فرمایا، باقی ائمہ اسنادیں اس کی نہایت صحیح ہیں۔ چنانچہ اسے طبرانی، بزار، ابن ماجہ، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، احمد، بیہقی وغیرہ کتب نے ابو ہریرہ، جابر، ثوبان، براء، ابن عازب، ابن عباس، سعد ابن سعید، ابو ایوب انصاری اور حضرت عائشہ صدیقہ سے روایتیں کیں، اس حدیث کو ضعیف کہنا سخت غلطی ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۷۵)

(3) السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الصیام، باب صیام ستہ ایام من شوال، الحدیث: ۲۸۶۰-۲۸۶۱، ج ۲، ص ۱۶۲-۱۶۳

(4) المعجم الاوسط، باب الصیام، الحدیث: ۸۶۲۲، ج ۶، ص ۲۴۴

(۴) شعبان کا روزہ اور پندرہویں شعبان کے فضائل

حدیث ۷۱: طبرانی وابن حبان معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: شعبان کی پندرہویں شب میں اللہ عزوجل تمام مخلوق کی طرف تجلی فرماتا ہے اور سب کو بخش دیتا ہے، مگر کافر اور عداوت والے کو۔ (1)

(1) الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان، کتاب الخطر والاباح، باب ما جاء في التباغض الخ، الحدیث: ۵۶۳۶، ج ۵، ص ۷۰۔
اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
قوت القلوب شریف میں ہے:

يستحب احياء خمس عشرة ليلة (الى قوله) ليلة النصف من شعبان وقد كانوا يصلون في هذه الليلة مائة ركعة بآلف مرة قل هو الله احد عشر اتي كل ركعة ويسون هذه الصلوة الصلوة الخيرة ويتعرفون بها كتبها ويستمعون فيها وربما صلوا جماعة۔ (۱) قوت القلوب فصل العشر ون في ذكر احياء الليالي مطبوعه دار صادر بيروت ۱/۶۲

پندرہ راتوں میں شب بیداری مستحب ہے (آگے چل کر فرمایا) ان میں ایک شعبان المعظم کی پندرہویں رات ہے کہ اس میں شب بیدار رہنا مستحب ہے کہ اس میں مشائخ کرام سو رکعت ہزار مرتبہ قل هو اللہ احد کے ساتھ ادا کرتے ہر رکعت میں دس دفعہ قل هو اللہ احد پڑھتے، اس نماز کا نام نبیوں نے صلوٰۃ الخیر رکھا تھا، اس کی برکت مسلمہ تھی، اس رات (یعنی پندرہ شعبان) میں اجتماع کرتے اور احياء نماز کو باجماعت ادا کرتے تھے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

محبوب رب العزت، محسن انسانیت عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: اللہ عزوجل (یعنی اس کی رحمت اور اس کا مہربان) شعبان کی پندرہویں رات آسمان دنیا پر جلوہ فگن ہوتا ہے پس والدین کے مافرمان اور کینہ پرور شخص کے علاوہ ہر مسلمان کو بخش دیتا ہے۔ (شعب الایمان، باب فی الصیام، ما جاء فی ليلة النصف من شعبان، الحدیث: ۳۸۲۹، ج ۳، ص ۳۸۱)

شہنشاہ مدینہ، قراقریب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: اللہ عزوجل شعبان کی پندرہویں شب آسمان دنیا پر اپنی تئیاں تان تجلی فرماتا ہے اور مشرک اور کینہ رکھنے والے کے علاوہ ہر مؤمن کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۳۸۲۷)

صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض مخبینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ہمارا رب عزوجل پندرہ شعبان کی رات آسمان دنیا پر (اپنی شان و شان) نزول فرماتا ہے تو شرک اور کینہ پرور کے علاوہ تمام اہل زمین کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب ما جاء فی الثناء، الحدیث: ۱۲۹۵، ج ۸، ص ۱۲۵)

نوٹ۔ کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: اللہ عزوجل شعبان کی پندرہویں شب اپنی مخلوق پر

حدیث ۱۸ و ۱۹: بیہقی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے اور یہ کہا: یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے، اس میں اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنوں کو آزاد فرماتا ہے جتنے بنی کلب (۲) کے بکریوں کے بال ہیں، مگر کافر اور عداوت والے اور رشتہ کاٹنے والے اور کپڑا لٹکانے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شراب کی مداومت کرنے والے کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا۔ (۳) امام احمد نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو روایت کی، اس میں قاتل کا بھی ذکر ہے۔

حدیث ۲۰: بیہقی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عز وجل شعبان کی پندرہویں شب میں تجلی فرماتا ہے، استغفار کرنے والوں کو بخش دیتا ہے اور طالب رحمت پر رحم فرماتا ہے اور عداوت والوں کو جس حال پر ہیں، اسی پر چھوڑ دیتا ہے۔ (۴)

حدیث ۲۱: ابن ماجہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب شعبان کی پندرہویں رات آجائے تو اُس رات کو قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو کہ رب تبارک و تعالیٰ غروب آفتاب سے آسمان دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے اور فرماتا ہے: کہ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اسے بخش دوں، ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ اُسے روزی دوں، ہے کوئی مبتلا کہ اُسے عافیت دوں، ہے کوئی ایسا، ہے کوئی ایسا اور یہ اس وقت تک فرماتا

تجلی فرماتا ہے تو مشرک اور بغض و کینہ رکھنے والے کے علاوہ تمام مخلوق کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (المجموع الکبیر، الحدیث: ۲۱۵، ج ۲۰، ص ۱۰۹) دو جہاں کے تاجور، سلطان مہر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: اللہ عز وجل شعبان کی پندرہویں شب اپنی مخلوق پر نظر رحمت فرماتا ہے تو کینہ پرور اور قاتل کے علاوہ اپنے تمام بندوں کو بخش دیتا ہے۔

(السند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۶۵۳، ج ۲، ص ۵۸۹)

(۲) حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

قبیلہ بنی کلب جن کے پاس بہت بکریاں ہیں ان بکریوں کے جسم پر جس قدر بال ہیں اتنے گناہ گاروں کی مغفرت ہوتی ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ شب برات میں عبادات کرنا، قبرستان جانا سنت ہے۔ خیال رہے کہ اس رات کو بھی شب قدر کہتے ہیں یعنی تمام سال کے انتظامی امور کے فیصلے کی رات۔ قدر بمعنی اندازہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فِيهَا يَفْرُقُ كُلُّ امْرٍ حَكِيمٍ"۔ اور ستائیسویں رمضان کو بھی شب قدر کہتے ہیں یعنی تنگی کی رات، قدر بمعنی تنگی، اس میں فرشتے اتنے نازل ہوتے ہیں کہ زمین ٹگ ہو جاتی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا"۔ شب برات کے فضائل و اعمال ہماری کتاب "مواعدہ نعیمیہ" اور "اسلامی زندگی" میں دیکھو۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲، ص ۷۸)

(۳) شعب الایمان، باب فی الصیام، ماجاء فی لیلة النصف من شعبان، الحدیث: ۳۸۳۷، ج ۳، ص ۳۸۳

(۴) شعب الایمان، باب فی الصیام، ماجاء فی لیلة النصف من شعبان، الحدیث: ۳۸۳۵، ج ۳، ص ۳۸۲

ہے کہ فجر طلوع ہو جائے۔ (5)

حدیث ۲۲: اُم المؤمنین صدیقہ فرماتی ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ رکھتے میں نے نہ دیکھا۔ (6)



(5) سنن ابن ماجہ، أبواب إقامة الصلوات، فتح، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، الحدیث: ۱۳۸۸، ج ۲، ص ۱۶۰

(6) جامع الترمذی، أبواب الصوم، باب ما جاء في وصال شعبان برضان، الحدیث: ۷۳۶، ج ۲، ص ۱۸۲

ہر مہینے میں تین روزے خصوصاً ایام بیض تیرہ، چودہ، پندرہ۔

(۵) ہر مہینے میں تین روزے خصوصاً ایام بیض تیرہ، چودہ، پندرہ

حدیث ۲۳ و ۲۴: بخاری و مسلم و نسائی ابو ہریرہ اور مسلم ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی، ان میں ایک یہ ہے کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھوں۔ (۱)
 حدیث ۲۵ و ۲۶: صحیح بخاری و مسلم میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مہینے میں تین دن کے روزے ایسے ہیں جیسے دہر (ہمیشہ) کا روزہ۔ (۲) اسی کے مثل قرہ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔

حدیث ۲۷ و ۲۸: امام احمد و ابن حبان ابن عباس اور بزار مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رمضان کے روزے اور ہر مہینے میں تین دن کے روزے سینہ کی خرابی کو دور کرتے ہیں۔ (۳)
 حدیث ۲۹: طبرانی میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: جس سے

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب میام البیض ثلاث عشرة الخ، الحدیث: ۱۹۸۱، ج ۱، ص ۶۵۱

ایام بیض میں روزہ رکھنے کا ثواب

حضرت سیدنا عبد الملک بن قنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ خاتم الفریسین، رخصۃ الفریسین، شعیب المدنی، انیس الفریسین، سراج السالکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق دامن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ایام بیض یعنی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے اور فرماتے کہ یہ پوری زندگی کے روزوں کی طرح ہیں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، باب فی صوم الثلاث من کل مہر، رقم ۲۴۴۹، ج ۲، ص ۴۸۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ایام بیض کے تین روزے رکھنے کا حکم دیا کرتے اور فرمایا کرتے، یہ ایک مہینے کے روزوں کے برابر ہے۔ (سنن انسائی، کتاب الصیام، باب کیف یصوم ثلاثۃ ایام من کل مہر، ج ۴، ص ۲۲۳)

حضرت سیدنا جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، نثرین جود و سخاوت، ہیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہر مہینے میں تین دن کے روزے یعنی تیرہویں چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے ساری زندگی کے روزوں کے برابر ہیں۔ (سنن نسائی، کتاب الصیام، باب کیف یصوم ثلاثۃ ایام من کل مہر، ج ۴، ص ۲۲۱)

(۲) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النہی عن صوم الدھراج، الحدیث: ۱۸۷۰-۱۱۵۹، (۱۱۶۲)، ص ۵۸۷، ۵۹۰

(۳) مسند ابزار، مسند علی بن طالب، الحدیث: ۶۸۸، ج ۲، ص ۲۷۱

ہو سکے، ہر مہینے میں تین روزے رکھے کہ ہر روزہ دس گناہ مٹاتا ہے اور گناہ سے ایسا پاک کر دیتا ہے جیسا پانی کپڑے کو۔ (4)
 حدیث ۳۰: امام احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مہینے میں تین روزے رکھنے ہوں تو تیرہ، چودہ، پندرہ کو رکھوں۔ (5)
 حدیث ۳۱: نسائی نے ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار چیزوں کو نہیں چھوڑتے تھے۔ عاشور اور عشرہ ذی الحجہ اور ہر مہینے میں تین دن کے روزے اور فجر کے پہلے دو رکعتیں۔ (6)
 حدیث ۳۲: نسائی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایام بیض میں بغیر روزہ کے نہ ہوتے، نہ سفر میں، نہ حضر میں۔ (7)

(4) المعجم الکبیر، الحدیث: ۶۰، ج ۲۵، ص ۳۵

(5) جامع الترمذی، أبواب الصوم، باب ماجاء فی صوم ثلاثہ ایام من کل مہر الخ، الحدیث: ۷۶۱، ج ۲، ص ۱۹۳
 حکیم الامت کے مدنی پھول

انہی دنوں کو عربی میں ایام بیض یعنی چمک دار دن کہا جاتا ہے جن کی راتیں روشن ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تاریخوں میں کمر روزے رکھتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۸۵)
 (6) سنن النسائی، کتاب الصیام، باب کیف یصوم ثلاثہ ایام من کل مہر الخ، الحدیث: ۲۳۱۳، ص ۳۹۵
 حکیم الامت کے مدنی پھول

اب یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف تک یہ تینوں قسم کے روزے رکھے لہذا یہ سب سنت ہیں، بقرعید کے دس دن سے مردوں دن ہیں ورنہ دسویں بقرعید کو روزہ حرام ہے یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل مراد ہے نہ کہ ہمیشہ کا لہذا یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ کی اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں آپ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو بقرعید کے عشرہ میں روزہ رکھتے نہ دیکھا، بقرعید کا عشرہ بہت ہی بہترین زمانہ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں بہترین ہیں کہ ان سب میں شب قدر ہے و بقرعید کے پہلے عشرہ کے دن افضل ہیں کہ ان میں عرفہ کا دن ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۹۷)

(7) سنن النسائی، کتاب الصیام، باب صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باکی حود امی الخ، الحدیث: ۲۳۳۲، ص ۳۸۶
 حکیم الامت کے مدنی پھول

اب یہاں مرقت نے فرمایا ایام بیض کے متعلق علماء کے نو قول ہیں جن میں سے زیادہ قوی قول یہ ہے کہ وہ چاند کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں راتیں ہیں، انہیں ایام بیض یا تو اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی راتیں اجیالی ہیں اور یا اس لیے کہ ان کے روزے دنوں کو نورانی اور اجیالا کرتے ہیں اور یا اس لیے کہ آدم علیہ السلام کے اعضاء جنت سے آکر سیاہ پڑ گئے تھے، رب تعالیٰ نے انہیں ان تین روزوں کا حکم دیا ہر روز سے آپ کا تنہائی جسم چمکیلا ہوا حتیٰ کہ تین روزوں کے بعد سارا جسم نہایت حسین ہو گیا۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۹۸)

(۶) پیر اور جمعرات کے روزے

حدیث ۳۳ تا ۳۵: سنن ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پیر اور جمعرات کو اعمال پیش ہوتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس وقت پیش ہو کہ میں روزہ دار ہوں۔ (۱) اسی کے مثل اسامہ بن زید و جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔

(۱) جامع الترمذی، أبواب الصوم، باب ما جاء في صوم يوم الاثنين والخميس، الحدیث: ۷۴۷، ج ۲، ص ۱۸۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس طرح کہ اعمال لکھنے والے فرشتے بندوں کے ہفتہ بھر کے اعمال ان دونوں میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ اعمال کا اٹھانا یعنی آسمانوں پر پہنچانا اور ہے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور، اعمال کا اٹھانا تو روزانہ چوبیس گھنٹے میں دوبار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال رات سے پہلے، اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں مگر پیشی ہفتہ میں دوبار لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزانہ دوبار اعمال اٹھانے کا ذکر ہے۔ (مرقات) یا اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال لکھنے والے فرشتے عمل نامے ان فرشتوں پر پیش کرتے ہیں جو اعمال ناموں کی نقل اپنے رجسٹروں میں کرتے ہیں۔ (اشعہ) تب تو یہ حدیث بالکل صاف ہے۔

۲۔ تاکہ روزے کی برکت سے رحمت الہی کا دریا جوش مارے۔ خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کی تفصیل پیشی شعبان میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ غرض کہ فرشتی سال اور ہے جس کی ابتداء محرم سے انتہاء بقرعید پر، عرشی سال کچھ اور۔ (ازمرقات) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۸۴)

پیر اور جمعرات کا روزہ رکھنے کی فضیلت

حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جب آپ روزے رکھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افطار نہ کریں گے (یعنی مسلسل روزے رکھیں گے) اور جب آپ روزے نہیں رکھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ سوائے دو دن کے کبھی روزے نہ رکھیں گے، اور دو دن ایسے ہیں کہ اگر آپ کے روزوں میں آجائیں تو ٹھیک در نہ آپ ان دنوں کا روزہ ضرور رکھتے ہیں۔ دریافت فرمایا، وہ کونسے دن ہیں؟ میں نے عرض کیا، پیر اور جمعرات۔ فرمایا، یہ وہ دن ہیں جن میں رب العالمین کی بارگاہ میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں لہذا میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال روزے کی حالت میں پیش کئے جائیں۔

(سنن نسائی، کتاب الصیام، باب صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۴، ص ۲۰۲)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قرابہ قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ،

حدیث ۳۶: ابن ماجہ انھیں سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پیر اور جمعرات کو روزے رکھا کرتے تھے، اس کے بارے میں عرض کی گئی تو فرمایا: ان دونوں دنوں میں اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی مغفرت فرماتا ہے، مگر وہ دو شخص جنھوں نے باہم جدائی کر لی ہے، ان کی نسبت ملائکہ سے فرماتا ہے: انھیں چھوڑ دو، یہاں تک کہ صلح کر لیں۔ (2)

فیض سنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہر پیر اور جمعرات کے دن اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو اللہ عزوجل ان میں مشرک کے علاوہ ہر شخص کی بخشش فرمادیتا ہے ماسوائے اس شخص کے جو اپنے بھائی سے بغض رکھتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جب تک یہ دونوں صلح نہ کر لیں انھیں چھوڑ دو۔

ایک اور روایت میں ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں تو ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ماسوائے اس شخص کے جو اپنے کسی بھائی کے ساتھ قطع تعلقی کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ جب تک یہ صلح نہ کر لیں انھیں چھوڑ دو جب تک یہ صلح نہ کر لیں انھیں چھوڑ دو۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب النہی عن الشفاء والتھاجر، رقم ۲۵۶۵، ص ۱۳۸۷)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہر پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا، اللہ عزوجل پیر اور جمعرات کے دن ہر مسلمان کی مغفرت فرمادیتا ہے مگر آپس میں جدائی رکھنے والوں کے بارے میں اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ صلح کر لیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب صیام یوم الاثنين والخميس، رقم ۱۷۴۰، ج ۲، ص ۳۴۴)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، پیر اور جمعرات کے دن اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو مغفرت چاہنے والے کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کی جاتی ہے جبکہ آپس میں کینہ رکھنے والوں کو توبہ کرنے تک مغفرت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

(المعجم الاوسط، من اسمہ محمد، رقم ۷۴۱۹، ج ۵، ص ۳۰۵)

(2) سنن ابن ماجہ، أبواب ما جاء في الصيام، باب صیام یوم الاثنين والخميس، الحدیث: ۱۷۴۰، ج ۲، ص ۳۴۴

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جمعرات اور پیر کے دن نفلی روزے رکھتے تھے اس کی وجہ اگلی حدیث میں آرہی ہے۔ پیر کو یوم الاثنين غالباً اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ بعض نے کہا کہ عرب میں ہفتہ اتوار سے شروع ہوتا ہے لہذا اتوار پہلا دن ہوا اور پیر دوسرا اور جمعرات پانچواں مگر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ سنچر سے شروع ہوتا ہے۔ (مرقات) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہے کہ اس دن ہی پیدائش عالم کی ابتداء پڑی۔ واللہ اعلم! (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۸۳)

حدیث ۳۷: ترمذی شریف میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کو خیال کر کے روزہ رکھتے تھے۔ (3)

حدیث ۳۸: صحیح مسلم شریف میں ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے پیر کے دن روزے کا سبب دریافت کیا گیا، فرمایا: اسی میں میری ولادت ہوئی اور اسی میں مجھ پر وحی نازل ہوئی۔ (4)



(3) جامع، ترمذی، أبواب الصوم، باب ما جاء في صوم يوم الاثنين والخميس، الحديث: ۷۴۵، ج ۲، ص ۱۸۶

(4) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل مہراج، الحديث: ۱۹۸۔ (۱۱۶۲)، ص ۵۹۱

حکیم الامت کے مدنی پھول

اس بات کو پوچھا گیا کہ اس دن میں روزہ رکھنا کیسا ہے اور اس کا کیا ثواب ہے یا یہ کہ یا رسول اللہ آپ ہر پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں اس میں کیا خصوصیت ہے۔ (مرقات و لمعات)

۲۔ یعنی پیر کے دن دنیا کو دو نعمتیں ملیں: ایک میری تشریف آوری اور دوسرے نزول قرآن کی ابتداء، کہ غار حرا میں پہلی وحی "اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ" الایہ پیر کے دن ہی آئی لہذا اس دن روزہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ وقت اور جگہ اشرف واقعات کی وجہ سے اشرف ہو جاتے ہیں۔ (مرقات) دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کریمہ اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی نعمت ہے کہ حضور، نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نعمتوں میں شمار کیا، رب تعالیٰ نے صرف اس نعمت پر منن فرما کر احسان جنایا کہ فرمایا: "لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ" الایہ۔ تیسرے یہ کہ اہم واقعات کی یادگاریں مناسبت سے ثابت ہے۔ چوتھے یہ کہ یادگار میں کھیل کود نہ ہونا چاہیے بلکہ عبادتیں ہوں اس لیے میلاد شریف، عید معراج، عرس وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ امام مالک کے ہاں پیر کا دن جمعہ سے بھی افضل ہے، ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ الصالح، ج ۳، ص ۲۷۳)

(۷) بعض اور دنوں کے روزے

حدیث ۳۹: ابو یعلیٰ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چہار شنبہ اور پنج شنبہ کو روزے رکھے، اس کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دی جائے گی۔ (۱)

(۱) مسند ابی یعلیٰ، مسند عبد اللہ بن عمر، الحدیث: ۵۶۱۰، ج ۵، ص ۱۱۵

بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھنے کا ثواب

حضرت سیدنا مسلم قرشی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور پاک، صاحب نولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ساری زندگی روزے رکھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، نہیں، تمہارے اہل خانہ کا بھی تم پر حق ہے، رمضان کا روزہ رکھو اور اس کے بعد والے مہینے کے روزے اور ہر بدھ اور جمعرات کے روزے رکھا کرو تو گویا تم نے ساری زندگی روزے بھی رکھے اور افطار بھی کیا۔ (جامع الترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی صوم الاربعاء والخمیس، رقم ۷۳۸، ج ۲، ص ۱۸۷)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا بلغین، زخیرۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں موتی، یا قوت اور زبرد کا ایک محل بنائے گا، اور اس کے لئے جہنم سے آزادی لکھ دی جائے گی۔ (المعجم الاوسط، من اسماء احمد، رقم ۲۵۳، ج ۱، ص ۸۷)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیب، منزہ عن الغیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک ایسا محل بنائے گا جس کا باہر اندر سے اور اندر دنیٰ حصہ باہر سے نظر آئے گا۔ (المعجم الاوسط، من اسماء احمد، رقم ۲۵۳، ج ۱، ص ۸۷)

حضرت سیدنا ابوانعامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان عروج و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں ایک ایسا محل بنائے گا جس کا باہر اندر سے اور اندر دنیٰ حصہ باہر سے نظر آئے گا۔ (طبرانی کبیر، رقم ۷۹۸۱، ج ۸، ص ۲۵۰)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحب نولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھا اس کے لئے جہنم سے آزادی لکھ دی جائے گی۔

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی، مسند عبد اللہ بن عمر، رقم ۵۶۱۰، ج ۵، ص ۱۱۵)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج و غم، صاحب مجود و نوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ کے دن روزہ رکھا پھر جمعہ کے دن ۷۰

حدیث ۴۰ تا ۴۲: طبرانی اوسط میں انھیں سے راوی، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے چار شنبہ و پنجشنبہ و جمعہ کو روزے رکھے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائے گا، جس کا باہر کا حصہ اندر سے

تھوڑا یا زیادہ صدقہ دیا تو اس کا ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (شعب الایمان، باب فی الصیام، رقم ۳۸۷۲، ج ۳، ص ۳۹۷)

ہر دوسرے دن روزہ رکھنے کا ثواب

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ خاتم انبیاء علیہ السلام، شفیع المذنبین، امین الغریبین، سراج السالکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ، مجھے خبر ملی ہے کہ تم دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات میں قیام کرتے ہو، ایسا مت کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، روزہ رکھو اور افطار بھی کرو اور ہر مہینے میں تین روزے رکھو یہ ساری زندگی روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ فرمایا، تو پھر حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو کہ ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطار کرو (یعنی نہ رکھو)۔ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ کاش! میں رخصت اختیار کر لیتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے روزے سے بڑھ کر کوئی روزہ نہیں، آدمی زندگی روزہ رکھو یعنی ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، ایک دن روزہ رکھو تمہیں باقی دنوں کا ثواب بھی ملے گا۔ تو میں نے عرض کیا، میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا، دو دن روزہ رکھو تمہیں باقی دنوں کا ثواب بھی ملے گا۔ میں نے عرض کیا، میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا، تین دن روزے رکھو تمہیں باقی دنوں کا بھی ثواب ملے گا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا، چار دن روزے رکھو تمہیں باقی دنوں کا ثواب بھی ملے گا۔ میں نے عرض کیا، میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا، اللہ عزوجل کے سب سے پسندیدہ روزے رکھو جو کہ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں، آپ علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کیا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النہی عن صوم الدھر لن تضرہ، رقم ۱۱۵۹، ص ۵۸۸)

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو اور یہ سب سے افضل روزے ہیں اور حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ تو میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ روزوں کی طاقت رکھتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے افضل کچھ نہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النہی عن صوم الدھر۔۔۔۔۔ الخ، رقم ۱۱۵۹، ص ۵۸۳)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، نجران جو دو سخاوت، ہیکر عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، عمن انہیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزے حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی نماز ہے،

دکھائی دے گا اور اندر کا باہر سے۔ (2)

اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے، کہ جنت میں موتی اور یاقوت و زبرجد کا محل بنائے گا اور اس کے لیے دوزخ سے برأت لکھ دی جائے گی۔ (3)

اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے، کہ جو ان تین دنوں کے روزے رکھے پھر جمعہ کو تھوڑا یا زیادہ تصدق کرے تو جو گناہ کیا ہے، بخش دیا جائے گا اور ایسا ہو جائے گا جیسے اُس دن کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (4) مگر خصوصیت کے ساتھ جمعہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

حدیث ۴۳۳: مسلم و نسائی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: راتوں میں سے جمعہ کی رات کو قیام کے لیے اور دنوں میں جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے خاص نہ کرو، ہاں کوئی کسی قسم کا روزہ رکھتا تھا اور جمعہ کا دن روزہ میں واقع ہو گیا تو حرج نہیں۔ (5)

آپ علیہ السلام آدمی رات آرام فرماتے اور تہائی رات نماز پڑھتے اور رات کے چھٹے حصے میں آرام فرماتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب الصیوم الدھر لمن تضربہ، ---، الخ، رقم ۱۱۵۹، ص ۵۸۷)

(2) المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۵۳، ج ۱، ص ۸۷

(3) المعجم الاوسط، الحدیث: ۴۵۳، ج ۱، ص ۸۷

(4) شعب الایمان، باب فی الصیام، صوم شوال والاربعاء والخمیس والجمعة، الحدیث: ۳۸۷۲، ج ۳، ص ۳۹۷

(5) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب کراہیۃ افراد یوم الجمعة الخ، الحدیث: ۱۳۸- (۱۱۳۲)، ص ۵۷۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس طرح کہ صرف اسی رات میں عبادت کو لازم کر لو یا سمجھ لو دوسری راتوں میں بالکل ہی غفل رہو بلکہ اور راتوں میں بھی عبادت کیا کرو، اس توجیہ پر حدیث بالکل صاف ہے یعنی جمعہ کی رات میں عبادت کرنا منع نہیں بلکہ اور راتوں میں بالکل عبادت نہ کرنا مناسب نہیں کہ یہ غفلت کی دلیل ہے، چونکہ جمعہ کی رات ہی زیادہ عظمت والی ہے، اندیشہ تھا کہ لوگ اس کو نقلی عبادتوں سے خاص کر لیں گے اس لیے اسی رات کا نام لیا گیا۔

۲۔ کیونکہ جمعہ ہفتہ بھر کی عید ہے صرف عید میں روزہ رکھنا کیسا۔ لعنت میں امام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کوئی فقہ صرف جمعہ کے روزے کو منع نہیں کرتا بلکہ بعض فقہاء ارادۃ جمعہ ہی کا روزہ رکھتے ہیں۔ (اشعہ) خلاصہ یہ کہ تمام فقہاء کے ۲ یہ حدیث خلاف اولیٰ کے لیے ہے کیوں کہ آگے صراحت حدیث میں آ رہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو بہت کم افطار کرتے، روزہ ہی رکھتے تھے۔

۳۔ مثلاً کوئی شخص ہر گیارہویں یا بارہویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا عادی ہو اور اتفاق سے اس دن جمعہ آ جائے تو رکھ لے اب خلاف اولیٰ بھی نہیں، بعض لوگ مخصوص تاریخوں میں خاص عبادتیں کرنے کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے عبادت یا دن مقرر کرنا۔

حدیث ۴۴: بخاری، مسلم، ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ انھیں سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جمعہ کے دن کوئی روزہ نہ رکھے، مگر اس صورت میں کہ اس نے پہلے یا بعد ایک دن اور روزہ رکھے۔ (6) اور ابن خزیمہ کی روایت میں ہے، جمعہ کا دن عید ہے، لہذا عید کے دن کو روزہ کا دن نہ کرو، مگر یہ کہ اس کے قبل یا بعد روزہ رکھو۔ (7)

حدیث ۴۵: صحیح بخاری و مسلم میں محمد بن عباد سے ہے کہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ کعبہ کا حواف کرتے تھے، میں نے ان سے پوچھا، کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے روزہ سے منع فرمایا؟ کہا: ہاں، اس گھر کے رب کی قسم۔ (8)



حرام ہے اور ان دو حدیثوں کی آڑ پکڑتے ہی، الحمد للہ اس جملے نے ان کے خیال کو باطل کر دیا، صاف بتا دیا کہ جمعہ کا روزہ مقرر کرنے کی وجہ سے حرام نہیں ہوا بلکہ اسکی وجہ کچھ اور ہیں جو پہلے عرض کی گئیں ورنہ یہ تاریخوں کا مقرر کرنا کیوں درست ہوتا۔ اس کی پوری بحث اس جگہ مرقات میں ملاحظہ فرمائیے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۸۰)

(6) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب کراہیۃ افراد یوم الجمعة الخ، الحدیث: ۱۱۳۳، ص ۵۷۶

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھے یا جمعرات جمعہ یا جمعہ ہفتہ دو دن روزے رکھے، اس کی تحقیق آگے آرہی ہے۔

۲۔ فتح القدیر میں ہے کہ امام ابو حنیفہ و امام محمد کے ہاں صرف جمعہ کا روزہ جائز ہے یہ ممانعت تنزیہی ہے وہ بھی بعض صورتوں میں جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔ نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھنا بہتر اس کی وجہ اللہ رسول ہی جانتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ چونکہ یہ دن غسل کرنے، پہننے، کھانے، پینے، خطبہ سننے، نماز جمعہ پڑھنے وغیرہ عبادات کا ہے ممکن ہے روزے کی وجہ سے بندہ یہ کام بخوبی انجام نہ دے سکے جیسے حاجی کے لیے عرفہ کے دن روزہ رکھنا بہتر نہیں کہ وہ اس دن روزہ رکھ کر آج کے کام اچھی طرح نہ کر سکے گا۔ شریعت نے اور بہت سی وجہیں بیان کی ہیں لیکن یہ وجہ زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ یہود کے ہاں ہفتہ کا دن افضل ہے اور عیسائیوں کے ہاں اتوار بہتر، وہ لوگ ان دنوں میں روزے رکھتے ہیں اگر مسلمان اپنے افضل دن یعنی صرف جمعہ کا روزہ رکھیں تو ان سے مشابہت ہو جائے گی۔ واللہ اعلم! (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۷۹)

(7) صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب الدلیل علی ان یوم الجمعة یوم عید الخ، الحدیث: ۲۱۶۱، ج ۳، ص ۳۱۵

(8) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب کراہیۃ افراد یوم الجمعة الخ، الحدیث: ۱۱۳۳، ص ۵۷۵

منت کے روزہ کا بیان

شرعی منت جس کے ماننے سے شرعاً اس کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے، اس کے لیے مطلقاً چند شرطیں ہیں:

(۱) ایسی چیز کی منت ہو کہ اس کی جنس سے کوئی واجب ہو، عیادت مریض اور مسجد میں جانے اور جنازہ کے ساتھ جانے کی منت نہیں ہو سکتی۔

(۲) وہ عبادت خود بالذات مقصود ہو کسی دوسری عبادت کے لیے وسیلہ نہ ہو، لہذا وضو و غسل و نظر مصحف کی منت صحیح نہیں۔

(۳) اس چیز کی منت نہ ہو جو شرع نے خود اس پر واجب کی ہو، خواہ فی الحال یا آئندہ مثلاً آج کی ظہر یا کسی فرض نماز کی منت صحیح نہیں کہ یہ چیزیں تو خود ہی واجب ہیں۔

(۴) جس چیز کی منت مانی وہ خود بذاتہ کوئی گناہ کی بات نہ ہو اور اگر کسی اور وجہ سے گناہ ہو تو منت صحیح ہو جائے گی، مثلاً عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے، اگر اس کی منت مانی تو منت ہو جائے گی اگرچہ حکم یہ ہے کہ اس دن نہ رکھے، بلکہ کسی دوسرے دن رکھے کہ یہ ممانعت عارضی ہے یعنی عید کے دن ہونے کی وجہ سے، خود روزہ ایک جائز چیز ہے۔

(۵) ایسی چیز کی منت نہ ہو جس کا ہونا محال ہو، مثلاً یہ منت مانی کہ کل گزشتہ میں روزہ رکھوں گا یہ منت صحیح نہیں۔ (۱) مسئلہ ۱: منت صحیح ہونے کے لیے کچھ یہ ضرور نہیں کہ دل میں اس کا ارادہ بھی ہو، اگر کہن کچھ چاہتا تھا زبان سے منت کے الفاظ جاری ہو گئے منت صحیح ہوئی یا کہن یہ چاہتا تھا کہ اللہ (عزوجل) کے لیے مجھ پر ایک دن کا روزہ رکھنا ہے اور زبان سے ایک مہینہ نکلا مہینے بھر کا روزہ واجب ہو گیا۔ (۲)

مسئلہ ۲: ایام منہیہ یعنی عید و بقر عید اور ذی الحجہ کی گیارہویں بارہویں تیرہویں کے روزے رکھنے کی منت مانی اور انہیں دنوں میں رکھ بھی لیے تو اگرچہ یہ گناہ ہوا مگر منت ادا ہو گئی۔ (۳)

مسئلہ ۳: اس سال کے روزے کی منت مانی تو ایام منہیہ چھوڑ کر باقی دنوں میں روزے رکھے اور ان دنوں کے

(۱) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب السادس فی النذر، ج ۱، ص ۲۰۸

(۲) رد المحتار، کتاب الصوم، مطلب فی الکلام علی النذر، ج ۳، ص ۴۸۲

وافتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب السادس فی النذر، ج ۱، ص ۲۰۹

(۳) الدر المختار کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۸۱-۴۸۳، وغیرہ

بدلے کے اور دنوں میں رکھے اور اگر ایامِ منہیہ میں بھی رکھ لیے تو منت پوری ہوگئی مگر گنہگار ہوا۔ یہ ختم اس وقت ہے کہ ایامِ منہیہ سے پہلے منت مانی اور اگر ایامِ منہیہ گزرنے کے بعد مثلاً ذی الحجہ کی چودھویں شب میں اس سال کے روزے کی منت مانی تو ختم ذی الحجہ تک روزہ رکھنے سے منت پوری ہوگئی کہ یہ سال ختم ذی الحجہ پر ختم ہو جاتا ہے اور رمضان سے پہلے اس سنہ کے روزے کی منت مانی تھی تو رمضان کے بدلے کے روزے اس کے ذمہ نہیں۔

اور اگر منت میں پے در پے روزہ کی شرط یا نیت کی جب بھی جن دنوں میں روزہ کی ممانعت ہے، اُن میں روزہ نہ رکھے۔ مگر بعد میں پے در پے ان دنوں کی قضا رکھے اور اگر ایک دن بھی بے روزہ رہا تو اس دن کے پہلے جتنے روزے رکھے تھے، ان سب کا اعادہ کرے اور اگر ایک سال کے روزے کی منت کی تو سال بھر روزہ رکھنے کے بعد پینتیس ۳۵ یا چونتیس ۳۴ دن کے اور رکھے یعنی ماہِ رمضان اور پانچ دن ایامِ ممنوعہ کے بدلے کے، اگرچہ ان دنوں میں بھی اُس نے روزے رکھے ہوں کہ اس صورت میں یہ ناکافی ہیں۔ البتہ اگر یوں کہا کہ ایک سال کے روزے پے در پے رکھوں گا تو اب ان پینتیس ۳۵ دنوں کے روزوں کی ضرورت نہیں، مگر اس صورت میں اگر پے در پے نہ ہوں گے تو سرے سے پھر رکھنے ہوں گے، مگر ایامِ ممنوعہ میں نہ رکھے بلکہ سال پورا ہونے پر پانچ دن علی الاطلاق رکھ لے۔ (۴)

مسئلہ ۴: منت کے الفاظ میں یمین (قسم) کا بھی احتمال ہے، لہذا یہاں چھ صورتیں ہوں گی:

(۱) ان لفظوں سے کچھ نیت نہ کی نہ منت کی نہ یمین کی۔

(۲) فقط منت کی نیت کی یعنی یمین ہونے نہ ہونے کسی کا ارادہ نہ کیا۔

(۳) منت کی نیت کی اور یہ کہ یمین نہیں۔

(۴) یمین کی نیت کی اور یہ کہ منت نہیں۔

(۵) منت اور یمین دونوں کی نیت کی۔

(۶) فقط یمین کی نیت کی اور منت ہونے یا نہ ہونے کسی کی نہیں۔

پہلی تین صورتوں میں فقط منت ہے کہ پوری نہ کرے تو قضا دے اور چوتھی صورت میں یمین ہے کہ اگر پوری نہ کی تو کفارہ دینا ہوگا۔ پانچویں اور چھٹی صورتوں میں منت اور یمین دونوں ہیں، پوری نہ کرے تو منت کی قضا دے اور یمین کا کفارہ۔ (۵)

مسئلہ ۵: اس مہینے کے روزے کی منت مانی اور اس میں ایامِ منہیہ ہیں تو اُن میں روزے نہ رکھے، بلکہ اُن کے

(۴) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، مطلب فی الکلام علی الحد، ج ۳، ص ۴۸۲-۴۸۳

(۵) تنویر البصار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۸۳

بدلے کے بعد میں رکھے اور رکھ لیے تو گنہگار ہوا مگر منت پوری ہوگئی اور اس صورت میں پورے ایک مہینے کے روزے واجب نہیں، بلکہ منت ماننے کے وقت سے اُس مہینے میں جتنے دن باقی ہیں اُن دنوں میں روزے واجب ہیں اور اگر وہ مہینہ رمضان کا تھا تو منت ہی نہ ہوئی کہ رمضان کے روزے تو خود ہی فرض ہیں۔ ہاں اگر ماہ رمضان کے روزوں کی منت مانی اور رمضان آنے سے پہلے انتقال ہو گیا تو ایک ماہ تک مسکین کو کھانا کھلانے کی وصیت واجب ہے۔

اور اگر کسی معین مہینے کی منت مانی، مثلاً رجب یا شعبان کی تو پورے مہینہ کا روزہ ضرور ہے، وہ مہینہ اوتیس کا ہو تو اوتیس روزے اور تیس کا ہو تو تیس اور ناغہ نہ کرے پھر اگر کوئی روزہ چھوٹ گیا تو اس کو بعد میں رکھ لے پورے مہینے کے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ (6)

مسئلہ ۶: ایک مہینے کے روزے کی منت مانی تو پورے تیس ۳۰ دن کے روزے واجب ہیں، اگرچہ جس مہینے میں رکھے وہ اوتیس ہی کا ہو اور یہ بھی ضرور ہے کہ کوئی روزہ ایام منہیہ میں نہ ہو کہ اس صورت میں اگر ایام منہیہ میں روزے رکھے تو گنہگار تو ہوا ہی، وہ روزے بھی ناکافی ہیں اور پے درپے کی شرط لگائی یا دل میں نیت کی تو یہ بھی ضرور ہے کہ ناغہ نہ ہونے پائے اگر ناغہ ہوا، اگرچہ ایام منہیہ میں تو اب سے ایک مہینے کے علی الاتصال روزے رکھے یعنی یہ ضرور ہے کہ ان تیس دنوں میں کوئی دن ایسا نہ ہو، جس میں روزہ کی ممانعت ہے اور پے درپے کی نہ شرط لگائی، نہ نیت میں ہے تو متفرق طور پر تیس روزے رکھ لینے سے بھی منت پوری ہو جائے گی۔

اور اگر عورت نے ایک ماہ پے درپے روزے رکھنے کی منت مانی تو اگر ایک مہینہ یا زیادہ طہارت کا زمانہ اُسے ملتا ہے تو ضرور ہے کہ ایسے وقت شروع کرے کہ حیض آنے سے پیشتر تیس دن پورے ہو جائیں، ورنہ حیض آنے کے بعد اب سے تیس پورے کرنے ہوں گے اور اگر مہینہ پورا ہونے سے پہلے اُسے حیض آجایا کرتا ہے تو حیض سے پہلے جتنے روزے رکھ چکی ہے، انہیں حساب کر لے جو باقی رہ گئے، انہیں حیض ختم ہونے کے بعد متصل بلا ناغہ پورا کر لے۔ (7)

مسئلہ ۷: پے درپے روزے کی منت مانی تو ناغہ کرنا جائز نہیں اور متفرق طور پر مثلاً دس ۱۰ روزے کی منت مانی تو لگاتار رکھنا جائز ہے۔ (8)

مسئلہ ۸: منت دو قسم ہے۔

ایک معلق کہ میرا فلاں کام ہو جائے گا یا فلاں شخص سفر سے آجائے تو مجھ پر اللہ (عزوجل) کے لیے اتنے روزے

(6) رد المحتار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۴۸۳، ۴۸۶، وغیرہ

(7) امدار مختار و رد المحتار، کتاب الصوم، مطلب فی صوم الست من شوال، ج ۳، ص ۴۸۶، وغیرہ

(8) البحر الرائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر، ج ۲، ص ۵۱۹

یا نماز یا صدقہ وغیرہ ہے۔

دوسری غیر معلق جو کسی چیز کے ہونے، نہ ہونے پر موقوف نہیں بلکہ یہ کہ اللہ (عزوجل) کے لیے میں اپنے اوپر اتنے روزے یا نماز یا صدقہ وغیرہ واجب کرتا ہوں۔ غیر معلق میں اگرچہ وقت یا جگہ وغیرہ معین کرے، مگر منت پوری کرنے کے لیے یہ ضرور نہیں کہ اس سے پیشتر یا اس کے غیر میں نہ ہو سکے، بلکہ اگر اس وقت سے پیشتر روزے رکھ لیے یا نماز پڑھ لی وغیرہ تو منت پوری ہوگئی۔

مسئلہ ۹: اس رجب کے روزے کی منت مانی اور جمادی الآخرہ میں روزے رکھ لیے اور یہ مہینہ اُتیس کا ہوا، اگر یہ رجب بھی اُتیس کا ہو تو پوری ہوگئی ایک اور روزہ کی ضرورت نہیں اور تیس کا ہو تو ایک روزہ اور رکھے۔ (9)

مسئلہ ۱۰: اس رجب کے روزہ کی منت مانی اور رجب میں بیمار رہا تو دوسرے دنوں میں ان کی قضا رکھے اور قضا میں اختیار ہے کہ لگا تار روزے ہوں یا ناغہ دے کر۔ (10)

مسئلہ ۱۱: معلق میں شرط پائی جانے سے پہلے منت پوری نہیں کر سکتا، اگر پہلے ہی روزے رکھ لیے بعد میں شرط پائی گئی تو اب پھر رکھنا واجب ہوگا، پہلے کے روزے اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ (11)

مسئلہ ۱۲: ایک دن کے روزے کی منت مانی تو اختیار ہے کہ ایام مہینہ کے سوا جس دن چاہے روزہ رکھ لے۔ یوہیں دو دن، تین دن میں بھی اختیار ہے، البتہ اگر ان میں پے درپے کی نیت کی تو پے درپے رکھنا واجب ہوگا، ورنہ اختیار ہے کہ ایک ساتھ رکھے یا ناغہ دے کر اور متفرق کی نیت کی اور پے درپے رکھ لیے جب بھی جائز ہے۔ (12)

مسئلہ ۱۳: ایک ساتھ دس ۱۰ روزوں کی منت مانی اور پندرہ روزے رکھے، بیچ میں ایک دن افطار کیا اور یہ یاد نہیں کہ کون سے دن روزہ نہ تھا تو لگا تار پانچ دن اور رکھ لے۔ (13)

مسئلہ ۱۴: مریض نے ایک ماہ روزہ رکھنے کی منت مانی اور صحت نہ ہوئی مر گیا تو اُس پر کچھ نہیں اور اگر ایک دن کے لیے بھی اچھا ہو گیا تھا اور روزہ نہ رکھا تو پورے مہینے بھر کے فدیہ کی وصیت کرنا واجب ہے اور اس دن روزہ رکھ لیا جب بھی باقی دنوں کے لیے وصیت چاہیے۔ یوہیں اگر تندرست نے منت مانی اور مہینہ پورا ہونے سے پہلے مر گیا تو اس

(9) رد المحتار، کتاب الصوم، مطلب فی صوم الست من شوال، ج ۳، ص ۲۸۷

(10) الدر المختار، کتاب الصوم، ج ۳، ص ۲۸۹

(11) المرجع السابق ص ۲۸۸

(12) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب السادس فی الفدر، ج ۱، ص ۲۰۹

(13) المرجع السابق

پر بھی وصیت کرنا واجب ہے اور اگر رات میں منت مانی تھی اور رات ہی میں مر گیا جب بھی وصیت کر دینی چاہیے۔ (14)

مسئلہ ۱۵: یہ منت مانی کہ جس دن فلاں شخص آئے گا، اس دن اللہ (عزوجل) کے لیے مجھ پر روزہ رکھنا واجب ہے تو اگر ضحوة کبریٰ سے پیشتر آیا اور اُس نے کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو روزہ رکھ لے اور اگر رات میں آیا تو کچھ نہیں۔ یوں اگر زواہ کے بعد آیا یا کھانے کے بعد آیا یا منت ماننے والی عورت تھی اور اُس دن اُسے حیض تھا تو ان صورتوں میں بھی کچھ نہیں اور اگر یہ کہا تھا کہ جس دن فلاں آئے گا، اُس دن کا اللہ (عزوجل) کے لیے مجھے ہمیشہ روزہ رکھنا ہے اور کھانا کھانے کے بعد آیا تو اُس دن کا روزہ تو نہیں، مگر آئندہ ہر ہفتہ میں اُس دن کا روزہ اُس پر واجب ہو گیا، مثلاً پیر کے دن آیا تو ہر پیر کو روزہ رکھے۔ (15)

مسئلہ ۱۶: یہ منت مانی کہ جس دن فلاں آئے گا، اُس روز کا روزہ مجھ پر ہمیشہ ہے اور دوسری منت یہ مانی کہ جس دن فلاں کو صحت ہو جائے اس دن کا روزہ مجھ پر ہمیشہ ہے۔ اتفاقاً جس دن وہ آیا، اُسی دن وہ اچھا بھی ہو گیا تو ہر ہفتہ میں صرف اُسی ایک دن کا روزہ رکھنا اس پر ہمیشہ واجب ہوا۔ (16)

مسئلہ ۱۷: آدھے دن کے روزے کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں۔ (17)



(14) امدد المحتار و رد المحتار، کتاب الصوم، مطلب فی صوم الست من شوال، ج ۳، ص ۲۸۸

(15) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السادس فی النذر، ج ۱، ص ۲۰۸، ۲۰۹، وغیرہ

(16) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السادس فی النذر، ج ۱، ص ۲۰۹

(17) مرجع سابق

اعتکاف کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

(وَلَا تَبَاسِثُ رُؤُوسَهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ) (1)

عورتوں سے مباشرت نہ کرو، جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کیے ہوئے ہو۔

حدیث ۱: صحیحین میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رمضان کے آخر عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے۔ (2)

(1) پ ۲، البقرہ: ۱۸۷

اعتکاف پرانی عبادت ہے

پچھلی اشعوں میں بھی اعتکاف کی عبادت موجود تھی۔ چنانچہ پارہ پہلا سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۲۵ میں اللہ عزوجل کا فرمان عالی شان ہے:

وَعَهْدُنَا إِلَىٰ آبْرَاهِمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتُنَا لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿۱۲۵﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسمعیل (علیہما السلام) کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں

در رکوع و سجود والوں کیلئے۔ (پ ۱ البقرہ ۱۲۵)

(2) صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف الاخر من رمضان، الحدیث: ۱۱۷۲، ص ۵۹۷

حکیم الامت کے مدنی پھول

اس اس بیٹنگی سے معلوم ہوا کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اور چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم امت کو صراحتہ نہ دیا بلکہ رغبت دی

معلوم ہو، کہ یہ اعتکاف واجب نہیں کیونکہ وجوب کے لیے حکم دینا ضروری ہے، لہذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ رمضان کا اعتکاف

سنت مؤکدہ ہے، پھر سارے مدینہ منورہ میں صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ ہی اعتکاف کرتے تھے سب مسلمان نہ کرتے

تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۳۲۳)

اعتکاف کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرور معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب پ اکبر صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بندے کا اپنے بھائی کی حاجت روائی کے لئے چلنا اس کے لئے دس سال اعتکاف کرنے سے بہتر ہے اور جو اللہ

عزوجل کی رضا کے لئے ایک دن اعتکاف کرتا ہے اللہ عزوجل اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں بنا دیتا ہے اور ان میں سے دو خندقوں کا

درمیانی فاصلہ مشرق و مغرب کے فاصلے سے زیادہ ہے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الصوم، باب الترغیب فی الاعتکاف، رقم ۲، ج ۲، ص ۹۶)

حدیث ۲: ابو داؤد انھیں سے راوی، کہتی ہیں: معتکف پر سنت (یعنی حدیث سے ثابت) یہ ہے کہ نہ مریض کی عیادت کو جائے نہ جنازہ میں حاضر ہو، نہ عورت کو ہاتھ لگائے اور نہ اس سے مباشرت کرے اور نہ کسی حاجت کے لیے جائے، مگر اس حاجت کے لیے جاسکتا ہے جو ضروری ہے اور اعتکاف بغیر روزہ کے نہیں اور اعتکاف جماعت والی مسجد میں کرے۔ (3)

حدیث ۳: ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا: وہ گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیوں سے اُسے اُس قدر ثواب ملتا ہے جیسے اُس نے تمام نیکیاں کیں۔ (4)

حدیث ۴: بیہقی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان میں دس ۱۰ دنوں کا اعتکاف کر لیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کرے۔ (5)

مسئلہ ۱: مسجد میں اللہ (عزوجل) کے لیے نیت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے اور اس کے لیے مسلمان، عاقل اور جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ بلوغ شرط نہیں بلکہ نابالغ جو تمیز رکھتا ہے اگر بہ نیت اعتکاف مسجد میں ٹھہرے تو یہ اعتکاف صحیح ہے، آزاد ہونا بھی شرط نہیں لہذا غلام بھی اعتکاف کر سکتا ہے، مگر اسے مولیٰ سے اجازت لینا ہوگی اور مولیٰ کو بہر حال منع کرنے کا حق حاصل ہے۔ (6)

(3) سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب المعتکف یعود المریض، الحدیث: ۲۴۷۳، ج ۲، ص ۲۹۲

(4) سنن ابن ماجہ، أبواب ما جاء فی الصیام، باب فی ثواب الاعتکاف، الحدیث: ۱۷۸۱، ج ۲، ص ۳۶۵

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی اعتکاف کا فوری فائدہ تو یہ ہے کہ یہ معتکف کو گناہوں سے باز رکھتا ہے۔ عکف کے معنی ہیں روکنا، بڑ رکھنا، کیونکہ اکثر منہا غیبت، جھوٹ اور چغلی وغیرہ لوگوں سے اختلاط کے باعث ہوتی ہے معتکف گوشہ نشین ہے اور جو اس سے ملنے آتا ہے وہ بھی مسجد و اعتکاف کا لحاظ رکھتے ہوئے بری باتیں نہ کرتا ہے نہ کراتا ہے۔

۲۔ یعنی معتکف اعتکاف کی وجہ سے جن نیکیوں سے محروم ہو گیا جیسے زیارت قبور، مسلمانوں سے ملاقات، بیمار کی مزاج پرسی، نماز جنازہ میں حضری اسے ان سب نیکیوں کا ثواب اسی طرح ملتا ہے جیسے یہ کام کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے، ان شاء اللہ غازی، حاجی، طالب علم دین کا بھی یہی حال ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۳۳۲)

(5) شعب الایمان، باب فی الاعتکاف، الحدیث: ۳۹۶۶، ج ۳، ص ۲۲۵

(6) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۳۹۲-۳۹۳

والفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السالغ فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۱

مسئلہ ۲: مسجد جامع ہونا اعتکاف کے لیے شرط نہیں بلکہ مسجد جماعت میں بھی ہو سکتا ہے۔ مسجد جماعت وہ ہے جس میں امام و مؤذن مقرر ہوں، اگرچہ اس میں پنجگانہ جماعت نہ ہوتی ہو اور آسانی اس میں ہے کہ مطلقاً ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اگرچہ وہ مسجد جماعت نہ ہو، خصوصاً اس زمانہ میں کہ بہتری مسجدیں ایسی ہیں جن میں نہ امام ہیں نہ مؤذن۔ (7)

مسئلہ ۳: سب سے افضل مسجد حرم شریف میں اعتکاف ہے پھر مسجد نبوی میں علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پھر مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں پھر اس میں جہاں بڑی جماعت ہوتی ہو۔ (8)

مسئلہ ۴: عورت کو مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے، بلکہ وہ گھر میں ہی اعتکاف کرے مگر اس جگہ کرے جو اس نے نماز پڑھنے کے لیے مقرر کر رکھی ہے جسے مسجد بیت کہتے ہیں اور عورت کے لیے یہ مستحب بھی ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے

اعتکاف کی تعریف

شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بارگاہِ دعوت اسلامی، حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب فیضان رمضان میں تحریر فرماتے ہیں:

مسجد میں اللہ عز و جل کی رضا کیلئے بہ نیت اعتکاف ٹھہرنا اعتکاف ہے۔ اس کیلئے مسلمان کا عاقل اور جنبت اور خبیث و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ بلوغ شرط نہیں مابالغ بھی جو تیز رکھتا ہے اگر بہ نیت اعتکاف مسجد میں ٹھہرے تو اس کا اعتکاف صحیح ہے۔

(عائگیری ج ۱ ص ۲۱۱)

اعتکاف کے لفظی معنی

اعتکاف کے لغوی معنی ہیں، ڈھرنانا مطلب یہ کہ مُعْتَكِفُ اللہ رب العزت عز و جل کی بارگاہِ عظمت میں اُس کی عبادت پر کمر بستہ ہو کر ڈھرنانا کہ پڑا رہتا ہے۔ اس کی تکی ڈھن ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کا پروردگار عز و جل اس سے راضی ہو جائے۔

اب تو غنی کے در پر بستر جمادئے ہیں

حضرت سیدنا عطاء خراسانی قدس سرہ الشوریانی فرماتے ہیں، مُعْتَكِفُ کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ تعالیٰ کے در پر آ پڑا ہو اور یہ کہہ رہا ہو، یا اللہ رب العزت عز و جل جب تک تو میری مغفرت نہیں فرمادے گا میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔

(مُعْتَكِفُ الْاِیْمَان ج ۳ ص ۲۶۶ حدیث ۳۹۷۰)

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے

اب تو غنی کے در پر بستر جمادئے ہیں

(حدائقِ بخشش)

(7) رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۳

(8) الجوهرة النيرة، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ص ۱۸۸

کے لیے کوئی جگہ مقرر کر لے اور چاہیے کہ اس جگہ کو پاک صاف رکھے اور بہتر یہ کہ اس جگہ کو چبوترہ وغیرہ کی طرح بلند کر لے۔ بلکہ مرد کو بھی چاہیے کہ نوافل کے لیے گھر میں کوئی جگہ مقرر کر لے کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ (9)

مسئلہ ۵: اگر عورت نے نماز کے لیے کوئی جگہ مقرر نہیں کر رکھی ہے تو گھر میں اعتکاف نہیں کر سکتی، البتہ اگر اس وقت یعنی جب کہ اعتکاف کا ارادہ کیا کسی جگہ کو نماز کے لیے خاص کر لیا تو اس جگہ اعتکاف کر سکتی ہے۔ (10)

مسئلہ ۶: ختنی (ہیجڑا) مسجد بیت میں اعتکاف نہیں کر سکتا۔ (11)

(9) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۳

(10) المرجع السابق

(11) الدر المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۳

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اعتکاف عشرہ اخیرہ کی سنت مؤکدہ علیٰ وجہ الکفایہ ہے، جس پر حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواظبت و مداومت فرمائی پورے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف ہے، ایک روز بھی کم ہو تو سنت ادا نہ ہوگی، ہاں اعتکاف نفل کے لیے کوئی حد مقرر نہیں، ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے، اگر چہ بے روزہ ہو۔ ولہذا اچاہئے کہ جب نماز کو مسجد میں آئے بیت اعتکاف کر لے کہ یہ دوسری عبادت مفت حاصل ہو جائے گی، در مختار میں ہے:

سنة مؤکدة فی العشر الاخیر من رمضان ای سنة کفایة کما فی البرہان وغیرہ۔
رمضان کے آخری عشرہ میں سنت مؤکدہ ہے یعنی سنت کفایہ ہے، جیسا کہ برہان وغیرہ میں ہے۔

(اے در مختار باب الاعتکاف مجتہائی دہلی ۱/ ۱۵۶)

اسی میں ہے:

واقعه نفلا ساعة من لیل او نهار عند محمد، وهو ظاهر الروایة عن الامام لہناء النفل علی المسامحة وبہ یفتی
والساعة فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لا جزء من اربعة وعشرین کما یقولہ المنجمون کما فی غرر الاذکار
وغیرہ۔

امام محمد کے نزدیک کم سے کم نفل اعتکاف دن و رات میں ایک گھڑی کا بھی ہو سکتا ہے اور امام اعظم سے بھی ظاہر الروایت میں ہے کیونکہ نفل کی بناء آسانی پر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، عرف فقہاء میں ساعت کا مفہوم زمانے کا ایک جز ہے نہ کہ چوبیس گھنٹوں میں سے ایک گھنٹہ جو کہ اہل توحید کا موقف ہے، جیسا کہ غرر الاذکار وغیرہ میں ہے۔ (اے در مختار باب الاعتکاف مطبع مجتہائی دہلی ۱/ ۵۷-۱۵۶)

فتح القدیر میں ہے:

الاعتکاف ینقسم الی واجب وهو المنذور تنجیزاً وتعلیقاً والی سنة مؤکدة وهو اعتکاف العشر

مسئلہ ۷: اعتکاف تین قسم ہے۔

- (۱) واجب، کہ اعتکاف کی منت مانی یعنی زبان سے کہا، محض دل میں ارادہ سے واجب نہ ہوگا۔
- (۲) سنت مؤکدہ، کہ رمضان کے پورے عشرہ اخیرہ یعنی آخر کے دس دن میں اعتکاف کیا جائے یعنی بیسویں رمضان کو سورج ڈوبتے وقت بہ نیت اعتکاف مسجد میں ہو اور بیسویں کے غروب کے بعد یا آتیس کو چاند ہونے کے بعد نکلے۔ اگر بیسویں تاریخ کو بعد نماز مغرب نیت اعتکاف کی تو سنت مؤکدہ ادا نہ ہوئی اور یہ اعتکاف سنت کفایہ ہے کہ اگر سب ترک کریں تو سب سے مطالبہ ہوگا اور شہر میں ایک نے کر لیا تو سب بری الذمہ۔
- (۳) ان دو ۲ کے علاوہ اور جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب و سنت غیر مؤکدہ ہے۔ (12)

مسئلہ ۸: اعتکاف مستحب کے لیے نہ روزہ شرط ہے، نہ اس کے لیے کوئی خاص وقت مقرر، بلکہ جب مسجد میں اعتکاف کی نیت کی، جب تک مسجد میں ہے معتکف ہے، چلا آیا اعتکاف ختم ہو گیا۔ (13) یہ بغیر محنت ثواب مل رہا ہے کہ فقط نیت کر لینے سے اعتکاف کا ثواب ملتا ہے، اسے تو نہ کھونا چاہیے۔ مسجد میں اگر دروازہ پر یہ عبارت لکھ دی جائے کہ اعتکاف کی نیت کر لو، اعتکاف کا ثواب پاؤ گے تو بہتر ہے کہ جو اس سے نادانف ہیں انھیں معلوم ہو جائے اور جو جانتے ہیں اُن کے لیے یاد دہانی ہو۔

مسئلہ ۹: اعتکاف سنت یعنی رمضان شریف کی پچھلی دس تاریخوں میں جو کیا جاتا ہے، اُس میں روزہ شرط ہے، لہذا اگر کسی مریض یا مسافر نے اعتکاف تو کیا مگر روزہ نہ رکھا تو سنت ادا نہ ہوئی بلکہ نفل ہوا۔ (14)

مسئلہ ۱۰: منت کے اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے، یہاں تک کہ اگر ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور یہ

الاواخر من رمضان والی مستحب وهو ما سواهما ۲۔

اعتکاف واجب، سنت مؤکدہ اور مستحب پر منقسم ہے، واجب جس کی نذر مانی گئی ہو خواہ فی الفور یا معلق ہو، اور سنت مؤکدہ وہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے، اور مستحب جو ان مذکورہ دونوں صورتوں کے علاوہ ہے۔

(۲) فتح القدیر باب الاعتکاف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۳۰۵

رد المحتار میں ہے:

المسنون هو اعتکاف العشرین تمامہ ۲، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۳) رد المحتار باب الاعتکاف معطفی البابی مصر ۲/ ۱۳۳

سنت اعتکاف ۳ رمضان کا پورا عشرہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۲۵۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(12) المرجع السابق، ص ۴۹۵، والفتاویٰ الھدیۃ، کتاب الصوم، الباب السالط فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۱

(13) الفتاویٰ الھدیۃ، کتاب الصوم، الباب السالط فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۱، وغیرہ

(14) رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۶

کہا کہ روزہ نہ رکھے گا جب بھی روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر رات کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں کہ رات میں روزہ نہیں ہو سکتا اور اگر یوں کہا کہ ایک دن رات کا مجھ پر اعتکاف ہے تو یہ منت صحیح ہے اور اگر آج کے اعتکاف کی منت مانی اور کھانا کھا چکا ہے تو منت صحیح نہیں۔ (15) یوں اگر ضحہ کبریٰ کے بعد منت مانی اور روزہ نہ تھا تو یہ منت صحیح نہیں کہ اب روزہ کی نیت نہیں کر سکتا، بلکہ اگر روزہ کی نیت کر سکتا ہو مثلاً ضحہ کبریٰ سے قبل جب بھی منت صحیح نہیں کہ یہ روزہ نفل ہوگا اور اس اعتکاف میں روزہ واجب درکار۔

مسئلہ ۱۱: یہ ضرور نہیں کہ خاص اعتکاف ہی کے لیے روزہ ہو بلکہ روزہ ہونا ضروری ہے، اگرچہ اعتکاف کی نیت سے نہ ہو مثلاً اس رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تو وہی رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لیے کافی ہیں اور اگر رمضان کے روزے تو رکھے مگر اعتکاف نہ کیا تو اب ایک ماہ کے روزے رکھے اور اس کے ساتھ اعتکاف کرے اور اگر یوں نہ کیا یعنی روزے رکھ کر اعتکاف نہ کیا اور دوسرا رمضان آگیا تو اس رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لیے کافی نہیں۔

یوں اگر کسی اور واجب کے روزے رکھے تو یہ اعتکاف ان روزوں کے ساتھ بھی ادا نہیں ہو سکتا، بلکہ اب اُس کے لیے خاص اعتکاف کی نیت سے روزے رکھنا ضروری ہے اور اگر اس صورت میں کہ رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تھی نہ روزے رکھے، نہ اعتکاف کیا اب ان روزوں کی قضا رکھ رہا ہے تو ان قضا روزوں کے ساتھ وہ اعتکاف کی منت بھی پوری کر سکتا ہے۔ (16)

مسئلہ ۱۲: نفلی روزہ رکھا تھا اور اُس دن کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں کہ اعتکاف واجب کے لیے نفلی روزہ کافی نہیں اور یہ روزہ واجب ہو نہیں سکتا۔ (17)

مسئلہ ۱۳: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت رمضان میں پوری نہیں کر سکتا بلکہ خاص اُس اعتکاف کے لیے روزے رکھنے ہوں گے۔ (18)

(15) الدر المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۶

وافتادی الھندیہ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۱

(16) الدر المختار ودر المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۷

وافتادی الھندیہ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۱

(17) الفتاوی الھندیہ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۱

(18) المرجع السابق

مسئلہ ۱۴: عورت نے اعتکاف کی منت مانی تو شوہر منت پوری کر لے سے روک سکتا ہے اور اب بائن ہونے یا موت شوہر کے بعد منت پوری کرے۔ یوہیں لونڈی غلام کو ان کا مالک منع کر سکتا ہے، یہ آزاد ہونے کے بعد پوری کریں۔ (19)

مسئلہ ۱۵: شوہر نے عورت کو اعتکاف کی اجازت دے دی اب روکنا چاہے تو نہیں روک سکتا اور مولیٰ نے باندی غلام کو اجازت دیدی جب بھی روک سکتا ہے اگرچہ اب روکے گا تو گنہگار ہوگا۔ (20)

مسئلہ ۱۶: شوہر نے ایک مہینے کے اعتکاف کی اجازت دی اور عورت لگا تار پورے مہینے کا اعتکاف کرنا چاہتی ہے تو شوہر کو اختیار ہے کہ یہ حکم دے کہ تھوڑے تھوڑے کر کے ایک مہینہ پورا کر لے اور اگر کسی خاص مہینے کی اجازت دی ہے تو اب اختیار نہ رہا۔ (21)

مسئلہ ۱۷: اعتکاف واجب میں معتکف کو مسجد سے بغیر عذر نکلنا حرام ہے، اگر نکلا تو اعتکاف جاتا رہا اگرچہ بھول کر نکلا ہو۔ یوہیں اعتکاف سنت بھی بغیر عذر نکلنے سے جاتا رہتا ہے۔ یوہیں عورت نے مسجد بیت میں اعتکاف واجب یا مسنون کیا تو بغیر عذر وہاں سے نہیں نکل سکتی، اگر وہاں سے نکلی اگرچہ گھر ہی میں رہی اعتکاف جاتا رہا۔ (22)

مسئلہ ۱۸: معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں۔

ایک حاجت طبعی کہ مسجد میں پوری نہ ہو سکے جیسے پاخانہ، پیشاب، استنجا، وضو اور غسل کی ضرورت ہو تو غسل، مگر غسل وضو میں یہ شرط ہے کہ مسجد میں نہ ہو سکیں یعنی کوئی ایسی چیز نہ ہو جس میں وضو و غسل کا پانی لے سکے اس طرح کہ مسجد میں پانی کی

کوئی بوند نہ گرے کہ وضو و غسل کا پانی مسجد میں گرانا ناجائز ہے اور لگن وغیرہ موجود ہو کہ اس میں وضو اس طرح کر سکتا ہے کہ کوئی چھینٹ مسجد میں نہ گرے تو وضو کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، نکلے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ یوہیں اگر مسجد میں وضو و غسل کے لیے جگہ بنی ہو یا حوض ہو تو باہر جانے کی اب اجازت نہیں۔

دوم حاجت شرعی مثلاً عید یا جمعہ کے لیے جانا یا اذان کہنے کے لیے منارہ پر جانا، جبکہ منارہ پر جانے کے لیے باہر

(19) المرجع السابق

(20) المرجع السابق

(21) المرجع السابق

(22) المرجع السابق، ص ۲۱۲، ورد المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۱

ہی سے راستہ ہو اور اگر منارہ کا راستہ اندر سے ہو تو غیر مؤذن بھی منارہ پر جاسکتا ہے مؤذن کی تخصیص نہیں۔ (23)

مسئلہ ۱۹: قضائے حاجت کو گیا تو طہارت کر کے فوراً چلا آئے ٹھہرنے کی اجازت نہیں اور اگر معتکف کا مکان مسجد سے دور ہے اور اس کے دوست کا مکان قریب تو یہ ضرور نہیں کہ دوست کے یہاں قضائے حاجت کو جائے، بلکہ اپنے مکان پر بھی جاسکتا ہے اور اگر اس کے خود دو مکان ہیں ایک نزدیک دوسرا دور تو نزدیک والے مکان میں جائے کہ بعض مشائخ فرماتے ہیں دور والے میں جائے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (24)

مسئلہ ۲۰: جمعہ اگر قریب کی مسجد میں ہوتا ہے تو آفتاب ڈھلنے کے بعد اس وقت جائے کہ اذان ثانی سے پیشتر سنتیں پڑھ لے اور اگر دور ہو تو آفتاب ڈھلنے سے پہلے بھی جاسکتا ہے، مگر اس انداز سے جائے کہ اذان ثانی کے پہلے سنتیں پڑھ سکے زیادہ پہلے نہ جائے۔

اور یہ بات اس کی رائے پر ہے جب اس کی سمجھ میں آجائے کہ پہنچنے کے بعد صرف سنتوں کا وقت باقی رہے گا، چلا جائے اور فرض جمعہ کے بعد چار یا چھ رکعتیں سنتوں کی پڑھ کر چلا آئے اور ظہر احتیاطی پڑھنی ہے تو اعتکاف والی مسجد میں آکر پڑھے اور اگر پچھلی سنتوں کے بعد واپس نہ آیا، وہیں جامع مسجد میں ٹھہرا رہا، اگرچہ ایک دن رات تک وہیں رہ گیا یا اپنا اعتکاف وہیں پورا کیا تو بھی وہ اعتکاف فاسد نہ ہوا مگر یہ مکروہ ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کیا، وہاں جمعہ نہ ہوتا ہو۔ (25)

مسئلہ ۲۱: اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جماعت نہیں ہوتی تو جماعت کے لیے نکلنے کی اجازت ہے۔ (26)

مسئلہ ۲۲: اعتکاف کے زمانہ میں حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو اعتکاف پورا کر کے جائے اور اگر وقت کم ہے کہ اعتکاف پورا کر گیا تو حج جاتا رہے گا تو حج کو چلا جائے پھر سرے سے اعتکاف کرے۔ (27)

مسئلہ ۲۳: اگر وہ مسجد گر گئی یا کسی نے مجبور کر کے وہاں سے نکال دیا اور فوراً دوسری مسجد میں چلا گیا تو اعتکاف

(23) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۱

(24) رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۱

والفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب السالط فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۲

(25) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۲

(26) رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۵، ۵۰۳

(27) رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۳

فاسد نہ ہوا۔ (28)

مسئلہ ۲۴: اگر ڈوسنے یا جلنے والے کے بچانے کے لیے مسجد سے باہر گیا یا گواہی دینے کے لیے گیا یا جہاد میں سب لوگوں کا بلاوا ہوا اور یہ بھی لکلا یا مریض کی عیادت یا نماز جنازہ کے لیے گیا، اگرچہ کوئی دوسرا پڑھنے والا نہ ہو تو ان سب صورتوں میں اعتکاف فاسد ہو گیا۔ (29)

مسئلہ ۲۵: عورت مسجد میں معتکف تھی، اسے طلاق دی گئی تو گھر چلی جائے اور اسی اعتکاف کو پورا کر لے۔ (30)

مسئلہ ۲۶: اگر منت مانتے وقت یہ شرط کر لی کہ مریض کی عیادت اور نماز جنازہ اور مجلس علم میں حاضر ہوگا تو یہ شرط جائز ہے۔ اب اگر ان کاموں کے لیے جائے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا، مگر خالی دل میں نیت کر لینا کافی نہیں بلکہ زبان سے کہہ لینا ضروری ہے۔ (31)

مسئلہ ۲۷: پاخانہ پیشاب کے لیے گیا تھا، قرض خواہ نے روک لیا اعتکاف فاسد ہو گیا۔ (32)

مسئلہ ۲۸: معتکف کو وحی کرنا اور عورت کا بوسہ لینا یا چھونا یا گلے لگانا حرام ہے۔ جماع سے بہر حال اعتکاف فاسد ہو جائے گا، انزال ہو یا نہ ہو قصداً ہو یا بھولے سے مسجد میں ہو یا باہر رات میں ہو یا دن میں، جماع کے علاوہ اوروں میں اگر انزال ہو تو فاسد ہے ورنہ نہیں، احتلام ہو گیا یا خیال جمانے یا نظر کرنے سے انزال ہوا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔ (33)

مسئلہ ۲۹: معتکف نے دن میں بھول کر کھالیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا، گالی گلوچ یا جھگڑا کرنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا مگر بے نور و بے برکت ہوتا ہے۔ (34)

(28) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۲

(29) المرجع السابق

(30) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۲

(31) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۲

در رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۶ وغیرہا

(32) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۲

(33) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۳، وغیرہ

(34) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۳، وغیرہ

مسئلہ ۳۰: معتکف نکاح کر سکتا ہے اور عورت کو رجعتی طلاق دی ہے تو رجعت بھی کر سکتا ہے، مگر ان امور کے لیے اگر مسجد سے باہر ہوگا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ (35) مگر جماع اور بوسہ وغیرہ سے اس کو رجعت حرام ہے، اگرچہ رجعت ہو جائے گی۔

مسئلہ ۳۱: معتکف نے حرام مال یا نشہ کی چیز رات میں کھائی تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔ (36) مگر اس حرام کا گناہ ہوا تو بہ کرے۔

مسئلہ ۳۲: بے ہوشی اور جنون اگر طویل ہوں کہ روزہ نہ ہو سکے تو اعتکاف جاتا رہا اور قضا واجب ہے، اگرچہ کئی سال کے بعد صحت ہو اور اگر معتوہ یعنی بوہرا ہو گیا، جب بھی اچھے ہونے کے بعد قضا واجب ہے۔ (37)

مسئلہ ۳۳: معتکف مسجد ہی میں کھائے پیے سوئے ان امور کے لیے مسجد سے باہر ہوگا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ (38) مگر کھانے پینے میں یہ احتیاط لازم ہے کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔

مسئلہ ۳۴: معتکف کے سوا اور کسی کو مسجد میں کھانے پینے سونے کی اجازت نہیں اور اگر یہ کام کرنا چاہے تو اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں جائے اور نماز پڑھے یا ذکر الہی کرے پھر یہ کام کر سکتا ہے۔ (39)

مسئلہ ۳۵: معتکف کو اپنی یا بال بچوں کی ضرورت سے مسجد میں کوئی چیز خریدنا یا بیچنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو یا ہو تو تھوڑی ہو کہ جگہ نہ گھیرے اور اگر خرید و فروخت بقصد تجارت ہو تو ناجائز اگرچہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو۔ (40)

مسئلہ ۳۶: معتکف اگر بہ نیت عبادت سکوت کرے یعنی چپ رہے کو ثواب کی بات سمجھے تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر چپ رہنا ثواب کی بات سمجھ کر نہ ہو تو حرج نہیں اور بری بات سے چپ رہا تو یہ مکروہ نہیں، بلکہ یہ تو اعلیٰ درجہ کی چیز

(35) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۳

رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۶

(36) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۳

(37) المرجع السابق

معتوہ: (بوہرا، بوہرا) جس کی عقل ٹھیک نہ ہو تبہ عقل ہو کبھی عاقلوں کی سی بات کرے کبھی پاگلوں کی (طرح) مگر بمنوں کی طرح ہوگوں کو محض بے وجہ، رتا گالیاں دینا انہیں پھینکتا نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۵۲۹) و (رد المحتار، ج ۳، ص ۴۳۸)

(38) الدر المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۶، وغیرہ

(39) رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۶

(40) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۶

ہے کیونکہ بری بات زبان سے نہ نکالنا واجب ہے اور جس بات میں نہ ثواب ہو نہ گناہ یعنی مباح بات بھی معتکف کو مکروہ ہے، مگر بوقت ضرورت اور بے ضرورت مسجد میں مباح کلام نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ (41)

مسئلہ ۷۳: معتکف نہ چپ رہے، نہ کلام کرے تو کیا کرے۔ یہ کرے قرآن مجید کی تلاوت، حدیث شریف کی قراءت اور درود شریف کی کثرت، علم دین کا درس و تدریس، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سیر و اذکار اور اولیا و صالحین کی حکایت اور امور دین کی کتابت۔ (42)

مسئلہ ۳۸: ایک دن کے اعتکاف کی منت مانی تو اس میں رات داخل نہیں۔ طلوع فجر سے پیشتر مسجد میں چلا جائے اور غروب کے بعد چلا آئے اور اگر دو دن یا تین دن یا زیادہ دنوں کی منت مانی یا دو یا تین یا زیادہ راتوں کے اعتکاف کی منت مانی تو ان دونوں صورتوں میں اگر صرف دن یا صرف راتیں مراد لیں تو نیت صحیح ہے، لہذا پہلی صورت میں منت صحیح ہے اور صرف دنوں میں اعتکاف واجب ہوا اور اس صورت میں اختیار ہے کہ اتنے دنوں کا لگاتار اعتکاف کرے یا متفرق طور پر۔ اور دوسری صورت میں منت صحیح نہیں کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے اور رات میں روزہ ہو نہیں سکتا اور اگر دونوں صورتوں میں دن اور رات دونوں مراد ہیں۔ یا کچھ نیت نہ کی تو دونوں صورتوں میں دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے اور علی الاتصال اتنے دنوں میں اعتکاف ضروری ہے، تفریق نہیں کر سکتا۔

نیز اس صورت میں یہ بھی ضرور ہے کہ دن سے پہلے جو رات ہے، اس میں اعتکاف ہو، لہذا غروب آفتاب سے

(41) الدر المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۷

(42) المرجع السابق، ص ۵۰۸

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

رمضان المبارک میں ہر عمل نیک کا ثواب باقی مہینوں کے عمل سے اکثر وافر ہے، رمضان کا نفل اور مہینوں کے فرض و راس کا فرض اور مہینوں کے ستر فرض کے برابر ہے۔ اور اللہ عزوجل کا فضل اوسع و اکبر ہے۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہز مبارک کی نسبت فرمایا:

من تقرب فیہ بمخصۃ من الخیر کان کمین ادی فریضة فیما سواہ. ومن ادی فیہ فریضة کان کمین ادی سبعین فریضة فیما سواہ. الحدیث رواہ ابن خزيمة والبیہقی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) صحیح ابن خزيمة، باب فضائل شہر رمضان حدیث ۱۸۸۷، المکتب الاسلامی بیروت ۳-۹۲-۱۹۱

جس نے رمضان میں کوئی نفل نیکی کا کام کیا اسے اس شخص جیسا ثواب ملے گا جس نے رمضان کے علاوہ میں فرض ادا کیا، اور جس نے اس میں فرض ادا کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے رمضان کے علاوہ میں ستر فرض ادا کئے، الحدیث اسے ابن خزيمة اور بیہقی نے روایت کیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۵۱، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پہلے جائے اعتکاف میں چلا جائے اور جس دن پورا ہو غروب آفتاب کے بعد نکل آئے اور اگر دن کی منت مانی اور کہتا یہ ہے کہ میں نے دن کہہ کر رات مراد لی، تو یہ نیت صحیح نہیں دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے۔ (43)

مسئلہ ۳۹: عید کے دن کے اعتکاف کی منت مانی تو کسی اور دن میں جس دن روزہ رکھنا جائز ہے، اس کی قضا کرے اور اگر یمین کی نیت تھی تو کفارہ دے اور عید ہی کے دن کر لیا تو منت پوری ہوگئی مگر گنہگار ہوا۔ (44)

مسئلہ ۴۰: کسی دن یا کسی مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو اس سے پیشتر بھی اس منت کو پورا کر سکتا ہے یعنی جبکہ معلق نہ ہو اور مسجد حرم شریف میں اعتکاف کرنے کی منت مانی تو دوسری مسجد میں بھی کر سکتا ہے۔ (45)

مسئلہ ۴۱: ماہ گزشتہ کے اعتکاف کی منت مانی تو صحیح نہیں۔ منت مان کر معاذ اللہ مرتد ہو گیا تو منت ساقط ہوگئی پھر مسلمان ہوا تو اس کی قضا واجب نہیں۔ (46)

مسئلہ ۴۲: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور مر گیا تو ہر روز کے بدلے بقدر صدقہ فطر کے مسکین کو دیا جائے یعنی جبکہ وصیت کی ہو اور اس پر واجب ہے کہ وصیت کر جائے اور وصیت نہ کی، مگر وارثوں نے اپنی طرف سے فدیہ دے دیا، جب بھی جائز ہے۔ مریض نے منت مانی اور مر گیا تو اگر ایک دن کو بھی اچھا ہو گیا تھا تو ہر روز کے بدلے صدقہ فطر کی قدر دیا جائے اور ایک دن کو بھی اچھا نہ ہوا تو کچھ واجب نہیں۔ (47)

مسئلہ ۴۳: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ بات اس کے اختیار میں ہے کہ جس مہینے کا چاہے اعتکاف کرے، مگر لگاتار اعتکاف میں بیٹھنا واجب ہے اور اگر یہ کہے کہ میری مراد ایک مہینے کے صرف دن تھے، راتیں نہیں تو یہ قول نہیں مانا جائے گا۔ دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے اور تیس دن کہا تھا جب بھی یہی حکم ہے۔ ہاں اگر منت مانتے وقت یہ کہا تھا کہ ایک مہینے کے دنوں کا اعتکاف ہے، راتوں کا نہیں تو صرف دنوں کا اعتکاف واجب ہوا اور اب یہ بھی اختیار ہے کہ متفرق طور پر تیس دن کا اعتکاف کر لے اور اگر یہ کہا تھا کہ ایک مہینے کی راتوں کا اعتکاف ہے

(43) الجوہرۃ السیرۃ، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ص ۱۹۰

والفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۳-۲۱۴

والدر المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۱۰

(44) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۴

(45) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب السابع فی الاعتکاف، ج ۱، ص ۲۱۴

(46) المرجع السابق

(47) المرجع السابق

دنوں کا نہیں تو کچھ نہیں۔ (48)

مسئلہ ۴۴: اعتکاف نفل اگر چھوڑ دے تو اس کی قضا نہیں، کہ وہیں تک ختم ہو گیا اور اعتکاف مسنون کہ رمضان کی پچھلی دس تاریخوں تک کے لیے بیٹھا تھا، اسے توڑا تو جس دن توڑا فقط اس ایک دن کی قضا کرے، پورے دس دنوں کی قضا واجب نہیں اور منت کا اعتکاف توڑا تو اگر کسی معین مہینے کی منت تھی تو باقی دنوں کی قضا کرے، ورنہ اگر علی الاصل واجب ہوا تھا تو سرے سے اعتکاف کرے اور علی الاصل واجب نہ تھا تو باقی کا اعتکاف کرے۔ (49)

مسئلہ ۴۵: اعتکاف کی قضا صرف قصداً توڑنے سے نہیں بلکہ اگر عذر کی وجہ سے چھوڑا مثلاً بیمار ہو گیا یا بلا اختیار چھوٹا مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آیا یا جنون و بے ہوشی طویل طاری ہوئی، ان میں بھی قضا واجب ہے اور ان میں اگر بعض فوت ہو تو کُل کی قضا کی حاجت نہیں، بلکہ بعض کی قضا کر دے اور کُل فوت ہوا تو کُل کی قضا ہے اور منت میں علی الاصل واجب ہوا تھا اور تو علی الاصل (مسلل بلا تاغہ) کُل کی قضا ہے۔ (50)

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَى الْاٰیۃِ وَالصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامُ عَلَى اَفْضَلِ اَنْبِیَآئِہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاَوْلِیَآئِہِ
وَعَلٰی سَامِعِہُمْ یَا رَحْمَہُ الرَّاحِمِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَاۃِ اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ



(48) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ص ۱۹۰، ۱۹۱

و. لہذا المختار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۱۰

(49) رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۴۹۹، ۵۰۱، ۵۰۳

(50) رد المحتار، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج ۳، ص ۵۰۳

فت حنفی کی عالم بنائے والی کتاب



فیضانِ شریعت
شرح

بہارِ شریعت

مصنف

حضرت مولانا محمد امجد علی
عالم دہلی علیہ السلام
آٹھ دینی سنی تہذیبی قادی بکات

شراح

علامہ ابوالقاسم محمد ناصر الدین ناصر الدین علی

یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ۰ لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

پروگریسو بکس

جملہ حقوق الطبع محفوظ للناس
جملہ حقوق ناشر محفوظ ہیں۔

فیضانِ شریعت

بہارِ شریعت

مفت محمد امجد علی عارذلی

مفت محمد ناصر الدین ناصر مدد

مئی 2017



آر آر پرنٹرز
الناع گرافکس

600/-

چوہدری غلام رسول - میاں جواد رسول
میاں شہزاد رسول
= روپے

بار اول

پرنٹرز

سردق

تعداد

ناشر

قیمت

ملنے کے پتے

المسلم بکریو

042-37112941
0323-6836776

ملت پبلی کیشنز

Ph: 051-2254111

E-mail: millat_publication@yahoo.com

شوروم ملت پبلی کیشنز
0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

یوسف ماریٹ
اردو بازار لاہور

042-37352795 فیس 042-37124354 فون

پروگریسو بکس

فہرست

صفحہ

عنوانات

21

حصہ ششم کی اصطلاحات

25

اعلام

حج کا بیان

29

حکیم الامت کے مدنی پھول

30

قدرت کے باوجود حج نہ کرنا

32

حج ادا نہ کرنے والے کی محرومی:

32

حج مبرور کی فضیلت

32

حج کا ثواب

35

مکہ سے پیدل چل کر حج کرنے کا ثواب

36

حکیم الامت کے مدنی پھول

37

حکیم الامت کے مدنی پھول

37

حکیم الامت کے مدنی پھول

38

حکیم الامت کے مدنی پھول

38

حکیم الامت کے مدنی پھول

39

حکیم الامت کے مدنی پھول

39

رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب

42

حکیم الامت کے مدنی پھول

43

حکیم الامت کے مدنی پھول

44

حکیم الامت کے مدنی پھول

44

حکیم الامت کے مدنی پھول

45

حکیم الامت کے مدنی پھول

46

مسائل فقہیہ

46

حج

- 46 فرض ہے کہ حج کی ضروری معلومات حاصل کرے
- 47 طالب علم مدینہ و یثرب و یثرب و یثرب
- 47 چھپن اصطلاحات
- 48 کعبہ مشرفہ کے چار کونوں کے نام:
- 49 میقات پانچ ہیں
- 50 مال حرام سے حج
- 51 اعلیٰ حضرت کا دوسرا سفر حج: والدہ سے اجازت کیسے لی؟
- 53 حج کے عشرے میں عمل کرنے کا ثواب
- 55 حج واجب ہونے کے شرائط
- 55 اسلام
- 55 بلوغ
- 56 عاقل ہونا
- 56 آزاد ہونا
- 57 تندرست ہو
- 57 سفر خرچ کا، لک ہو اور سواری پر قادر ہو
- 58 مکہ سے پیدل چل کر حج کرنے کا ثواب
- 61 زیارت بیت اللہ شریف کا انوکھا شوق:
- 62 وقت
- 63 کیا بہت ساری کتابیں حاجتِ اصلیہ میں شامل ہیں؟
- 63 وجوبِ ادا کے شرائط
- 64 صحتِ ادا کے شرائط
- 69 حج فرض ادا ہونے کے شرائط
- 70 حج کے فرائض
- 70 حج کے واجبات
- 71 حج کی سنتیں
- 73 اسلامی بہنوں کا احرام
- 73 آدابِ سفر و مقدمات حج کا بیان
- 75 ادائے قرض میں بد مہلت لیے تاخیر گناہ ہے
- 75 تین پیسے کا وبال

78

مدنی مشورے

78

سامان سفر کی فہرست

79

ہیلتہ سرٹیفکیٹ

79

سامان کہاں جمع کروائیں؟

میقات کا بیان

94

غزب شریف میں کام کرنے والوں کے لئے

95

ذوالحلیفہ:

95

ذات عرق:

95

مللم

95

جحفہ:

95

قرن:

96

حرم کی وضاحت

احرام کا بیان

99

حکیم الامت کے مدنی پھول

99

حکیم الامت کے مدنی پھول

100

حکیم الامت کے مدنی پھول

101

حکیم الامت کے مدنی پھول

101

تلبیہ پڑھنے کا ثواب

103

احرام کے احکام

103

ہوائی جہاز والے کب احرام باندھیں؟

103

احرام میں منہید احتیاطیں

103

ضروری تنبیہ

104

جذہ تامکہ معظمہ

104

سفر کے میں مدنی پھول

104

حکایت

114

وہ باتیں جو احرام میں حرام ہیں

114

خوشبو کی تعریف

116

خوشبو کی اقسام

116

خوشبو کا حکم

116	خوشبو کے استعمال سے مراد
116	چند امور ضروریہ
118	بدن پر استعمال ہونے والی اشیاء
119	خوشبو میں آگ کا عمل
119	غلبہ کا اعتبار
121	(۱) خوشبودار صابن
121	پہلی صورت
124	دوسری صورت
124	(۲) معطر شیمپو
124	(۳) خوشبودار واشنگ پاؤڈر
125	(۴) فرش کی دھلائی
125	(۵) خوشبو اور عطریات میں فرق
126	(۶) خوشبودار ٹشو پیپر
126	(۷) سرمہ
127	(۸) ٹوتھ پیسٹ
128	(۹) کھانے والی خوشبو لگانا
128	(۱۰) صابن کو بہ نیت خوشبو استعمال کرنا
128	(۱۱) ہاتھ میں نہک آنا
128	(۱۲) گلاب کے ہار
129	احرام کے مکروہات
131	یہ باتیں احرام میں جائز ہیں
133	احرام میں مرد و عورت کے فرق
136	داخلی حرم محترم و مکہ مکرمہ و مسجد الحرام
137	احادیث
139	حکیم الامت کے مدنی پھول
139	حکیم الامت کے مدنی پھول
141	حکیم الامت کے مدنی پھول
142	داخلی حرم کے احکام
143	دعا قبول ہونے کے مقامات
144	

طواف و سعی صفا و مروہ و عمرہ کا بیان

150

احادیث

150

حکیم الامت کے مدنی پھول

151

حکیم الامت کے مدنی پھول

153

حکیم الامت کے مدنی پھول

153

حکیم الامت کے مدنی پھول

154

حکیم الامت کے مدنی پھول

154

کعبۃ اللہ کا طواف اور دونوں رکنوں کا استلام کرنے کا ثواب

159

بیان احکام

161

طواف کا طریقہ اور دُعا میں

164

سب سے افضل ترین دُعا

164

طواف میں دُعا کے لئے رکنا منع ہے

166

طواف کے مسائل

166

ایک مَذَنی مشورہ

168

معذور کا بیان

169

کسی کو حقارت سے مت دیکھو

171

نماز طواف

173

مترجم سے لینا

175

ذم ذم کی حاضری

175

اب ذم ذم پر آئیے!

176

آبِ ذم ذم پینے کا ثواب

178

صفا و مروہ کی سعی

179

نماز سعی سنت ہے

183

سعی کے بارے میں سوال و جواب

185

ایک ضروری نصیحت

186

فضول بکواس

187

سرمونڈانا یا بال کتروان

188

حج میں سرمونڈا نے کا ثواب

189	خلق و تقصیر کے متعلق سوال و جواب
191	ایام اقامت میں کیا کریں
191	عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنے کا ثواب
193	طواف میں یہ باتیں حرام ہیں
194	طواف میں یہ ۱۵ باتیں مکروہ ہیں
195	طواف کے سات مکروہات
195	سعی کے سات مکروہات
196	اسلامی بہنوں کیلئے خاص تاکید
197	یہ باتیں طواف و سعی دونوں میں جائز ہیں
197	طواف و سعی میں یہ سات کام جائز ہیں:
198	سعی میں یہ باتیں مکروہ ہیں
199	طواف و سعی کے مسائل میں مرد و عورت کے فرق
200	منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف
200	حج کیلئے وقوف عرفہ کرنے والے کا ثواب
204	حکیم الامت کے مدنی پھول
205	حکیم الامت کے مدنی پھول
205	حکیم الامت کے مدنی پھول
206	حکیم الامت کے مدنی پھول
207	حکیم الامت کے مدنی پھول
211	منیٰ کو روانگی
211	آہ! اب کون احتیاط کرے
212	دُعائے شبِ عرفہ
212	مسجد حنیف
213	عزفات شریف کو روانگی
214	راہِ عزفات کی دعا
214	عزفات شریف میں داخلہ
214	وقوفِ عزفات شریف کے آٹھ مدنی پھول
215	امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خاص نصیحت
215	عزفات شریف کی دعائیں (عربی)

- 217 گناہوں سے پاک ہو گئے
- 220 عرفات میں ظہر و عصر کی نماز
- 221 عرفہ کا وقوف
- 222 وقوف کی سنتیں
- 223 وقوف کے آداب
- 226 دُعائے عرفات (اردو)
- 234 وقوف کے مکروہات
- 235 ضروری نصیحت
- 235 آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ
- 235 مختلف اعضاء کا زنا
- 235 آنکھوں میں آگ بھردی جائے گی
- 235 آگ کی صلائی
- 235 نظر دل میں شہوت کا بیج بوتی ہے
- 237 وقوف کے مسائل
- 241 مزدلفہ کی روانگی اور اُس کا وقوف
- 242 احادیث
- 242 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 244 مسائل فقہیہ
- 244 مزدلفہ کو روانگی
- 244 مغرب و عشاء ملا کر پڑھنے کا طریقہ
- 244 کنکریاں چن لیجئے
- 244 ایک ضروری احتیاط
- 245 وقوف مزدلفہ
- 247 مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نماز
- 248 مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کی حدیث مبارکہ
- 262 مزدلفہ کا وقوف
- 264 منیٰ کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال
- 265 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 266 حکیم الامت کے مدنی پھول

- 266 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 267 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 268 حکیم الامت کے مدنی پھول
- 270 جرثومۃ العقوبہ کی زمی
- 270 دسویں ذوالحجہ کا پہلا کام زمی
- 270 زمی کے چھ مدنی پھول
- 271 اسلامی بہنوں کی زمی
- 271 مریضوں کی زمی
- 271 شیطان کو کنکریاں مارنے کا ثواب
- 272 زمی کے مسائل
- 274 زمی کے متعلق سوال و جواب
- 275 حج کی قربانی
- 276 حج کی قربانی
- 276 قربانی کے ٹوکن
- 277 خلق و تقصیر
- 279 خلق اور تقصیر کے سترہ مدنی پھول
- 279 طواف فرض
- 283 طواف زیارت کے ۱۲ مدنی پھول
- 283 باقی دنوں کی زمی
- 288 گیارہ اور بارہ کی زمی
- 289 زمی کے بارہ مکروہات
- 290 زمی میں بارہ چیزیں مکروہ ہیں
- 293 مکہ معظمہ اور وائگی
- 294 عمرے
- 295 جب تک مکہ مکرمہ میں رہیں کیا کریں؟
- 295 مقامات متبرکہ کی زیارت
- 296 مکہ مکرمہ کی زیارتیں
- 296 وراثت گاہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
- 296 جبل ابوقیس

297	عہد نبیہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکان
297	غار منکب ثور
297	غار حرا
297	دار ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
297	صدق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان مبارک
298	تخلہ مسفلہ
298	جثا العلی
298	مسجد جن
298	مسجد الزانیہ
298	مسجد جبرائیل
300	کعبہ معظمہ کی داخلی
301	حریم شریفین کے تبرکات
302	طواف رخصت
304	طواف رخصت کے ۱۹ مہنی پھول
305	طواف رخصت کے بارے میں سوال و جواب
	قرآن کا بیان
308	احادیث
309	مسائل فقہیہ
310	اضطہار اور زل کے بارے میں سوال و جواب
	تمتع کا بیان
314	ختم کے شرائط
	جرم اور ان کے کفارے کا بیان
319	احادیث
319	حکیم الامت کے مدنی پھول
320	مسائل فقہیہ
320	(۱) اللہ عز و جل سے ڈریے
321	ذم وغیرہ کی تعریف
321	ذم وغیرہ میں رعایت
322	کفارے کے روزے کا ضروری مسئلہ

- 323 (۱) خوشبو اور تیل لگانا
- 326 خوشبو کے بارے میں سوال و جواب
- 329 (۲) سلعے کپڑے پہننا
- 331 سلعے ہوئے کپڑے وغیرہ کے متعلق سوال و جواب
- 334 (۳) بال دُور کرنا
- 335 بال دُور کرنے کے احکام پر سوال و جواب
- 338 (۴) ناخن کترنا
- 338 ناخن تراشنے کے بارے میں سوال و جواب
- 340 (۵) بوس و کنار وغیرہ
- 340 بوس و کنار کے بارے میں سوال و جواب
- 340 (۶) جماع
- 342 ہم و ستری کے بارے میں سوال و جواب
- 343 (۷) طواف میں غلطیاں
- 345 طواف کے بارے میں مختصر سوال و جواب
- 347 (۸) سعی میں غلطیاں
- 349 (۹) وقوف عرفہ میں غلطی
- 350 وقوف عرفات کے بارے میں سوال و جواب
- 350 (۱۰) وقوف مزدلفہ
- 351 وقوف مزدلفہ کے بارے میں سوال و جواب
- 351 (۱۱) رمی کی غلطیاں
- 352 (۱۲) قربانی اور حلق میں غلطی
- 353 قربانی سے متعلق سوال و جواب
- 353 (۱۳) شکار کرنا
- 354 حرم کا شکار کرنا
- 354 (۱۴) حرم کے جانور کو ایذا دینا
- 363 (۱۵) حرم کے پیڑ وغیرہ کاٹنا
- 366 (۱۶) جوں مارنا
- 368 (۱۷) بغیر احرام میقات سے گزرنا
- 369 (۱۸) احرام ہوتے ہوئے دوسرا احرام باندھنا
- 371

مُحَصَّر کابیان

374	احادیث
374	صلح حدیبیہ
375	بیعت الرضوان
376	صلح حدیبیہ کیونکر ہوئی

حج فوت ہونے کا بیان

384	حکیم الامت کے مدنی پھول
385	مسائل فقہیہ

حج بدل کا بیان

387	حکیم الامت کے مدنی پھول
387	حکیم الامت کے مدنی پھول
389	مسائل فقہیہ
389	حج بدل
390	حج بدل کی شرائط
391	حج بدل کے آٹھ معفرق مدنی پھول
393	حج بدل کے شرائط
400	حج کے لئے نکلنے والے کے فوت ہو جانے کا ثواب

ہندی کا بیان

406	احادیث
406	حکیم الامت کے مدنی پھول
406	حکیم الامت کے مدنی پھول
408	مسائل فقہیہ
410	معفرق سوال و جواب

حج کی منت کا بیان

414	نفل عبادت سے افضل عمل
415	حج اکبر (اکبری حج)

فضائل مدینہ طیبہ

416	حکیم الامت کے مدنی پھول
416	مدینہ منورہ کے فضائل:

417

مدینہ طیبہ کی اقامت

417

حکیم الامت کے مدنی پھول

417

مدینہ منورہ میں رہائش کا ثواب

419

حکیم الامت کے مدنی پھول۔

420

حکیم الامت کے مدنی پھول

421

حکیم الامت کے مدنی پھول

422

مدینہ منورہ میں مرنے کی فضیلت:

424

مدینہ طیبہ کے برکات

424

حکیم الامت کے مدنی پھول

425

مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ میں مرنے اور روضہ انور کی زیارت کا ثواب

426

حکیم الامت کے مدنی پھول

428

اہل مدینہ کے ساتھ بُرائی کرنے کے نتائج

428

حکیم الامت کے مدنی پھول

431

حکیم الامت کے مدنی پھول

432

حکیم الامت کے مدنی پھول

432

حکیم الامت کے مدنی پھول

434

حاضری سرکار اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

434

قبر انور کی زیارت

435

ضروری تنبیہ

435

ابن تیمیہ کا فتویٰ

436

حدیث لا تشد الرحال

438

حکیم الامت کے مدنی پھول

438

حکیم الامت کے مدنی پھول

440

ذوق بڑھانے کا طریقہ

440

ننگے پاؤں رہنے کی قرآنی دلیل

440

حاضری سے پہلے

441

حاضری کی تیاری کریں

441

اے لیجئے! سبز گنبد آگیا

441

باب البقیع سے حاضر ہوں

نماز شکرانہ

441

سنہری جالیوں کے زونڈ

442

اصل مواخفہ شریف کس طرف ہے؟

442

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کریں

442

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سلام

443

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سلام

443

دوبارہ ایک ساتھ شخصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں سلام

443

یہ دعائیں مانگیں

444

جالی مبارک کے پاس پڑھئے

444

دعا کیلئے جالی مبارک کو پیٹھ نہ کریں

444

پچاس ہزار اعتکاف کا ثواب

445

روزانہ پانچ حج کا ثواب

445

روزانہ کتنی بار سلام عرض کریں؟

445

سلام زبانی ہی عرض کریں

445

بڑھیا کو دیدار ہو گیا

445

اَلَا تَنْتَظَرُ! اَلَا تَنْتَظَرُ!

446

ایک شبہ کا ازالہ

455

احادیث کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ

458

موت و حیات

463

حیات کے معنی

464

روح کے لئے موت نہیں

470

روح کیا ہے؟

471

حقیقت انسان

472

نفس انسانی کی حقیقت کیا ہے؟

473

انبیاء کرام علیہم السلام کا قبروں میں نماز پڑھنا

474

پہلے اور دوسرے اعتراض کا جواب

474

عالم مشاں

477

ایک شبہ کا ازالہ

478

عالم مثال کا بے حقیقت ہونا

478

- 480 تیسرے اعتراض کا جواب
- 480 بارگاہ اقدس میں درود شریف کا پیش ہونا
- 483 ابتداء ملائکہ
- 483 فرشتوں کے درود پہنچانے کی حکمت
- 485 ایک شبہ
- 485 جواب
- 485 جلاء الافہام کی حدیث
- 485 حدیث جلاء الافہام پر تھانوی صاحب کا کلام
- 486 حدیث معصن پر کلام
- 487 ارسال اور تدلیس کا فرق
- 488 دور سے سننے کی بحث
- 489 ایک فرشتہ ساری مخلوق کی آوازیں سنتا ہے
- 490 تھانوی صاحب کی پیش کردہ حدیث پر کلام
- 490 حدیث حضرت ابو ہریرہ پر امام بیہقی کی جرح
- 490 حدیث ابو ہریرہ پر شارح حیات الانبیاء کی جرح
- 491 حدیث ابو ہریرہ پر امام ذہبی کی جرح
- 491 سمع و بصر خارق للعادة
- 492 باطنی آنکھیں اور کان
- 493 دائمی سمع و بصر
- 493 سمع و بصر، تصرف و ادراک دلیل حیات ہے
- 494 ایک شبہ کا ازالہ
- 495 حیات برزخی
- 495 بعد الموت انبیاء لوازمات حیات سے خالی ہوتے ہیں؟
- 496 اس اعتراض کا جواب
- 496 لوازمات حیات ہر عالم میں متفاوت ہوتے ہیں
- 496 عیسیٰ علیہ السلام کے لوازمات حیات
- 496 حیات انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ پر اجمالی نظر
- 497 موت اور قبض روح کے معنی
- 497 اجمالی نظر کی تفصیلی جھلک

ہمارا مسلک

499

الحکال کا حل

499

شق صدر

499

حیات بعد المات کی دلیل

499

اسباب عادیہ کا حیات عادی سے تعلق

500

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی متصف بحیات بالذات نہیں

500

رسالہ دینیات کا اقتباس

501

تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات زندہ ہیں

502

حیات محمدی کی جامعیت

503

حیات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب کی طعائیں

505

ایک شبہ کا ازالہ

506

عذاب قبر

506

قرآن وحدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا بیان اور اس کی حقیقت

507

ایک شبہ کا ازالہ

508

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ

509

وصیت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

509

عزیر علیہ السلام کا واقعہ

509

شہداء کی ازدواج نکاح کر سکتی ہیں، ان کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے

510

ایک سوال کا جواب

512

ابن عقیل حنبلی کا قول

513

ایک غلط روایت

514

جسم اقدس کے تغیرات

514

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر انور میں ہیں یا بہشت میں

516

امام اہلسنت اور دیدار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

518

مسجد نبوی کے مقدس ستون

522

(۱) اُسٹوانہ مَخْلُفَہ

522

(۲) اُسٹوانہ عَائِشَہ

522

(۳) اُسٹوانہ تَوْبَہ

522

(۴) اُسٹوانہ سَرِیر

523

523

(۵) اُسٹوانہ خرس

523

(۶) اُسٹوانہ و فود

523

(۷) اُسٹوانہ جبرائیل

523

(۸) اُسٹوانہ خجہ

523

جنت کی کیاری

524

محراب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

524

منبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

526

اہل بقیع کی زیارت

526

آہ! جنت البقیع

527

دلوں پر خنجر پھر جاتا

528

مزارِ مسمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

529

شہدائے حنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

529

میدانِ بدر

529

چبوترہ اصحابِ صفہ

530

قبا شریف کی زیارت

530

مسجدِ قبا

530

مزید زیارتیں

530

مسجدِ ثمرہ

530

مسجدِ غمامہ

531

مسجدِ احبابہ

531

مسجدِ قبلتین

532

احد کی زیارت

532

جبلِ احد

532

مزارِ سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

532

شہدائے احد علیہم الرضوان کو سلام کرنے کی فضیلت

532

سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سلام

533

شہدائے احد کو مجموعی سلام

533

مزارِ سیدنا ہارون علیہ السلام

534

الوداعی حاضری

536

تمت



حج کا بیان

حصہ ششم کی اصطلاحات

- 1- اشہر حج: حج کے مہینے یعنی شوال المکرم و ذوالقعدہ دو ۲ نوں مکمل اور ذوالحجہ کے ابتدائی دس ۱۰ دن۔
(رفیق الحرمین، ص ۳۳)
- 2- احرام: جب حج یا عمرہ یا دو ۲ نوں کی نیت کر کے تلبیہ پڑھتے ہیں، تو بعض حلال چیزیں بھی حرام ہو جاتی ہیں اس لئے اس کو احرام کہتے ہیں۔ اور مجازاً ان بغیر کلی چادروں کو بھی احرام کہا جاتا ہے جن کو احرام کی حالت میں استعمال کیا جاتا ہے۔ (ایضاً)
- 3- تلبیہ: وہ ورد جو عمرہ اور حج کے دوران حالت احرام میں کیا جاتا ہے۔ یعنی لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ الخ پڑھنا۔
(ایضاً، ص ۳۴)
- 4- اضطباع: احرام کی اوپر والی چادر کو سیدھی بغل سے نکال کر اس طرح الٹے کندھے پر ڈالنا کہ سیدھا کندھا کھلا رہے۔ (ایضاً، ص ۳۴)
- 5- رمل: طواف کے ابتدائی تین ۳ پھیروں میں اکڑ کر شانے ہلاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے قدرے تیزی سے چلنا۔ (ایضاً، ص ۳۴)
- 6- طواف: خانہ کعبہ کے گرد سات ۷ چکر یا پھیرے لگانا ایک چکر کو شوط کہتے ہیں جمع اشواط۔ (ایضاً، ص ۳۴)
- 7- مٹاف: جس جگہ میں طواف کیا جاتا ہے۔ (ایضاً)
- 8- طواف قدوم: مکہ معظمہ میں داخل ہونے پر پھلا طواف یہ افراد یا قرآن کی نیت سے حج کرنے والوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔ (ایضاً)
- 9- طواف زیارۃ: اسے طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔ یہ حج کا رکن ہے۔ اس کا وقت ۱۰ اذوالحجہ کی صبح صادق سے بارہ ۱۲ ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک ہے مگر دس ۱۰ اذوالحجہ کو کرنا افضل ہے۔ (ایضاً)
- 10- طواف وداع: حج کے بعد مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ یہ ہر آفاقی حاجی پر واجب ہے۔
(ایضاً، ص ۳۵)
- 11- طواف عمرہ: یہ عمرہ کرنے والوں پر فرض ہے۔ (ایضاً)
- 12- استلام: حجر اسود کو بوسہ دینا یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر ہاتھ یا لکڑی کو چوم لینا یا ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کر

کے انہیں چوم لینا۔ (ایضاً)

13- سنی: صفا اور مردہ کے مابین سات ۷ پھیرے لگانا (صفا سے مردہ تک ایک پھیرا ہوتا ہے یوں مردہ پر سات ۷ چکر پورے ہوں گے۔ (ایضاً)

14- رُمی: حمرات (یعنی شیطانوں) پر کنکریاں مارنا۔ (ایضاً)

15- خَلَق: احرام سے باہر ہونے کے لئے حدود حرم ہی میں پورا سر منڈوانا۔ (ایضاً)

16- قَصْر: چوتھائی (۱۴) سرکا ہر بال کم از کم انگلی کے ایک پورے کے برابر کتر دانا۔ (ایضاً)

17- مسجد الحرام: وہ مسجد جس میں کعبہ مشرفہ واقع ہے۔ (ایضاً)

18- باب السلام: مسجد الحرام کا وہ دروازہ مبارک جس سے پھلی بار داخل ہونا افضل ہے اور یہ جانب مشرق واقع ہے۔

19- کعبہ: اسے بیت اللہ عَزَّ وَجَلَّ بھی کہتے ہیں یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا گھر یہ پوری دنیا کے وسط میں واقع ہے اور ساری دنیا کے لوگ اسی کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور مسلمان پر دانہ دار اس کا طواف کرتے ہیں۔

20- رکنِ اسود: جنوب و مشرق کے کونے میں واقع ہے اسی میں جنتی پتھر حجر اسود نصب ہے۔ (ایضاً)

21- رکنِ عراقی: یہ عراق کی سمت شمال مشرقی کونہ ہے۔ (ایضاً)

22- رکنِ شامی: یہ ملک شام کی سمت شمال مغربی کونہ ہے۔ (ایضاً)

23- رکنِ یمانی: یہ یمین کی جانب مغربی کونہ ہے۔ (ایضاً)

24- بابُ الکعبہ: رکن اسود اور رکن عراقی کے بیچ کی مشرقی دیوار میں زمین سے کافی بلند سونے کا دروازہ ہے۔ (ایضاً)

25- مُلتَزَم: رکن اسود اور باب الکعبہ کی درمیانی دیوار۔ (ایضاً، ص ۳۶، ۳۷)

26- مُسْتَجَاب: رکن یمانی اور شامی کے بیچ میں مغربی دیوار کا وہ حصہ جو ملتزم کے مقابل یعنی عین پیچھے کی سیدھ میں واقع ہے۔ (ایضاً، ص ۳۷)

27- مُسْتَجَاب: رکن یمانی اور رکن اسود کے بیچ کی جنوبی دیوار یہاں ستر ۷۰ ہزار فرشتے دعا پرامین کہنے کے لئے مقرر ہیں۔ اسی لئے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے اس مقام کا نام مستجاب (یعنی دعا کی مقبولیت کا مقام) رکھا ہے۔ (ایضاً)

28- حَظِیم: کعبہ معظمہ کی شمالی دیوار کے پاس نصف دائرے کی شکل میں فصیل (یعنی باؤنڈری) کے اندر کا حصہ حطیم

- کعبہ شریف ہی کا حصہ ہے اور اس میں داخل ہونا عین کعبۃ اللہ شریف میں داخل ہونا ہے۔ (ایضاً)
- 29- میزاب زخمت: سونے کا پرٹالہ یہ رکن عراقی و شامی کی شمالی دیوار پر چھت پر نصب ہے اس سے بارش کا پانی حطیم میں نچھاور ہوتا ہے۔ (ایضاً، ص ۳۷-۳۸)
- 30- مقام ابراہیم: دروازہ کعبہ کے سامنے ایک قبہ میں وہ جنتی پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کعبہ شریف کی عمارت تعمیر کی اور یہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا زندہ معجزہ ہے کہ آج بھی اس مبارک پتھر پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قد میں شریفین کے نقش موجود ہیں۔ (ایضاً، ص ۳۸)
- 31- پیر زم زم: مکہ معظمہ کا وہ مقدس کنواں جو حضرت سیدنا اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم طفولیت میں آپ کے ننھے ننھے مبارک قدموں کی رگڑ سے جاری ہوا تھا۔ اس کا پانی دیکھنا، پینا اور بدن پر ڈالنا ثواب اور بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ یہ مبارک کنواں مقام ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے جنوب میں واقع ہے۔ (ایضاً)
- 32- باب الصفا: مسجد الحرام کے جنوبی دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ جس کے نزدیک کوہ صفا ہے۔ (ایضاً)
- 33- کوہ صفا: کعبہ معظمہ کے جنوب میں واقع ہے اور یہیں سے سعی شروع ہوتی ہے۔ (رشتہ العرمین ص ۳۹)
- 34- کوہ مردہ: کوہ صفا کے سامنے واقع ہے۔ صفا سے مردہ تک پہنچنے پر سعی کا ایک پھیر ختم ہو جاتا ہے اور سب تو اس پھیر ایسے مردہ پر ختم ہوتا ہے۔ (ایضاً)
- 35- میلین اخضر: یعنی دو ہزار ہزارن صفا سے جانب مردہ کچھ دور چلنے کے بعد تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دو ۲۰۰ فٹوں طرف کی دیواروں اور چھت میں سبز لائیں لگی ہوئی ہیں۔ نیز ابتدا اور انتہا پر فرش بھی سبز ماربل کا پٹا بنا ہوا ہے۔ ان دو ۲۰۰ فٹوں ہزارنوں کے درمیان دوران سعی مردوں کو دوڑنا ہوتا ہے۔ (ایضاً)
- 36- منسلی: میلین اخضرین کا درمیانی فاصلہ جہاں دوران سعی مرد کو دوڑنا سنت ہے۔ (ایضاً)
- 37- میقات: اس جگہ کو کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ جانے والے آفاقی کو بغیر احرام وہاں سے آگے جانا جائز نہیں، چاہے تجارت یا کسی بھی غرض سے جاتا ہو۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کے رہنے والے بھی اگر میقات کی حدود سے باہر (مثلاً طائف یا مدینہ منورہ) جائیں تو انہیں بھی اب بغیر احرام مکہ پاک آنا جائز ہے۔ (ایضاً)
- 38- ذوالخلیفہ: مدینہ شریف سے مکہ پاک کی طرف تقریباً دس کلومیٹر پر ہے جو مدینہ منورہ کی طرف سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ اب اس جگہ کا نام بیار علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہے۔ (ایضاً، ص ۴۰)
- 39- ذات براق: عراق کی جانب سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ (ایضاً)

- 40- یٰلَیْلُم: پاک و ہند والوں کے لئے میقات ہے۔ (ایضاً)
- 41- بَجْعہ: ملک شام کی طرف سے آنے والوں کیلئے میقات ہے۔ (ایضاً)
- 42- قَرْنُ الْمَنَازِل: منجد (موجودہ ریاض) کی طرف آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ یہ جگہ طائف کے قریب ہے۔ (ایضاً، ص ۴۰)
- 43- مِیقَاتِی: وہ شخص جو میقات کی حدود کے اندر رہتا ہو۔ (ایضاً)
- 44- آفَاقِی: وہ شخص جو میقات کی حدود سے باہر رہتا ہو۔ (ایضاً)
- 45- شُعَیم: وہ جگہ جہاں سے مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران عمرے کے لئے احرام باندھتے ہیں اور یہ مقام مسجد الحرام سے تقریباً سات 7 کلومیٹر جانب مدینہ منورہ ہے اب یہاں مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا بنی ہوئی ہے۔ اس جگہ کو لوگ چھوٹا عمرہ کہتے ہیں۔ (ایضاً، ص ۴۰-۴۱)
- 46- جَعْرَانہ: مکہ مکرمہ سے تقریباً چھبیس ۲۶ کلومیٹر دور طائف کے راستے پر واقع ہے۔ یہاں سے بھی دوران قیام مکہ شریف عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے۔ اس مقام کو عوام بڑا عمرہ کہتے ہیں۔ (ایضاً، ص ۴۱)
- 47- حَرَم: مکہ معظمہ کے چاروں طرف میلوں تک اس کی حدود ہیں اور یہ زمین حرمت و تقدس کی وجہ سے حرملہائی ہے۔ ہر جانب اس کی حدود پر نشان لگے ہیں حرم کے جنگل کا شکار کرنا نیز خود رو درخت اور ترگھاس کا ٹٹا، حاجی، غیر حاجی سب کے لئے حرام ہے۔ جو شخص حدود حرم میں رہتا ہو اسے خرْمِیَا اھل حرم کہتے ہیں۔ (رفیق الحرمین، ص ۴)
- 48- حِل: حدود حرم سے باہر میقات تک کی زمین کو حِل کہتے ہیں۔ اس جگہ وہ چیزیں حلال ہیں جو حرم میں حرام ہیں۔ جو شخص زمین حِل کا زہنے والا ہو اسے حِلّی کہتے ہیں۔ (ایضاً، ص ۴۲)
- 49- مَنٰی: مسجد الحرام سے پانچ ۵ کلومیٹر پر وہ وادی جہاں حاجی صاحبان قیام کرتے ہیں مَنٰی حرم میں شامل ہے۔ (ایضاً)
- 50- نَحْرَات: مَنٰی میں تین ۳ مقامات جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں پہلے کا نام جمرۃ العقبۃ ہے۔ اسے بڑا شیطان بھی بولتے ہیں۔ دوسرے کو جمرۃ الوسطی (منجھلا شیطان) اور تیسرا کو جمرۃ الاولی (چھوٹا شیطان) کہتے ہیں۔ (ایضاً)
- 51- عَرَفَات: مَنٰی سے تقریباً گیارہ ۱۱ کلومیٹر دور میدان جہاں ۹ ذوالحجہ کو تمام حاجی صاحبان جمع ہوتے ہیں۔ عرفات حرم سے خارج ہے۔ (ایضاً)
- 52- جَبَلِ رَحْمَت: عرفات کا وہ مقدس پہاڑ جس کے قریب وقوف کرنا افضل ہے۔ (ایضاً، ص ۴۲)
- 53- مَزْدَلِجہ: مَنٰی سے عرفات کی طرف تقریباً پانچ ۵ کلومیٹر پر واقع میدان جہاں عرفات سے واپسی پر رات بسر کرتے

ہیں۔ سنت اور صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان کم از کم ایک لمحہ وقوف واجب ہے۔ (ایضاً، ص ۳۲-۳۳)
54۔ مخیر: مزدلفہ سے ملا ہوا میدان، یہیں اصحاب قبل پر عذاب نازل ہوا تھا۔ لہذا یہاں سے گزرتے وقت تیزی سے گزرتا سنت ہے۔ (ایضاً، ص ۳۳)

55۔ بطن غرنہ: عرفات کے قریب ایک جنگل جہاں حاجی کا وقوف درست نہیں۔ (ایضاً)

56۔ مذغی: مسجد حرام اور مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ کے مابین جگہ جہاں دعا مانگنا مستحب ہے۔ (ایضاً)

57۔ دم: یعنی ایک بکرا (اس میں نر، مادہ، دنبہ، بھیڑ، نیز گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ سب شامل ہیں)۔

(ایضاً، ص ۲۲۸)

71۔ حج تمتع: مکہ معظمہ میں پہنچ کر اشہراج (یکم شوال سے دس ذی الحجہ) میں عمرہ کر کے وہیں سے حج کا احرام باندھے۔ اسے تمتع کہتے ہیں اور اس حج کرنے والے کو تمتع کہتے ہیں۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۸۱۳)

72۔ حج افراد: جس میں صرف حج کیا جاتا ہے۔ اسے حج افراد کہتے ہیں اور اس حج کرنے والے کو مفرد کہتے ہیں۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص ۸۱۳)

73۔ زادراہ: توشہ اور سواری، اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ چیزیں اس کی حاجت یعنی مکان و لباس اور خانہ داری کے سامان وغیرہ اور قرض سے اتنی زاد ہوں کہ سواری پر جائے اور وہاں سے سواری پر واپس آئے اور جانے سے واپس تک عیال کا نفقہ اور مکان کی مرمت کے لیے کافی مال چھوڑ جائے۔ (ماخوذ از بہار شریعت، حصہ ۶، ص ۱۱۰)

74۔ چنایت: اس سے مراد وہ نعل ہے جو حرم یا احرام کی وجہ سے منع ہو۔ جیسے احرام کی حالت میں شکار کرنا، حرم میں کسی جانور کو قتل کرنا۔ (ماخوذ از درمختار، ج ۳، ص ۶۵۰)

75۔ ذی الخلیفہ: مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے، یہی اصح ہے (مرقاۃ)

اعلام

1۔ قطب نما: وہ آلہ جس سے قطب کی سمت معلوم کی جاتی ہے۔

2۔ شبری: حجاز مقدس کا ایک قسم کا ٹھنڈا (گجاوا)۔

3۔ پارہ: ایک رفیق اور ہر وقت متحرک رہنے والی دھات جو سفید اور بھاری ہوتی ہے۔

4۔ مشعر حرام: مزدلفہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے جسے جبل ثور بھی کہتے ہیں۔

5۔ صندل: ایک قسم کی خوشبودار لکڑی

6۔ بیلے: یا سمین، چنبیلی کی قسم کا ایک پھول

- 7- چنبلی: (چنبلی) ایک سفید یا زرد رنگ کا خوشبودار پھول۔
- 8- بجوی: چنبلی جیسے خوشبودار پھول جو اس سے ذرا چھوٹے ہوتے ہیں۔
- 9- خمیرہ تمباکو: ایک قسم کا خوشبودار پینے کا تمباکو
- 10- گھونس: چوہے کی طرح کا ایک جانور جو چوہے سے ذرا بڑا ہوتا ہے۔
- 11- رجبو: ایک قسم کا گوشت خور جانور جو دن بھر بلوں میں رہتا ہے اور رات کو باہر نکلتا ہے اسکی آنکھیں چھوٹی ہوتی ہیں۔
- 12- تیندوا: بھیڑیے اور چیتے کے باہم اختلاط سے پیدا ہوتا ہے اس کا مزاج چیتے جیسا اور عادات کتے جیسی ہوتی ہیں۔
- 13- گل بنفشہ: بنفشہ کا پھول جو ہلکا نیلا یا اودے رنگ کا ہوتا ہے اور بطور دوا استعمال کیا جاتا ہے۔
- 14- گاؤ زبان: ایک بوٹی جس کے پتوں پر گائے کی زبان کی طرح کے ابھار ہوتے ہیں۔
- 15- ملیٹھی: ایک درخت کی جڑ جو کھانسی اور گلے کی سوزش کے لیے استعمال ہوتی ہے۔
- 16- بلیک سیاہ: سیاہ ہر ایک قسم کا گسیلا (ٹرش) پھل کا نام جسے خشک کر کے بطور دوا استعمال کرتے ہیں۔
- 17- پپر منسٹ: پودینہ (پودینہ کا عرق) کی گولیاں
- 18- گھنٹی (گھنٹی): ایک قسم کی سفید نباتات جو اکثر برسات میں از خود پیدا ہو جاتی ہے اور اسے تل کر کھاتے ہیں۔
- 19- زنجبیل: سونٹھ (سوکھی ادراک)
- 20- سٹلی: سن (ایک پودا کا نام جس کی چھال سے رسیاں بنتی ہیں) کی باریک ڈوری، رسی۔
- 21- چیر: ایک اونچا جنگلی درخت جس کی لکڑی، عمارت، سامان آرائش، اور صندوق وغیرہ بنانے میں کام آتی ہے۔
- 22- عطر دانہ: وہ صندوق یا برتن جس میں عطر کی شیشاں رکھی جاتی ہیں۔
- 23- ہمیانی: روپیہ پیسہ رکھنے کی پتلی تھیلی خصوصاً وہ تھیلی جو حالت سفر میں کمر سے باندھی جاتی ہے
- 24- سنی: دھات کا بنا ہوا خوان (تھال)
- 25- ہر تال: نورہ (بال صفا پوڈر)
- 26- قندیل: ایک قسم کا فانوس جس میں چراغ جلا کر لٹکاتے ہیں۔
- 27- شقدف: یعنی دو چار پائیاں جو اونٹ کے دونوں طرف لٹکاتے ہیں ہر ایک میں ایک شخص بیٹھتا ہے۔
- 28- تلیس: تیل کی جمع ایک قسم کا تخم جس سے تیل نکلتا ہے۔
- 29- سونڈیاں: سونڈی کی جمع ایک چھوٹا کیڑا جو اناج میں لگ جاتا ہے۔ پتوں کا رس چوسنے والا کیڑا
- 30- بڑیاں: بڑی کی جمع مونگ یا اڑد (ماش) کی دال کی ٹکیاں جن سے سالن پکاتے ہیں

- 31- ملا گیری: صندل کے رنگ سے مشابہ ایک رنگ جو خوشبودار ہوتا ہے۔
- 32- کئیئر: زرد رنگ کا ایک نہایت خوشبودار پھول
- 33- چاوتری: جاء فل (ایک پھل جو دواؤں اور کھانوں میں استعمال ہوتا ہے) کا پوست۔
- 34- کھلی: تلہن (غلہ جس سے تیل نکالا جائے) یا سرہوں کا پھوک
- 35- نارنگی: ایک خوش رنگ پھل جو عموماً کھٹ مٹھا ہوتا ہے (سگترے سے چھوٹا)
- 36- کاہو: ایک قسم کا ساگ اور اس کا بیج جو بہت چھوٹا ہوتا ہے اور اکثر اس کا تیل دماغ کی خشکی کو دور کرنے کے لیے دوا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔
- 37- کامران: ایک جگہ کا نام ہے۔
- 38- جَنَّتُ الْمَعْلٰی: جنت البقیع کے بعد مکہ مکرمہ میں جَنَّتُ الْمَعْلٰی دنیا کا سب سے افضل ترین قبرستان ہے یہاں ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور کئی صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیاء و صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزارات مقدسہ ہیں۔
- 39- وادی مَحْصَب: جَنَّتُ الْمَعْلٰی کہ مکہ معظمہ کا قبرستان ہے اس کے پاس ایک پہاڑ ہے اور دوسرا پہاڑ اس پہاڑ کے سامنے مکہ کو جاتے ہوئے داہنے ہاتھ پر نالہ کے پیٹ سے جدا ہے ان دونوں پہاڑوں کے بیچ کا نالہ وادی کی محصب ہے۔
- 40- مَسْجِدُ الْحِجْن: یہ مسجد جَنَّتُ الْمَعْلٰی کے قریب واقع ہے۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نماز فجر میں قرآن پاک کی تلاوت سن کر یہاں جنات مسلمان ہوئے تھے۔
- 41- جَبَلِ ثَوْر: یہ وہ مقدس پہاڑ ہے جس کے غار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے رفیق خاص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہجرت کے وقت تین رات قیام پذیر رہے۔ یہ غار مبارک مکہ مکرمہ کی دائیں جانب مُسْفَلہ (ایک محلہ خانہ کعبہ کے حصہ دیوارِ مستجار کی جانب واقع ہے) کی طرف کم و بیش چار کلومیٹر پر واقع ہے۔
- 42- جَبَلِ ابْنِ قُتَيْبَس: یہ مقدس پہاڑ بیت اللہ شریف کے بالکل سامنے کوہ صفا کے قریب واقع ہے۔
- 43- بَابُ الْحِذْوَرَّہ: مسجد الحرام میں ایک دروازے کا نام ہے۔
- 44- بَخْرَہ: منیٰ اور مکہ کے بیچ میں تین ستون بنے ہوئے ہیں ان کو بَخْرَہ کہتے ہیں، پھلا جو منیٰ سے قریب ہے جمرہ اولیٰ کھلاتا ہے اور بیچ کا جمرہ وسطیٰ اور اخیر کا مکہ معظمہ سے قریب ہے جمرہ العُشْیٰ کھلاتا ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
تَحْمِیْدًا وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
حج کا بیان

اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے:

(اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبَارَکًا وَهُدًیً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱﴾ فِیْهِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهَیْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَاِنَّهٗ عَلٰی النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲﴾ (1)

بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور ہدایت تمام جہان کے لیے، اُس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم اور جو شخص اس میں داخل ہو با امن ہے اور اللہ (عز وجل) کے لیے لوگوں پر

(1) پ ۴، آل عمران: ۹۶-۹۷

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہود نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے کعبہ سے افضل اور اس سے پہلا ہے انبیاء کا مقام ہجرت و قبلہ عبادت ہے مسلمانوں نے کہا کہ کعبہ افضل ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں بتایا گیا کہ سب سے پہلا مکان جس کو اللہ تعالیٰ نے طاعت و عبادت کے لئے مقرر کیا نماز کا قبلہ حج اور طواف کا موضع بنایا جس میں نیکیوں کے ثواب زیادہ ہوتے ہیں وہ کعبہ معظمہ ہے جو شہر مکہ معظمہ میں واقع ہے حدیث شریف میں ہے کہ کعبہ معظمہ بیت المقدس سے چالیس سال قبل بنایا گیا (مزید یہ کہ)

جو اس کی حرمت و فضیلت پر دلالت کرتی ہیں ان نشانیوں میں سے بعض یہ ہیں کہ پرند کعبہ شریف کے اوپر نہیں بیٹھتے اور اس کے اوپر سے پرواز نہیں کرتے بلکہ پرداز کرتے ہوئے آتے ہیں تو ادھر ادھر ہٹ جاتے ہیں اور جو پرند بیمار ہو جاتے ہیں وہ اپنا علاج یہی کرتے ہیں کہ ہوائے کعبہ میں ہو کر گزر جائیں اسی سے انہیں شفا ہوتی ہے اور دوحش ایک دوسرے کو حرم میں ایذا نہیں دیتے حتیٰ کہ کتے اس سرزمین میں ہرن پر نہیں دوڑتے اور وہاں شکار نہیں کرتے اور لوگوں کے دل کعبہ معظمہ کی طرف کھینچے ہیں اور اس کی طرف نظر کرنے سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور ہر شب جمعہ کو ارواح اولیاء اس کے گرد حاضر ہوتی ہیں اور جو کوئی اس کی بے حرمتی کا قصد کرتا ہے برباد ہو جاتا ہے انہیں

آیت میں سے مقام ابراہیم وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن کا آیت میں بیان فرمایا گیا۔ (مدارک و مخازن و احمدی)

بیت اللہ کا حج ہے، جو شخص باعتبار راستہ کے اس کی طافت رکھے اور جو کفر کرے تو اللہ (عزوجل) سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

اور فرماتا ہے:

(وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ) (2)

حج و عمرہ کو اللہ (عزوجل) کے لیے پورا کرو۔

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا لہذا حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کی، کیا ہر سال یا رسول اللہ (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سکوت فرمایا (یعنی خاموش رہے)۔ انھوں نے تین بار یہ کلمہ کہا۔ ارشاد فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر واجب ہو جاتا اور تم سے نہ ہو سکتا پھر فرمایا: جب تک میں کسی بات کو بیان نہ کروں تم مجھ سے سوال نہ کرو، اگلے لوگ کثرت سوال اور پھر انبیاء کی مخالفت سے ہلاک ہوئے، لہذا جب میں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے اُسے کرو اور جب میں کسی بات سے منع کروں تو اُسے چھوڑ دو۔ (3)

(2) پ ۲، البقرة: ۱۹۶۔

(3) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، الحدیث: ۱۳۳۷، ص ۶۹۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ خطبہ حج فرض ہونے کے سال مدینہ منورہ میں تھا، ۸ھ میں فتح مکہ ہوئی تو بعض لوگوں نے حج کیا، ۹ھ میں حضرت ابو بکر صدیق نے لوگوں کو حج کرایا اور ۱۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا، ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حج کی فرضیت ۵ھ ۶ھ ۷ھ ۸ھ میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنے عرصہ تک حج نہ کرنا اس لیے تھا کہ آپ کو اپنی زندگی اور اپنے حج کرنے کا علم تھا۔ حق یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے بھی دو یا تین حج کیے ہیں جیسا کہ ترمذی، ابن ماجہ و حاکم نے حضرت جابر وغیرہم سے روایت کی۔ (مرقات)

۲۔ اگر حج کی فرضیت فتح مکہ سے پہلے ۵ھ ۶ھ میں ہوئی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جب تمہیں مکہ معظمہ پہنچنا میسر ہو جائے تو حج کرنا فرض تو ابھی ہو گیا ہے مگر اس کی ادا جب لازم ہوگی اور اگر فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں فرض ہوا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سال ہی حج کرو۔

۳۔ یہ عرض کرنے والے حضرت اقرع ابن حابس تھے، وہ سمجھے یہ کہ ہر رمضان میں روزے فرض ہوتے ہیں تو چاہیے کہ بقرعید میں حج فرض ہو کہ پھر یہ سوچا کہ اس میں لوگوں کو بہت دشواری ہوگی کیونکہ روزے تو اپنے گھر میں ہی رکھ لیے جاتے ہیں مگر حج کے لیے مکہ معظمہ جانا پڑتا ہے اور اطراف عالم سے ہر سال بیت اللہ شریف پہنچنا بہت مشکل ہوگا اس لیے آپ نے یہ سوال کیا اور بار بار کیا تا کہ مسئلہ واضح

۴۔ اس سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی اس لیے تھی کہ سائل سوال سے باز آ جائے تاکہ ہم کو جواب کی ضرورت نہ ہو مگر سائل شوق کی زیادتی سے یہ اشارہ نہ سمجھ سکا۔

۵۔ جی پورا جواب تو کیا معنی، اگر ہم صرف ہاں کہہ دیتے تب بھی ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ آپ کی ہاں اور نہ میں تاثیر ہے جس کے قوی دلائل موجود ہیں کیوں نہ ہو کہ آپ کا کلام وحی الہی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ"۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب "سلطنت مصطفیٰ" میں ملاحظہ فرمائیے۔ دوسرے یہ کہ بزرگوں سے اعمال اور وظیفوں میں قید یا پابندی نہ لگوانی چاہیے بلا قید عمل کرنا چاہیے۔

۶۔ یعنی ہمارے احکام میں کیوں، کیسے اور کب کہہ کر قید نہ لگائیں ہم شرعی احکام کی تبلیغ ہی کے لیے تو بھیجے گئے ہیں ضروری چیزیں ہم خود بیان فرما دیں گے۔ (لمعات)

۷۔ اس طرح کہ انہوں نے زیادہ پوچھ پوچھ کر پابندیاں لگوالیں، پھر ان پابندیوں پر عمل نہ کر سکے یا انہوں نے عمل تو کیا مگر بہت مشکل سے جیسے ذبح گائے کا واقعہ ہوا۔

۸۔ یعنی میرے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور ممنوعات سے بچنا لازم، یہ دونوں کام بقدر طاقت ہیں اگر نماز کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر پڑھ لو، اگر جان پر بن جائے تو مردار کھا لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جیسے وجوب و فرضیت کے لیے امر ضروری ہے ایسے ہی حرمت و ممانعت کے لیے بھی لازم، جس چیز کا حکم بھی نہ ہو اور ممانعت بھی نہ ہو وہ جائز ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَا أَسْأَلُكُمْ الرَّسُولُ فَعَدُوًّا وَمَا نَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ فَاَنْتَهُوْا"۔ بعض جو کہتے ہیں کہ جو کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ کیا ہو وہ حرام ہے غلط ہے قرآن شریف کے بھی خلاف ہے اور اس قسم کی احادیث کے بھی۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۲۱)

قدرت کے باوجود حج نہ کرنا

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ و تعالیٰ ذہنہ الکریم سے مروی ہے کہ شاہ ابراہیم غریبوں کے غمخوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو زائر اور اللہ عزوجل کے گھر تک پہنچانے والی سواری کا مالک ہو پھر بھی حج نہ کرے تو خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا

ترجمہ: کنزالایمان: اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔ (پ 4، مال عمران: 97)

(جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ما جاء من التغلیظ فی ترک الحج، الحدیث: ۸۱۲، ص ۱۷۸)

مذکورہ حدیث پاک اگرچہ ضعیف ہے جیسا کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شریح المصابیح میں کہا ہے، البتہ! حضرت سیدنا

عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث پاک صحیح سند سے مروی ہے۔

اسی لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ ان شیروں میں ان لوگوں کو (امیر بنا کر) بھیجوں جو جا کر استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والوں کو تلاش کر کے ان پر جزیہ لازم کریں کیونکہ وہ مسلمان نہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ آل عمران، تحت الآیہ: ۹۷، ج ۲، ص ۷۳)

اسی باتیں چونکہ اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتیں، لہذا یہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے، اسی وجہ سے میں نے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے، اس حدیث پاک کو سیدنا امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی روایت کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول انور، صاحب کونصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے کوئی ظاہری حاجت، سخت مرض یا ظالم بادشاہ نہ روکے پھر بھی وہ حج نہ کرے تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔

(شعب الایمان، باب فی المناک، الحدیث: ۳۹۷، ج ۳، ص ۳۳۰)

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میں کسی بندے کے جسم کو صحت مند بناؤں اور اس کی روزی میں وسعت عطا کروں پھر اس پر پانچ سال گزر جائیں اور وہ میری بارگاہ میں حاضر نہ ہو تو بے شک وہ محروم ہے۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب فی فضل الحج والعمرة، الحدیث: ۳۶۵۵، ج ۶، ص ۶)

حضرت علی بن منذر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے چند دوستوں نے بتایا کہ حضرت حسن بن حمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ حدیث پاک بہت پسند تھی اور وہ اسی حدیث پاک سے استدلال کرتے ہوئے خوشحال شخص کے لئے یہ پسند کرتے تھے کہ وہ مسلسل پانچ سال حج ترک نہ کرے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا: جو شخص حج نہ کرے نہ ہی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے وہ موت کے وقت مہلت مانگے گا۔ ان سے کہا گیا: مہلت تو کفار مانگیں گے۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: یہ بات اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَالْفُقُوۡا مِنْ مَّا رَزَقْنٰکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّآئِیَ اَحَدَکُمْ الْمَوْتُ فِیَقُوۡلَ رَبِّ لَوْلَا اَخْرَجْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ فَاَصَدَّقْ وَاَکُنْ مِنَ الصَّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ کنز الایمان: اور ہمارے دیے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کر دو قبل اس کے کہ تم میں کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدق دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔ (پ 28، المنفقون: 10)

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۳۵/۱۲، ص ۹۰)

حج ادا نہ کرنے والے کی محرومی:

حضرت سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے: میرا ایک مال دار پڑوسی مر گیا اس نے حج ادا نہیں کیا تھا تو میں نے اس پر نماز (جنازہ) نہ پڑھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب فی الرجل یموت ولم یحج وہو مسر، الحدیث: ۴، ج ۴، ص ۳۹۲)

حج مبرور کی فضیلت

تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کونسا عمل افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا۔ عرض کی گئی: پھر کون سا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا۔ عرض کی گئی: پھر کون سا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حج مبرور۔ (یعنی وہ حج جس میں احرام باندھنے سے کھولنے تک کوئی صغیرہ گناہ بھی سرزد نہ ہو۔)

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من قال ان الایمان هو العمل، الحدیث: ۲۶، ص ۴)

عجز بن جود سخاوت، پیکر عظمت و شرافت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: جس نے حج کیا پھر اس میں کوئی نقص کام کیا نہ کوئی گناہ کیا تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو گیا جیسے اس دن تاجب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

(صحیح البخاری، ابواب المحصر، باب قول اللہ عزوجل (فلانث) الحدیث: ۱۸۱۹/۱۸۲۰، ص ۱۳۲، خرج بدله رجیع و بدون ذلہ)

حج کا ثواب

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان نحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے حج کیا اور کوئی جھگڑایا گناہ نہ کیا تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسا اس دن تاجب اسکی ماں نے اسے جنا تھا۔ (بخاری، کتاب الحج، باب فضل حج المبرور، رقم: ۱۵۲۱، ج ۱، ص ۵۱۲)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار والا اعتبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا، سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ فرمایا اللہ عزوجل اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا، اس کے بعد؟ فرمایا، اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا، پھر کونسا؟ فرمایا حج مبرور کرنا۔

(بخاری، کتاب الحج، باب فضل حج المبرور، رقم: ۱۵۱۹، ج ۱، ص ۵۱۲)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرور معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ایک عمرہ اگلے عمرہ کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزاء جنت ہی ہے۔

(بخاری، کتاب العمرة، باب وجوب العمرة، رقم: ۷۳۷۳، ج ۱، ص ۵۸۶)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نزع کا عالم طاری تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ دیر تک روتے رہے پھر فرمایا کہ جب اللہ عزوجل نے میرے دل میں اسلام کے لئے جگہ بنائی تو میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا دایاں ہاتھ بڑھا بیٹے تاکہ میں آپ کی بیعت کر لوں۔ جب آپ نے اپنا دستِ اقدس بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمرو! کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا، حضور! میرا ارادہ ہے کہ میں ایک شرط لگا لوں۔ فرمایا، کوئی شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، میری شرط یہ ہے کہ میری مغفرت ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام بچھے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت بچھے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج بچھے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام مجہد ماقبلہ، رقم ۱۲۱، ص ۷۴)

حضرت سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اسلام کیا ہے؟ فرمایا، (اسلام یہ ہے کہ) تیرا دل جھک جائے اور مسلمان تیری زبان اور ہاتھوں سے محفوظ رہیں۔ اس نے عرض کیا، کونسا اسلام افضل ہے؟ فرمایا، ایمان۔ اس نے عرض کیا، ایمان کیا ہے؟ فرمایا، تو اللہ عزوجل اور اس کے ملائکہ اور اسکی کتابوں اور اس کے رسولوں اور موت کے بعد اٹھنے پر یقین رکھے۔

اس نے عرض کیا، کونسا ایمان افضل ہے؟ فرمایا، ہجرت۔ اس نے عرض کیا، ہجرت کیا ہے؟ فرمایا، یہ کہ تو برائی کو چھوڑ دے۔ اس نے عرض کیا، کوئی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا جہاد اس نے عرض کیا، جہاد کیا ہے؟ فرمایا، جب کفار سے جنگ ہو تو ان سے قتال کرو۔ پھر اس نے عرض کیا، کونسا جہاد افضل ہے؟ ارشاد فرمایا، جس میں مجاہد کی ٹانگ کاٹ دی جائے اور خون بہا دیا جائے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور یہاں دو عمل ہیں جو دیگر تمام اعمال سے افضل ہیں سوائے اس کے جو ان کی مثل عمل کرے۔ (۱) حج مبرور (۲) مبرور عمرہ۔

(مسند احمد، حدیث زید بن خالد الجثنی، رقم ۱۷۰۲۳، ج ۶، ص ۵۸)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے نذوق، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے افضل عمل وہ ایمان ہے جس میں شک نہ ہو، اور وہ جنگ ہے جس میں خیانت نہ ہو اور حج مبرور۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک مبرور حج ایک سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۳۵۷۸، ج ۷، ص ۵۹)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک، صاحبِ نواک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، ایک اللہ عزوجل پر ایمان لانا پھر حج مبرور کرنا تمام اعمال پر ایسی فضیلت رکھتے ہیں جیسے سورج طلوع ہونے اور غروب کے درمیان ہوتا ہے۔ (مسند احمد، حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، رقم ۱۹۰۳۲، ج ۷، ص ۲۳)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید المرسلین، رختہ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حج

اور عمرہ یکے بعد دیگرے کر دینا تک یہ دونوں اعمال فہر اور گناہوں کو ایسے دور کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے ہونے اور چاندی کے رنگ کو دور کر دیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں۔

(سنن ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی ثواب الحج والعمرة، رقم ۸۱۰، ج ۲، ص ۲۱۸)
حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانا، غیوب، منزہ عن الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، حج مبرور کا ثواب جنت سے کم کچھ نہیں۔ عرض کیا گیا، مبرور سے کیا مراد ہے؟ فرمایا، ایسا حج جس میں کھانا کھلایا جائے اور اچھی گفتگو کی جائے۔ (المعجم الاوسط، من اسرہ موسیٰ، رقم ۸۳۰۵، ج ۶، ص ۱۷۳)
ایک روایت میں ہے کہ فرمایا، جس میں کھانا کھلایا جائے اور سلام عام کیا جائے۔

(مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ، رقم ۱۳۵۸۸، ج ۵، ص ۹۰)
حضرت سیدنا عبد اللہ بن جبر اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے مرقور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، حج کیا کرو کیونکہ حج گناہوں کو اس طرح دھو دیتا ہے جیسے پانی میل کو دھو دیتا ہے۔

(المعجم الاوسط، من اسرہ قیس، رقم ۴۹۹۷، ج ۳، ص ۴۱۶)
حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج و غلّال، صاحب بخور و نواں، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، حاجی کے اونٹ کے ہر قدم چلنے اور ہاتھ رکھنے کے بدلے اللہ عزوجل حاجی کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے یا اس کا ایک گناہ مٹاتا یا ایک درجہ بلند فرماتا ہے۔

(شعب الایمان، کتاب المناسک فضل الحج والعمرة، رقم ۴۱۱۶، ج ۳، ص ۷۹)
حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم المرسلین، رزقہ العالمین، شفیع المذنبین، امین الغریبین، سرور السالکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جو بیت الحرام کا قصد کرے پھر اپنی سواری پر سوار ہو تو اسکی سواری کے ہر قدم کے بدلے اللہ عزوجل اس کے لئے ایک نیکی لکھے گا اور ایک گناہ مٹا دے گا اور اس کا ایک درجہ بلند فرمائے گا پھر جب وہ بیت الحرام پہنچے اور اس کا طواف کرے اور مفاد مردہ کے درمیان سعی کرے پھر حلق یا تقصیر کرے تو اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسے اس دن تھا جس دن اسکی ماں نے اسے جنا تھا لہذا اب وہ اپنے اعمال کی ابتداء نئے سرے سے کرے۔

(شعب الایمان، باب فی المناسک، فضل الحج والعمرة، رقم ۴۱۱۵، ج ۳، ص ۷۸)
حضرت سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، تخرن جوود سخاوت، پیکر عظمت و شرافت، محبوب رب اعزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، حاجی اپنے اہل خانہ کے چار سوا افراد کی شفاعت کرے گا۔
ایک روایت میں ہے کہ اپنے اہل خانہ سے چار سوا افراد کی شفاعت کریگا اور اپنے گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسے اس دن تھا۔

جب انکی ماں نے اسے جنا تھا۔ (مسند بزار، رقم ۳۱۹۶، ج ۸، ص ۱۶۹)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے ترزور، دو جہاں کے تانخور، سلطان بخرو بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حاجی اور جس کے لئے حاجی دعائے مغفرت کرے انکی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الحج والعمرة، رقم ۲۳، ج ۲، ص ۱۰۸)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یا اللہ عزوجل! حاجی اور جس کے لئے حاجی استغفار کرے دونوں کی مغفرت فرما دے۔ (ابن خزیمہ، کتاب السناسک، باب استجاب دعاء الحاج، رقم ۲۵۱۶، ج ۴، ص ۱۳۲)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، صیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حج اور عمرہ کرنے والے اللہ عزوجل کے مہمان ہیں اگر دعا کریں تو انکی دعا قبول فرمائے اور اگر مغفرت طلب کریں تو اللہ عزوجل انکی مغفرت فرمائے۔

(ابن ماجہ، کتاب السناسک، باب فضل دعاء الحاج، رقم ۲۸۹۲، ج ۳، ص ۴۱۰)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے مظلوم، سرور معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حج اور عمرہ کرنے والے اللہ عزوجل کے مہمان ہیں اگر دعا کریں تو انکی دعا قبول فرمائے اور اگر اللہ عزوجل سے کچھ مانگیں تو وہ انہیں عطا فرمائے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الحج والعمرة، رقم ۲۰، ج ۲، ص ۱۰۷)

حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے نبی حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام نے عرض کیا، یا الہی عزوجل! تیرے پاس اپنے اُن بندوں کے لئے کیا ہے جو تیرے گھر کی زیارت کرنے آتے ہیں؟ فرمایا، ہر مہمان کا میزبان پر حق ہوتا ہے اور اے داؤد! میرے مہمان کا مجھ پر حق ہے کہ میں دنیا میں انہیں عافیت عطا فرماؤں اور جب آخرت میں ان سے ملوں تو ان کی مغفرت فرما دوں۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ محمد، رقم ۶۰۳، ج ۴، ص ۲۹۷)

حضرت سیدنا اہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قرابو قلب و سینہ، صاحب معطر پینہ، باعث ثرول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو مسلمان اللہ عزوجل کی راہ میں کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے یا تبلیہ کہتے ہوئے جہاد کرنے یا حج کرنے کے لئے چلے تو سورج غروب ہوتے وقت اس کے گناہوں کو اپنے ساتھ لے جائے گا وہ گناہوں سے پاک ہو جائے گا۔

(المعجم الاوسط، من اسمہ محمد، رقم ۶۱۶۵، ج ۳، ص ۳۳۷)

مکہ سے پیدل چل کر حج کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا زاذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ، حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما شدید بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا۔

حدیث ۲: صحیحین میں انھیں سے مروی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی، کون عمل افضل ہے؟ فرمایا: اللہ (عزوجل) ورسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان۔ عرض کی گئی پھر کیا؟ فرمایا: اللہ (عزوجل) کی راہ میں جہاد۔ عرض کی گئی پھر کیا؟ فرمایا: حج مبرور۔ (4)

حدیث ۳: بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ انھیں سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے حج کیا اور رفٹ (فحش کلام) نہ کیا اور فسق نہ کیا تو گناہوں سے پاک ہو کر ایسا لوٹا جیسے اُس دن کہ ماں کے

اور جمع کر کے فرمایا کہ میں نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مکہ سے حج کے لئے پیدل چل کر چائے اور مکہ لوٹنے تک پیدل ہی چلے تو اللہ عزوجل اس کے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھتا ہے اور ان میں ہر نیکی حرم میں کی گئی نیکیوں کی طرح ہے۔ ان سے پوچھا گیا، حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ فرمایا، ان میں سے ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔

(المستدرک، کتاب النہاسک، باب فضیلت الحج ماشیا، رقم ۱۷۳۵، ج ۲، ص ۱۱۳)
حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سید المرسلین، زخیرۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حضرت سیدنا آدم علیہ السلام ہند سے ایک ہزار مرتبہ بیت اللہ شریف پیدل تشریف لائے اور ایک مرتبہ بھی سواری پر سوار نہ ہوئے۔

(صحیح ابن خزیمہ، کتاب النہاسک، باب عدد حج آدم صلوات اللہ علیہ، رقم ۷۹۲، ج ۳، ص ۲۳۵)

(4) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من قال ان الایمان حوالہ، الحدیث: ۲۶، ج ۱، ص ۲۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ افضل سے مراد درجہ اور ثواب میں زیادہ، چونکہ ایمان عقائد کا نام ہے اور عقیدہ دل کا عمل ہے اس لیے ایمان کو اعمال میں داخل کیا گیا، جوئی لوگ جاننے پہچاننے اور ماننے کو افعالِ قلوب کہتے ہیں، چونکہ سارے اعمال کی صحت و قبولیت ایمان پر موقوف ہے اس لیے ایمان کا سب سے پہلے ذکر کیا گیا۔

۲۔ اللہ کی راہ کا جہاد وہ جنگ ہے جس میں محض رب کو راضی کرنا اور اسلام کی اشاعت منظور ہو، مال، ملک، عزت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرنا فتنہ ہے جہاد نہیں۔ شعر

جنگ شاہاں فتنہ و غارت گری است۔ جنگ مؤمن سنت پیغمبری است۔

چونکہ حج بدنی و مالی عبادات کا مجموعہ ہے اس لیے اس کا بھی بڑا درجہ ہے۔ حج مقبول و مبرور وہ ہے جو لڑائی جھگڑے گناہ و ریاء سے خالی ہو اور صحیح ادا کیا جائے۔ خیال رہے کہ بعض احادیث میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہے مگر یہاں جہاد کا ذکر آیا اس لیے کہ جہاد فی سبیل اللہ اکثر نمازی ہی کرتے ہیں یا بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہو جاتا ہے، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں زیادہ مشغولیت کی بنا پر پانچ نمازیں قضاء فرمادیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ہنگامی حالات اور ہوتے ہیں معمول پر پہنچنے کے بعد دوسرے

حالات۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۲۲)

پیٹ سے پیدا ہوا۔ (5)

حدیث ۴: بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ انھیں سے راوی، عمرہ سے عمرہ تک اُن گنہوں کا کفارہ ہے جو درمیان میں ہوئے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔ (6)

حدیث ۵: مسلم و ابن خزیمہ و غیرہ ما عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: حج ان گنہوں کو دفع کر دیتا ہے جو پیشتر ہوئے ہیں۔ (7)

حدیث ۶ و ۷: ابن ماجہ اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کمزوروں کے لیے جہاد ہے۔ (8)

اور اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ابن ماجہ نے روایت کی، کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! (عز وجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عورتوں پر جہاد ہے؟ فرمایا: ہاں ان کے ذمہ وہ جہاد ہے جس میں لڑنا نہیں حج و عمرہ۔ (9)

(5) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، الحدیث: ۱۵۲۱، ج ۱، ص ۵۱۲۔

والتزغیب والتزغیب، کتاب الحج، التزغیب فی الحج والعمرہ۔۔۔ راجع، الحدیث: ۲، ج ۲، ص ۱۰۳۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ حج کے بیان میں رفت سے مراد ہوتا ہے بیوی سے محبت یا محبت کے اسباب پر عمل یا محبت کی گفتگو اور فسق سے مراد ہوتا ہے ساتھیوں سے لڑائی جھگڑا یعنی جو رخصتۃ الہی کے لیے حج کرے اور حج کو خوش باتوں، لڑائی جھگڑوں سے پاک و صاف رکھے تو گناہ صغیرہ سے تو یقیناً اور کبیرہ سے احتمالاً بالکل صاف ہو جائے گا حقوق العباد تو ادا ہی کرنا پڑیں گے۔ حق یہ ہے کہ تاجر حاجی کو بھی ثواب ملے گا مگر مخلص حاجی سے کم۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۲۳)

(6) صحیح البخاری، کتاب العمرہ، باب وجوب العمرہ وفضلها، الحدیث: ۱۷۷۳، ج ۱، ص ۵۸۶۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ علماء فرماتے ہیں کہ دو عمروں کے درمیان کے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور حج مقبول میں گناہ کبیرہ کی معافی کی بھی قوی امید ہے۔

۲۔ یعنی حج مقبول کی جزاء تو یقیناً ہے اس کے علاوہ دنیا میں غنا، دعا کی قبولیت بھی عطا ہو جائے تو رب کا کرم ہے ہر ایک جانب میں ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۲۳)

(7) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام محمداً ما قبلہ۔۔۔ راجع، الحدیث: ۱۲۱، ص ۷۳۔

(8) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب الحج جہاد النساء، الحدیث: ۲۹۰۲، ج ۳، ص ۴۱۳۔

(9) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب الحج جہاد النساء، الحدیث: ۲۹۰۱، ج ۳، ص ۴۱۳۔

اور صحیحین میں انھیں سے مردی، کہ فرمایا: تمہارا جہاد حج ہے۔ (10)

حدیث ۸: ترمذی وابن خزیمہ وابن حبان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: حج و عمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں، جیسے بھٹی لوہے اور چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔ (11)

حدیث ۹: بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی وابن ماجہ وغیرہم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ حضور اقدس

حکیم الامت کے مدنی پھول

اب ہلکہ ان کے جہاد میں سفر ممکن اور مشقت ہے جنگ نہیں، اسی مناسبت سے حج کو جہاد فرمایا، اس حدیث کی بنا پر بعض شوافع نے عمرہ کو واجب فرمایا کہ علی وجوب کے لیے آتا ہے اس کی بحث پہلے ہو چکی ہے۔ (مرآۃ المتانیج شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۳۹)

(10) صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب جہاد النساء، الحدیث: ۲۸۷۵، ج ۲، ص ۲۷۴۔

(11) جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ماجاء فی ثواب الحج والعمرة، الحدیث: ۸۱۰، ج ۲، ص ۲۱۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی ایک سفر میں حج و عمرہ دونوں ادا کر لو خواہ قرآن کر دیا تمتع، یہ تو باہر والے کے لیے ہوا یا اے مکہ والو حج کے بعد عمرہ بھی کر لو کیونکہ مکہ والوں کو زہ نہ حج میں عمرہ منع ہے۔ بہر حال یہ حدیث سارے ہی مسلمانوں کے لیے ہے مکی ہوں یا غیر مکی اور اس پر یہ اعتراض نہیں کہ مکہ والے اس پر کیسے عمل کریں۔

۲۔ غبت، غ، ب کے زبر سے بھی پڑھا گیا ہے اور غ کے پیش ب کے زبر سے بھی مگر دوسری قرأت زیادہ موزوں ہے یعنی قرآن یا تمتع یا حج و عمرہ ملا کر کرنے سے دل کی اور ظاہری فقیری بھی بفضلہ تعالیٰ دور ہوتی ہے اور گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اس کا تجربہ بھی ہے۔ خیال رہے کہ گناہ و فقر دور کرنا زب کا کام ہے مگر یہاں اسے حج و عمرہ کی طرف نسبت کیا گیا ہے کہ یہ اس کا سبب ہے لہذا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول غنی کر دیتے ہیں، رب فرماتا ہے: "أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ قُضُلِهِ"۔

۳۔ حج مبرور کی تعریف پہلے ہو چکی کہ یہ وہ ہے جو حلال کمائی اور صحیح طریقہ سے ادا کیا جائے، اخلاص کے ساتھ اور مرتے دم تک کوئی ایسی حرکت نہ ہو جس سے حج باطل ہو جائے یعنی مقبول کا بدلہ صرف دنیاوی غذا اور گناہوں کی معافی یا دوزخ سے نجات یا تخفیف عذاب نہ ہوگا، بلکہ جنت ضرور ملے گی۔

۴۔ منذری کی روایت میں ہے کہ جو حج کے لیے اخلاص سے جائے تو اس کی بخشش بھی ہوگی اور اس کی شفاعت بھی قبول ہوگی اور حاجی گھر واپس آنے تک اللہ کی امان میں رہتا ہے، حج میں ایک درہم خرچ کرنا دوسرے مقامات پر دس لاکھ درہم خرچ کرنے سے افضل ہے۔

(مرآۃ المتانیج شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۴۰)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان میں عمرہ میرے ساتھ حج کی برابر ہے۔ (12)

(12) صحیح البخاری، کتاب جزاء الصيد، باب حج النساء، الحدیث: ۱۸۶۳، ج ۱، ص ۶۱۳۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

اب یعنی ماہ رمضان میں کسی وقت عمرہ دن یا رات میں اس کا ثواب حج کے برابر ہے۔ معلوم ہوا کہ جگہ اور وقت کا اثر عبادت پر پڑتا ہے۔ اسی جگہ اور اسی وقت میں عبادت بھی اعلیٰ ہوتی ہے۔ (مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے عمرہ ذیقعدہ میں ہوئے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۲۵)

رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے عزیز، دو جہاں کے تاجدار، سلطانِ محمد و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، رمضان میں عمرہ کرنا ایک حج یا میرے ساتھ ایک حج کرنے کے برابر ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل العمرة فی رمضان، رقم ۱۲۵۶، ص ۶۵۶)

ایک روایت میں ہے کہ جب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے کا ارادہ فرمایا تو ایک صحابی کی زوجہ نے ان سے کہا کہ مجھے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج ادا کراؤ۔ انہوں نے جواب دیا، میرے پاس اتنی استطاعت نہیں کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرا سکوں۔ تو زوجہ نے کہا، اپنے فلاں اونٹ پر حج کراؤ۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا، وہ تو اللہ عزوجل کی راہ میں وقف ہے۔ پھر وہ صحابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری زوجہ نے آپ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا ہے اور آپ پر رحمتِ خداوندی کے لئے دعا گو ہے، وہ مجھ سے تقاضا کرتی رہی کہ میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کراؤں، مگر میں نے اسے جواب دیا کہ میرے پاس اتنی استطاعت نہیں کہ تمہیں حج کراؤں تو اس نے کہا کہ اپنے فلاں اونٹ پر حج کراؤ تو میں نے کہا کہ وہ تو اللہ عزوجل کی راہ میں وقف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم اسے اس اونٹ پر حج کرا دیتے تو بھی وہ اللہ کی راہ ہی میں ہوتا۔ پھر انہوں نے عرض کیا، اس نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ سے پوچھوں کہ کیا شے آپ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری طرف سے اسے سلام اور اللہ عزوجل کی رحمت و برکت کی دعا پہنچ دینا اور اسے بتانا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب العمرة، رقم ۱۹۹۰، ج ۲، ص ۲۹۷)

حضرت سیدنا امام مختل رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں ایک بوڑھی اور بیمار عورت ہوں کیا کوئی ایسا عمل ہے جو میرے حج کا بدلہ ہو جائے؟ ارشاد فرمایا، رمضان میں ایک عمرہ کرنا ایک حج کے برابر ہے۔

(ابوداؤد، کتاب المناسک، باب العمرة، رقم ۱۹۸۸، ج ۲، ص ۲۹۶)

حضرت سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور،

حدیث ۱۰: بزار نے ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: حاجی اپنے گھر والوں میں سے چار سو کی شفاعت کریگا اور گناہوں سے ایسا نکل جائے گا، جیسے اُس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (13)

حدیث ۱۱ و ۱۲: بیہقی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو خانہ کعبہ کے قصد سے آیا اور اُونٹ پر سوار ہوا تو اُونٹ جو قدم اٹھاتا اور رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے لیے نیکی لکھتا ہے اور خطا کو مٹاتا ہے اور درجہ بلند فرماتا ہے، یہاں تک کہ جب کعبہ معظمہ کے پاس پہنچا اور طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی پھر سر منڈایا یا بال کتر وائے تو گناہوں سے ایسا نکل گیا، جیسے اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (14) اور اسی کے مثل عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی۔

حدیث ۱۳: ابن خزیمہ و حاکم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو مکہ سے پیدل حج کو جائے یہاں تک کہ مکہ واپس آئے اُس کے لیے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم شریف کی نیکیوں کے مثل لکھی جائیں گی۔ کہا گیا، حرم کی نیکیوں کی کیا مقدار ہے؟ فرمایا: ہر نیکی لاکھ نیکی ہے۔ (15) تو اس حساب سے ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں ہوئیں وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

حدیث ۱۴ تا ۱۶: بزار نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حج و عمرہ کرنے والے اللہ (عزوجل) کے وفد ہیں، اللہ (عزوجل) نے انہیں بلایا، یہ حاضر ہوئے، انہوں نے اللہ (عزوجل) سے سوال کیا، اُس نے انہیں دیا۔ (16) اسی کے مثل ابن عمر و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔

نحمدہ رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا، کونسا عمل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے؟ ارشاد فرمایا، رمضان میں عمرہ کرنا۔ (طبرانی کبیر، رقم ۸۱۶، ج ۲۲، ص ۳۲۳)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت سیدتنا ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی مکرّم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، ابو طلحہ اور اس کے بیٹے حج کے لئے چپے گئے اور مجھے گھر چھوڑ گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے ام سلیم! رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة، رقم ۳۶۹۱، ج ۲، ص ۵)

(13) مسند البزار، مسند ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، الحدیث: ۳۱۹۶، ج ۸، ص ۱۶۹۔

(14) شعب الایمان، باب فی المناسک، باب فضل الحج والعمرة، الحدیث: ۴۱۱۵، ج ۳، ص ۷۸۔

(15) المستدرک للحکم، کتاب المناسک، باب فضیلة الحج ماشیا، الحدیث: ۱۷۳۵، ج ۲، ص ۱۱۳۔

(16) الترغیب والترہیب، کتاب الحج، الترغیب فی الحج والعمرة۔۔۔ الحج، الحدیث: ۲۰، ج ۲، ص ۱۰۷۔

حدیث ۱۷: بزار و طبرانی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: حاجی کی مغفرت ہو جاتی ہے اور حاجی جس کے لیے استغفار کرے اُس کے لیے بھی۔ (17)

حدیث ۱۸: اصہبانی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: حج فرض جلد ادا کرو کہ کیا معلوم کیا پیش آئے۔ (18)

اور ابو داؤد و دارمی کی روایت میں یوں ہے: جس کا حج کا ارادہ ہو تو جلدی کرے۔ (19)

حدیث ۱۹: طبرانی اوسط میں ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ داؤد علیہ السلام نے عرض کی، اے اللہ! (عزوجل) جب تیرے بندے تیرے گھر کی زیارت کو آئیں تو انہیں تو کیا عطا فرمائے گا؟ فرمایا: ہر زائر کا اُس پر حق ہے جس کی زیارت کو جائے، اُن کا مجھ پر یہ حق ہے کہ دنیا میں انہیں عافیت دوں گا اور جب مجھ سے ملیں گے تو اُن کی مغفرت فرما دوں گا۔ (20)

حدیث ۲۰: طبرانی کبیر میں اور بزار ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہتے ہیں میں مسجد منیٰ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک انصاری اور ایک ثقفی نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا پھر کہا، یا رسول اللہ! (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم کچھ پوچھنے کے لیے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو میں بتا دوں کہ کیا پوچھنے حاضر ہوئے ہو اور اگر چاہو تو میں کچھ نہ کہوں، تمہیں سوال کرو۔ عرض کی، یا رسول اللہ! (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمیں بتا دیجیے۔ ارشاد فرمایا: تو اس لیے حاضر ہوا ہے کہ گھر سے نکل کر بیت الحرام کے قصد سے جانے کو دریافت کرے اور یہ کہ اس میں تیرے لیے کیا ثواب ہے اور طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کو اور یہ کہ اس میں تیرے لیے کیا ثواب ہے اور صفا و مردہ کے درمیان سعی کو اور یہ کہ اس میں تیرے لیے کیا ثواب ہے اور عرفہ کی شام کے وقوف کو اور تیرے لیے اس میں کیا ثواب ہے اور جمار کی رمی کو اور اس میں تیرے لیے کیا ثواب ہے اور قربانی کرنے کو اور اس میں تیرے لیے کیا ثواب ہے اور اس کے ساتھ طواف افاضہ (طواف زیارت) کو۔

اُس شخص نے عرض کی، قسم ہے! اس ذات کی جس نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا، اسی

(17) مجمع الزوائد، باب دعاء الحجاج والعمار، الحدیث: ۵۲۸۷، ج ۳، ص ۳۸۳۔

(18) الترغیب والترہیب، کتاب الحج، الترغیب فی الحج والعمرة۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۶، ج ۲، ص ۱۰۹۔

(19) سنن أبی داؤد کتاب المناسک، باب ۵، الحدیث: ۱۷۳۲، ج ۲، ص ۱۹۷۔

(20) المعجم الاوسط للطبرانی، باب الحیم، الحدیث: ۶۰۳۷، ج ۳، ص ۲۹۷۔

لیے حاضر ہوا تھا کہ ان باتوں کو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے دریافت کروں۔ ارشاد فرمایا: جب تو بیت المحرام کے قصد سے گھر سے نکلے گا تو اونٹ کے ہر قدم رکھنے اور ہر قدم اٹھانے پر تیرے لیے حسنہ لکھا جائے گا اور تیری خط منادی جائے گی اور طواف کے بعد کی دو رکعتیں ایسی ہیں جیسے اولاد اسماعیل میں کوئی غلام ہو، اُس کے آزاد کرنے کا ثواب اور صفا و مروہ کے درمیان سنی ستر غلام آزاد کرنے کے مثل ہے۔

اور عرفہ کے دن وقوف کرنے کا حال یہ ہے کہ اللہ عزوجل آسمان دنیا کی طرف خاص تہلی فرماتا ہے اور تمہارے ساتھ ملائکہ پر مباہات فرماتا ہے، ارشاد فرماتا ہے: میرے بندے دُور دُور سے پراگندہ سر میری رحمت کے امیدوار ہو کر حاضر ہوئے، اگر تمہارے گناہ ریت کی گنتی اور بارش کے قطروں اور سمندر کے جھاگ برابر ہوں تو میں سب کو بخش دوں گا، میرے بندو! واپس جاؤ تمہاری مغفرت ہو گئی اور اس کی جس کی تم شفاعت کرو۔

اور جہروں پر زمی کرنے میں ہر کنکری پر ایک ایسا کبیرہ منادیا جائے گا جو ہلاک کرنے والا ہے اور قربانی کرنا تیرے رب کے حضور تیرے لیے ذخیرہ ہے اور سر منڈانے میں ہر بال کے بدلے میں حسنہ لکھا جائے گا اور ایک گناہ مٹایا جائے گا، اس کے بعد خانہ کعبہ کے طواف کا یہ حال ہے کہ تو طواف کر رہا ہے اور تیرے لیے کچھ گناہ نہیں ایک فرشتہ آئے گا اور تیرے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا کہ زمانہ آئندہ میں عمل کر اور زمانہ گذشتہ میں جو کچھ تھ معاف کر دیا گیا۔ (21)

حدیث ۲۱: ابو یعلیٰ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو حج کے لیے نکلا اور مر گیا۔ قیامت تک اُس کے لیے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو عمرہ کے لیے نکلا اور مر گیا اس کے لیے قیامت تک عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو جہاد میں گیا اور مر گیا اُس کے لیے قیامت تک غازی کا ثواب لکھا جائے گا۔ (22)

(21) الترغیب والترہیب، کتاب الحج، الترغیب فی الحج والعمرة۔۔۔ راجع، الحدیث: ۳۲، ج ۲، ص ۱۱۰۔

(22) مسند ابی یعلیٰ، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، الحدیث: ۶۳۲۷، ج ۵، ص ۲۴۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ جتنی جاتے ہوئے مر گیا، حج یا عمرہ یا غزوہ نہ کر سکا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

۲۔ اس کی تائید اس آیت سے ہے "وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ" جو اپنے گھر سے مہاجر ہو کر نکلا پھر اسے موت آگئی تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ثابت ہو گیا مگر حج فرض ہونے کے بعد برسوں حج کو نہ گیا، پھر بڑھا پے میں گیا اور راہ میں مر گیا تو وہ ضرور اس دیر لگانے کا گناہگار ہے۔ یہ حدیث اس کے لیے ہے جو بلا عذر حج میں ←

حدیث ۲۲: طبرانی و ابویعلیٰ و دارقطنی و بیہقی أم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو اس راہ میں حج یا عمرہ کے لیے نکلا اور مرگیا اُس کی پیشی نہیں ہوگی، نہ حساب ہوگا اور اس سے کہا جائے گا تو جنت میں داخل ہوگا۔ (23)

حدیث ۲۳: طبرانی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ گھر اسلام کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے، پھر جس نے حج کیا یا عمرہ وہ اللہ (عزوجل) کے ضمان میں ہے اگر مرجائے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل فرمائے گا اور گھر کو واپس کر دے تو اجر و غنیمت کے ساتھ واپس کریگا۔ (24)

حدیث ۲۴ و ۲۵: دارمی ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے حج کرنے سے نہ حاجت ظاہرہ مانع ہوئی، نہ بادشاہ ظالم، نہ کوئی ایسا مرض جو روک دے، پھر بغیر حج کیے مرگیا تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ (25) اسی کی مثل ترمذی نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

دیر نہ لگائے کیونکہ حج فوراً ادا کرنا چاہیے اور ہو سکتا ہے کہ یہ شخص بھی دیر لگانے کا گنہگار ہو مگر اس کا یہ حج ہو جائے اللہ تعالیٰ کریم

ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۵۲)

(23) المعجم الاوسط، باب الحکم، الحدیث: ۵۳۸۸، ج ۴، ص ۱۱۱۔

(24) المعجم الاوسط، باب الحکم، الحدیث: ۹۰۳۳، ج ۶، ص ۳۵۲۔

(25) سنن الدارمی، کتاب الناسک، باب من مات ولم یحج، الحدیث: ۱۷۸۵، ج ۲، ص ۴۵۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ جیسے فقیری یعنی توشہ دسواری پر قدرت نہ ہونا کہ ہر دونوں چیزیں وجوب حج کی شرطیں ہیں۔

۲۔ یا تو خود اپنے ملک کا بادشاہ ظالم ہو کہ ظلمناج کو جانے کی اجازت نہ دیتا ہو یا راستہ میں کسی سلطان کی حکومت ہو وہ حجاج کو گزرنے نہ دیتا ہو یا مکہ معظمہ کا بادشاہ ظالم ہو کہ حجاج کو داخل نہ ہونے دے۔ ان تینوں صورت میں راستہ کا امن مفقود ہے اور راستہ کا امن وجوب ادائے حج کی شرط ہے۔ ظالم کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بادشاہ حجاج کو مہربانی و محبت سے روکے تو اس کا اعتبار نہیں حج فرض ہوگا۔ (مرقات)

۳۔ بیماری سے وہ بیماری مراد ہے جو سفر سے مانع ہو۔ تندرستی بعض کے نزدیک شرط وجوب ہے اور بعض کے ہاں شرط ادا، پہلی صورت میں بیمار کی طرف سے حج بدل کرنا لازم ہوگا دوسری صورت میں نہیں، ہمارے امام صاحب کا ہاں شرط ادا ہے کہ اگر کسی کے پاس مال سخت بیماری یا معذوری کی حالت میں آیا اس پر حج فرض نہیں۔ (مرقات)

۴۔ یعنی اس کی موت یہود و نصاریٰ کی سی ہے کہ وہ لوگ کتاب اللہ پڑھتے تھے مگر عمل نہ کرتے تھے ایسے ہی یہ قرآن شریف پڑھتا رہا اور حج کی آیت پر بلا عذر عمل نہ کیا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بد عملی فسق ہے کفر نہیں، پھر اس کی موت کو یہودیوں عیسائیوں کی موت کیوں فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۵۰)

حدیث ۲۶: ترمذی و ابن ماجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، ایک شخص نے عرض کی، کیا چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ فرمایا: توشہ اور سواری۔ (26)

حدیث ۲۷: شرح سنت میں انھیں سے مروی، کسی نے عرض کی، یا رسول اللہ! (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حاجی کو کیسا ہونا چاہیے؟ فرمایا: پراگندہ سر، میلا کچھلا۔ دوسرے نے عرض کی، یا رسول اللہ! (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حج کا کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا: بلند آواز سے لبیک کہنا اور قربانی کرنا۔ کسی اور نے عرض کی، سبیل کیا ہے؟ فرمایا: توشہ اور سواری۔ (27)

(26) جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ما جاء في إيجاب الحج بالزاد والراحلة، الحدیث: ۸۱۳، ج ۲، ص ۲۱۹.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ توشہ سے مراد اپنا سفر کا سامان نان و نفقہ وغیرہ خرچ ہے اور اپنے بال بچوں کے گھر کا خرچ اس کی واپسی تک اور سواری میں وہ سواری سواریاں داخل ہیں جن سے مکہ معظمہ کا راستہ طے ہو جیسے ہم پاکستانیوں کے لیے کراچی تک ریل پھر کراچی سے جدہ تک جہاز اور جدہ سے مکہ معظمہ تک لاری بس، یہ سواریاں مختلف فاصلوں کے لیے مختلف ہیں، یہ حدیث امام مالک کے خلاف ہے کہ ان کے ہاں پیدل چلنے کی طاقت رکھنے والے پر پیدل حج فرض ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۳۱)

(27) شرح السنۃ لمبہوئی، کتاب الحج، باب وجوب الحج... إلخ، الحدیث: ۱۸۳۰، ج ۳، ص ۹.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ سوال یہ تھا کہ کامل حاجی کون ہے؟ فرمایا جس پر دو علامتیں ہوں پراگندگی بال سر میلا کیونکہ بحالت احرام بال ٹوٹنے کے اندیشہ سے سرم دھوتے ہیں اور بودالا کیونکہ بحالت احرام خوشبو لگانا منع ہے اور بسا اوقات پینہ اور لوگوں کے اثر دھام سے کچھ بوسے محسوس ہونے لگی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حاجی بحالت حج دنیاوی تکلفات سے ایک دم کنارہ کش ہو جاتا ہے۔

۲۔ یعنی ارکان حج کے بعد کون سا عمل حج میں بہتر ہے، زیادہ کون سی صفات ہیں جن سے حج افضل ہو جاتا ہے، ارکان تو سب ہی ادا کرتے ہیں۔ شعر

حاجی تو سارے کہلا دیں حج کرے کوئی ایک
ہزاروں میں تو ہے نہیں لاکھوں میں جادیکہ

۳۔ یعنی احرام باندھتے ہی بلند آواز سے تلبیہ کہتے رہنا اور دسویں ذوالحجہ کو قربانی دینا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے سارے اعمال حج مراد ہیں کیونکہ شور مچانا، تلبیہ کہنا اول عمل ہے اور قربانی آخر عمل، درمیان کے اعمال ان میں خود ہی آگئے یعنی تلبیہ سے قربانی تک سارے عمل افضل ہیں۔

۴۔ یعنی رب تعالیٰ نے جو فرمایا: "وَيَذَلُّ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا" کہ بیت اللہ کا حج اس پر فرض ہے جو وہاں تک راستہ کی طاقت رکھتا ہو، راستہ سے کیا مراد ہے۔

حدیث ۲۸: ابو داؤد و ابن ماجہ اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آیا، اُس کے اگلے اور پچھلے گناہ سب بخش دیے جائیں گے یا اُس کے لیے جنت واجب ہوگی۔ (28)



۵۔ بعض اماموں نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ فرضیت حج کے لیے صحت و تندرستی ضروری نہیں اگر موقوف مریض یا بہت بوڑھے کے پاس مال آیا جو سواری پر بیٹھا تو کیا حرکت بھی نہیں کر سکتا اس پر بھی حج فرض ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تندرستی کا ذکر نہ فرمایا مگر یہ استدلال کچھ ضعیف سا ہے اس لیے کہ یہاں تو راستہ کے امن کا بھی ذکر نہیں حالانکہ اگر امن نہ ہو تو بالاتفاق حج فرض نہیں، اگر کہا جائے کہ سواری میں راستہ کا امن بھی داخل ہے تو جواب یہ ہے کہ سواری میں اس پر بیٹھ سکنے کی طاقت بھی داخل ہے لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں، ہاں جو پہلے سے مالدار تھے مگر حج نہ کیا پھر بیمار یا بہت بوڑھا ہو گیا تو اس پر حج فرض ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۴۲)

(28) سنن ابی داؤد، کتاب النسک، باب فی المواقیت، الحدیث: ۱۷۴۱، ج ۲، ص ۲۰۱.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس طرح کہ پہلے بیت المقدس کی زیارت کرے، پھر وہاں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ حاضر ہو کر حج یا عمرہ کرے۔
۲۔ یہ شک راوی کا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کا وعدہ فرمایا یا جنت کی عطا کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر دور سے احرام بندھے گا اسی قدر زیادہ ثواب ملے گا۔ خیال رہے کہ اٹھرم حرم سے پہلے حج کا احرام باندھنا ہمارے ہاں مکروہ ہے۔ امام شافعی کے ہاں وہ احرام عمرہ کا ہو جائے گا یا بندھے گا ہی نہیں مگر میقات سے پہلے حج کا احرام باندھ لینا حتیٰ کہ اپنے گھر سے ہی احرام باندھ کر نکلنا افضل ہے بشرطیکہ احرام کی پابندیاں پوری کر سکے اٹھرم حج یعنی حج کے مہینہ شوال، ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں کل دو ماہ دس دن۔

۳۔ حاکم نے مستدرک میں عبد اللہ ابن سلمہ مری سے روایت کیا۔ حضرت علی سے کسی نے اس آیت کے متعلق پوچھا "وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ" کہ حج و عمرہ کا پورا کرنا کیا ہے فرمایا یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے احرام باندھ کر نکلو، مشکوٰۃ کی اس حدیث کو تہتقی وغیرہ نے بھی روایت کیا، امام نووی نے فرمایا کہ یہ حدیث قوی نہیں، دیگر محدثین نے فرمایا حسن ہے، غرض کہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور دونوں کلاموں میں تعارض نہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۴۷)

مسائل فقہیہ

حج نام ہے احرام باندھ کر نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبہ معظمہ کے طواف کا اور اس کے لیے ایک خاص وقت مقرر ہے کہ اس میں یہ افعال کیے جائیں تو حج ہے۔ یہ ہجری میں فرض ہوا، اس کی فرضیت قطعی ہے، جو اس کی فرضیت کا انکار کرے کافر ہے مگر عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ (1)

(1) افتاویٰ امجدیہ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیہ... راجع، ج ۱، ص ۲۱۶۔
والمدخل فی معہرہ المختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۱۶-۵۱۸۔

حج

اعداۃ نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو یا تین حج کئے۔

(سنن الترمذی، کتاب الحج، باب کم حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۸۱۵، ج ۲، ص ۲۲۰)
لیکن ہجرت کے بعد مدینہ منورہ سے ۱۰ احجہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حج فرمایا جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے جس کا مخلص تذکرہ مزرچکا۔ حج کے علاوہ ہجرت کے بعد آپ نے چار عمرے بھی ادا فرمائے۔

(سنن الترمذی، کتاب الحج، باب کم احمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۸۱۷، ج ۲، ص ۲۲۱)

فرض ہے کہ حج کی ضروری معلومات حاصل کرے

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، ہانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطاء قادری رضوی نیکی و نیکوئی کا شہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

حدیث پاک میں ہے: "ہر مسلمان پر علم طلب کرنا فرض ہے۔" (مشکوٰۃ ص ۲۹) اس کی شرح میں یہ بھی ہے کہ جس پر حج فرض ہو گیا اس پر یہ بھی فرض ہے کہ حج کی اس قدر ضروری معلومات حاصل کرے جس سے اس کا حج درست ہو جائے۔ عموماً حجاج طواف دسی وغیرہ میں پڑھی جانے والی عربی دعاؤں میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی اچھا ہے جب کہ درست پڑھ سکتے ہوں، مگر یہ یاد رہے کہ اگر کوئی یہ دعائیں نہ بھی پڑھے تو گناہ نہیں مگر مسائل نہ سیکھنے کی وجہ سے احرام وغیرہ میں ایسی غلطیاں کرنا جن پر کفارے لازم ہو جائیں یہ گناہ ہے لہذا شیطان ماکہ سستی دے رفیق الحرمین اذلال تا آخر پوری پڑھیں۔ پیش کیے ہوئے مسائل پر غور کریں، سمجھ میں نہ آئے تو علماء سے پوچھیں۔ الحمد للہ غرض و جن رفیق الحرمین میں کثیر تعداد میں حج و عمرہ کے مسائل کے ساتھ ساتھ عربی دعائیں بھی ترجمے کے ساتھ شامل ہیں۔ اگر سفر مدینہ میں رفیق الحرمین آپ کے ساتھ ہوئی تو بین خلاء اللہ و غرض و بخل حج کی کسی اور کتاب کی حاجت نہ رہے گی۔ ہاں! جو اس سے بھی زیادہ مسائل سیکھنا چاہے وہ بہار شریعت حصہ ۱ سفر مدینہ میں ساتھ لے لے۔

اللہ عز و جل آپ کے حج و زیارت کو آسان کرے اور قبول فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور تمام سرکاروں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں میرا سلام عرض کیجئے گا۔ میری اور تمام امت کی مغفرت کی دعا کے لیے مدنی التجا ہے۔

طالب غم مدینہ و بقیع و مغفرت

چھپن اصطلاحات

حاجی صاحبان مندرجہ ذیل اصطلاحات اور اسمائے مقامات وغیرہ ذہن نشین کر لیں تو اس طرح آگے مطمئنہ کرتے ہوئے ان شاء اللہ عز و جل آسانی پائیں گے۔

مدینہ (۱) الطحیر حج: حج کے مہینے یعنی شوال، المکرم و ذو القعدہ دونوں مکمل اور ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن۔

مدینہ (۲) إخراج: جب حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کر کے غلیظہ پڑھتے ہیں تو بعض عتال چیزیں بھی حرام ہو جاتی ہیں، اس لئے اس کو إخراج کہتے ہیں اور مجازاً اُن بغیر سلی چادروں کو بھی إخراج کہا جاتا ہے جن کو إخراج کی حالت میں استعمال کیا جاتا ہے۔

مدینہ (۳) غلیظہ: وہ بزد جو عمرہ اور حج کے دوران حلیف إخراج میں کیا جاتا ہے، یعنی لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ إلخ پڑھنا۔

مدینہ (۴) إصطباح: إخراج کی اوپر والی چادر کو سیدھی بغل سے نکال کر اس طرح اُلٹے کندھے پر ڈالنا کہ سیدھا کندھا کھڑا ہے۔

مدینہ (۵) رَمَل: طواف کے ابتدائی تین مختبروں میں اکڑ کر شانے ہلاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتے ہوئے قدرے تیزی سے چلنا۔

مدینہ (۶) طواف: خانہ کعبہ کے گرد سات چکر یا پھیرے لگانا ایک چکر کو شوط کہتے ہیں، جمع اشواط۔

مدینہ (۷) مَطَاف: جس جگہ میں طواف کیا جاتا ہے۔

مدینہ (۸) طوافِ قُدُوم: مَلَکَہُ مُعَظَّمہ میں داخل ہونے پر پہلا طواف یہ افراد یا قرآن کی نیت سے حج کرنے والوں کے لئے سنہ مؤکدہ ہے۔

مدینہ (۹) طوافِ زیارۃ: اسے طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں۔ یہ حج کا رکن ہے۔ اس کا وقت 10 ذوالحجہ کی صبح صادق سے بارہ ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک ہے مگر 10 ذوالحجہ کو کرنا افضل ہے۔

مدینہ (۱۰) طوافِ وداع: حج کے بعد مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ یہ ہر آفاقی حاجی پر واجب ہے۔

مدینہ (۱۱) طوافِ عمرہ: یہ عمرہ کرنے والوں پر فرض ہے۔

مدینہ (۱۲) استلام: حجرِ اسود کو بوسہ دینا یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر ہاتھ یا لکڑی کو چوم لینا یا ہاتھوں سے اُس کی طرف اشارہ کر کے انہیں چوم لینا۔

مدینہ (۱۳) سخی: صفا اور مزدہ کے مابین سات پھیرے لگانا (صفا سے مردہ تک ایک پھیرا ہوتا ہے یوں مردہ پر سات چکر پورے ہوں گے)۔

مدینہ (۱۴) رمیِ نحرات: (یعنی شیطانون) پر کنکریاں مارنا۔

مدینہ (۱۵) حُلُق: إخراج سے باہر ہونے کے لئے حُدُودِ حرم ہی میں پورا عمر منڈوانا۔

مدینہ (۱۶) قُصر: چوتھائی (4/1) سرکار ہلال کم از کم انگلی کے ایک پورے کے برابر کتر دانا۔

مدینہ (۱۷) مَسْجِدُ الْحَرَام: وہ مسجد جس میں کعبہ مشرق واقع ہے۔

مدینہ (۱۸) باب السلام: مسجد الحرام کا وہ دروازہ مبارک کہ جس سے پہلی بار داخل ہونا افضل ہے اور یہ جانب مشرق واقع ہے۔

مدینہ (۱۹) کَعْبَةُ: اسے "بیت اللہ" بھی کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا گھر یہ پوری دنیا کے وسط میں واقع ہے اور ساری دنیا کے لوگ اسی کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور مسلمان پروانہ دار اس کا طواف کرتے ہیں۔

کعبہ مشرقہ کے چار کونوں کے نام:

مدینہ (۲۰) رُکْنِ اَسْوَد: جنوب و مشرق کے کونے میں واقع ہے اسی میں جنتی پتھر حجر اتود نصب ہے۔

مدینہ (۲۱) رُکْنِ عِرَاق: یہ عراق کی سمت شمال مشرقی کونہ ہے۔

مدینہ (۲۲) رُکْنِ شَامی: یہ ملک شام کی سمت شمال مغربی کونہ ہے۔

مدینہ (۲۳) رُکْنِ یَمَانی: یہ یمن کی جانب مغربی کونہ ہے۔

مدینہ (۲۴) باب الکعبہ: رُکْنِ اَسْوَد اور رُکْنِ عِرَاق کے بیچ کی مشرقی دیوار میں زمین سے کافی بلند سونے کا دروازہ ہے۔

مدینہ (۲۵) مُنْكَرَم: رُکْنِ اَسْوَد اور باب الکعبہ کی درمیانی دیوار۔

مدینہ (۲۶) مُسْتَجَر: رُکْنِ یَمَانی اور شامی کے بیچ میں مغربی دیوار کا وہ حصہ جو مُنْكَرَم کے مقابل یعنی عین بیچے کی سیدھ میں واقع ہے۔

مدینہ (۲۷) مُسْتَجَب: رُکْنِ یَمَانی اور رُکْنِ اَسْوَد کے بیچ کی جنوبی دیوار یہاں ستر ہزار فرشتے دعا پرامین کہنے کے لئے مقرب رہیں۔ اسی لئے سیدی اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مقام کا نام مستجاب (یعنی دعا کی مقبولیت کا مقام) رکھا ہے۔

مدینہ (۲۸) حَظِیْم: کعبہ منظمہ کی شمالی دیوار کے پاس نصف دائرے کی شکل میں فصیل (یعنی باؤنڈری) کے اندر کا حصہ۔ حطیم کعبہ شریف ہی کا حصہ ہے اور اس میں داخل ہونا عین کعبہ اللہ شریف میں داخل ہونا ہے۔

مدینہ (۲۹) مِیزَابِ رَحْمَت: سونے کا پرنا۔ (یہ رُکْنِ عِرَاقی و شامی کی شمالی دیوار پر چھت پر نصب ہے اس سے بارش کا پانی حطیم میں چھتاؤر ہوتا ہے۔

مدینہ (۳۰) مقامِ ابراہیم علیہ السلام: دروازہ کعبہ کے سامنے ایک قُبَّہ میں وہ جنتی پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ شریف کی غمات تعمیر کی اور یہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زندہ معجزہ ہے کہ آج بھی اس مبارک پتھر پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قد متین شریفین کے نقش موجود ہیں۔

مدینہ (۳۱) پَرْدَمِ زَم: منکبہ منظمہ کا وہ مقدس کنواں جو حضرت سیدنا اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم طفولیت میں آپ کے تھے تھے مبارک قدموں کی رگڑ سے جاری ہوا تھا۔ اس کا پانی دیکھنا، پینا اور بدن پر ڈالنا ثواب اور بیماریوں کے لئے شفا ہے۔

یہ مبارک کناں مقام ابراہیم (علیہ السلام) سے مجتوب میں واقع ہے۔

مدینہ (۳۲) باب المغلا: مسجد الحرام کے مجتوبی دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس کے نزدیک کوہ صفا ہے۔

مدینہ (۳۳) کوہ صفا: کعبہ منکمرہ کے مجتوب میں واقع ہے اور یہیں سے سنی شروع ہوتی ہے۔

مدینہ (۳۴) کوہ عروہ: کوہ صفا کے سامنے واقع ہے۔ صفا سے مردہ تک پہنچنے پر سنی کا ایک پھیرا ختم ہو جاتا ہے اور ساتواں پھیرا نہیں مردہ پر ختم ہوتا ہے۔

مدینہ (۳۵) منینین انخضرین: یعنی دو سبز نشان صفا سے جانب مردہ کچھ دور چلنے کے بعد تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دونوں طرف کی دیواروں اور چھت میں سبز لائیں لگی ہوئی ہیں۔ نیز ابدا اور ابجا پر فرش پر بھی سبز مارگل کا پلٹا بنا ہوا ہے۔ ان دونوں سبز نشانوں کے درمیان دوران سنی مردوں کو دوڑنا ہوتا ہے۔

مدینہ (۳۶) منشی: منینین انخضرین کا درمیانی فاصلہ جہاں دوران سنی مرد کو دوڑنا منع ہے۔

مدینہ (۳۷) میقات: اس جگہ کو کہتے ہیں کہ مکہ منکمرہ جانے والے آفاقی کو بغیر احرام دہاں سے آگے جانا جائز نہیں، چاہے تجارت یا کسی بھی غرض سے جاتا ہو، یہاں تک کہ مکہ منکمرہ کے رہنے والے بھی اگر میقات کی حدود سے باہر (مثلاً طائف یا مدینہ منورہ) جائیں تو انہیں بھی اب بغیر احرام مکہ پاک آنا جائز ہے۔

میقات پانچ ہیں

مدینہ (۳۸) ذوالخلیقہ: مدینہ شریف سے مکہ پاک کی طرف تقریباً دس کلومیٹر پر ہے جو مدینہ منورہ کی طرف سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ اب اس جگہ کا نام آبیار علی کریم اللہ ونبیہ الکریم ہے۔

مدینہ (۳۹) ذات عرق: عراق کی جانب سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔

مدینہ (۴۰) یلملم: پاک و ہند والوں کیلئے میقات ہے۔

مدینہ (۴۱) بخثہ: ملک شام کی طرف سے آنے والوں کیلئے میقات ہے۔

مدینہ (۴۲) کثران النمازل: مسجد (موجودہ ریاض) کی طرف آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ یہ جگہ طائف کے قریب ہے۔

مدینہ (۴۳) بیقاتی: وہ شخص جو میقات کی حدود کے اندر رہتا ہو۔

مدینہ (۴۴) آفاقی: وہ شخص جو میقات کی حدود سے باہر رہتا ہو۔

مدینہ (۴۵) یمنیم: وہ جگہ جہاں سے مکہ منکمرہ میں قیام کے دوران عمرے کے لئے احرام باندھتے ہیں اور یہ مقام مسجد الحرام سے تقریباً سات کلومیٹر جانب مدینہ منورہ ہے، اب یہاں مسجد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنی ہوئی ہے۔ اس جگہ کو لوگ چھوٹا عمرہ کہتے ہیں۔

مدینہ (۴۶) بجرانہ: مکہ منکمرہ سے تقریباً چھتیس کلومیٹر دور طائف کے راستے پر واقع ہے۔ یہاں سے بھی دوران قیام مکہ شریف سے

مسئلہ ۱: دکھوے کے لیے حج کرنا اور مال حرام سے حج کو جانا حرام ہے۔ حج کو جانے کے لیے جس سے اجازت لینا واجب ہے بغیر اُس کی اجازت کے جانا مکروہ ہے مثلاً ماں باپ اگر اُس کی خدمت کے محتاج ہوں اور ماں باپ نہ ہوں تو دادا، دادی کا بھی یہی حکم ہے۔ یہ حج فرض کا حکم ہے اور نفل ہو تو مطلقاً والدین کی اطاعت کرے۔ (2)

غمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے۔ اس مقام کو عوام بڑا غمرہ کہتے ہیں۔

مدینہ (۴۷) حرم: مکہ منکلمہ کے چاروں طرف میلوں تک اس کی حدود ہیں اور یہ زمین حرمت و تقدس کی وجہ سے حرم کہلاتی ہے۔ ہر جانب اس کی حدود پر نشان لگے ہیں، حرم کے جنگل کا شکار کرنا نیز خورد و زخمت اور شرکاس کا ثناء حاجی، غیر حاجی سب کے لئے حرام ہے۔ جو شخص حدود حرم میں رہتا ہو اُسے خرمی یا اہل حرم کہتے ہیں۔

مدینہ (۴۸) جل: حدود حرم سے باہر میقات تک کی زمین کو جل کہتے ہیں۔ اس جگہ وہ چیزیں حلال ہیں جو حرم میں حرام ہیں۔ جو شخص زمین جل کا رہنے والا ہو اُسے جلی کہتے ہیں۔

مدینہ (۴۹) منی: مسجد الحرام سے پانچ کلومیٹر پر وہادی جہاں حاجی صاحبان قیام کرتے ہیں۔ منی حرم میں شامل ہے۔

مدینہ (۵۰) نخرات: منی میں تین مقامات جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ پہلے کا نام بَجْرَةُ الْأُخْرَى یا بَجْرَةُ الْعُقْبَةِ ہے۔ اسے بڑا شیطان بھی بولتے ہیں۔ دوسرے کو بَجْرَةُ الْوَسْطَى (منجملہ شیطان) اور تیسرے کو بَجْرَةُ الْأُولَى (چھوٹا شیطان) کہتے ہیں۔

مدینہ (۵۱) غزوات: منی سے تقریباً گیارہ کلومیٹر دور میدان جہاں ۹ ذوالحجہ کو تمام حاجی صاحبان جمع ہوتے ہیں۔ غزوات حرم سے خارج ہے۔

مدینہ (۵۲) جبل رَحْمَت: عرفات کا وہ مقدس پہاڑ جس کے قریب وقوف کرنا افضل ہے۔

مدینہ (۵۳) مَزْدَلِفَہ منی سے غزوات کی طرف تقریباً پانچ کلومیٹر پر واقع میدان جہاں عرفات سے واپسی پر رات بسر کرتے ہیں۔ سُتُت اور صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان کم از کم ایک لمحہ وقوف واجب ہے۔

مدینہ (۵۴) مَحْشَر: مزدلفہ سے ملا ہوا میدان، یہیں اصحابِ نیل پر عذاب نازل ہوا تھا۔ لہذا یہاں سے گزرتے وقت تیزی سے گزرنا سُتُت ہے۔

مدینہ (۵۵) نَظْمِ غَزَاة: غزوات کے قریب ایک جنگل جہاں حاجی کا وقوف دُوسرے نہیں۔

مدینہ (۵۶) مَنَظَعِی: مسجد حرام اور مکہ مکرمہ کے قبرستانِ جَنَّتِ النُّعْلِ کے مابین جگہ جہاں دعا مانگنا مُسْتَحَب ہے۔

(2) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۱۹۔

مال حرام سے حج

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر اس کے پاس مال حلال کبھی اتنا نہ ہو جس سے حج کر سکے اگرچہ رشوت کے ہزار ہاروپے ہوئے تو اس پر حج فرض ہی نہ ہوا کہ

مال رشوت مثل مغصوب ہے وہ اس کا مالک ہی نہیں، اور اگر مال حلال اس قدر اس کے پاس ہے یا کسی موسم میں ہوا تھا تو اس پر حج فرض ہے مگر رشوت وغیرہ حرام مال کا اس میں صرف کرنا حرام ہے اور وہ حج قائل قبول نہ ہوگا اگرچہ فرض سقط ہو جائے گا، حدیث میں ارشاد ہوا جو مال حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب وہ لیک کہتا ہے فرشتہ جواب دیتا ہے:

لا لبیک ولا سعدیک حتی ترد ما فی یدیک و تحک مردود علیک اے

(۱) ارشاد الساری الی مناسک للملا علی قاری باب المتفرقات من کتاب العربی بیردھس (۳۲۳)

نہ تیری حاضری قبول نہ تیری خدمت قبول، اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود، جب تک تو یہ حرام مال جو تیرے ہاتھ میں ہے واپس نہ دے۔
(فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۳۳۹ رضا فاؤنڈیشن، لہور)

اعلیٰ حضرت کا دوسرا سفر حج؛ والدہ سے اجازت کیسے لی؟

(فرمایا کہ) ماں کی محبت! وہ تین شہائے روز (یعنی دن رات) کی سخت تکلیف یاد تھی، مکان میں قدم رکھتے ہی پہلا لفظ مجھ سے یہ فرمایا کہ حج فرض اللہ تعالیٰ نے ادا فرمادیا، اب میری زندگی بھر دوبارہ ارادہ نہ کرنا! اُن کا یہ فرمانا مجھے یاد تھا اور ماں باپ کی مُنعت کے ساتھ حج نفل جائز نہیں۔ یوں خود ادا کرنے سے مجبور تھا۔ یہاں سے ننھے میاں (برادر خورد) (یعنی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ المنان) اور حامد رضا خاں (خلف اکبر) (یعنی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے شہزادے) مع متعین بارادہ حج روانہ ہوئے۔ لکھنؤ تک ان لوگوں کو پہنچا کر ٹیس واپس آ گیا لیکن طبیعت میں ایک قسم کا ایسٹاررہا۔ ایک ہفتہ یہاں رہا، طبیعت سخت پریشان رہی۔ ایک روز عصر کے وقت زیادہ اضطراب ہوا اور دل وہاں (یعنی حرمین طہیین) کی حاضری کے لیے زیادہ بے چین ہوا۔ بعد مغرب مولوی نذیر احمد صاحب کو اسٹیشن بھیجا کہ جا کر بمبئی ٹک سیکنڈ کلاس رزرو (Reserve یعنی مخصوص) کروائیں کہ نماز دس کا آرام رہے۔ انہوں نے اسٹیشن ماسٹر سے گاڑی مانگی، اُس نے پوچھا: کس ٹرین سے ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: اسی شب کے دس بجے والی گاڑی سے۔ وہ بولا: یہ گاڑی نہیں مل سکتی، اگر آپ کو اس سے جانا تھا تو چوبیس گھنٹے پیشتر (یعنی پہلے) اطلاع دیتے۔ پچھلے، یس ہو کر روٹنا چاہتے تھے کہ ایک ٹکٹ کلکٹر (Ticket Collector یعنی ٹکٹ وصول کرنے والا) جو قریب رہتا تھا، مل گیا۔ اُس نے کہا: تم گھبراؤ مت! میں چلتا ہوں اور اسٹیشن ماسٹر سے جا کر کہتا ہوں۔ اسٹیشن ماسٹر نے اس کی بات سن کر ایک سو تریسٹھ روپے پانچ آنے لے کر ٹکٹ کلکس کا کمرہ رزرو کر دیا۔

عشا کی نماز سے اوّل وقت فارغ ہو لیا۔ شکر کم (یعنی چار بیویوں والی مخصوص گاڑی) بھی آگئی۔ صرف والدہ ماجدہ سے اجازت لیتا باقی رہ گئی جو نہایت اہم مسئلہ تھا اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اجازت نہ دیں گی کس طرح عرض کر دوں اور بغیر اجازت والدہ حج نفل کو جانا حرام۔ آخر کار اندر مکان میں گیا، دیکھا کہ حضرت والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرماتی ہیں۔ میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا، وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھیں اور فرمایا: کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور! مجھے حج کی اجازت دے دیجئے۔ پہلا لفظ جو فرمایا یہ تھا کہ: خدا حافظ! —

مسئلہ ۲: لڑکا خوبصورت اُمرد ہو تو جب تک داڑھی نہ نکلے، باپ اُسے جانے سے منع کر سکتا ہے۔ (3)
 مسئلہ ۳: جب حج کے لیے جانے پر قادر ہو حج فوراً فرض ہو گیا یعنی اسی سال میں اور اب تاخیر گناہ ہے اور چند سال تک نہ کیا تو فاسق ہے اور اس کی گواہی مردود مگر جب کریگا ادا ہی ہے قضا نہیں۔ (4)

یہ (یعنی والدہ کا یوں بآسانی اجازت دے دینا) انہیں دعاؤں کا اثر تھا۔ میں اُن کے پیروں باہر آیا اور فوراً سوار ہو کر اسٹیشن پہنچا۔ چوتھے وقت جس لگن (یعنی برتن) میں میں نے دُھوکا کیا تھا، والدہ ماجدہ نے اس کا پانی میری واپسی تک نہ پھینکنے دیا کہ اُس کے دھوکا پانی ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۱۸۲)

(3) الدر المختار کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۲۰۔

(4) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
 یونہی قول اصح واربع حج کا وجوب، تو جس سال استطاعت ہو اسی سال جائے ورنہ گنہگار ہوگا، اور اگر زکوٰۃ یا حج بعد وجوب بلا عذر معین سال تک ادا نہ کرے تو فاسق ہے نہ کہ بائیس سال۔
 تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ میں ہے:

افتراضها فوری وعلیہ الفتویٰ فیائم بتاخیرھا وترد شہادتہ ۲۔

زکوٰۃ کی فرضیت فوری ہوتی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے تاخیر کرنے والا گنہگار ہے اور اس کی گواہی مردود ہے۔

(۲۔ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتہائی دہلی ۱/۱۳۰)

رد المحتار میں ہے:

فی البدائع عن المنتقی بالنون اذا لم یؤد حتی مضی حولان فقد اساء واثم ۳۔

بدائع میں بحوالہ منتقی ہے کہ کسی نے زکوٰۃ ادا نہیں کی یہاں تک کہ اگلا سال ختم ہو گیا تو برا کیا اور گنہگار ہوا۔

(۳۔ رد المحتار کتاب الزکوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۳)

در مختار کتاب الحج میں ہے:

فرض علی الفور فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین عن الامام ومالك واحمد فیفسق وترد شہادتہ بتاخیرہ ای سنینا لان تاخیرہ صغیرۃ وبار تکلیہ مرۃ لا یفسق الا بالاصرار، بحر ۴۔

(۴۔ در مختار کتاب الحج مطبع مجتہائی دہلی ۱/۲۰-۱۵۹)

حج کی فرضیت علی الفور ہوتی ہے اور پہلے ہی سال ادا کرنا چاہئے امام ابو یوسف کے نزدیک، اور امام ابو حنیفہ سے منقول روایاتوں میں سے اصح روایت کے مطابق اور امام مالک و احمد کے مطابق چند سال مؤخر کرنے سے فاسق قرار دیا جائے گا اور اس کی شہادت مردود ہوگی کیونکہ تاخیر حج گنہ صغیرہ ہے اس کے مرتکب کو اس پر اصرار کے بغیر فاسق قرار نہیں دیا جائے گا، بحر۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۶، ص ۵۵۷-۵۵۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ←

مسئلہ ۴: مال موجود تھا اور حج نہ کیا پھر وہ مال تلف ہو گیا، تو قرض لے کر جائے اگر چہ جانتا ہو کہ یہ قرض ادا نہ ہوگا مگر نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ قدرت دے گا تو ادا کر دوں گا۔ پھر اگر ادا نہ ہو سکا اور نیت ادا کی تھی تو امید ہے کہ مولیٰ عزوجل اس پر مواخذہ نہ فرمائے۔ (5)

مسئلہ ۵: حج کا وقت شوال سے دسویں ذی الحجہ تک (یعنی دو مہینے اور دس دن تک) ہے کہ اس سے پیشتر (پہلے) حج کے افعال نہیں ہو سکتے، سوا احرام کے کہ احرام اس سے پہلے بھی ہو سکتا ہے اگر چہ مکروہ ہے۔ (6)

(5) الدر المختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۲۱۔

(6) الدر المختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۲۳۔

حج کے عشرے میں عمل کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے نزدیک، دو جہاں کے تاجدار، سلطانِ محمد و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، حج کے دس دنوں میں کیا کیا عمل اللہ عزوجل کو بقیہ دنوں میں کئے جانے والے عمل سے زیادہ محبوب ہے۔ صحابہ کرام علیہم ارضوان نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا راہِ خدا عزوجل میں جہاد کرنا بھی؟ ارشاد فرمایا ہاں! راہِ خدا عزوجل میں جہاد کرنا بھی، سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال کے ساتھ نکلے اور ان دنوں میں سے کچھ بھی واپس نہ لائے۔

(بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل۔۔۔۔۔ الخ، رقم ۹۴۹، ج ۱، ص ۳۳۳)

ایک روایت میں ہے، اللہ عزوجل کے نزدیک کوئی نیک عمل قربانی کے دس دنوں میں کئے جانے والے عمل سے زیادہ پاکیزہ اور ثواب وال نہیں۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، باب الاکمال، رقم ۳۵۱۸۲، ج ۱۲، ص ۱۴۱)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے نزدیک کوئی دن، عشرہ حج سے افضل نہیں۔ تو ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دس دن افضل ہیں یا راہِ خدا عزوجل میں جہاد کے دس دن؟ فرمایا، یہ دس دن راہِ خدا عزوجل میں جہاد کے دس دنوں سے افضل ہیں سوائے اس شخص کے جس کا چہرہ خاک آلود ہو گیا ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ایامِ دنیا میں سے افضل دن حج کے دس دن ہیں۔ عرض کیا گیا، کیا راہِ خدا عزوجل میں جہاد کرنے کے دس دن بھی نہیں؟ فرمایا، راہِ خدا عزوجل میں جہاد کے دس دن بھی نہیں مگر وہ شخص کہ جس کا چہرہ خاک آلود ہو گیا ہو۔

(ابو یعلیٰ الموصلی مسند جابر بن عبد اللہ، رقم ۲۰۸۶، ج ۲، ص ۲۹۹)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجدار، محبوبِ رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل کے نزدیک حج کے ان دس دنوں سے افضل اور پسندیدہ کوئی دن نہیں لہذا ان دنوں میں سُبْحَانَ اللَّهِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اللَّهُ أَكْبَرُ کی کثرت کیا کرو۔



ایک روایت میں ہے کہ ان دنوں میں سُبْحَانَ اللَّهِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور ذکر اللہ کی کثرت کیا کرو اور ان میں سے ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ان دنوں میں عمل کو سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الصیام، فصل تخمیس ایام الحشر۔۔۔۔۔ الخ، رقم ۷۵۸، ج ۳، ص ۳۵۶)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرّم، پورے عشر، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حج کے دس ایام میں اللہ کی عبادت اس کے نزدیک دیگر ایام کی نسبت زیادہ محبوب ہے اور ان میں سے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ان میں سے ہر رات کا قیام شب قدر میں قیام کے برابر ہے۔

(ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی العمل فی ایام الحشر، رقم ۷۵۸، ج ۲، ص ۱۹۲)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حج کے دس دنوں میں سے ہر دن کو ہزار دنوں کے برابر اور عرفہ کے دن کو دس ہزار دنوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ (شعب الایمان، باب فی الصیام، تخصیص یوم عرفہ بالذکر، رقم ۷۴۳، ج ۳، ص ۳۵۸)

امام دذاعی علیہ الرحمۃ بنی مخزوم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ شہنشاہ مدینہ مقرر قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث خوب سکینہ، فیض مخبینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ان دس دنوں میں عمل کرنا راہِ خدا غزوہ جہل میں دن میں روزہ رکھنے اور رات میں حفاظت کرتے ہوئے جہاد کرنے کے برابر ہے سوائے اس شخص کے جسے رتبہ شہادت مل جائے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب فی الموقوف بعرفہ وفضل یوم عرفہ، رقم ۸، ج ۲، ص ۱۲۸)

حج واجب ہونے کے شرائط

مسئلہ ۶: حج واجب ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں، جب تک وہ سب نہ پائی جائیں حج فرض نہیں:

اسلام

لہذا اگر مسلمان ہونے سے پیشتر استطاعت تھی پھر فقیر ہو گیا اور اسلام لایا تو زمانہ کفر کی استطاعت کی بنا پر اسلام لانے کے بعد حج فرض نہ ہوگا، کہ جب استطاعت تھی اس کا اہل نہ تھا اور اب کہ اہل ہوا استطاعت نہیں اور مسلمان کو اگر استطاعت تھی اور حج نہ کیا تھا اب فقیر ہو گیا تو اب بھی فرض ہے۔ (1)

مسئلہ ۷: حج کرنے کے بعد معاذ اللہ مرتد ہو گیا (2) پھر اسلام لایا تو اگر استطاعت ہو تو پھر حج کرنا فرض ہے، کہ

(1) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فین حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۲۱۔

مفتی شہید، خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدر الا قاضی، سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیر خزائن العرفان میں سورہ آل عمران کی آیت مبارکہ ۷۹ کے تحت فرماتے ہیں: مسئلہ: اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے اور اس کا کہ استطاعت شرط ہے۔ حدیث شریف میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر زاد و راحلہ سے فرمائی۔ زاد یعنی توشہ، کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہیے کہ جا کر واپس آنے تک اس کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل و عیال کے نفقہ کے علاوہ ہونا چاہیے۔ راہ کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ بغیر اس کے استطاعت ثابت نہیں ہوتی۔ اس (ومن کفر) سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فرض قطعی کا منکر کافر ہے۔

(2) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے اس کی بھی دو قسم ہیں: مجاہد و منافق۔

مرتد مجاہد کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا کلمہ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی یا کتابی کچھ بھی ہو۔ مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے پھر اللہ عز و جل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے، جیسے آجکل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑوی، جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں، حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہیں اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا، اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب، غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا، جس سے ہوگا محض زنا ہوگا، مرتد مرد ہو خواہ عورت، مرتدوں میں سے سب سے بدتر مرتد منافق ہے، یہی وہ ہے کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے، خصوصاً وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہلسنت کہتے، حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے اور

مرتد ہونے سے حج وغیرہ سب اعمال باطل ہو گئے۔ (3) یوہیں اگر اثنائے حج (دوران حج) میں مرتد ہو گیا تو احرام باطل ہو گیا اور اگر کافر نے احرام باندھا تھا، پھر اسلام لایا تو اگر پھر سے احرام باندھا اور حج کیا تو ہوگا ورنہ نہیں۔

دارالحرب میں ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ اسلام کے فرائض میں حج ہے۔

لہذا جس وقت استطاعت تھی یہ مسئلہ معلوم نہ تھا اور جب معلوم ہوا اس وقت استطاعت نہ ہو تو فرض نہ ہوا اور جاننے کا ذریعہ یہ ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں نے جن کا فاسق ہونا ظاہر نہ ہو، اُسے خبر دیں اور ایک عادل نے خبر دی، جب بھی واجب ہو گیا اور دارالاسلام میں ہے تو اگرچہ حج فرض ہونا معلوم نہ ہو فرض ہو جائے گا کہ دارالاسلام میں فرائض کا علم نہ ہونا عذر نہیں۔ (4)

بلوغ

نابالغ نے حج کیا یعنی اپنے آپ جبکہ سمجھ وال (سمجھ دار) ہو یا اُس کے ولی نے اس کی طرف سے احرام باندھا ہو جب کہ نا سمجھ ہو، بہر حال وہ حج نفل ہوا، حجۃ الاسلام یعنی حج فرض کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ ۸: نابالغ نے حج کا احرام باندھا اور وقوف عرفہ سے پیشتر بالغ ہو گیا تو اگر اسی پہلے احرام پر رہ گیا حج نفل ہوا حجۃ الاسلام نہ ہوا اور اگر سرے سے احرام باندھ کر وقوف عرفہ کیا تو حجۃ الاسلام ہوا۔ (5)

اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں، یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں، ہوشیار خبردار! مسلمانوں! اپنا دین بچائے ہوئے رہو

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَفِظًا وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ا۔ (القرآن الکریم ۱۲ / ۶۳)

(تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳، ص ۳۲۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیہ... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۷۔

(4) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیہ... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۸۔

(5) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیہ... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۷۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

فقہاء فرماتے ہیں کہ اگرچہ نابالغ بچہ کا حج ثواب کے لحاظ سے تو ہو جائے گا مگر اس سے حجۃ الاسلام ادا نہ ہوگا، بالغ ہونے پر پھر حج کر لے پڑے گا لیکن اگر فقیر یا غلام حج کرے تو ان کا حجۃ الاسلام ادا ہو جائے گا کہ امیری یا آزادی کے بعد انہیں دوبارہ حج کرنا ضروری نہیں کہ ہر شخص مکہ معظمہ پہنچ کر وہاں کا ہی مانا جاتا ہے، مکہ کا فقیر یا غلام حج اسلام کر سکتا ہے مگر معظمہ کے چھوٹے بچوں کے حج سے حجۃ الاسلام ادا نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں کی نیکیوں کا ثواب ماں باپ کو بھی ملتا ہے لہذا انہیں نماز روزہ کا پابند بناؤ۔

(مرآۃ النایح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲، ص ۷۱۸)

عاقل ہونا

مجنون پر فرض نہیں۔

مسئلہ ۹: مجنون تھا اور وقفہ عرفہ سے پہلے جنون جاتا رہا اور نیا احرام باندھ کر حج کیا تو یہ حج حجۃ الاسلام ہو گیا ورنہ

نہیں۔ بوہرا بھی مجنون کے حکم میں ہے۔ (6)

مسئلہ ۱۰: حج کرنے کے بعد مجنون ہوا پھر اچھا ہوا تو اس جنون کا حج پر کوئی اثر نہیں یعنی اب اسے دوبارہ حج کرنے کی ضرورت نہیں، اگر احرام کے وقت اچھا تھا پھر مجنون ہو گیا اور اسی حالت میں افعال ادا کیے پھر برسوں کے بعد ہوش میں آیا تو حج فرض ادا ہو گیا۔ (7)

آزاد ہونا

باندی غلام پر حج فرض نہیں اگرچہ مدبر یا مکاتب یا ام ولد (8) ہوں۔ اگرچہ اُن کے مالک نے حج کرنے کی اجازت دیدی ہو اگرچہ وہ مکہ ہی میں ہوں۔ (9)

مسئلہ ۱۱: غلام نے اپنے مولیٰ کے ساتھ حج کیا تو یہ حج نفل ہو حجۃ الاسلام نہ ہوا۔ آزاد ہونے کے بعد اگر شرائط پائے جائیں تو پھر کرنا ہوگا اور اگر مولیٰ کے ساتھ حج کو جاتا تھا، راستہ میں اس نے آزاد کر دیا تو اگر احرام سے پہلے آزاد ہوا، اب احرام باندھ کر حج کیا تو حجۃ الاسلام ادا ہو گیا اور احرام باندھنے کے بعد آزاد ہوا تو حجۃ الاسلام نہ ہوگا، اگرچہ نیا احرام باندھ کر حج کیا ہو۔ (10)

(6) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیہ... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۷۔

ورد البھار، کتاب الحج، مطلب فی توہم یدم حق العبد علی حق الشرع، ج ۳، ص ۵۳۵۔

(7) لباب المناسک للسندی والمناسک المحقق فی المناسک المتوسط للقاری، (باب شرائط الحج)، ص ۳۹۔

(8) مدبر: یعنی وہ غلام جس کی نسبت مولیٰ نے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔

مکاتب: یعنی وہ غلام جس کا آقا مال کی ایک مقدار مقرر کر کے یہ کہہ دے کہ اتنا ادا کر دے تو آزاد ہے اور غلام اسے قبول بھی کرے۔

ام ولد: یعنی وہ لونڈی جس کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے۔

نوٹ: تفصیلی معلومات کے لئے دیکھیں: بہار شریعت حصہ ۹، مدبر، مکاتب اور ام ولد کا بیان

(9) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیہ... إلخ، ج ۱، ص ۱۷۱۔

(10) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیہ... إلخ، ج ۱، ص ۱۷۱۔

تندرست ہو

کہ حج کو جاسکے، اعضا سلامت ہوں، انگھیا را ہو، اپاچ اور فالج والے اور جس کے پاؤں کٹے ہوں اور یوزھے پہ کہ سواری پر خود نہ بیٹھ سکتا ہو حج فرض نہیں۔ یوہیں اندھے پر بھی واجب نہیں اگرچہ ہاتھ پکڑ کر لے چلنے والا اسے ملے۔ ان سب پر یہ بھی واجب نہیں کہ کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج کرا دیں یا وصیت کر جائیں اور اگر تکلیف اٹھا کر حج کر لیا تو صحیح ہو گیا اور حجۃ الاسلام ادا ہوا یعنی اس کے بعد اگر اعضا درست ہو گئے تو اب دوبارہ حج فرض نہ ہوگا وہی پہلا حج کافی ہے۔ (11)

مسئلہ ۱۲: اگر پہلے تندرست تھا اور دیگر شرائط بھی پائے جاتے تھے اور حج نہ کیا پھر اپاچ وغیرہ ہو گیا کہ حج نہیں کر سکتا تو اس پر وہ حج فرض باقی ہے۔ خود نہ کر سکے تو حج بدل کرائے۔ (12)

(11) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النساک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیہ... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۸، وغیرہ۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب صحیح ظاہر الروایۃ میں تو ایسی تندرستی جو اس سفر مبارک کے قابل ہو شرط وجوب ہے کہ بغیر ان پر حج سرنے سے واجب ہی نہ ہوتا، نہ خود جاتا نہ دوسرے کو بھیجتا، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے مذہب صحیح میں اگرچہ تندرستی مذکور شرط وجوب نہیں، شرط وجوب ادا ہے کہ وہ نہ ہو تو خود جانا لازم نہیں مگر اپنے عوض اپنے روپے سے اپنی حیات میں یا بعد موت حج کرانا واجب ہے مگر مال جملہ حاجات سے فاضل، جانے آنے کے قابل باتفاق فقہائے کرام شرط وجوب ہے کہ بے اس کے حج واجب ہی نہیں ہوتا،

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۶۹۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

زندگی میں جو کوئی حج بدل اپنی طرف سے بوجہ مجبوری کرائے اس حج کی صحت کے لیے شرط ہے کہ وہ مجبوری آخر عمر تک مستر رہے، اگر حج کے بعد مجبوری جاتی رہی اور بذات خود حج کرنے پر قدرت پائی تو اس سے پہلے جتنے حج بدل اپنی طرف سے کرائے ہوں سب ساقط ہو گئے حج نفل کا ثواب رہ گیا فرض ادا نہ ہوا، اب اس پر فرض ہے کہ خود حج کرے پھر اگر غفلت کی اور وقت گزر گیا اور اب دوبارہ مجبوری لاحق ہوئی تو از سر نو حج بدل کرنا ضرور ہے، ہاں اگر کسی کی معذوری ایسی ہو جو عادتاً اصلاً زوال پذیر نہیں اور اس نے حج بدل کر لیا اور اس کے بعد بعض قدرت الہی مثلاً کسی ولی کی کرامت سے وہ عذرتاً قابل الزوال زائل ہو گیا مثلاً اندھے نے حج بدل کر لیا تھا پھر رب اعزّی نے اسے آنکھیں دے دیں تو اس کا وہ حج بدل ساقط نہ ہوا وہی کافی ہے، خود اگر حج کرے سعادت ہے ورنہ فرض ادا ہو گیا۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۶۶۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(12) المرجع السابق۔

سفر خرچ کا مالک ہو اور سواری پر قادر ہو

خواہ سواری اس کی ملک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ کرایہ پر لے سکے۔

مسئلہ ۱۳: کسی نے حج کے لیے اس کو اتنا مال مباح کر دیا کہ حج کر لے تو حج فرض نہ ہوا کہ اباحت سے ملک نہیں ہوتی اور فرض ہونے کے لیے ملک درکار ہے، خواہ مباح کرنے والے کا اس پر احسان ہو جیسے غیر لوگ یا نہ ہو جیسے ماں، باپ، اولاد۔ یوہیں اگر عاریۃ (13) سواری مل جائے گی جب بھی فرض نہیں۔ (14)

مسئلہ ۱۴: کسی نے حج کے لیے مال ہبہ کیا تو قبول کرنا اس پر واجب نہیں۔ دینے والا اجنبی ہو یا ماں، باپ، اولاد وغیرہ مگر قبول کر لے گا تو حج واجب ہو جائے گا۔ (15)

مسئلہ ۱۵: سفر خرچ اور سواری پر قادر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ چیزیں اُس کی حاجت سے فاضل ہوں یعنی مکان و لباس و خادم اور سواری کا جانور اور پیشہ کے اوزار اور خانہ داری کے سامان اور دین سے اتنا زائد ہو کہ سواری پر مکہ معظمہ جائے اور وہاں سے سواری پر واپس آئے اور جانے سے واپسی تک عیال کا نفقہ اور مکان کی مرمت کے لیے کافی مال چھوڑ جائے اور جانے آنے میں اپنے نفقہ اور گھراہل و عیال کے نفقہ میں قدر متوسط کا اعتبار ہے نہ کمی ہو نہ اسراف۔ عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ اُس پر واجب ہے، یہ ضروری نہیں کہ آنے کے بعد بھی وہاں اور یہاں کے خرچ کے بعد کچھ باقی بچے۔ (16)

مسئلہ ۱۶: سواری سے مراد اس قسم کی سواری ہے جو عرفاً اور عادتاً اُس شخص کے حال کے موافق ہو، مثلاً اگر متمول (مالدار) آرام پسند ہو تو اُس کے لیے شگد ف (17) درکار ہوگا۔ یوہیں توشہ میں اُس کے مناسب غذا کیں چاہیے،

(13) عاریۃ یعنی عارضی طور پر دی ہوئی چیز۔

(14) المرجع السابق، ص ۲۱۷۔

(15) المرجع السابق۔

(16) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج وفرضیہ... الحج، ج ۱، ص ۲۱۷۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

توشہ سے مراد اپنا سفر کا سامان نان و نفقہ و دیگر خرچ ہے اور اپنے بال بچوں کے گھر کا خرچ اس کی واپسی تک اور سواری میں وہ ساری سواریاں داخل ہیں جن سے مکہ معظمہ کا راستہ طے ہو جیسے ہم پاکستانیوں کے لیے کراچی تک ریل پھر کراچی سے جدہ تک جہاز اور جدہ سے

مکہ معظمہ تک ماری بس، یہ سواریاں مختلف فاصلوں کے لیے مختلف ہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۴۱)

(17) شگد ف: یعنی چار پائی جو اونٹ کے اوپر رکھتے ہیں۔

معمولی کھانا میسر آنا فرض ہونے کے لیے کافی نہیں، جب کہ وہ اچھی غذا کا عادی ہے۔ (18)

مسئلہ ۱۷: جو لوگ حج کو جاتے ہیں، وہ دوست احباب کے لیے تحفہ لایا کرتے ہیں یہ ضروریات میں نہیں یعنی اگر کسی کے پاس اتنا مال ہے کہ جو ضروریات بتائے گئے اُن کے لیے اور آنے جانے کے اخراجات کے لیے کافی ہے مگر کچھ بچے گا نہیں کہ احباب وغیرہ کے لیے تحفہ لائے جب بھی حج فرض ہے، اس کی وجہ سے حج نہ کرنا حرام ہے۔ (19)

مسئلہ ۱۸: جس کی بسر اوقات تجارت پر ہے اور اتنی حیثیت ہوگئی کہ اس میں سے اپنے جانے آنے کا خرچ اور واپسی تک بال بچوں کی خوراک نکال لے تو اتنا باقی رہے گا، جس سے اپنی تجارت بقدر اپنی گزر کے کر سکے تو حج فرض ہے ورنہ نہیں اور اگر وہ کاشتکار ہے تو ان سب اخراجات کے بعد اتنا بچے کہ کھیتی کے سامان ہل بیل وغیرہ کے لیے کافی ہو تو حج فرض ہے اور پیشہ والوں کے لیے ان کے پیشہ کے سامان کے لائق بچتا ضروری ہے۔ (20)

مسئلہ ۱۹: سواری میں یہ بھی شرط ہے کہ خاص اُس کے لیے ہو اگر دو شخصوں میں مشترک ہے کہ باری باری دونوں تھوڑی تھوڑی دور سوار ہوتے ہیں تو یہ سواری پر قدرت نہیں اور حج فرض نہیں۔ یوں اگر اتنی قدرت ہے کہ ایک منزل کے لیے مثلاً کرایہ پر جانور لے پھر ایک منزل پیدل چلے وعلیٰ ہذا القیاس (اسی پر قیاس کر لیجئے) تو یہ سواری پر قدرت نہیں۔ (21)

آجکل جو شگد ف اور شبری کا رواج ہے کہ ایک شخص ایک طرف سوار ہوتا ہے اور دوسرا دوسری طرف اگر یوں دو شخصوں میں مشترک ہو تو حج فرض ہوگا کہ سواری پر قدرت پائی گئی اور پیدل چلنا نہ پڑا۔

مسئلہ ۲۰: مکہ معظمہ یا مکہ معظمہ سے تین دن سے کم کی راہ والوں کے لیے 'سواری شرط نہیں، اگر پیدل چل سکتے ہوں تو ان پر حج فرض ہے اگرچہ سواری پر قادر نہ ہوں اور اگر پیدل نہ چل سکیں تو اُن کے لیے بھی سواری پر قدرت شرط ہے۔ (22)

(18) لباب المناسک والمسک، (باب شرائط الحج)، ص ۴۶، ۴۷۔

(19) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فین حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۲۸۔

(20) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج وفرضیہ...، ج ۱، ص ۲۱۸۔

(21) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج وفرضیہ...، ج ۱، ص ۲۱۷۔

(22) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج وفرضیہ...، ج ۱، ص ۲۱۷۔

رد المحتار، کتاب الحج، فین حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۲۵۔

مسئلہ ۲۱: میقات (22A) سے باہر کارہنے والا جب میقات تک پہنچ جائے اور پیدل چل سکتا ہو تو سواری اُس کے لیے شرط نہیں، لہذا اگر فقیر ہو جب بھی اُسے حج فرض کی نیت کرنی چاہیے نفل کی نیت کرے گا تو اُس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا اور مطلق حج کی نیت کی یعنی فرض یا نفل کچھ معین نہ کیا تو فرض ادا ہو گیا۔ (23)

مسئلہ ۲۲: اس کی ضرورت نہیں کہ محمل وغیرہ آرام کی سواریوں کا کرایہ اس کے پاس ہو، بلکہ اگر کجاوے پر بیٹھنے کا کرایہ پاس ہے تو حج فرض ہے، ہاں اگر کجاوے پر بیٹھ نہ سکتا ہو تو محمل وغیرہ کے کرایہ سے قدرت ثابت ہوگی۔ (24)

مسئلہ ۲۳: مکہ اور مکہ سے قریب والوں کو سواری کی ضرورت ہو تو خچر یا گدھے کے کرایہ پر قادر ہونے سے بھی سواری پر قدرت ہو جائے گی اگر اس پر سوار ہو سکیں بخلاف دور والوں کے کہ اُن کے لیے اونٹ کا کرایہ ضروری ہے کہ دور والوں کے لیے خچر وغیرہ سوار ہونے اور سامان لادنے کے لیے کافی نہیں اور یہ فرق ہر جگہ ملحوظ رہنا چاہیے۔ (25)

مسئلہ ۲۴: پیدل کی طاقت ہو تو پیدل حج کرنا افضل ہے۔ حدیث میں ہے: جو پیدل حج کرے، اُس کے لیے ہر قدم پر سات سو ۷۰۰ نیکیاں ہیں۔ (26)

(22A) حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

میقات وہ جگہ کہلاتی ہے جہاں سے حاجی یا عمرہ کرنے والے کو بغیر احرام آگے بڑھنا حرام ہے۔ مکہ مکرمہ کے چار راستے ہیں، ان چاروں راستوں کے لیے یہ چار حدود ہیں۔ چنانچہ مدینہ والوں کے لیے مقام ذوالخلفہ میقات ہے جو مدینہ طیبہ سے قریباً تین میل ہے جسے اب ہیر علی کہتے ہیں فقیر نے زیارت کی ہے بعض ردائض کہتے ہیں کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کنوئیں میں جنات سے جنگ کی تھی اس لیے اسے ہیر علی کہا جاتا ہے مگر یہ محض جھوٹ ہے۔ (مرقات) اب شام کے لوگ مدینہ منورہ کے راستے جاتے ہیں یہذا ان کا میقات بھی یہی ہے ان کے پرانے راستے پر جحفہ میقات تھا، جحفہ مکہ معظمہ سے پچاس ۵۰ کوس جانب شام ہے۔ جحفہ کے معنی ہیں سیلاب کا بہاؤ، یہاں ایک دفعہ زبردست سیلاب آیا تھا اس لیے جحفہ نام ہوا، اصلی نام مہیرہ ہے اسے ایک شخص مہیرہ نامی نے آباد کیا تھا۔ (مرقات)

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۳۲)

(23) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فہم حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۲۵۔

(24) ردالمحتار و ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فہم حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۲۵۔

(25) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فہم حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۲۶۔

(26) ردالمحتار، کتاب الحج، مطلب فہم حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۲۶۔

مکہ سے پیدل چل کر حج کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا زاذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ، حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما شدید بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور جمع کر کے فرمایا کہ میں نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مکہ سے حج کے لئے پیدل چل کر جائے

مسئلہ ۲۵: فقیر نے پیدل حج کیا پھر مالدار ہو گیا تو اس پر دوسرا حج فرض نہیں۔ (27)

مسئلہ ۲۶: اتنا مال ہے کہ اس سے حج کر سکتا ہے مگر اس مال سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو نکاح نہ کرے بلکہ حج کرے کہ حج فرض ہے یعنی جب کہ حج کا زمانہ آگیا ہو اور اگر پہلے نکاح میں خرچ کر ڈالا اور مجرد رہنے (یعنی شادی نہ کرنے) میں خوف معصیت تھا تو حج نہیں۔ (28)

مسئلہ ۲۷: رہنے کا مکان اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور برتنے کے اسباب ہیں تو حج فرض نہیں یعنی لازم نہیں کہ انھیں بیچ کر حج کرے اور اگر مکان ہے مگر اس میں رہتا نہیں غلام ہے مگر اس سے خدمت نہیں لیتا تو بیچ کر

اور مکہ لوٹے تک پیدل ہی چلے تو اللہ عزوجل اس کے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھتا ہے اور ان میں ہر نیکی حرم میں کی گئی نیکیوں کی طرح ہے۔ ان سے پوچھا گیا، حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ فرمایا، ان میں سے ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔

(المسند رک، کتاب النساک، باب فضیلة الحج ماشیا، رقم ۷۳۵، ج ۲، ص ۱۱۳)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سیدہ الحبلیہ، رضى الله تعالى عنها، نے فرمایا، حضرت سیدنا آدم علیہ السلام ہند سے ایک ہزار مرتبہ بیت اللہ شریف پیدل تشریف لائے اور ایک مرتبہ بھی سواری پر سوار نہ ہوئے۔

(صحیح ابن خزیمہ، کتاب النساک، باب عدد حج آدم صلوات اللہ علیہ، رقم ۷۹۲، ج ۲، ص ۲۳۵)

زیارت بیت اللہ شریف کا انوکھا شوق:

حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ اُمّ داب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کا شمار بلند پایہ صالحات و عابدات میں ہوتا ہے۔ اُن کی عمر نوے (90) برس ہو چکی تھی۔ ہر سال مدینہ منورہ زادھا اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً سے مکہ معظمہ زادھا اللہ تعالیٰ شرفاً و کرمینا پیدل چل کر حج کرنے آتی تھیں۔ اُن کی بیٹائی چلی گئی۔ جب حج کا موسم آیا، عورتیں ان کے پاس ان کی زیارت کے لئے حاضر ہو گئیں، ان کو آپ کی بیٹائی چلے جانے کا بہت غم ہوا، آپ نے گریہ و زاری کرتے ہوئے اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے بارگاہ رب العزت میں یوں عرض کی: یا اللہ عزّ و جلّ! حیرت کی قسم! میری آنکھوں کا نور چلا گیا تو کیا ہوا؟ حیرت بارگاہ میں حاضر کے شوق کے انوار تو ابھی باقی ہیں۔ پھر احرام باندھ کر لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے اپنی رفقاء کے ساتھ چل پڑیں۔ آپ ان کے ساتھ چلتے ہوئے کبھی آگے نکل جاتیں۔ حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ رحمۃ اللہ الولی فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے حال پر بڑا تعجب ہوا تو ہاتھ غیبی سے آواز آئی: اے ذوالنون! کیا تم اس بڑھیا پر تعجب کرتے ہو جسے اپنے مولیٰ عزّ و جلّ کے گھر کا شوق تھا پس اللہ عزّ و جلّ نے لطف و کرم فرماتے ہوئے اسے اپنے گھر کی طرف چلا دیا اور اس کی طاقت عطا فرمائی۔ (الروضة الفانیة فی التواضع والرفاق ص ۲۸۶)

(27) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النساک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیہ... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۷۔

(28) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النساک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیہ... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۷۔

واحد المختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۲۸۔

جج کرے اور اگر اس کے پاس نہ مکان ہے نہ غلام وغیرہ اور روپیہ ہے جس سے جج کر سکتا ہے مگر مکان وغیرہ خریدنے کا ارادہ ہے اور خریدنے کے بعد جج کے لائق نہ بچے گا تو فرض ہے کہ جج کرے اور باتوں میں اٹھانا گناہ ہے یعنی اس وقت کہ اُس شہر والے جج کو جا رہے ہوں اور اگر پہلے مکان وغیرہ خریدنے میں اٹھادیا تو حرج نہیں۔ (29)

مسئلہ ۲۸: کپڑے جنھیں استعمال میں نہیں لاتا انھیں بیچ ڈالے تو جج کر سکتا ہے تو بیچے اور جج کرے اور اگر مکان بڑا ہے جس کے ایک حصہ میں رہتا ہے باقی فاضل پڑا ہے تو یہ ضرور نہیں کہ فاضل کو بیچ کر جج کرے۔ (30)

مسئلہ ۲۹: جس مکان میں رہتا ہے اگر اُسے بیچ کر اُس سے کم حیثیت کا خرید لے تو اتنا روپیہ بچے گا کہ جج کر لے تو بیچنا ضرور نہیں مگر ایسا کرے تو افضل ہے، لہذا مکان بیچ کر جج کرنا اور کرایہ کے مکان میں گزر کر ناتو بدرجہ اولیٰ ضرور نہیں۔ (31)

مسئلہ ۳۰: جس کے پاس سال بھر کے خرچ کا غلہ ہو تو یہ لازم نہیں کہ بیچ کر جج کو جائے اور اس سے زائد ہے تو اگر زائد کے بیچنے میں جج کا سامان ہو سکتا ہے تو فرض ہے ورنہ نہیں۔ (32)

مسئلہ ۳۱: دینی کتابیں اگر اہل علم کے پاس ہیں جو اُسکے کام میں رہتی ہیں تو انھیں بیچ کر جج کرنا ضروری نہیں اور بے علم کے پاس ہوں اور اتنی ہیں کہ بیچے تو جج کر سکے گا تو اُس پر جج فرض ہے۔ یوہیں طب اور ریاضی وغیرہ کی کتابیں اگرچہ کام میں رہتی ہوں اگر اتنی ہوں کہ بیچ کر جج کر سکتا ہے تو جج فرض ہے۔ (33)

(29) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیہ... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۷۔

(30) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیہ... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۷-۲۱۸۔

(31) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیہ... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۸۔

(32) لباب المناسک للسنی، المسلك المحقق فی المناسک التوسط للقاری، (باب شرائط الحج)، ص ۴۵۔

(33) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الاول فی تفسیر الحج و فرضیہ... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۸۔

ورد المحتار، کتاب الحج، مطلب فمن حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۲۸۔

کیا بہت ساری کتابیں حاجتِ اصلیہ میں شامل ہیں؟

اس میں تفصیل یہ ہے کہ

☆ فقہ، تفسیر اور حدیث کی کتابیں اہل علم (یعنی جسے پڑھنے، پڑھانے یا تصحیح کے لئے ان کتابوں کی ضرورت ہو) کے لئے حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں اور دوسروں کے لئے حاجتِ اصلیہ میں سے نہیں۔ اگر ایک کتاب کے ایک سے زائد نسخے ہوں تو وہ اہل علم کے لئے بھی حاجتِ اصلیہ میں سے نہیں ہیں۔

وقت

یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائے جائیں اور اگر دُور کارہنے والا ہو تو جس وقت وہاں کے لوگ جاتے ہوں اس وقت شرائط پائے جائیں اور اگر شرائط ایسے وقت پائے گئے کہ اب نہیں پہنچے گا تو فرض نہ ہوا۔ یوہیں اگر عادت کے موافق سفر کرے تو نہیں پہنچے گا اور تیزی اور رَواری (جلدی) کر کے جائے تو پہنچ جائے گا جب بھی فرض نہیں اور یہ بھی ضرور ہے کہ نمازیں پڑھ سکے، اگر اتنا وقت ہے کہ نمازیں وقت میں پڑھے گا تو نہ پہنچے گا اور نہ پڑھے تو پہنچ جائے گا تو فرض نہیں۔ (34)

وجوب ادا کے شرائط

یہاں تک وجوب کے شرائط کا بیان ہوا اور شرائط ادا کہ وہ پائے جائیں تو خود حج کو جانا ضروری ہے اور سب نہ پائے جائیں تو خود جانا ضروری نہیں بلکہ دوسرے سے حج کرا سکتا ہے یا وصیت کر جائے مگر اس میں یہ بھی ضرور ہے کہ حج کرانے کے بعد آخر عمر تک خود قادر نہ ہو ورنہ خود بھی کرنا ضرور ہوگا۔ وہ شرائط یہ ہیں:

- 1- راستہ میں امن ہونا یعنی اگر غالب گمان سلامتی ہو تو جانا واجب اور غالب گمان یہ ہو کہ ڈاکے وغیرہ سے جان ضائع ہو جائے گی تو جانا ضرور نہیں، جانے کے زمانے میں امن ہونا شرط ہے پہلے کی بدامنی قابل لحاظ نہیں۔ (35)
- مسئلہ ۳۲: اگر بدامنی کے زمانے میں انتقال ہو گیا اور وجوب کی شرطیں پائی جاتی تھیں تو حج بدل کی وصیت ضروری ہے اور امن قائم ہونے کے بعد انتقال ہو تو بطریق اولیٰ وصیت واجب ہے۔ (36)
- مسئلہ ۳۳: اگر امن کے لیے کچھ رشوت دینا پڑے جب بھی جانا واجب ہے اور یہ اپنے فرائض ادا کرنے کے

☆ کفار اور بد مذہبوں کے رد اور اہل سنت کی تائید میں لکھی گئیں اور فرض علوم پر مشتمل کتابیں، عالم اور غیر عالم دونوں کی حاجتِ اصلیہیں سے ہیں۔

☆ عام اگر بد مذہبوں کی کتابیں ان کے رد کے لئے رکھے تو یہ اس کی حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں۔ غیر عالم کو تو ان کا دیکھنا ہی جائز نہیں۔

☆ قرآن مجید غیر حافظ کے لئے حاجتِ اصلیہ میں سے ہے حافظ قرآن کے لئے نہیں۔ (جبکہ اس کا حفظ قرآن مضبوط ہو)

☆ طب کی کتابیں طبیب کے لئے حاجتِ اصلیہ میں سے ہیں جبکہ ان کو مطالعہ میں رکھے یا دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہو۔

(الدر المختار رد المحتار، کتاب الزکوٰۃ، مطلب فی ضمن المسحوق، ج ۳، ص ۲۱۷، بہار شریعت، ج ۱، حصہ ۵، ص ۸۸۲)

(34) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی توہم بقدم حق العبد علی حق الشرع، ج ۳، ص ۵۳۴۔

(35) المرجع السابق، ص ۵۳۰۔ والفتاویٰ المحدثیہ، کتاب المناسک، الباب الاول، ج ۱، ص ۲۱۸۔

(36) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی توہم بقدم حق العبد علی حق الشرع، ج ۳، ص ۵۳۰۔

لیے مجبور ہے لہذا اس دینے والے پر مؤاخذہ نہیں۔ (37)

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

قوله قولان هما مبنیان علی ان وجود الزوج او المهر شرط وجوب امر شرط وجوب الاداء والذی اختاره فی الفتح انه مع الصحة وأمن الطريق شرط وجوب الاداء فیجب الایضاء ان منع المرض وخوف الطريق اولم یوجد زوج ولا محرم ویجب علیها التزوج عند فقد المحرم وعلی الاول لا یجب شیء من ذلك کما فی البحر وحی النهر وصح الاول فی البدائع ورجح الثانی فی النہایة تبعاً لقاضی خاں واختاره فی الفتح

(۱۔ رد المحتار کتاب النکاح المصطفیٰ البابی مصر ۲/ ۱۵۸)

قولہ قولان، یہ دونوں اس بنا پر ہیں کہ خاوند یا محرم کا ہونا نفس وجوب کے لیے شرط ہے یا وجوب ادا کے لیے، فتح میں جو مختار ہے وہ یہ ہے کہ صحت اور راہ پر امن ہو تو وجوب ادا کے لیے شرط ہے، اگر مرض یا راستہ کا خوف مانع ہے تو حج کے بارے میں وصیت لازم ہوگی یا خاوند اور محرم نہیں تو محرم کی عدم موجودگی میں نکاح کرنا ضروری ہوگا، اور پہلے قول پر ان میں سے کوئی چیز بھی واجب نہیں جیسا کہ بحر اور نہر میں ہے، بدائع نے اول کو صحیح بتایا اور نہایہ نے قاضی خاں کی اتباع میں دوسرے کو ترجیح دی ہے، اور فتح میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۷۰۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(37) الدر المختار و رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب فی توہم بقدم حق العبد علی حق الشرع، ج ۳، ص ۵۳۰۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مگر مواضع ضرورت مستثنیٰ رہتے ہیں، الضرورات تبیح المحظورات ۲۔ (ضرورتیں) مجبوریاں (منوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ ت) اور حرج بین ضرورت و مشقت شدیدہ کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے۔ (۲۔ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الخامسة ۱/ ۱۱۸)

ما جعل علیکم فی الدین من حرج ۳۔ لا ضرر ولا ضرار ۴۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ۵۔

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، نہ تو کسی سے نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ تمہیں کسی تنگی میں ڈالنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ (۳۔ القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸) (۴۔ مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۱۳) (۵۔ القرآن الکریم ۲/ ۱۸۵)

ہاں مجرد تحصیل منفعت کے لئے کوئی ممنوع مباح نہیں ہو سکتا مثلاً جائز نوکری تیس روپیہ ماہوار کی ملتی ہو اور ناجائز ڈیڑھ سو روپیہ مہینہ کی تو اس ایک سو بیس روپے ماہانہ نفع کے لئے ناجائز کا اختیار حرام ہے۔

فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

رجل آخر نفقته من النصارى لضرب الناقوس كل يوم بخمسة دراهم ويعطى في عمل آخر كل يوم درهم ←

مسند ۳۴: راستہ میں چوکی وغیرہ لیتے ہوں تو یہ امن کے منافی نہیں اور نہ جانے کے لیے عذر نہیں۔ (38) یوں ٹیکہ کہ آج کل حجاج کو لگائے جاتے ہیں یہ بھی عذر نہیں۔

2- عورت کو مکہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اس کے ہمراہ شوہر یا محرم ہونا شرط ہے، خواہ وہ عورت جوان ہو یا بوڑھیا اور تین دن سے کم کی راہ ہو تو بغیر محرم اور شوہر کے بھی جاسکتی ہے۔ (39)

علیہ ان یطلب الرزق من موضع آخر ۶۔

ایک شخص نے عیسائیوں کے ہاں اجرت پر بگل بجانے کی ملازمت اختیار کی اس شرط پر کہ اسے پوسہ پانچ درہم ملیں گے، اور کسی دوسرے (جائز کام پر) ہر روز اسے ایک درہم دئے جانے کا وعدہ ہوا تو پھر اس پر لازم ہے کہ وہ دوسری جگہ رزق حلال تلاش کرے لہذا تھوڑی اجرت پر جائز کام کرے اور زیادہ پر حرام کام نہ کرے) (۶۔ فتاویٰ قاضی خاں، کتاب الحظر والاباحہ مطبع نوکلشور دہلی ۳/ ۷۸۰) اس سوال کے درود پر ہم نے ایک رسالہ جلی العن فی اماکن الرخص (۱۳۳۷ھ) (مقامات رخصت میں واضح اور ظاہر نفس کا بیان۔ ت) تحقیقات جلیلہ پر مشتمل لکھا ان تمام مباحث کی تنقیح و تشریح اس میں ہے تصویر کھینچوانے میں معصیت بوجہ اعانت معصیت ہے پھر اگر بخوشی ہو تو بلاشبہ خود کھینچنے ہی کی مثل ہے یونہی اگر اسے کھینچوانا مقصود نہیں بلکہ دوسرا مقصد مباح مثلاً کوئی جائز سفر، مگر قانوناً تصویر دینی ہوگی تو اگر وہ مقصد ضرورت و حاجت صحیحہ موجب حرام و ضرورت مشقت شدیدہ تک نہ پہنچا جب بھی ناجائز کہ منفعت کے لئے ناجائز جائز نہیں ہو سکتا اور اگر یہ حالت ہے تو ایسی صورت میں فعل کی نسبت قائل پر مختصر رہتی ہے اور یہ اس نیت سے بری اور اپنے اوپر سے دفع حرج و ضرر کا قصد ہونے کے سبب لا تذر و اذرة و ذر اخیری ۱۔ (کوئی شخص کسی دوسرے کا شخص کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ ت) اور انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرء ما نوى ۲۔ (یاد رکھو اعمال کا دار و مدار ارادوں پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ ت) کا فائدہ پاتا ہے۔ (۱۔ القرآن الکریم ۶/ ۱۶۳)

(۲۔ صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲)

فتح القدیر میں ہے:

ما ذکر انه لا یتوصل الی الحج الا بارشائهم فتکون الطاعة سبب المعصية فيه نظر بل الاثم فی مثله علی الاخذ لا المعطى علی ما عرف من تقسیم الرشوة فی کتاب القضاء ۳۔

(۳۔ فتح القدیر کتاب الحج مقدمہ مکرہ الخرج الی الحج مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۲/ ۳۲۹)

جو کچھ ذکر کیا گیا یہ ہے کہ ادائیگی حج کا سوائے رشوت دینے کے اور کوئی ذریعہ نہیں، تو پھر (اس صورت میں) طاعت گناہ کا سبب ہو جائے گی، اس پر اعتراض اور اشکال ہے وہ یہ ہے کہ اس نوع کے مسائل میں رشوت لینے والے کو گناہ ہو گا نہ کہ دینے والے کو جیسا کہ کتاب القضاء میں تقسیم رشوت کے عنوان سے معلوم ہوا۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۱، ص ۱۹۷-۱۹۸ ارضافاؤنڈیشن، لاہور)

(38) اندر المختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۳۱۔

(39) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

محرم سے مراد وہ مرد ہے جس سے ہمیشہ کے لیے اُس عورت کا نکاح حرام ہے، خواہ نسب کی وجہ سے نکاح حرام ہو، جیسے باپ، بیٹا، بھائی وغیرہ یا دودھ کے رشتہ سے نکاح کی حرمت ہو، جیسے رضاعی بھائی، باپ، بیٹا وغیرہ یا سسرالی رشتہ سے حرمت آئی (A39)، جیسے خسر، شوہر کا بیٹا وغیرہ۔

حج کی فرضیت میں عورت مرد کا ایک حکم ہے، جو راہ کی طاقت رکھتا ہو اُس پر فرض ہے مرد ہو یا عورت، جو ادا نہ کرے گا عذاب جہنم کا مستحق ہوگا۔ عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اُسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لیے، سفر کو جانا حرام، اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم جائے گی تو گنہگار ہوگی، ہاں جب فرض ادا ہو جائے تو بار بار عورت کو مناسب نہیں کہ وہ جس قدر پردے کے اندر ہے اُس قدر بہتر ہے۔ حدیث میں اس قدر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امہات المؤمنین کو حج کرا کر فرمایا اے ہذا تم حصر الہیوت یہ ایک حج ہو گیا اس کے بعد گھر کی چٹائیاں۔ پھر یہ بھی اولویت کا ارشاد ہے نہ کہ عورت کو دوسرا حج ناجائز ہے، ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے بعد پھر حج کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۶۵۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

یہ ظاہر الروایہ ہے۔ مگر ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری المسلك المستقط فی المنسک التوسط صفحہ 57 پر تحریر فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ سے عورت کو بغیر شوہر یا محرم کے ایک دن کا سفر کرنے کی کراہیت بھی مروی ہے۔ فتنہ و فساد کے زمانے کی وجہ سے اسی قول (ایک دن) پر فتویٰ دینا چاہیے۔ (المسلك المستقط، ص ۵۷۔ رد المحتار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۳۳)

بہار شریعت حصہ 4، نماز مسافر کا بیان، صفحہ 101 پر ہے کہ عورت کو بغیر محرم کے تین دن یا زیادہ کی راہ جانا، ناجائز ہے بلکہ ایک دن کی راہ جانا بھی نہ۔ (حالتگیری وغیرہ) لہذا اسی پر عمل کرنا چاہیے۔

(39A) فرضیت حج کے دیگر شروط میں ایک شرط یہ ہے کہ سفر حج میں عورت کے ساتھ محرم ہو۔ در مختار ج 2، شروط حج کے ضمن میں ص 157، پر ہے:

(د) مع (زوج او محرم) ترجمہ: (دوران حج) عورت کے ساتھ شوہر یا کسی محرم کا ہونا (شرط) ہے۔ رد المحتار ج 2، کتاب الحج، مطلب فی توہم بقدم حق العبد علی حق الشرع، ص 157، میں ہے

والنحر من لا يجوز له منّا كحتمها على التابيد بقراة اور ضاع او صهرية.

ترجمہ: محرم وہ رشتہ دار ہے جس سے قرابت، رضاعت یا مصاہرت کے سبب ہمیشہ کے لیے نکاح ناجائز ہو۔ چونکہ ساس سے داماد کا نکاح کسی بھی وقت جائز نہیں اس بناء پر داماد ساس کے لیے محرم ہوتا ہے، تاہم فتنہ کا زمانہ ہونے کی وجہ سے فقہاء کرام نے جوان عورت کے لیے سسرالی رشتہ اور دودھ کے رشتہ سے احتیاط کرنے کے لیے فرمایا ہے، اس لئے جوان عورت کو اپنے داماد کے ساتھ سفر کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس کے برخلاف اگر معمر خاتون ہے تو ان کو فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے اپنے داماد کے ساتھ جانے میں کوئی قباحت نہیں۔ جیسا کہ رد المحتار ج 2، کتاب الحج میں ہے

مطلب فی توہم بقدم حق العبد علی حق الشرع، ص 158، میں ہے:

لا تسافر باعبيها رضاعا في زماننا اذ اى لغلبة الفساد قلت و يؤيده كراهة الخلوة بها كالصهرة الشابة ←

شوہر یا محرم جس کے ساتھ سفر کر سکتی ہے اُس کا عاقل بالغ غیر فاسق ہونا شرط ہے۔ مجنون یا نابالغ یا فاسق کے ساتھ نہیں جاسکتی آزاد یا مسلمان ہونا شرط نہیں، البتہ مجوسی جس کے اعتقاد میں محارم سے نکاح جائز ہے اُس کے ہمراہ سفر نہیں کر سکتی۔ مراہق و مرہقہ یعنی لڑکا اور لڑکی جو بالغ ہونے کے قریب ہوں بالغ کے حکم میں ہیں یعنی مراہق کے ساتھ جاسکتی ہے اور مرہقہ کو بھی بغیر محرم یا شوہر کے سفر کی ممانعت ہے۔ (40)

مسئلہ ۳۵: عورت کا غلام اس کا محرم نہیں کہ اُس کے ساتھ نکاح کی حرمت ہمیشہ کے لیے نہیں کہ اگر آزاد کر دے تو اُس سے نکاح کر سکتی ہے۔ (41)

مسئلہ ۳۶: باندیوں کو بغیر محرم کے سفر جائز ہے۔ (42)

مسئلہ ۳۷: اگرچہ زنا سے بھی حرمت نکاح ثابت ہوتی ہے، مثلاً جس عورت سے معاذ اللہ زنا کیا اُس کی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا، مگر اُس لڑکی کو اُس کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں۔ (43)

مسئلہ ۳۸: عورت بغیر محرم یا شوہر کے حج کو گئی تو گنہگار ہوئی، مگر حج کرے گی تو حج ہو جائے گا یعنی فرض ادا ہو جائے گا۔ (44)

فینبغی استثناء الصهرة الشابة هنا ايضاً لان السفر كالخلوة.

ترجمہ: ہمارے زمانہ میں فساد کا غلبہ ہونے کی وجہ سے عورت اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ سفر نہ کرے، اس کے ساتھ خلوت و تنہائی میں رہنا مکروہ ہونے سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے جس طرح جوان ساس کے ساتھ خلوت (داماد کے لیے) مکروہ ہے۔ (40) الجوهرة النيرة، کتاب الحج، ص ۱۹۳، والدر المختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۳۱.

والفتاوى المحمدية، کتاب الناسک، الباب الاول في تفسير الحج وفرضية... إلخ، ج ۱، ص ۲۱۸-۲۱۹.

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

مرہقہ ہونے کی عمریں مختلف ہیں۔ تندرست لڑکیاں جلد اور کمزور لڑکیاں دیر سے اس حد کو پہنچتی ہیں اس لیے لڑکی کے بلوغ کی عمر نو برس سے پندرہ برس تک کی عمر ہے اور لڑکے کے لیے بارہ برس سے پندرہ برس تک، جیسی تندرستی و صحت ویسے ہی بلوغ۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶، ص ۲۱۷)

(41) الجوهرة النيرة، کتاب الحج، ص ۱۹۳.

(42) الجوهرة النيرة، کتاب الحج، ص ۱۹۳. حکذا فی الجوهرة النيرة لکن فی شرح اللہاب والفتویٰ: علیٰ آنہ یکرہ فی زماننا. (انظر: رد المحتار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۳۲).

(43) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی توہم يقدم حق العبد علی حق الشرع، ج ۳، ص ۵۳۱.

(44) الجوهرة النيرة، کتاب الحج، ص ۱۹۳.

مسئلہ ۳۹: عورت کے نہ شوہر ہے، نہ محرم تو اس پر یہ واجب نہیں کہ حج کے جانے کے لیے ٹکٹ کر لے اور جب محرم ہے تو حج فرض کے لیے محرم کے ساتھ جائے اگرچہ شوہر اجازت نہ دیتا ہو۔ نفل اور منت کا حج ہو تو شوہر کو منع کرنے کا اختیار ہے۔ (45)

مسئلہ ۴۰: محرم کے ساتھ جائے تو اس کا نفقہ عورت کے ذمہ ہے، لہذا اب یہ شرط ہے کہ اپنے اور اُس کے دونوں کے نفقہ پر قادر ہو۔ (46)

- 3- جانے کے زمانے میں عورت عدت میں نہ ہو، وہ عدت وفات کی ہو یا طلاق کی، بائن کی ہو یا رجعی کی۔ (47)
- 4- قید میں نہ ہو مگر جب کسی حق کی وجہ سے قید میں ہو اور اُس کے ادا کرنے پر قادر ہو تو یہ عذر نہیں اور بادشاہ اگر حج کے جانے سے روکتا ہو تو یہ عذر ہے۔ (48)

صحت ادا کے شرائط

صحت ادا کے لیے نو شرطیں ہیں کہ وہ نہ پائی جائیں تو حج صحیح نہیں:

- 1- اسلام، کافر نے حج کیا تو نہ ہوا۔
- 2- احرام، بغیر احرام حج نہیں ہو سکتا۔
- 3- زمان یعنی حج کے لیے جو زمانہ مقرر ہے اُس سے قبل افعال حج نہیں ہو سکتے، مثلاً طواف قدوم و سعی کہ حج کے مہینوں سے قبل نہیں ہو سکتے اور وقوف عرفہ نویں کے زوال سے قبل یا دسویں کی صبح ہونے کے بعد نہیں ہو سکتا اور طواف زیارت دسویں سے قبل نہیں ہو سکتا۔
- 4- مکان، طواف کی جگہ مسجد الحرام شریف ہے اور وقوف کے لیے عرفات و مزدلفہ، کنکری مارنے کے لیے منی، قربانی کے لیے حرم، یعنی جس فعل کے لیے جو جگہ مقرر ہے وہ وہیں ہوگا۔
- 5- تمیز۔
- 6- عقل، جس میں تمیز نہ ہو جیسے نابالغ یا جس میں عقل نہ ہو جیسے مجنون۔ یہ خود وہ افعال نہیں کر سکتے جن میں نیت کی ضرورت ہے، مثلاً احرام یا طواف، بلکہ ان کی طرف سے کوئی اور کرے اور جس فعل میں نیت شرط نہیں، جیسے

(45) المرجع السابق۔

(46) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی توہم بقدم حق العبد علی حق الشرع، ج ۳، ص ۵۲۲

(47) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ج ۳، ص ۵۲۲۔

(48) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی توہم بقدم حق العبد علی حق الشرع، ج ۳، ص ۵۲۲۔

وقوف عرفہ وہ یہ خود کر سکتے ہیں۔

7- فرائض حج کا بجالانا مگر جب کہ عذر ہو۔

8- احرام کے بعد اور وقوف سے پہلے جماع نہ ہونا اگر ہوگا حج باطل ہو جائے گا۔

9- جس سال احرام باندھا اسی سال حج کرنا، لہذا اگر اُس سال حج فوت ہو گیا تو عمرہ کر کے احرام کھول دے اور سال آئندہ جدید احرام سے حج کرے اور اگر احرام نہ کھولا بلکہ اُسی احرام سے حج کیا تو حج نہ ہوا۔

حج فرض ادا ہونے کے شرائط

حج فرض ادا ہونے کے لیے نو شرطیں ہیں:

1- اسلام۔

2- مرتے وقت تک اسلام ہی پر رہنا۔

3- عاقل۔

4- بالغ ہونا۔

5- آزاد ہونا۔

6- اگر قادر ہو تو خود ادا کرنا۔

7- نفل کی نیت نہ ہونا۔

8- دوسرے کی طرف سے حج کرنے کی نیت نہ ہونا۔

(فاسد نہ کرنا۔ (49) ان میں بہت باتوں کی تفصیل مذکور ہو چکی بعض کی آئندہ آئے گی۔

حج کے فرائض

مسئلہ ۴۱: حج میں یہ چیزیں فرض ہیں:

1- احرام، کہ یہ شرط ہے۔

2- وقوف عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی صبح صادق سے پیشتر تک کسی وقت عرفات میں ٹھہرنا۔

3- طواف زیارت کا اکثر حصہ، یعنی چار پھیرے پچھلی دونوں چیزیں یعنی وقوف و طواف رکن ہیں۔

4- نیت۔

5- ترتیب یعنی پہلے احرام باندھنا پھر وقوف پھر طواف۔

6- ہر فرض کا اپنے وقت پر ہونا، یعنی وقوف اُس وقت ہونا جو مذکور ہوا اس کے بعد طواف اس کا وقت وقوف کے بعد سے آخر عمر تک ہے۔

7- مکان یعنی وقوف زمین عرفات میں ہونا سوا بطینِ عمرہ کے اور طواف کا مکان مسجد الحرام شریف ہے۔ (50)

حج کے واجبات

حج کے واجبات یہ ہیں:

- 1- میقات سے احرام باندھنا، یعنی میقات سے بغیر احرام نہ گزرنا اور اگر میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لیا تو جائز ہے۔
- 2- صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا اس کو سعی کہتے ہیں۔
- 3- سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کی تو پہلا پھیرا شمار نہ کیا جائے، اُس کا اعادہ کرے۔
- 4- اگر عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا، سعی کا طواف معتد بہ کے بعد یعنی کم سے کم چار پھیروں کے بعد ہونا۔
- 5- دن میں وقوف کیا تو اتنی دیر تک وقوف کرے کہ آفتاب ڈوب جائے خواہ آفتاب ڈھلتے ہی شروع کیا ہو یا بعد

(50) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی فروض الحج و واجبات، ج ۳، ص ۵۳۶۔

مسجد الحرام میں وہ گیارہ مقامات جہاں رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی:

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی خیائی ذلتُہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں دعائے عرفات کے بارے میں لکھتے ہیں:

- (۱) بیٹ اللہ شریف کے اندر۔ (۲) مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے۔ (۳) مطاف کے کنارے پر حجرِ اسود کی سیدھ میں۔ (۴) خطیم اور باب الکعبہ کے درمیان رکنِ عراقی کے قریب۔ (۵) مقامِ کھضرہ پر جو باب الکعبہ اور خطیم کے درمیان دیوارِ کعبہ کی جڑ میں ہے۔ اس مقام کو مقامِ امامت جبرائیل علیہ السلام بھی کہتے ہیں۔ مہنشاہِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسی مقام پر سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو پانچ نمازوں میں امامت کا شرف بخشا، اسی مبارک مقام پر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تعمیرِ کعبہ کے وقت بتی کا گارا بنایا تھا۔
- (۶) باب الکعبہ کی طرف رخ کر کے۔ (دروازہ کعبہ کی سیدھ میں نماز ادا کرنا تمام اطراف کی سیدھ سے، فضل ہے۔) (۷) میزابِ رحمت کی طرف رخ کر کے۔ (کہا جاتا ہے کہ مزارِ پرانوار میں بھی سرکارِ عالی و قارِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی جانب رخ کر کے تشریف فرما ہیں) (۸) تمام خطیم میں خصوصاً میزابِ رحمت کے نیچے۔ (۹) رکنِ اسود اور رکنِ یمانی کے درمیان۔ (۱۰) رکنِ شامی کے قریب اس طرح کہ بابِ غمرہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پشتِ اقدس کے پیچھے ہوتا۔ خواہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطیم کے اندر ہو کر نماز ادا فرماتے یا باہر۔ (۱۱) حضرت سیدنا آدم صلی اللہ علیہ السلام کے مصلے پر، جو رکنِ یمانی کے دائیں یا بائیں طرف ہے اور ظاہرِ ثریہ ہے کہ مصلیٰ آدم علیہ السلام مستحضر پر ہے۔

میں، غرض غروب تک وقوف میں مشغول رہے اور اگر رات میں وقوف کیا تو اس کے لیے کسی خاص حد تک وقوف کرنا واجب نہیں مگر وہ اُس واجب کا تارک ہوا کہ دن میں غروب تک وقوف کرتا۔

6- وقوف میں رات کا کچھ جز آجاتا۔

7- عرفات سے واپسی میں امام کی متابعت کرنا یعنی جب تک امام وہاں سے نہ نکلے یہ بھی نہ چلے، ہاں اگر امام نے وقت سے تاخیر کی تو اُسے امام کے پہلے چلا جانا جائز ہے اور اگر بھیڑ وغیرہ کسی ضرورت سے امام کے چلے جانے کے بعد ٹھہر گیا ساتھ نہ گیا جب بھی جائز ہے۔

8- مزدلفہ میں ٹھہرنا۔

9- مغرب و عشا کی نماز کا وقت عشا میں مزدلفہ میں آکر پڑھنا۔

10- تینوں جمرؤں پر دسویں، گیارہویں، بارہویں تینوں دن کنکریاں مارنا یعنی دسویں کو صرف جمرۃ العقبہ پر اور گیارہویں بارہویں کو تینوں پر رمی کرنا۔

11- جمرہ عقبہ کی رمی پہلے دن حلق سے پہلے ہونا۔

12- ہر روز کی رمی کا اسی دن ہونا۔

13- سرمونڈانا یا بال کتر دانا۔

14- اور اُس کا ایام نحر اور

15- حرم شریف میں ہونا اگر چہ منیٰ میں نہ ہو۔

16- قرآن اور تمتع والے کو قربانی کرنا اور

17- اس قربانی کا حرم اور ایام نحر میں ہونا۔

18- طوافِ افاضہ کا اکثر حصہ ایام نحر میں ہونا۔ عرفات سے واپسی کے بعد جو طواف کیا جاتا ہے اُس کا نام طوافِ افاضہ ہے اور اُسے طوافِ زیارت بھی کہتے ہیں۔ طوافِ زیارت کے اکثر حصہ سے جتنا زائد ہے یعنی تین پھیرے ایام نحر کے غیر میں بھی ہو سکتا ہے۔

19- طوافِ حطیم کے باہر سے ہونا۔

20- دہنی طرف سے طواف کرنا یعنی کعبہ معظمہ طواف کرنے والے کی بائیں جانب ہو۔

21- عذر نہ ہو تو پاؤں سے چل کر طواف کرنا، یہاں تک کہ اگر گھسیٹتے ہوئے طواف کرنے کی منت مانی جب بھی طواف میں پاؤں سے چلنا لازم ہے اور طوافِ نفل اگر گھسیٹتے ہوئے شروع کیا تو ہو جائے گا مگر افضل یہ ہے کہ چل کر طواف

کرے۔

22- طواف کرنے میں نجاست حکمیہ سے پاک ہونا، یعنی جب (51) دے وٹنہ ہونا، اگر بے وضو یا جنابت میں طواف کیا تو اعادہ کرے۔

23- طواف کرتے وقت ستر چھپا ہونا یعنی اگر ایک عضو کی چوتھائی یا اس سے زیادہ حصہ کھلا رہا تو دم واجب ہوگا اور چند جگہ سے کھلا رہا تو جمع کریں گے، غرض نماز میں ستر کھلنے سے جہاں نماز فاسد ہوتی ہے یہاں دم واجب ہوگا۔

24- طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا، نہ پڑھی تو دم واجب نہیں۔

25- کنکریاں پھینکنے اور ذبح اور سرمٹا آنے اور طواف میں ترتیب یعنی پہلے کنکریاں پھینکے پھر غیر مفسر قربانی کرے پھر سرمٹا آئے پھر طواف کرے۔

26- طواف صدر یعنی میقات سے باہر کے رہنے والوں کے لیے رخصت کا طواف کرنا۔ اگر حج کرنے والی حیض یا نفاس سے ہے اور طہارت سے پہلے قافلہ روانہ ہو جائے گا تو اس پر طواف رخصت نہیں۔

27- وقوف عرفہ کے بعد سرمٹا آنے تک جماع نہ ہونا۔

28- احرام کے ممنوعات، مثلاً بسلا کپڑا پہننے اور مونہ یا سر چھپانے سے بچنا۔ (52)

مسئلہ ۴۲: واجب کے ترک سے دم لازم آتا ہے خواہ قصد ترک کیا ہو یا سہواً خطا کے طور پر ہو یا نسیان کے، وہ شخص اس کا واجب ہونا جانتا ہو یا نہیں، ہاں اگر قصد کرے اور جانتا بھی ہے تو گنہگار بھی ہے مگر واجب کے ترک سے حج باطل نہ ہوگا، البتہ بعض واجب کا اس حکم سے استثناء ہے کہ ترک پر دم لازم نہیں، مثلاً طواف کے بعد کی دونوں رکعتیں یا کسی عذر کی وجہ سے سرمٹا آنا یا مغرب کی نماز کا عشا تک مؤخر نہ کرنا یا کسی واجب کا ترک، ایسے عذر سے ہو جس کو شرع نے معتبر رکھا ہو یعنی وہاں اجازت دی ہو اور کفارہ ساقط کر دیا ہو۔

(51) یعنی جس پر جماع یا احتلام یا شہوت کے ساتھ منی خارج ہونے کی وجہ سے غسل فرض ہو گیا ہے۔

(52) لباب المناسک للسندی، (فصل فی واجبات) ص ۶۸-۷۳۔

والفتاویٰ الرضویہ، ج ۱۰ ص ۷۸۹-۷۹۱، وغیرہ۔

اسلامی بہنوں کا احرام

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈائنٹ بزرگ کا تبیم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

اسلامی بہنیں حسب معمول پہلے ہوئے کپڑے پہنیں، دستانے اور موزے بھی پہن سکتی ہیں، وہ عریضی ڈھانچیں مگر چہرے پر چادر نہیں اوڑھ سکتیں، غیر مردوں سے چہرہ چھپانے کے لئے ہاتھ کا پٹکھایا کوئی کتاب وغیرہ سے ضرورتاً آڑ کر لیں۔

حج کی سنتیں

- 1- طوافِ قدوم یعنی میقات کے باہر سے آنے والا مکہ معظمہ میں حاضر ہو کر سب میں پہلا جو طواف کرے اُسے طوافِ قدوم کہتے ہیں۔ طوافِ قدوم مفرد اور قارن کے لیے سنت ہے، مستمتع کے لیے نہیں۔
- 2- طواف کا حجرِ اسود سے شروع کرنا۔
- 3- طوافِ قدوم یا طوافِ فرض میں رمل کرنا۔
- 4- صفا و مروہ کے درمیان جو دو میل مختصر ہیں، اُن کے درمیان دوڑنا۔
- 5- امام کا مکہ میں ساتویں گواہ اور
- 6- عرفات میں نویں گواہ اور
- 7- منیٰ میں گیارہویں کو خطبہ پڑھنا۔
- 8- آٹھویں کی فجر کے بعد مکہ سے روانہ ہونا کہ منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھ لی جائیں۔
- 9- نویں رات منیٰ میں گزارنا۔
- 10- آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات کو روانہ ہونا۔
- 11- وقوفِ عرفہ کے لیے غسل کرنا۔
- 12- عرفات سے واپسی میں مزدلفہ میں رات کو رہنا اور
- 13- آفتاب نکلنے سے پہلے یہاں سے منیٰ کو چلا جانا۔
- 14- دس اور گیارہ کے بعد جو دونوں راتیں ہیں اُن کو منیٰ میں گزارنا اور اگر تیرہویں کو بھی منیٰ میں رہا تو بارہویں کے بعد کی رات کو بھی منیٰ میں رہے۔

15- ابطح یعنی وادیِ محصب میں اترنا، اگرچہ تھوڑی دیر کے لیے ہو اور ان کے علاوہ اور بھی سنتیں ہیں (52A)، جن کا

(52A) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

ان کے سوا آٹھویں تاریخ مکہ معظمہ سے منیٰ، نویں کو بعد طلوع شمس منیٰ سے عرفات جانا، وہاں نہانا، مزدلفہ میں رات بسر کرنا، دسویں کو وہاں سے قبل طلوع شمس منیٰ کو جانا۔ وہاں ایامِ رمی جمار میں راتوں کو رہنا، مکہ معظمہ کو یہاں سے جاتے وادیِ محصب عدا میں اترنا وغیر ذلک کہ یہ سب سننِ موکدہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(عدا: یہ وادی مکہ معظمہ کی آبادی سے ملی ہوئی ہے۔ مقبرہ مکہ مکرمہ یعنی جنت البقیٰ کے متصل دو کوہ ہیں ان کے مقابل منیٰ کو ←

ذکر اثنائے بیان میں آئے گا۔ نیز حج کے مستحبات و مکروہات کا بیان بھی موقع موقع سے آئے گا۔
اب حرمین طہیین کی روائگی کا قصد کرو اور آداب سفر و مقدمات حج جو لکھے جاتے ہیں اُن پر عمل کرو۔

آداب سفر و مقدمات حج کا بیان

1- جس کا قرض آتا یا امانت پاس ہو ادا کر دے، جن کے مال ناحق لیے ہوں واپس دے یا معاف کرا لے (52B)،
پتہ نہ چلے تو اتنا مال فقیروں کو دیدے۔

جاتے ہوئے ہائیں ہاتھ پر بطن وادی سے اوپر کچھ پہاڑیاں ہیں ان کو بچیوں اور پہاڑیوں کے درمیان جتنی وادی رہی وہ وادی محسوب ہے
جب منی سے ری حمار کر کے مکہ معظمہ جائیں یہاں ٹھہرنا ضرور اور بلا عذر اس کا ترک بُرا، افضل طریقہ اس کا ٹکملہ میں آجئے گا اور زیادہ نہ
ہو سکے تو اسی قدر کافی کہ سواری روک کر کچھ دیر دعا کر لیں (۱۲ امانت) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۹۷۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(52B) ادائے قرض میں بلا مہلت لیے تاخیر گناہ ہے

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بابی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطا رقادری رضوی ضیائی ڈائنٹ بزنس کا ٹیمم الغالیہ
اپنی کتاب فیضان رمضان میں لکھتے ہیں:

مسلمانو! ڈر جاؤ! حقوق الجہاد کا معاملہ بہایت ہی سخت ہے۔ اگر ہم نے کسی بندے کا حق ڈبایا۔ یا اُس کو گالی دے دی، آنکھیں دکھا کر
ڈرایا، دھمکایا، غصہ اور ڈانٹ ڈپٹ کی جس سے اُس کا دل دکھا۔ انفرض کسی طرح بھی بے اجازت شرعی اُس کی دل آزاری کی یا قرضہ دہا
لیا بلکہ بغیر صحیح مجبوری کے قرض کی ادائیگی میں تاخیر ہی کی۔ یہ سب بندوں کی حق تلفیاں ہیں۔ یاد رکھئے! اگر آپ نے کسی سے قرض لیا اور
ادائیگی کیلئے رقم پاس نہیں ہے مگر گھر کے اسباب، فرنیچر وغیرہ بیچ کر قرض ادا کیا جاسکتا ہے تو یہ بھی کرنا پڑے گا۔ قرض ادا کرنے کی ممکن
صورت ہونے کے باوجود قرضدار سے مہلت لئے بغیر آپ قرض کی ادائیگی میں جب تک تاخیر کرتے رہیں گے گنہگار ہوتے رہیں
گے۔ اب خواہ آپ جاگ رہے ہوں یا سو رہے ہوں ایک ایک لمحے کا گناہ لکھا جاتا رہے گا۔ گویا ادائیگی قرض تک مسلسل آپ کے
گناہوں کا بیٹھ چلتا رہے گا۔ اَلْاَمَانُ وَالْحَفِیْظُ۔ جب قرض کی ادائیگی میں تاخیر کا یہ وبال ہے تو جو کوئی پورا قرضہ ہی ڈبالے اُس کا کیا
حال ہوگا!

تین پیسے کا وبال

میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے قرضے کی ادائیگی میں سستی اور ٹھوٹے جیل
(رج۔ جی۔ ل) و محنت کرنے والے شخص زید کے بارے میں استفسار ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: زید فاسق و فاجر،
مُرَجَّب کبار، ظالم، کذاب، مُسْتَحَقِّ عَذَاب ہے اس سے زیادہ اور کیا القاب اپنے لئے چاہتا ہے! اگر اس حالت میں مر گیا اور دین (قرض)
لوگوں کا اس پر باقی رہا، اس کی نیکیاں اُن (قرض خواہوں) کے مطالبہ میں دی جائیں گی۔ کیونکہ دی جائیں گی (یعنی کس طرح دی جائیں
گی۔ یہ بھی سُن لیجئے) تقریباً تین پیسہ دین (قرض) کے عوض (یعنی بدلے) سات سو نمازیں باجماعت (دینی پڑیں گی)۔ ہے

- 2- نماز، روزہ، زکاۃ جتنی عبادات ذمہ پر ہوں ادا کرے اور تائب ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پکا ارادہ کرے۔
- 3- جس کی بے اجازت سفر مکروہ ہے جیسے ماں، باپ، شوہر اُسے رضا مند کرے، جس کا اس پر قرض آتا ہے اُس وقت نہ دے سکے تو اُس سے بھی اجازت لے، پھر حج فرض کسی کے اجازت نہ دینے سے روک نہیں سکتا، اجازت میں کوشش کرے نہ ملے جب بھی چلا جائے۔
- 4- اس سفر سے مقصود صرف اللہ (عزوجل) و رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہوں، بویا دُسمعدہ و فخر سے بھدا رہے۔
- 5- عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابل اطمینان نہ ہو، جس سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے سفر حرام ہے، اگر کرے گی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔
- 6- توشہ مال حلال سے لے ورنہ قبول حج کی امید نہیں اگرچہ فرض اُتر جائے گا، اگر اپنے مال میں کچھ شبہ ہو تو قرض لے کر حج کو جائے اور وہ قرض اپنے مال سے ادا کر دے۔
- 7- حاجت سے زیادہ توشہ لے کہ رفیقوں کی مدد اور فقیروں پر تصدق کرتا چلے، یہ حج مبرور کی نشانی ہے۔
- 8- عالم کتب فقہ بقدر کفایت ساتھ لے اور بے علم کسی عالم کے ساتھ جائے۔ یہ بھی نہ ملے تو کم از کم یہ رسالہ ہمراہ ہو۔
- 9- آئینہ، سرمہ، کنگھا، مسواک ساتھ رکھے کہ سنت ہے۔
- 10- اکیلا سفر نہ کرے کہ منع ہے۔ رفیق دیندار صالح ہو کہ بددین کی ہمراہی سے اکیلا بہتر، رفیق اجنبی کنبہ والے سے بہتر ہے۔
- 11- حدیث میں ہے، جب تین آدمی سفر کو جائیں اپنے میں ایک کو سردار بنالیں۔ (53) اس میں کاموں کا انتظام رہتا ہے، سردار اُسے بنائیں جو خوش خلق عاقل دیندار ہو، سردار کو چاہیے کہ رفیقوں کے آرام کو اپنی آسائش پر مقدم رکھے۔
- 12- چیتے وقت سب عزیزوں دوستوں سے ملے اور اپنے قصور معاف کرائے اور اب اُن پر لازم کہ وہ سے معاف کر دیں۔ حدیث میں ہے: جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت لائے واجب ہے کہ قبول کر لے، ورنہ جو

جب اس (قرضہ دبا لینے والے) کے پاس نیکیاں نہ رہیں گی اُن (قرضخواہوں) کے گناہ اس (مقروض) کے سر پر رکھے جائیں گے اور آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مُلخصاً فتاویٰ رضویہ ج ۲۵ ص ۶۹)

مت دبا قرضہ کسی کا نابکار
روئے گا دوزخ میں ورنہ زار زار

(فیضانِ رمضان ص ۲۸۸)

(53) سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی القوم یسافرون...، الحدیث: ۲۶۰۸، ج ۳، ص ۵۱۔

ض کوڑ پر آنا نہ ملے گا۔

13- وقت رخصت سب سے دعا کرائے کہ برکت پائے گا کہ دوسروں کی دعا کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے اور یہ نہیں معلوم کہ کس کی دعا مقبول ہو۔ لہذا سب سے دعا کرائے اور وہ لوگ حاجی یا کسی کو رخصت کریں تو وقت رخصت یہ دعا پڑھیں:

أَسْتَوِدِعُ اللَّهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ. (54)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی کو رخصت فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اور اگر چاہے اس پر اتنا اضافہ کرے۔

وَعَفَرَ ذَنْبَكَ وَيَسِّرْ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُمَا كُنْتَ زَوَّدَكَ اللَّهُ التَّقْوَى وَجَنَّبَكَ الرِّدَى. (55)

14- اُن سب کے دین، جان، مال، اولاد، تندرستی، عافیت خدا کو سونپے۔

15- لباس سفر پہن کر گھر میں چار رکعت نفل اَلْحَمْدُ و قُل سے پڑھ کر باہر نکلے۔ وہ رکعتیں واپس آنے تک اُس کے اہل و مال کی نگہبانی کریں گی۔ نماز کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَنْتَ تَشْرُتُ وَاِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَبِكَ اَعْتَصَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ ثِقَتِيْ وَاَنْتَ رَجَائِيْ اَللّٰهُمَّ اَكْفِنِيْ مَا اَهْتَنِيْ وَمَا لَا اَهْتَمُّ بِهِ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ عَزَّ جَارُكَ وَلَا اِلَهَ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ زَوِّدْنِيْ التَّقْوَى وَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَوَجِّهْنِيْ اِلَى الْخَيْرِ اَيْنَمَا تَوَجَّهْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكُوْرِ وَسُوْءِ الْمُنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ. (56)

16- گھر سے نکلنے کے پہلے اور بعد کچھ صدقہ کرے۔

(54) ترجمہ: اللہ کے سپرد کرتا ہوں تیرے دین اور تیری امانت کو اور تیرے عمل کے خاتمہ کو۔

(55) ترجمہ: اور تیرے گناہ کو بخش دے اور تیرے لئے خیر میسر کرے، تو جہاں ہو اور تقویٰ کو تیرا توشہ کرے اور تجھے ہلاکت سے بچائے۔

(56) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! تیری مدد سے میں نکلا اور تیری طرف متوجہ ہوا اور تیرے ساتھ میں نے اعتصام کیا اور تجھی پر توکل کیا، اے اللہ

(عزوجل)! تو میرا اعتماد ہے اور تو میری امید ہے۔ الہی تو میری کفایت کر اُس چیز سے جو مجھے فکر میں ڈالے اور اُس سے جس کی میں فکر نہیں

کرتا اور اُس سے جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تیری پناہ لینے والا با عزت ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

الہی اتقویٰ کو میرا راہِ اور میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھے خیر کی طرف متوجہ کر جدھر میں توجہ کروں۔ الہی! میں تیری پناہ مانگتا ہوں

سفر کی تکلیف سے اور واپسی کی برائی سے اور آرام کے بعد تکلیف سے اور اہل و مال و اولاد میں بُری بات دیکھنے سے۔

17- جدھر سفر کو جائے جمعرات یا ہفتہ یا پیر کا دن ہو اور صبح کا وقت مبارک ہے اور اہل جمعہ کو روزہ جمعہ قبل جمعہ سفر اہم نہیں۔

18- دروازہ سے باہر نکلتے ہی یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ تُزِلَّ اَوْ تُزَلَّ اَوْ تُضِلَّ اَوْ تُضِلَّ اَوْ تُظْلَمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ يُجْهَلَ اَوْ يَجْهَلَ عَلَيْنَا اَحَدٌ. (57)

اور درود شریف کی کثرت کرے۔

19- سب سے رخصت کے بعد اپنی مسجد سے رخصت ہو، وقتِ کراہت نہ ہو تو اس میں دو رکعت نفل پڑھے۔

20- ضروریات سفر اپنے ساتھ لے (57A) اور سمجھدار اور واقف کار سے مشورہ بھی لے، پہننے کے کپڑے وافر ہوں

(57) ترجمہ: اللہ (عزوجل) کے نام کے ساتھ اور اللہ (عزوجل) کی مدد سے اور اللہ (عزوجل) پر توکل کیا میں نے اور گناہ سے بھرنا اور تنگی کی قوت نہیں مگر اللہ (عزوجل) سے، اے اللہ! (عزوجل) ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ لغزش کریں یا ہمیں کوئی لغزش دے یا گمراہ ہوں یا گمراہ کیے جائیں یا ظلم کریں یا ہم پر ظلم کیا جائے یا جہالت کریں یا ہم پر کوئی جہالت کرے۔

(57A) مدنی مشورے

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دامنِ کلم اللعابہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

پیارے حاجیو! اللہ عزوجل آپ کو سفر حج مبارک کرے۔ آپ ضرور یا ستو سفر کاروانگی سے تین چار دن پہلے ہی انتظام کر لیجئے، نیز کسی تجربہ کار حاجی سے مشورہ بھی کر لیں۔ یوں تو ضرور یا ستو زندگی کی ہر چیز حجاز مقدس میں مل جاتی ہے لیکن اپنے وطن سے ملے جانے میں آپ کو کافی مالی بچت رہے گی، کیوں کہ پاکستانی سو کا نوٹ وہاں پر سترہ ریال کا رہ جاتا ہے۔ (یہ ۱۰:۱ کا حساب ہے اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے) وہاں حج کے موسم میں اشیائے ضروریات زندگی کا دام بڑھا دیا جاتا ہے حتیٰ کہ بعض جگہ ایک چائے دو ریال (یعنی تقریباً بارہ روپے پاکستانی) کی مٹی ہے اس لئے سب مدینہ منیٰ عنہ کے مشورے اور فہرست اشیاء خصوصاً متوسط الحال حجاج کے لئے اِنْ شَاءَ اللہ عزوجل ہے حد مفید ثابت ہوگی، لیکن یہ یاد رہے کہ جتنا سامان ہلکا ہوگا اُسی قدر دورانِ سفر سہولت رہے گی۔ اب کچھ اشیاء کے نام بطور مشورہ عرض کئے دیتا ہوں، ہو سکے تو انہیں ساتھ لے جائیے، اِنْ شَاءَ اللہ عزوجل سفر میں ان کی بہت قدر ہوگی۔ پھل یا پکے ہوئے کھانے کے ڈبے، منگائی وغیرہ کھانے کی اشیاء کی گورنمنٹ کی طرف سے ممانعت ہے۔

سامان سفر کی فہرست

(۱) پنج سورہ (۲) اپنے پیر و مرشد کا شجرہ (۳) بہار شریعت کا چھٹا حصہ اور رفیق الحرمین (۴) قلم اور پیڑ (۵) ڈائری (۶) قبلہ نما (یہ حجاز مقدس ہی میں خریدیں، منی، عرفات وغیرہ میں قبلہ سمت معلوم کرنے میں بہت مدد دے گا) (۷) کتب، پاسپورٹ، ٹکٹ، فراور چیک، ...

اور متوسط الحال شخص کو چاہیے کہ موٹے اور مضبوط کپڑے لے اور بہتر یہ کہ ان کو رنگ لے اور اگر خیال ہو کہ جاڑوں کا زمانہ آجائے گا تو کچھ گرم کپڑے بھی ساتھ رکھے اور جاڑوں کا موسم ہو اور خیال ہو کہ واپسی تک گرمی آجائے گی تو کچھ گرمیوں کے کپڑے بھی لے لے۔ بچانے کے واسطے اگر چھوٹا سا روئی کا گدا بھی ہو تو بہت اچھا ہے کہ جہاز میں بلکہ اونٹ پر بچانے کے لیے بہت آرام دیتا ہے بلکہ وہاں پہنچ کر بھی اس کی حاجت پڑتی ہے۔ کیونکہ ہندوستانی آدمی عموماً چار پائیوں پر سونے کے عادی ہوتے ہیں۔ چٹائی وغیرہ پر سونے میں تکلیف ہوتی ہے اور گدے کی وجہ سے کچھ تلافی ہو جائے گی اور صابون بھی ساتھ لے جائے کہ اکثر اپنے ہاتھ سے کپڑے دھونے

ہیلتھ سرٹیفکیٹ وغیرہ رکھنے کے لئے گلے میں لٹکانے والا چھوٹا سا بیگ (۸) احرام کے کپڑے (۹) احرام کے تہبند پر باندھنے کے لئے جیب والا ہیلٹ (۱۰) عطر (۱۱) جائزہ (۱۲) تسبیح (۱۳) حسب ضرورت ملبوسات (موسم کے مطابق) (۱۴) اوڑھنے کے لئے کبل یا چادر (۱۵) نکیہ (۱۶) عمامہ شریف مع عربند و نوپی (۱۷) بچانے کے لئے چٹائی یا چادر (۱۸) آئینہ، تیل، سنگھ، مسواک، عرمہ، سنوئی دھاگہ، قلیچی سر میں ساتھ لینا سنت ہے۔ (۱۹) تولیہ (۲۰) سائین (۲۱) منجن (۲۲) سیٹنی ریزر (۲۳) لوہا (۲۴) گلاس (۲۵) پلیٹ (۲۶) پیالہ (۲۷) دسترخوان (۲۸) گلے میں لٹکانے والی پانی کی بوتل (۲۹) جج (۳۰) چھری (۳۱) در و سر اور نزلہ وغیرہ کے لئے نکلیاں (۳۲) دسی سامان کے لئے مضبوط پنڈ ہیک (۳۳) بچھ کرانے کے لئے بڑا بیگ (اس پر کوئی علامتی نشان ضرور نکالیں مثلاً ۱۱۱) (۳۴) ہاتھ کا پتھ (اس کی لڈر آپ کو عزرات شریف میں ہوگی، بن خاء، اللہ عز و جل) (۳۵) گرمی میں اپنے اوپر پانی چھڑکنے کے لئے اسپریر (۳۶) حسب ضرورت کھانے پکانے کے برتن (۳۷) آپ کے ملک کے ٹکٹ لگے ہوئے لفافے (آپ اپنے گھر یا کسی اسلامی بھائی کا ایڈریس لکھ کر آپ سے پہلے واپس ہونے والے حاجی صاحب کو دے دیں گے تو وہ وطن جا کر پوسٹ کر دیں گے اس طرح آپ کا خط ان خاء، اللہ عز و جل کم خرچ میں گھر پہنچ جائے گا)

ہیلتھ سرٹیفکیٹ

تمام حاجی صاحبان قانون کے مطابق تمام سفری کاغذات بہت پہلے سے تیار کروالیں۔ مثلاً ہیلتھ سرٹیفکیٹ یہ آپ کو حاجی کیمپ میں ہیضہ، چھک وغیرہ کا بیکہ لگوانے کے بعد ملے گا اگر اس میں کسی قسم کی کمی ہوئی تو آپ کو جہاز پر سوار ہونے سے روکا جاسکتا ہے یا جتہ شریف کے ایئر پورٹ پر بھی زکادٹ پیش آسکتی ہے۔

سامان کہاں جمع کروائیں؟

حاجی کیمپ میں واقع پی آئی اے کے دفتر میں اپنا تمام سامان (سوائے پاسپورٹ، ٹکٹ اور ضروری کاغذات) جہاز کی روانگی سے آٹھ گھنٹے قبل جمع کروادیتے، یہاں سے آپ کا سامان آپ کے جہاز میں پہنچا دیا جائے گا اور آپ کو بھی پرواز سے تقریباً تین گھنٹے پہلے پی آئی اے کی بسیں حاجی کیمپ سے ایئر پورٹ پہنچا دیں گی۔ آپ چاہیں تو پرائیویٹ سواروں پر بھی ایئر پورٹ جاسکتے ہیں، مگر احتیاط اسی میں ہے کہ آپ پرواز سے تین گھنٹے قبل ایئر پورٹ پہنچ جائیں، وہاں پاسپورٹ وغیرہ کی جانچ پڑتال کرانے کے بعد آپ جہاز پر سوار ہو جائیں۔

پڑتے ہیں کہ وہاں دھوبی میسر نہیں آتے۔

اور ایک ویسی کتل بھی ہونا چاہیے کہ یہ اونٹ کے سفر میں بہت کام دیتا ہے جہاں چاہا، دیکھا، لو بلکہ بعض مرتبہ جہاز پر بھی کام دیتا ہے اور شہد ف پر ڈالنے کے لیے پوری کاناٹ لے لیا جائے، چاقو اور سٹکی اور مٹوا، ہونا بھی ضروری ہے۔

اور کچھ تھوڑی سی دوائیں بھی رکھ لے کہ اکثر حجاج کو ضرورت پڑتی ہے، مثلاً کھانسی، بخار، زکام، ہیجٹش، بد ہضمی کہ ان سے کم لوگ بچتے ہیں۔ لہذا گل بنفشہ، خطمی، گاؤ زبان، ملیٹھی کہ یہ بخار، زکام، کھانسی میں کام دیں گی، ہیجٹش کے لیے چاروں تخم یا کم از کم اسپغول ہو اور بد ہضمی کے لیے آلوی بخار، نمک سلیمانی ہو اور کوئی پھورن بھی ساتھ ہو کہ اکثر اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً بادیان، پودینہ خشک، ہلیلہ سیاہ، نمک سیاہ کہ انھیں کا پھورن بنالے کافی ہوگا، اور عرق کا فور و پیر منٹ ہو تو یہ بہت امراض میں کام دیتے ہیں۔

دوائیں ضرور ہوں کہ ان کی اکثر ضرورت پڑتی ہے اور میسر نہیں آتیں اگر تم کو خود ضرورت نہ ہوئی اور جس کو ضرورت پڑی اور تم نے دیدی وہ اس قسم پڑی کی حالت میں تمہارے لیے کتنی دعائیں دے گا اور برتنوں کی قسم سے اپنی حیثیت کے موافق ساتھ رکھے، ایک دیکھی ایسی جس میں کم از کم دو ۲ آدمیوں کا کھانا پک جائے یہ تو ضروری ہے کیونکہ اگر تنہا بھی ہے جب بھی بدو کو کھانا دینا ہوگا اور اگر چند قسم کے کھانے کھانا چاہتا ہو تو اسی انداز سے پکانے کے برتن ساتھ ہوں اور پیالے رکابیاں بھی اسی انداز سے ہوں اور ہر شخص کو ایک مشکیزہ بھی ساتھ رکھنا ضروری ہے۔ اولاً تو جہاز پر بھی پانی لینے میں آسانی ہوگی، دوم اونٹ پر بغیر اس کے کام نہیں چل سکتا کیونکہ پانی صرف منزل پر ملتا ہے پھر درمیان میں ملنا دشوار ہے بلکہ نہیں ملتا، اگر مشکیزہ ساتھ ہو تو اس میں پانی لے کر اونٹ پر رکھ لو گے کہ پینے کے بھی کام آئے گا اور وضو و طہارت کے لیے بھی اگر تمہارے پاس خود نہ ہو تو کس سے مانگو گے اور شید ہی کوئی دے اِلَّا مَا شَاءَ اللہ۔

اور ڈول رتی بھی ساتھ ہو کیونکہ بعض منزلوں پر بعض وقت خود بھرنا پڑتا ہے اور اکثر جگہ پانی بیچنے والے آجاتے ہیں اور جہاز کا ٹل بعض مرتبہ بند ہو جاتا ہے اس وقت اگر میٹھا پانی حاجت سے زیادہ نہ ہو تو وضو وغیرہ دیگر ضروریات میں سمندر سے پانی نکال کر کام چلا سکتے ہو۔

کچھ تھوڑے سے پھنے پرانے کپڑے بھی ساتھ رکھو کہ جہاز پر استنجاسکھانے میں کام دیں گے۔

لوہے کا چٹوٹا بھی ساتھ رکھو کہ جہاز پر اس کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔ اگر کوئلے والا چٹوٹا ہو تو بمبئی سے حسب ضرورت کوئلے بھی خرید لو اور لکڑی والا چٹوٹا ہو تو لکڑی لے جانے کی حاجت نہیں۔ اس لیے کہ لکڑی جہاز والے کی

طرف سے ضرورت کے لائق ملا کرتی ہے مگر اس صورت میں کلہاڑی کی حاجت پڑے گی کیونکہ جہاز پر موٹی موٹی لکڑیاں ملتی ہیں۔ انھیں چیرنے کی ضرورت پڑے گی۔ اور بمبئی سے کچھ لمبہ ضرور لے لو کہ جہاز پر اکثر متلی آتی ہے۔ اُس وقت اس سے بہت تسکین ہوتی ہے، اگر جہاز پر سوار ہونے سے پہلے معمولی تلپیں لے لی جائے تو چکر کم آئے گا۔

اور مٹی یا پتھر کی کوئی چیز بھی ہو کہ اگر تیمم کرنا پڑے تو کام دے کہ جہاز میں کس چیز پر تیمم کرو گے اور کچھ نہ ہو تو مٹی کا کوئی برتن ہی ہو جس پر روغن نہ کیا ہو کہ وہ اور کام میں بھی آئے گا اور اُس پر تیمم بھی ہو سکے گا۔ بعض حجاج کپڑے پر جس پر غبار کا نام بھی نہیں ہوتا تیمم کر لیا کرتے ہیں نہ یہ تیمم ہوا نہ اس تیمم سے نماز جائز۔

ایک اوگالدا ان ہونا چاہیے کہ جہاز میں اگر قے کی ضرورت محسوس ہو تو کام دے گا ورنہ کہاں قے کریں گے اور اس کے علاوہ تھوکنے کے لیے بھی کام دے گا۔ اس کے لیے بمبئی میں خاص اسی مطلب کے اوگالدا ان ٹین کے ملتے ہیں وہاں سے خرید لے اور ایک پیشاب کا برتن بھی ہو اس کی ضرورت بعض مرتبہ جہاز پر بھی پڑتی ہے۔ مثلاً چکر آتا ہے پاخانہ تک جانا دشوار ہے یہ ہوگا تو جہاں ہے وہیں پردہ کر کے فراغت کر سکے گا اور اونٹ پر شب میں بعض مرتبہ اترنے میں خطرہ ہوتا ہے یہ ہوگا تو اس کام کے لیے اترنے کی حاجت نہ ہوگی اس کے لیے بمبئی میں ٹین کا برتن جو خاص اسی کام کے لیے ہوتا ہے خرید لے۔ چائے بھی تھوڑی سا تھ ہو تو آرام دے گی کہ جہاز پر اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ سمندر کی مرطوب ہوا کے اثر کو دفع کرتی ہے نیز بدو بہت شوق سے پیتے ہیں، اگر تم انھیں چائے پلاؤ گے تو تم سے بہت خوش رہیں گے اور آرام پہنچائیں گے۔ اس کی پیالیاں تام چینی کی زیادہ مناسب ہیں کہ ٹوٹنے کا اندیشہ نہیں بلکہ کھانے پینے کے برتن بھی اسی کے ہوں تو بہتر ہے۔

تھوڑی موم بتیاں بھی ہوں کہ جہاز پر رات میں پاخانہ پیشاب کو جانے میں آرام دیں گی۔ پانی رکھنے کے لیے ٹین کے پیپے ہونے چاہیے کہ جہاز پر کام دیں گے اور منزل پر بھی۔ اچار چٹنی اگر ساتھ ہوں تو نہایت بہتر کہ ان کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔

اسباب رکھنے کے لیے ایک چپڑ کا بڑا صندوق ہونا چاہیے اور اس میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ بعض مرتبہ جہاز میں مسافروں کی کثرت ہوتی ہے اور جگہ نہیں ملتی اگر یہ ہوگا تو تیسرے درجے کے مسافر کو بیٹھنے بلکہ تھوڑی تکلیف کے ساتھ اس پر لیٹ رہنے کی جگہ مل جائے گی۔ اپنے صندوق اور بوری اور دیگر اسباب پر نام لکھ لو کہ اگر دوسرے کے سامان میں مل جائیں تو تلاش کرنے میں آسانی ہوگی۔

احرام کے کپڑے یعنی تہبند اور چادر یہیں سے یا بمبئی سے لے لے کیونکہ احرام جہاز ہی پر باندھنا ہوگا اور بہتر یہ

کہ دو جوڑے ہوں کہ اگر میلا ہوا تو بدل سکیں گے۔ مستورات ساتھ ہوں تو ان کے احرام کی حالت میں مونہ چھپانے کو کھجور کے ٹکے جو خاص اسی کام کے لیے بنتے ہیں بمبئی سے خرید لے کہ احرام میں عورتوں کو کسی ایسی چیز سے مونہ چھپانا جو چہرہ سے چھٹی ہو حرام ہے۔ کفن بھی ساتھ ہو کہ موت کا وقت معلوم نہیں یا اتنا تو ہو گا کہ وہ کپڑا اس زمین پاک پر پہنچ جائے گا اور اسے زمزم میں غوطہ دے لو گے اور گرنی کا موسم ہو تو پنکھا بھی ساتھ ہو۔

اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ کھانے کے لیے کیا لے جائے کیونکہ اس میں ہر شخص کی مختلف حالت ہے اور لوگوں کو معلوم ہے کہ ہمیں کن چیزوں کی ضرورت ہوگی اور ہم کس طرح بسر کر سکتے ہیں پھر بھی اس کے متعلق بعض خاص باتیں عرض کر دیتا ہوں۔ آٹا زیادہ نہ لے کیونکہ سمندر کی ہوا سے بہت جلد خراب ہو جاتا ہے اور اس میں سوئڈیاں پڑ جاتی ہیں صرف اتنا لے کہ جہاز پر کام دیدے یا کچھ زائد بلکہ گیہوں لے لے کہ اس کو جدہ یا مکہ معظمہ یا مدینہ طیبہ میں جہاں چاہے پسوا سکتا ہے اور چاول ضرور ساتھ لے کہ اکثر کھجڑی پکانی پڑتی ہے اور آلو بھی ہوں کہ متواتر دال وقت سے کھائی جاتی ہے اور استطاعت ہو تو بکرے، مرغیاں، انڈے ساتھ رکھ لے۔

جہاز پر بعض مرتبہ گوشت مل جاتا ہے مگر اس میں خیال کر لے کہ کسی کافر یا مرتد کا ذبح کیا ہوا تو نہیں۔ (58)

(58) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

جن، مرتد، مشرک، مجوسی، مجنون، ناسمجھ اور اس شخص کا جو قصد انکیر ترک کرے ذبیحہ حرام و مردار ہے۔ اور ان کے غیر کا حلال جبکہ رگیں ٹھیک کٹ جائیں، اگر چہ ذاب عورت یا بکھ والا بچہ یا گونگا یا بے فتنہ ہو، اور اگر ذبیحہ صید ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ ذبح حرم میں نہ ہو، ذاب احرام میں نہ ہو،

فی البدل المختار شرط کون الذابح مسلماً حلالاً او کتابیاً ولو مجنوناً او امرأة او صبیا یعقل التسمیة والذبح ویقدر او اقلف او اخرس لا وثنی و مجوسی و مرتد و جنی و تارک تسمیة عمد الہ ملخصاً فی رد المحتار، قولہ مجنوناً المراد بہ المعتوہ کما فی العنایة عن النہایة لان المجنون لا قصد له ولا لایة لان التسمیة شرط بالنص وہی بالقصد^۲ الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱۔ رد مختار کتاب الذبائح مطبع مہتابی دہلی ۲/۲۲۸)

(۲۔ رد المختار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۸)

رد مختار میں ہے ذبح کرنے والے مسلمان کا حال احرام میں نہ ہونا، یا کتابی ہو اگرچہ مجنون ہو یا عورت ہو یا بچہ عقلمند ہو جو بسم اللہ و ذبح کو سمجھتا ہو اور قادر ہو، بے سنت ہو یا گونگا ہو، بت پرست، مجوسی، مرتد، جن اور قصد انکیر کو ترک کرنے والا نہ ہو اھ ملخصاً، رد المختار میں ہے اس کا قول مجنون ہو سے مراد معتوہ (نیم پاگل) ہے کیونکہ کھل مجنون کا قصد نہیں ہوتا اور نہ نیت ہوتی جیسا کہ عنایہ میں نہیں ہے کیونکہ قصد کے بغیر بسم اللہ کی شرط پوری نہیں ہوتی جبکہ بسم اللہ پڑھنا نفس سے ثابت ہے الخ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۰، ص ۲۴۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مسالے پئے ہوئے ہوں اور پیاز لہسن بھی ہوں، بڑیاں بھی ہوں تو بہتر ہے، مدینہ طیبہ کے راستے میں کئی منزلیں ایسی آتی ہیں جہاں دال نہیں ملتی، اس کے متعلق بھی کچھ انتظام کر لے، نیز مدینہ طیبہ جانے کے لیے مکہ معظمہ سے بھٹے ہوئے چنے لے لے یا یہیں سے لیتا جائے کہ بعض مرتبہ اتنا موقع نہیں ملتا کہ دوسرے وقت کے لیے کھانا پکا یا جائے ایسے وقت کام دیں گے۔ گھی حسب حیثیت زیادہ لے کہ بدوؤں کو زیادہ گھی دینا پڑتا ہے اور زیادہ گھی سے وہ خوش بھی ہوتے ہیں۔ مسور کی دال ضرور لے کہ جلد ملتی ہے اور بعض دفعہ ایسا ہی موقع ہوتا ہے کہ جلد کھانا تیار ہو جائے۔

21- خوشی خوشی گھر سے جائے اور ذکر الہی بکثرت کرے اور ہر وقت خوف خدا دل میں رکھے، غضب سے بچے، لوگوں کی بات برداشت کرے، اطمینان و وقار کو ہاتھ سے نہ دے، بیکار باتوں میں نہ پڑے۔

22- گھر سے نکلے تو یہ خیال کرے جیسے دنیا سے جا رہا ہے۔ چلتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَ غْثَاۤءِ السَّفَرِ وَ كَاۡثَرَةِ الْمُنْقَلَبِ وَ سُوءِ الْمُنْظَرِ فِي الْمَالِ وَ الْاَهْلِ وَ الْوَلَدِ.

واپسی تک مال و اہل و عیال محفوظ رہیں گے۔

23- اسی وقت آیہ انکری اور قُلْ يَاۤاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ سے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تک تہت کے سوا پانچ سورتیں سب مع بسم اللہ پڑھے پھر آخر میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھ لے، راستہ بھر آرام سے رہے گا۔

24- نیز اس وقت (اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَراٰذِلٌ اِلٰی مَعَادٍ) (59) ایک بار پڑھ لے، بالآخر واپس آئیگا۔

25- ریل وغیرہ جس سواری پر سوار ہو، بسم اللہ تین بار کہے پھر اللہ اکبر اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور سُبْحٰنَ اللہ ہر ایک تین تین بار، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ ایک بار پھر کہے: (سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا کُنَّا لَهٗ مُقَرَّرِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾) (60) اُس کے شر سے بچے۔

26- جب دریا میں سوار ہو یہ کہے:

(59) پ ۲۰، القصص: ۸۵۔

ترجمہ: بے شک جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا تجھے واپسی کی جگہ کی طرف واپس کرنے والا ہے۔

(60) پ ۲۵، الزخرف: ۱۳-۱۴۔

ترجمہ: پاک ہے وہ جس نے ہمارے لیے اسے سُخر کیا اور ہم اس کو فرمانبردار نہیں بنا سکتے تھے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ عَجَّرْهَا وَمُرْسَدَهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۶۱﴾) وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّانَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بَيْنَ يَدَيْهِ يُخَنِّعُهُ وَتَعْلَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۶۲﴾) (61) ڈوبنے سے محفوظ رہے گا۔

27- جہاز پر سوار ہونے میں کوشش کرے کہ پہلے سوار ہو جائے کیونکہ جو پہلے پہنچ گیا اچھی اور کشادہ جگہ لے سکتا ہے اور جو جگہ یہ لے گا پھر اس کو کوئی ہٹانہ سکے گا اور اترنے میں جلدی نہ کرے کہ اس میں بعض مرتبہ کوئی سامان رہ جاتا ہے۔

28- تیسرے درجہ میں سفر کرنے والا جہاز پر بچھانے کو چٹائی ضرور لے لے ورنہ بستر اکثر خراب ہو جاتا ہے۔ چند ہمراہی ہوں تو بعض نیچے کے کمرہ میں جگہ لیں اور بعض اوپر کے، کہ اگر گرمی معلوم ہوئی تو نیچے والے اوپر کے درجہ میں آکر بیٹھ سکیں گے اور سردی معلوم ہوئی تو یہ اُن کے پاس چلے جائیں گے۔

29- جب بمبئی سے روانہ ہوں گے قبلہ کی سمت بدلتی رہے گی اس کے لیے ایک نقشہ دیا جاتا ہے، اس سے سمت قبلہ معلوم کر سکو گے۔ قطب نما پاس رکھا جائے، جدھر وہ قطب بتائے اسی طرف اس دائرہ کا خط شمال کر دیا جائے پھر جس سمت کو قبلہ لکھا ہے اُس طرف مونہ کر کے نماز پڑھیں۔

30- جدہ میں جہاز کنارہ پر نہیں کھڑا ہوتا جیسے بمبئی میں گودی بنی ہے وہاں نہیں ہے بلکہ وہاں کشتیوں پر سوار ہو کر کنارے پہنچتے ہیں، یہ بات ضرور خیال میں رکھے کہ جس کشتی میں اپنا سامان ہو اُسی میں خود بھی بیٹھے اگر ایسا نہ کیا بلکہ سامان کسی میں اُترا اور اپنے آپ دوسری پر بیٹھا تو سامان ضائع ہو جانے کا خوف ہے یا کم از کم تلاش کرنے میں دقت ہوگی، کشتی والے بطور انعام کچھ مانگتے ہیں انھیں دیدیا جائے۔

31- اب یہاں سے سامان کی حفاظت میں پوری کوشش کرے، ہر کام میں نہایت چستی و ہوشیاری رکھے۔ کشتی سے اُترنے کے بعد چونگی خانہ میں جسے خمرک کہتے ہیں سامان کی تفتیش ہوتی ہے اس میں فقط یہ دیکھتے ہیں کہ کوئی چیز تجارت کی غرض سے تو نہیں لایا ہے۔ اگر تجارتی سامان پائیں گے اُس کی چونگی لیں گے اور تجارتی سامان نہ ہو تو چاہے کتنی ہی کھانے پینے اور دیگر ضرورت کی چیزیں ہوں اُن سے کچھ تعرض (62) نہ کریں گے۔

(61) اس دعا میں پہلی آیت سورہ حمد (آیت: ۱۴۱) کی ہے، جب کہ دوسری آیت سورہ زمر (آیت: ۶۷) کی ہے۔

ترجمہ: اللہ (عزوجل) کے نام کی مدد سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے بے شک میرا رب بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اور انھوں نے اللہ (عزوجل) کی قدر جیسی چاہیے نہ کی اور زمین پوری قیامت کے دن اہل کی مٹھی میں ہے اور آسمان اس کے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہیں، پاک اور برتر ہے اُس سے جسے اُس کا شریک بتاتے ہیں۔

(62) یہ اس زمانہ میں تھا اب اس زمانہ حکومت مجددیہ میں ایسا نہیں۔

32- مکہ معظمہ میں جتنے معلم ہیں اُن سب کے جدہ میں وکیل رہتے ہیں جب تم کشتی سے اُتر دے گے پھانک پر حکومت کا آدمی ہوگا کشتی کا کرایہ جو مقرر ہے وصول کر لے گا اور وہ تم سے پوچھے گا معلم کون ہے جس معلم کا نام لو گے اس کا وکیل تمہیں اپنے ساتھ لے گا اور وہ تمہارے سامان کو اٹھوا کر اپنے یہاں یا کسی کرایہ کے مکان میں لے جائے گا اس وقت تمہیں چاہیے کہ اپنے سامان کے ساتھ خود جاؤ اور اگر تم کئی شخص ہو اور سامان زیادہ ہے تو بعض یہاں سامان کی نگرانی کریں بعض سامان کی گاڑی کے ساتھ جائیں۔ اس لیے کہ بعض مرتبہ سامان گاڑی سے گر جاتا ہے اور گاڑی والے خیال بھی نہیں کرتے اس میں ان کا کیا نقصان ہے کوئی ضرورت کی چیز گر گئی تو تمہیں کو تکلیف ہوگی۔

33- جدہ میں پانی اکثر اچھا نہیں ملتا کچھ خفیف کھاری ہوتا ہے، پانی خریدو تو چکھ لیا کر دو۔

34- مکہ معظمہ کے لیے اونٹ کا کرایہ کرنا اسی وکیل کا کام ہے اور اُس زمانہ میں حکومت کی طرف سے کرایہ مقرر ہو جاتا ہے جس سے کمی بیشی نہیں ہوتی۔ شقدف، شبری جس کی تمہیں خواہش ہو اُس کے موافق وکیل اونٹ کرایہ کر دے گا اور کرایہ پیشگی ادا کرنا ہوگا اور اسی اونٹ کے کرایہ میں دریا کے کنارے سے مکان تک اسباب لانے کی مزدوری اور مکان کا کرایہ اور وکیل کا مختانہ سب کچھ جوڑ لیا جاتا ہے تمہیں کسی چیز کے دینے کی ضرورت نہیں، ہاں اگر تم پیدل جانا چاہو گے تو یہ تمام مصارف تم سے وکیل وصول کریگا۔

35- شبری کی پوری قیمت لے لی جاتی ہے۔ اب وہ تمہاری ہوگئی مکہ معظمہ پہنچ کر جو چاہو کرو اگر وہ مضبوط ہے تو مدینہ طیبہ کے سفر میں بھی کام دے گی۔ شقدف کا کرایہ لیا جاتا ہے کہ مکہ معظمہ پہنچ کر اب تمہیں اس سے سروکار نہیں ہاں اگر تم چاہو تو جدہ میں شقدف خرید بھی سکتے ہو جو پورے سفر میں تمہیں کام دے گا پھر جدہ پہنچ کر تھوڑے داموں پر فروخت بھی ہو سکتا ہے۔ شقدف میں زیادہ آرام ہے کہ آدمی سو بھی سکتا ہے اور شبری میں بیٹھا رہنا پڑتا ہے مگر اس میں سامان زیادہ رکھا جاسکتا ہے اور شقدف میں بہت کم۔

36- اگر اسباب زیادہ ہو تو مکہ معظمہ تک اس کے لیے الگ اونٹ کر لو اور جو چیزیں ضرورت سے زیادہ ہوں چاہو تو یہیں جدہ ہی میں وکیل کے سپرد کر دو جب تم آؤ گے وکیل وہ چیز تمہارے حوالہ کر دے گا اور اس کا کرایہ مثلاً فی بوری یا فی صندوق آٹھ آنے یا کم و بیش کے حساب سے لے لے گا اگرچہ تمہاری واپسی چار پانچ مہینے کے بعد ہو۔

37- اگر جہاز کا ٹکٹ واپسی کا ہے تو اُسے با احتیاط رکھو اور اُس کا نمبر بھی لکھ لو کہ شاید ٹکٹ ضائع ہو جائے تو نمبر سے کام چل جائے گا اگرچہ دقت ہوگی اور تم کو اطمینان ہو تو ٹکٹ وکیل کے پاس رکھ سکتے ہو۔

38- کرایہ کے اونٹ وغیرہ پر جو کچھ بار کرو اُس کے مالک کو دکھا لو اور اس سے زیادہ بے اس کی اجازت کے کچھ نہ

رکھو۔

39- جانور کے ساتھ نرمی کرو، طاقت سے زیادہ کام نہ لو، بے سبب نہ مارو، نہ کبھی مونہ پر مارو، حتیٰ الوسع اس پر نہ سوؤ کہ سوتے کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے کسی سے بات وغیرہ کرنے کو کچھ دیر ٹھہرنا ہو تو اتر لو اگر ممکن ہو۔

40- صبح و شام اتر کر کچھ دور پیادہ چل لینے میں دینی و دنیوی بہت فائدے ہیں۔

41- بدوؤں اور سب عربیوں سے بہت نرمی کے ساتھ پیش آئے، اگر وہ سختی کریں ادب سے تحمل کرے اس پر شفاعت نصیب ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔ خصوصاً اہل حرمین، خصوصاً اہل مدینہ، اہل عرب کے افعال پر اعتراض نہ کرے، نہ دل میں کدورت لائے، اس میں دونوں جہاں کی سعادت ہے۔

اے کہ جمال عیب خود شنید طعنہ بر عیب دیگر اں ممکنید (63)

42- جو عربی نہیں جانتا اُسے بعض شنید خوجہ جمال وغیرہم گالیاں بلکہ مغالطات تک دیتے ہیں ایسا اتفاق ہو تو شنیدہ کو محض نا شنیدہ (یعنی سنی کو ان سنی) کر دیا جائے اور قلب پر بھی میل نہ لایا جائے۔ یوہیں عوام اہل مکہ کہ سخت خوجہ مزاج ہیں اُن کی سختی پر نرمی لازم ہے۔

43- جمال یعنی اونٹ والوں کو یہاں کے سے کرایہ والے نہ سمجھے بلکہ اپنا مخدوم جانے اور کھانے پینے میں اُن سے تحمل نہ کرے کہ وہ ایسوں ہی سے ناراض ہوتے ہیں اور تھوڑی بات میں بہت خوش ہو جاتے ہیں اور امید سے زیادہ کام آتے ہیں۔

44- قبول حج کے لیے تین شرطیں ہیں:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(فَلَا زُفَتْ وَلَا فُسُوقٌ وَلَا جِدَالٌ فِي الْحَجِّ) (64)

حج میں نہ فحش بات ہو، نہ ہماری نافرمانی، نہ کسی سے جھگڑا لڑائی۔

تو ان باتوں سے نہایت ہی دور رہنا چاہیے، جب غصہ آئے یا جھگڑا ہو یا کسی معصیت کا خیال ہو فوراً سر جھکا کر قلب کی طرف متوجہ ہو کر اس آیت کی تلاوت کرے اور دو ایک بار لا حول شریف پڑھے، یہ بات جاتی رہے گی یہی نہیں کہ اسی کی طرف سے ابتدا ہو یا اس کے زفقا (ساتھی) ہی کے ساتھ جدال بلکہ بعض اوقات امتحاناً راہ چلیوں کو پیش کر دیا جاتا ہے کہ بے سبب الجھتے بلکہ سب دشتم و لعن و طعن کو تیار ہوتے ہیں، اسے ہر وقت ہوشیار رہنا

(63) یعنی جو شخص اپنا عیب اٹھائے ہے، وہ دوسروں کے عیب پر طعنہ نہ دے۔

(64) پ ۲۷، البقرة: ۱۹۷۔

چاہیے، مہادا (ایسا نہ ہو) ایک دو کلمے میں ساری محنت اور روپیہ برباد ہو جائے۔

45- کمزور اور عورتوں کو اونٹ پر چڑھنے کے لیے ایک سیڑھی جدہ میں لے لی جائے تو چڑھنے اُترنے میں آسانی ہوگی۔ جدہ سے مکہ معظمہ دو دن کا راستہ ہے صرف ایک منزل راستہ میں پڑتی ہے جس کو بحرہ کہتے ہیں، اب جب یہاں سے روانہ ہوتو ان تمام باتوں پر لحاظ رکھو جو لکھی جا چکیں اور جو آئندہ بیان ہوں گی۔

46- اونٹ پر عموماً دو شخص سوار ہوتے ہیں۔ شقدف اور شبری میں دونوں طرف بوجھ برابر رہنا ضرور ہے اگر ایک جانب کا آدمی ہلکا ہو تو اُدھر اسباب رکھ کر وزن برابر کر لیں۔ یوں بھی وزن برابر نہ ہو تو ہلکا آدمی اپنے شقدف یا شبری میں کنارہ بیرونی سے قریب ہو جائے اور بھاری آدمی اونٹ کی پیٹھ سے نزدیک ہو جائے۔

47- بعض مرتبہ کسی جانب کا پلہ جھک جاتا ہے اس کا خیال رکھو جب ایسا ہو تو فوراً اس طرح بیٹھ جاؤ کہ درست ہو جائے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے اونٹ کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور شبری ہو تو گرنے کا قوی اندیشہ ہے۔ اس کے درست کرنے کو اونٹ والا میزان میزان کہہ کر تمہیں متنبہ کریگا۔ تمہیں چاہیے کہ فوراً بندہ سبست کر لو ورنہ اونٹ والا ناراض ہوگا۔

48- راہ میں کہیں چڑھائی آتی ہے کہیں اُتار، جب چڑھائی ہو خوب آگے اونٹ کی گردن کے قریب دونوں آدمی ہو جائیں اور جب اُتار ہو خوب پیچھے دُم کے نزدیک ہو جائیں۔ جب راہ ہموار آئے پھر بیچ میں ہو جائیں یہ نشیب و فراز کبھی آدمی کے سوتے میں آتے ہیں یا اُسے اس طرف التفات نہیں ہوتا، اس وقت جمال جگاتا اور متنبہ کرتا ہے اول اول یا گڈام گڈام کہے تو آگے کو سرک کر بیٹھ جاؤ اور اگر وراء وراء کہے تو پیچھے ہٹ جاؤ، اور بعض بدو ایک آدھ لفظ ہندی سیکھے ہوئے فیشو فیشو کہتے ہیں یعنی پیچھے پیچھے اور کبھی غلطی سے آگے کہنا ہوتا ہے اور فیشو کہتے ہیں۔ دیکھ کر صحیح بات پر فوراً عمل کیا جائے اور اُس جگانے پر ناراض نہ ہونا چاہیے کہ ایسا نہ ہو تو معاذ اللہ مگر جانے کا احتمال ہے۔

49- جب منزل پر پہنچو تو اُترنے میں تاخیر مت کرو کہ دیر کرنے میں اونٹ والے ناراض ہوتے اور پریشان کرتے ہیں اور رداگی کے وقت بالکل تیار رہو۔ تمام ضروریات سے پہلے ہی فارغ ہو لو۔

50- اُترنے اور چڑھنے کے وقت خصوصیت کے ساتھ بہت ہوشیاری اور دیکھ بھال کی ضرورت ہے کہ ان دو وقتوں میں سامان کے ضائع ہونے اور چھوٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس وقت بعض دفعہ چور بھی آ جاتے ہیں جن کو وہاں کی زبان میں حرامی کہتے ہیں۔

51- منزلوں پر سودا بیچنے والے اور پانی لے کر بکثرت بدو آ جاتے ہیں اُن سے بھی احتیاط رکھو کہ بعض اُن میں کے موقع

پاکر کوئی چیز اٹھالے جاتے ہیں۔

52۔ جس منزل میں اترے، وہاں یہ دعا پڑھ لے:

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اللَّهُمَّ أَعْطِنَا خَيْرَ هَذَا الْمَنْزِلِ وَخَيْرَ مَا فِيهِ
وَإِكْفِنَا شَرَّ هَذَا الْمَنْزِلِ وَشَرَّ مَا فِيهِ اللَّهُمَّ أَنْزِلْنِي مَنْزِلًا مُبَارَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ (65)

ہر نقصان سے بچے گا اور بہتر یہ ہے کہ وہاں دو رکعت نماز پڑھے۔

53۔ منزل میں راستہ سے بچ کر اترے کہ وہاں سانپ وغیرہ موزیوں کا گزر ہوتا ہے۔

54۔ جب منزل سے کوچ کرے دو رکعت نماز پڑھ کر روانہ ہو۔ حدیث میں ہے، روزِ قیامت وہ منزل اُس کے حق میں اس امر کی گواہی دے گی۔

نیز انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی منزل میں اترتے دو رکعت نماز پڑھ کر وہاں سے رخصت ہوتے۔ (66)

55۔ راستہ پر پیشاب وغیرہ باعثِ لعنت ہے۔

56۔ منزل میں متفرق ہو کر نہ اتریں بلکہ ایک جگہ رہیں۔

57۔ اکثر رات کو قافلہ چلتا رہتا ہے اس حالت میں اگر سوؤ تو غافل ہو کر نہ سوؤ، بلکہ بہتر یہ ہے کہ دونوں آدمیوں میں جو ایک اونٹ پر سوار ہیں باری باری سے ایک سوئے ایک جاگتا رہے کہ ایسے وقت کہ دونوں غافل سو جائیں بعض مرتبہ چوری ہو جاتی ہے۔ شبیری کے نیچے سے چور بوری کاٹ لے جاتے ہیں اور شگد ف بھی بغل کی جانب سے چاک کر کے مال نکال لے جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہر موقع اور ہر محل پر ہوشیاری رکھو اور اللہ عزوجل پر اعتماد، پھر انشاء اللہ العزیز الجلیل نہایت امن و امان کے ساتھ رہو گے۔

58۔ راستہ میں قضائے حاجت کے لیے دُور نہ جاؤ کہ خطرہ سے خالی نہیں اور ایک چھتری اپنے ساتھ ضرور رکھو اگرچہ سردی کا زمانہ ہو کہ قضائے حاجت کے وقت اس سے فی الجملہ پردہ ہو جائے گا اور بہتر یہ کہ تین چار لکڑیاں جن کے نیچے لوہا لگا ہو اور ایک موٹی بڑی چادر ساتھ رکھو کہ منزل پر لکڑیاں گاڑ کر چادر سے گھیر دو گے تو نہایت پردہ کے

(65) ترجمہ: اللہ کے کلماتِ تامہ کی پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا الہی تو ہم کو اس منزل کی خیر عطا کر اور اس کی خیر جو کچھ اس

میں ہے اور اس کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے ہمیں بچا۔ الہی تو ہم کو برکت والی منزل میں اتار اور تو بہتر اتارنے والا

ہے۔

(66) المستدرک، کتاب المناسک، کان لا ینزل منزلًا الا ودعہ برکتین، المحدث: ۱۶۷، ج ۲، ص ۹۲۔

ساتھ رفع ضرورت کر سکو گے اور عورتیں ساتھ ہوں تو ایسا انتظام ضرور ہے کہ خوف کی وجہ سے وہ دُور نہ جائیں گی اور نزدیک میں سخت بے پردگی ہوگی۔

59- مکہ معظمہ سے جب مدینہ طیبہ کے لیے اونٹ کرایہ کریں تو ایک معلم کے جتنے حجاج ہیں وہ سب متفق ہو کر یہ شرط کر لیں کہ نماز کے اوقات میں قافلہ ٹھہرانا ہوگا، اس صورت میں نماز جماعت کے ساتھ آسانی ادا کر سکیں گے کہ جب یہ شرط ہوگی تو اونٹ والوں کو وقت نماز میں قافلہ روکنا پڑے گا اور اگر کسی وجہ سے نہ روک سکیں گے تو چند بدو حجاج کی حفاظت کریں گے کہ یہ باطمینان نماز ادا کر لیں پھر وہ اونٹ تک پہنچا دیں گے۔

اور اگر شرط نہ کی تو صرف مغرب کے لیے قافلہ روکیں گے باقی نمازوں کے لیے نہیں اور اس صورت میں یہ کرنے کہ نماز پڑھنے کے وقت اونٹ سے کچھ آگے نکل جائے اور نماز ادا کر کے پھر شامل ہو جائے اور قافلہ سے دُور نہ ہو کہ اکثر خطرہ ہوتا ہے اور بعض مرتبہ ایسا بھی کرنا پڑتا ہے کہ سنت یا فرض پڑھنے تک قافلہ سب آگے نکل گیا تو باقی کے لیے پھر آگے بڑھ جائے ورنہ قافلہ سے زیادہ فاصلہ ہو جائے گا اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ فرض دو تر اور صبح کی سنت سواری پر جائز نہیں۔ اُن کو اتر کر پڑھے باقی سنتیں یا نفل اونٹ کی پیٹھ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

تنبیہ: خبردار! خبردار! نماز ہرگز نہ ترک کرنا کہ یہ ہمیشہ بہت بڑا گناہ ہے اور اس حالت میں اور سخت تر کہ جن کے دربار میں جاتے ہو راستہ میں انھیں کی نافرمانی کرتے چلو، تو بتاؤ کہ تم نے اُن کو راضی کیا یا ناراض۔ میں نے خود بہت سے حجاج کو دیکھا ہے کہ نماز کی طرف بالکل التفات نہیں کرتے، تھوڑی تکلیف پر نماز چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ شرع مظہر نے جب تک آدمی ہوش میں ہے نماز ساقط نہیں کی۔

60- سفر مدینہ طیبہ میں بعض مرتبہ قافلہ نہ ٹھہرنے کے باعث بجمہوری ظہر و عصر ملا کر پڑھنی ہوتی ہے اس کے لیے لازم ہے کہ ظہر کے فرضوں سے فارغ ہونے سے پہلے ارادہ کر لے کہ اسی وقت عصر پڑھوں گا اور فرض ظہر کے بعد فوراً عصر کی نماز پڑھے یہاں تک کہ بیچ میں ظہر کی سنتیں بھی نہ ہوں اسی طرح مغرب کے بعد عشا بھی انھیں شرطوں سے جائز ہے اور اگر ایسا موقع ہو کہ عصر کے وقت ظہر یا عشا کے وقت مغرب پڑھنی ہو تو صرف اتنی شرط ہے کہ ظہر و مغرب کے وقت میں وقت نکلنے سے پہلے ارادہ کر لے کہ ان کو عصر و عشا کے ساتھ پڑھوں گا۔

61- جب وہ بستی نظر پڑے جس میں ٹھہرنا یا جانا چاہتا ہے یہ کہے:

اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْأَرْضِينَ السَّبْعِ وَمَا أَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيْطَانِ وَمَا أَضْلَلْنَ وَرَبَّ الْأَرْيَاحِ وَمَا خَرَيْنِ اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ خَيْرَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ أَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا

فِيهَا وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هَذِهِ الْقَرْيَةِ وَشَرِّ أَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا. (67) یا صرف پچھلی دعا پڑھے، برید سے محفوظ رہے گا۔

62- جس شہر میں جائے وہاں کے نئی عالموں اور باشرع فقیروں کے پاس ادب سے حاضر ہو، مزارات کی زیارت کرے، فضول سیر و تماٹے میں وقت نہ کھوئے۔

63- جس عالم کی خدمت میں جائے وہ مکان میں ہو تو آواز نہ دے باہر آنے کا انتظار کرے، اُس کے حضور بے ضرورت کلام نہ کرے، بے اجازت لیے مسئلہ نہ پوچھے، اُس کی کوئی بات اپنی نظر میں خلاف شرع معلوم ہو تو اعتراض نہ کرے اور دل میں نیک گمان رکھے مگر یہ نئی عالم کے لیے ہے، بد مذہب کے سایہ سے بھاگے۔

64- ذکر خدا سے دل بہلائے کہ فرشتہ ساتھ رہے گا، نہ کہ شعر و لغویات سے کہ شیطان ساتھ ہوگا۔

65- رات کو زیادہ چلے کہ سفر جلد طے ہوتا ہے۔

66- ہر سفر خصوصاً سفر حج میں اپنے اور اپنے عزیزوں، دوستوں کے لیے دعا سے غافل نہ رہے کہ مسافر کی دعائیں یہ ہیں۔

67- جب کسی مشکل میں مدد کی ضرورت ہو تو تین بار کہے:

يَا عِبَادَ اللَّهِ اَعِيْنُونِي (68) اے اللہ (عزوجل) کے نیک بندو! میری مدد کرو۔

(67) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! ساتوں آسمانوں کے رب اور ان کے جن کو آسمانوں نے سایہ کیا اور ساتوں زمینوں کے رب اور ان کے جن کو زمینوں نے اٹھایا اور شیطانوں کے رب اور ان کے جن کو انھوں نے گمراہ کیا اور ہواؤں کے رب اور اُن کے جن کو ہواؤں نے اُڑایا۔ اے اللہ (عزوجل)! ہم تجھ سے اس بستی کی اور بستی والوں کی اور جو کچھ اس میں ہے اُن کی بھلائی کا سوال کرتے اور اس بستی کے اور بستی والوں کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اُس کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

(68) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

اور سنئے ابن السنی عبد اللہ بن مسعود اور بزار عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ اَحَدٍ كَمْ بَارِضٍ فَلَاةٌ فَلْيُنَادِ بِاَعْبَادِ اللّٰهِ اَحْبِسُوا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی عِبَادًا فِي الْاَرْضِ تَحْبِسُہَا۔

جب تم میں کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو چاہئے یوں ندا کرے اے خدا کے بندو! روک لو کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہیں جو اسے روک لیں گے۔ (المعجم الکبیر مردی از عبد اللہ ابن مسعود حدیث ۱۰۵۱۸ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/ ۲۶۷) (الجاب النوریہ

بزدائد، المسانید الثمانیہ ۳/ ۲۳۹ کشف الاستار عن زوائد البزار ۳/ ۳۳) (مجمع الزوائد ۱۰/ ۳۳۲) (الاذکار للنووی ص ۱۰۱)

بزار کی روایت میں ہے یوں کہے: اَعِيْنُوا يَا عِبَادَ اللّٰهِ مَدِدُوا لَی خَدَا کے بندو!۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انھوں

کے بعد رحمکم اللہ ۲۔ (اللہ تم پر رحم کرے۔ ت) اور زیادہ فرماتے رواہ ابن عبیدہ فی مصنف (اسے ابن شیبہ نے اپنی

غیب سے مدد ہوگی یہ حکم حدیث میں ہے۔

68- جب سواری کا جانور بھاگ جائے اور پکڑ نہ سکو یہی پڑھو فوراً کھڑا ہو جائے گا۔

مصنف میں روایت کیا۔ (۲) المصنف لابن ابی شیبہ مایہ عوبہ الرجل حدیث ۹۷۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/۳۹۰
امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اذکار میں فرماتے ہیں: ہمارے بعض اساتذہ نے کہ عالم کبیر تھے ایسا ہی کیا، چھوٹا ہوا جانور فوراً رک گیا، اور فرماتے ہیں: ایک بار ہمارا ایک جانور چھٹ گیا، لوگ عاجز آ گئے ہاتھ نہ لگا، میں نے یہی کلمہ کہا فوراً رک گیا جس کا اس بچنے کے سوا کوئی سبب نہ تھا نقلہ سیدی علی القاری فی الحوز الشمین (ملا علی قاری نے اسے حوز شمین میں نقل کیا۔ ت)

(۳) الاذکار للنووی باب ما یقول اذا انتقلت دابة مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۲۰۱
امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزوہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
اذا اضل احدکم شیئاً واراد عوناً وھو بارض لیس بہا النیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان اللہ عباداً لا یراہم۔ جب تم میں سے کوئی شخص سنان جگہ میں بھٹکے بھولے یا کوئی چیز گم کر دے اور مدد مانگنی چاہے تو یوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، کہ اللہ کے کچھ بندے مدد ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔ (۴) المعجم الکبیر مسند عتبہ بن غزوہ حدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/۱۱۸
ع: جن کے سید و مولا سند و ملائی حضور پر نور سیدنا عبدالقادر جیلانی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کمانص علیہ سیدنا الخضر علیہ الصلوٰۃ والسلام رواہ ولقلہ فی الرجعة والزہدة والتحفۃ وغیرھا ۱۲ منہ (م)
جیسا کہ سیدنا خضر علیہ السلام نے اس کی تصریح کی اور بیچہ الاسرار، الزہدة اور التحفۃ وغیرہا میں اس کو روایت کیا اور نقل کیا ۱۲ منہ
عتبہ بن غزوہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قد جرب ذلک اسد و اہل الطیرانی ایضاً
بالیقین یہ بات آزمائی ہوئی ہے (اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ ت)

(۱) المعجم الکبیر مسند عتبہ بن غزوہ حدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/۱۱۸
فاضل علی قاری علامہ میرک سے وہ بعض علمائے ثقات سے نقل حدیث حسن یہ حدیث حسن ہے۔ اور فرمایا مسافروں کو اس کی ضرورت ہے، اور فرمایا مشائخ کرام قدست اسرار ہم سے مردی ہوا انہ مجرب قرن بہ النجاشی ۲۔

(۲) حوز شمین حواشی حصیہ عام الرکوب فی البحر فضل الطالع اندیا ص ۳۶
یہ مجرب ہے اور مراد ملی اس کے ساتھ مقرون۔ ذکر کا فی الحوز الشمین (اس کو حوز شمین میں ذکر کیا ہے۔ ت) ان احادیث میں جن بندگان خدا کو وقت حاجت پکارنے اور ان سے مدد مانگنے کا صاف حکم ہے وہ ابدال ہیں کہ ایک قسم ہے اولیائے کرام سے قدس بندہ تعالیٰ اسرار ہم واقفا علیہ انوار ہم یہی قول ائمہ و اشہر ہے کمانص علیہ فی الحوز الوصین (جیسا کہ حوز الوصین میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ ت)
اور ممکن کہ ملائکہ یا مسلمان صالح جن، مراد ہوں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۷، ص ۵۸۸۔ ۵۹۰ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

69- جب جانور شوخی کرے یہ دعا پڑھے:

(أَفْغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾) (69)

70- يَا صَمَدُ ۱۳۴ بار روز پڑھے، بھوک پیاس سے بچے گا۔

71- اگر دشمن یا رہزن کا ڈر ہو لائف پڑھے، ہر بلا سے امان ہے۔

72- جب رات کی تاریکی پریشان کرنے والی آئے، یہ دعا پڑھے:

يَا اَرْضُ! رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكَ وَشَرِّ مَا فِیْكَ وَشَرِّ مَا خَلَقَ فِیْكَ وَشَرِّ مَا دَبَّ عَلَیْكَ وَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ اَسَدٍ وَّ اَسْوَدَ وَّمِنْ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَاِلَدٍ وَّمَا وَلَدَ. (70)

73- جب کہیں دشمنوں سے خوف ہو، یہ پڑھ لے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ. (71)

74- جب غم و پریشانی لاحق ہو، یہ دعا پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ. (72) اور ایسے وقت لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ کی کثرت کرے۔

(69) پ ۳، آل عمران: ۸۳۔

ترجمہ: کیا اللہ (عزوجل) کے دین کے سوا کچھ اور تلاش کرتے ہیں اور اسی کے فرماں بردار ہیں، خوشی اور ناخوشی سے وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اسی کی طرف تم کو لوٹنا ہے۔

(70) ترجمہ: اے زمین میرا اور تیرا پروردگار اللہ (عزوجل) ہے، اللہ (عزوجل) کی پناہ مانگتا ہوں تیرے شر سے اور اس کے شر سے جو تجھ میں پیدا کی اور جو تجھ پر چلی اور اللہ (عزوجل) کی پناہ شیر اور کالے اور سانپ اور بچھو اور اس شیر کے بننے والے سے اور شیطان اور اس کی اولاد سے۔

(71) ترجمہ: اے اللہ! (عزوجل) میں تجھ کو ان کے سینوں کے مقابل کرتا ہوں اور ان کی برائیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(72) ترجمہ: اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں جو عظمت والا علم والا ہے۔ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑے عرش کا مالک ہے۔

اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور بزرگ عرش کا مالک ہے۔

75- اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو یہ کہے:

يَا جَامِعَ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝ اِجْمَعْ بَيْنِي وَبَيْنَ ضَالَّتِي. (73)
انشاء اللہ تعالیٰ مل جائے گی۔

76- ہر بلندی پر چڑھتے اللہ اکبر کہے اور ڈھال میں اترتے سبحان اللہ۔

77- سوتے وقت ایک بار آیہ الکرسی ہمیشہ پڑھے کہ چور اور شیطان سے امان ہے۔

78- نمازیں دونوں سرکاروں میں وقت شروع ہوتے ہی ہوتی ہیں، معاً شروع وقت پر فوراً اذان اور تھوڑی دیر بعد تکبیر و جماعت ہو جاتی ہے، جو شخص کچھ فاصلہ پر ٹھہرا ہو اتنی گنجائش نہیں پاتا کہ اذان سن کر وضو کرے پھر حاضر ہو کر جماعت یا پہلی رکعت مل سکے اور وہاں کی بڑی برکت یہی طواف و زیارت اور نمازوں کی تکبیر اول ہے۔ لہذا اوقات پہچان رکھیں، اذان سے پہلے وضو تیار رہے، اذان سننے ہی فوراً چل دیں تو تکبیر اول ملے گی اور اگر صرف اول چاہیں، جس کا ثواب بے نہایت ہے جب تو اذان سے پہلے حاضر ہو جانا لازم ہے۔

79- واپسی میں بھی وہی طریقے ملحوظ رکھے، جو یہاں تک بیان ہوئے۔

80- مکان پر آنے کی تاریخ و وقت سے پیشتر اطلاع دیدے، بے اطلاع ہرگز نہ جائے خصوصاً رات میں۔

81- لوگوں کو چاہیے کہ حاجی کا استقبال کریں اور اس کے گھر پہنچنے سے قبل دعا کرائیں کہ حاجی جب تک اپنے گھر میں قدم نہیں رکھتا اس کی دعا قبول ہے۔

82- سب سے پہلے اپنی مسجد میں آکر دو رکعت نفل پڑھے۔

83- دو رکعت گھر میں آکر پڑھے پھر سب سے بکشادہ پیشانی ملے۔

84- عزیزوں دوستوں کے لیے کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور لائے اور حاجی کا تحفہ تبرکاتِ حرمین شریفین سے زیادہ کیا ہے اور دوسرا تحفہ دعا کا کہ مکان میں پہنچنے سے پہلے استقبال کرنے والوں اور سب مسلمانوں کے لیے کرے۔ (74)



(73) ترجمہ: اے لوگوں کو اُس دن جمع کرنے والے جس میں شک نہیں، بے شک اللہ (عزوجل) وعدہ کا خلاف نہیں کرتا، میرے درمیری کمی چیز کے درمیان جمع کر دے۔

(74) انظر: الفتاویٰ الرضویہ، ج ۹ ص ۲۶-۲۷، وغیرہ۔

میقات کا بیان

میقات اُس جگہ کو کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ کے جانے والے کو بغیر احرام وہاں سے آگے جانا جائز نہیں اگرچہ تجارت وغیرہ کسی اور غرض سے جاتا ہو۔ (1)

مسئلہ ۱: میقات پانچ ہیں:

1- ذوالحلیفہ: یہ مدینہ طیبہ کی میقات ہے۔ اس زمانہ میں اس جگہ کا نام ابیار علی ہے۔ ہندوستانی یا اور ملک والے حج سے پہلے اگر مدینہ طیبہ کو جائیں اور وہاں سے پھر مکہ معظمہ کو تو وہ بھی ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں۔

2- ذات عرق: یہ عراق والوں کی میقات ہے۔

3- جحیفہ: یہ شامیوں کی میقات ہے مگر جحیفہ اب بالکل معدوم سا ہو گیا ہے وہاں آبادی نہ رہی، صرف بعض نشان پائے

(1) الہدایۃ، کتاب الحج، ج ۱، ص ۱۳۳-۱۳۴، وغیرہ۔

عرب شریف میں کام کرنے والوں کے لئے

نیرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈانسٹریز کا حکم انعامی اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سوال: اگر مکہ مکرمہ میں کام کرنے والے یا وہاں کے باشندے طائف شریف جائیں تو اب واپسی میں انہیں حج یا عمرے کا احرام باندھنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: یہ قاعدہ ذہن نشین کر لیجئے کہ اہل مکہ اگر کسی کام سے حد و حرم سے باہر مگر میقات کے اندر (مثلاً جدہ شریف) جائیں تو انہیں واپسی کے لئے احرام کی حاجت نہیں اور اگر میقات سے باہر (مثلاً مدینہ پاک، طائف، ریاض وغیرہ) جائیں تو اب بغیر احرام کے واپس آنا جائز نہیں۔ (عالمگیری، درمختار)

سوال: اگر کوئی شخص جدہ شریف میں کام کرتا ہو تو اپنے وطن مثلاً پاکستان سے کام کے لئے جدہ شریف آیا تو کیا احرام لازمی ہے؟

جواب: اگر شیت ہی جدہ شریف جانے کی ہے تو اب احرام کی حاجت نہیں بلکہ اب جدہ شریف سے مکہ معظمہ بھی بغیر احرام کے جاسکتا ہے۔ لہذا جو شخص حرم میں بغیر احرام جانا چاہتا ہو وہ جیلہ کر سکتا ہے بشرطیکہ واقعی اُس کا ارادہ پہلے مثلاً جدہ شریف جانے کا ہو اور مکہ معظمہ حج و عمرہ کے ارادے سے نہ جاتا ہو۔ مثلاً تجارت کے لئے جدہ شریف جاتا ہے اور وہاں سے قاہرہ ہو کر مکہ مکرمہ کا ارادہ کیا۔ اگر پہلے ہی سے مکہ پاک کا ارادہ ہے تو بغیر احرام نہیں جاسکتا۔ جو شخص دوسرے کی طرف سے حج بدل کو جاتا ہے اُسے یہ جیلہ جائز نہیں۔

(درمختار، رد المحتار)

جاتے ہیں اس کے جاننے والے اب کم ہوں گے، لہذا اہل شام رابغ سے احرام باندھتے ہیں کہ مجھ رابغ کے قریب ہے۔

4- قرن: یہ عجد والوں کی میقات ہے، یہ جگہ طائف کے قریب ہے۔

5- یلملم: اہل یمن کے لیے (2)۔

مسئلہ ۲: یہ میقاتیں اُن کے لیے بھی ہیں جن کا ذکر ہوا اور ان کے علاوہ جو شخص جس میقات سے گزرے اُس کے لیے وہی میقات ہے اور اگر میقات سے نہ گزرا تو جب میقات کے محاذی آئے اس وقت احرام باندھ لے، مثلاً (2) ذوالحلیفہ:

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

چنانچہ مدینہ والوں کے لیے مقام ذوالحلیفہ میقات ہے جو مدینہ طیبہ سے قریباً تین میل ہے جسے اب بیر علی کہتے ہیں فقیر نے زیارت کی ہے بعض روافض کہتے ہیں کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کنوئیں میں جنات سے جنگ کی تھی اس لیے اسے بیر علی کہا جاتا ہے مگر یہ محض جھوٹ ہے۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۳۲)

ذات عرق:

عرق کے لغوی معانی ہیں کنارہ دریا، چونکہ عراق کا علاقہ دجلہ و فرات کے کناروں پر ہے اس لیے اسے عراق کہتے ہیں عراق کی لبائی مہادان سے موصل تک ہے اور چوڑائی قادسیہ سے حلوان تک۔ ذات عرق، قرن منازل کے مقابل واقع ہے، عراق کے مشہور مقامات بصرہ، بغداد، کربلا، نجف، موصل ہیں۔ اگرچہ عراق دشام عہد فاروقی میں فتح ہوئے مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ علاقے فتح ہوں گے اور یہاں سے حجاج آیا کریں گے اسی لیے ان کے میقات مقرر فرمادیے، ان پر عمل عہد فاروقی سے ہوا، جن روایات میں ہے کہ ان دونوں میقاتوں کو حضرت عمر نے مقرر فرمایا وہاں عملی تقرر مراد ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۳۳)

یلملم

یلملم یا یلملم بھی ایک پہاڑ ہے، ہندی اور پاکستانیوں کا میقات بھی یہی ہے جو کامران سے نکل کر سمندر میں آتا ہے وہاں ہی ہم لوگ احرام باندھتے ہیں کیونکہ ہم لوگ براستہ عدن مکہ معظمہ جاتے ہیں، عدن یمن کا مشہور شہر ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۳۲)

جحفہ:

شام اور مصر سے آنے والوں کے لیے میقات ہے۔ یہ رابغ شہر کے قریب وادی رابغ میں واقع ہے اور مکہ سے تقریباً 183 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

قرن:

یعنی موجودہ ریاض۔

ہندیوں کی میقات کو وہ یگلم کی محاذات ہے اور محاذات میں آنا اُسے خود معلوم نہ ہو تو کسی جاننے والے سے پوچھ کر معلوم کرے اور اگر کوئی ایسا نہ ملے جس سے دریافت کرے تو تحری کرے اگر کسی طرح محاذات کا علم نہ ہو تو مکہ معظمہ جب دو منزل باقی رہے احرام باندھ لے۔ (3)

مسئلہ ۳: جو شخص دو میقاتوں سے گزرا، مثلاً شامی کہ مدینہ منورہ کی راہ سے ذوالحلیفہ آیا اور وہاں سے جحفہ کو تو افضل یہ ہے کہ پہلی میقات پر احرام باندھے اور دوسری پر باندھا جب بھی حرج نہیں۔ یوہیں اگر میقات سے نہ گزرا اور محاذات میں دو میقاتیں پڑتی ہیں تو جس میقات کی محاذات پہلے ہو، وہاں احرام باندھنا افضل ہے۔ (4)

مسئلہ ۴: مکہ معظمہ جانے کا ارادہ نہ ہو بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ مثلاً جدہ جانا چاہتا ہے تو اُسے احرام کی ضرورت نہیں پھر وہاں سے اگر مکہ معظمہ جانا چاہے تو بغیر احرام جاسکتا ہے، لہذا جو شخص حرم میں بغیر احرام جانا چاہتا ہے وہ یہ حیلہ کر سکتا ہے بشرطیکہ واقعی اُس کا ارادہ پہلے مثلاً جدہ جانے کا ہو۔ نیز مکہ معظمہ حج اور عمرہ کے ارادہ سے نہ جاتا ہو، مثلاً تجارت کے لیے جدہ جاتا ہے اور وہاں سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ جانے کا ارادہ ہے اور اگر پہلے ہی سے مکہ معظمہ کا ارادہ ہے تو اب بغیر احرام نہیں جاسکتا۔ جو شخص دوسرے کی طرف سے حج بدل کو جاتا ہو اُسے یہ حیلہ جائز نہیں۔ (5)

مسئلہ ۵: میقات سے پیشتر احرام باندھنے میں حرج نہیں بلکہ بہتر ہے بشرطیکہ حج کے مہینوں میں ہو اور شوال سے

(3) الفتاویٰ احمدیہ، کتاب المناسک، الباب الثانی فی المواقیت، ج ۱، ص ۲۲۱۔

والدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی المواقیت، ج ۳، ص ۵۳۸-۵۵۱۔

(4) الفتاویٰ احمدیہ المرجع السابق، والدر المختار کتاب الحج، مطلب فی المواقیت، ج ۳، ص ۵۵۰۔

(5) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی المواقیت، ج ۳، ص ۵۵۲۔

حرم کی وضاحت

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العزیزہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

عموماً عوام الناس بلکہ خواص بھی صرف مسجد حرام کو ہی حرم شریف کہتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ مسجد حرم شریف حرم محترم ہی میں داخل ہے مگر حرم شریف مکہ مکرمہ سمیت اُس کے ارد گرد میلوں تک پھیلا ہوا ہے اور ہر طرف اس کی حدیں بنی ہوئی ہیں۔ مثلاً جدہ شریف سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے مکہ معظمہ سے قبل جنھیں کلومیٹر پہلے پولیس چوکی آتی ہے، یہاں سڑک کے اوپر بورڈ پر بھی حروف میں لُحْسَلِیْن فَقَط (یعنی صرف مسلمانوں کے لئے) لکھا ہوا ہے۔ اسی سڑک پر جب مزید آگے بڑھتے ہیں تو پیر فہینس یعنی حد نبیہ کا مقام ہے، حرم شریف کی حد یہاں سے شروع ہو جاتی ہے۔

پہلے ہو تو منع ہے۔ (6)

مسئلہ ۶: جو لوگ میقات کے اندر کے رہنے والے ہیں مگر حرم سے باہر ہیں اُن کے احرام کی جگہ حل یعنی بیرون حرم ہے، حرم سے باہر جہاں چاہیں احرام باندھیں اور بہتر یہ کہ گھر سے احرام باندھیں اور یہ لوگ اگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو بغیر احرام مکہ معظمہ جاسکتے ہیں۔ (7)

مسئلہ ۷: حرم کے رہنے والے حج کا احرام حرم سے باندھیں اور بہتر یہ کہ مسجد الحرام شریف میں احرام باندھیں اور عمرہ کا بیرون حرم سے اور بہتر یہ کہ متعمیم سے ہو۔ (8)

مسئلہ ۸: مکہ والے اگر کسی کام سے بیرون حرم جائیں تو انہیں واپسی کے لیے احرام کی حاجت نہیں اور میقات سے باہر جائیں تو اب بغیر احرام واپس آنا انہیں جائز نہیں۔ (9)



(6) المرجع السابق.

(7) الہدایۃ، کتاب الحج، ج ۱، ص ۱۳۴، وغیرہ.

(8) الدر المختار کتاب الحج، مطلب فی المواقیف، ج ۳، ص ۵۵۴، وغیرہ.

(9) الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثانی فی المواقیف، ج ۱، ص ۲۲۱.

ورد المختار، کتاب الحج، مطلب فی المواقیف، ج ۳، ص ۵۵۴.

احرام کا بیان

(الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَةٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفْعَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفَعَّلُوا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمُهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَاتَّقُونِ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ ﴿١٠﴾) (۱)

حج کے چند مہینے معلوم ہیں، جس نے اُن میں حج (اپنے اوپر) لازم کیا (احرام باندھا) تو نہ نخس ہے، نہ فسق، نہ جھگڑنا حج میں اور جو کچھ بھلائی کرو اللہ (عزوجل) اسے جانتا ہے اور توشہ لو، بے شک سب سے اچھا توشہ تقویٰ ہے اور بھی سے ڈرو، اے عقل والو!

اور فرماتا ہے:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُثْلَى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ﴿١١﴾) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا أَمْثِلَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا) (2)

اے ایمان والو! عقود پورے کرو، تمہارے لیے چوپائے جانور حلال کیے گئے، سوا اُن کے جن کا تم پر بیان ہوگا مگر حالت احرام میں شکار کا قصد نہ کرو، بیشک اللہ (عزوجل) جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ (عزوجل) کے شعائر اور ماہِ حرام اور حرم کی قربانی اور جن جانوروں کے گلوں میں ہار ڈالے گئے (قربانی کی علامت کے لیے) اُن کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ اُن لوگوں کی جو خانہ کعبہ کا قصد اپنے رب کے فضل اور رضا طلب کرنے کے لیے کرتے ہیں اور جب احرام کھولو، اُس وقت شکار کر سکتے ہو۔

حدیث ۱: صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو احرام کے لیے احرام سے پہلے اور احرام کھولنے کے لیے طواف سے پہلے خوشبو لگاتی جس میں مشک تھی، اُس کی چمک حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مانگ میں احرام کی حالت میں گویا میں اب دیکھ رہی ہوں۔ (3)

(1) پ ۲، البقرة: ۱۹۷۔

(2) پ ۶، المائدة: ۱-۲۔

(3) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب الطيب قبل الاحرام في البدن... الخ، الحدیث: ۳۳۔ (۱۱۸۹)، ۴۵۔ (۱۱۹۰)، (۱۱۹۱)، ←

حدیث ۲: ابو داؤد زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کے لیے غسل فرمایا۔ (4)

حدیث ۳: صحیح مسلم شریف میں ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں ہم حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ حج کو نکلے، اپنی آواز حج کے ساتھ خوب بلند کرتے۔ (5)

ص ۶۰۹، ۶۱۰

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حج یا عمرہ کے احرام کا ارادہ فرماتے تو میں خوشبو تیار رکھتی، آپ غسل فرما کر بغیر سے کپڑے پہن کر خوشبو ملتے، پھر نفل پڑھ کر تلبیہ کہتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ حجۃ الوداع میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور اس سے پہلے عمروں میں بھی تب ہی ماضی استمراری فرمادی ہیں۔

۲۔ بقرعید کے دن حاجی جمرہ عقبہ کی رمی کر کے کچھ طلال ہو جاتا ہے، پھر طواف زیارت کر کے پورا حلال ہو جاتا ہے کہ اسے اپنی عورت سے صحبت بھی جائز ہو جاتی ہے، فرماتی ہیں کہ میں ناقص حل پر ہی خوشبو حضور کو لگا دیتی تھی، اس کے بعد آپ زیارت کرتے تھے۔

۳۔ یعنی احرام باندھتے وقت جو خوشبو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم استعمال کرتے تھے وہ بعینہ آپ کی، مانگ شریف میں بعد احرام بھی باقی رہتی تھی گویا میں تصور میں اب بھی اسے دیکھ رہی ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بحالت احرام خوشبو لگانا حرام ہے مگر احرام سے پہلے کی خوشبو کا بقا جائز ہے خواہ خوشبو کا جرم باقی رہے یا اثر، یہ ہی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اور یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ امام مالک و شافعی کے ہاں پہلی خوشبو کا بقا بھی حرام ہے بلکہ اس میں بھی مذہب واجب ہے یہ حدیث ان کے صراحۃً خلاف ہے، حضرت عبداللہ ابن عمر نے جو اس کے خلاف فرمایا تھا انہیں حضرت عائشہ کی یہ حدیث نہ پہنچی تھی، یہ حدیث سن کر انہوں نے اپنا فتویٰ واپس لے لیا تھا۔ (مرقات) لہذا امام شافعی رضی اللہ عنہ کا اس حدیث سے استدلال درست نہیں، مذہب حنفی بہت قوی ہے۔

۴۔ امام مالک کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری، مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص خوشبو میں لتھڑا ہوا احرام باندھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور انور نے اس سے فرمایا کہ خوشبو دھو ڈال، اپنا جبہ اتار دے، پھر عمرہ کے ارکان ادا کر، وہ فرماتے ہیں کہ احرام میں خوشبو لگی رہنا، حضور انور کی خصوصیات سے ہے، ورنہ اس شخص کو خوشبو دھونے کا حکم کیوں دیتے مگر یہ استدلال کمزور ہے کیونکہ اس شخص نے بعد احرام خوشبو لگائی تھی۔ (ابن ہمام و مرقات) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۵۵)

(4) جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ما جاء فی الاغتسال عند الاحرام، الحدیث: ۸۳۱، ج ۲، ص ۲۲۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ جنی آپ نے سلعے کپڑے اتار دیے اور غسل کر کے بغیر سلعے کپڑے پہنے، پھر نفل پڑھ کر تلبیہ کہا۔ معلوم ہوا کہ احرام کے وقت غسل سنت

ہے اگرچہ وضو بھی جائز ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۱۶۲)

(5) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز التمتع فی الحج والقرآن، الحدیث: ۴۷، ص ۶۵۴۔

حدیث ۴: ترمذی وابن ماجہ و بیہقی سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان لبیک کہتا ہے تو دہنے بائیں جو پتھر یا درخت یا ڈھیلا ختم زمین تک ہے لبیک کہتا ہے۔ (6)

حدیث ۵ و ۶: ابن ماجہ وابن خزیمہ وابن حبان و حاکم زید بن خالد جہنی سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جبریل نے آکر مجھ سے یہ کہا کہ اپنے اصحاب کو حکم فرمادیجیے کہ لبیک میں اپنی آوازیں بلند کریں کہ یہ حج کا شعار ہے۔ (7) اسی کے مثل سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔

حدیث ۷: طبرانی اوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ لبیک کہنے والا جب لبیک کہتا ہے تو اُسے بشارت دی جاتی ہے، عرض کی گئی جنت کی بشارت دی جاتی ہے؟ فرمایا: ہاں۔ (8)

حدیث ۸: امام احمد و ابن ماجہ جابر بن عبد اللہ اور طبرانی و بیہقی عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: محرم جب آفتاب ڈوبنے تک لبیک کہتا ہے تو آفتاب ڈوبنے کے ساتھ اُس کے گناہ غائب ہو جاتے ہیں اور ایسا ہو جاتا ہے جیسا اُس دن کہ پیدا ہوا۔ (9)

حدیث ۹: ترمذی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا، کہ حج کے افضل اعمال کیا ہیں؟ فرمایا: بلند آواز سے لبیک کہنا اور قربانی

(6) جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ماجاء فی فضل التلبیۃ والنحر، الحدیث: ۸۲۹، ج ۲، ص ۲۲۶۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

اس طرح کہ حاجی کے قریب کے درخت و پتھر اور کنکر تلبیہ کہتے ہیں۔ ان سے سن کر ان کے قریب کے کنکر پتھر وغیرہ ان سے سن کر ان کے قریب کے یہاں تک کہ ساری دنیا کے کنکر پتھر ڈھیلے تلبیہ کا شور مچاتے ہیں۔ یہ تلبیہ بربان قال کہتے ہیں صرف زبان حال سے نہیں، اللہ نے پتھر لکڑیوں میں احساس بھی دیا ہے، گویائی بھی بخشی ہے جس سے وہ رب تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاِنْ يَنْشَأُ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِیْ** بلکہ بزرگان دین نے ان کی تسبیح وغیرہ سنی بھی ہیں۔ (مرقات) مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

نطق آب و نطق خاک و نطق گل

ہست محسوس حواس الہی دل

فلسفی کو منکر حسانہ است

از حواس اولیاء بیگانہ است

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کا تلبیہ سنتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۶۵)

(7) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب رفع الصوت بالتلبیۃ، الحدیث: ۲۹۲۳، ج ۳، ص ۴۲۳۔

(8) المعجم الاوسط، باب التسمی، الحدیث: ۷۷۷۹، ج ۵، ص ۳۱۰۔

(9) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب النذر للمحرم، الحدیث: ۲۹۲۵، ج ۳، ص ۴۲۳۔

کرتا۔ (10)

حدیث ۱۰: امام شافعی خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب لبیک سے فارغ ہوتے تو اللہ (عزوجل) سے اُس کی رضا اور جنت کا سوال کرتے اور دوزخ سے پناہ مانگتے۔ (11)

حدیث ۱۱: ابو داؤد و ابن ماجہ اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ: جو مسجد اقصیٰ سے مسجد الحرام تک حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اُس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے یا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ (12)

(10) جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی فضل التلبیۃ والنحر، الحدیث: ۸۲۸، ج ۲، ص ۲۲۶۔

(11) المسند للإمام الشافعی، کتاب المناسک، ص ۳۰۔

(12) سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب فی المواقیف، الحدیث: ۱۷۳۱، ج ۲، ص ۲۰۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس طرح کہ پہلے بیت المقدس کی زیارت کرے، پھر وہاں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ حاضر ہو کر حج یا عمرہ کرے۔

۲۔ یہ شک راوی کا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کا وعدہ فرمایا یا جنت کی عطا کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر دور سے احرام بندھے گا اسی قدر زیادہ ثواب ملے گا۔ خیال رہے کہ اصرار جرم سے پہلے حج کا احرام باندھنا ہمارے ہاں مکروہ ہے۔ امام شافعی کے ہاں وہ احرام عمرہ کا ہو جائے گا یا بندھے گا ہی نہیں مگر میقات سے پہلے حج کا احرام باندھ لینا حتیٰ کہ اپنے گھر سے ہی احرام باندھ کر نکلنا افضل ہے بشرطیکہ احرام کی پابندیاں پوری کر سکے اشھر حج یعنی حج کے مہینہ شوال، ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں کل دو ماہ دن دن۔

۳۔ حاکم نے مستدرک میں عبد اللہ ابن سلمہ مری سے روایت کیا۔ حضرت علی سے کسی نے اس آیت کے متعلق پوچھا ”وَأَتُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ“ للہ کہ حج و عمرہ کا پورا کرنا کیا ہے فرمایا یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے احرام باندھ کر نکلو، مشکوٰۃ کی اس حدیث کو بھی نقلی وغیرہ نے بھی روایت کیا، امام نووی نے فرمایا کہ یہ حدیث قوی نہیں، دیگر محدثین نے فرمایا حسن ہے، غرض کہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور دونوں کلاموں میں تعارض نہیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۷۷)

تلبیہ پڑھنے کا ثواب

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قرار قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث ثواب سکینہ، فیض مکتبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو محرم (یعنی احرام باندھنے والا) دن کی ابتداء سے غروب آفتاب تک تلبیہ پڑھتا ہے تو سورج غروب ہوتے وقت اس کے گناہوں کو ساتھ لے جاتا ہے اور وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا اس دن تھا جس دن اسکی ماں نے اسے جنا تھا۔ (ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب انظلال المحرم، رقم ۲۹۲۵، ج ۳، ص ۴۲۴)

امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے حضرت سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح کی ایک روایت نقل کی ہے۔



حضرت سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حکم دیجئے کہ تلبیہ پڑھتے وقت اپنی آوازوں کو بلند کیا کریں کیونکہ بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا حج کے شعار میں سے ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب رفع الصوت بالتلبیہ، رقم ۲۹۲۳، ج ۳، ص ۲۲۳)

اس روایت کو ابو داؤد نے اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیکر حضرت سیدنا خلاۃ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا۔ (جامع الترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی رفع الصوت بالتلبیہ، رقم ۸۳۰، ج ۲، ص ۲۲۷)

حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحب نواک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو مسلمان اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے یا حج کرنے کیلئے جلیل یا تلبیہ پڑھتے ہوئے چلے تو سورج اس کے گناہوں کو غروب ہوتے وقت ساتھ لے جاتا ہے اور وہ مسلمان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ (طبرانی اوسط، رقم ۶۱۶۵، ج ۳، ص ۳۳۷)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو شخص بلند آواز کے ساتھ تلبیہ پڑھتا ہے سورج اس کے گناہوں کو ساتھ لے کر غروب ہوتا ہے۔

(شعب الایمان، باب فی المناسک فصل فی الاحرام والتلبیہ، رقم ۴۰۲۹، ج ۳، ص ۴۴۹)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیب، منیر غیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ”لبیک (یعنی تلبیہ) کہنے والا جب بلند آواز کے ساتھ لبیک کہتا ہے تو اسے بشارت دی جاتی ہے۔“ عرض کی گئی، ”جنت کی بشارت دی جاتی ہے؟“ فرمایا، ”ہاں۔“ (طبرانی اوسط، رقم ۷۷۷۹، ج ۵، ص ۳۱۱)

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے فرمایا، بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا اور قربانی کرنا۔

(ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب رفع الصوت بالتلبیہ، رقم ۲۹۲۳، ج ۳، ص ۲۲۳)

احرام کے احکام

1- یہ تو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ہندیوں کے لیے میقات (جہاں سے احرام باندھنے کا حکم ہے) کوہ یثلم کی محاذات ہے۔ یہ جگہ کامران سے نکل کر سمندر میں آتی ہے، جب جدہ دو تین منزل رہ جاتا ہے جہاز والے اطلاع دیدیتے ہیں، پہلے سے احرام کا سامان طیارہ رکھیں (1)۔

(1) ہوائی جہاز والے کب احرام باندھیں؟

ہوائی جہاز سے کراچی تا جدہ شریف تقریباً چار گھنٹے کا سفر ہے اور دوران پرواز میقات کا پتا نہیں چلتا، لہذا کراچی والے اپنے گھر سے تیاری کر کے چلیں، اگر وقت مکروہ نہ ہو تو احرام کے نفل بھی گھر پر ہی پڑھ لیں اور احرام کی چادریں بھی گھر ہی سے پہن لیں، البتہ گھر سے احرام کی نیت نہ کریں، قطارہ میں نیت کر لیجئے گا کیونکہ نیت کرنے سے پابندیاں شروع ہو جائیں گی ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے پرواز میں تاخیر ہو جائے، پھر ایئر پورٹ پر آپ خوشبودار پھولوں کے گجرے وغیرہ بھی تو نہیں پہن سکیں گے۔ (2) اس لئے آسانی اسی میں ہے کہ آپ احرام کی چادروں میں ملبوس ہوائی اڈہ پر تشریف لائیں یا روزمرہ کے لباس ہی میں آجائیں۔ ایئر پورٹ پر بھی حمام، مٹھو خانہ اور جائے نماز کا اہتمام ہوتا ہے۔ آپ یہیں احرام زیب تن فرما کر نوافل ادا کریں پھر احرام کی نیت کر لیں، مگر آسانی اس میں ہے کہ جب آپ کا قطارہ نفا میں ہوا رہ جائے اس وقت نیت کریں۔ (نیت اور بینقات وغیرہ کی تفصیل آگے آرہی ہے)

احرام میں مفید احتیاطیں

مدینہ (۱) محرم کو چاہئے کہ اوپر کی چادر دُڑست کرنے میں یہ احتیاط رکھے کہ اپنے یا کسی دوسرے محرم کے سر یا چہرے پر نہ پڑے۔
مدینہ (۲) اکثر محرم حضرات احرام کا تہبذ ناف کے نیچے سے باندھتے ہیں اور پھر اوپر کی چادر بے احتیاطی کی وجہ سے پیٹ پر سے سرک جاتی ہے جس سے ناف کے نیچے کا کچھ حصہ سب کے سامنے ظاہر ہوتا رہتا ہے اور وہ اس کی پرداہ نہیں کرتے، اسی طرح بعض محرم چلتے یا بیٹھتے وقت احتیاط نہیں کرتے جس کی وجہ سے بسا اوقات اُن کی ران وغیرہ دوسروں پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ لہذا اس مسئلہ کو یاد رکھیں کہ ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں سمیت جسم کا سارا حصہ مرد کا ستر ہے اور اس میں سے تھوڑا سا حصہ بھی دوسروں کے آگے کھولنا حرام ہے اور کسی کے اس کھلے ہوئے حصے کو دیکھنا بھی حرام۔

نوٹ: یہ ستر کے مسائل بمنزف احرام کے ساتھ مخصوص نہیں۔ احرام کے علاوہ بھی دوسروں کے آگے اپنا ستر کھولنا یا دوسروں کے ستر کی طرف نظر کرنا حرام ہے۔

ضروری تنبیہ

جو باتیں احرام میں ناجائز ہیں اگر وہ کسی مجبوری کے سبب یا بھولے سے سرزد ہو جائیں تو گناہ نہیں مگر اُن پر جو جرمانہ مقرر ہے —

2- جب وہ جگہ قریب آئے، مسواک کریں اور وضو کریں اور خوب مل کر نہائیں، نہ نہا سکیں تو صرف وضو کریں یہاں تک کہ حیض و نفاس والی اور بچے بھی نہا نہیں اور باطہارت احرام باندھیں یہاں تک کہ اگر غسل کیا پھر بے وضو

وہ بہر حال ادا کرنا ہوگا یہ باتیں چاہے سوتے میں عزت دہوں یا جبراً کوئی کروائے ہر صورت میں حرام نہ ہے۔

جَدَّہ تامکہ معظمہ

جَدَّہ شریف کے ہوائی اڈہ پر پہنچ کر اپنا دستی سامان لئے لیٹک پڑھتے ہوئے دھڑکتے دل سے ہوائی جہاز سے اترے اور کسٹم شیڈ سے مفصل کاؤنٹر پر اپنا پاسپورٹ اور ہیلتھ سرٹیفکیٹ چیک کروا کر شیڈ میں جمع شدہ سامان میں سے اپنا سامان شناخت کر کے علیحدہ کر لیں، کسٹم کروانے کے بعد مع سامان اپنے معلّم کی بس میں لیٹک پڑھتے ہوئے مَلَّہ معظمہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ یاد رکھیے! سفر پھر سفر ہے کئی قسم کی پریشانیاں درپیش آسکتی ہیں۔ بس وغیرہ کا بھی انتظار کرنا پڑتا ہے۔ ہر موقع پر خیر و رضا کا پیکر بن کر رہیں۔ نقول شور و مل کرنے سے مسائل حل ہونے کے بجائے مزید اٹھنے کا خطرہ رہتا ہے اور خیر کا ثواب بھی برباد ہو جاتا ہے۔

سفر کے تیس مدنی پھول

مدینہ (۱) چلتے وقت عزیزوں، دوستوں سے قصور معاف کروائیں اور جن سے معافی طلب کی جائے اُن پر لازم ہے کہ دل سے معاف کر دیں۔ حدیث مبارک میں ہے کہ جس کے پاس اُس کا (اسلامی) بھائی معذرت لائے، واجب ہے کہ قبول کر لے (یعنی معاف کر دے) ورنہ حوض کوثر پر آنا نہ ملے گا۔ (انوار الہیاء)

مدینہ (۲) والدین سے اجازت لے لیں، حج اگر فرض ہو چکا ہے تو والدین کی اجازت نہ بھی ہو تب بھی جانا ہوگا، ہاں غم نہ یا نفلی حج کے لئے والدین سے اجازت لئے بغیر سفر نہ کریں۔ یہ بات غلط مشہور ہے کہ جب تک والدین نے حج نہیں کیا اولاد بھی حج نہیں کر سکتی۔

مدینہ (۳) کسی کی امانت پاس ہو یا قرضہ ہو تو لوٹا دیں، جن کے مال ناحق لئے ہوں واپس کر دیں یا معاف کر دلیں، پتا نہ چلے تو اُتھا مال فکراؤ کو دے دیں۔

مدینہ (۴) نماز، روزہ، زکوٰۃ، جتنی عبادات نہ سنے ہوں ادا کریں اور تانیر کے گناہ کی توبہ بھی کریں۔ اس سفر مبارک کا مقصد برف اللہ عزّ و جنّ اور اُس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی ہو۔

مدینہ (۵) حاجی کو چاہیے کہ توشہ مالِ حلال سے لے ورنہ حج قبول ہونے کی امید نہیں اگرچہ فرض اُتر جائے گا۔

مدینہ (۶) حاجت سے زائد توشہ لیں اور اپنے رفیقوں اور فقیروں پر تصدّق کرتے چلیں یہ حج مبارک کی نشانی ہے۔ (انوار الہیاء)

مدینہ (۷) کرائے کی گاڑی پر جو کچھ سامان بار کرنا ہو، پہلے سے دکھادیں اور اس سے زائد بغیر اجازت مالک گاڑی میں نہ رکھیں۔ (ایضاً)

حکایت

سیدنا عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کو سفر پر روانہ ہوتے وقت کسی نے دوسرے کو پہنچانے کے لئے خط پیش کیا، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خواری والے سے اجازت لے لو کیونکہ میں نے اُس کو سارا سامان دکھا دیا ہے اور یہ خط زائد شے ہے۔

ہو گیا اور احرام باندھ کر وضو کیا تو فضیلت کا ثواب نہیں اور پانی ضرر کرے تو اس کی جگہ تیمم نہیں، ہاں اگر نماز احرام کے لیے تیمم کرے تو ہو سکتا ہے۔

مدینہ (۸) حدیث پاک میں ہے کہ جب تین آدمی سفر کو جائیں تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں۔ اس سے کاموں میں انتظام رہتا ہے۔

مدینہ (۹) امیر اسے بتائیں جو خوش اخلاق اور سٹخوں کا پابند ہو۔

مدینہ (۱۰) امیر کو چاہیے کہ ہمسفر اسلامی بھائیوں کی خدمت کرے اور ان کے آرام کا پورا خیال رکھے۔

مدینہ (۱۱) جب سفر پر جانے لگیں تو اس طرح رخصت ہوں جیسے دنیا سے رخصت ہوتے ہوں۔

مدینہ (۱۲) وقت رخصت سب سے دعائیں لیں کہ برکتیں حاصل ہوں گی۔

مدینہ (۱۳) کوئی اسلامی بہن اپنے شوہر یا قابل اطمینان غرم (یعنی جس کے ساتھ ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو) کے بغیر ہرگز سفر نہ کرے، ورنہ جب تک گھر لوٹ کر آئے گی قدم قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔ (یہ حکم صرف سفر حج کے لئے ہی نہیں، ہر سفر کے لئے ہے)

مدینہ (۱۴) لباس سفر پہن کر اگر وقت مکروہ نہ ہو تو گھر میں چار زکعت نفل الحمد و قیل سے پڑھ کر باہر نکلیں۔ وہ زکعتیں واپسی تک اہل و اہل کی نگہبانی کریں گی۔

مدینہ (۱۵) گھر سے نکلنے وقت آیۃ الکُزُبی اور قُلْ یَا أَیُّهَا الْکَافِرُونَ سے قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ تک تہنیت کے ہوا پانچ سورتیں، سب بِسْمِ اللہ کے ساتھ پڑھیں، آخر میں بھی بِسْمِ اللہ شریف پڑھیں۔ اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ راستہ بھر آرام رہے گا۔

مدینہ (۱۶) مکروہ وقت نہ ہو تو اپنی مسجد میں دو زکعت نفل ادا کریں۔

مدینہ (۱۷) ریل یا بس وغیرہ میں بِسْمِ اللہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور سُبْحٰنَ اللّٰہ سب تین تین بار، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ایک بار، پھر یہ قرآنی دُعا پڑھیں اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سواری ہر قسم کے حادثے سے محفوظ رہے گی۔ دُعا یہ ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِیْنِ ﴿۱﴾ وَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۲﴾ (پ ۲۵ زخرف ۱۳-۱۴)

پاکی ہے اُسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے بڑے (یعنی طاقت) کی نہ تھی اور بے شک ہمیں اپنے رب (عزوجل) کی طرف پلٹنا ہے۔ (کنز الایمان)

مدینہ (۱۸) جب بحری جہاز میں سواری ہوں تو یہ قرآنی دُعا پڑھیں تو ڈوبنے سے اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ محفوظ رہیں گے۔ دُعا یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرِبُہَا وَمُرْسِدُہَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَتّٰی قَدِرَہٗ وَ الْاَرْضُ بِجَمِیْعٍ قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْاٰخِرَةِ وَالشَّمُوْتُ مَطْوِیٰتٌ بَیْنَیْنِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعَالٰی عَمَّا یُشْرَکُوْنَ ﴿۲﴾

اللہ (عزوجل) کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا بیشک میرا رب (عزوجل) ضرور بخشنے والا مہربان ہے اور انہوں نے اللہ (عزوجل) کی قدرت نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا اور وہ قیامت کے دن سب زمینوں کو سمیٹ دے گا اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے اور ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ (کنز الایمان)

- 3- مرد چاہیں تو سر مونڈالیں کہ احرام میں بالوں کی حفاظت سے نجات ملے گی ورنہ کنگھا کر کے خوشبودار تیل ڈالیں۔
- 4- غسل سے پہلے ناخن کتریں، نعل بنوائیں، نمونے بغل و زیر ناف دور کریں بلکہ پیچھے کے بھی کہ ڈھیلا لیتے وقت بالوں کے ٹوٹے اکھڑنے کا قصہ نہ رہے۔
- 5- بدن اور کپڑوں پر خوشبو لگائیں کہ سنت ہے، اگر خوشبو ایسی ہے کہ اس کا جرم (یعنی تہ) باقی رہے گا جیسے مشک وغیرہ تو کپڑوں میں نہ لگائیں۔

(اس دعا میں جمل آیت سورہ ہود کی ہے جب کہ دوسری آیت سورہ زمر کی ہے)

مدینہ (۱۹) جب کسی منزل پر اتریں تو دو روز لغت نفل پڑھیں (اگر وقت مکروہ نہ ہو تو) کہ سنت ہے۔

مدینہ (۲۰) منزل پر اتریں تو وقتاً فوقتاً یہ دعا پڑھیں۔ اِنْ خَاءَ اللّٰهُ غُزَّ وَجَلَّ ہر نقصان سے بچیں گے۔ دعا یہ ہے:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ الثَّمَانِيَةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

ترجمہ: اللہ عز و جل کے کلمات تادمہ کی پناہ مانگتا ہوں

اس شتر سے جسے اس نے پیدا کیا۔

مدینہ (۲۱) یا ضمد ۱۳ بار روزانہ پڑھیں بھوک اور پیاس سے امن رہے گا۔

مدینہ (۲۲) جب دشمن کا خوف ہو سورہ البلاغ پڑھ لیں۔ اِنْ خَاءَ اللّٰهُ غُزَّ وَجَلَّ ہر بلا سے امان ملے گی۔

مدینہ (۲۳) دوران سفر ذکر و زود کی کثرت کریں فرشتہ ساتھ رہے گا فضول باتیں یا کانے باجے کا سلسلہ رہا تو شیطان ساتھ رہے گا۔

مدینہ (۲۴) سفر میں اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا سے غافل نہ رہیں کہ مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے۔

مدینہ (۲۵) جب کسی مشکل میں مدد کی ضرورت پڑے تو حدیث پاک میں ہے کہ اس طرح تین بار پکاریں:

اَعِيْذُنِيْ يٰ اَعْبَادَ اللّٰهِ

یعنی اے اللہ عز و جل کے بندو! میری مدد کرو۔ (حسن حصین)

مدینہ (۲۶) بڑے وڈے بلکہ تمام غزبوں سے بے حد نرمی کا برتاؤ کریں، اگر وہ سختی بھی کریں تو آپ اذبار داشت کر لیں کہ جو اہل عرب کی

سختیوں پر صبر کرے گا، اس کی ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ اہل مکہ و

مدینہ بلکہ تمام اہل عرب کے افعال پر اعتراض نہ کریں بلکہ دل میں بھی کدورت نہ لائیں، اس میں دونوں جہاں کی سعادت ہے۔ ہاں!

اگر کسی میں عقیدے کی خرابی ہے تو بے شک اس سے نفرت اور سخت نفرت کریں۔

مدینہ (۲۷) سفر سے واپسی میں بھی گزشتہ آداب سفر کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

مدینہ (۲۸) وطن پہنچ کر سب سے پہلے اپنی مسجد میں مکروہ وقت نہ ہو تو دو روز لغت نفل ادا کریں۔

مدینہ (۲۹) دو روز لغت گھبرا کر بھی (مکروہ وقت نہ ہو تو) ادا کریں۔

مدینہ (۳۰) پھر سب سے پڑنپاک طریقے سے ملاقات کریں۔

6- مرد سنے کپڑے اور موزے اُتار دیں ایک چادر نئی یا ڈھلی اوڑھیں (1A) اور ایسا ہی ایک تہبند باندھیں یہ کپڑے سفید اور نئے بہتر ہیں اور اگر ایک ہی کپڑا پہنا جس سے سارا ستر چھپ گیا جب بھی جائز ہے۔ بعض عوام یہ کرتے ہیں کہ اسی وقت سے چادر داہنی بغل کے نیچے کر کے دونوں پلو بائیں مونڈھے پر ڈال دیتے ہیں یہ خلاف سنت ہے، بلکہ سنت یہ ہے کہ اس طرح چادر اوڑھنا طواف کے وقت ہے اور طواف کے علاوہ باقی وقتوں میں عادت کے موافق چادر اوڑھی جائے یعنی دونوں مونڈھے اور پیٹھ اور سینہ سب چھپا رہے۔

7- جب وہ جگہ آئے اور وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت بہ نیت احرام پڑھیں، پہلی میں فاتحہ کے بعد قُلْ یَا اَیُّهَا

الْكَافِرُونَ دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھے۔

8- حج تین طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ زاجج کرے، اُسے افراد کہتے ہیں اور حاجی کو مفرد۔ اس میں بعد سلام یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَمَیِّتْرُہٗ لِّیْ وَتَقَبَّلْہٗ مِنِّیْ نَوِیْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِہٖ مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی. (1B)
دوسرا یہ کہ یہاں سے نرے عمرے کی نیت کرے، مکہ معظمہ میں حج کا احرام باندھے اسے تمتع کہتے ہیں اور حاجی کو تمتع۔ اس میں یہاں بعد سلام یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَمَیِّتْرُہٗ لِّیْ وَتَقَبَّلْہَا مِنِّیْ نَوِیْتُ الْعُمْرَةَ وَاَحْرَمْتُ بِہَا مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی.
تیسرا یہ کہ حج و عمرہ دونوں کی یہیں سے نیت کرے اور یہ سب سے افضل ہے اسے قرآن کہتے ہیں اور حاجی کو قارن۔ اس میں بعد سلام یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَمَیِّتْرُہٗ لِّیْ وَتَقَبَّلْہُمَا مِنِّیْ نَوِیْتُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِہُمَا مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی.

اور تینوں صورتوں میں اس نیت کے بعد لبیک باواز کہے لبیک یہ ہے:

(1A) فتاویٰ عالمگیری کتاب المناسک میں ہے:

وَيَلْبَسُ ثَوْبَيْنِ اِذَا رَاَ وِرْدَاہٗ جَدِیْدَيْنِ اَوْ غَسِلَتْنِیْ، وَالْحَدِیْدُ اَفْضَلُ، كَذَا فِی فِتَاوٰی قَاضِی خَآن

(فتاویٰ عالمگیری کتاب المناسک، الباب الثانی فی الاحرام)

(1B) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں اُسے تو میرے لیے میسر کر اور اُسے مجھ سے قبول کر، میں نے حج کی نیت کی اور خاص

اللہ (عزوجل) کے لیے میں نے احرام باندھا (بعد والی دونوں نیتوں کا بھی ترجمہ یہی ہے۔ اتنا فرق ہے کہ حج کی جگہ دوسری میں عمرہ ہے

اور تیسری میں حج و عمرہ دونوں)۔

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ (2)

جہاں جہاں وقف کی علامتیں بنی ہیں وہاں وقف کرے۔ لبیک تین بار کہے اور درود شریف پڑھے پھر دعائے ایک دعا یہاں پر یہ منقول ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ. (3)

اور یہ دعا بھی بزرگوں سے منقول ہے:

اللَّهُمَّ أَخْرِمْ لَكَ شَعْرَتِي وَبَشَرَتِي وَعَظْمَتِي وَدَمِي مِنَ النِّسَاءِ وَالطِّيبِ وَكُلِّ شَيْءٍ حَرَّمَكَ عَلَى الْمُحْرِمِ أَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَكَ الْكَرِيمَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرَ كُلَّهُ بِيَدَيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ لَبَّيْكَ ذَا النِّعَمَاءِ وَالْفَضْلِ الْحَسَنِ لَبَّيْكَ مَرْغُوبًا وَمَرْهُوبًا إِلَيْكَ لَبَّيْكَ إِلَهَ الْخَلْقِ لَبَّيْكَ حَقًّا حَقًّا تَعَبُّدًا وَرِقًّا لَبَّيْكَ عِنْدَ الثَّرَابِ وَالْحَصَى لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ذَا الْمَعَارِجِ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ مِنْ عَبْدٍ أَبَقَ إِلَيْكَ. لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ فَرَّاجَ الْكُرُوبِ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ أَكَا عَبْدُكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ غَفَّارَ الذُّنُوبِ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ أَعِزَّنِي عَلَى آدَاءِ فَرَضِ الْحَجِّ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي وَاجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لَكَ وَأَمَّنُوا بِوَعْدِكَ وَاتَّبَعُوا أَمْرَكَ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَفْدِكَ الَّذِينَ رَضِيتَ عَنْهُمْ وَأَرْضَيْتَهُمْ وَقَبَلْتَهُمْ. (4)

(2) ترجمہ: میں تیرے پاس حاضر ہوا، اے اللہ (عزوجل)! میں تیرے حضور حاضر ہوا، تیرے حضور حاضر ہوا، تیرا کوئی شریک نہیں میں تیرے حضور حاضر ہوا بیشک تعریف اور نعمت اور ملک تیرے ہی لیے ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

(3) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! میں تیری رضا اور جنت کا سائل ہوں اور تیرے غضب اور جہنم سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں۔

(4) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! تیرے لیے احرام باندھا، میرے بال اور بشرہ نے اور میری ہڈی اور میرے خون نے غورتوں اور خوشبو سے اور ہر اس چیز سے جس کو تو نے محرم پر حرام کیا اس سے میں تیرے وجہ کریم کا طالب ہوں، میں تیرے حضور حاضر ہوا اور کل خیر تیرے ہاتھ میں ہے اور رغبت و عمل صالح تیری طرف ہے، میں تیرے حضور حاضر ہوا اے نعمت اور اچھے فضل والے! میں تیرے حضور حاضر ہوا تیری طرف رغبت کرتا ہوا اور ڈرتا ہوا، تیرے حضور حاضر ہوا اے مخلوق کے معبود! بار بار حاضر ہوں حق سمجھ کر عبادت اور بندگی جان کر خاک اور کنکریوں کی گنتی کے موافق، لبیک بار بار حاضر ہوں اے بلند یوں والے! بار بار حاضری ہے بھاگے ہوئے غلام کی تیرے حضور، لبیک لبیک اے سختیوں کے دور کرنے والے لبیک لبیک میں تیرا بندہ ہوں۔ لبیک لبیک اے گناہوں کے بخشنے والے! لبیک اے اللہ (عزوجل)! حج فرض کے ادا کرنے پر میری مدد کر اور اس کو میری طرف سے قبول کر اور مجھ کو ان لوگوں میں کر جنہوں نے تیری بات قبول کی اور تیرے وعدہ پر ایمان لائے اور تیرے امر کا اتباع کیا اور مجھ کو اپنے اس وفد میں کر دے جن سے تو راضی ہے اور جن کو تو نے راضی کیا اور جن کو تو نے مقبول بنایا۔

اور لبیک کی کثرت کریں، جب شروع کریں تین بار کہیں۔

مسئلہ ۱: لبیک کے الفاظ جو مذکور ہوئے اُن میں کمی نہ کی جائے، زیادہ کر سکتے ہیں بلکہ بہتر ہے مگر زیادتی آخر میں ہو درمیان میں نہ ہو۔ (5)

مسئلہ ۲: جو شخص بلند آواز سے لبیک کہہ رہا ہے تو اُس کو اس حالت میں سلام نہ کیا جائے کہ مکروہ ہے اور اگر کر لیا تو ختم کر کے جواب دے، ہاں اگر جانتا ہو کہ ختم کرنے کے بعد جواب کا موقع نہ ملے گا تو اس وقت جواب دے سکتا ہے۔ (6)

مسئلہ ۳: احرام کے لیے ایک مرتبہ زبان سے لبیک کہنا ضروری ہے اور اگر اس کی جگہ سُبْحَانَ اللّٰہ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ یا کوئی اور ذکر الہی کیا اور احرام کی نیت کی تو احرام ہو گیا مگر سنت لبیک کہنا ہے۔ (7) گونگا ہو تو اُسے چاہیے کہ ہونٹ کو جنبش دے۔

مسئلہ ۴: احرام کے لیے نیت شرط ہے اگر بغیر نیت لبیک کہا احرام نہ ہوا۔ یوہیں تنہا نیت بھی کافی نہیں جب تک لبیک یا اس کے قائم مقام کوئی اور چیز نہ ہو۔ (8)

مسئلہ ۵: احرام کے وقت لبیک کہے تو اس کے ساتھ ہی نیت بھی ہو یہ بارہا معلوم ہو چکا ہے کہ نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں۔ دل میں ارادہ نہ ہو تو احرام ہی نہ ہوا اور بہتر یہ کہ زبان سے بھی کہے، مثلاً قرآن میں لَبَّيْكَ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ اور تمتع میں لَبَّيْكَ بِالْعُمْرَةِ اور افراد میں لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ کہے۔ (9)

(5) الجوهرة النيرة، کتاب الحج، ص ۱۹۵۔

(6) اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں بلند آواز کے ساتھ تلبیہ پڑھ رہا ہو تو اسے سلام کرنا مکروہ ہے، اگر اس شخص کو سلام کیا جائے تو وہ تلبیہ ختم کر کے سلام کا جواب دے، اور اگر معلوم ہو جائے کہ تلبیہ ختم کرنے تک سلام کرنے والا گزر جائے گا تو ایسی صورت میں اسی وقت جواب دیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ مناسک ملا علی قاری میں ہے:

(ولورد السلام في خلالها جان) یعنی و جاز ان لا يرد في خلالها، بل يؤخره حتى يرد بعد فراغها ان لم يفته الجواب بالتأخير عنها، (ويكره لغيره ان يسلم عليه) ای حال تلبیہ جہرا۔

(المسلك المحقق في المنسك المتوسط على باب المناسك، فصل و شرط التلبیة ان تكون باللسان، ص ۱۱۴)

(7) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثالث فی الاحرام، ج ۱، ص ۲۲۲، وغیرہ۔

(8) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثالث فی الاحرام، ج ۱، ص ۲۲۲۔

(9) ابدار المختار و رد المختار، کتاب الحج، فصل فی الاحرام، ج ۳، ص ۵۶۰۔

مسئلہ ۶: دوسرے کی طرف سے حج کو گیا تو اُس کی طرف سے حج کرنے کی نیت کرے اور بہتر یہ کہ لبیک میں یوں کہے لَبَّيْكَ عَنْ فُلَانٍ یعنی فلاں کی جگہ اُس کا نام لے اور اگر نام نہ لیا مگر دل میں ارادہ ہے جب بھی حرج نہیں۔ (10)

مسئلہ ۷: سونے والے یا مریض یا بیہوش کی طرف سے کسی اور نے احرام باندھا تو وہ مُحْرَم ہو گیا جس کی طرف سے احرام باندھا گیا مُحْرَم کے احکام اس پر جاری ہوں گے، کسی ممنوع کا ارتکاب کیا تو کفارہ وغیرہ اسی پر لازم آئے گا، اس پر نہیں جس نے اس کی طرف سے احرام باندھ دیا اور احرام باندھنے والا خود بھی مُحْرَم ہے اور جرم کیا تو ایک ہی جزا واجب ہوگی دو نہیں کہ اس کا ایک ہی احرام ہے۔ مریض اور سونے والے کی طرف سے احرام باندھنے میں یہ ضرور ہے کہ احرام باندھنے کا انھوں نے حکم دیا ہو اور بیہوش میں اس کی ضرورت نہیں۔ (11)

مسئلہ ۸: تمام افعال حج ادا کرنے تک بے ہوش رہا اور احرام کے وقت ہوش میں تھا اور اپنے آپ احرام باندھا تھا تو اُس کے ساتھ والے تمام مقامات میں لے جائیں اور اگر احرام کے وقت بھی بے ہوش تھا انھیں لوگوں نے احرام باندھ دیا تھا تو لے جانا بہتر ہے ضرور نہیں۔ (12)

مسئلہ ۹: احرام کے بعد مجنون ہوا تو حج صحیح ہے اور جرم کریگا تو جزا لازم۔ (13)

مسئلہ ۱۰: نا سمجھ بچہ نے خود احرام باندھا یا افعال حج ادا کیے تو حج نہ ہوا بلکہ اس کا ولی اُس کی طرف سے بچا لائے مگر طواف کے بعد کی دو رکعتیں کہ بچہ کی طرف سے ولی نہ پڑھے گا، اس کے ساتھ باپ اور بھائی دونوں ہوں تو باپ ارکان ادا کرے سمجھ وال بچہ خود افعال حج ادا کرے، رمی وغیرہ بعض باتیں چھوڑ دیں تو ان پر کفارہ وغیرہ لازم نہیں۔ یوہیں نا سمجھ بچہ کی طرف سے اس کے ولی نے احرام باندھا اور بچہ نے کوئی ممنوع کام کیا تو باپ پر بھی کچھ لازم نہیں۔ (14)

مسئلہ ۱۱: بچہ کی طرف سے احرام باندھا تو اُس کے سلعے ہوئے کپڑے اتار لینے چاہیے، چادر اور تہبند پہنائیں

(10) المسک الحفظ، (باب الاحرام)، ص ۱۰۱۔

(11) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی مضاعفۃ الصلاۃ بکۃ ج ۳، ص ۶۲۶۔

(12) الدر المختار، رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی مضاعفۃ الصلاۃ بکۃ ج ۳، ص ۶۲۶۔

(13) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی مضاعفۃ الصلاۃ بکۃ ج ۳، ص ۶۲۸۔

(14) مرجع سابق، وافتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، فصل فی التفرقات، ج ۱، ص ۲۳۶۔

والمسک الحفظ، (باب الاحرام)، فصل فی احرام الصبی، ص ۱۔

اور ان تمام باتوں سے بچائیں جو محرم کے لیے ناجائز ہیں اور حج کو فاسد کر دیا تو قضا واجب نہیں اگرچہ وہ بچہ سمجھ داس ہو۔ (15)

مسئلہ ۱۲: لبیک کہتے وقت نیت قرآن کی ہے تو قرآن ہے اور افراد کی ہے تو افراد، اگرچہ زبان سے نہ کہا ہو۔ حج کے ارادہ سے گیا اور احرام کے وقت نیت حاضر نہ رہی تو حج ہے اور اگر نیت کچھ نہ تھی تو جب تک طواف نہ کیا ہو اسے اختیار ہے حج کا احرام قرار دے یا عمرے کا اور طواف کا ایک پھیرا بھی کر چکا تو یہ احرام عمرہ کا ہو گیا۔ یوہیں طواف سے پہلے جماع کیا یا روک دیا گیا (جس کو احصار کہتے ہیں) تو عمرہ قرار دیا جائے یعنی قضا میں عمرہ کرنا کافی ہے۔ (16)

مسئلہ ۱۳: جس نے حجۃ الاسلام نہ کیا ہو اور حج کا احرام باندھا، فرض و نفل کی نیت نہ کی تو حجۃ الاسلام ادا ہو گیا۔ (17)

مسئلہ ۱۴: دو حج کا احرام باندھا تو دو حج واجب ہو گئے اور دو عمرے کا تو دو عمرے۔ احرام باندھا اور حج یا عمرہ کسی خاص کو معین نہ کیا پھر حج کا احرام باندھا تو پہلا عمرہ ہے اور دوسرا عمرہ کا باندھا تو پہلا حج ہے اور اگر دوسرے احرام میں بھی کچھ نیت نہ کی تو قرآن ہے۔ (18)

مسئلہ ۱۵: لبیک میں حج کہا اور نیت عمرہ کی ہے یا عمرہ کہا اور نیت حج کی ہے، تو جو نیت ہے وہ ہے لفظ کا اعتبار نہیں اور لبیک میں حج کہا اور نیت دونوں کی ہے تو قرآن ہے۔ (19)

مسئلہ ۱۶: احرام باندھا اور یاد نہیں کہ کس کا باندھا تھا تو دونوں واجب ہیں یعنی قرآن کے افعال بجالائے کہ پہلے عمرہ کرے پھر حج مگر قرآن کی قربانی اس کے ذمہ نہیں۔ اگر دو چیزوں کا احرام باندھا اور یاد نہیں کہ دونوں حج ہیں یا عمرے یا حج و عمرہ تو قرآن ہے اور قربانی واجب۔ حج کا احرام باندھا اور یہ نیت نہیں کہ کس سال کریگا تو اس سال کا مراد لیا جائے گا۔ (20)

مسئلہ ۱۷: منت و نفل یا فرض و نفل کا احرام باندھا تو نفل ہے۔ (21)

(15) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، فصل فی التفرقات، ج ۱، ص ۲۳۶۔

(16) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الثالث فی الاحرام، وما یحصل بذالک مسائل، ج ۱، ص ۲۲۳۔

(17) المرجع السابق۔

(18) المرجع السابق۔

(19) المرجع السابق۔

(20) المرجع السابق۔

(21) المرجع السابق۔

مسئلہ ۱۸: اگر یہ نیت کی کہ فلاں نے جس کا احرام باندھا اُسی چیز کا میرا احرام ہے اور بعد میں معلوم ہو گیا کہ اُس نے کس چیز کا احرام باندھا ہے تو اُس کا بھی وہی ہے اور معلوم نہ ہوا تو طواف کے پہلے پھیرے سے پیشتر جو چاہے معین کر لے اور طواف کا ایک پھیرا کر لیا تو عمرہ کا ہو گیا۔ یوں طواف سے پہلے جماع کیا یا روک دیا گیا یا وقوف عرفہ کا وقت نہ ملا تو عمرہ کا ہے۔ (22)

مسئلہ ۱۹: حج بدل یا منت یا نفل کی نیت کی تو جو نیت کی وہی ہے اگرچہ اُس نے اب تک حج فرض نہ کیا ہو اور اگر ایک ہی حج میں فرض و نفل دونوں کی نیت کی تو فرض ادا ہوگا اور اگر یہ گمان کر کے احرام باندھا کہ یہ حج مجھ پر لازم ہے یعنی فرض ہے یا منت، بعد کو ظاہر ہوا کہ لازم نہ تھا تو اس حج کو پورا کرنا ضروری ہو گیا۔ فاسد کریگا تو قضا لازم ہوگی، بخلاف نماز کہ فرض سمجھ کر شروع کی تھی بعد کو معلوم ہوا کہ فرض پڑھ چکا ہے تو پوری کرنا ضرور نہیں فاسد کریگا تو قضا نہیں۔ (23)

مسئلہ ۲۰: لبیک کہنے کے علاوہ ایک دوسری صورت بھی احرام کی ہے اگرچہ لبیک نہ کہنا بُرا ہے کہ ترک سنت ہے وہ یہ کہ ہڈ نہ (یعنی اونٹ یا گائے) کے گلے میں ہار ڈال کر حج یا عمرہ یا دونوں یا دونوں میں ایک غیر معین کے ارادے سے ہانکتا ہوا لے چلا تو مجرم ہو گیا اگرچہ لبیک نہ کہے، خواہ وہ ہڈ نہ نفل کا ہو یا نذر کا یا شکار کا بدلہ یا کچھ اور۔ اگر دوسرے کے ہاتھ ہڈ نہ بھیجا پھر خود گیا تو جب تک راستہ میں اُسے پانہ لے محرم نہ ہوگا، لہذا اگر میقات تک نہ پایا تو لبیک کے ساتھ احرام باندھنا ضرور ہے۔ ہاں اگر تمتع یا قرآن کا جانور ہے تو پالینا شرط نہیں مگر اس میں یہ ضرور ہے کہ حج کے مہینوں میں تمتع یا قرآن کا ہڈ نہ بھیجا ہو اور انھیں مہینوں میں خود بھی چلا ہو پیشتر سے بھیجنا کام نہ دے گا اور اگر بکری کو ہار پہنا کر بھیجایا لے چلا یا اونٹ گائے کو ہار نہ پہنایا بلکہ نشانی کے لیے کوہان چیر دیا یا جھول اڑھا دیا تو مجرم نہ ہوا۔ (24)

مسئلہ ۲۱: چند شخص ہڈ نہ میں شریک ہیں، اُسے لیے جاتے ہیں سب کے حکم سے ایک نے اُسے ہار پہنایا، سب مجرم ہو گئے اور بغیر اُن کے حکم کے اُس نے پہنایا تو یہ مجرم ہوا وہ نہ ہوئے۔ (25)

مسئلہ ۲۲: ہار پہنانے کے معنی یہ ہیں کہ اُون یا بال کی رٹی میں کوئی چیز باندھ کر اُس کے گلے میں لٹکا دیں کہ

(22) مسلك الحنابلة، (باب الاحرام)، ص ۱۰۷۔

(23) المرجع سابق۔

(24) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الناسک، الباب الثالث فی الاحرام، وما یحصل بذالک مسائل، ج ۱، ص ۲۲۲۔

ولہذا اختار کتاب الحج، فصل فی الاحرام، ج ۳، ص ۵۶۳-۵۶۶۔

(25) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الناسک، الباب الثالث فی الاحرام، وما یحصل بذالک مسائل، ج ۱، ص ۲۲۲۔

لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حرم شریف میں قربانی کے لیے ہے تاکہ اُس سے کوئی تعرض نہ کرے اور راستے میں تھک گیا اور ذبح کر دیا تو اُسے مالدار شخص نہ کھائے۔ (26)

مسئلہ ۲۳: اس صورت میں بھی سنت یہی ہے کہ بدنہ کو ہار پہنانے سے پیشتر لبیک کہے۔ (27)



(26) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فیما یحیر بہ محرماً، ج ۳، ص ۵۶۳.

(27) المسئلک المحققہ للقاری، (باب الاحرام)، ص ۱۰۵.

وہ باتیں جو احرام میں حرام ہیں

یہ احرام تھا اس کے ہوتے ہی یہ کام حرام ہو گئے:

(۱) عورت سے صحبت۔

(۲) بوسہ۔ (۳) مساس۔ (۴) گلے لگانا۔ (۵) اُس کی اندام نہانی پر نگاہ جب کہ یہ چاروں باتیں بشہوت ہوں۔

(۶) عورتوں کے سامنے اس کام کا نام لینا۔

(۷) نخش۔ (۸) گناہ ہمیشہ حرام تھے اب اور سخت حرام ہو گئے۔

(۹) کسی سے دنیوی لڑائی جھگڑا۔

(۱۰) جنگل کا شکار۔ (۱۱) اُس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا۔ (۱۲) یا کسی طرح بتانا۔ (۱۳) بندوق یا بارود یا

اُس کے ذبح کرنے کو چھری دینا۔ (۱۴) اس کے انڈے توڑنا۔ (۱۵) پُر اُکھیرنا۔ (۱۶) پاؤں یا بازو توڑنا۔ (۱۷)

اُس کا دودھ دوہنا۔ (۱۸) اُس کا گوشت۔ یا (۱۹) انڈے پکانا، بھونا۔ (۲۰) پیچنا۔ (۲۱) خریدنا۔ (۲۲) کھانا۔

(۲۳) اپنا یا دوسرے کا ناخن کترنا یا دوسرے سے اپنا کتروانا۔

(۲۴) سر سے پاؤں تک کہیں سے کوئی بال کسی طرح جدا کرنا۔

(۲۵) مونہ، یا (۲۶) سر کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا۔

(۲۷) بستہ یا کپڑے کی بچی یا گٹھری سر پر رکھنا۔

(۲۸) عمامہ باندھنا۔

(۲۹) برقع (۳۰) دستانے پہننا۔

(۳۱) موزے یا جرابیں وغیرہ جو وسط قدم کو چھپائے (جہاں عربی جوتے کا تسمہ ہوتا ہے) پہننا اگر جوتیاں نہ ہوں

تو موزے کاٹ کر پہنیں کہ وہ تسمہ کی جگہ نہ چھپے۔

(۳۲) سلا کپڑا پہننا۔

(۳۳) خوشبو بالوں، یا (۳۴) بدن، یا (۳۵) کپڑوں میں لگانا (۱)۔

(۱) خوشبو کی تعریف

عربی زبان میں خوشبو کے لئے ”طیب“ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ لغوی طور پر اس سے مراد وہ شے ہے جس سے خوشبو حاصل کی جائے۔ ←

(۳۶) ملاگیری یا کسم، کیسر غرض کسی خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جب کہ ابھی خوشبودے رہے ہوں۔

(۳۷) خالص خوشبو مشک، عنبر، زعفران، جاوتری، لونگ، الاچھی، دارچینی، زنجبیل وغیرہ کھانا۔

چنانچہ علامہ ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی علیہ رحمۃ اللہ الثقوی لسان العرب (ج ۱ ص ۵۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت) اور علامہ مرتضیٰ زبیدی علیہ رحمۃ اللہ البہاوی تاج العروس (ج ۳ ص ۲۸۳ مطبوعہ دار اللمعہ بیروت) میں بیان فرماتے ہیں: الطیب ما یطیب بہ وقد تطیب بالشیء وطیب فلان فلانا بالطیب یعنی طیب وہ شے ہے جس سے خوشبودار ہوا جائے۔ (کہا جاتا ہے) وہ شے کے ساتھ خوشبودار ہوا اور فلاں نے فلاں کو خوشبودار کیا۔

جبکہ فقہاء کرام رحمہم اللہ السلام نے اس کی تعریف مختلف الفاظ میں ذکر کی ہے۔ چنانچہ علامہ سید ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی رد المحتار (ج ۳ ص ۵۷۳، مطبوعہ مدینۃ الاولیاء ملتان) میں علامہ عمر بن نجیم مصری علیہ رحمۃ اللہ الثقوی انصر الفائق (ج ۲ ص ۱۱۵، مطبوعہ باب المدینہ کراچی) میں، علامہ زین ابن نجیم مصری علیہ رحمۃ اللہ الثقوی البحر الرائق (ج ۳ ص ۳، مطبوعہ کوئٹہ) میں علامہ ابن ہشام غنیہ رحمۃ اللہ السلام فتح القدیر (ج ۲ ص ۲۳۸، مطبوعہ کوئٹہ) میں، علامہ سید احمد طحاوی علیہ رحمۃ اللہ الثقوی حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح (ص ۶۰۹، مطبوعہ باب المدینہ کراچی) میں، علامہ محمود عینی حنفی علیہ رحمۃ اللہ الثقوی البیان (ج ۲ ص ۲۳۰، مطبوعہ کوئٹہ) میں اور علامہ ابوبکر حداد علیہ رحمۃ اللہ النجود ابو ہریرۃ البیرو (ص ۲۰۷، مطبوعہ پشاور) میں اس کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: الطیب جسم لہ رائحة طيبة مستلذة كالزعفران والبنفسج والياسمين یعنی خوشبو ایک ایسا جسم ہے جس کے لئے ایسی پاکیزہ بو ہو جس سے لذت حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ زعفران، بنفشہ اور یاسمین۔

جبکہ علامہ علاء الدین انصاری اندر پتی علیہ رحمۃ اللہ الثقوی نے فتاویٰ تاتارخانیہ (ج ۲ ص ۵۰۳، مطبوعہ باب المدینہ کراچی) میں اس کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے کہ الطیب عِبَارَةٌ عَنْ عَيْنٍ لَهَا رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ یعنی خوشبو ایک ایسے عین (ذات) سے عبارت ہے جس کے لئے عمدہ بو ہو۔ جبکہ علامہ مناع علی قاری علیہ رحمۃ اللہ البہاری شرح المنہاج (ص ۳۱۰، مطبوعہ باب المدینہ کراچی) میں فرماتے ہیں: الطیب ما تطیب بہ ویكون لہ رائحة مستلذة ویُتَّخَذُ مِنْهُ الطیب یعنی خوشبو وہ شے ہے جس سے خوشبودار ہوا جائے اور اس کے لئے مرغوب بو ہو اور اس سے خوشبو بنائی جاتی ہو۔

جبکہ حاشیہ الطحاوی علی الذر المختار (ج ۱ ص ۵۲۰، مطبوعہ کوئٹہ) اور فتاویٰ عالمگیری (ج ۱ ص ۲۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت) میں یوں مذکور ہے کہ الطیب کلُّ شئی لہ رائحة مستلذة ویعتد العقلاء طیباً یعنی خوشبو ہر وہ شے ہے جس کے لئے مرغوب بو ہو اور عقلاء اس کو خوشبو شمار کرتے ہوں۔

ان تمام تعریفات سے جو استفادہ ہوا وہ درج ذیل ہے:

(۱) خوشبو وہ شے یا جسم ہے، جسے عرف عام میں خوشبو کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور عقل سلیم رکھنے والے بھی اسے خوشبو شمار کرتے ہوں۔ (۲) بالذات خوشبو نہ ہو، مگر اس سے خوشبو بنائی جاتی ہو۔ مثلاً تیتون اور فل کا تیل، جیسا کہ علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ البہاری کی

(۳۸) ایسی خوشبو کا آئینل میں باندھنا جس میں فی الحال مہک ہو جیسے مشک، عنبر، زعفران۔

(۳۹) سر یا داڑھی کو غلطی یا کسی خوشبودار یا ایسی چیز سے دھونا جس سے جوئیں مرجائیں۔

خوشبو کی اقسام

اونا یاد رہے کہ جسم، لباس اور منہ ان میں سے ہر ایک کے لئے اپنی اپنی نوعیت کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ خوشبو ہوتی ہے۔ بعض خوشبوئیں ایسی ہیں کہ جن کو جسم پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ پاؤں، اسیرے، خوشبودار تیل، مہندی، خوشبودار پاؤں وغیرہ۔ بعض کا استعمال لباس پر ہوتا ہے جیسا کہ عطریات اور کستوری وغیرہ اور بعض منہ کے لئے بطور خوشبو استعمال کی جاتی ہیں جیسے الاٹچی وغیرہ۔

خوشبو کا حکم

علامہ شمس الدین سرخسی علیہ رحمۃ اللہ القوی البسوط (ج ۴، ص ۱۲۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت) میں فرماتے ہیں: واعلم ان المحرم ممنوع من استعمال الدهن والطيب لقوله صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: الْحَجُّ الشَّعْثُ التُّفْلُ، وَقَالَ: يَأْتُونَ شَعَثًا غَيْرًا مِنْ كُلِّ فُجٍّ عَمِيقٍ وَاسْتِعْمَالُ الدَّهْنِ وَالطَّيْبِ يَزِيلُ هَذَا الْوَصْفَ وَمَا يَكُونُ صِفَةً الْعِبَادَةِ يَكْرَهُ اِلَّا التَّهْنِ عَنِ جَانِ لِيَجْزِيَ كَقُرْمٍ كَوْتِيلٍ (خوشبودار) اور خوشبو کے استعمال سے منع کیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کا بیشک کی بناء پر کہ ”حاجی بکھرے بال والا اور بودالا ہوتا ہے۔“ اور فرمایا: لوگ دور دراز راستے سے پرانگندہ سر، غبار آلود چہرے دہلے ہو کر آتے ہیں اور تیل اور خوشبو کا استعمال اس وصف کو زائل کر دیتا ہے اور جو چیز عبادت کی صفت ہو اس کا زائل کرنا مکروہ ہے۔

خوشبو کے استعمال سے مراد

حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری شرح المنہاج (ص ۳۱۲) میں فرماتے ہیں: المراد بالالصاق اللصوق والتعلق بحسب الریح لا بالتصاق جزء الطيب ولهذا لوربط بشوبه مسكا ونحوه يجب الجزاء ولو ربط العود لم يجب لوجود الالتصاق في الاول دون الثاني یعنی الصاق خوشبو سے مراد اس کا (پکڑے یا جسم پر) جو کے اعتبار سے چمٹنا یا متعلق ہونا ہے، نہ کہ اجزائے خوشبو کے اعتبار سے، اسی وجہ سے اگر کسی نے اپنے کپڑے میں مشک یا اس کی مثل (خوشبو دینے والی کوئی شے) باندھی تو کفارہ واجب ہوگا اور اگر عود باندھی ہو، تو نہیں۔ پہلی صورت میں الصاق کے پائے جانے اور دوسری میں نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

چند امور ضروریہ

(۱) عود میں جزاء واجب نہ ہونے کی علت یہ ہو سکتی ہے کہ عود کو جب تک جلایا نہ جائے عموماً وہ خوشبو نہیں دیتی لہذا یہ خوشبو شمار نہیں ہوتی بخلاف مشک کے کہ اس کا لباس پر باندھنا بھی خوشبو میں شامل ہے۔ خود ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری، شرح المنہاج (ص ۳۲۲) میں فرماتے ہیں: وان ربط العود فلا شيء عليه وان وجد رائحته كذا في البحر الزاخر وغيره لكن فيه ان العود ليس له رائحة الا بالنار ولو فرض وجود عود له رائحة بالتحك مثلاً فلا شك ان حكمه كالعندبر وغيره لان العلة هي الرائحة هذا يعني ان کسی نے عود کو باندھا تو کوئی کفارہ نہیں اگرچہ اس کی خوشبو پائی جائے جیسا کہ البحر الزاخر وغیرہ میں ہے۔ لیکن اس میں سے

(۴۰) دسمہ یا مہندی کا خضاب لگانا۔

یہ (اشکال) ہے کہ عود کے لیے آگ کے بغیر خوشبو ہوتی ہی نہیں اور اگر ایسی عود کا وجود فرض کر لیا جائے کہ جسے رگڑنے کے ذریعے خوشبو حاصل ہو سکتی ہو تو بے شک اس کا حکم معتبر وغیرہ کی طرح ہوگا کیونکہ علت تو یہی خوشبو ہے۔

(۲) جسم یا لباس پر خوشبو کا عین لگے بغیر صرف بوسے "کفارہ" کے لئے ایک قید اور ضروری ہے کہ اگر خوشبو کا انتفاع (نفع لینا) دھوئیں کے ذریعے ہو، بایں صورت کہ اس کا عین بطور خوشبو استعمال نہ کیا جاتا ہو، تو اس صورت میں انتفاع کی نیت و قصد ضروری ہے، ورنہ بے نیت و قصد صرف جسم یا لباس میں بوس جانے سے کچھ نہیں۔

علامہ ابن نجیم مصری علیہ رحمۃ اللہ القوی البحر الرائق (ج ۳، ص ۴) میں فرماتے ہیں: ولا فرق بین ان یلتزق بشوبہ عینہ اور اشحتہ فلذا صرحوا انه لو بخر ثوبہ بالمغور فتعلق بہ کثیر فعلیہ دم وان کان قلیلاً فصدقة لانه انتفاع بالطیب بخلاف ما اذا دخل بیتاً قد اجمر فیہ فتعلق بثیابہ رائحة فلا شئی علیہ لانه غیر منتفع بعینہ یعنی اس میں کوئی فرق نہیں کہ محرم کے کپڑے کے ساتھ خوشبو کا عین متعلق ہو یا اس کی بو، اسی وجہ سے علماء نے صراحت کی کہ اگر کسی نے اپنے کپڑوں کو خوشبو سے دھونی دی اور اس کی وجہ سے کثیر خوشبو متعلق ہو گئی تو "دم" ہوگا اور اگر قلیل ہو تو "صدقة" کیونکہ یہ خوشبو سے نفع اٹھاتا ہے، بخلاف اگر کوئی ایسے کمرے میں داخل ہوا جس میں دھونی دی گئی ہو اور اس کے کپڑے میں بوس جانے تو کچھ نہیں کیونکہ یہ اس کے عین کے ساتھ نفع اٹھاتا نہیں۔

ابھی مہارت علامہ سید احمد طحاوی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے حاشیہ الطحاوی علی الدر (ج ۱، ص ۵۲۰)، علامہ محمد بن سعید عبد الغنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی نے ارشاد الساری (ص ۳۱۲) اور علامہ شامی قدس سرہ الشامی نے رد المحتار (ج ۳، ص ۴۹۶) میں نقل فرمائی۔

مبسوط بلرخصی (ج ۳، ص ۱۲۳) میں ہے: عن محمد رحمہ اللہ ان البحر اذا دخل بیتاً قد اجمر فیہ فطال مکثہ حتی علق ثوبہ لایلمزہ شیء ولو اجمر ثیابہ بعد الاحرام فعلیہ الجزاء لان الاجمار اذا کان فی البیت فعین الطیب لم یتصل بشوبہ ولا یبدنہ انما نال رائحته فقط بخلاف ما اذا اجمر ثیابہ فان عین الطیب قد علق بثیابہ یعنی امام محمد علیہ رحمۃ اللہ الشمد سے مروی ہے کہ اگر محرم (احرام والا) ایسے کمرے میں داخل ہو جسے دھونی دی گئی ہو اور وہاں کافی دیر ٹھہرا رہا یہاں تک کہ بوس کے کپڑوں میں بس گئی تو اس پر کچھ لازم نہیں اور اگر اپنے کپڑوں کو احرام کی نیت کے بعد دھونی دی تو کفارہ واجب ہے کیونکہ دھونی دینا جب کمرے میں ہو تو عین خوشبو نہ تو اس کے بدن سے متعلق ہوئی ہے اور نہ ہی کپڑوں سے بلکہ اس نے تو صرف بوس پائی ہے بخلاف اپنے کپڑوں کو دھونی دینے کے کہ اس صورت میں عین خوشبو اس کے کپڑوں میں بس گئی ہے۔

علامہ سید احمد طحاوی علیہ رحمۃ اللہ القوی حاشیہ الطحاوی علی الدر (جلد ۱، ص ۵۱۹) میں فرماتے ہیں: ولا بأس ان یجلس فی حانوت عطار او موضع یتبخر فیہ الا انه یکرہ ان کان الجلو س هناك لاشتہام الرائحة یعنی عطر فروش کی دکان یا ایسی جگہ جہاں دھونی دی جا رہی ہو بیٹھنے میں حرج نہیں، لیکن اگر وہاں بیٹھنا خوشبو سونگھنے کی نیت سے ہو تو مکروہ ہے۔

(۴۱) گوند وغیرہ سے بال جمانا۔

واضح ہو کہ علماء نے جہاں یہ فرمایا کہ ”خوشبو میں قصد اور عدم قصد برابر ہیں“ وہاں مراد خوشبو کا عین یا اس کی ذات کا لگنا ہے، جبکہ خوشبو کے اثر یعنی بو کے لئے اس کا قصد یا خوشبو کا عادت اسی طرح استعمال کیا جانا ضروری ہے جیسا کہ عود کی دھونی بے قصد خوشبو بس جائے تو کچھ نہیں۔ یہ فرق واضح رہے کہ خطا کا مقام ہے۔

بدن پر استعمال ہونے والی اشیاء

ملک العمام ابو بکر کاسانی قدس سرہ الشوری بذائع الصنائع (ج ۲، ص ۱۹۰ مطبوعہ کوئٹہ) میں علامہ سید احمد طحطاوی علیہ رحمۃ اللہ القوی حاشیہ الطحطاوی علی الدر (ج ۱، ص ۵۲۰) میں اور فتاویٰ عالمگیری (ج ۱، ص ۲۳۰) میں ہے:

قال اصحابنا ان الاشياء التي تستعمل في البدن على ثلاثة انواع نوع هو طيب محض معد للتعطيب به كالبسك والكافور والعنبر وغير ذلك وتجب به الكفارة على اى وجه استعمال حتى قالوا لوداوى عينه بطيب تجب عليه الكفارة لان العين عضو كامل يستعمل فيه الطيب فتجب الكفارة ونوع ليس بطيب بنفسه ولا فيه معنى الطيب ولا يصير طيباً بوجه كالشحم فسواء اكل او ادهن او جعل في شقاق الرجل لا تجب الكفارة ونوع ليس بطيب بنفسه لكنه اصل الطيب يستعمل على وجه الطيب ويستعمل على وجه الادام كالزيت والشيرج فيعتبر فيه الاستعمال فان استعمال الادمان في البدن يعطى له حكم الطيب وان استعمال في مأكول او شقاق رجل لا يعطى له حكم الطيب كالشحم اه

یعنی ہمارے اصحاب نے فرمایا: بدن پر استعمال ہونے والی اشیاء تین قسم کی ہیں، خوشبوئے محض کہ جو خوشبو حاصل کرنے کے لیے ہی تیار کی گئی، جیسے مشک، کافور، عنبر وغیرہ، اس میں کفارہ واجب ہوگا، خواہ کسی طور پر اسے استعمال کیا گیا ہو۔ حتیٰ کہ نقہاء نے فرمایا کہ اگر کسی نے خوشبو سے اپنی آنکھ کا علاج کیا، تو اس پر کفارہ واجب ہوگا، کیونکہ آنکھ ایک مکمل عضو ہے اور اس میں خوشبو کو استعمال کیا گیا ہے، لہذا کفارہ لازم ہوگا۔ دوسری قسم وہ کہ جو بذات خود خوشبو نہ ہو، نہ ہی اس میں خوشبو والا معنی پایا جاتا ہو جیسا کہ چربی تو اس میں کھانا یا بطور تیل استعمال کرنا یا پیروں کی پھن کی پر لگانا سب برابر ہے اور اس میں کوئی کفارہ واجب نہیں۔ تیسری نوع وہ کہ جو بذات خود تو خوشبو نہیں، لیکن خوشبو کی اصل ہے کہ بطور خوشبو بھی استعمال ہوتی ہے اور بطور سالن بھی۔ جیسے زیتون اور تل کا خالص تیل۔ اس میں اس کا استعمال معتبر ہے (چنانچہ) اگر بطور تیل بدن پر استعمال ہو، تو اس کے خوشبو ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر کسی کھانے والی شے یا پیروں کی پھن میں استعمال ہو، تو چربی کی طرح خوشبو کا حکم نہ دیا جائے گا۔

اس عبارت سے چند امور واضح ہوئے:

(۱) خالص خوشبو میں یعنی جو صرف خوشبو ہی کے لئے مستعمل (استعمال ہوتی) ہوں اور اس کے علاوہ ان کا کوئی اور استعمال نہ ہو جیسے مرڈجہ عطریات وغیرہ اس میں نیت کی شرط نہیں اس کو جس طرح بھی استعمال کیا جائے کفارہ لازم آئے گا۔

(۴۲) زیتون، یا (۴۳) تیل کا تیل اگر چہ بے خوشبو ہو بالوں یا بدن میں لگاتا۔

(۲) جو من وجہ (ایک وجہ سے) خوشبو اور من وجہ خوشبو نہیں، اگر اسے بدن پر بطور خوشبو استعمال کیا جائے، تو اس میں بھی نیت کی حاجت نہیں، اگر کوئی اپنے بدن پر اس کا استعمال بھول کر بھی کر لے تب بھی کفارہ لازم ہوگا۔ جیسے زیتون کا خالص تیل اور اگر بطور دوا استعمال کیا تو خوشبو کا حکم نہیں۔

خوشبو میں آگ کا عمل

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ اگر خوشبو کو کسی شے کے ساتھ مخلوط کر دیا (ملا دیا) گیا ہو خواہ وہ شے ماکولات (کھانے والی اشیاء) میں سے ہو یا مشروبات (پینے والی) میں سے یا ان کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے مستعمل ہو، اس کے احکام میں تفصیل ہے۔ اگر خوشبو کو کسی شے میں ڈال کر عمل کر لیا گیا ہو تو اس کے استعمال سے مطلقاً کوئی شے واجب نہیں اور کوئی کراہیت بھی نہیں اگرچہ مہک آ رہی ہو۔

(۲) وہ شے جس میں خوشبو ملائی گئی اگر ماکولات میں سے ہے اور اس میں آگ کا عمل بھی نہیں کیا گیا تو خوشبو غالب ہونے کی صورت میں کفارہ واجب ہوگا اور مغلوب ہو تو کفارہ واجب نہیں لیکن اگر خوشبو (مہک) آتی ہو، تو مکروہ ہے۔

(۳) اگر ٹھوس خوشبو کو مشروبات میں بغیر عمل ہار کے ملایا گیا، تو مطلقاً خوشبو کا حکم دیا جائے گا۔ لیکن اگر خوشبو غالب ہو تو ”دم“ ورنہ ”صدقہ“ واجب ہوگا۔ ہاں اگر خوشبو غالب نہ ہونے کی صورت میں بھی شروب کو تین مرتبہ پیا، تو ”دم“ لازم ہوگا۔

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ الشاہ رد المحتار (ج ۳، ص ۵۷۶) میں فرماتے ہیں:

اعلم ان خلط الطیب بغيره على وجوه لانه اما ان يخلط بطعام مطبوخ او لافى الاول لا حکم للطیب سواء كان غالباً او مغلوباً وفي الثانى الحكم للغلبة ان غلب الطیب وجب الدم وان لم تظهر رائحته کما فى الفتح والا فلا شیء علیه غیر انه اذا وجدت معه الرائحة کرة وان خلط بمسروب فالحكم فيه للطیب سواء غلب غیره ام لا غیر انه فى غلبة الطیب يجب الدم وفى غلبة الغیر تجب الصدقة الا ان يشرب مراراً فيجب الدم۔
خلاصہ وہی ہے جو اوپر گزرا۔

غلبہ کا اعتبار

غلبہ کا اعتبار اجزاء کی کثرت سے ہوگا نہ کہ خوشبو سے۔

شرح المہاب (ص ۳۱۷) میں ہے:

فان كان الغالب المالح ای اجزائہ لا طعمہ ولا لونه فلا شیء علیه
یعنی اگر نمک غالب ہو یعنی اس کے اجزاء نہ کہ اس کا رنگ اور اس کا ذائقہ اھ۔

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ الشاہ رد المحتار (ج ۳، ص ۵۷۶) میں فرماتے ہیں:

والظاهر انه ان وجد من المخالط رائحة الطیب کما قبل الخلط فهو غالب والا فمغلوب

(۴۴) کسی کا سر مونڈنا اگرچہ اُس کا احرام نہ ہو۔

یعنی ظاہر یہ ہے کہ اگر مخط (ملائی گئی شے) میں خوشبو کی مہک ویسی پائی جیسی ملنے سے پہلے تھی، تو خوشبو غالب ہے، ورنہ مغلوب۔ علامہ شامی قدس سرہ الشی نے یہ بات علامہ ابن امیر حاج علی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے حوالے سے نقل کی لیکن البحر الرائق میں اس عبارت کے تحت علامہ شامی قدس سرہ الشی منجۃ الخالق میں فرماتے ہیں: ان هذا الفرق ینافیہ ما قدمناہ عن الفتح من انه اذا کان الطیب غالب یجب الجزاء وان لم تظهر رائحته فانه یقتضی ان البساط کثرة الاجزاء لا وجود الرائحة. تأمل یعنی یہ فرق اس کے منافی (نفی کرنے والا) ہے جو ہم نے فتح القدیر کے حوالے سے پہلے ذکر کیا کہ ”اگر خوشبو غالب ہے، تو جزاء واجب ہوگی اگرچہ مہک ظاہر نہ ہو۔“ کیونکہ یہ قول اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مدار کثرت اجزاء پر ہے نہ کہ وجود پر، غور کر لیجئے۔

(منجۃ الخالق علی حاشی البحر الرائق ج ۳، ص ۶)

اسی طرح رد المحتار (ج ۳ ص ۵۷۷) میں فرمایا:

قلت لكن قول الفتح الباز في غير المطبوخ وان لم تظهر رائحته يفيد اعتبار الغلبة بالاجزاء لا بالرائحة وقد صرح به في شرح اللباب

یعنی میں کہتا ہوں: ”لیکن فتح القدیر کا بغیر پکائی ہوئی چیز کے بارے میں جو قول گزرا کہ اگرچہ مہک ظاہر نہ ہو، یہ اجزاء کے اعتبار سے غلبہ کا فائدہ دیتا ہے نہ کہ مہک کے ساتھ اور شرح اللباب میں اسی کی صراحت کی۔“

قابل توجہ امر ہے کہ خوشبو کی کثرت میں اعتبار اگرچہ اجزاء کی کثرت کا ہے لیکن ساتھ میں مہک کا وجود بھی ضروری ہے، حتیٰ کہ اگر اس کی بو ختم ہو جائے تو اس کا اعتبار جاتا رہا۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اور امام السنن اعلیٰ حضرت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کے کلمات سے یہی ظاہر ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ (ج ۴، ص ۶۸۹) میں ہے: ”اگر مشک وغیرہ خوشبو اتنی کم پڑی کہ خوشبو نہ دے یا مدت گزرنے سے اتر گئی کہ اب خوشبو جاتی رہی تو کراہت بھی نہیں۔“

بہار شریعت (ص ۳۲ حصہ ششم، مطبوعہ مرکز الادبیات لاہور) میں ہے: ”جس کھانے کے پکنے میں مشک وغیرہ پڑے ہوں اگرچہ خوشبودیں یا بے پکائے جس میں کوئی خوشبو ذاتی اور وہ بو نہیں دیتی اس کا کھانا پینا (جائز ہے)۔“ اسی طرح (ص ۸۶) پر فرمایا: ”کھانے میں پکتے وقت خوشبو پڑی یا فنا ہوگئی تو کچھ نہیں ورنہ اگر خوشبو کے اجزاء زیادہ ہوں تو وہ خالص خوشبو کے حکم میں ہے اور کھانا زیادہ ہو تو کفارہ کچھ نہیں مگر خوشبو آتی ہو تو مکروہ ہے۔“ حاصل یہ ہوا کہ اجزاء کی کثرت کا اعتبار جب ہے کہ مہک بھی موجود ہو، ورنہ اجزاء کی کثرت کا بھی اعتبار نہیں۔

نیز علامہ حلی اور شیخ ابن حمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے اقوال میں تطبیق ممکن ہے کہ اختلاط سے پہلے جو خوشبو کی مہک تھی، اختلاط کے بعد بھی اسی مہک کا پایا جانا عموماً اس وقت ہی ہوگا کہ جب خوشبو کے اجزاء کثرت سے ہوں، ورنہ اس مہک میں تبدیلی آجائے گی اور یہ تبدیل شدہ مہک اب کھانے کی کہلائے گی، نہ کہ خوشبو کی۔ اور یہی تبدیل شدہ مہک، دراصل خوشبو کا فنا ہو جانا ہے کہ درحقیقت اب یہ وہ مہک نہیں، جو خوشبو کی تھی۔ مہک کی تبدیلی ہو جانا، ذوق سلیم رکھنے والا شخص با آسانی معلوم کر سکتا ہے۔

ارشاد الساری (ص ۳۱۷) میں ہے:

الفرق بین الغالب وغيره ان وجد من المغالط رائحة الطيب كما قبل الخلط وحس الذوق السليم بطعمه فيه
حساً ظاهراً فهو غالب والا فهو مغلوب

یعنی غالب و مغلوب میں فرق یہ ہے کہ اگر مغالطہ میں خلط (مٹنے) سے پہلے والی خوشبو کی مہک پائی جائے اور ذوق سلیم رکھنے والا ظاہری حس
کے ساتھ اس کے ذائقے کو محسوس کرے، تو خوشبو غالب ہے، ورنہ مغلوب اھ۔ یہ عبارت علامہ ابن نجیم مصری غلیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی
البحر الرائق (ج ۳، ص ۶) میں نقل فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اب اصل سوالات کی طرف چلتے ہیں:

(۱) خوشبودار صابن

خوشبودار صابن میں معلومات کے مطابق دو طریقے اختیار کئے جاتے ہیں:

(۱) آگ میں پکاتے وقت خوشبو ڈالی جاتی ہے۔

(۲) صابن کے آمیزے کو گرم کیا جاتا ہے اور پھر حرارت کم کر کے اس کو چالیس ڈگری پر لا کر خوشبو ملائی جاتی ہے۔

پہلی صورت

پہلی صورت میں تو ماہبق (گزشتہ) کلام کی روشنی میں حکم واضح ہے کہ جب خوشبو ڈالنے کے بعد آگ کا عمل کر لیا گیا، تو خوشبو کا اعتبار ساقط
ہو جاتا ہے، اور بغیر کسی کراہیت کے اس کا استعمال جائز ہوگا۔ لہذا حکم جواز دیا جائے گا۔ جبکہ دوسری صورت میں بھی حکم جواز ہی مناسب
ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔ پہلے جو حکم جواز بیان کیا گیا، اس پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے، جس کا دور کر لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔
اشکال: آپ نے خوشبودار صابن جب کہ اس کی خوشبو کو پکالیا گیا ہو کے جواز کا حکم دیا، حالانکہ فقہاء نے صابن یا اس کی مثل میں خوشبو شامل
ہونے والی اشیاء کے استعمال پر کفارے کا حکم لگایا۔

علامہ شامی قدس سرہ الشامی نے رد المحتار (ج ۳، ص ۵۷۷) میں، نیز فتاویٰ عالمگیری (ج ۱، ص ۲۳۱) میں ایشان (ایک خوشبودار بوٹی جو
صابن کی جگہ استعمال کی جاتی تھی) کے بارے میں فرمایا کہ ”اگر ایشان میں خوشبو ملی ہو اور محرم نے اسے استعمال کیا، تو اگر دیکھنے والا کہے کہ
یہ ایشان ہے، تو اس پر ”صدقہ“ ہوگا اور اگر وہ اسے خوشبو قرار دے تو ”دم“ ہوگا۔“ اس حکم میں آگ پر پکانے یا نہ پکانے کی کوئی قید نہیں
لگائی۔

عالمگیری کی عبارت یہ ہے:

لو غسل المحرم بأشنان فيه طيب فان كان من راحه سماه اشنانا كان عليه الصدقة وان كان سماه طيبا كان
عليه الدم كذا في فتاویٰ قاضیخان۔

ترجمہ حسب سابق ہے۔

جواب: اس عبارت میں اگرچہ عمل مار ہونے یا نہ ہونے کی قید نہیں، لیکن ماقبل میں جب فقہاء نے طعام مطبوخ (پکے ہوئے) کا حکم بیان کر دیا، تو اب یہ مسئلہ بھی، اسی پر محمول ہونا چاہیے کہ آگ نے جس طرح کھانے میں تغیر لا کر خوشبو کے حکم کو اصلاً سقط کر دیا، صابون یا اس کی مثل اشیاء میں بھی وہ یہی عمل کرے گی۔ لہذا اعتبار آگ کے عمل کا ہے، اس میں یہ ضروری نہیں کہ وہ شے ماکولات میں سے ہی ہو، مشروبات اور دیگر اشیاء میں بھی یہ حکم جاری ہوگا۔

امام اہلسنت، مجدد دین و ملت، پر وائے شمع رسالت، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے خمیرہ تمباکو کا ایسا حقہ پینا جائز قرار دیا ہے کہ جس میں سنبل اور مشک کی خوشبو کو ملا یا گیا ہو اور حکم جواز کی علت، آگ کے عمل کو قرار دیا، حالانکہ خمیرہ نہ تو کھایا جاتا ہے اور نہ ہی حقیقتاً پیا جاتا ہے، اس دھوئیں پر مجاز اپنے کا اطلاق ہوتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت جُذُ النِّعَارِ عَلٰی رَدِّ الْحَتَارِ (ج ۲، ص ۲۴۰ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی) میں فرماتے ہیں:

يَسْتَفَادُ مِنْهُ حَكْمُ خَمِيرَةِ التَّنِّ الْمُلَقَّى فِيهَا سَنَبِلُ الطِّيبِ وَالْمِسْكِ وَمَحْوَمَا فَإِنَّ الْخَمِيرَةَ لَا تُوَكَّلُ وَلَا تُشْرَبُ لَا هِيَ وَلَا جُزْءٌ مِنْهَا بَلْ تَوْثُرُ فِيهَا النَّارُ فَتَحْلِيهَا دَخَانًا، فَتَنْقَلِبُ حَقِيقَتَهَا، وَقَلْبُ الْعَيْنِ مُغِيرٌ لِلْحَكْمِ فَهُوَ لَمْ يَأْكُلْ طِيبًا وَلَمْ يَشْرَبْهُ وَأَمَّا شَرْبُ دَخَانٍ مُطِيبًا فَيَنْبَغِي أَنْ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ غَيْرُ الْكَرَاهَةِ أَنْ وَجَدْتَ الرَّائِحَةَ ثُمَّ الْكَرَاهَةَ حَيْثُ أَطْلَقْتَ لِلتَّحْرِيمِ فَيَلْزَمُ التَّأْثِيمُ فِيمَا يَظْهَرُ بَلْ لَعَلَّ الظَّاهِرَ أَنَّ هَذَا لَعَلَّ النَّارَ يَلْتَحِقُ بِالمَطْبُوخِ وَقَدْ عَلِمَ مِنَ الشَّرْحِ أَنَّ لَا شَيْءَ فِيهِ وَلَا كَرَاهَةَ وَالطِّيبُ الْمَسْجُورُ فِي الْخَمِيرَةِ عَمَلٌ فِيهِ النَّارُ فَيَنْبَغِي أَنْ لَا حَكْمَ فِيهَا لِطِيبِ اصْلًا، مُلْغَصًا اهـ

یعنی اس سے خمیرہ تمباکو کا حکم مستفاد (حاصل) ہوتا ہے کہ جس میں سنبل اور مشک اور انکی مثل دیگر خوشبو یا ت ذال جاتی ہیں۔ کیونکہ خمیرہ نہ تو کھایا جاتا ہے اور نہ ہی پیا جاتا ہے، نہ اس کی ذات اور نہ ہی اس کا کوئی جز، بلکہ اس میں آگ اثر کرتی ہے اور اسے دھواں بنا دیتی ہے۔ لہذا اس کی حقیقت تبدیل ہو جاتی ہے اور قلب ماہیت حکم کو بدل دیتی ہے، لہذا حقہ پینے والے نے، نہ تو خوشبو کھائی، اور نہ ہی اسے پیا، اس نے تو خوشبودار دھواں پیا ہے، تو مناسب ہے کہ اس پر کوئی کفارہ نہ ہو۔ لیکن اگر خوشبو پائی جائے تو کراہیت ہوگی پھر جب کراہیت مطلق کہی جائے تو وہ تحریم کے لیے ہوتی ہے تو ظاہر اس سے گناہ گار ہونا لازم آتا ہے بلکہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ خمیرہ آگ کے عمل کی وجہ سے مطبوخ کے ساتھ ملحق ہو گیا اور شرح سے یہ بات معلوم ہو چکی کہ مطبوخ میں کوئی کفارہ بھی نہیں اور نہ ہی کوئی کراہیت اور خمیرہ میں ملائی جانے والی خوشبو پر آگ نے عمل کر لیا، تو مناسب یہ ہے کہ خوشبو ہونے کا اصلاً حکم نہ ہو۔

مزید یہ کہ خوشبودار مرہم یا دوا اگرچہ ماکول یا مشروب نہیں لیکن اس میں بھی آگ کا عمل ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار ہے چنانچہ ملا علی قاری

علیہ رحمۃ اللہ الباری شرح المصاب (ص ۳۱۹) میں فرماتے ہیں:

نو تدوی بانطیب ای المعض الخالص او بدواء فیہ طیب ای غالب ولم یکن مطبوہا لیسبغ الخ
یعنی اگر کسی نے خالص خوشبو کو بطور دوا استعمال کیا یا ایسی دوا جس میں خوشبو غالب ہو اور اسے پکایا نہ گیا ہو، جیسا کہ پیچھے مذکور ہے۔
ارشاد نسائی (ص ۳۱۸) میں ہے:

وامان یخبط بما یستعمل فی البدن کالاشنان ونحوہ فحکیمہ مثل حکم خلطہ بمشروب اھ
یعنی اگر خوشبو اس چیز کے ساتھ ملے جو بدن میں استعمال کی جاتی ہو، جیسے اشنان وغیرہ، تو اس کا حکم مشروب میں خوشبو سے ملنے کی طرح ہے۔

امام زہبی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے تمییز الحقائق (ج ۲، ص ۵۳، مطبوعہ مدینۃ الاولیاء لبنان) میں واضح صراحت کی کہ جس طرح ملح (پکائی) کا مل ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے کھانے کی تقسیم ہے، یہی حکم مشروبات میں بھی ہے چنانچہ فرمایا:

لواکل زعفراناً مخلوطاً بطعام او طیب آخر ولم تمسہ النار یلزمہ دم وان مستہ فلاشیء علیہ لانه صار
مستہ لکا وعلی هذا التفصیل فی المشروب

یعنی اگر کسی نے زعفران کھائی جو کہ کسی طعام یا کسی اور خوشبو کے ساتھ مخلوط تھی اور اسے آگ نے نہ چھوا ہو تو ”دم“ لازم ہوگا۔ اور اگر آگ نے چھوا ہو، تو کوئی کفارہ نہیں۔ کیونکہ وہ زعفران ہلاک (فنا) ہوگئی اور یہی تفصیل مشروبات میں ہے۔

علامہ حسن بن محمد سعید عبدالغنی علیہ رحمۃ اللہ الخدیار شاد الساری (ص ۳۱۶) میں فرماتے ہیں:

فلا جزاء فیما یطبخ کالقہوۃ المذکورة و کدواء طبخ بہیل ونحوہ لانه صار مستہ لکا

یعنی جس شے کو پکایا گیا ہو، اس میں کوئی کفارہ نہیں، جیسا کہ مذکورہ قبوہ اور وہ دوا جس میں ہیل اور اس کی مثل کو پکایا گیا ہو، کیونکہ وہ فنا ہوگئی۔ بلکہ اشنان والا مسئلہ بھی عدم طبخ کے ساتھ مقید ہے، شرح اللباب میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔

چنانچہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے پہلے امام زہبی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی عبارت نقل کی جو ماقبل میں گزری اور پھر اس کے بارے میں حسب لباب کے حوالے سے نقل کیا کہ

قال المصنف رحمہ اللہ ولم یقید بالغلبة فی لزوم الدم فیحمل علی المقید والا فمخالف لہا فی الفتح یعنی مصنف
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام زہبی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی عبارت کے بارے میں فرمایا، انہوں نے دم کے لزوم کو غلبہ کے ساتھ مقید نہیں
کیا، پس اسے اس قید پر ہی محمول کیا جائے گا، ورنہ یہ فتح القدر میں موجود مسئلے کے مخالف ہوگا۔ (شرح اللباب ص ۳۱۷)

پھر ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے فتح القدر کی عبارت نقل کی جو ”خوشبو میں آگ کے عمل“ کے تحت رد المحتار کے حوالے سے نقل کی
جائگی ہے اور پھر اشنان والا مسئلہ تحریر کیا۔ زیادتی فوائد کی غرض سے نقل عبارت میں مضائقہ نہیں چنانچہ فرمایا:

وقد قالوا لہما لو جعل الزعفران فی الملح ان کان الزعفران غالباً فلاشیء علیہ وفي المنتقی اذا غسل المعمر
یدہ باشدان فیہ طیب فان کان اذا نظر الیہ قالوا هذا اشدان فعلیہ صدقة وان قالوا هذا طیب فعلیہ دم

انتہی دونوں عبارتوں کا خلاصہ گزر چکا۔

اس کے بعد علامہ علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں:

ولیس فیہما ما یفید التقیید بل مطلق یقید بما ذکرہ الزیلعی فیحمل علی غیر المطبوع فتأمل لانه موضع الزلل

یعنی ان دونوں مسئلوں میں کوئی ایسی چیز نہیں، جو امام زیلعی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے مسئلہ کی (غلبہ کے ساتھ) تقیید کا فائدہ دے۔ بلکہ یہ مسئلہ (طبخ وغیر طبخ کی قید سے) مطلق ہیں، تو انہیں اس کے ساتھ مقید کیا جائے، جو امام زیلعی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے ذکر کیا۔ لہذا ان کو غیر مطبوع پر محمول کیا جائے۔ غور کر لیجئے، کیونکہ یہ خطا کا مقام ہے۔ (شرح المہاب ص ۳۱۷) والحمد للہ رب العالمین۔

دوسری صورت

دوسری صورت میں بھی اس صابن کے استعمال کا جواز ظاہر ہے، کیونکہ آگ کے عمل سے مراد، حرارت کا پایا جانا ہے نہ کہ آگ کا وجود حقیقی، جیسا کہ آج کل الیکٹرونک آلات کے ذریعے حرارت پیدا کی جاتی ہے، مثلاً جیسے ہیٹر وغیرہ پر چائے اور دیگر اشیاء پکائی یا گرم کی جاتی ہیں۔ اب جیسا کہ، قبل گزرا کہ صابن کو خوشبودار کرنے کے لیے چالیس ڈگری کی حرارت قائم رکھ کر خوشبو ملائی جاتی ہے، لہذا آگ کی تاثیر پائے جانے کی بناء پر مذکور صابن میں موجود خوشبو مستحکم (ہلاک شدہ) کے حکم میں ہے۔

(۲) معطر شیبو

شیبو (مائع صابن) اگر سر یا داڑھی میں استعمال کیا جائے، تو خوشبو کی ممانعت کی علت پر غور کے نتیجے میں اس کی ممانعت کا حکم ہی سمجھ میں آتا ہے، بلکہ کفارہ بھی ہونا چاہیے، جیسا کہ خطمی (خوشبودار بوٹی) سے سر اور داڑھی دھونے کا حکم ہے کہ یہ بالوں کو نرم کرتا ہے اور جوڑیں، رتا ہے اور محرم کے لیے یہ ناجائز ہے۔

درمختار (ج ۳، ص ۴۹۸) میں ہے:

”غسل راسہ ولحیتہ بخطمی لانہ طیب او یقتل الہوام۔“

یعنی سر اور داڑھی کو خطمی سے دھونا (حرام ہے) کیونکہ یہ خوشبو ہے یا جوڑوں کو مارتا ہے۔ اس عبارت کے تحت علامہ سید ابن عابدین شامی قدس سرہ الشامی رد المحتار میں ارشاد فرماتے ہیں:

المراد الغسل بماء مزج فیہ کما فی القہستانی وقولہ لانہ طیب اشار الی الخلاف فی علۃ وجوب اتقائه فالوجوب متفق علیہ وانما الخلاف فی علتہ وموجبہ فیتفقہ عند الامام لان لہ رائحة طيبة وان لم تکن زکیۃ وموجبہ دم وعندہما لانہ یقتلہ الہوام ویلین الشعر وموجبہ صدقۃ

یعنی خطمی سے (سر یا داڑھی) دھونے سے مراد اس پانی سے دھونا ہے جس میں خطمی ملائی گئی ہو جیسا کہ قہستانی میں ہے اور ان کا کہنا: —

”لانہ طیب“ یہ خطمی سے بچنے کی علت میں اختلاف کی طرف اشارہ ہے اس سے بچنے پر تو سب کا اتفاق ہے لیکن اس کی علت و حکم میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک محرم اس سے بچے گا کیونکہ اس کے لیے عمدہ خوشبو ہوتی ہے اگرچہ تیز نہیں اور اس کے استعمال کا موجب (لازمی ہونے والی شے) ”دم“ ہوگا اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہا کے نزدیک کیونکہ یہ جویں مارتا اور بال نرم کرتا ہے اور اس کا موجب ”صدقہ“ ہے۔“

اختلاف کی اصل یہ ہے کہ چونکہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جویں مارتے اور بال نرم کرنے کی صفت رکھنے کے ساتھ ساتھ، خطمی کا خوشبو ہونا بھی ثابت ہے، لہذا جنایت (جرم) کامل ہے اور ”جنایت کاملہ“ کے نتیجے میں ”دم“ واجب ہوتا ہے۔ جب کہ صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک چونکہ یہ خوشبو نہیں، لہذا یہاں ”جنایت قاصرہ“ (ناکمل جرم) کا ثبوت ہوگا اور اس کا موجب ”صدقہ“ ہے۔

شیپو سے سردھونے کی صورت میں بھی بظاہر جنایت قاصرہ کا وجود ہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس میں بھی آگ کا عمل ہوتا ہے۔ لہذا خوشبو کا حکم تو ساقط ہو گیا لیکن بالوں کو نرم کرنے اور جویں مارتے کی علت موجود ہے، لہذا ”صدقہ“ واجب ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ اگر کسی کے سر پر بال اور چہرے پر داڑھی نہ ہو تو کیا اب بھی حکم سابق ہی لگایا جائے گا؟ بظاہر اس صورت میں کفارے کا حکم نہیں ہونا چاہیے کیونکہ حکم ممانعت کی علت بالوں کا نرم اور جوؤں کا ہلاک ہونا تھا اور مذکورہ صورت میں یہ علت مفقود ہے اور انتفاء علت (علت کا نہ ہونا) انتفاء معلول کو مستلزم (لازم کرنے والی) ہے لیکن اس سے اگر میل چھوٹے تو یہ مکروہ ہے کہ محرم کو میل چھڑانا مکروہ ہے۔ اور ہاتھ دھونے میں اس کی حیثیت صابن کی سی ہے کیونکہ یہ مانع حالت میں صابن ہی ہے اور اس میں بھی آگ کا عمل کیا جاتا ہے۔ اس کی مزید توضیح سوال نمبر ۴ کے جواب کے ضمن میں آئے گی۔

(۳) خوشبودار واشنگ پاؤڈر

واشنگ پاؤڈر چاہے ہاتھ دھونے کے لیے استعمال ہو یا کپڑے یا برتن دھونے کے لیے، اس میں کوئی کفارہ نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اس کی تیاری میں بھی آگ کا عمل کیا جاتا ہے اور اس کے بعد خوشبو ملائی جاتی ہے، نیز عرف و عادت میں اس سے خوشبو کا حصول بھی مقصود نہیں ہوتا، مزید اس پر تعامل امت بھی ہے۔ سوال نمبر ۲ اور ۳ کا جواب بھی اسی کے ضمن میں آگیا اور بالفرض اگر پکا نہ ہو اور خوشبو ملی، تو وہی حکم ہوگا جو پیچھے اشان کا گزرا۔

(۴) فرش کی دھلائی

مسجدین کریمین کے فرش کی دھلائی میں اگر محرم کے پاؤں سن جائیں، تو کوئی کفارہ نہیں کہ یہ خوشبو نہیں۔ اور بالفرض اگر یہ محلول خالص خوشبو بھی ہوتا، تو بھی کفارہ واجب نہ ہوتا، کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ محلول پہلے پانی میں ملایا جاتا ہے اور پانی اس محلول سے زائد اور یہ محلول مغلوب ہوتا ہے اور اگر مانع خوشبو کو کسی مانع میں ملایا جائے اور مانع غالب ہو، تو کوئی جزاء نہیں ہوتی۔ کتب فقہ میں جو مشروبات کا حکم عموماً ہے

تحریر ہے، اس سے مراد ٹھوس خوشبو کا مانع میں ملایا جاتا ہے۔

علامہ حسین بن محمد عبد الغنی کی علیہ رحمۃ اللہ نقوی ارشاد الساری (ص ۳۱۶) میں فرماتے ہیں:

ومنه يعلم ان نحو السكر المبلول اذا خلط بنحو ماء الورد فانه اذا كان ماء الورد مغلوباً كما هو الغالب عادة لا

جزاء فيه ونقل الملا على نحوه عن الطراہلسی واقرة وايدة واصله من المحيط

یعنی اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ گیلی شکر (یعنی میٹھا شربت) اور اس کی مثل، گلاب کے پانی کے ساتھ ملایا جائے، تو اگر عرق گلاب مغلوب ہو، جیسا کہ عادتاً ایسا ہی عام طور پر ہوتا ہے، تو اس میں کوئی کفارہ نہیں، اور علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے اسی کی مثل طراہلسی سے نقل کیا اور اسے برقرار رکھا اور اس کی تائید کی اور اس کی اصل محیط میں ہے۔

علامہ عبد الغنی کی علیہ رحمۃ اللہ نقوی مزید فرماتے ہیں:

انما حملنا عبارته على ما اذا كان الطيب جامدا لئلا تناقض عبارته ما مر عن المحيط لان الضمير في قوله ولو خلطه على ما هو المتبادر من عبارته عائد الى الزعفران ويظهر فرق بين المائع والجامد لان المائع من الطيب اذا كان مغلوباً يصير مستهلكاً في المشرروب لكمال امتزاجه به بخلاف الجامد لبقاء عينه فلذا وجب في المغلوب صدقة

یعنی ہم نے فتح القدیر کی عبارت کو اس پر محمول کیا، جب کہ خوشبو جامد (ٹھوس) ہوتا کہ ان کی عبارت اس سے نہ ٹکرائے جو ”محیط“ کے حوالے سے گزری۔ کیونکہ ان کے قول ”خلطه“ میں ضمیر کا زعفران کی طرف عائد ہونا (لوٹنا) ہی ان کی عبارت سے متہور (واضح) ہے۔ اور مانع اور ٹھوس میں فرق ظاہر ہے کیونکہ مانع خوشبو جب مغلوب ہو تو وہ مانع میں کمال امتزاج (ملنے) کی وجہ سے مستحک (ٹٹا) ہو جاتی ہے، بخلاف ٹھوس کے کہ اس کا عین باقی رہتا ہے، اسی وجہ سے ٹھوس کے مغلوب ہونے میں بھی ”صدقہ“ واجب ہوتا ہے۔

لہذا اس محلول سے بھی خوشبو کا حکم ساقط ہو گیا۔ شیمو میں بھی اگر مانع صورت میں خوشبو ملائی جاتی ہے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ قلیل ہوتی ہے لہذا اس صورت میں شیمو میں بھی کفارہ نہیں۔

(۵) خوشبو اور عطریات میں فرق

خوشبو کی تعریف اور اس کی اقسام پر ابتدائی گفتگو سے ظاہر ہوا کہ خوشبو کئی اقسام کی ہوتی ہے، کھانے والی، بدن پر لگانے والی اور سر یا داڑھی پر لگانے والی وغیرہ جب کہ عطر عادتاً لباس پر ہی استعمال کیا جاتا ہے، یعنی ہر خوشبو کو عطر نہیں کہہ سکتے۔ جیسے لالچگی لیکن ہر عطر خوشبو ہے، لہذا ان کے مابین عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، خوشبو اعم ہے اور عطر اخص۔

(۶) خوشبودار ٹشو پیپر

خوشبودار ٹشو پیپر میں، اگر خوشبو کا عین موجود ہے یعنی وہ پیپر خوشبو سے بھگا ہوا ہے، تو اس تری کے بدن پر لگنے کی صورت میں جو حکم

خوشبو کا ہوتا ہے، وہی اس کا بھی ہوگا۔ یعنی اگر قلیل ہے اور عضوِ کامل کو نہ لگے، تو صدقہ، ورنہ اگر کثیر ہو یا کامل عضو کو لگ جائے، تو دم ہے۔ اور اگر عین موجود نہ ہو، بلکہ صرف مہک آتی ہو، تو اگر اس سے چہرہ وغیرہ پونچھا اور چہرے یا ہاتھ میں خوشبو کا اثر آگیا، تو کوئی "کفارہ" نہیں کہ یہاں خوشبو کا عین نہ پایا گیا اور ٹشو پیپر کا مقصود اصلی خوشبو سے نفع لینا نہیں۔

حندیہ (ع لکیری ج ۱، ص ۲۴۱) میں ہے:

لو دخل بيتا قد اجمر فعلق بشوبه رائحة فلا شيء عليه لانه غير منتفع بعينه
یعنی اگر کوئی ایسے کمرے میں داخل ہوا جس کو دھوئی دی گئی اور اس کے کپڑے میں مہک بس گئی، تو کوئی کفارہ نہیں، کیونکہ اس نے خوشبو کے عین سے نفع نہیں اٹھایا۔

سیدی ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے شرح الملباب (ص ۱۲۱) میں خوشبو کا جرم لگے بغیر، صرف مہک لگنے کے جواز کے بارے میں صراحت فرمائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

ومسہ ای لمس الطيب ان لم يلتزق ای شيء من جرمه الی بدنہ فانہ حیث من نوع من استعمالہ بخلاف اذا تعلق به ريحه وعقب به فوجه فانه لا تضره اهی یعنی
(احرام کے مکروہات میں سے) اس یعنی خوشبو کا چھونا (بھی) ہے۔ بشرطیکہ وہ چمٹے نہیں یعنی اس خوشبو کے جرم میں سے کوئی شے اس کے بدن کو نہ چمٹے کیونکہ اس وقت یہ خوشبو کے استعمال کی ایک قسم قرار پائے گی بخلاف اس کے کہ جب اس کے ساتھ خوشبو کی مہک متعلق ہو جائے اور (بغیر جرم کے) خوشبو لگے اور بھڑکے تو یہ اس کے لیے مضر (نقصان دہ) نہیں۔ اس کے بارے میں تفصیلی بیان "خوشبو کے استعمال سے مراد" کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے۔

(۷) سرمہ

سرمہ اگر بغیر خوشبو کا ہے تو سنت یا ضرورت کی وجہ سے اس کے استعمال میں کوئی حرج (گناہ) نہیں لیکن محرم کے لیے بلا ضرورت اس کا استعمال مکروہ ہے اور بظاہر "کراہت تزیینی" ہے اور عموماً سرمے میں خوشبو نہیں ہوتی ہے کا عواہل شاہد اور اگر سرمہ خوشبودار ہو، تو ایک یا دو بار استعمال میں "صدقہ" ہے اور تین یا اس سے زائد میں "دم"۔

"شرح الملباب" (ص ۱۲۲) میں ہے:

والا کتھال بما لا طیب فیہ ای عملاً بالسنة وتقوية للبأصرة لا قصد الزينة
یعنی ایسا سرمہ لگانا مباح (جائز) ہے کہ جس میں خوشبو نہ ہو۔ یعنی سنت پر عمل کی نیت سے اور بصارت (بینائی) کی تقویت کے لیے، نہ کہ قصد زینت سے۔

ع لکیری (ج ۱، ص ۲۴۱) میں ہے:

عن محمد علیہ الرحمة فیمن اکتحل بکحل مطیب مرة او مرتین فعليه الصدقة وان کان مرارا کثیرة فعليه دم

یعنی امام محمد علیہ رحمۃ اللہ الاحد سے، اس شخص کے بارے میں کہ جس نے خوشبودار سرمہ ایک یا دو مرتبہ لگایا، مردی ہے کہ اس پر "صدقہ" ہے اور اگر کئی مرتبہ لگایا، تو اس پر "دم" واجب ہے۔

بہار شریعت (ص ۸۶ حصہ ششم) میں ہے: "خوشبودار سرمہ ایک یا دو بار لگایا تو "صدقہ" دے، اس سے زیادہ میں "دم" ہے اور جس سرمہ میں خوشبو نہ ہو، اس کے استعمال میں حرج (گناہ) نہیں، جب کہ ضرورت ہو اور بلا ضرورت مکروہ۔"

(۸) ٹوتھ پیسٹ

ٹوتھ پیسٹ میں اگر آگ کا عمل ہوتا ہے، جیسا کہ یہی متبادر ہے، جب تو حکم کفارہ نہیں، جیسا کہ ماقبل تفصیل سے گزر چکا۔ لیکن اس میں عموماً منہ کی بدبودار کرنے اور خوشبو حاصل کرنے کا قصد ہوتا ہے، لہذا اس کا استعمال "کراہیت" سے خالی نہیں۔

امام اہلسنت، مجدد دین و ملت، پروانہ شمع رسالت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن قادیانی رضویہ (ج ۴، ص ۶۸۹) میں فرماتے ہیں: تمباکو کے قوام میں خوشبو ڈال کر پکائی گئی ہو، جب تو اس کا کھانا مطلقاً جائز ہے اگرچہ خوشبودار ہو، ہاں خوشبو ہی کے قصد سے اسے اختیار کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

(۹) کھانے والی خوشبودار لگانا

اگر وہ خاص خوشبو ہے، تب تو اس کا کھانا اور لگانا برابر ہے، جب کہ عرف و عادت میں اس کے دونوں طرح استعمال کو خوشبو کہا جاتا ہو، جیسے مشک، زعفران وغیرہ۔ اور اگر خالص خوشبو نہیں، جیسے زیتون کا تیل، اگر اس کا بطور خوشبو استعمال ہو، تو کفارہ، ورنہ کچھ نہیں۔ اور اگر خوشبو کسی خاص شے کے ساتھ مختص (خاص) ہے اور دوسری جگہ جب تک مہک نہ دے اسے خوشبو نہیں کہا جاتا۔ جیسے الائچی کہ منہ کی خوشبو کے لیے خاص ہے اور اگر کوئی اسے کپڑے میں باندھ لے یا داڑھی میں اٹکالے، تو کوئی اسے خوشبو کا استعمال نہیں کہتا، تو اس صورت میں کچھ نہیں، اس کا صریح جزیہ عود کو کپڑے میں باندھنے کا "خوشبو کے استعمال سے مراد" کی بحث میں گزر چکا۔

(۱۰) صابن کو بہ نیت خوشبو استعمال کرنا

صابن یا خوشبودار واشنگ پاؤڈر وغیرہ کو خوشبو کے قصد سے استعمال کرنا مکروہ ہے، جیسا کہ ٹوتھ پیسٹ کے بیان کے ضمن میں تمباکو کے خوشبودار قوام کے بارے میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کے حوالے سے گزرا۔ بلا قصد و نیت خوشبو اس کے استعمال کا حکم بھی ماسبق میں واضح ہو چکا۔

(۱۱) ہاتھ میں مہک آنا

اس میں بھی وہی تفصیل ہوگی، جو ٹشو پیپر کے بیان میں گزری کہ مثلاً کسی ایسے شخص سے مصافحہ کیا جس نے عطر لگایا تھا اور ہاتھ میں۔

(۳۵) بالوں مارنا۔ (۳۶) پھینکنا۔ (۳۷) کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا۔ (۳۸) کپڑا اس کے مارنے کو دھو۔ یا (۳۹) دھوپ میں ڈالنا۔ (۴۰) بالوں میں پارہ وغیرہ اس کے مارنے کو لگانا غرض بالوں کے ہلکے پر کسی طرح اگر خوشبو کا میں لگا تو "کفارہ" ہوگا اور اگر عین تلک بلکہ ہاتھ میں صرف مہک آئی، تو کوئی کفارہ نہیں کہ اس محرم نے خوشبو سے تن سے نہ لٹایا، ہاں اس کو چاہیے کہ ہاتھ کو دھو کر اس مہک کو زائل کر دے۔

(۱۲) گلاب کے ہار

احرام کی نیت کے بعد گلاب کا ہار نہ پہنا جائے، کیونکہ گلاب کا پھول خود عین خوشبو ہے اور اس کی مہک بدن اور لباس میں بس بھی جاتی ہے۔ چنانچہ اگر اس کی مہک لباس میں بس گئی اور کثیر ہے اور چار پہر یعنی بارہ گھنٹے تک اس کپڑے کو پہنے رہا تو "دم" ہے، ورنہ "صدقہ" اور اگر خوشبو تھوڑی ہے اور کپڑے میں ایک بالشت یا اس سے کم میں لگی ہو اور چار پہر تک اسے پہنے رہا تو "صدقہ" اور اس سے کم پہنا، تو ایک مٹھی گندم دینا واجب ہے۔ اور اگر خوشبو قلیل ہے، لیکن بالشت سے زیادہ حصے میں ہے، تو کثیر کا ہی حکم ہے یعنی چار پہر میں "دم" اور کم میں "صدقہ"۔

شرح اللہاب (ص ۳۲۰) میں ہے:

اذا كان الطيب في ثوبه شبرا في شبر اي مقدارهما طولا وعرضا فهو داخل في القليل فان مكث اي دام يوما فعليه صدقة او اقل منه فقبضة كذا في المجرى والفتح
یعنی اگر کسی کپڑے میں خوشبو بالشت در بالشت لگی یعنی طول و عرض میں، تو وہ قلیل میں داخل ہے، پس اگر وہ ٹھہرا رہا یعنی دن بھر پہنا رہا، تو اس پر صدقہ ہے۔ اور اس سے کم ہے تو ایک مٹھی کھانا۔ ایسا ہی مجز اور فتح القدیر میں ہے۔
رد المحتار (ج ۳، ص ۵۷۵) میں ہے:

يمكن اجراء التوفيق البار هنا ايضا بان الطيب اذا كان في نفسه كثير الزم الدم وان اصاب من الثوب اقل من شبر وان كان قليلا لا يلزم حتى يصيب اكثر من شبر في شبر ورمعما يشتر اليه قولهم لوربط مسكا او كافورا او عنبرا كثيرا في طرف ازاره او رداءه لزمه دم اي ان دام يوما ولو قليلا فصدقته

یعنی گزشتہ تطبیق کو یہاں بھی جاری کرنا ممکن ہے کہ اگر وہ فی نفسہ کثیر ہو تو "دم" لازم ہوگا۔ اگرچہ کپڑے میں بالشت سے زیادہ کونہ لگے اور اگر خوشبو قلیل ہو تو دم لازم نہیں جب تک بالشت در بالشت سے زیادہ کپڑے کونہ لگے اور شاید اس کی طرف فقہاء کا قول اشارہ کرتا ہے کہ اگر محرم نے مشک یا کافور یا عنبر بہت زیادہ اپنے تئیں یا چادر میں باندھی تو دم لازم ہوگا یعنی اگر دن بھر پہنا رہا اور اگر دن سے کم ہے تو صدقہ واجب ہے اور اگر یہ ہار پہنے کے باوجود کوئی مہک کپڑوں میں نہ بی تو کوئی کفارہ نہیں اب اس کی حیثیت عود کو کپڑے میں باندھنے کی طرح ہوگئی کہ جب تک اس کی مہک کپڑوں میں نہ آئے کفارے کا حکم نہیں جیسا کہ خوشبو کے استعمال سے مراد کے بیان میں گزر رہا ہے لہذا محرم کو چاہیے کہ طیارے میں سوار ہونے کے بعد احرام کی نیت کرے تاکہ اس نا جائز کام سے بچ جائے اور اگر خوشبو لگ جائے تو اس کو فوراً دھو لے اور کفارے کی جو بھی صورت واضح ہو اس کی مطابق عمل کرے۔ (اراکین مجلس تحقیقات شرعیہ (دعوت اسلامی)

باعث ہوتا۔ (2)



احرام کے مکروہات

احرام میں یہ باتیں مکروہ ہیں:

- (۱) بدن کا میل چھڑانا۔
- (۲) بال یا بدن کھلی یا صابون وغیرہ بے خوشبو کی چیز سے دھونا۔
- (۳) کنگھی کرنا۔ (۴) اس طرح کھانا کہ بال ٹوٹنے یا جھونکے گرنے کا اندیشہ ہو۔
- (۵) انگڑکھا کرنا چغہ پہنے کی طرح کندھوں پر ڈالنا۔
- (۶) خوشبو کی دھونی دیا ہوا کپڑا کہ ابھی خوشبودے رہا ہو پہننا اور ڈھنا۔
- (۷) قصد خوشبو سوگھنا اگرچہ خوشبودار پھل یا پتا ہو جیسے لیموں، نارنگی، پودینہ، عطر دانہ۔
- (۸) عطر فروش کی دوکان پر اس غرض سے بیٹھنا کہ خوشبو سے دماغ معطر ہوگا۔
- (۹) سر، یا (۱۰) مونہ پر پٹی باندھنا۔
- (۱۱) غلاف کعبہ معظمہ کے اندر اس طرح داخل ہونا کہ غلاف شریف سر یا مونہ سے لگے۔
- (۱۲) ناک وغیرہ مونہ کا کوئی حصہ کپڑے سے چھپانا۔
- (۱۳) کوئی ایسی چیز کھانا پینا جس میں خوشبو پڑی ہو اور نہ وہ پکائی گئی ہو نہ بوزائل ہو گئی ہو۔
- (۱۴) بے سلا کپڑا رنو کیا ہوا یا پیوند لگا ہوا پہننا۔
- (۱۵) تکیہ پر مونہ رکھ کر اونڈھالنا۔
- (۱۶) مہکتی خوشبو ہاتھ سے ٹھونکا جب کہ ہاتھ میں لگ نہ جائے ورنہ حرام ہے۔
- (۱۷) بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگرچہ بے سلا کپڑے میں لپیٹ کر۔
- (۱۸) بلا عذر بدن پر پٹی باندھنا۔
- (۱۹) سنگار کرنا۔
- (۲۰) چادر اوڑھ کر اس کے آنچلوں میں گرہ دے لینا جیسے گانتی باندھتے ہیں اس طرح یا کسی اور طرح پر جب کہ سر کھلا ہو ورنہ حرام ہے۔
- (۲۱) یوہیں تہبند کے دونوں کناروں میں گرہ دینا۔

(۲۲) تہیہ باندھ کر کر بند یارٹی سے کسنا۔ (1)



یہ باتیں احرام میں جائز ہیں

یہ باتیں احرام میں جائز ہیں:

- (۱) (انگرکھا) اچکن کی وضع کا ایک برکالباس جسے گھنڈی کے ذریعے گلے کے پاس جوڑ دیتے ہیں (گرتہ پُغہ لیٹ کر اوپر سے اس طرح ڈال لینا کہ سر اور مونہ نہ چھپے۔
- (۲) ان چیزوں یا پاجامہ کا تہبند باندھ لینا۔
- (۳) چادر کے آنچلوں کو تہبند میں گھرنے۔
- (۴) ہسیانی (جالی کی چھوٹی ٹھیلی)، یا (۵) پٹی، یا (۶) ہتھیار باندھنا۔
- (۷) بے میل چھڑائے حمام کرنا۔
- (۸) پانی میں غوطہ لگانا۔
- (۹) کپڑے دھونا جب کہ جوں مارنے کی غرض سے نہ ہو۔
- (۱۰) مسواک کرنا۔
- (۱۱) کسی چیز کے سایہ میں بیٹھنا۔
- (۱۲) چھتری لگانا۔
- (۱۳) انگوٹھی پہننا۔ (۱)
- (۱۴) بے خوشبو کا ٹہرہ لگانا۔
- (۱۵) دائرہ اکھاڑنا۔
- (۱۶) ٹوٹے ہوئے ناخن کو جدا کر دینا۔ (۲)

(۱) علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کو مباحات احرام میں شمار کرتے ہوئے رد المحتار، ج ۲، ص ۱۷۸، میں لکھا ہے:

قوله (وتختموا کتحال) عطف علی ما قبلہ فیصیر التقدير ولا یتقی شد تختموا کتحال

(۲) عالمگیری، ج ۱، ص ۲۴۴، میں ہے:

وَلَيْسَ لِلْمُحْرِمِ أَنْ يَقْضِيَ أَظْفَارَهُ فَإِذَا قَضَى أَظْفَارَ يَدٍ وَاحِدَةٍ أَوْ رَجُلٍ وَاحِدَةٍ عَنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ وَكَذَلِكَ إِذَا قَسَمَ أَظْفَارَ يَدَيْهِ وَرَجُلَيْهِ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ يَكْفِيهِ دَمٌ وَاحِدٌ. وَلَوْ قَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَظْفَارٍ مِنْ يَدٍ وَاحِدَةٍ أَوْ

(۱۷) ذیل یا پھنسی توڑ دینا۔

(۱۸) ختنہ کرنا۔

(۱۹) نصہ۔

(۲۰) بغیر بال مونڈے پھینے کرنا۔ (۳)

(۲۱) آنکھ میں جو بال نکلے اُسے جدا کرنا۔

(۲۲) سر یا بدن اس طرح آہستہ کھانا کہ بال نہ ٹوٹے۔

(۲۳) احرام سے پہلے جو خوشبو لگائی اُس کا لگا رہنا۔

(۲۴) پالتو جانور اونٹ گائے بکری مرغی وغیرہ ذبح کرنا۔ (۲۵) پکانا۔ (۲۶) کھانا۔ (۲۷) اس کا دودھ

دوہنا۔ (۲۸) اس کے انڈے توڑنا پھوننا کھانا۔

(۲۹) جس جانور کو غیر محرم نے شکار کیا اور کسی محرم نے اُس کے شکار یا ذبح میں کسی طرح کی مدد نہ کی ہو اُس کا

کھانا بشرطیکہ وہ جانور نہ حرم کا ہو نہ حرم میں ذبح کیا گیا ہو۔

(۳۰) کھانے کے لیے مچھلی کا شکار کرنا۔

(۳۱) دوا کے لیے کسی دریائی جانور کا مارنا، دوا یا غذا کے لیے نہ ہونے کی تفریق کے لیے ہو جس طرح لوگوں میں

راج ہے تو شکار دریا کا ہو یا جنگل کا خود ہی حرام ہے اور احرام میں سخت تر حرام۔

رَجُلٌ وَاحِدًا تَجِبُ عَلَيْهِ الصَّدَقَةُ وَلِكُلِّ ظَفِيرٍ يَصْفُ صَاعٌ مِنْ حِنْطَةٍ إِلَّا أَنْ يَبْلُغَ ذَلِكَ دَمًا فَيَنْقُصُ مَا شَاءَ وَلَوْ قَلَّمَ خَمْسَةَ أَظْفِيرٍ مِنْ يَدٍ وَاحِدَةٍ وَلَمْ يُكْفَرْ ثُمَّ قَلَّمَ أَظْفِيرَ يَدٍ الْأُخْرَى إِنْ كَانَ فِي تَمْلِيسٍ وَاحِدٍ فَعَلَيْهِ دَمٌ، وَإِنْ كَانَ فِي تَمْلِيسَيْنِ فَيَلْزَمُهُ دَمَانِ..... وَلَوْ قَلَّمَ خَمْسَةَ أَظْفِيرٍ مِنَ الْأَعْضَاءِ الْأَرْبَعَةِ الْمُسْفَرَّةِ تَجِبُ الصَّدَقَةُ لِكُلِّ ظَفِيرٍ يَصْفُ صَاعٌ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ - رَجَّهَ اللَّهُ تَعَالَى - وَكَذَلِكَ لَوْ قَلَّمَ مِنْ كُلِّ عَضْوٍ مِنَ الْأَعْضَاءِ الْأَرْبَعَةِ أَرْبَعَةَ أَظْفِيرٍ تَجِبُ عَلَيْهِ الصَّدَقَةُ، وَإِنْ كَانَ بِحَنْطَتِهَا سِتَّةَ عَشَرَ فِي كُلِّ ظَفِيرٍ يَصْفُ صَاعٌ مِنْ حِنْطَةٍ إِلَّا إِذَا بَلَغَتْ قِيَمَةُ الطَّعَامِ دَمًا فَيَنْقُصُ مِنْهُ مَا شَاءَ كَذَا فِي مَرْجِ الطَّلَاوِثِ - انْكَسَرَ ظَفَرُ الْمُخْرِمِ وَتَعَلَّقَ فَأَخَذَهُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ كَذَا فِي الْكَلَالِيِّ.

(۳) رد المحتار ج ۲ کتاب الحج باب البنايات میں ہے:

قوله (محتاجه) أي موضع الحجامة من العنق كما في البحر قوله (والا فصدقة) أي وإن لم يحتجم بعد الحلق فالواجب صدقة.

(۳۲) بیرون حرم کی گھاس اکھاڑنا، یا

(۳۳) درخت کاٹنا۔

(۳۴) چیل، (۳۵) کوا، (۳۶) چوہا، (۳۷) گرگٹ، (۳۸) چھپکلی، (۳۹) سانپ، (۴۰) بچھو، (۴۱) کھٹل، (۴۲) پھھر، (۴۳) پٹھو، (۴۴) مکھی وغیرہ خبیث و موزی جانوروں کا مارنا اگرچہ حرم میں ہو۔

(۴۵) مونہ اور سر کے سوا کسی اور جگہ زخم پر پٹی باندھنا۔

(۴۶) سر، یا (۴۷) گال کے نیچے تکیہ رکھنا۔

(۴۸) سر، یا (۴۹) ناک پر اپنا یا دوسرے کا ہاتھ رکھنا۔

(۵۰) کان کپڑے سے چھپانا۔

(۵۱) ٹھوڑی سے نیچے داڑھی پر کپڑا آنا۔

(۵۲) سر پر سنی یا بوری اٹھانا۔

(۵۳) جس کھانے کے پکنے میں مشک وغیرہ پڑے ہوں اگرچہ خوشبودیں۔ یا (۵۴) بے پکائے جس میں کوئی خوشبو ڈالی اور وہ بو نہیں دیتی اس کا کھانا پینا۔

(۵۵) نگھی یا چربی یا کڑوا تیل یا تاریل یا بادام کدو، کا ہو کا تیل کہ بسایا نہ ہو بالوں یا بدن میں لگانا۔

(۵۶) خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جب کہ اُن کی خوشبو جاتی رہی ہو مگر کسم، کیسر کا رنگ مرد کو ویسے ہی حرام ہے۔

(۵۷) دین کے لیے جھگڑنا بلکہ حسب حاجت فرض و واجب ہے۔

(۵۸) جوتا پہننا جو پاؤں کے اُس جوڑ کو نہ چھپائے۔

(۵۹) بے سلی کپڑے میں لپیٹ کر تعویذ مگلے میں ڈالنا۔

(۶۰) آئینہ دیکھنا۔

(۶۱) ایسی خوشبو کا چھوٹا جس میں فی الحال مہک نہیں جیسے اگر، لوبان، صندل، یا (۶۲) اس کا آئچل میں باندھنا۔

(۶۳) نکاح کرنا۔ (۴)



احرام میں مرد و عورت کے فرق

ان مسائل مذکورہ میں مرد و عورت برابر ہیں، مگر عورت کو چند باتیں جائز ہیں:

سر چھپانا بلکہ نامحرم کے سامنے اور نماز میں فرض ہے تو سر پر بستر بقیہ اٹھانا بدرجہ اولیٰ۔ یوہیں گوند وغیرہ سے ہال جمانا، سر وغیرہ پر پٹی خواہ بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگرچہ سی کر، غلاف کعبہ کے اندریوں داخل ہونا کہ سر پر رہے مونہ پر نہ آئے، دستانے، موزے، سلے کپڑے پہننا، عورت اتنی آواز سے لبیک نہ کہے کہ نامحرم سنے، ہاں اتنی آواز ہر پڑھنے میں ہمیشہ سب کو ضرور ہے کہ اپنے کان تک آواز آئے۔

تنبیہ: احرام میں مونہ چھپانا عورت کو بھی حرام ہے، نامحرم کے آگے کوئی پنکھا وغیرہ مونہ سے بچا ہوا سامنے رکھے۔ جو باتیں احرام میں ناجائز ہیں وہ اگر کسی عذر سے یا بھول کر ہوں تو گناہ نہیں مگر ان پر جو جرمانہ مقرر ہے ہر طرح دینا آئے گا اگرچہ بے قصد ہوں یا سہواً یا جبراً یا سوتے میں۔

طوافِ قدوم کے سوا وقت احرام سے رمی جمرہ تک جس کا ذکر آئے گا اکثر اوقات لبیک کی بے شمار کثرت رکھے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، وضو بے وضو ہر حال میں خصوصاً چڑھائی پر چڑھتے اترتے، دو قافلوں کے ملتے، صبح شام، پچھلی رات، پانچوں نمازوں کے بعد، غرض یہ کہ ہر حالت کے بدلنے پر مرد با آواز کہیں مگر نہ اتنی بلند کہ اپنے آپ یا دوسرے کو تکلیف ہو اور عورتیں پست آواز سے مگر نہ اتنی پست کہ خود بھی نہ سُنیں۔



داخلی حرم محترم و مکہ مکرمہ و مسجد الحرام

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٨﴾) وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٩﴾) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٠﴾) (1)

اور جب ابراہیم نے کہا، اے پروردگار! اس شہر کو امن والا کر دے اور اس کے اہل میں سے جو اللہ (عزوجل) اور پچھلے دن پر ایمان لائے انہیں پھلوں سے روزی دے۔ فرمایا اور جس نے کفر کیا اُسے بھی کچھ برتنے کو دے گا، پھر اے آگ کے عذاب کی طرف مضطر کروں گا اور برا ٹھکانا ہے وہ۔ اور جب ابراہیم و اسماعیل خانہ کعبہ کی بنیادیں بلند کرتے ہوئے کہتے تھے اے پروردگار! تو ہم سے (اس کام کو) قبول فرما، بیشک تو ہی ہے سُننے والا، جاننے والا اور ہمیں تو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری ذریت سے ایک گروہ کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہمارے عبادت کے طریقے ہم کو دکھا اور ہم پر رجوع فرما بیشک تو ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا، رحم کرنے والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

(أَوْ لَمْ يُمْكِنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥﴾) (2)

کیا ہم نے اُن کو امن والے حرم میں قدرت نہ دی کہ وہاں ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں جو ہماری جانب سے رزق ہیں مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

اور فرماتا ہے:

(إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ

(1) پ ۱، البقرة: ۶ - ۸

(2) پ ۲۰، القصص: ۵۷

المُسْلِمِينَ ﴿٩١﴾ (3)

مجھے تو یہی حکم ہوا کہ اس شہر کے پروردگار کی عبادت کروں، جس نے اسے حرم کیا اور اسی کے لیے ہر شے ہے اور مجھے حکم ہوا کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں۔



احادیث

حدیث ۲۱۰: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن یہ ارشاد فرمایا: اس شہر کو اللہ (عزوجل) نے حرم (بزرگ) کر دیا ہے جس دن آسمان و زمین کو پیدا کیا تو وہ روز قیامت تک کے لیے اللہ (عزوجل) کے کیے سے حرم ہے، مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں قتال حلال نہ ہوا اور میرے لیے صرف تھوڑے سے وقت میں حلال ہوا، اب پھر وہ قیامت تک کے لیے حرام ہے، نہ یہاں کا کانٹے والا درخت کاٹا جائے نہ اس کا شکار بھگایا جائے اور نہ یہاں کا پڑا ہوا مال کوئی اٹھائے مگر جو اعلان کرنا چاہتا ہو (اُسے اٹھانا، جائز ہے) اور نہ یہاں کی ترگھاس کاٹی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ (عزوجل) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مگر اذخر (ایک قسم کی گھاس ہے کہ اُس کے کانٹے کی اجازت دیجیے) کہ یہ لوہاروں اور گھر کے بنانے میں کام آتی ہے۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس کی اجازت دیدی۔ (1) اسی کی مثل ابو

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب تحریم مکہ و تحریم صیدھا... الخ، الحدیث: ۱۳۵۳، ص ۷۰۶۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ معظمہ سے مدینہ پاک کی طرف ہجرت فرما جانے کے بعد مکہ کے مسلمانوں پر ہجرت فرض تھی اور مکہ معظمہ میں بلا مذر رہنا حرام تھا کہ وہ جگہ دارالحرب ہو گئی تھی فتح مکہ سے وہ جگہ دارالاسلام بن گئی اور اب اس ہجرت کی فرضیت ختم ہو گئی یہاں یہی ارشاد ہے یعنی مکہ معظمہ سے ہجرت کر جانا اب فرض نہ رہا بلکہ ایہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ہجرت قیامت تک ہے وہاں دوسرے دار الحرب سے ہجرتیں مراد ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ خبر فحی ہے کہ اب مکہ معظمہ تا قیامت کبھی دارالحرب نہ بنے گا اور نہ یہاں سے ہجرت فرض ہوگی، الحمد للہ ایسا ہی ہوا۔

۲۔ یعنی اب جسے جہاد میسر ہو وہ جہاد کرے اور جو جہاد نہ پائے وہ نیت کرے کہ جب مجھے خدا موقع دے گا جہاد کروں گا کہ نیت جہاد بھی ثواب ہے۔

۳۔ اگر جہاد اس وقت فرض کفایہ ہو تو بقدر ضرورت لوگ نکلیں اور اگر فرض عین ہو گیا ہو تو ہر مرد و زن نکلے یہ کلمہ دونوں صورتوں کو شامل ہے۔

۴۔ یعنی اس شہر پاک کا حرم شریف ہونا صرف اسلام میں نہیں ہے بلکہ بڑا پرانا مسئلہ ہے، ہر دین میں یہ جگہ محترم تھی۔ وہ جو باب حرم مدینہ میں آ رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا وہاں یہ مطلب ہے کہ اس کے حرم ہونے کا اعلان ابراہیم علیہ السلام نے کیا کیونکہ طوفان نوحی میں جب بیت المعمور آسمان پر اٹھایا تو لوگ یہاں کی حرمت وغیرہ بھول گئے حضرت خلیل نے پھر اس کا اعلان فرمایا۔

شرح عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔

لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ (اشعہ) الی یوم القیامۃ فرما کر بتایا کہ یہ حرمت کبھی منسوخ نہ ہوگی کہ جیسے ازلی ہے ویسے ہی ابدی بھی ہے۔
 ۵۔ اس فرمان عالی میں اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے جو فتح مکہ کے دن حضرت خالد ابن ولید سے صادر ہوا کہ ستر ۷۰ کفار آپ کے ہاتھوں قتل ہو گئے اس قتل پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عتاب بھی نہ فرمایا اس کی وجہ یہاں بیان ہوئی کہ اس دن ہمارے لیے ایک سعادت کے قتل بھی حلال ہو گیا اور بغیر احرام مکہ معظمہ میں داخلہ بھی جائز ہوا۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سیاہ عمامہ باندھے ہوئے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے یعنی بغیر احرام ورنہ سر مبارک کھلا ہوتا۔ خیال رہے کہ فتح مکہ مذہب احناف میں غلبہ سے ہوئی اور امام شافعی کے ہاں صلح سے اسی لیے ان کے ہاں مکہ معظمہ کے مکانات و زمین کی بیع درست اور کرایہ جائز ہے کہ تمام مقامات کفار مکہ کے اپنے رہے جیسا کہ صلح میں ہوتا ہے، ہمارے امام صاحب کے ہاں وہاں کی زمین وغیرہ کی بیع و کرایہ درست نہیں کیونکہ ان تمام کے حضور انور مالک ہو گئے تھے کیونکہ فاتح بادشاہ مفتوح علاقہ کا مالک ہو جاتا ہے، حضور انور نے مالک ہو کر وقف فرمادیا، وقف کی نہ بیع ہوتی ہے نہ اجارہ، قول امام اعظم بہت ہی قوی ہے یہ حدیث ان کی دلیل ہے کہ مجھے اس دن قتل درست ہو گیا، صلح میں قتل کیسا، نیز رب تعالیٰ نے اسے فتح فرمادیا: "إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ" اور فتح جنگ سے ہی ہوا کرتی ہے۔ (اشعہ مع زیادت)

۶۔ یعنی حرم کے خود در درخت تو کیا کانٹے توڑنا بھی جائز نہیں، اذخر و کمات کے سوا وہاں کی سبز گھاس کاٹنا یا اس پر جانور چرانا بھی ہمارے ہاں ممنوع ہے، امام یوسف و شوافع و مالک کے ہاں چرانا درست ہے، امام احمد ہمارے ساتھ ہیں مذہب احناف قوی ہے، یہ حدیث ہماری دلیل ہے حتیٰ کہ ایذا دینے وال کاٹ بھی ہمارے ہاں نہ کانا جائے، خلافاً للشافعی۔

۷۔ یعنی حرم کا شکار، رنا تو کیا اسے اس کی جگہ سے ہٹانا بھڑکانا بھی منع ہے اور اگر بھڑکانے سے وہ ضائع ہو جائے تو اس کی قیمت واجب ہوگی۔ (اشعہ)

۸۔ اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ دیگر مقامات کی ٹلی ہوئی چیز کا کچھ عرصہ تک اعلان کیا جاتا ہے پھر مالک نہ ملنے پر یا خیرات کر دی جاتی ہے یا پانے والا اگر فقیر ہو تو خود مالک ہو جاتا ہے مگر حرم شریف کی ٹلی ہوئی چیز کا اعلان زیادہ کیا جائے گا، ان کی دلیل وہ حدیثیں ہیں جو نقطہ کے بیان میں آئیں گی۔ اس فرمان عالی کا منشاء یہ ہے کہ صرف زمانہ حج میں اعلان نہ کرے بلکہ بعد میں بھی اعلان کرتا رہے۔

۹۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ خلد تر گھاس کو کہتے ہیں اور حشیش خشک کو اور بعض کے ہاں اس کے برعکس ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حرم شریف کی نہ تر گھاس کاٹی جائے نہ خشک کیونکہ خشک گھاس کانٹے کے حکم میں ہے۔

۱۰۔ اذخر ایک لمبی گھاس ہوتی ہے جو عرب میں بجائے لکڑی اور کوئلے کے بھٹیوں میں بھی استعمال کی جاتی ہے اور گھر و قبر کی چھتوں میں بھی جیسے ہمارے ہاں گاؤں میں سیٹے دسر کرے۔

۱۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ نے احکام شریعہ کا مالک بنایا ہے کہ اپنے اختیار سے آپ باذن پروردگار حرام و حلال کر سکتے ہیں، دیکھو سرکار عالی نے حضرت عباس کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ اچھا رب کی بارگاہ میں دعا کریں گے یا

حدیث ۳: ابن ماجہ عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ امت ہمیشہ خیر کے ساتھ رہے گی جب تک اس حرمت کی پوری تعظیم کرتی رہے گی اور جب لوگ اسے ضائع کر دیں گے ہلاک ہو جائیں گے۔ (2)

حدیث ۴: طبرانی اوسط میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کعبہ کے لیے زبان اور ہونٹ ہیں، اُس نے شکایت کی کہ اے رب! میرے پاس آنے والے اور میری زیارت کرنے والے کم ہیں۔ اللہ عزوجل نے وحی کی کہ: میں خشوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے آدمیوں کو پیدا کروں گا جو تیری طرف ایسے مائل ہوں گے جیسے کبوتری اپنے انڈے کی طرف مائل ہوتی ہے۔ (3)

جبریل امین سے پوچھیں گے بلکہ خود ہی فرمادیا لا الا ذخر، اگر حضرت عباس حضور سے یہ نہ کہلوا لیتے تو اذخر بھی حرام ہی رہتی۔ (اشعہ)
۱۲۔ اکثر شوافع کے ہاں حرمین شریفین کی مٹی یا پتھر باہر لے جانا بھی منع ہے اور باہر کی مٹی وہاں پہنچنا خلاف اولیٰ، ہاں آب زمزم تبرک کے لیے اور مدینہ پاک کی کھجوریں باہر لے جانا سنت ہے۔ چنانچہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل ابن عمرو سے حدیبیہ کے سال آب زمزم دو مشکیزے مدینہ حبیبہ منگوا یا اور حج کے موقع پر خود سرکار آب زمزم مشکیزوں و برتنوں میں لے گئے اور عرصہ تک وہ پانی بیماروں کو دوا دے پلاتے رہے اور حضرت عائشہ صدیقہ سے بروایت صحیح ثابت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار آب زمزم باہر بھیجا۔ (مرقات) مدینہ پاک سے خاک شفا لانا اور اسے دوا استعمال کرنا سنت مسلمین ہے، اس کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ حضور نے فرمایا "تربة ارضنا يشفي سقيمنا" ہماری زمین مدینہ کی مٹی بیماروں کو شفا دیتی ہے بلکہ وہاں کا گرد و غبار اپنے منہ اور سینہ پر لے لے، یہ برص و جذام کے لیے بہت مفید ہے، مسجد نبوی خصوصاً روضہ مطہرہ کا غبار مؤمنوں کی آنکھوں کا سرمہ ہے اور عشاق کے زخمی دلوں کا مرہم۔

(مرآة السانج شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۲۵)

(2) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب فضل مکة، الحدیث: ۳۱۱۰، ج ۳، ص ۵۱۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ ابو جہل کے اخیانی بھائی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کرتے ہی ایمان لائے، حضرت عمر کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئے، پھر حضرت عمر کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے، ابو جہل اور حارث ابن ہشام نے دھوکہ سے انہیں مکہ معظمہ بلایا کہ تیری ماں تیرے لیے بے قرار ہے اور وہاں آپ کو قید کر دیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قوت نازلہ میں آپ کی رہائی کی دعا کی کہ الہی عیاش ابن ربیعہ کو نجات دے، آپ عہد فاروقی میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ (اکمال)

۲۔ تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ جس بادشاہ نے کعبہ معظمہ یا حرم شریف کی بے حرمتی کی ہلاک و برباد ہو گیا، یزید پلید کے زمانہ میں جب حرم شریف کی بے حرمتی ہوئی یزید ہلاک ہو، اس کی سلطنت ختم ہو گئی۔ (مرآة السانج شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۳۶)

(3) المعجم الاوسط، باب النعم، الحدیث: ۶۰۶۱، ج ۴، ص ۳۰۵۔

حدیث ۵: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لاتے تو ذی طویٰ میں رات گزارتے، جب صبح ہوتی غسل کرتے اور نماز پڑھتے اور دن میں داخل مکہ ہوتے اور جب مکہ سے تشریف لے جاتے تو صبح تک ذی طویٰ میں قیام فرماتے۔ (4)



(4) مشکاة المصابیح، کتاب المناسک، باب دخول مکة... إلخ، الحدیث: ۲۵۶۱، ج ۲، ص ۸۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ذی طویٰ مکہ معظمہ سے قریب مدینہ کے راہ ایک چھوٹی سی بستی یا کنواں کا نام ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں رات میں پہنچ گئے تھے، رات وہاں گزار کر بعد نماز فجر وہاں سے چلے گئے اور دن میں مکہ معظمہ داخل ہوئے تھے، حضرت ابن عمر اس سنت پر عامل رہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ دن میں داخل ہونا کہ کعبہ معظمہ پر پہلی نظر ہیبت و جلال سے پڑے اور دعا خوب دل سے مانگی جائے، اول نظر پر دعا بہت قبول ہوتی ہے، کعبہ کی تجلی دن میں خوب نظر آتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ چاشت کے وقت داخل ہو۔ (اشعہ) غسل کر کے مکہ معظمہ میں داخل ہونا بہت بہتر ہے۔ (مرقات) نسائی شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقع پر دن میں مکہ معظمہ تشریف لائے اور عمرہ کے وقت رات میں۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رات کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے منع فرماتے تاکہ حجاج کا سامان گڑبڑ نہ ہو۔ ابن حبان میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انبیاء کرام مکہ معظمہ میں پیدل برہنہ پا داخل ہوتے تھے، عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ حج کعبہ سات لاکھ بنی اسرائیل نے کیا جو مقام بحیم سے ننگے پاؤں ہو جاتے تھے۔ (مرقات)

۲۔ واپسی پر ذی طویٰ میں رات گزارنا اس لیے تھا کہ تمام صحابہ جمع ہو جائیں اور اب یہاں سے سفر مدینہ کی تیاری کر لی جائے فرماتا آتے جاتے دونوں بار ذی طویٰ میں قیام فرمایا مگر مختلف مصلحتوں سے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکاة المصابیح، ج ۲، ص ۱۷۶)

داخلی حرم کے احکام

1- جب حرم مکہ کے متصل پہنچے سر جھکائے آنکھیں شرم گناہ سے بچی کیے خشوع و خضوع سے داخل ہو اور ہو سکے تو پیادہ ننگے پاؤں اور لبیک و دعا کی کثرت رکھے اور بہتر یہ کہ دن میں نہا کر داخل ہو، حیض و نفاس والی عورت کو بھی نہانا مستحب ہے۔

2- مکہ معظمہ کے گرد اگر کوئی کوس تک حرم کا جنگل ہے، ہر طرف اُس کی حدیں بنی ہوئی ہیں، ان حدوں کے اندر ترگھاس اکھیرنا، خود رو پیڑ کاٹنا، وہاں کے وحشی جانور کو تکلیف دینا حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر سخت دھوپ ہو اور ایک ہی پیڑ ہے اُس کے سایہ میں ہرن بیٹھا ہے تو جائز نہیں کہ اپنے بیٹھنے کے لیے اسے اٹھائے اور اگر وحشی جانور بیرون حرم کا اُس کے ہاتھ میں تھا اُسے لیے ہوئے حرم میں داخل ہوا اب وہ جانور حرم کا ہو گیا فرض ہے کہ فوراً فوراً چھوڑ دے۔ مکہ معظمہ میں جنگلی کبوتر (1) بکثرت ہیں ہر مکان میں رہتے ہیں، خبردار ہرگز ہرگز نہ اڑائے، نہ ڈرائے، نہ کوئی ایذا پہنچائے بعض ادھر ادھر کے لوگ جو مکہ میں بے کبوتروں کا ادب نہیں کرتے، ان کی ریس نہ کرے مگر برا انھیں بھی نہ کہے کہ جب وہاں کے جانور کا ادب ہے تو مسلمان انسان کا کیا کہنا! یہ باتیں جو حرم کے متعلق بیان کی گئیں احرام کے ساتھ خاص نہیں احرام ہو یا نہ ہو بہر حال یہ باتیں حرام ہیں۔

3- جب مکہ معظمہ نظر پڑے ٹھہر کر یہ دعا پڑھے:

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مکہ مکرمہ کے گرد اگر کوئی کوس کا جنگل ہے، ہر طرف اس کی حدیں بنی ہوئی ہیں ان حدوں کے اندر ترگھاس اکھاڑنا، خود رو پیڑ کاٹنا، وہاں کے وحشی جانوروں کو تکلیف دینا حرام ہے۔

یہاں تک کہ اگر سخت دھوپ ہو اور ایک ہی پیڑ ہے اس کے سایہ میں ہرن بیٹھا ہے تو جائز نہیں کہ اپنے بیٹھنے کے لیے اسے اٹھائے، اور اگر کوئی وحشی جانور بیرون حرم کا اس کے ہاتھ میں تھا اسے لیے ہوئے حرم میں داخل ہو گیا، اب وہ جانور حرم کا ہو گیا، فرض ہے کہ فوراً اسے آزاد کرے، مکہ معظمہ میں جنگلی کبوتر بکثرت ہیں ہر مکان میں رہتے ہیں خبردار ہرگز انھیں نہ اڑائے نہ ڈرائے نہ کوئی ایذا پہنچائے، بعض ادھر ادھر کے لوگ جو مکہ میں بے کبوتروں کا ادب نہیں کرتے، ان کی ریس نہ کرے، مگر برا انھیں بھی نہ کہے، جب وہاں کے جانوروں کا

ادب ہے تو مسلمانوں انسان کا کیا کہنا، (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۶۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي بِهَا قَرَارًا وَارْزُقْنِي فِيهَا رِزْقًا حَلَالًا (2)

اور درود شریف کی کثرت کرے اور افضل یہ ہے کہ نہا کر داخل ہو اور مدفونین جنت النعلی کے لیے فاتحہ پڑھے اور مکہ معظمہ میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ وَالْبَلَدُ بِلَدِكَ جِئْتُكَ هَارِبًا مِنْكَ إِلَيْكَ لِأَوْدِي فَرَايَضُكَ وَأَظْلُبُ رَحْمَتِكَ وَالْتِمَسُ رِضْوَانَكَ أَسْأَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمُضْطَرِّينَ إِلَيْكَ الْخَائِفِينَ عِقُوبَتَكَ أَسْأَلُكَ أَنْ تُقْبِلَنِي الْيَوْمَ بِعَفْوِكَ وَتُدْخِلَنِي فِي رَحْمَتِكَ وَتَتَجَاوَزَ عَنِّي بِمَغْفِرَتِكَ وَتُعِينَنِي عَلَى آدَاءِ فَرَايَضِكَ اللَّهُمَّ نَجِّنِي مِنْ عَذَابِكَ وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَأَدْخِلْنِي فِيهَا وَأَعِزَّنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (3)

4- جب مدعی میں پہنچے یہ وہ جگہ ہے جہاں سے کعبہ معظمہ نظر آتا تھا جب کہ درمیان میں عمارتیں حائل نہ تھیں، یہ عظیم اجابت و قبول کا وقت ہے یہاں ٹھہرے اور صدق دل سے اپنے اور تمام عزیزوں، دوستوں، مسلمانوں کے لیے مغفرت و عافیت مانگے (A3) اور جنت پلا حساب کی دعا کرے اور درود شریف کی کثرت اس موقع پر نہایت اہم

(2) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل) اتوجھے اس میں برقرار رکھ اور مجھے اس میں حلال روزی دے۔

(3) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور یہ شہر تیرا شہر ہے میں تیرے پاس تیرے عذاب سے بھاگ کر حاضر ہوا کہ تیرے فرائض کو ادا کروں اور تیری رحمت کو طلب کروں اور تیری رضا کو تلاش کروں، میں تجھ سے اس طرح سوال کرتا ہوں جیسے مغفرت اور تیرے عذاب سے ڈرنے والے سوال کرتے ہیں، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ آج تو اپنے عفو کے ساتھ مجھ کو قبول کر اور اپنی رحمت میں مجھے داخل کر اور اپنی مغفرت کے ساتھ مجھ سے درگزر فرما اور فرائض کی ادا پر میری اعانت کر۔ اے اللہ (عزوجل)! مجھ کو اپنے عذاب سے نجات دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور اس میں مجھے داخل کر اور شیطان مردود سے مجھے پناہ میں رکھ۔

(A3) دعا قبول ہونے کے مقامات

محترم حاجیوں تو ختمین شریفین میں ہر جگہ انوار و تجلیات کی بارشیں جہاں جہاں برس رہی ہیں تاہم احسن الوعاء لآداب الدعاء سے بعض دعائیں ہونے کے مخصوص مقامات کا ذکر کرتا ہوں تاکہ آپ ان مقامات پر مزید دل جمعی اور توجہ کے ساتھ دعا کر سکیں۔

مکہ مکرمہ کے مقامات یہ ہیں: (۱) مطاف (۲) ملتزم (۳) مستحار (۴) بیت اللہ کے اندر (۵) میزاب رحمت کے نیچے (۶) خطیم (۷) حجر اسود (۸) رکن یمانی خصوصاً جب دوران طواف وہاں سے گزر ہو (۹) مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے (۱۰) زم زم کے کنویں کے قریب (۱۱) حنفا (۱۲) مروہ (۱۳) مشقی خصوصاً سبز میلوں کے درمیان (۱۴) عزقات خصوصاً موبلف می پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک (۱۵) مزدلہ خصوصاً مشعر الحرام (۱۶) منی (۱۷) تینوں خمرات کے قریب (۱۸) جب جب کعبہ مشرّفہ پر نظر پڑے۔

کعبہ پر پہلی نظر

جوں ہی کعبہ معظمہ پر پہلی نظر پڑے تین بار لا اِلهَ اِلَّا اللہ واللہ اکبر کہیں اور درود شریف پڑھ کر دعائیں کہ کعبۃ اللہ شریف پر ←

ہے۔ اس مقام پر تین بار اللہ اکبر، اور تین مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے اور یہ پڑھے:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلْتُكَ مِنْهُ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (4)

اور یہ دعا بھی پڑھے: اللَّهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هَذَا تَعْظِيْمًا وَتَشْرِيفًا وَمَهَابَةً وَزِدْ مِنْ تَعْظِيْمِهِ وَتَشْرِيفِهِ مِنْ حَجَّةٍ وَاعْتَمَرَةٍ تَعْظِيْمًا وَتَشْرِيفًا وَمَهَابَةً (5)

اور یہ دعائے جامع کم از کم تین بار اس جگہ پڑھیں:

اللَّهُمَّ هَذَا بَيْتُكَ وَأَنَا عَبْدُكَ أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّينِ وَالْدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلِعَبْدِكَ أَحْمَدُ عَلَى اللَّهِ أَنْصُرُكَ نَصْرًا (6) عَزِيْزًا. آمِيْن. (7)

پہلی نظر جب پڑتی ہے اُس وقت مانگی ہوئی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ (بہار شریعت) آپ چاہیں تو یہ دعا مانگ میں کہ یا اللہ عز و جل! میں جب بھی کوئی جائز دعا مانگا کروں وہ قبول ہو کرے۔

مدینہ منورہ کے مقامات یہ ہیں: (۱) مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام (۲) موحیہ شریف، امام ابن الجزری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: دُعایا یہاں قبول نہ ہوگی تو کہاں قبول ہوگی (۳) منبر اطہر کے پاس (۴) مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ستونوں کے نزدیک (۵) مسجد ٹہا شریف (۶) مسجد الفتح میں خصوصاً بدھ کو ظہر و عصر کے درمیان (۷) باقی مساجد طیبہ جن کو سرکار مدینہ، سکون قلب و مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہے (مثلاً مسجد عثمانیہ، مسجد قبلتین وغیرہ وغیرہ) (۸) وہ مبارک کنوئیں جنہیں سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہے (۹) جبل اُحد شریف (۱۰) مزارات بقیع (۱۱) مشاہد مبارکہ

(4) ترجمہ: اے رب! تو دنیا میں ہمیں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور جہنم کے عذاب سے ہمیں بچا، اے اللہ (عز و جل)! میں اس خیر میں سے سوال کرتا ہوں، جس کا تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجھ سے سوال کیا اور تیری پناہ مانگتے ہوں اُن چیزوں کے شر سے جن سے تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پناہ مانگی۔

(5) ترجمہ: اے اللہ (عز و جل)! تجھ پر ایمان لایا اور تیری کتاب کی تصدیق کی اور تیرے عہد کو پورا کیا اور تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع کیا، اے اللہ (عز و جل)! تو اپنے اس گھر کی تعظیم و شرافت و ہیبت زیادہ کر اور اس کی تعظیم و تشریف سے اس شخص کی عظمت و شرافت و ہیبت زیادہ کر جس نے اس کا حج و عمرہ کیا۔

(6) ترجمہ: اے اللہ (عز و جل)! یہ تیرا گھر ہے اور میں تیرا بندہ ہوں عفو و عافیت کا سوال تجھ سے کرتا ہوں، دین و دنیا و آخرت میں میرے لیے اور میرے والدین اور تمام مومنین و مومنات کے لیے اور تیرے حقیر بندہ احمد علی کے لیے، الٰہی! تو اس کی قوی مدد کر۔ آمین۔

(7) (اور اب جب کہ صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ وصال فرما چکے یوں دعا کرے: اللَّهُمَّ اغْفِرْ مَغْفِرَةً.)

مسئلہ ۱: جب مکہ معظمہ میں پہنچ جائے تو سب سے پہلے مسجد الحرام میں جائے۔ کھانے پینے، کپڑے بدلنے، مکان کرایہ لینے وغیرہ دوسرے کاموں میں مشغول نہ ہو، ہاں اگر عذر ہو مثلاً سامان کو چھوڑنا ہے تو ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو محفوظ جگہ رکھوانے یا اور کسی ضروری کام میں مشغول ہوا تو حرج نہیں اور اگر چند شخص ہوں تو بعض اسباب اتر والے میں مشغول ہوں اور بعض مسجد الحرام شریف کو چلے جائیں۔ (8)

5- ذکر خدا و رسول اور اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائے فلاح دارین کرتا ہوا اور لبیک کہتا ہوا باب السلام تک پہنچے اور اس آستانہ پاک کو بوسہ دیکر پہلے داہنا پاؤں رکھ کر داخل ہوا اور یہ کہے:

أَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَبِسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآزْوَاجِ
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ. (9)

یہ دعا خوب یاد رکھے، جب کبھی مسجد الحرام شریف یا اور کسی مسجد میں داخل ہو، اسی طرح داخل ہوا اور یہ دعا پڑھ لیا کرے اور اس وقت خصوصیت کے ساتھ اس دعا کے ساتھ اتنا اور ملائے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيَّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخَلْنَا
دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. اَللّٰهُمَّ اِنَّ هَذَا حَرَمُكَ وَمَوْضِعُ اَمْنِكَ
فَحَرِّمْ نَجْسِيْ وَبَشَرِيْ وَدَرْمِيْ وَنَجْسِيْ وَعِظَامِيْ عَلَى النَّارِ. (10)

اور جب کسی مسجد سے باہر آئے پہلے بایاں قدم باہر رکھے اور وہی دعا پڑھے مگر اخیر میں رَحْمَتِكَ کی جگہ فَضْلِكَ کہے اور اتنا اور بڑھائے:

(8) المسلك المحقق، (باب دخول مكة)، ص ۷۷۔

(9) ترجمہ: میں خدائے عظیم کی پناہ مانگتا ہوں اور اس کے وجہ کریم کی اور قدیم سلطنت کی مبرود شیطان سے، اللہ (عزوجل) کے نام کی مدد سے سب خوبیاں اللہ (عزوجل) کے لیے اور رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر سلام، اے اللہ (عزوجل)! درود بھیج ہمارے آقا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کی آل اور پیروں پر۔ اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

(10) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! تو سلام ہے اور تجھی سے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سلامتی لوٹتی ہے، اے ہمارے رب! ہم کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ دارالسلام (جنت) میں داخل کر، اے ہمارے رب! تو برکت والا اور بلند ہے، اے جلال و بزرگی والے! الہی یہ تیرا حرم ہے اور تیری امن کی جگہ ہے میرے گوشت اور پوست اور خون اور مغز اور ہڈیوں کو جہنم پر حرام کر دے۔

وَسَهِّلْ لِيْ أَبْوَابَ رِزْقِكَ. (11) اس کی برکات دین و دنیا میں بے شمار ہیں وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

6- جب کعبہ معظمہ نظر پڑے تو تین بار لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کہے اور درود شریف اور یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هَذَا تَعْظِيماً وَتَشْرِيفاً وَتَكْرِيماً وَبَرّاً وَمَهَابَةً اللَّهُمَّ أَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ بِلاَ حِسَابٍ
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ أَنْ تَغْفِرَ لِيْ وَتَرْحَمَنِيْ وَتُقِيلَ عَثْرَتِيْ وَتَضَعِ وِزْرِيْ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اللَّهُمَّ
إِنِّي عَبْدُكَ وَزَائِرُكَ وَعَلَى كُلِّ مَرْوٍ حَقٌّ وَأَنْتَ خَيْرُ مَرْوٍ فَأَسْأَلُكَ أَنْ تَرْحَمَنِيْ وَتَفُكَّ رَقَبَتِيْ مِنَ
النَّارِ. (12)



(11) ترجمہ: اور میرے لیے اپنے رزق کے دروازے آسان کر دے۔

(12) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! تو اپنے اس گھر کی عظمت و شرافت و بزرگی و کونئی و ہیبت زیادہ کر، اے اللہ (عزوجل)! ہم کو جنت میں بلا

حساب داخل کر۔ الہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت کر دے اور مجھ پر رحم کر اور میری لغزش دور کر اور اپنی رحمت سے میرے
گناہ دفع کر، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔ الہی! میں تیرا بندہ اور تیرا زائر ہوں اور جس کی زیارت کی جائے اس پر حق ہوتا ہے اور
تو سب سے بہتر زیارت کیا ہوا ہے، میں یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھ پر رحم کر اور میری گردن جہنم سے آزاد کر۔

طواف وسعی صفا و مروہ و عمرہ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿١٢٥﴾) (1)

اور یاد کرو جب کہ ہم نے کعبہ کو لوگوں کا مرجع اور امن کیا اور مقام ابراہیم سے نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ اور ہم نے ابراہیم و اسمعیل کی طرف عہد کیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔

اور فرماتا ہے:

(وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿١٢٦﴾ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿١٢٧﴾ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَةٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنْ بَيْتِيهِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَمْرَ الْفَقِيرِ ﴿١٢٨﴾ ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُوفُوا نُدُورَهُمْ وَلِيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿١٢٩﴾ ذَلِكَ وَمَنْ يُعْظَمْ حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ) (2)

اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو پناہ دی خانہ کعبہ کی جگہ میں یوں کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک کر اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دے لوگ تیرے پاس پیدل آئیں گے اور لاغر اونٹنیوں پر کہ ہر راہ بعید سے آئیں گی تاکہ اپنے نفع کی جگہ میں حاضر ہوں اور اللہ (عزوجل) ہے اور جو اللہ (عزوجل) کے نام کو یاد کریں معلوم دنوں میں اس پر کہ انھیں چوپائے جانور عطا کیے تو ان میں سے کھاؤ اور نا امید فقیر کو کھلاؤ پھر اپنے میل کچیل اتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر (کعبہ) کا طواف کریں بات یہ حرمت کی تعظیم کرنے تو یہ اس کے لیے اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے۔

اور فرماتا ہے:

(1) پ ۱، البقرہ: ۱۲۵۔

(2) پ ۱، الحج: ۲۶-۳۰۔

(إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾) (3)

بیشک صفا و مروہ اللہ (عزوجل) کی نشانیوں سے ہیں جس نے کعبہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر اس میں گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے اور جس نے زیادہ خیر کیا تو اللہ (عزوجل) بدلا دینے والا، علم والا ہے۔



احادیث

- حدیث ۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، فرماتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے لیے مکہ میں تشریف لائے، سب کاموں سے پہلے وضو کر کے بیت اللہ کا طواف کیا۔ (1)
- حدیث ۲: صحیح مسلم شریف میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجر اسود سے حجر اسود تک تین پھیروں میں رَمَل کیا اور چار پھیرے چل کر کیے (2) اور ایک روایت میں ہے پھر صفا و مردہ کے درمیان سعی فرمائی۔ (3)
- حدیث ۳: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ میں تشریف لائے تو حجر اسود کے پاس آ کر اُسے بوسہ دیا پھر دہنے ہاتھ کو چلے اور تین پھیروں میں رَمَل کیا۔ (4)
- حدیث ۴: صحیح مسلم میں ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دست مبارک میں چھڑی تھی اُس چھڑی کو حجر اسود سے لگا کر بوسہ دیتے۔ (5)

(1) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب من طاف بالبيت... إلخ، الحدیث: ۱۶۱۳، ج ۱، ص ۵۴۱۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

- ۲۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم غسل تو ذی طوئی میں فرما چکے تھے اب بھی با وضو تھے یہ وضو پر وضو فرمایا۔ خیال رہے کہ احتاف کے نزدیک طواف کے لیے طہارت واجب ہے، دوسرے اماموں کے ہاں شرط ہے، ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ طواف نماز ہی ہے، ہاں طواف میں رب نے کلام جائز فرمادیا ہے۔ جب طواف نماز ہے تو نماز میں طہارت شرط ہے لہذا طواف میں بھی شرط ہے مگر استدلال ضعیف ہے اولاً تو وہ حدیث ہی صحیح نہیں، دوم تشبیہ ہر بات میں نہیں ہوتی، دیکھو نماز میں کھانا پینا مفسد ہے مگر طواف میں کھانا پینا بالاتفاق طواف نہیں توڑتا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۷۸)
- (2) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب الرمل فی الطواف... إلخ، الحدیث: ۶۲، ص ۶۵۹۔
- (3) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب الرمل فی الطواف... إلخ، الحدیث: ۶۱، ص ۶۵۸۔
- (4) مشکوٰۃ المصابیح کتاب المناسک، باب دخول مکة... إلخ، الحدیث: ۲۵۶۶، ج ۲، ص ۸۶۔
- (5) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز الطواف علی غیر وغیرہ... إلخ، الحدیث: ۷۵، ص ۶۶۳۔

حدیث ۵: ابوداؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو حجر اسود کی طرف متوجہ ہوئے، اُسے بوسہ دیا پھر طواف کیا پھر صفا کے پاس آئے اور اس پر چڑھے یہاں تک کہ بیت اللہ نظر آنے لگا پھر ہاتھ اٹھا کر ذکر الہی میں مشغول رہے، جب تک خدا نے چاہا اور دعا کی۔ (6)

حدیث ۶: امام احمد نے عبید بن عمیر سے روایت کی، کہتے ہیں: میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ آپ حجر اسود و رکن یمانی کو بوسہ دیتے ہیں؟ جواب دیا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ: ان کو بوسہ دینا خطاؤں کو گرا دیتا ہے اور میں نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو فرماتے سنا جس نے سات پھیرے طواف کیا اس طرح کہ اس کے آداب کو ملحوظ رکھا اور دو رکعت نماز پڑھی تو یہ گردن آزاد کرنے کی مثل ہے اور میں نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو فرماتے سنا کہ طواف میں ہر قدم کہ اٹھاتا اور رکھتا ہے اس پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور دس درجے بلند کیے جاتے ہیں۔ (7) اسی کے قریب قریب ترمذی و حاکم و ابن خزیمہ وغیرہم نے بھی روایت کی۔

حدیث ۷: طبرانی کبیر میں محمد بن منکدر سے راوی، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بیت اللہ کا سات پھیرے طواف کرے اور اُس میں کوئی لغو بات نہ کرے تو ایسا ہے جیسے گردن آزاد کی۔ (8)

حدیث ۸: اصہبانی عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہتے ہیں: جس نے کامل وضو کیا پھر حجر اسود کے پاس بوسہ دینے کو آیا وہ رحمت میں داخل ہوا، پھر جب بوسہ دیا اور یہ پڑھا: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اُسے رحمت نے ڈھانک لیا پھر جب بیت اللہ کا طواف کیا تو ہر قدم کے بدلے ستر ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور ستر ہزار گناہ مٹا دیے جائیں گے اور ستر ہزار درجے بلند کیے جائیں گے اور اپنے گھر والوں میں ستر کی شفاعت کریگا پھر جب مقام ابراہیم پر آیا اور وہاں دو رکعت

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری پر طواف کرتے دیکھا تب ہی تو حضور علیہ السلام نے چھڑی سے سنگ اسود کو مس کر کے

چھڑی چوم لی۔ (مرقات) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲، ص ۱۸۶)

(6) سنن ابی داؤد، کتاب النسک، باب فی رفع الید اذا راٰ الیبت، الحدیث: ۱۸۷۲، ج ۲، ص ۲۵۵۔

(7) المسند لامام احمد بن حنبل، الحدیث: ۳۳۶۲، ج ۲، ص ۲۰۲۔

(8) المعجم الکبیر، الحدیث: ۸۳۵، ج ۲۰، ص ۳۶۰۔

نماز ایمان کی وجہ سے اور طلب ثواب کے لیے پڑھی تو اس کے لیے اولاد اسمعیل میں سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جائیگا اور گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے آج اپنی ماں سے پیدا ہوا۔ (9)

حدیث ۹: بیہقی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بیت الحرام کے حج کرنے والوں پر ہر روز اللہ تعالیٰ ایک سو بیس رحمت نازل فرماتا ہے، ساٹھ طواف کرنے والوں کے لیے اور چالیس نماز پڑھنے والوں کے لیے اور بیس نظر کرنے والوں کے لیے۔ (10)

حدیث ۱۰: ابن ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رکن یمانی پر ستر فرشتے موکل ہیں، جو یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ رَبَّنَا اِنِّتَ اِنِّی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ وہ فرشتے آمین کہتے ہیں اور جو سات پھیرے طواف کرے اور یہ پڑھتا رہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اُس کے دس گناہ مٹا دیے جائیں گے اور دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس درجے بلند کیے جائیں گے اور جس نے طواف میں یہی کلام پڑھے، وہ رحمت میں اپنے پاؤں سے چل رہا ہے جیسے کوئی پانی میں پاؤں سے چلتا ہے۔ (11)

حدیث ۱۱: ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پچاس مرتبہ طواف کیا، گناہوں سے ایسا نکل گیا جیسے آج اپنی ماں سے پیدا ہوا۔ (12)

حدیث ۱۲: ترمذی و نسائی و دارمی انھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیت اللہ کے گرد طواف نماز کی مثل ہے، فرق یہ کہ تم اس میں کلام کرتے ہو تو جو کلام کرے خیر کے سوا ہرگز کوئی بات نہ کہے۔ (13)

حدیث ۱۳: امام احمد و ترمذی انھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: حجر اسود جب جنت سے نازل ہوا دودھ سے زیادہ سفید تھا، بنی آدم کی خطاؤں نے اُسے سیاہ کر دیا۔ (14)

حدیث ۱۴: ترمذی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

(9) الترغیب والترہیب، کتاب الحج، الترغیب فی الطواف... إلخ، الحدیث: ۱۱، ج ۲، ص ۴.

(10) الترغیب والترہیب، کتاب الحج، الترغیب فی الطواف... إلخ، الحدیث: ۶، ج ۲، ص ۳.

(11) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب فضل الطواف، الحدیث: ۲۹۵۷، ج ۳، ص ۲۳۹.

(12) جامع ترمذی، أبواب الحج، باب ما جاء فی فضل الطواف، الحدیث: ۸۶۷، ج ۲، ص ۲۳۴.

(13) جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ما جاء فی الکلام فی الطواف، الحدیث: ۹۶۲، ج ۲، ص ۲۸۶.

(14) جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ما جاء فی فضل الحجر الاسود والركن والقام، الحدیث: ۸۷۸، ج ۲، ص ۲۳۸.

فرماتے سنا کہ: حجرِ اسود و مقامِ ابراہیم جنت کے یا قوت ہیں، اللہ (عزوجل) نے ان کے نور کو مٹا دیا اور اگر نہ مٹاتا تو جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے سب کو روشن کر دیتے۔ (15)

حدیث ۱۵: ترمذی و ابن ماجہ و دارمی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ حدیث بالکل ظاہری معنی میں ہے بلا وجہ کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں، واقعی یہ پتھر جنت سے آیا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ گھر جو آدم علیہ السلام کے طواف و سجدوں کے لیے جنت سے آیا تھا جو طوفانِ نوح کے وقت اٹھالیا گیا اسی کا یہ پتھر ہو جو باقی رکھا گیا یا مستقل طور پر وہاں سے یہ پتھر لایا گیا ہو۔

۲۔ یعنی یہ پتھر شفاف آئینہ یا سیاہی چوس کاغذ کی طرح ہے جیسے شفاف آئینہ گرد و غبار سے میلا اور سیاہی چوس کاغذ گیلیے حرفوں پر لگنے سے سیاہ ہو جاتا ہے ایسے ہی یہ پتھر ہم گنہگاروں یا گزشتہ مشرکوں کے ہاتھ لگنے سے برابر سیاہ ہوتا چلا گیا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جب ہمارے گناہوں سے سنگِ اسود سیاہ ہو گیا تو گناہوں سے دل بھی میلا ہو جاتا ہے اور بدکاروں گنہگاروں کی صحبت سے اچھے برے بن جاتے ہیں، بروں کی صحبت سے پرہیز چاہیے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فَلَا تَقْعُدُوا بِغَدِّ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ" صحبت کی تاثیر ضروری ہے۔

۳۔ یہ حدیث احمد، نسائی، ابن عدی، بیہقی، طبرانی وغیرہ نے مختلف اسنادوں سے روایت کی، غرض کہ حدیث بہت قوی ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۹۲)

(15) جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ما جاء في فضل الحجر الاسود والركن والقام، الحدیث: ۸۷۹، ج ۲، ص ۲۴۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی ان دونوں جنتی یا قوتوں کو دنیا میں بھیجے سے پہلے ان کا اصل نور چھپایا گیا تاکہ جنت پر ایمان بالغیب رہے، حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم دونوں ہی جنت کے جواہرات میں سے ہیں۔

۲۔ اور ان کی جگہ گاہت سورج کو خیرہ کر دیتی، سنگِ اسود کو کفارِ قرامطہ اٹھا لے گئے تھے، انہوں نے مکہ معظمہ میں تناقل و خون کیا تھا کہ حرم شریف اور چاہ زمزم لاشوں سے بھر گیا تھا، حجرِ اسود سے بولے کہ تو ہی شرک کا سرچشمہ ہے خدا کے سوا تو کب تک بنا رہے گا، پچیس سو تک یہ ان کے قبضہ میں رہا، پھر مکہ والوں نے انہیں بہت سامان دے کر سنگِ اسود مانگا وہ بولے کہ وہ پتھر دوسرے پتھروں سے مخلوط ہو گیا ہے آؤ پہچان کر لے جاؤ، مکہ معظمہ کے علماء نے کہا کہ جس پتھر پر آگ اثر نہ کرے وہ سنگِ اسود ہے کیونکہ جنتی چیز میں آگ اثر نہیں کرتی۔ چنانچہ پتھر آگ سے تپ گئے یہ گرم بھی نہ ہوا، اس علامت سے واپس لائے، جاتے وقت اس پتھر کے بوجھ سے کئی سواونٹ دب کر مر گئے تھے مگر واپسی کے وقت ایک دبلا اونٹ اسے مکہ لے آیا۔ غرض کہ سنگِ اسود عجیب نورانی بابرکت پتھر ہے۔ (مرقاۃ)

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۹۴)

نے فرمایا: واللہ! حجرِ اسود کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس طرح اٹھائے گا کہ اس کی آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے کلام کریگا، جس نے حق کے ساتھ اُسے بوسہ دیا ہے اُس کے لیے شہادت دے گا۔ (16)

(16) جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی الحجر الاسود، الحدیث: ۹۶۳، ج ۲، ص ۲۸۶۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

اس حدیث بالکل ظاہر ہے کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں، قیامت میں قرآن، ہمارے نیک اعمال وغیرہ تمام کی شکلیں ہوں گی اور سب کلام کریں گے بلکہ ہمارے، علماء بھی بولیں گے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَتَكَلِّمُنَا آيَاتِهِمْ وَلَتَشْهَدُ اَزْجُلْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ"۔ جو رب تعالیٰ ان چیزوں کو گویائی بخش سکتا ہے وہ سنگِ اسود کو بھی گویائی، آنکھ وغیرہ بخش سکتا ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنگِ اسود حاجیوں کی شفاعت کرے گا۔ دوسرے یہ کہ سنگِ اسود بحکمِ الہی نافی ہے۔ تیسرے یہ کہ سنگِ اسود کا چومنا مفید ہے، قیامت میں کام آئے گا۔ چوتھے یہ کہ کروڑوں آدمیوں نے اسے چوما یہ ان سب کو جانتا پہچانتا ہے۔ پانچویں یہ کہ سنگِ اسود ہمارے دلوں کے اخلاص و نفاق کو بھی چنتا ہے کہ کون اخلاص سے چوم رہا ہے اور کون نفاق سے۔ چھٹے یہ کہ سنگِ اسود حاجیوں کے اچھے برے خاتمہ کو جانتا ہے کہ کون یمین پر مرا اور کون کفر پر، تب ہی تو وہ مؤمن مخلص کی شفاعت کرے گا مرد منافق کی شفاعت نہ کرے گا۔ جب ایک پتھر کے علم و نفع کے یہ حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کو رب نے سید المخلوق بنایا ان کے علوم کا کیا پوچھنا، جو لوگ حضور انور کے لیے علوم غمہ نہیں مانتے وہ اس حدیث میں غور کریں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۹۳)

کعبۃ اللہ کا طواف اور دونوں رکنوں کا استلام کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ اللہ علیہ، شفیع المذنبین، امین الغریبین، سرانچ اس لکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق دامن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیت اللہ کے گرد طواف کرنا نماز ہی ہے لیکن تم اس میں کلام کر سکتے ہو لہذا جو طواف کے دوران گفتگو کرنا چاہے تو وہ اچھی بات ہی کہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی الکلام فی الطواف، رقم ۹۶۲، ج ۲، ص ۲۸۶)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، بیکرِ عظمت و شرافت، محبوب رب العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے پچاس مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (ترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی فضل الطواف، رقم ۸۶۷، ج ۲، ص ۲۴۴)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب کو حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ کہتے ہوئے سنا، کیا بات ہے کہ میں تمہیں صرف ان دو (۲) رکنوں حجرِ اسود اور کنِ یمانی کا ہی استلام کرتے دیکھتا ہوں؟ تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا، میں ایسا کیوں نہ کروں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، ان دونوں رکنوں کا استلام کرنا گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور میں نے یہ بھی سنا کہ جس نے مکن کر سات مرتبہ طواف کیا اور پھر دو رکعتیں ادا کیں تو —

یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور یہ بھی سنا کہ طواف کرتے ہوئے آدمی کے ہر قدم کے بدلے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور دس درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، رقم ۳۳۶۲، ج ۲، ص ۲۰۲)

ایک روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ان دونوں رکوں کو چھوٹا گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور یہ بھی سنا کہ بندہ کے ایک قدم رکھنے اور دوسرا قدم اٹھانے پر اللہ عزوجل اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے اور اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے۔

(جامع الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی استلام الرکنین، رقم ۹۶۱، ج ۲، ص ۲۸۵)

ایک روایت میں ہے کہ میں ایسا کیوں نہ کروں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ان دو رکوں کو چھوٹا گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور یہ بھی سنا کہ جو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے کوئی قدم اٹھائے یا رکھے اللہ عزوجل اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے اور اس کے لئے ایک درجہ لکھا جاتا ہے۔ اور میں نے یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے گن کر طواف کے سات چکر لگائے تو یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔

(ابن خزیمہ، جامع ابواب ذکر افعال الخلف الناس، باب فضل الطواف بالبيت، رقم ۶۷۵۳، ج ۳، ص ۲۲۷)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار والاخبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتیں ادا کیں تو یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب فضل الطواف، رقم ۲۹۵۶، ج ۳، ص ۳۳۹)

حضرت سیدنا محمد بن منکدر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آقائے مظلوم، سرور معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا اور اس دوران کوئی لغو کام نہ کیا تو یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۸۴۵، ج ۲۰، ص ۳۶۰)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی مکرّم، نبی کریم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل اپنے بیت الحرام کا حج کرنے والوں پر روزانہ ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے جن میں سے ساٹھ طواف کرنے والوں کے لئے چالیس نمازیوں کے لئے اور بیس دیکھنے والوں کے لئے ہیں۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الطواف الحج، رقم ۶، ج ۲، ص ۱۲۳)

حضرت سیدنا حمید بن ابوسویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن و شام کو بیت اللہ کے طواف کے دوران حضرت سیدنا عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رکن یمانی کے بارے میں سوال کرتے ہوئے سنا، حضرت سیدنا عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، (اس رکن یمانی پر) ہے

سفر فرشتے موکل (مقرر) ہیں جب کوئی شخص یہ دعا مانگتا ہے تو وہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عفو و عافیت کا سوال کرتا ہوں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔

جب حضرت سیدنا عطاء رضی اللہ عنہ طواف کرتے ہوئے رکن اسود پر پہنچے تو ابن ہشام نے عرض کیا، اے ابو محمد! تمہیں اس رکن اسود کے متعلق کون سی روایت پہنچی ہے؟ حضرت سیدنا عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے رکن اسود کو پکڑا گویا اس نے رحمن عزوجل کا دست قدرت تمام لیا۔ پھر ابن ہشام نے کہا، اے ابو محمد، اور طواف کے بارے میں؟ تو حضرت سیدنا عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، مجھے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا اور سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ پڑھنے کے علاوہ کوئی بات نہ کی تو اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے، اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس درجات بلند کئے جائیں گے اور جس نے طواف کے دوران باتیں کیں تو اس نے اس حال میں رحمت الہی عزوجل میں اپنے پاؤں ڈبوئے جیسے پانی میں داخل ہونے والا اپنے پاؤں ڈبوتا ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب فضل الطواف، رقم ۲۹۵۷، ج ۳، ص ۴۲۹)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جس نے کامل وضو کیا پھر رکن کا استلام کرنے آیا تو وہ رحمت میں ڈوب گیا اور جب وہ استلام کر لے اور یہ پڑھے تو اسے رحمت ڈھانپ لیتی ہے:

يَسْمِعُ اللَّهُ وَأَلَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع اور اللہ سب سے بڑا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

جب وہ بیت اللہ کا طواف کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے ہر قدم پر اس کے لئے ستر ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے ستر ہزار گناہ مٹاتا ہے اور اس کے ستر ہزار درجات بلند فرماتا ہے اور اس کی اپنے ستر رشتہ داروں کے حق میں شفاعت قبول کی جائے گی پھر جب وہ مقام ابراہیم علیہ السلام پر آکر ایمان اور نییت ثواب کے ساتھ دو رکعتیں ادا کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے لئے اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھتا ہے اور وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الطواف واستلام الحجر الاسود، رقم ۱۱، ج ۲، ص ۱۲۲) ←

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت گزر چکی ہے، کہ حاجی جب بیت اللہ کے طواف کا آخری چکر مکمل کر لیتا ہے تو اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

حضرت سیدنا ابو عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے بارش کے دوران حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ جب ہم طواف مکمل کرنے کے بعد مقام ابراہیم پر حاضر ہوئے اور دو رکعتیں ادا کیں تو حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم سے فرمایا کہ نئے سرے سے عمل شروع کرو کیونکہ تمہاری مغفرت ہو چکی ہے۔ پھر فرمایا کہ جب ہم نے حضور پاک، صاحب نواک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ بارش کے دوران طواف کیا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے اسی طرح فرمایا تھا۔ (ابن ماجہ، کتاب الناسک، باب الطواف فی مطر، رقم ۳۱۱۸، ج ۳، ص ۵۲۴)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سید البلیغین، زخمة البلیغین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن رکن اسود، جبل ابوقبیس سے بڑا ہو کر آئے گا اور اس کی دو زبانیں اور دو ہونٹ ہوں گے۔

(مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص، رقم ۶۹۹۷، ج ۲، ص ۶۶۵)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانا، عیوب، مؤثر، عن الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حجر اسود کے بارے میں فرمایا، اللہ عزوجل کی قسم! رب تعالیٰ قیامت کے دن اسے دودھ کیٹنے والی آنکھوں اور بونے والی زبان کے ساتھ اٹھائے گا پھر یہ حق کے ساتھ اسلام کرنے والوں کے بارے میں گواہی دے گا۔

(جامع الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی الحجر الاسود، رقم ۹۶۳، ج ۲، ص ۲۸۶)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن حجر اسود اور رکن یمانی کو اٹھائے گا، ان میں سے ہر ایک کی دو آنکھیں، دو زبانیں اور دو ہونٹ ہوں گے جن کے ذریعے یہ اپنا صحیح طریقے سے اسلام کرنے والوں کے حق میں گواہی دیں گے۔

(المعجم الکبیر، رقم ۱۱۳۳۲، ج ۱۱، ص ۱۳۶)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، حجر اسود جنت کے یا قوتوں میں سے ایک سفید یا قوت ہے اور اسے مشرکین کے گناہ نے سیاہ کر دیا، قیامت کے دن اسے احد پہاڑ کی مثل بنا دیا جائے گا تو یہ دنیا والوں میں سے اپنا اسلام کرنے والوں اور بوسہ دینے والوں کے حق میں گواہی دے گا۔ (صحیح ابن خزیمہ، کتاب الناسک، رقم ۲۷۳۳، ج ۴، ص ۲۲۰)

ایک روایت میں ہے کہ حجر اسود جنت سے اتارا گیا ہے یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا پھر اسے انسانوں کے گناہوں نے سیاہ کر دیا۔

(جامع الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود و الرکن، رقم ۸۷۸، ج ۲، ص ۲۳۸)

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال، دلیع رنج و دلدل، ہے۔



صاحب مجود نوال، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، اس حجر اسود کو اپنے اچھے اعمال کا گواہ بناؤ کیونکہ یہ قیامت کے دن شفاعت کریگا اس کی شفاعت قبول کی جائے گی، اس کی دوزبانیں، اور دو ہونٹ ہونگے جن کے ذریعے یہ اپنا اہتمام کرنے والوں کے حق میں گواہی دے گا۔ (المعجم الاوسط، رقم ۲۹۷۱، ج ۲، ص ۱۸۸)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے خاتم المرسلین، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، امین الغریبین، سرچ اسالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو کعبۃ اللہ شریف سے ٹیک لگا کر فرماتے ہوئے سنا، رکن (اسود) اور مقام ابراہیم علیہ السلام جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں، اگر اللہ عزوجل ان دونوں کا نور مٹا دے تو یہ مشرق و مغرب کی ہر چیز کو روشن کر دیتے۔ (جامع الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود والرکن، رقم ۸۷۹، ج ۲، ص ۲۳۸)

ایک روایت میں ہے کہ بیشک رکن (اسود) اور مقام ابراہیم علیہ السلام جنت کے یاقوتوں میں سے ہیں اگر یہ اپنے اندر آدمیوں کی خطائیں جذب نہ کرتے تو مشرق و مغرب کی ہر چیز کو روشن کر دیتے اور جو بیمار یا معصیت زدہ انہیں چھو لے اسے شفا دے دی جاتی ہے۔

(شعب الایمان، باب فی المناسک، فضل فضیلت الحجر الاسود والمقام، رقم ۴۰۳۱، ج ۳، ص ۴۴۹)

بیان احکام

مسجد الحرام شریف میں داخل ہونے تک کے احکام معلوم ہو چکے اب کہ مسجد الحرام شریف میں داخل ہوا اگر جماعت قائم ہو یا نماز فرض یا وتر یا نماز جنازہ یا سنت مؤکدہ کے فوت کا خوف ہو تو پہلے اُن کو ادا کرے، ورنہ سب کاموں سے پہلے طواف میں مشغول ہو۔ کعبہ شمع ہے اور تو پروانہ، دیکھتا نہیں کہ پروانہ شمع کے گرد کس طرح قربان ہوتا ہے تو بھی اس شمع پر قربان ہونے کے لیے مستعد ہو جا۔ پہلے اس مقام کریم کا نقشہ دیکھیے کہ جو بات کہی جائے اچھی طرح ذہن میں آجائے۔

مسجد الحرام ایک گول وسیع احاطہ ہے، جس کے کنارے کنارے بکثرت دالان اور آنے جانے کے دروازے ہیں اور بیچ میں مطاف (طواف کرنے کی جگہ)۔

مطاف ایک گول دائرہ ہے جس میں سنگ مرمر بچھا ہے، اس کے بیچ میں کعبہ معظمہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد الحرام اسی قدر تھی۔ اسی کی حد پر باب السلام شرقی قدیم دروازہ واقع ہے۔

رکن مکان کا گوشہ جہاں اُس کی دو دیواریں ملتی ہیں، جسے زاویہ کہتے ہیں۔ اس طرح اح ب اح۔ ح ب دونوں دیواریں مقام ح پر ملی ہیں یہ رکن و زاویہ ہے، کعبہ معظمہ کے چار رکن ہیں۔

رکن اسود جنوب و شرق (مشرق) کے گوشہ میں اسی میں زمین سے اونچا سنگ اسود شریف نصب ہے۔

رکن عراقی شرق و شمال کے گوشہ میں۔ دروازہ کعبہ انھیں دو رکنوں کے بیچ کی شرقی دیوار میں زمین سے بہت بلند ہے۔

ملتزم اسی شرقی دیوار کا وہ ٹکڑا جو رکن اسود سے دروازہ کعبہ تک ہے۔

رکن شامی وتر (شمال) اور پچھم (1) کے گوشہ میں۔

میزاب رحمت سونے کا پر نالہ کہ رکن عراقی و شامی کی بیچ کی شمالی دیوار پر چھت میں نصب ہے۔

حطیم بھی اسی شمالی دیوار کی طرف ہے۔ یہ زمین کعبہ معظمہ کی تھی۔ زمانہ جاہلیت میں جب قریش نے کعبہ از سر نو تعمیر کیا، کمی خرچ کے باعث اتنی زمین کعبہ معظمہ سے باہر چھوڑ دی۔ اس کے گرد اگر ایک قوسی انداز کی چھوٹی سی دیوار کھینچ

دنیا اور دونوں طرف آمد و رفت کا دروازہ ہے اور یہ مسلمانوں کی خوش نصیبی ہے اس میں داخل ہونا کعبہ معظمہ ہی میں داخل ہونا ہے جو بھلا اللہ تعالیٰ بے تکلف نصیب ہوتا ہے۔

رُکنِ یمنی پچھتم اور دُکھن (جنوب) کے گوشہ میں۔

مستجار رُکنِ یمنی و شامی کے بیچ کی غربی دیوار کا وہ ٹکڑا جو ملتزم کے مقابل ہے۔

مستجاب رُکنِ یمنی و رُکنِ اسود کے بیچ میں جو دیوار جنوبی ہے، یہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہنے کے لیے مقرر ہیں اس لیے اس کا نام مستجاب رکھا گیا۔

مقامِ ابراہیم دروازہ کعبہ کے سامنے ایک قبہ میں وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ بنایا تھا، ان کے قدمِ پاک کا اس پر نشان (2) ہو گیا جو اب تک موجود ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے لکھتے پینٹ اللہ کی کھلی نشانیاں فرمایا۔

زَم زَم شریف کا قبہ مقامِ ابراہیم سے جنوب کو مسجد شریف ہی میں واقع ہے اور اس قبہ کے اندر زَم زَم کا کوآں ہے۔

باب الصفا مسجد شریف کے جنوبی دروازوں میں ایک دروازہ ہے جس سے نکل کر سامنے کوہ صفا ہے۔

صفا کعبہ معظمہ سے جنوب کو ہے یہاں زمانہ قدیم میں ایک پہاڑی تھی کہ زمین میں چھپ گئی ہے۔ اب وہاں قبلہ رُخ ایک دالان سے بنا ہے اور چڑھنے کی سیڑھیاں۔

مردہ دوسری پہاڑی صفا سے پورب کو تھی یہاں بھی اب قبلہ رُخ دالان سے ہے اور سیڑھیاں، صفا سے مردہ تک جو فاصلہ ہے اب یہاں بازار ہے۔ صفا سے چلتے ہوئے دہنے ہاتھ کوڈکانیں اور بائیں ہاتھ کو احاطہ مسجد الحرام ہے۔

میلین آنحضرتین اس فاصلہ کے وسط میں جو صفا سے مردہ تک ہے دیوار حرم شریف میں دو ہزار میل نصب ہیں جیسے میل کے شروع میں پتھر لگا ہوتا ہے۔

مسعی وہ فاصلہ کہ ان دونوں میلوں کے بیچ میں ہے۔ یہ سب صورتیں رسالہ میں بار بار دیکھ کر خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ وہاں پہنچ کر پوچھنے کی حاجت نہ ہو۔ ناواقف آدمی اندھے کی طرح کام کرتا ہے اور جو سمجھ گیا وہ اٹھیا رہا ہے، اب اپنے رب عزوجل کا نام پاک لے کر طواف کیجئے۔



(2) ہمارے نبی خلیل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدمِ پاک کے نشان میں بے قدرے، بے ادب لوگ کلام کرتے ہیں یہ معجزہ ابراہیمی ہزاروں برس سے محفوظ ہے اس سے بھی انکار کر دیں۔

طواف کا طریقہ اور دعائیں

(۱) جب حجر اسود کے قریب پہنچے تو یہ دعا پڑھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ صَدَقَ وَعْدُهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. (۱)

(۲) شروع طواف سے پہلے مرد اضطباع کر لے یعنی چادر کو دہنی بغل کے نیچے سے نکالے کہ دہنا مونڈھا کھلا رہے اور دونوں کنارے بائیں مونڈھے پر ڈال دے۔

(۳) اب کعبہ کی طرف مونڈھ کر کے حجر اسود کی دہنی طرف رکن یمانی کی جانب سنگ اسود کے قریب یوں کھڑا ہو کہ تمام ہاتھ اپنے دہنے ہاتھ کو رہے پھر طواف کی نیت کرے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ طَوَافَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ فَيَتِّرْهُ لِي وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي. (۲)

(۴) اس نیت کے بعد کعبہ کو مونڈھ کئے اپنی دہنی جانب چلو، جب سنگ اسود کے مقابل ہو (اور یہ بات ادنیٰ حرکت میں حاصل ہو جائے گی) کانوں تک ہاتھ اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف رہیں اور کہو بِسْمِ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ اور نیت کے وقت ہاتھ نہ اٹھاؤ جیسے بعض مطوف کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔

(۵) میسر ہو سکے تو حجر اسود پر دونوں ہتھیلیاں اور اُن کے بیچ میں مونڈھ رکھ کر یوں بوسہ دو کہ آواز نہ پیدا ہو، تین بار ایسا ہی کر دے یہ نصیب ہو تو کمال سعادت ہے۔ یقیناً تمہارے محبوب و مولے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بوسہ دیا اور رُودے اقدس اس پر رکھا۔ زہے خوش نصیبی کہ تمہارا مونڈھ وہاں تک پہنچے اور ہجوم کے سبب نہ ہو سکے تو نہ اُوروں کو ایذا دو، نہ آپ دبوچلو بلکہ اس کے عوض ہاتھ سے چھو کر اسے چوم لو اور ہاتھ نہ پہنچے تو لکڑی سے چھو کر اسے چوم لو اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ہاتھوں سے اُس کی طرف اشارہ کر کے انھیں بوسہ دے لو، محمد رسول

(۱) اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور تنہا اسی نے کفار کی جہنمتوں کو شکست دی، اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اُسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

(۲) اے اللہ (عزوجل) میں تیرے عزت والے گھر کا طواف کرنا چاہتا ہوں اس کو تو میرے لیے آسان کر اور اس کو مجھ سے قبول کر۔

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مونہ رکھنے کی جگہ پر نگاہیں پڑ رہی ہیں یہی کیا کم ہے اور حجر کو بوسہ دینے یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر چوم لینے یا اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کو استلام کہتے ہیں۔ استلام کے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَظَهِّرْ لِيْ قَلْبِيْ وَاشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ. (3)

حدیث میں ہے، روز قیامت یہ پتھر اٹھایا جائے گا، اس کی آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا، زبان ہوگی جس سے کلام کریگا، جس نے حق کے ساتھ اُسکا بوسہ دیا اور استلام کیا اُس کے لیے گواہی دے گا۔

(۶) اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصَدِّقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِّسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَہٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَفَرْتُ بِالْجَبْتِ وَالظَّالُوْتِ. (4)

کہتے ہوئے دروازہ کعبہ کی طرف بڑھو، جب حجر مبارک کے سامنے سے گزر جاؤ سیدھے ہولہ۔ خانہ کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر لے کر یوں چلو کہ کسی کو ایذا نہ دو۔

(۷) پہلے تین پھیروں میں مرد رمل کرتا چلے یعنی جلد جلد چھوٹے قدم رکھتا، شانے ہلاتا جیسے قوی و بہادر لوگ چلتے ہیں، نہ گودتا نہ دوڑتا، جہاں زیادہ ہجوم ہو جائے اور رمل میں اپنی یا دوسرے کی ایذا ہو تو اتنی دیر رمل ترک کرے مگر رمل کی خاطر رُکے نہیں بلکہ طواف میں مشغول رہے پھر جب موقع مل جائے، تو جتنی دیر تک کے لیے ملے رمل کے ساتھ طواف کرے۔

(۸) طواف میں جس قدر خانہ کعبہ سے نزدیک ہو بہتر ہے مگر نہ اتنا کہ پشتہ دیوار پر جسم لگے یا کپڑا اور نزدیکی میں کثرت ہجوم کے سبب رمل نہ ہو سکے تو دُوری بہتر ہے۔

(۹) جب ملتزم) باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان بیت اللہ کی دیوار کا حصہ ملتزم ہے) کے سامنے آئے یہ دعا پڑھے:

(3) اَللّٰہی اَتُوْا مِیْرَے گناہ بخش دے اور مِیْرے دل کو پاک کر اور مِیْرے سینہ کو کھول دے اور مِیْرے کام کو آسان کر اور مجھے عافیت دے ان لوگوں میں جن کو تو نے عافیت دی۔

(4) اے اللہ (عزوجل)! تجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہوئے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں، جو کیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اللہ (عزوجل) پر میں ایمان لایا اور بت اور شیطان سے میں نے انکار کیا۔

اَللّٰهُمَّ هَذَا الْبَيْتُ بَيْتُكَ وَالْحَرَمُ حَرَمُكَ وَالْاَمْنُ اَمْنُكَ وَهَذَا مَقَامُ الْعَائِدِيكَ مِنَ النَّارِ
فَاَجِرْنِي مِنَ النَّارِ اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِي بِمَا رَزَقْتَنِي وَبَارِكْ لِي فِيْهِ وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ مِنْ يَّخِيْرُ لَا اِلٰهَ
اِلَّا اَنْتَ وَخُذْ لِي شَرِيْكَ لَهٗ لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهٗ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (5)

اور جب رکن عراقی کے سامنے آئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالشِّقَاقِ وَالتَّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمُتَقَلِّبِ
فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ. (6)

اور جب میرزا بہ رحمت کے سامنے آئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِظْلِمْنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ وَلَا بَاقِیَ اِلَّا وَجْهُكَ وَاسْقِنِیْ مِنْ حَوْضِ
نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم شَرْبَةً هَنِیْئَةً لَا اَظْمَأْ بَعْدَهَا اَبَدًا (7)

اور جب رکن شامی کے سامنے آئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ سَجًّا مَّبْرُوْرًا وَسَعِیًّا مَّشْكُوْرًا وَذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَبَحَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ یَا عَالِمَ مَا فِی
الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِیْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی التُّوْرِ. (8)

(۱۰) جب رکن یمانی کے پاس آؤ تو اسے دونوں ہاتھ یاد دہنے سے تبرکاً چھوؤ، نہ صرف بائیں سے اور چاہو تو اُسے بوسہ
بھی دو اور نہ ہو سکے تو یہاں لکڑی سے چھوٹا یا اشارہ کر کے ہاتھ چومنا نہیں اور یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدِّیْنِ وَالْدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔

(5) اے اللہ (عزوجل) ! یہ گھر تیرا گھر ہے اور حرم تیرا حرم ہے اور اِس تیری ہی اِس ہے اور جہنم نے تیری پناہ مانگنے والے کی یہ جگہ ہے تو مجھ کو
جہنم سے پناہ دے۔ اے اللہ (عزوجل) ! جو تو نے مجھ کو دیا مجھے اس پر قانع کر دے اور میرے لیے اس میں برکت دے اور ہر غائب پر
خیر کے ساتھ تو خلیفہ ہو جا۔ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں، جو اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کے لیے ملک ہے، اُسی کے
لیے حمد ہے اور وہ برے پر قادر ہے۔

(6) اے اللہ (عزوجل) ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں شک اور شرک اور اختلاف وفاق سے اور مال و اہل و اولاد میں واپس ہو کر بُری بات دیکھنے
سے۔

(7) الٰہی ! تو مجھ کو اپنے عرش کے سایہ میں رکھ، جس دن تیرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں اور تیری ذات کے سوا کوئی باقی نہیں اور اپنے نبی محمد صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوض سے مجھے خوش گوار پانی پلا کہ اس کے بعد کبھی پیاس نہ لگے۔

(8) اے اللہ (عزوجل) ! تو اس کو جہرور کر اور سعی مشکور کر اور گناہ کو بخش دے اور اُس کو وہ تجارت کر دے جو ہلاک نہ ہو، اے سینوں کی باتیں
جاننے والے مجھ کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکال۔

اور رُکن شامی یا عراقی کو چھونا یا بوسہ دینا کچھ نہیں۔

(۱۱) جب اس سے بڑھو تو یہ مُسْتَجَاب ہے جہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہیں گے وہی دعائے جامع پڑھو، یا رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ یا اپنے اور سب احباب و مسلمین اور اس حقیر ذلیل کی نیت سے صرف درود شریف پڑھے کہ یہ کافی و کافی ہے۔ دعائیں یاد نہ ہوں تو وہ اختیار کرے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے وعدہ سے تمام دعاؤں سے بہتر و افضل ہے یعنی یہاں اور تمام مواقع میں اپنے لیے دعا کے بدلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا کریگا تو اللہ (عزوجل) تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا۔ (۹)

(۱۲) طواف میں دعا یا درود شریف پڑھنے کے لیے رُک نہیں بلکہ چلتے میں پڑھو۔ (۱۰)

(۱۳) دُعا و درود چلا چلا کر نہ پڑھو جیسے مطوف (طواف کروانے والے) پڑھایا کرتے ہیں بلکہ آہستہ پڑھو اس قدر کہ اپنے کان تک آواز آئے۔

(۱۴) اب جو چاروں طرف گھوم کر حجرِ اسود کے پاس پہنچا، یہ ایک پھیرا ہوا اور اس وقت بھی حجرِ اسود کو بوسہ دے یا وہی

(۹) جامع الترمذی، ابواب صفة القيامة، ۲۳۔ باب، الحدیث: ۲۴۶۵، ج ۴، ص ۲۰۷۔

سب سے افضل ترین دُعا

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈائمنٹ بزرگ کاکم العالیہ اپنی کتاب رفیقِ الحرمین میں لکھتے ہیں:

محترم حاجیو! اگر طوافِ دُشّی وغیرہ میں ہر جگہ کسی اور دُعا کے بجائے دُرد شریف ہی پڑھتے رہیں تو یہ سب سے افضل ہے اور اِنْ خَافَ اللّٰهُ غَرْوَ وَجَلَّ دُرد و سلام کی بَرَکت سے بگوسے کام سُور جائیں گے، مکی مَدَنی سُلطان، محبوبِ رُخس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: ایسا کرے گا اللہ غَرْوَ وَجَلَّ تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا۔

(۱۰) طواف میں دُعا کے لئے رُکنا مُنْعَی ہے

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈائمنٹ بزرگ کاکم العالیہ اپنی کتاب رفیقِ الحرمین میں لکھتے ہیں:

محترم حاجیو! ہو سکے تو صرف دُرد و سلام پر ہی قناعت کریں کہ یہ آسان بھی ہے اور افضل بھی۔ تاہم شاکھین دُعا کے لئے دعائیں بھی داخل ترکیب کردی ہیں لیکن یاد رہے کہ دُعا میں پڑھیں یا دُرد و سلام ان سب کو چلتے چلتے پڑھنا ہوگا، دورانِ طواف دُعا میں وغیرہ پڑھنے کے لئے آپ کہیں رُک نہیں سکتے۔

طریقے برتے بلکہ ہر پھیرے کے ختم پر یہ کرے۔ یوہیں سات پھیرے کرے مگر باقی پھیروں میں نیت کرنا نہیں کہ نیت تو شروع میں ہو چکی اور دل صرف اگلے تین پھیروں میں ہے، باقی چار میں آہستہ بغیر شانہ ہلائے معمولی چال چلے۔

(۱۵) جب ساتوں پھیرے پورے ہو جائیں آخر میں پھر حجر اسود کو بوسہ دے یا وہی طریقے ہاتھ یا لکڑی کے برتے اس طواف کو طوافِ قدم کہتے ہیں یعنی حاضری دربار کا مجرا۔ یہ باہر والوں کے لیے مسنون ہے یعنی ان کے لیے جو میقات کے باہر سے آئے ہیں، مگر والوں یا میقات کے اندر کے رہنے والوں کے لیے یہ طواف نہیں ہاں اگر مکہ والے میقات سے باہر گیا تو اسے بھی طوافِ قدم مسنون ہے۔



طواف کے مسائل

مسئلہ ۱: طواف میں نیت فرض ہے، بغیر نیت طواف نہیں مگر یہ شرط نہیں کہ کسی معین طواف کی نیت کرے بلکہ ہر طواف مطلق نیت طواف سے ادا ہو جاتا ہے بلکہ جس طواف کو کسی وقت میں معین کر دیا گیا ہے، اگر اس وقت کسی دوسرے طواف کی نیت سے کیا تو یہ دوسرا نہ ہوگا بلکہ وہ ہوگا جو معین ہے۔ مثلاً عمرہ کا احرام باندھ کر باہر سے آیا اور طواف کیا تو یہ عمرہ کا طواف ہے اگرچہ نیت میں یہ نہ ہو۔ یوہیں حج کا احرام باندھ کر باہر والا آیا اور طواف کیا تو طواف قدم ہے یا قرآن کا احرام باندھ کر آیا اور دو طواف کیے تو پہلا عمرہ کا ہے، دوسرا طواف قدم یا دسویں تاریخ کو طواف کیا تو طواف زیارت ہے، اگرچہ ان سب میں نیت کسی اور کی ہو۔ (1)

مسئلہ ۲: یہ طریقہ طواف کا جو مذکور ہوا اگر کسی نے اس کے خلاف طواف کیا مثلاً بائیں طرف سے شروع کیا کہ جبہ معظمہ طواف کرنے میں سیدھے ہاتھ کو رہا یا کعبہ معظمہ کو مونہ یا پیٹھ کر کے آڑا آڑا طواف کیا یا حجر اسود سے شروع نہ کیا تو جب تک مکہ معظمہ میں ہے اس طواف کا اعادہ کرے اور اگر اعادہ نہ کیا اور وہاں سے چلا آیا تو دم واجب ہے۔ یوہیں حطیم کے اندر سے طواف کرنا ناجائز ہے لہذا اس کا بھی اعادہ کرے۔ چاہے تو یہ کہ پورے ہی طواف کا اعادہ کرے اور اگر صرف حطیم کا سات بار طواف کر لیا کہ رکن عراقی سے رکن شامی تک حطیم کے باہر باہر گیا اور واپس آیا، یوہیں سات بار کر لیا تو بھی کافی ہے اور اس صورت میں افضل یہ ہے کہ حطیم کے باہر باہر واپس آئے اور اندر سے واپس ہو واجب بھی جائز ہے۔ (2)

(۱۴) اب جو چاروں طرف گھوم کر حجر اسود کے پاس پہنچا، یہ ایک پھیرا ہوا اور اس وقت بھی حجر اسود کو بوسہ دے یا دعی

(1) المسک الحفظ فی المسک المتوسط، (انواع الاطوفاء و احکامها)، ص ۱۳۵.

ایک مدنی مشورہ

میرے شیخ طریقت، امیر، بلست، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دانت بڑ کا خیم، انجانیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

اب آپ کے لئے آسانی اسی میں ہے کہ ایک نقلی طواف میں حج کے اضطرار، نزل اور سعی سے فارغ ہوئیں، اس طرح طواف ہذا بارۃ میں آپ کو نزل اور سعی کی ضرورت نہیں رہے گی۔

(2) اندر المختار و در المختار، کتاب الحج، مطلب فی دخول مکہ، ج ۳، ص ۵۷۹.

طریقے برتے بلکہ ہر پھیرے کے ختم پر یہ کرے۔ یوں سات پھیرے کرے مگر باقی پھیروں میں نیت کرنا نہیں کہ نیت تو شروع میں ہو چکی اور مل صرف اگلے تین پھیروں میں ہے، باقی چار میں آہستہ بغیر شانہ ہلائے معمولی چال چلے۔

(۱۵) جب ساتوں پھیرے پورے ہو جائیں آخر میں پھر حجر اسود کو بوسہ دے یا وہی طریقے ہاتھ یا لکڑی کے برتے اس طواف کو طواف قدوم کہتے ہیں یعنی حاضری دربار کا مجرا۔ یہ باہر والوں کے لیے مسنون ہے یعنی ان کے لیے جو میقات کے باہر سے آئے ہیں، مکہ والوں یا میقات کے اندر کے رہنے والوں کے لیے یہ طواف نہیں ہاں اگر مکہ والا میقات سے باہر گیا تو اسے بھی طواف قدوم مسنون ہے۔

مسئلہ ۳: طواف سات پھیروں پر ختم ہو گیا، اب اگر آٹھواں پھیرا جان بوجھ کر قصداً شروع کر دیا تو یہ ایک جدید طواف شروع ہوا، اسے بھی اب سات پھیرے کر کے ختم کرے۔ یوں اگر محض وہم و وسوسہ کی بنا پر آٹھواں پھیرا شروع کیا کہ شاید ابھی چھ ہی ہوئے ہوں جب بھی اسے سات پھیرے کر کے ختم کرے۔ ہاں اگر اس آٹھویں کو ساتواں گمان کیا بعد میں معلوم ہوا کہ سات ہو چکے ہیں تو اسی پر ختم کر دے سات پورے کرنے کی ضرورت نہیں۔ (3)

مسئلہ ۴: طواف کے پھیروں میں شک واقع ہوا کہ کتنے ہوئے تو اگر طواف فرض یا واجب ہے تو اب سے سات پھیرے کرے اور اگر کسی ایک عادل شخص نے بتا دیا کہ اتنے پھیرے ہوئے تو اُس کے قول پر عمل کر لینا بہتر ہے اور دو عادل نے بتایا تو ان کے کہے پر ضرور عمل کرے اور اگر طواف فرض یا واجب نہیں ہے تو غالب گمان پر عمل کرے۔ (4)

مسئلہ ۵: طواف کعبہ معظمہ مسجد الحرام شریف کے اندر ہوگا اگر مسجد کے باہر سے طواف کیا نہ ہوا۔ (5)

مسئلہ ۶: جو ایسا بیمار ہے کہ خود طواف نہیں کر سکتا اور سو رہا ہے اُس کے ہمراہیوں نے طواف کرایا، اگر سونے سے پہلے حکم دیا تھا تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔ (6)

مسئلہ ۷: مریض نے اپنے ساتھیوں سے کہا، مزدور لا کر مجھے طواف کرا دو پھر سو گیا، اگر فوراً مزدور لا کر طواف کرا دیا تو ہو گیا اور اگر دوسرے کام میں لگ گئے، دیر میں مزدور لائے اور سوتے میں طواف کرایا تو نہ ہوا مگر مزدوری بہر حال لازم ہے۔ (7)

(3) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی طواف القدوم، ج ۳، ص ۵۸۱۔

(4) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی طواف القدوم، ج ۳، ص ۵۸۲۔

(5) الدر المختار، کتاب الحج، مطلب فی طواف القدوم، ج ۳، ص ۵۸۲۔

(6) اعتقادی الھدیہ یہ کتاب الناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، فصل فی التفرقات، ج ۱، ص ۲۳۶۔

(7) ارفع السابق۔

مسئلہ ۸: مریض کو طواف کرایا اور اپنے طواف کی بھی نیت ہے تو دونوں کے طواف ہو گئے اگرچہ دونوں کے دو قسم کے طواف ہوں۔ (8)

مسئلہ ۹: طواف کرتے کرتے نماز جنازہ یا نماز فرض یا نیا وضو کرنے کے لیے چلا گیا تو واپس آ کر اُسی پہلے طواف پر ہٹا کرے یعنی جتنے پھیرے رہ گئے ہوں انھیں کر لے طواف پورا ہو جائے گا، سرے سے شروع کرنے کی ضرورت نہیں اور سرے سے کیا جب بھی حرج نہیں اور اس صورت میں اس پہلے کو پورا کرنا ضرور نہیں اور ہٹا کر صورت میں جہاں سے چھوڑا تھا، وہیں سے شروع کرے حجر اسود سے شروع کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب اس وقت ہے جب کہ پہلے چار پھیرے سے کم کیے تھے اور اگر چار پھیرے یا زیادہ کیے تھے تو ہٹا ہی کرے۔ (9)

مسئلہ ۱۰: طواف کر رہا تھا کہ جماعت قائم ہوئی اور جانتا ہے کہ پھیرا پورا کریگا تو رکعت جاتی رہے گی، یا جنازہ آ گیا ہے انتظار نہ ہوگا تو وہیں سے چھوڑ کر نماز میں شریک ہو جائے اور بلا ضرورت چھوڑ کر چلا جانا مکروہ ہے مگر طواف باطل نہ ہوگا یعنی آ کر پورا کر لے۔ (10)

مسئلہ ۱۱: معذور طواف کر رہا ہے چار پھیروں کے بعد وقت نماز جاتا رہا تو اب اسے حکم ہے کہ وضو کر کے طواف کرے کیونکہ وقت نماز خارج ہونے سے معذور کا وضو جاتا رہتا ہے اور بغیر وضو طواف حرام اب وضو کرنے کے بعد جو باقی ہے پورا کرے اور چار پھیروں سے پہلے وقت ختم ہو گیا جب بھی وضو کر کے باقی کو پورا کرے اور اس صورت میں افضل یہ ہے کہ سرے سے کرے۔ (11)

(8) المرجع السابق۔

(9) اندر المختار و رد المختار، کتاب الحج، مطلب فی طواف القدوم، ج ۳، ص ۵۸۲۔

(10) رد المختار، کتاب الحج، مطلب فی طواف القدوم، ج ۳، ص ۵۸۲۔

(11) معذور کا بیان

جس شخص کو کوئی ایسی بیماری ہو جیسے پیشاب کے قطرے ٹپکنے یا دست آنے۔ یا استحاضہ کا خون آنے کے امراض کہ ایک نماز کا پورا وقت گزر گیا۔ اور وہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کر سکا۔ تو ایسے شخص کو شریعت میں معذور کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے شریعت کا یہ حکم ہے کہ جب کسی نماز کا وقت آ جائے تو معذور لوگ وضو کریں اور اسی وضو سے جتنی نمازیں چاہیں پڑھتے رہیں۔ اس درمیان میں اگرچہ بار بار قطرہ وغیرہ آتا ہے۔ مگر ان لوگوں کا وضو اس وقت تک نہیں ٹوٹے گا جب تک کہ اس نماز کا وقت باقی رہے۔ اور جیسے ہی نماز کا وقت ختم ہو گیا ان لوگوں کا وضو ٹوٹ جائے گا اور دوسری نماز کے لئے پھر دوسرا وضو کرنا پڑے گا۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس، وما یصل بذلک احکام المعذور، ج ۱، ص ۳۰-۳۱)

مسئلہ ۱۲: رَمَل صرف تین پہلے پھیروں میں سنت ہے ساتوں میں کرنا مکروہ لہذا اگر پہلے میں نہ کیا تو صرف دوسرے اور تیسرے میں کرے اور پہلے تین میں نہ کیا تو باقی چار میں نہ کرے، اگر بھیڑ کی وجہ سے رَمَل کا موقع نہ ملے تو رَمَل کی خاطر نہ رکے، بلا رَمَل طواف کر لے اور جہاں جہاں موقع ہاتھ آئے اتنی دور رمل کر لے اور اگر ابھی شروع نہیں کیا ہے اور جانتا ہے کہ بھیڑ کی وجہ سے رَمَل نہ کر سکے گا اور یہ بھی معلوم ہے کہ ٹھہرنے سے موقع مل جائے گا تو انتظار کرے۔ (12)

مسئلہ ۱۳: رَمَل اس طواف میں سنت ہے جس کے بعد سعی ہو، لہذا اگر طوافِ قدوم کے بعد کسی سعی طوافِ زیارت تک مؤخر کرے تو طوافِ قدوم میں رَمَل نہیں۔ (13)

مسئلہ ۱۴: طواف کے ساتوں پھیروں میں اضطباع سنت ہے اور طواف کے بعد اضطباع نہ کرے، یہاں تک کہ طواف کے بعد کی نماز میں اگر اضطباع کیا تو مکروہ ہے اور اضطباع صرف اسی طواف میں ہے جس کے بعد سعی ہو اور اگر طواف کے بعد سعی نہ ہو تو اضطباع بھی نہیں۔ (14)

میں نے بعض مطوف کو دیکھا کہ حجاج کو وقتِ احرام سے ہدایت کرتے ہیں کہ اضطباع کیے رہیں، یہاں تک کہ نماز احرام میں اضطباع کیے ہوئے تھے حالانکہ نماز میں مونڈھا کھلا رہنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۱۵: طواف کی حالت میں خصوصیت کے ساتھ ایسی باتوں سے پرہیز رکھے جنہیں شرع مطہر پسند نہیں کرتی۔ امرد اور عورتوں کی طرف بُری نگاہ نہ کرے، کسی میں اگر کچھ عیب ہو یا وہ خراب حالت میں ہو تو نظرِ حقارت سے اُسے نہ دیکھے بلکہ اُسے بھی نظرِ حقارت سے نہ دیکھے، جو اپنی نادانی کے سبب ارکانِ ٹھیک ادا نہیں کرتا بلکہ ایسے کو نہایت نرمی کے ساتھ سمجھا دے۔ (15)

(12) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی طواف القدوم، ج ۳، ص ۵۸۳۔

(13) الفتاویٰ المحمدیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیت اداء الحج، ج ۱، ص ۲۲۶۔

(14) المسک المسقط، (فصل فی مدۃ الشروع فی الطواف)، ص ۹۔

(15) کسی کو حقارت سے مت دیکھو

حضرت سیدنا امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: بخیر یہ سے مراد یہ ہے کہ جس کی ہنسی اڑائی جائے، اُس کی طرف حقارت سے دیکھنا۔ اس حکم خداوندی عز و جل کا مقصد یہ ہے کہ کسی کو حقیر نہ سمجھو، ہو سکتا ہے وہ اللہ عز و جل کے نزدیک تم سے بہتر، افضل اور زیادہ مقرب ہو۔ چنانچہ سرکارِ ابد قرآن، شافعِ روزِ شمار، پادشاہِ پروردگارِ دو عالم کے مالک و مختار عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خوشبودار ہے: کہنے ہی پریشان حال، پراگندہ بالوں اور پٹھے پرانے کپڑوں والے ایسے ہیں کہ جن کی کوئی پرواہ نہیں کرتا لیکن اگر وہ اللہ عز و جل پر کسی بات کی قسم کھالیں تو وہ ضرور اسے پورا فرما دے۔ (سنن ترمذی ج ۵ ص ۲۵۹ حدیث ۳۸۸۰)



ابلیس لعین نے حضرت سیدنا آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیر جانا تو اللہ عز و جل نے اسے ہمیشہ کیلئے خسارے (یعنی نقصان) میں مبتلا کر دیا اور حضرت سیدنا آدم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کی عزت کے ساتھ کلمیاب ہو گئے، ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ یہاں اس معنی کا بھی احتمال (امکان) ہے کہ کسی دوسرے کو حقیر نہ جان کیونکہ ممکن ہے کہ وہ عزیز (یعنی عزت وال) ہو جائے اور تودلیل ہو جائے پھر وہ تجھ سے انتقام لے۔

لَا تُهِنِ الْفَقِيرَ عِلَّكَ أَنْ تَوَكَّعَ يَوْمًا وَالذَّهْرُ قَدْ رَفَعَهُ

یعنی: فقیر (یعنی غریب آدمی) کی توہین نہ کر شاید تو کسی دن فقیر (یعنی غریب) ہو جائے اور زمانے کا مالک عز و جل اسے امیر کر دے۔

(الذوالحجۃ عن ائیراف الکبیر ج ۲ ص ۱۱)

نماز طواف

(۱۶) طواف کے بعد مقام ابراہیم میں آکر آیہ کریمہ (وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّی) (۱) پڑھ کر دو رکعت طواف پڑھے اور یہ نماز واجب ہے پہلی میں قُلْ یا دوسری میں قُلْ هُوَ اللہ پڑھے بشرطیکہ وقت کراہت مثلاً طلوع صبح سے بلندی آفتاب تک یا دوپہر یا نماز عصر کے بعد غروب تک نہ ہو، ورنہ وقت کراہت نکل جانے پر پڑھے۔ حدیث میں ہے: جو مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھے، اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے اور قیامت کے دن امن والوں میں محشور ہوگا۔ یہ رکعتیں پڑھ کر دعا مانگے۔ یہاں حدیث میں ایک دعا ارشاد ہوئی، جس کے فائدوں کی عظمت اس کا لکھنا ہی چاہتی ہے۔

اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّي وَعَلَانِيَتِي فَأَقْبَلْ مَعْذِرَتِي وَتَعْلَمُ حَاجَتِي فَأَعْطِنِي سُؤْلِي وَتَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي فَأَغْفِرْ لِي ذُنُوبِي اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيمَانًا يُبَاسِرُ قَلْبِي وَيَقِينًا صَادِقًا حَتَّى أَعْلَمَ أَنَّهُ لَا يُصِيبُنِي إِلَّا مَا كَتَبْتَ لِي وَرِضًى مِنَ الْمَعِيشَةِ بِمَا قَسَمْتَ لِي يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ. (2)

حدیث میں ہے: اللہ عزوجل فرماتا ہے: جو یہ دعا کریگا میں اس کی خطا بخش دوں گا، غم دور کروں گا، محتاجی اُس سے نکال لوں گا، ہر تاجر سے بڑھ کر اس کی تجارت رکھوں گا، دنیا ناچار و مجبور اُس کے پاس آئے گی اگرچہ وہ اُسے نہ چاہے۔ (3) اس مقام پر بعض اور دعائیں مذکور ہیں مثلاً اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا بَلَدُكَ الْحَرَامُ وَمَسْجِدُكَ الْحَرَامُ وَبَيْتُكَ الْحَرَامُ وَأَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَأَمَتُكَ أَتَيْتُكَ بِذُنُوبٍ كَثِيرَةٍ وَخَطَايَا جَمَّةٍ وَأَعْمَالٍ سَيِّئَةٍ وَهَذَا مَقَامُ الْعَائِدِينَ مِنَ النَّارِ اللَّهُمَّ عَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ

(1) پ ۱، البقرہ: ۲۵۰۔ ترجمہ: اور مقام ابراہیم سے نماز کی جگہ بناؤ۔

(2) اے اللہ (عزوجل) تو میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے، تو میری معذرت کو قبول کر اور تو میری حاجت کو جانتا ہے، میرا سوال مجھ کو عطا کر اور جو کچھ میرے نفس میں ہے تو اسے جانتا ہے تو میرے گناہوں کو بخش دے۔ اے اللہ (عزوجل) میں تجھ سے اُس ایمان کا سوال کرتا ہوں جو میرے قلب میں سرایت کر جائے اور یقین صادق مانگتا ہوں تاکہ میں جان لوں کہ مجھے وہی پہنچے گا جو تو نے میرے لیے لکھا ہے اور جو کچھ تو نے میری قسمت میں کیا ہے اُس پر راضی رہوں، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان!۔

(3) المسک الحفظ، ص ۱۳۸، تاریخ و مشقلا بن عسا کر، ج ۷، ص ۲۳۱، الفتاوی الرضویہ، ج ۱۰، ص ۷۴۱۔

الرَّحِيمُ. (4)

مسئلہ ۱۶: اگر بھیڑ کی وجہ سے مقام ابراہیم میں نماز نہ پڑھ سکے تو مسجد شریف میں کسی اور جگہ پڑھ لے اور مسجد الحرام کے علاوہ کہیں اور پڑھی جب بھی ہو جائے گی۔ (5)

مسئلہ ۱۷: مقام ابراہیم کے بعد اس نماز کے لیے سب سے افضل کعبہ معظمہ کے اندر پڑھنا ہے پھر حطیم میں میزابِ رحمت کے نیچے اس کے بعد حطیم میں کسی اور جگہ پھر کعبہ معظمہ سے قریب تر جگہ میں پھر مسجد الحرام میں کسی جگہ پھر حرم مکہ کے اندر جہاں بھی ہو۔ (6)

مسئلہ ۱۸: سنت یہ ہے کہ وقتِ کراہت نہ ہو تو طواف کے بعد فوراً نماز پڑھے، بیچ میں فاصلہ نہ ہو اور اگر نہ پڑھی تو عمر بھر میں جب پڑھے گا، ادا ہی ہے قضا نہیں مگر بڑا کیا کہ سنت فوت ہوئی۔ (7)

مسئلہ ۱۹: فرض نماز ان رکعتوں کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ (8)



(4) اے اللہ (عزوجل)! یہ تیرا عزت والا شہر ہے اور تیری عزت والی مسجد ہے اور تیرا عزت والا گھر ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندہ اور تیری باندی کا بیٹا ہوں بہت سے گناہوں اور بڑی خطاؤں اور بُرے اعمال کے ساتھ تیرے حضور حاضر ہوا ہوں اور جہنم سے تیری پناہ مانگنے والے کی یہ جگہ ہے۔ اے اللہ (عزوجل)! تو ہمیں عافیت دے اور ہم سے معاف کر اور ہم کو بخش دے، بیشک تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

(5) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس، فی کیفیت اداء الحج، ج ۱، ص ۲۲۶۔

(6) لباب المناسک للھندی، ص ۱۵۶۔

(7) اسلک التخصیص، (فصل فی رکعتی الطواف)، ص ۱۵۵۔

(8) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیت اداء الحج، ج ۱، ص ۲۲۶۔

ملتزم سے لیٹنا

(۱۷) نماز و دعا سے فارغ ہو کر ملتزم کے پاس جائے اور قریب حجر اُس سے لیٹے اور اپنا سینہ اور پیٹ اور کبھی داہنا رخسارہ اور کبھی بایاں اور کبھی رخسار اس پر رکھے اور دونوں ہاتھ سر سے اونچے کر کے دیوار پر پھیلائے یا داہنا ہاتھ دروازہ کعبہ اور بایاں حجر اسود کی طرف پھیلائے، یہاں کی دعا یہ ہے:

يَا وَاجِدُ يَا مَا جَدُّ لَا تُؤَلِّ عَنِّي نِعْمَةً اَنْعَمْتَهَا عَلَيَّ. (1)

حدیث میں فرمایا: جب میں چاہتا ہوں جبریل کو دیکھتا ہوں کہ ملتزم (باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان بیت اللہ کی دیوار کا حصہ ملتزم ہے) سے لیٹے ہوئے یہ دعا کر رہے ہیں۔ (2) نہایت خضوع و خشوع و عاجزی و انکسار کے ساتھ دعا کرے اور درود شریف بھی پڑھے اور اس مقام کی ایک دعا یہ بھی ہے:

اَللّٰهُمَّ وَقَفْتُ بِبَابِكَ وَالتَّزَمْتُ بِاَعْتَابِكَ اَرْجُو رَحْمَتَكَ وَاَخْلِي عِقَابَكَ اَللّٰهُمَّ حَرِّمُ شَعْرِيْ وَجَسَدِيْ عَلَي النَّارِ اَللّٰهُمَّ كَمَا صُنْتَ وَجْهِيْ عَنِ السُّجُوْدِ لِغَيْرِكَ فَصُنْ وَجْهِيْ عَنِ مَسْأَلَةِ غَيْرِكَ اَللّٰهُمَّ يَا رَبَّ الْبَيْتِ الْعَتِيْ اَعِثْنِيْ رِقَابَنَا وَرِقَابَ اَبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا مِنَ النَّارِ يَا كَرِيْمُ يَا غَفَّارُ يَا عَزِيْزُ يَا جَبَّارُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ الثَّوَابُ الرَّحِيْمُ اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذَا الْبَيْتِ الْعَتِيْ اَعِثْنِيْ رِقَابَنَا مِنَ النَّارِ وَاَعِزَّنَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَاَكْفِنَا كُلَّ سُوءٍ وَقِنْعَنَا بِمَا رَزَقْتَنَا وَبَارِكْ لَنَا قِيَمًا اَعْظَمْتَنَا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ اَكْرَمِ وَفْدِكَ عَلَيْكَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى نِعْمَاتِكَ وَاَفْضَلُ صَلَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ اَنْبِيَائِكَ وَبِحَمْدِكَ وَرُسُلِكَ وَاَصْفِيَائِكَ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَاَوْلِيَائِكَ. (3)

(1) اے قدرت والے! اے بزرگ! تو نے مجھے جنت دی، اس کو مجھ سے زائل نہ کر۔

(2) الفتاویٰ الرضویہ، ج ۱۰، ص ۷۳۲۔

(3) الہی! میں تیرے دروازہ پر کھڑا ہوں اور تیرے آستانہ سے چپٹا ہوں تیری رحمت کا امیدوار اور تیرے عذاب سے ڈرنے والا، اے اللہ (عزوجل)! میرے بال اور جسم کو جہنم پر حرام کر دے، اے اللہ (عزوجل)! جس طرح تو نے میرے چہرہ کو اپنے غیر کے لیے سجدہ کرنے سے محفوظ رکھا اسی طرح اس سے محفوظ رکھ کہ تیرے غیر سے سوال کروں، اے اللہ (عزوجل)! اے اس آزاد گھر کے مالک! تو ہماری گردنوں کو اور ہمارے باپ، دادا اور ہماری ماؤں کی گردنوں کو جہنم سے آزاد کر دے۔

مسئلہ ۲۰: ملتزم کے پاس نماز طواف کے بعد آنا اس طواف میں ہے جس کے بعد سعی ہے اور جس کے بعد سعی نہ ہو اس میں نماز سے پہلے ملتزم سے لپٹے پھر مقام ابراہیم کے پاس جا کر دو رکعت نماز پڑھے۔ (4)



اے کریم! اے بخشنے والے! اے غالب! اے جبار! اے رب! تو ہم سے قبول کر، بیشک تو سننے والا ہے اور ہماری توبہ قبول کر بیشک تو توبہ قبول کرنے والے مہربان ہے۔ اے اللہ (عزوجل)! اے اس آزاد گھر کے مالک! ہماری گردنوں کو جہنم سے آزاد کر اور شیطان مردود سے ہم کو پناہ دے اور ہر بُرائی سے ہماری کفایت کر اور جو کچھ تو نے دیا اُس پر قانع کر اور جو دیا اس میں برکت دے اور اپنے عزت والے وفد میں ہم کو کر دے، الہی! تیرے ہی لیے حمد ہے تیری نعمتوں پر اور افضل دُرود انبیاء کے سردار پر اور تیرے تمام رسولوں اور برگزیدہ لوگوں پر اور اُن کی آل و اصحاب اور تیرے اولیاء پر۔

(4) المسئک المختص، (فصل فی صفة الشروع فی الطواف)، ص ۱۳۸۔

زَم زَم کی حاضری

(۱۸) پھر زَم زَم پر آؤ اور ہو سکے تو خود ایک ڈول کھینچو، ورنہ بھرنے والوں سے لے لو اور کعبہ کو مونہہ کر کے تین سانسوں میں پیٹ بھر کر جتنا پیا جائے کھڑے ہو کر پیو، ہر بار بِسْمِ اللہ سے شروع کرو اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ پر ختم اور ہر بار کعبہ معظمہ کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ لو، باقی بدن پر ڈال لو یا مونہہ اور سر اور بدن پر اس سے مسح کر لو اور پیتے وقت دعا کرو کہ قبول ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: زَم زَم جس مراد سے پیا جائے اُسی کے لیے ہے۔ (۱) اس وقت کی دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَشِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ. (۲)

(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب الناسک، باب الشرب من زَم زَم، الحدیث: ۳۰۶۲، ج ۳، ص ۴۹۰۔

اب زَم زَم پر آئیے!

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈبھٹ بڑگا ٹھم العالیہ اپنی کتاب رِیْقِ الْحَرَمِین میں لکھتے ہیں:

اب زَم زَم پر تشریف لائیے اور قبلہ رو کھڑے کھڑے بِسْمِ اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر تین سانس میں خوب پیٹ بھر کر پیئیں، پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّ وَجَلَّ کہیں ہر بار کعبہ مشرق کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ لیں، کچھ پانی جسم پر بھی ڈالیں، منہ سر اور جسم پر اس سے مسح بھی کریں مگر یہ احتیاط رکھیں کہ کوئی قطرہ زمین پر نہ گرے۔

سرکارِ مدینہ، راجبِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے: زَم زَم جس مقصد کے لئے پیا جائے گا وہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔

یہ زَم زَم اُس لئے ہے جس لئے اس کو پئے کوئی

ای زَم زَم میں جنت ہے، اسی زَم زَم میں کوثر ہے

(ذوقِ نعت)

آبِ زَم زَم پی کر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَشِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ

ترجمہ: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! میں تجھ سے علم نافع اور رزق فراخ اور ہر بیماری سے صحت یابی کی التجا کرتا ہوں۔

(۲) اے اللہ (عز و جل)! میں تجھ سے علم نافع اور کشادہ رزق اور عمل مقبول اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔

یا وہی دعائے جامع پڑھو اور حاضری مکہ معظمہ تک تو بارہا پینا نصیب ہوگا، کبھی قیامت کی پیاس سے بچنے کو ہو، کبھی عذاب قبر سے محفوظی کو، کبھی محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑھنے کو، کبھی وسعت رزق، کبھی شفاۓ امراض، کبھی حصول علم وغیرہا خاص خاص مرادوں کے لیے ہو۔

(۱۹) وہاں جب پیو پیٹ بھر کر پیو۔ حدیث میں ہے: ہم میں اور منافقوں میں یہ فرق ہے کہ وہ زمزم کو کھ بھر نہیں

آب زم زم پینے کا ثواب

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیب، منزہ عن الثیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آب زم زم اسی مقصد کے لئے ہے جس کے لئے اسے پیا جائے، اگر تو اسے شفا کی غرض سے پئے گا تو اللہ عزوجل تجھے شفا دے گا اور اگر تو شکم سیری کیلئے پئے گا تو اللہ عزوجل تجھے شکم سیر فرما دے گا اور اگر تو اسے اپنی پیاس بجھانے کے لئے پئے گا تو اللہ عزوجل تیری پیاس بجھا دے گا اور اگر تو اسے پناہ حاصل کرنے کیلئے پئے گا تو اللہ عزوجل تجھے پناہ عطا فرمائے گا۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب آب زم زم پیتے تو یہ دعا مانگتے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَشِفَاۃً مِنْ کُلِّ دَآءٍ ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والا علم وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔

(المسند رک، کتاب المناسک، باب ماء زمزم لما شرب له رقم ۱۷۸۲، ج ۲، ص ۳۲ جغیر لیل)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ محرو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، آب زم زم اسی مقصد کے لئے ہے جس کے لئے اسے پیا جائے۔

۱ (ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الشرب من زمزم، رقم ۳۰۶۲، ج ۳، ص ۴۹۰)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت سیدنا حسن بن عیسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کو زم زم کے کنویں پر آتے دیکھا۔ آپ نے ایک ڈول پانی پیا اور قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی، اے اللہ عزوجل! مجھے عبداللہ بن مؤمل بن ابوزبیر سے انہوں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی ہے کہ شہنشاہ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و غم، صاحبِ مجود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، آب زم زم اسی کے لئے ہے جس کے لئے اسے پیا جائے۔ لہذا میں قیامت کی پیاس سے محفوظ کے لئے اسے پی رہا ہوں۔

(شعب الایمان، باب فی المناسک، فضل الحج، رقم ۴۲۱۸، ج ۳، ص ۴۸۱)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، امین الغریبین، سرانج السالکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، سطح زمین پر سب سے بہتر پانی آب زم زم ہے کہ یہ ایک قسم کا کھانا بھی ہے اور بیماری سے شفا بھی ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فی زمزم، رقم ۵۷۱۲، ج ۳، ص ۶۲۱)

پیتے۔ (3)

(۲۰) چاہ زمزم کے اندر نظر بھی کرو کہ بحکم حدیث واجب نفاق ہے۔ (4)



(3) سنن ابن ماجہ، کتاب المناک، باب الشرب من زمزم، الحدیث: ۳۰۶۱، ج ۳، ص ۳۸۹۔

(4) الفتاویٰ الرضویہ، ج ۱۰، ص ۴۲۲۔

صفا و مروہ کی سعی

(۲۱) اب اگر کوئی عذر تکان وغیرہ کا نہ ہو تو ابھی، ورنہ آرام لے کر صفا و مروہ میں سعی کے لیے پھر حجرِ سود کے پاس آؤ اور اسی طرح تکبیر وغیرہ کہہ کر چومو اور نہ ہو سکے تو اس کی طرف مونہ کر کے اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اور درود پڑھتے ہوئے فوراً باب صفا سے جانب صفا روانہ ہو، دروازہ مسجد سے بایاں پاؤں پہلے نکالو اور دہنا پہلے جوتے میں ڈالو اور یہ ادب ہر مسجد سے آتے ہوئے ہمیشہ ملحوظ رکھو اور وہی دعا پڑھو، جو مسجد سے نکلتے وقت پڑھنے کے لیے مذکور ہو چکی ہے۔

مسئلہ ۲۱: بغیر عذر اس وقت سعی نہ کرنا مکروہ ہے کہ خلاف سنت ہے۔

مسئلہ ۲۲: جب طواف کے بعد سعی کرنی ہو تو واپس آ کر حجرِ اسود کا استلام کر کے سعی کو جائے اور سعی نہ کرنی ہو تو استلام کی ضرورت نہیں۔ (۱)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الناسک، الباب الخامس، فی کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۲۶۔

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈانسٹریکٹنگ انڈیا اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

صفا سے اب ذکر و درود میں مشغول درمیانہ چال چلتے ہوئے جانبِ مروہ چلے (آج کل تو یہاں سنگ مرمر بچھا ہوا ہے اور ایئر کولر بھی لگے ہوئے ہیں۔ ایک سعی وہ بھی تھی جو سپدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کی تھی، ذرا اپنے ذہن میں وہ دل ہلا دینے والا منظر تازہ کیجئے۔ جب یہاں بے آب و گیاہ میدان تھا اور تنھے نے اسماعیل علیہ السلام شدتِ پیاس سے یلک رہے تھے اور حضرت سپدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تلاشِ آب میں بے تاب چلی پلاتی دھوپ میں ان سحکناخ راستوں میں پھر رہی تھیں) بچوں ہی پہلا سبز میل آئے مرد دوڑنا شروع کر دیں۔ (مگر مہذب طریقہ پر نہ کہ بے تحاشہ) اور سوارِ سواری کو تیز کر دیں، ہاں اگر بھیڑ زیادہ ہو تو تھوڑا رُک جائیں جب کہ بھروسہ ہونے کی امید ہو۔ دوڑنے میں یہ یاد رکھئے کہ خود کو یا کسی دوسرے کو ایذا نہ پہنچے کہ یہاں دوڑنا سُخت ہے جب کہ کسی مسلمان کو ایذا دینا حرام، اسلامی بہنیں نہ دوڑیں۔

جب دوسرا سبز میل آئے تو آہستہ ہو جائیں اور جانبِ مروہ بڑھے چلیں۔ اے لہجے! مروہ شریف آگیا، عوامِ الناس دُور اُد پر تک چڑھے ہوئے ہیں۔ آپ اُن کی نقل نہ کریں بلکہ سُخت کو ملحوظ رکھیں۔ آپ معمولی اونچائی پر چڑھیں بلکہ (جہاں سے CHECK MARBLE شروع ہوتے ہیں) اُس کے قریب زمین پر کھڑے ہونے سے بھی مروہ پر چڑھنا ہو گیا، یہاں اگر چہ عمارات بن جانے کے سبب کعبہ شریف نظر نہیں آتا مگر کعبہ مشرفہ کی طرف مَنہ کر کے جفا کی طرف اتنی ہی دیر تک دعا مانگیں۔ اب نیت کرنے کی ضرورت نہیں کہ

مسئلہ ۲۳: سعی کے لیے بائیں صفا سے جانا مستحب ہے اور یہی آسان بھی ہے اور اگر کسی دوسرے دروازہ سے جائے گا جب بھی سعی ادا ہو جائے گی۔

(۲۲) ذکر و درود میں مشغول صفا کی سیزھویں پر اتنا چڑھو کہ کعبہ معظمہ نظر آئے اور یہ بات یہاں پہلی ہی سیزھی پر چڑھنے سے حاصل ہے یعنی اگر مکان اور دیواریں درمیان میں نہ ہوتیں تو کعبہ معظمہ یہاں سے نظر آتا، اس سے اوپر چڑھنے کی حاجت نہیں بلکہ مذہب اہل سنت و جماعت کے خلاف اور بد مذہبوں اور جاہلوں کا فعل ہے کہ بالکل اوپر کی سیزھی تک چڑھ جاتے ہیں اور سیزھی پر چڑھنے سے پہلے یہ پڑھو:

أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللَّهُ بِهِ (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ جَ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوْ عَتَمَرَهُ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرٌ أَفَانَ اللَّهُ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ۝۲)

پھر کعبہ معظمہ کی طرف موڑ کر کے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک دعا کی طرح پھیلے ہوئے اٹھاؤ اور اتنی دیر تک ٹھہرو جتنی دیر میں مفصل کی کوئی سورت یا سورہ بقرہ کی پچیس آیتوں کی تلاوت کی جائے اور تسبیح و تہلیل و تکبیر و درود پڑھو اور اپنے لیے اور اپنے دوستوں اور دیگر مسلمانوں کے لیے دعا کر دو کہ یہاں دعا قبول ہوتی ہے، یہاں بھی دعائے جامع پڑھو اور یہ پڑھو:

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى مَا هَذَا الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى مَا أَوْلَانَا الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى مَا أَلْهَمَنَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَذَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنُتْبِذَ لَوْ لَا أَنْ هَذَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ

وہ تو پہلے ہو چکی یہ ایک پھیرا ہوا۔

اب حسب سابق دعا پڑھتے ہوئے مردہ سے جانب صفا چلے اور حسب معمول میلین اٹھڑین کے ذریعہ مردہ دوڑتے ہوئے اور اسلامی نہیں چلتے ہوئے وہی دعا پڑھیں۔ اب صفا پر پہنچ کر دو پھیرے پورے ہوئے اسی طرح صفا اور مردہ کے ذریعہ چلتے، دوڑتے ساتواں پھیرا مردہ پر ختم ہوگا، آپ کی سعی مکمل ہوئی۔

نماز سعی سنت ہے

اب ہو سکے تو مسجد حرام میں دو رکعت نماز نفل (اگر مردہ وقت نہ ہو) ادا کر لیں کہ مستحب ہے، ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سعی کے بعد مطاف کے کنارے حجر اسود کی سیدھ میں دو نفل ادا فرمائے ہیں۔

انہیں طواف سعی کا نام عمرہ ہے۔ قارن و متتابع کے لئے بھی عمرہ ہو گیا۔

(۲) میں اس سے شروع کرتا ہوں جس کو اللہ (عزوجل) نے پہلے ذکر کیا۔ بے شک صفا و مروہ اللہ (عزوجل) کی نشانیوں سے ہیں جس نے حج یا

عمرہ کیا اس پر ان کے طواف میں گناہ نہیں اور جو شخص نیک کام کرے تو بیشک اللہ (عزوجل) بدلہ دینے والا، جاننے والا ہے۔

الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ صَدَقَ وَعْدُهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَأَعَزَّ جُنْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ.

فَسُبْحَنَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ اللَّهُمَّ كَمَا هَدَيْتَنِي لِلْإِسْلَامِ أَسْأَلُكَ أَنْ لَا تَنْزِعَهُ مِنِّي حَتَّى تَوْفِّيَنِي وَأَنَا مُسْلِمٌ سُبْحَنَ اللَّهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ.

اللَّهُمَّ أَحْيِنِي عَلَى سُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَفَّنِي عَلَى مِلَّتِهِ وَأَعِزَّنِي مِنْ مُضَلَّاتِ الْفِتَنِ اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ يُحِبُّكَ وَيُحِبُّ رَسُولَكَ وَأَنْبِيََاءَكَ وَمَلَائِكَتَكَ وَعِبَادَكَ الصَّالِحِينَ اللَّهُمَّ يَسِّرْ لِي الْيُسْرَى وَجَنِّبْنِي الْعُسْرَى اللَّهُمَّ أَحْيِنِي عَلَى سُنَّةِ رَسُولِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَفَّنِي مُسْلِمًا ۖ الْحَقِّقْ بِي الصَّالِحِينَ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ وَاعْفِرْ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتُكَرُّ بِإِيمَانِنَا كَامِلًا وَقَلْبِنَا خَاشِعًا وَنَسْتُكَرُّ بِعِلْمِنَا تَافِعًا وَيَقِينِنَا صَادِقًا وَدِينِنَا قَسِيمًا وَنَسْتُكَرُّ بِالْعَفْوِ وَالْعَافِيَةِ مِنْ كُلِّ بَلِيَّةٍ وَنَسْتُكَرُّ بِتَمَامِ الْعَافِيَةِ وَنَسْتُكَرُّ بِدَوَامِ الْعَافِيَةِ وَنَسْتُكَرُّ بِالشُّكْرِ عَلَى الْعَافِيَةِ وَنَسْتُكَرُّ بِالْغَى عَنِ النَّاسِ اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ عَدَدَ خَلْقِكَ وَرِضَا نَفْسِكَ وَزِينَةَ عَرْشِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ كُلَّمَا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُونَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ الْغَافِلُونَ. (3)

(3) حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے کہ اس نے ہم کو ہدایت کی، حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے کہ اس نے ہم کو دیا، حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے کہ اس نے ہم کو الہم کیا، حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے جس نے ہم کو اس کی ہدایت کی اور اگر اللہ (عزوجل) ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں، جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ خود زندہ ہے مرتا نہیں، اُسی کے ہاتھ میں خیر ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں جو اکیلے ہے، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا اپنے بندہ کی مدد کی اور اپنے لشکر کو غالب کیا اور کافروں کی جماعتوں کو تباہ اس نے شکست دی۔ اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اگرچہ کافر بن جائیں۔

اللہ (عزوجل) کی پاکی ہے شام و صبح اور اسی کے لیے حمد ہے آسمانوں اور زمین میں اور تیسرے پہر کو اور ظہر کے وقت، وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے، الہی! تو نے جس طرح مجھے اسلام کی طرف ہدایت کی، تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اسے مجھ سے جدا نہ کرنا یہاں تک کہ مجھے اسلام پر موت دے، اللہ (عزوجل) کے لیے ہے

دعا میں ہتھیلیاں آسمان کی طرف ہوں، نہ اس طرح جیسا بعض جاہل ہتھیلیاں کعبہ معظمہ کی طرف کرتے ہیں اور اکثر مطوف ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہیں پھر چھوڑ دیتے ہیں، یوں تین بار کرتے ہیں یہ بھی غلط طریقہ ہے بلکہ ایک بار دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور جب تک دعا مانگے اٹھائے رہے، جب ختم ہو جائے ہاتھ چھوڑ دے پھر سعی کی نیت کرے، اس کی نیت یوں ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَيَسِّرْ لِي وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي.

(۲۳) پھر صفا سے اتر کر مروہ کو چلے ذکر و درود برابر جاری رکھے، جب پہلا میل آئے (اور یہ صفا سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے کہ بائیں ہاتھ کو سبز رنگ کا میل مسجد شریف کی دیوار سے متصل ہے) یہاں سے مرد درودنا شروع کریں (مگر نہ حد سے زائد، نہ کسی کو ایذا دیتے) یہاں تک کہ دوسرے سبز میل سے نکل جائیں۔ یہاں کی دعا یہ ہے:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ وَتَعْلَمَ مَا لَا نَعْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُورًا وَسَعْيًا مَشْكُورًا وَذَنْبًا مَغْفُورًا اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَا مُجِيبَ الدَّعَوَاتِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَثُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ رَبَّنَا إِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (4)

پاک ہے اور اللہ (عزوجل) کے لیے حمد ہے اور اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ (عزوجل) بہت بڑا ہے، اور گناہ سے پھرنا اور نیکی کی طاقت نہیں مگر اللہ (عزوجل) کی مدد سے جو برتر و بزرگ ہے۔ الہی! تو مجھ کو اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر زندہ رکھ اور ان کی ملت پر وفات دے اور قند کی گراہیوں سے بچا، الہی! تو مجھ کو ان لوگوں میں کر جو تجھ سے محبت رکھتے ہیں اور تیرے رسول و انبیاء و ملائکہ اور نیک بندوں سے محبت رکھتے ہیں۔ الہی! میرے لیے آسانی میسر کر اور مجھے سختی سے بچا، الہی! اپنے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر مجھ کو زندہ رکھ اور مسلمان مار اور نیکوں کے ساتھ ملا اور جنت النعیم کا وارث کر اور قیامت کے دن میری خطا بخش دے۔ الہی! تجھ سے ایمان کامل اور قلب خاشع کا ہم سوال کرتے ہیں اور ہم تجھ سے علم نافع اور عقین صادق اور دین مستقیم کا سوال کرتے ہیں اور ہر بلا سے عفود عافیت کا سوال کرتے ہیں اور پوری عافیت اور عافیت کی بیشکلی اور عافیت پر شکر کا سوال کرتے ہیں، اور آدمیوں سے بے نیازی کا سوال کرتے ہیں۔ الہی! تو درود و سلام و برکت نازل کر ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب پر بقدر بشارت تیری مخلوق اور تیری رضا اور ہموزی تیرے عرش کے اور بقدر درازی تیرے کلمات کے جب تک ذکر کرنے والے تیرا ذکر کرتے رہیں اور جب تک غافل تیرے ذکر سے غافل رہیں۔

(4) اے پروردگار! بخش اور رحم کر اور درگزر کر اس سے جسے تو جانتا ہے اور تو اسے جانتا ہے جسے ہم نہیں جانتے، بیشک تو عزت و کرم والا ہے۔ اے اللہ (عزوجل)! تو اسے حج میرور کر اور سعی مشکور کر اور گناہ بخش، اے اللہ (عزوجل)! مجھ کو اور میرے والدین اور جمیع مومنین و مومنات کو بخش دے۔ اے دعاؤں کے قبول کرنے والے! اے رب! تو ہم سے قبول کر، بیشک تو بخشنے والا، جاننے والا ہے اور ہماری توبہ قبول کر، ہے

(۲۴) دوسرے میل سے نکل کر آہستہ ہو لو اور یہ دعا بار بار پڑھتے ہوئے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ مردہ تک پہنچو یہاں پہلی سیزمی پر چڑھتے بلکہ اس کے قریب زمین پر کھڑے ہونے سے مردہ پر چڑھنا ہو گیا لہذا بالکل دیوار سے متصل نہ ہو جائے کہ یہ جاہلوں کا طریقہ ہے یہاں بھی اگرچہ عمارتیں بن جانے سے کعبہ نظر نہیں آتا مگر کعبہ کی طرف مونہ کر کے جیسا صفا پر کیا تھا تسبیح و تکبیر و حمد و ثنا و درود دعا یہاں بھی کر دے یہ ایک پھیرا ہوا۔

(۲۵) پھر یہاں سے صفا کو ذکر و درود اور دعائیں پڑھتے ہوئے جاؤ، جب سبز نیل کے پاس پہنچو اسی طرح دوڑ دوڑ کر دونوں میلوں سے گزر کر آہستہ ہو لو پھر آؤ پھر جاؤ یہاں تک کہ ساتواں پھیرا مردہ پر ختم ہو اور ہر پھیرے میں اسی طرح کرو اس کا نام سعی ہے۔ دونوں میلوں کے درمیان اگر دوڑ کر نہ چلا یا صفا سے مردہ تک دوڑ کر گیا تو برا کیا کہ سنت ترک ہوئی، مگر دم یا صدقہ واجب نہیں اور سعی میں اضطباع نہیں۔ اگر ہجوم کی وجہ سے میلین کے درمیان دوڑنے سے عاجز ہے تو کچھ ٹھہر جائے کہ بھیڑ کم ہو جائے اور دوڑنے کا موقع مل جائے اور اگر کچھ ٹھہرنے سے ہجوم کم نہ ہوگا تو دوڑنے والوں کی طرح چلے اور اگر کسی عذر کی وجہ سے جانور پر سوار ہو کر سعی کرتا ہے تو اس درمیان میں جانور کو تیز چلائے مگر اس کا خیال رہے کہ کسی کو ایذا نہ ہو کہ یہ حرام ہے۔

مسئلہ ۲۴: اگر مردہ سے سعی شروع کی تو پہلا پھیرا کہ مردہ سے صفا کو ہوا شمار نہ کیا جائے گا، اب کہ صفا سے مردہ کو جائے گا یہ پہلا پھیرا ہوا۔ (5)

مسئلہ ۲۵: جو شخص احرام سے پہلے بیہوش ہو گیا ہے اور اس کے ساتھیوں نے اس کی طرف سے احرام باندھا ہے تو اس کی طرف سے اس کے ساتھی نیابتہ سعی کر سکتے ہیں۔ (6)

مسئلہ ۲۶: سعی کے لیے شرط یہ ہے کہ پورے طواف یا طواف کے اکثر حصہ کے بعد ہو، لہذا اگر طواف سے پہلے یا طواف کے تین پھیرے کے بعد سعی کی تو نہ ہوئی اور سعی کے قبل احرام ہونا بھی شرط ہے، خواہ حج کا احرام ہو یا عمرہ کا، احرام سے قبل سعی نہیں ہو سکتی اور حج کی سعی اگر وقوف عرفہ کے قبل کرے تو وقت سعی میں بھی احرام ہونا شرط ہے اور وقوف عرفہ کے بعد ہو تو سنت یہ ہے کہ احرام کھول چکا ہو اور عمرہ کی سعی میں اجہام واجب ہے یعنی اگر طواف کے بعد سر مونڈ لیا پھر سعی کی تو سعی ہو گئی مگر چونکہ واجب ترک ہوا لہذا اقام واجب ہے۔ (7)

بیٹک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اے رب! تو ہم کو دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور ہم کو عذاب جہنم سے بچ۔

(5) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیتہ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۲۷۔

(6) المسئلۃ المسقط، (باب سعی بین صفا والمروة، فصل فی شرائط صحۃ سعی)، ص ۱۷۴۔

(7) کتاب المناسک، ص ۱۷۴۔

- مسئلہ ۲۷: سعی کے لیے طہارت شرط نہیں، حیض والی عورت اور حب بھی سعی کر سکتا ہے۔ (8)
- مسئلہ ۲۸: سعی میں پیدل چلنا واجب ہے جب کہ عذر نہ ہو، لہذا اگر سواری یا ڈولی وغیرہ پر سعی کی یا پاؤں سے نہ چلا بلکہ گھسٹا ہوا گیا تو حالت عذر میں معاف ہے اور بغیر عذر ایسا کیا تو دم واجب ہے۔ (9)
- مسئلہ ۲۹: سعی میں ستر عورت سنت ہے یعنی اگرچہ ستر کا چھپانا فرض ہے مگر اس حالت میں فرض کے علاوہ سنت بھی ہے کہ اگر ستر کھلا رہا تو اس کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں مگر ایک گناہ فرض کے ترک کا ہوا، دوسرا ترک سنت کا۔ (10)

(8) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۲۷۔

(9) الباب المناسک، (باب سعی بین صفا والمردۃ، فصل فی واجبات)، ص ۱۷۸۔

(10) المسک المکھض، (باب سعی بین صفا والمردۃ، فصل فی سنن)، ص ۱۷۹۔

سعی کے بارے میں سوال و جواب ۔

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سوال: حج یا عمرہ کی سعی مطلقاً نہ کی اور وطن چلا گیا، اب کیا کرے؟

جواب: حج ہو یا عمرہ سعی واجب ہے، تو جس نے بالکل سعی نہ کی یا چار یا چار سے زیادہ پھیرے ترک کر دیئے تو دم واجب ہے، چار سے کم پھیرے اگر ترک کئے تو ہر پھیرے کے بدلے میں صدقہ دے۔

سوال: شوقیہ طور پر گاڑی پر سعی کرنا کیسا ہے؟

جواب: سعی پیدل کرنا ضروری ہے، ہاں عذر عواری پر کی تو دم لازم آئے گا۔

سوال: سعی کے چار پھیرے کر لئے اور عمرہ کا احرام کھول دیا یعنی خلق وغیرہ کروالیا اب کیا کرے؟

جواب: تین صدقے دے، ہاں! اگر بعد خلق وغیرہ کے بھی ادا کر لئے تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ یاد رہے کہ سعی کے لئے زمانہ حج یا احرام شرط نہیں اگر ادا نہ کی ہو تو عمر بھر میں جب بھی سعی بجالائے واجب ادا ہو جائے گا۔

سوال: اگر حج یا عمرہ کی سعی طواف سے پہلے کر لی تو کیا کرنا چاہئے؟

جواب: سعی کا طواف کے بعد ہونا ضروری ہے اگر پہلے کریں گے تو دم واجب ہوگا، ہاں! اگر طواف کے بعد دوبارہ سعی کر لی تو کفارہ ساقط ہو گیا۔

سوال: بے وضو سعی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: کر سکتے ہیں مگر با وضو مستحب ہے۔



سوال: حائضہ نے اگر سنی کی تو کوئی مگنازہ؟

جواب: مرد یا عورت اگر ناپاکی کی حالت میں بھی سنی کریں تو سنی دُرست ہے۔

سوال: جس طرح نقلی طواف کیا جاتا ہے کیا اسی طرح نقلی سنی بھی کی جاسکتی ہے؟

جواب: سنی کا تعلق صرف حج و عمرہ سے ہے نقلی سنی منقول نہیں۔

سوال: اگر حج کا احرام باندھنے کے بعد نقلی طواف میں سنی نہ کی ہو تو طواف زیارت کے بعد سنی کرنے کے لئے احرام ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: احرام کی ضرورت نہیں۔

ایک ضروری نصیحت

بعض عورتوں کو میں نے خود دیکھا ہے کہ نہایت بے باکی سے سعی کرتی ہیں کہ اُن کی کلائیاں اور گلہ گھلا رہتا ہے اور یہ خیال نہیں کہ مکہ معظمہ میں معصیت کرنا نہایت سخت بات ہے کہ یہاں جس طرح ایک نیکی لاکھ کے برابر ہے۔ یوہیں ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر بلکہ یہاں تو یہاں کعبہ معظمہ کے سامنے بھی وہ اسی حالت سے رہتی ہیں بلکہ اسی حالت میں طواف کرتے دیکھا، حالانکہ طواف میں ستر کا چھپانا علاوہ اُسی فرض دانگی کے واجب بھی ہے تو ایک فرض دوسرے واجب کے ترک سے دو گناہ کیے۔

وہ بھی کہاں بیٹ اللہ کے سامنے اور خاص طواف کی حالت میں بلکہ بعض عورتیں طواف کرنے میں خصوصاً حجر اسود کو بوسہ دینے میں مردوں میں گھس جاتی ہیں اور اُن کا بدن مردوں کے بدن سے مس ہوتا رہتا ہے مگر ان کو اس کی کچھ پروا نہیں حالانکہ طواف یا بوسہ حجر اسود وغیرہما ثواب کے لیے کیا جاتا ہے مگر وہ عورتیں ثواب کے بدلے گناہ مول لیتی ہیں لہذا ان امور کی طرف حجاج کو خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنی چاہیے اور ان کے ساتھ جو عورتیں ہوں انھیں بتا کید ایسی حرکات سے منع کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۳۰: مستحب یہ ہے کہ با وضو سعی کرے اور کپڑا بھی پاک ہو اور بدن بھی ہر قسم کی نجاست سے پاک ہو اور سعی شروع کرتے وقت نیت کر لے۔

مسئلہ ۳۱: مکروہ وقت نہ ہو تو سعی کے بعد دو رکعت نماز مسجد شریف میں جا کر پڑھنا بہتر ہے۔ (۱)

امام احمد و ابن ماجہ و ابن حبان، مطلب بن ابی و داعہ سے راوی، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سعی سے فارغ ہوئے تو حجر کے سامنے تشریف لا کر حاشیہ مطاف میں دو رکعت نماز پڑھی۔ (۲)

مسئلہ ۳۲: سعی کے ساتوں پھیرے پے در پے کرے، اگر متفرق طور پر کیے تو اعادہ کرے اور اب سے سات پھیرے کرے کہ پے در پے نہ ہونے سے سنت ترک ہوگئی، ہاں اگر سعی کرتے میں جماعت قائم ہوئی یا جنازہ آیا تو سعی چھوڑ کر نماز میں مشغول ہو، بعد نماز جہاں سے چھوڑی تھی وہیں سے پوری کر لے۔ (۳)

(۱) الدر المختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۸۹۔

(۲) المسند للإمام احمد، الحدیث: ۲۷۳۱۳، ج ۱۰، ص ۳۵۳۔

(۳) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیت اداء الحج، ج ۱، ص ۲۲۷۔

مسئلہ ۳۳: سعی کی حالت میں فضول و بیکار باتیں سخت نازیبا ہیں (3A) کہ یہ تو ویسے بھی نہ چاہیے نہ کہ اس وقت کہ عبادت میں مشغول ہو، واضح ہو کہ عمرہ صرف انہیں افعال طواف و سعی کا نام ہے۔ قرآن و تمتع والے کے لیے یہی عمرہ ہو گیا اور افراد والے کے لیے یہ طواف طوافِ قدوم یعنی حاضری دربار کا مجرا۔

مسئلہ ۳۴: حج کرنے والا مکہ میں جانے سے پہلے عرفات میں پہنچا تو طوافِ قدوم ساقط ہو گیا مگر بڑا کیا کہ سنت فوت ہوئی اور دم وغیرہ واجب نہیں۔ (4)

(۲۶) قارن یعنی جس نے قرآن کیا ہے اس کے بعد طوافِ قدوم کی نیت سے ایک طواف و سعی اور بجالائے۔
(۲۷) قارن اور مُفَرِّد یعنی جس نے صرف حج کا احرام باندھا تھا، لبیک کہتے ہوئے مکہ میں ٹھہریں۔ اُن کی لبیک دسویں تاریخِ بَرمیِ جمرہ کے وقت ختم ہوگی اور اسی وقت احرام سے نکلیں گے جس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے مگر تمتع یعنی جس نے تمتع کیا ہے وہ اور مُفَرِّد یعنی بَرمیِ جمرہ کرنے والا شروع طوافِ کعبہ معظمہ سے سنگِ اسود شریف کا پہلا بوسہ لیتے ہی لبیک چھوڑ دیں اور طواف و سعی مذکور کے بعد حلق کریں یعنی سارا سر مونڈا دیں یا تقصیر یعنی بال کتروائیں اور احرام سے باہر آئیں۔

(3A) فضول بکواس

مردوں اور عورتوں کی بری عادتوں میں سے ایک بہت بری عادت بہت زیادہ بولنا اور فضول بکواس ہے۔ کم بولنا اور ضرورت کے مطابق بات چیت یہ بہت ہی پسندیدہ عادت ہے۔ ضرورت سے زیادہ بات اور فضول کی بکواس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی ایسی باتیں بھی زبان سے نکل جاتی ہیں جس سے بہت بڑے بڑے فتنے پیدا ہو جاتے ہیں اور شرفِ فساد کے طوفان اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

وَكُفُّوا لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِطَاعَةَ النَّبِیِّ

(صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب قول اللہ تعالیٰ لا سألون الناس إلحافاً، الحدیث ۷۷۷، ج ۱، ص ۴۹۸)
یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ ناپسند ہے کہ بلا ضرورت قیل اور قال اور فضول احوال آدمی کی زبان سے نکلیں۔ اسی طرح کثرت سے لوگوں کے سامنے کسی چیز کا سوال کرتے رہنا اور فضول کاموں میں اپنے مالوں کو برباد کرنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے یہ بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اپنی زبانوں کو فضول باتوں سے ہمیشہ بچائے رکھو۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الادب وغیرہ، الترغیب فی الصمت، الا عن خیر والترہیب من کثرة الکلام، رقم ۵، ج ۳، ص ۳۳۶)
کیونکہ بہت سی فضول باتیں ایسی بھی زبانوں سے نکل جاتی ہیں جو بولنے والوں کو جہنم میں پہنچا دیتی ہیں۔ اسی لئے تمام بزرگوں نے یہ فرمایا ہے کہ تین عادتوں کو مازم پکڑو۔ کم بولنا، کم سونا، کم کھانا کیونکہ زیادہ بولنا، زیادہ سونا، زیادہ کھانا، یہ عادتیں بہت ہی خراب ہیں اور ان عادتوں کی وجہ سے انسان دین و دنیا میں ضرور نقصان اٹھاتا ہے۔

(4) اجوہرۃ النیرۃ، الجزء الاول، کتاب الحج، ص ۲۰۹، ورد المحتار، کتاب الحج، باب البنایات، ج ۳، ص ۶۶۵۔

سر مونڈانا یا بال کتر وانا

عورتوں کو بال مونڈانا حرام ہے، وہ صرف ایک پورے برابر بال کتر والیں (1) اور مردوں کو اختیار ہے کہ حلق

(1) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:
ہدایہ میں ہے:

حلق الشعر فی حقہا مثلۃ کحلق اللحیۃ فی حق الرجال ۲۔

عورت کا بال مونڈنا مثلہ یعنی حلیہ بگاڑنے کے مترادف ہے جیسا کہ مردوں کا داڑھی مونڈنا۔

(۲) الہدایہ کتاب الحج فصل دان لم یدخل الحرم الخ المکتبہ العربیہ کراچی ۱/ ۲۳۵

ص ۳۹: کافی شرح دانی:

لا تحلق ولكن تقصر لان الحلق فی حقہا مثلۃ والمثلۃ حرام وشعر الراس زینۃ لها کاللحیۃ للرجل کما لا یحلق لحیتہ عندہ الخروج من الاحرام فکل الا تحلق شعرها ۵۔

(احرام کھولتے وقت) عورت سر کے بال نہ مونڈے بلکہ چوٹی سے کچھ بال کتر ڈالے کیونکہ بال مونڈنا اس کے حق میں بمنزلہ مثلہ ہے اور مثلہ حرام ہے۔ سر کے بال عورت کی زینت ہیں جیسے داڑھی مرد کے لئے زینت ہے۔ جس طرح احرام کی پابندی سے آزاد ہونے کے لئے مرد کو داڑھی مونڈنے کا حکم نہیں اسی طرح عورت کے لئے سر کے بال مونڈنے کا حکم نہیں۔ (۵۔ کافی شرح دانی)

نص ۴۰ و ۴۱: امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کا سانی بدائع پھر علامہ قاری مسلک محض میں فرماتے ہیں:

حلق اللحیۃ من باب المثلۃ ۱۔ داڑھی مونڈنا از صم مثلہ کے ہے۔ (۱۔ بدائع الصنائع کتاب الحج فصل واما الحلق والتقصیر الحج ایم سعید کہنی کراچی ۲/ ۱۳۱) (المسلک المستطیع فی المنک التوسط مع ارشاد الساری دار الکتب العربیہ بیروت ص ۱۵۲)

نص ۴۲ و ۴۳: تمبین الحقائق و ابو اسعد مصری:

حلق راسها مثلۃ کحلق اللحیۃ فی الرجل ۲۔

کسی عورت کا اپنے سر کے بال مونڈنا مثلہ ہے (حلیہ بگاڑنا ہے) جیسے مرد کا داڑھی مونڈنا۔

(۲) تمبین الحقائق کتاب الحج فصل من لم یدخل مکہ الخ المطبوعۃ الکبریٰ الامیریۃ بولاق مصر ۲/ ۳۹) (فتح المعین، کتاب الحج فصل مسائل شتی تعلق بانفعال الحج الحج ایم سعید کہنی کراچی ۱/ ۴۹۶)

نص ۴۴: نیز تمبین میں ہے:

لا یأخذ من اللحیۃ شیئاً لانه مثلۃ ۳۔

کریں یا تقصیر اور بہتر حلق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حلق کرایا (1A) اور سر مونڈانے

مرد داڑھی کا کوئی ضروری حصہ نہ کترائے کیونکہ ایسا کرنا مثلہ کے زمرے میں آتا ہے۔

(۳۔ تبیین الحقائق، کتاب الحج باب الاحرام المہذبۃ الکبریٰ بولاق مصر ۲/ ۲۳)

نص ۴۵ و ۴۶: بحر الرائق و مطاوی علی الدرر واللفظ للبحر:

لا تحلق لکونہ مثلہ کحلق اللحية ۴۔

کوئی عورت بال نہ مونڈے اس لئے کہ ایسا کرنا مثلہ ہے جیسے مرد کے لئے داڑھی مونڈنا مثلہ ہے۔

(۴۔ بحر الرائق کتاب الحج فصل من لم یدخل مكة الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۵۵)

نص ۴۷: برجندی شرح نقایہ:

حبس الرأس فی حقها مثلہ کحلق اللحية فی حق الرجل ۵۔

عورت کے لئے اپنے سر کے بال مونڈنا مثلہ ہے جیسے مرد کے لئے داڑھی مونڈنا۔

(۵۔ شرح نقایہ للبرجندی کتاب الحج ذلک شور لکھنؤ ۲۳۳/ ۲۳۳)

نص ۴۸: شرح باب: اما المرأة فلیس لها الا التقصیر لما سبق من ان حلق رأسها مثلہ کحلق الرجل اللحية ۱۔ (۱۔ المسک الحفظ فی المنسک الحفظ مع ارشاد الساری دار الکتب العربیہ بیروت ۱۵۱)

عورت کے لئے صرف بال کترنے جائز ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ عورت کا اپنے سر کے بال مونڈنا مرد کے داڑھی مونڈنے کے مترادف ہے اور ایسا کرنا مثلہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۴، ص ۶۵۸-۶۵۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(1A) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، الحدیث: ۳۴۱۰، ج ۳، ص ۱۴۲۔

حج میں سر مونڈانے کا ثواب

اس سے پہلے حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت گزر چکی ہے جس میں یہ مضمون بھی تھا کہ سر مونڈواتے ہوئے تمہارے سر سے گرنے والا ہر بار قیامت کے دن تمہارے لئے نور ہوگا، اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں یہ مضمون تھا کہ جہاں تک تمہارا سر مونڈانے کی بات ہے تو تمہارے سر سے گرنے والے ہر بال کے عوض تمہارے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور تمہارا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا ام المصین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، نجران جو در سخاوت، ہیکر عظمت و شرافت، محبوب رب اعزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر سر مونڈانے والوں کے لئے تین مرتبہ اور تقصیر کرانے (یعنی بال کٹوانے) والوں کے لئے ایک مرتبہ دعا کرتے ہوئے سنا۔

(صحیح مسلم، کتاب الناسک، باب تقصیل الحلق علی التقصیر۔ رقم ۱۳۰۳، ص ۶۷۷)۔

والوں کے لیے دعائے رحمت تین بار فرمائی اور کتروانے والوں کے لیے ایک بار (2) اور اگر متمتع منیٰ کی قربانی کے لیے

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان نحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی، اے اللہ عزوجل! خلق کرانے والوں کی مغفرت فرما۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور تقصیر کرانے والوں کی بھی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دعا فرمائی، اے اللہ عزوجل! سرمنڈوانے والوں کی مغفرت فرما۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اور تقصیر کرانے والوں کی بھی؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دعا فرمائی، اے اللہ عزوجل! سرمنڈوانے والوں کی مغفرت فرما۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اور تقصیر کرانے والوں کی بھی؟ فرمایا، اور تقصیر کرانے والوں کی بھی۔

(صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الحلق والتقصیر عند الاحلال، رقم ۱۷۲۸، ج ۱، ص ۵۷۴)

(2) صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الحلق والتقصیر عند الاحلال، الحدیث: ۱۷۲۸، ج ۱، ص ۵۷۴۔

خلق و تقصیر کے متعلق سوال و جواب

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈائنٹ بزرگائیم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سوال: اگر حاجی نے بارہویں کے بعد خرم سے باہر سرمنڈوایا تو کیا سزا ہوگی؟

جواب: دو ذم، ایک خرم سے باہر خلق کروانے کا، دوسرا بارہویں کے بعد ہونے کا۔ (رد المحتار)

سوال: مگر خلق کہاں کروائے؟

جواب: اُسے بھی خرم میں خلق یا قصر کرنا واجب ہے۔

سوال: اگر کسی حاجی نے بارہویں کے بعد خلق کیا تو اُس پر کیا جرمانہ عائد ہوگا؟

جواب: ذم دینا ہوگا۔

سوال: اگر غمرہ کا خلق خرم سے باہر کروانا چاہے تو کروا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں کروا سکتا، کروائے گا تو ذم واجب ہوگا، ہاں! اس کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں۔ (رد مختار)

سوال: بعض لوگ قینچی سے دو تین جگہ سے چند بال کاٹ لیتے ہیں اس طرح قصر ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب: نہیں ہوگا، بدستور پابندیاں باقی رہیں گی۔

سوال: جو لوگ جذہ شریف وغیرہ میں کام کرتے ہیں ان میں سے بعض لوگ غمرہ میں عمر کے چند بال ہی کٹوانے پر اکتفا کرتے ہیں اور کہتے

ہیں ہم نے جب پہلی بار غمرہ کیا تھا اُس میں خلق کروالیا تھا اب بار بار ضروری نہیں۔ اُن کی دلیل کہاں تک درست ہے؟

جواب: اُن کا یہ جواب شریعت کے معاملے میں جرات ہے۔ کوئی چاہے ہزار بار غمرہ کرے ہر بار خلق یا قصر کروانا پڑے گا خواہ

جانور ساتھ لے گیا ہے تو عمرہ کے بعد احرام کھولنا اُسے جائز نہیں، بلکہ قارن کی طرح احرام میں رہے اور لبیک کہا کرے یہاں تک کہ دسویں کی رَی کے ساتھ لبیک چھوڑے پھر قربانی کے بعد حلق یا تقصیر کر کے احرام سے باہر ہو۔ پھر متمتع چاہے تو آٹھویں ذی الحجہ تک بے احرام رہے، مگر افضل یہ ہے کہ جلد حج کا احرام باندھ لے، اگر یہ خیال نہ ہو کہ دن زیادہ ہیں احرام کی قیدیں نہ نبھیں گی۔

(۲۸) تنبیہ: طوافِ قدوم میں اضطباع و رَمَل اور اس کے بعد صفا، مردہ میں سعی ضرور نہیں مگر اب نہ کریگا تو طوافِ زیارت میں کہ حج کا طواف فرض ہے، جس کا ذکر انشاء اللہ آتا ہے یہ سب کام کرنے ہوں گے اور اس وقت ہجوم بہت ہوتا ہے، عجب نہیں کہ طواف میں رَمَل اور مَسْعٰی میں دوڑنا نہ ہو سکے اور اُس وقت ہو چکا تو اس طواف میں ان چیزوں کی حاجت نہ ہوگی لہذا ہم نے ان کو مطلقاً ترکیب میں داخل کر دیا۔

(۲۹) مُفَرِّد و قارن تو حج کے رَمَل و سعی سے طوافِ قدوم میں فارغ ہو لیے مگر متمتع نے جو طواف و سعی کیے وہ عمرہ کے تھے، حج کے رَمَل و سعی اس سے ادا نہ ہوئے اور اُس پر طوافِ قدوم ہے نہیں کہ قارن کی طرح اس میں یہ امور کر کے فراغت پالے لہذا اگر وہ بھی پہلے سے فارغ ہو لینا چاہے، تو جب حج کا احرام باندھے اس کے بعد ایک نفل طواف میں رَمَل و سعی کر لے اب اسے بھی طوافِ زیارت میں ان امور کی حاجت نہ ہوگی۔



وہ کعبہ شریف کا تختہ ہی کیوں نہ ہو۔

سوال: اگر سر پر سرے سے بال ہی نہ ہوں تو؟

جواب: خواہ بال ہوں یا نہ ہوں، خواہ قدرتی گھج ہی کیوں نہ ہو، ہر صورت میں اُسٹرا پھروانا واجب ہے۔ ہاں جس کے سر پر بکثرت

بھڑیاں یا زخم، دھن اور خَلَق یا قعر ممکن نہ ہو وہ معذور ہے اور اُسے معاف ہے۔

ایام اقامت میں کیا کریں

(۳۰) اب یہ سب حجاج (قارن، متمتع، مفرد کوئی ہو) کہ منیٰ کے جانے کے لیے مکہ معظمہ میں آٹھویں تاریخ کا انتظار کر رہے ہیں، ایام اقامت میں جس قدر ہو سکے تراطواف بغیر اضطباع و رمل سعی کرتے رہیں کہ باہر والوں کے لیے یہ سب سے بہتر عبادت ہے اور ہر سات پھیروں پر مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں دو رکعت نماز پڑھیں۔

(۳۱) زیادہ احتیاط یہ ہے کہ عورتوں کو طواف کے لیے شب کے دس گیارہ بجے جب هجوم کم ہو لے جائیں۔ یوہیں صفا و مروہ کے درمیان سعی کے لیے بھی۔

(۳۲) عورتیں نماز فرد گاہ (قیام گاہ) ہی میں پڑھیں۔ نمازوں کے لیے جو دونوں مسجد کریم میں حاضر ہوتی ہیں جہالت ہے کہ مقصود ثواب ہے اور خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عورت کو میری مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب گھر (یعنی قیام گاہ) میں پڑھنا ہے (۱)۔ ہاں عورتیں مکہ معظمہ میں روزانہ ایک بار رات میں

(۱) عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنے کا ثواب

حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ شہنشاہ مدینہ قرار قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث قبول سکینہ، فیض مخبینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عورت کو اپنے کمرے میں نماز پڑھنا گھر کے احاطے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور اس کا احاطے میں نماز پڑھنا محن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، اور محن میں نماز پڑھنا گھر سے باہر نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (طبرانی اوسط، رقم، ۹۱۰۱، ج ۶، ص ۳۶۸)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، عورت چھپانے کی چیز ہے اور جب یہ اپنے گھر سے نکلتی ہے تو شیطان پر ظاہر ہو جاتی ہے اور بے شک عورت اللہ عزوجل کے جتنی قریب اپنے گھر کے تہہ خانے میں ہوتی ہے کہیں اور نہیں ہوتی۔ (طبرانی اوسط، رقم، ۲۸۹۰، ج ۲، ص ۱۶۳)

ام المؤمنین حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ ابلیغین، رحمۃ اللہ علیہا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، عورتوں کے نماز پڑھنے کے لئے سب سے بہترین جگہ ان کے گھروں کے تہہ خانے ہیں۔ (مسند احمد، حدیث ام سلمہ زوج النبی، رقم، ۲۶۶۰۳، ج ۱۰، ص ۱۸۳)

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دامائے غموب، منترہ عن الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل کے نزدیک عورت کی سب سے پسندیدہ نماز وہ ہے جسے وہ اندھیری کوٹھڑی میں ادا کرتی ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ، کتاب الامامۃ، باب اختیار صلوٰۃ المرأة فی اشد مکان من یحفظ ظلمۃ، رقم، ۱۶۹۶، ج ۳، ص ۹۶) نے

طواف کر لیا کریں اور مدینہ طیبہ میں صبح و شام صلاۃ و سلام کے لیے حاضر ہوتی رہیں۔
(۳۳) اب یامثیٰ سے واپسی کے بعد جب کبھی رات و دن میں جتنی بار کعبہ معظمہ پر نظر پڑے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ تین بار کہیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجیں اور دعا کریں کہ وقت قبول ہے۔



حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ محمد و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، عورت کا کوٹھڑی میں نماز پڑھنا احاطے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس کا تہہ خانے میں نماز پڑھنا کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب التحدید فی ذالک، رقم ۵۷۰، ج ۱، ص ۲۳۵)

حضرت سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی زوجہ ام حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے شہنشاہ خوش خصال، پیکرِ حسن و جمال، دافع رنج و دال، صاحبِ بخرد و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہوں۔ تو آپ نے فرمایا، میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو لیکن تمہارا گھر کے اندرونی کمرے میں نماز پڑھنا بیرونی کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور بیرونی کمرے میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور صحن میں نماز پڑھنا اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ (یہ سننے کے بعد) ام حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے گھر کے ایک کونے میں مسجد بنانے کا حکم دیا اور جب تک زندہ رہیں اسی کونے میں نماز پڑھتی رہیں۔

طواف میں یہ باتیں حرام ہیں

(۳۴) طواف اگرچہ نفل ہو اس میں یہ باتیں حرام ہیں:

- 1- بے وضو طواف کرنا۔
- 2- کوئی عضو جو ستر میں داخل ہے اس کا چہارم کھلا ہونا مثلاً ران یا آزاد عورت کا کان یا کلائی۔
- 3- بے مجبوری سواری پر یا کسی کی گود میں یا کندھوں پر طواف کرنا۔
- 4- بلا عذر بیٹھ کر سر کنا یا گھٹنوں چلنا۔
- 5- کعبہ کو دہنے ہاتھ پر لے کر الٹا طواف کرنا۔
- 6- طواف میں حطیم کے اندر ہو کر گزرتا۔
- 7- سات پھیروں سے کم کرنا۔ (۱)

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج ۱۰، ص ۷۴۴، وغیرہ۔

طواف میں سات باتیں حرام ہیں:

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈائنٹ بڑگانم العارینہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

طواف اگرچہ نفل ہو، اس میں یہ سات باتیں حرام ہیں:

مدینہ (۱) بے وضو طواف کرنا۔

مدینہ (۲) جو عضو ستر میں داخل ہے اس کا چوتھائی (۱/۴) حصہ کھلا ہونا، مثلاً ران کا چوتھائی حصہ کھلا ہونا حرام ہے، اسی طرح اسلامی بہنوں کا کان یا ہاتھ کی کلائی کا چوتھائی حصہ کھل جانا حرام ہے۔ اسلامی بہنیں اس کی بہت کم احتیاط کرتی ہیں، دوران طواف خصوصاً حجرِ اسود کا احترام کرتے وقت کافی خواتین کی چوتھائی کلائی تو کیا بعض اوقات پوری کلائی کھل جاتی ہے اور یہ حرام ہے۔ (طواف کے علاوہ بھی غیر محرم کے سامنے کان یا کلائی کھولنا حرام ہے۔ پردے کے تفصیلی احکام معلوم کرنے کے لیے عاشقِ مدینہ کا رسالہ زخمی سانپ پڑھیے)

مدینہ (۳) بغیر مجبوری ڈولی میں یا کسی کے کندھوں وغیرہ پر طواف کرنا۔

مدینہ (۵) کعبہ کو سیدھے ہاتھ پر لے کر الٹا طواف کرنا۔

مدینہ (۴) بلا عذر بیٹھ کر سر کنا یا گھٹنوں پر چلنا۔

مدینہ (۷) سات پھیروں سے کم کرنا۔

مدینہ (۶) طواف میں حطیم کے اندر سے ہو کر گزرتا۔

طواف میں یہ ۱۵ باتیں مکروہ ہیں

(۳۵) یہ باتیں طواف میں مکروہ ہیں:

1- فضول بات کرنا۔

2- بیچنا۔

3- خریدنا۔

4- حمد و نعت و منقبت کے سوا کوئی شعر پڑھنا۔

5- ذکر یا دعایا تلاوت یا کوئی کلام بلند آواز سے کرنا۔

6- ناپاک کپڑے میں طواف کرنا۔

7- زمّل، یا

8- اضطباع، یا

9- (بوسہ سنگِ اسود جہاں جہاں ان کا حکم ہے ترک کرنا۔

10- طواف کے پھیروں میں زیادہ فصل دینا یعنی کچھ پھیرے کر لیے پھر دیر تک ٹھہر گئے یا اور کسی کام میں لگ گئے باقی

پھیرے بعد کو کیے مگر وضو جاتا رہے تو کر آئے یا جماعت قائم ہوئی اور اس نے ابھی نماز نہ پڑھی تو شریک ہو

جائے بلکہ جنازہ کی نماز میں بھی طواف چھوڑ کر مل سکتا ہے باقی جہاں سے چھوڑا تھا آکر پورا کر لے۔ یوں

پیشاب پاخانہ کی ضرورت ہو تو چلا جائے وضو کر کے باقی پورا کرے۔

11- ایک طواف کے بعد جب تک اس کی رکعتیں نہ پڑھ لے دوسرا طواف شروع کر دینا مگر جب کہ کراہت نماز کا

وقت ہو جیسے صبح صادق سے بلندی آفتاب تک یا نماز عصر پڑھنے کے بعد سے غروب آفتاب تک کہ اس میں متعدد

طواف بے فصل نماز جائز ہیں۔ وقت کراہت نکل جائے تو ہر طواف کے لیے دو رکعت ادا کرے اور اگر بھول کر

ایک طواف کے بعد بغیر نماز پڑھے دوسرا طواف شروع کر دیا تو اگر ابھی ایک پھیرا پورا نہ کیا ہو تو چھوڑ کر نماز پڑھے

اور پورا پھیرا کر لیا ہے تو اس طواف کو پورا کر کے نماز پڑھے۔

12- خطبہ امام کے وقت طواف کرنا۔

13- جماعت فرض کے وقت کرنا، ہاں اگر خود پہلی جماعت میں پڑھ چکا ہے تو باقی جماعتوں کے وقت طواف کرنے

14- طواف میں کچھ کھانا۔
میں حرج نہیں اور نمازیوں کے سامنے گزر بھی سکتا ہے کہ طواف بھی نماز ہی کی مثل ہے۔

15- پیشاب پاخانہ یا ریح کے تقاضے میں طواف کرنا۔ (1)

(1) الفتاویٰ الرضویہ، ج ۱۰، ص ۷۴۴، وغیرہ۔

طواف کے سات مکروہات

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دہشت بزم کا نجم الغالبہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

مدینہ (۱) فصول بات کرنا۔

مدینہ (۲) ذکر و دعا وغیرہ بلند آواز سے کرنا۔ (معلوم ہوا کہ دوران طواف ایک شخص چلا چلا کر دعا پڑھتا ہے اور دوسرے لوگ مل کر بلند آواز سے دہراتے ہیں یہ مکروہ ہے۔)

مدینہ (۳) ناپاک کپڑوں میں طواف کرنا۔ (مستعمل چٹل یا جوتے ساتھ لے طواف نہ کیا کریں کہ احتیاط اسی میں ہے)

مدینہ (۴) طواف کے پھیروں میں زیادہ فاصلہ دینا۔ ہاں استسجاء وضو کے لیے جاسکتے ہیں، دوبارہ آکر نئے سرے سے طواف کرنے کی بھی ضرورت نہیں جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے شروع کریں۔

مدینہ (۵) ایک طواف کے بعد جب تک اس کی دو رکعتیں نہ پڑھ لیں دوسرا طواف شروع کر دینا۔ ہاں اگر مکروہ وقت ہو تو خرچ نہیں۔ مثلاً صبح صادق سے لے کر سورج بلند ہونے تک یا بعد نماز عصر سے غروب آفتاب تک کہ اس میں کئی طواف بغیر نماز طواف جائز ہیں البتہ مکروہ وقت گزر جانے کے بعد ہر طواف کے لئے دو رکعت ادا کرنا ہوگا۔

مدینہ (۶) طواف کے وقت کچھ کھانا مکروہ ہے۔ (مگر پانی پی سکتے ہیں)

مدینہ (۷) پیشاب یا ریح وغیرہ کی خدشات ہو تو طواف کرنا مکروہ ہے۔

سعی کے سات مکروہات

مدینہ (۱) بغیر ضرورت اس کے پھیروں میں زیادہ فاصلہ دینا۔ ہاں قضائے حاجت کے لئے جاسکتے ہیں بلکہ وضو ٹوٹ جائے تو وضو کے لئے بھی جاسکتے ہیں حالانکہ سعی میں وضو ضروری نہیں۔

مدینہ (۲) خرید و فروخت کرنا۔

مدینہ (۳) فصول گفتگو کرنا۔

مدینہ (۴) پریشان نظری یعنی فصول بدھرا دھر دیکھنا سعی میں بھی مکروہ ہے اور طواف میں اور زیادہ مکروہ۔

مدینہ (۵) بغیر مجبوری مرد کا مسنی میں (یعنی میلین آنکھڑی کے مابین) نہ دوڑنا۔



مدینہ (۶) طواف کے بعد بہت تاخیر سے سنی کرنا۔

مدینہ (۷) ستر عورت نہ ہونا۔

سنی کے تین معزق احکام

مدینہ (۱) سنی میں پیدل چلنا واجب ہے، ہاں مجبوری کی صورت میں گھسٹ کر یا سواری پر جائز ہے۔

مدینہ (۲) سنی کے لئے طہارت شرط نہیں بلکہ خض دا لی بھی کر سکتی ہے۔

مدینہ (۳) جسم و لباس پاک ہوں اور باؤ صوب بھی ہوں، یہ مستحب ہے۔ سنی شروع کرتے وقت پہلے صلا کی دعا پڑھیں پھر نیت کریں۔

اسلامی بہنوں کیلئے خاص تاکید

اسلامی بہنیں اپنے آپ کو مردوں سے بالکل الگ تھلگ رکھیں۔ یہاں احتیاط نہیں کریں گی تو کہاں کریں گی؟ اکثر نادان عورتیں حجر اسود اور زکریا یمنی کو چومنے کے لیے یا کعبہ اللہ شریف کا قرب پانے کے لئے بے وقوف مردوں میں جا گھسکتی ہیں۔ تو بہ! تو بہ! یہ بہت ہی گناہ اور بے حیائی کی بات ہے۔ یاد رکھئے! یہاں ایک گناہ لاکھ گناہ ہے۔

یہ باتیں طواف وسعی دونوں میں جائز ہیں

(۳۶) یہ باتیں طواف وسعی دونوں میں مباح ہیں:

- 1- سلام کرنا۔
- 2- جواب دینا۔
- 3- حاجت کے لیے کلام کرنا۔
- 4- فتویٰ پوچھنا۔
- 5- فتویٰ دینا۔
- 6- پانی پینا۔
- 7- حمد و نعت و منقبت کے اشعار آہستہ پڑھنا اور سعی میں کھانا بھی کھا سکتا ہے۔ (1)



(1) الفتاویٰ الرضویہ، ج ۱۰، ص ۷۴۵، وغیرہ۔

طواف وسعی میں یہ سات کام جائز ہیں:

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

(۱) سلام کرنا (۲) جواب دینا (۳) ضرورت کے وقت بات کرنا (۴) پانی پینا (طواف میں کھانا نہیں سکتے البتہ سعی میں کھا بھی سکتے ہیں) (۵) حمد و نعت یا منقبت کے اشعار آہستہ آہستہ پڑھنا (۶) دوران طواف نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے کہ طواف بھی نماز ہی کی طرح ہے مگر سعی کے دوران گزرنا جائز نہیں (۷) دینی مسائل پوچھنا یا ان کا جواب دینا۔

سعی میں یہ باتیں مکروہ ہیں

- 1- بے حاجت اس کے پھیروں میں زیادہ فاصلہ دینا مگر جماعت قائم ہو تو چلا جائے۔ یوہیں شرکت جنازہ یا قضاے حاجت یا تجدید وضو کو جانا اگرچہ سعی میں وضو ضرور نہیں۔
- 2، 3- خرید و فروخت۔
- 4- فضول کلام۔
- 5، 6- صفایا مردہ پر نہ چڑھنا۔
- 7- مرد کا مسخے میں بلا غذر نہ دوڑنا۔
- 8- طواف کے بعد بہت تاخیر کر کے سعی کرنا۔
- 9- ستر عورت نہ ہونا۔
- 10- پریشان نظری یعنی ادھر ادھر فضول دیکھنا سعی میں بھی مکروہ ہے اور طواف میں اور زیادہ مکروہ۔ (1)



طواف وسعی کے مسائل میں مرد و عورت کے فرق

(۳۸) طواف وسعی کے سب مسائل میں عورتیں بھی شریک ہیں مگر

(۱) اضطباع، (۲) زمّل، (۳) مسخے میں دوڑنا، یہ تینوں باتیں عورتوں کے لیے نہیں۔ (۴) مزاحمت کے ساتھ بوسہ سنگ اسود یا (۵) زکین یمانی کو چھونا یا (۶) کعبہ سے قریب ہونا یا (۷) زمزم کے اندر نظر کرنا یا (۸) خود پانی بہرنے کی کوشش کرنا، یہ باتیں اگر یوں ہو سکیں کہ نا محرم سے بدن نہ چھوئے تو خیر، ورنہ الگ تھلگ رہنا ان کے لیے سب سے بہتر ہے۔ (۱)



منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٩٩﴾) (1)

پھر تم بھی وہاں سے لوٹو جہاں سے اور لوگ واپس ہوئے (یعنی عرفات سے) اور اللہ (عزوجل) سے مغفرت مانگو، بیشک اللہ (عزوجل) بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔

حدیث ۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ قریش اور جو لوگ اُن کے طریقے پر تھے مزدلفہ میں وقوف کرتے اور تمام عرب عرفات میں وقوف کرتے جب اسلام آیا، اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ: عرفات میں جا کر وقوف کریں پھر وہاں سے واپس ہوں۔ (2)

(1) پ ۲، البقرہ: ۱۹۹۔

(2) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی الوقوف... إلخ، الحدیث: ۱۹، ص ۶۳۸۔

حج کیلئے وقوف عرفہ کرنے والے کا ثواب

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نور کے جگر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ محرو و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منیٰ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک انصاری اور ایک ثقفی صحابی رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے اور سلام عرض کرنے کے بعد عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ سے سوال پوچھنے کیلئے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اگر تم چاہو تو میں تم دونوں کو بتا دوں کہ تم کیا سوال پوچھنے آئے ہو اور اگر چاہو تو میں رک جاؤں اور تم مجھ سے سوال کرو؟ ان دونوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ خود ہی بتادیں۔ تو ثقفی صحابی نے انصاری صحابی سے کہا تم سوال کرو تو اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ خود ہی ارشاد فرمادیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم مجھ سے گھر سے بیت الحرام کی نیت سے نکلنے اور اس کے ثواب اور طواف کے بعد کی دو رکعتوں اور ان کے ثواب اور صفا و مروہ کی سعی اور اس کے ثواب اور عرفہ میں وقوف اور اس کے ثواب اور رمی جمار اور اس کے ثواب اور اپنی قربانی اور عرفہ سے واپسی کے ثواب کے بارے میں سوال کرنے آئے ہو۔ اس نے عرض کیا، اس ذات پاک کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں صرف یہی سوال کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا، جب تو اپنے گھر سے بیت الحرام کا قصد کر کے نکلا تھا تو تیری اونٹنی کے ہر قدم کے بدلے تیرے لئے ایک نیکی لکھی گئی اور تیرا ایک گناہ مٹا دیا گیا اور تیرا طواف کے بعد دو رکعتیں ادا کرنا اور اساعیل علیہ السلام میں سے

حدیث ۲: صحیح مسلم شریف میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حجۃ الوداع شریف کی حدیث مروی، اسی میں ہے کہ یوم الترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) کو لوگ منیٰ کو روانہ ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منیٰ میں

ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور تیرا ستاد مرد کی سچی کہنا شر غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور رہا تیرا عرفہ کی رات میں وقوف کرتا تو اللہ عزوجل اس رات میں آسمان دنیا پر (اپنی شان کے لائق) نزول فرما کر خاک کے سامنے تم پر نحر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ میرے بندے کرواؤ کہ ہو کر برگھائی سے میری جنت کی امید رکھتے ہوئے میرے پاس آئے ہیں، اگر ان کے گناہ ریت کے ذروں یا بارش کے قطروں یا سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوئے تو میں ضرور ان گناہوں کو مٹا دوں گا، پھر فرماتا ہے کہ تم اور جن کی تم نے سفارش کی سب مغفرت یافتہ ہو کر لوٹ جاؤ اور تمہارا جرات کی رمی کرنا تو تمہاری بھنگی ہوئی ہر ٹکڑی بلاکت خیز گناہ کبیرہ میں سے ایک گناہ کا کفارہ ہے اور تمہاری قربانی اللہ عزوجل کے پاس تمہارے لئے ذخیرہ ہے اور تمہارے سرمٹانے میں ہر بال کے عوض تمہارے لئے ایک نیکی ہے اور اس کے عوض تمہارا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور اس کے بعد اگر تم بیت اللہ کا طواف کرو تو تمہارا کوئی گناہ باقی نہ رہے گا اور ایک فرشتہ آکر اپنے ہاتھ تمہارے کندھوں پر رکھ کر کہے گا کہ نئے سرے سے عمل شروع کرو کیونکہ تمہارے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔

(مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فضل الحج، رقم ۵۶۳۸، ج ۳، ص ۵۹۹)

امام طبرانی حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں لیکن اس میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور پاک، صاحب نواک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اور جب تم بیت عتیق کی نیت سے کھڑے ہو تو تمہارے اور تمہاری سواری کے ہر قدم کے بدلے تمہارے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور جب تم عرفہ میں وقوف کرتے ہو تو اللہ عزوجل اپنے ملائکہ سے فرماتا ہے، اے میرے فرشتو! میرے بندے کس لئے آئے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، تیری رضا اور جنت کی طلب میں آئے ہیں۔ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، میں اپنے آپ کو اور اپنی مخلوق کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت فرمادی اگرچہ ان کے گناہ زمانے کے دنوں یا ٹیلوں کی ریت کے ذروں کے برابر ہوں۔ اور رہا تمہارا جہاد کی رمی کرنا تو اللہ فرماتا ہے،

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخِيتْ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ کثر الایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا۔ (پ 21، السجدہ: 17)

اور اپنے سر کو منڈوانے میں زمین پر گرنے والا ہر بال قیامت کے دن تمہارے لئے نور ہو گا اور رخصت ہوتے وقت بیت اللہ کا طواف کرنے کی وجہ سے تم گناہوں سے اس طرح نکل جاتے ہو جس طرح اس دن تھے جب تمہاری ماں نے تمہیں جنا تھا۔

(طبرانی اوسط، مسند عبادہ بن صامت، رقم ۲۳۲۰، ج ۲، ص ۱۳)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابراہیم، رختہ لکھنے والے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ عزوجل آسمان والوں کے سامنے وقوف عرفہ کرنے والوں پر نحر فرماتا ہے اور ان سے فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو دیکھو میرے پاس پراگندہ سر، غبار آلود ہو کر حاضر ہوئے ہیں۔ (المسند رک، کتاب الناسک، باب ان اللہ یامی باهل عرفات الحج، رقم ۱۷۵۱، ج ۲، ص ۱۲۰)۔

ظہر و عصر و مغرب و عشاء و فجر کی نمازیں پڑھیں پھر تھوڑا توقف کیا یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہوا۔

اور حکم فرمایا کہ نمرہ (عرفات میں ایک مقام) میں ایک قبہ نصب کیا جائے، اس کے بعد حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک اللہ عزوجل عرفہ کی رات اپنے ملائکہ کے سامنے عرفات والوں پر فخر فرماتا ہے اور ان سے فرماتا ہے کہ میرے خاک آلود پرانگندہ سر بندوں کی طرف دیکھو۔

(مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، رقم ۱۱۱، ج ۲، ص ۶۹۲)

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، داناتے غیوب، منز و غیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل عرفہ کے دن تمام دنوں سے زیادہ بندوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور ان پر قریب سے ٹٹنی فرماتا ہے پھر ان بندوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ یہ کیا چاہتے ہیں؟۔۔۔۔۔ الخ

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة، رقم ۱۳۴۸، ص ۷۰۳)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سزورہ، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ مہر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، اگر یہ جمع ہونے والے لوگ جانتے کہ کس حال میں احرام سے نکلے ہیں تو مغفرت کے بعد فضل نکلے پر خوش ہو جاتے۔ (طبرانی کبیر، مسند ابن عباس، رقم ۱۱۰۲۲، ج ۱۱، ص ۲۵)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش بصال، پیکرِ حسن و جمال، دائعِ رنج و غلال، صاحبِ بھود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ذوالحجہ کے دس دنوں سے کوئی دن افضل نہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایہ دس دن افضل ہیں۔ یا۔۔۔ راو خدا عزوجل میں اتنے ہی دن جہاد کرنا؟ فرمایا، یہ دن راو خدا عزوجل میں دس دن جہاد کرنے سے افضل ہیں اور اللہ عزوجل کے نزدیک کوئی دن عرفہ کے دن سے افضل نہیں، اس دن اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر (اپنی شان کے لائق) نزول فرماتا ہے اور آسمان والوں کے سامنے زمین والوں پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ میرے ان بندوں کی طرف دیکھو پرانگندہ سر غبار آلود ہو کر سورج کی تپش برداشت کرتے ہوئے، ہر وادی سے سفر کرتے ہوئے میرے پاس رحمت کی امید لے کر آئے ہیں حالانکہ انہوں نے میرا عذاب نہیں دیکھا۔ پھر عرفہ کے دن سے زیادہ بندے کسی اور دن میں جہنم سے آزاد نہیں کئے جاتے۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب الحج، باب الوقوف بعرفہ والحرز دلفہ، رقم ۳۸۴۲، ج ۶، ص ۶۲)

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت فرمادی۔ تو ملائکہ عرض کرتے ہیں، ان میں فلاں فلاں بدکار بند سے بھی ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے، میں نے انہیں بھی بخش دیا۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی وقوف العرفہ، رقم ۱، ج ۲، ص ۱۲۸)

حضرت سیدنا عباس بن مرزاس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتمِ انبیاء علیہ السلام، شفیع المذنبین، امین الغریبین، سرابِ السکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عرفہ کی رات اپنی امت کے لئے دعا مانگی تو۔۔۔

وسلم) یہاں سے روانہ ہوئے اور قریش کا یہ گمان تھا کہ مزدلفہ میں وقوف فرمائیں گے جیسا کہ جاہلیت میں قریش کیا کرتے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزدلفہ سے آگے چلے گئے یہاں تک کہ عرفہ میں پہنچے یہاں نمرہ میں قبہ

جواب دیا گیا کہ میں نے ظالم کے علاوہ سب کی مغفرت فرمادی کیونکہ میں مظلوم کا حق لینے کے لئے ظالم کی پکڑ ضرور فرماؤں گا۔ تو مومنین پر رحم و کرم فرماتے والے نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا، اے رب عزوجل! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا فرما دے اور ظالم کو بخش دے۔ تو عرفہ کی رات اس کا جواب نہیں دیا گیا۔

صبح جب مزدلفہ پہنچے تو دوبارہ یہی دعا مانگی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا قبول فرمائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سکرانے لگے تو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ایسے تو وہ وقت ہے جس میں آپ سکرایا نہیں کرتے، اللہ عزوجل آپ کو ہمیشہ مسکراتا رکھے، آپ کیوں سکرارہے ہیں؟ فرمایا، جب اللہ عزوجل کے دشمن ابلیس کو پتا چلا کہ اللہ عزوجل نے میری دعا قبول فرما کر میری امت کی مغفرت فرمادی ہے تو وہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا اور آہ و نغاس کرنے لگا تو میں اس کی پریشانی کو دیکھ کر مسکرا دیا۔ (ابن ماجہ، کتاب الناسک، باب الدعاء بعرفہ، رقم ۳۰۱۳، ج ۳، ص ۳۶۶)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، ہیکلِ عظمت و شرافت، محبوبِ رب العزت، محسنِ انساویت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات میں وقوف فرمایا تو سورج غروب ہونے والا تھا۔ آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے بلال! لوگوں کو میرے لئے خاموش کراؤ۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خاموش ہو جاؤ تو لوگ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا، اے لوگو! ابھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور مجھے رب عزوجل کا سلام پیش کر کے کہا کہ اللہ عزوجل نے عرفات اور مشعر حرام والوں کی مغفرت فرمادی اور ان کے آپس میں ایک دوسرے پر کئے جانے والے مظالم کو ان سے اٹھالیا۔ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ ہمارے لئے خاص ہے؟ فرمایا، یہ تمہارے اور تمہارے بعد قیامت تک آنے والوں کے لئے ہے۔ تو حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اللہ عزوجل کی رحمت بہت زیادہ اور بہت پاکیزہ ہے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الوقوف بعرفہ والحرز دلتہ، رقم ۷، ج ۳، ص ۱۳۰)

ایک روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل عرفات والوں پر فضل فرماتے ہوئے ملائکہ کے سامنے فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے، اے میرے فرشتو! میرے غبارِ آلود، پرانندہ سر بندوں کو دیکھو جو ہر وادی سے سفر کرتے ہوئے میرے پاس حاضر ہوئے ہیں، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انکی دعائیں قبول کیں اور ان کی مرغوب چیز کے بارے میں انکی سفارش قبول کی، ان میں سے برے لوگوں کو اچھوں کی وجہ سے عطا کیا اور اچھوں کو سوائے ان کے آپس کے لین دین کے جو کچھ انہوں نے مانگا، عطا فرما دیا۔

جب لوگ وقوف کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں رغبت و مطالبہ دہراتے ہیں تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، اے میرے فرشتو! اے

نصب ہو چکا تھا، اس میں تشریف فرما ہوئے یہاں تک کہ جب آفتاب ڈھل گیا سواری تیار کی گئی پھر بطن وادی میں تشریف لائے اور خطبہ پڑھا پھر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان و اقامت کہی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے نماز ظہر پڑھی پھر اقامت ہوئی اور عصر کی نماز پڑھی اور دونوں نمازوں کے درمیان کچھ نہ پڑھا پھر موقف میں تشریف لائے اور وقوف کیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ (3)

حدیث ۳: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے یہاں وقوف کیا اور پورا عرفات جائے وقوف ہے اور میں نے اس جگہ وقوف کیا اور پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔ (4)

میرے بندے ٹھہرے رہے اور رغبت و مطالبہ کرتے رہے میں تمہیں گواہ بنا ہوں کہ میں نے انکی دعائیں قبول فرمائیں اور ان کی مرغوب چیز کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرمائی اور ان میں سے برے لوگوں کو اچھوں کی وجہ سے عطا فرما دیا اور ان کے آپس کے مظالم کا ضامن ہو گیا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فضیلة الوقوف، رقم ۵۵۲۹، ج ۳، ص ۵۶۹)

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو مسلمان عرفہ کی رات موقف میں وقوف کرے پھر قبلہ کی طرف رخ کر کے سو مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھے پھر سو مرتبہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھے پھر سو مرتبہ یہ پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ تَحِبُّ الْحَبِيْبَ وَعَلَيْنَا مَتَّعْهُمُ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، اے میرے فرشتو! میرے اس بندے کی جزا کیا ہے؟ اس نے میری پاکی بیان کی اور مجھے اپنا خدائے واحد تسلیم کیا اور میری عظمت و بڑائی بیان کی اور مجھے پہچان لیا اور میری تعریف بیان کی اور میرے نبی پر درود بھیجا، اے میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اسے بخش دیا اور اس کی شفاعت اس کے حق میں قبول فرمائی، اگر میرا یہ بندہ مجھ سے سوال کرے تو میں موقف والوں کے حق میں اس کی شفاعت ضرور قبول فرماؤں گا۔ (شعب الایمان، باب المناسک، فصل فضل الوقوف لعرفات، رقم ۴۰۷۴، ج ۳، ص ۶۳۳)

(3) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۳۷۰- (۱۸)، ص ۶۳۴۔

(4) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما جاء ان عرفة كلها موقف، الحدیث: ۱۳۹۰- (۱۸)، ص ۶۳۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

اے فجاج فلج کی جمع ہے بمعنی چوڑا راستہ یعنی اگرچہ ہم براستہ کداء مکہ معظمہ پہنچے لیکن مکہ معظمہ تک پہنچنے والے تمام راستے ٹھیک ہیں جس راستہ سے یہاں آؤ درست ہے اور سارا مکہ معظمہ قربانی گاہ ہے کہ حج کی قربانی حرم میں چاہیے جہاں بھی ہو جائے فجاج اپنی آسانی کے لیے منیٰ میں قربانی کر لیتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگرچہ حج و عمرہ کی قربانی سارے حرم میں ہو سکتی ہے لیکن حج کی قربانی منیٰ میں افضل ہے اور عمرہ کی قربانی مکہ معظمہ میں خصوصاً مروہ پہاڑ کے پاس بہتر۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۱۱)

حدیث ۴: مسلم و نسائی و ابن ماجہ و رزین ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عرفہ سے زیادہ کسی دن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا پھر ان کے ساتھ ملائکہ پر مہابات فرماتا ہے۔ (5)

حدیث ۵: ترمذی میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عرفہ کی سب سے بہتر دعا اور وہ جو میں نے اور مجھ سے قبل انبیاء نے کی یہ ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اللَّهُ الْمَلِكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (6)

(5) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل یوم عرفہ، الحدیث: ۱۳۲۸، ص ۷۰۳۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی سال بھر کے تمام دنوں سے زیادہ نویں ذی الحجہ کو گنہگار بخشے جاتے ہیں۔ عید کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن حاجیوں کے علاوہ اور بندوں کو بھی بخشا ہے اسی لیے غیر حجاج کے لیے اس دن روزہ سنت ہے۔

۲۔ یعنی اس دن اللہ کی رحمت بندوں سے قریب تر ہوتی ہے اور رب تعالیٰ فرشتوں پر حاجیوں کی انصافیت، ان کی شرافت و کرامت ظاہر فرماتا ہے کہ اے فرشتوں تم نے کہا تھا کہ انسان خوزیزی و فساد کرے گا تم نے اس پر غور نہ کیا کہ انسان اپنا گھر بار وطن چھوڑ کر پردیسی بن کر، پریشان ہال، کفن پہنے لبیک لبیک کی صدائیں لگاتا عرفات کے میدان میں بھی آئے گا، بتاؤ ان حاجیوں نے سواء میری رضاء کے اور کیا چاہا ہے، صرف مجھے راضی کرنے کے لیے یہ لوگ ان میدانوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں یہ شرف نہ ملائکہ کو حاصل ہے نہ جنات کو صرف ان ہی کا حصہ ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۰۹)

(6) جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعاء یوم عرفہ، الحدیث: ۳۵۹۶، ج ۵، ص ۳۳۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ کیونکہ اس دن کی دعا جلد قبول ہوتی ہے اور اس پر مانگنے سے زیادہ ملتا ہے، ثواب دعا اس کے علاوہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نویں بقرعید کی دعا بہترین عمل ہے خواہ کہیں مانگی جائے، اگر حج میسر ہو اور میدان عرفات میں مانگی جائے تو زہد نصیب ورنہ اپنے گھر یا مسجد وغیرہ جہاں ہو سکے مانگے، یہ دن غفلت میں نہ گزار دے اسی لیے سمجھ دار لوگ نویں بقرعید کو روزہ رکھتے ہیں، عبادات و دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں اس دن کو لہو و لعب میں نہیں گزارتے۔

۲۔ اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ اس دن صرف دعا ہی نہ مانگے بلکہ رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بھی کرے کہ اللہ کے ذکر سے دل کو چین اور قرار ہے اور ذکروں میں بہترین ذکر یہ ہے کہ اس میں رب تعالیٰ کی اعلیٰ درجہ کی حمد و ثناء ہے اور سنت انبیاء پر عمل بھی یعنی ذکر اور زبان دونوں کی تاثیریں جمع ہیں اسی لیے لوگ دعائے ماثورہ جو بزرگوں سے منقول ہوں زیادہ پڑھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ تمام دعاؤں میں بہترین دعا یہ ہے کہ کیونکہ حق تعالیٰ کی حمد و ثناء اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کہنا یہ دعا ہے، حدیث قدسی میں ہے کہ جسے میرا ذکر ہے

حدیث ۶: امام مالک مرسلاً طلحہ بن عبید اللہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عرۓ سے زیادہ کسی دن میں شیطان کو زیادہ صغیر و ذلیل و حقیر اور غیظ میں بھرا ہوا نہیں دیکھا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دن میں رحمت کا نزول اور اللہ (عزوجل) کا بندوں کے بڑے بڑے گناہ معاف فرمانا شیطان دیکھتا ہے۔ (7)

دعا مانگنے سے روک دے تو اسے میں مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا، نیز اس میں رضاء بالقضاء غلے وجہ الکمال ہے، شاعر کہتا ہے۔ شعر

وَكَلْتُ إِلَى الْمُخْطُوبِ أَمْرِي كُلَّهُ
فِي إِنْ شَاءَ أَحْيَانِي وَإِنْ شَاءَ أَمْلِكُ

یہ کلمات چوتھے کلمے کے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے ہی یہ پڑھا کرتے تھے جیسا کہ گزر چکا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل تاریخوں میں ذکر الہی افضل ہے کہ اس صورت میں ذکر کے ساتھ وقت کی فضیلت بھی جمع ہو جاتی ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ لمصابیح ج ۳، ص ۳۰۳)

(7) اسوۃ الامام مالک، کتاب الحج، باب جامع الحج، الحدیث: ۹۸۲، ج ۱، ص ۳۸۶۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ طلحہ تابعی ہیں، اہل شام میں سے ہیں اسی لیے مصنف نے ان کے دادا کا نام بھی لے دیا کیونکہ طلحہ ابن عبید اللہ ابن عفان مشہور صحابی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، ان کے دادا عثمان یعنی ابو قحافہ صدیق اکبر کے والد ہیں، فقط طلحہ سے ذہن انہی کی طرف منتقل ہوتا ہے جیسے صرف عبد اللہ سے عبد اللہ ابن مسعود اور صرف حسن سے خواجہ حسن بھری سمجھ میں آتے ہیں۔

۲۔ اصغر مغر سے ہے بمعنی حقارت ادھر، دھر سے بنا بمعنی ذلت کے ساتھ نکالنا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُخُوْرًا" اور فرماتا ہے: "اَخْرِجْ مِنْهَا مَذْذُوْرًا وَمَا مَذْخُوْرًا"۔ شیطان سے مراد یا تو ابلیس ہے یا وہ اور اس کی ساری ذریت یعنی یوں تو شیطان ہمیشہ ہی ذلیل و خوار اور غمگین رہتا ہے مگر نوں بقرعید کو حاجیوں کو عرفہ میں دیکھ کر بہت غمگین ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ نیک کام پر غم کرنا اور نیکوں سے جلنا شیطانی عمل ہے۔

۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کی نگاہ سے غیبی پردے اٹھے ہوئے ہیں جن سے وہ فرشتوں کو بھی دیکھ لیتا ہے، اللہ کی رحمت اترتے ہوئے دیکھتا ہے اور رب تعالیٰ کے فیصلوں سے بھی خبردار رہتا ہے ورنہ اس دن اس کے زیادہ غمگین ہونے کے کیا معنی، جب اس ناری کا یہ حال ہے تو لوری مخلوق کی شان کیا ہوگی۔

۴۔ کہ اس دن وہ عرۓ کے دن سے بھی زیادہ پریشان غمگین و ذلیل و خوار تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں سے شیطان اور اس کی ذریت چھپی ہوئی نہیں، حضور تو اس کی دلی کیفیتوں تک سے مطلع ہیں کہ اس کے دل پر اس وقت کیا گزر رہی ہے۔ ای سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے اسے آنکھوں سے دیکھا۔

۵۔ یَزَّعْ وَزَّعْ سے بمعنی تقسیم و ترتیب، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فَهُمْ يُوزَّعُونَ" اہل عرب صغیریں ترتیب دینے والے کو وازع کہتے ہیں، یہاں فرشتوں سے وہ پانچ ہزار فرشتے مراد ہیں جو مسلمانوں کی امداد کے لیے جنگ بدر کے دن آئے، یہ فرشتے کفار کو

حدیث ۷: ابن ماجہ و بیہقی عباس بن مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام کو اپنی امت کے لیے مغفرت کی دعا مانگی اور وہ دعا مقبول ہوئی، فرمایا: میں نے انھیں بخش دیا سو حقوق العباد کے کہ مظلوم کے لیے ظالم سے مواخذہ کروں گا۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عرض کی، اے رب! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کر دے اور ظالم کی مغفرت فرما دے۔ اُس دن یہ دعا مقبول نہ ہوئی پھر مژدلفہ میں صبح کے وقت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اسی دعا کا اعادہ کیا اُس وقت یہ دعا مقبول ہوئی، اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔

صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی، ہمارے ماں باپ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر قربان اس وقت تبسم فرمانے کا کیا سبب ہے؟ ارشاد فرمایا کہ: دشمن خدا ابلیس کو جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ عز و جل نے میری دعا قبول کی اور میری امت کی بخشش فرمائی تو اپنے سر پر خاک اڑانے لگا اور وادیا کرنے لگا، اُس کی یہ گھبراہٹ دیکھ کر مجھے ہنسی آئی۔ (8)

ہلاک کرنے نہ آئے تھے ورنہ ایک فرشتہ پورے ملک کو ہلاک کر سکتا ہے بلکہ مسلمانوں کی معیت اور حضور کی ماتحتی کی عظمت حاصل کرنے آئے تھے جیسے بدری صحابہ تمام صحابہ سے افضل ہیں ایسے ہی بدری فرشتے دوسرے فرشتوں سے افضل۔ شعر

معلوم ہوا کہ جملہ فرائض فروغ ہیں
اصل الاصول بندگی اسی تاجور کی ہے

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۱۳)

(8) سنن ابن ماجہ، أبواب المناسک، باب الدعاء بعرفہ، الحدیث: ۳۰۱۳، ج ۳، ص ۶۶۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ کی کنیت ابوالہیثم ہے، قبیلہ بنی سلیم سے ہیں، بڑے پایہ کے شاعر تھے، فتح مکہ سے کچھ پہلے اسلام لائے، مؤلفۃ القلوب سے تھے، فتح مکہ میں آپ پانچ سو ساتھیوں کے ساتھ شریک تھے، زمانہ جاہلیت میں آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اپنے پر شراب حرام کر لی تھی اور آپ اپنی قوم کے مردار تھے۔ (اشعہ، مرقات)

۲۔ ظاہر یہ ہے کہ امت سے مراد تاقیامت حجاج ہیں کہ جو حج کو آئے بالکل بخشا جائے، بعض شارحین نے ساری امت مراد لی ہے اور بعض نے صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنے والے فرمایا مگر پہلی بات قوی تر ہے۔ (لمعات، مرقات)

۳۔ مظالم سے مراد حقوق العباد ہیں خواہ مالی حق ہوں یا جانی۔ حق العبد وہ ہے جو بندے کے معاف کر دینے سے معاف ہو جائے اور حق اللہ وہ ہے جسے بندہ معاف نہ کر سکے لہذا اقل کی سزا حق العبد ہے اور زنا کی سزا حق اللہ اور چوری کی سزا مقدمہ پہنچنے سے پہلے تو حق العبد ہے، پھر حق اللہ بن جاتی ہے یعنی حق اللہ حج سے معاف نہ ہوگا وہ تو ادا ہی کرنا ہوگا۔ خیال رہے کہ یہ حج مقبول کی جزا ہے، حج مقبول ہوتا ہی وہ ہے جو نمازیں وغیرہ ادا کر کے کیا جائے لہذا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عمر بھر تارک نماز اور شرابی، زانی رہو، حج کر آؤ،

حدیث ۸: ابو یعلیٰ ویزار و ابن کثیر و ابن حبان جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ذی الحجہ کے دس دنوں سے کوئی دن اللہ (عزوجل) کے نزدیک افضل نہیں۔ ایک شخص نے عرض کی،

سب معاف ہو گیا بلکہ پہلے ان جرموں سے معاف تو بہ کر و پھر آئندہ ان کے قریب نہ جاؤ تو ان شاء اللہ گزشتہ کوتاہیوں کی معافی ہو جائے گی۔

۴۔ یعنی مظلوم کو جنت دے کر ظالم سے راضی کرادے کہ مظلوم ظالم کو معافی دے دے۔ اپنا حق مظلوم معاف کر دے اور اسے مولیٰ تو اپنا حق معاف فرما دے۔ خیال رہے کہ ہر حق العبد میں حق اللہ بھی داخل ہوتا ہے ہاں غالب حق العبد ہوتا ہے قاتل جیسے مقتول کا مجرم ہے ایسے ہی رب کا بھی مجرم کہ اس نے رب کا قانون توڑا لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے۔ قیامت میں مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دینا یا ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دلوا دینا عدل ہے مگر مظلوم کو جنت دے کر راضی کر دینا اور ظالم کی معافی کر دینا یہ رب تعالیٰ کا فضل ہے، یہاں یہ تیسری صورت مراد ہے۔

۵۔ یعنی حقوق العباد کا بھی وعدہ کر لیا گیا، اس کا مطلب وہ بھی ہے جو ابھی عرض کیا گیا لہذا اگر مقرض نے ادائے قرض میں ٹال مٹول کی تھی پھر ادا کر کے حج کو گیا تو حج کی برکت سے ٹال مٹول کا گناہ معاف ہو گیا اور اگر قرض خواہ لاپتہ ہو گیا تھا یا کسی وجہ سے ابھی قرض ادا نہ کیا تھا کہ حج کر لیا تو بھی اب تک تاخیر کا گناہ معاف ہے لیکن اگر حج کے بعد بھی قرض ادا نہ کیا تو اب ٹال مٹول کا گناہ اب از سر نو شروع ہو گا۔ ہاں اگر حج میں مر گیا اور بعد میں ورثاء نے بھی ادا نہ کیا مگر اس حاجی کی نیت ادا کی تھی تو امید ہے کہ معافی ہو جائے۔ فرض ہے اس حدیث پر چکڑالویوں کا کوئی اعتراض نہیں، اس قسم کی امید افزاء آیات قرآن کریم میں بھی بہت ہیں، نیز حجاج کو اس حدیث کی بناء پر دلیر ہونا چاہیئے نہیں کیا خبر کس کا حج قبول ہوا اور اس بشارت کا اہل ہو۔

۶۔ یہ شک کسی نیچے کے راوی کو ہے نہ کہ حضرت عباس کو، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام زندگی شریف میں کبھی ٹھٹھا نہ لگایا تبسم فرماتے تھے۔

۷۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ادائے عبادت کے موقع پر تبسم نہ فرماتے تھے بلکہ اکثر گریہ و زاری فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ حضور کے دندان عالی کو ہمیشہ ہی خوش رکھے، آج مزدلفہ میں سجدہ فرما کر یہ تبسم کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی بگڑی بنوادی، اس پر خوشی ہے۔ سبحان اللہ! کیا نیا سوال ہے اور کس خوش اسلوبی سے ہے، وعادے کر کلام کرنا غلاموں کا طریقہ چاہیے۔

۸۔ معلوم ہوا کہ شیطان جہاں بھی ہو ظالم کے ہر حال کی خبر رکھتا ہے اور ہر ظاہر و چھپی باتوں کو سننا جانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ابلیس اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو تھا نہیں نہ آپ کے سجدہ کے وقت وہاں کان لگائے ہوئے تھا وہ مردود اپنی جگہ تھا مگر یہاں سے خبردار تھا، جب ناری کی یہ کیفیت ہے تو فوری جماعتوں کے علم و فضل اور باخبری کا کیا پوچھنا، رب تعالیٰ ابلیس کے متعلق فرماتا ہے: "إِنَّهُ يَزِيدُكُمْ هُوًاً وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ"۔

۹۔ ابلیس کی یہ گریہ زاری اپنی نامرادی اور ناکامی پر تھی کہ میں عمر بھر کوشش کر کے بندوں سے گناہ کراؤں گا مگر ایک حج کر کے وہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جائیں گے۔

۱۰۔ معلوم ہوا کہ بے دینوں کے ایسے غم پر مومنوں کو خوش ہونا چاہیے کہ یہ خوشی بھی عبادت ہے اور سنت بھی ہے۔

یا رسول اللہ! (عز وجل) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ افضل ہیں یا اتنے دنوں میں اللہ (عز وجل) کی راہ میں جہاد کرنا؟ ارشاد فرمایا: اللہ (عز وجل) کی راہ میں اس تعداد میں جہاد کرنے سے بھی یہ افضل ہیں اور اللہ (عز وجل) کے نزدیک عرفہ سے زیادہ کوئی دن افضل نہیں۔

عرفہ کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف خاص تہلیٰ فرماتا ہے اور زمین والوں کے ساتھ آسمان والوں پر مہابت کرتا، ان سے فرماتا ہے: میرے بندوں کو دیکھو کہ پرانگندہ سرگرد آلودہ دھوپ کھاتے ہوئے دور دور سے میری رحمت کے اُمیدوار حاضر ہوئے تو عرفہ سے زیادہ جہنم سے آزاد ہونے والے کسی دن میں دیکھے نہ گئے۔ (9) اور بیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے، کہ اللہ عز وجل ملائکہ سے فرماتا ہے: میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے انھیں بخش دیا۔ فرشتے کہتے ہیں، ان میں فلاں و فلاں حرام کام کرنے والے ہیں، اللہ عز وجل فرماتا ہے: میں نے سب کو بخش دیا۔ (10) حدیث ۹: امام احمد و طبرانی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ ایک شخص نے عرفہ کے دن عورتوں کی طرف نظر کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آج وہ دن ہے کہ جو شخص کان اور آنکھ اور زبان کو قابو میں رکھے، اُس کی مغفرت ہو جائے گی۔ (11)

حدیث ۱۰: بیہقی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان عرفہ کے دن پچھلے پہر کو موقف میں وقوف کرے پھر سو ۱۰۰ بار کہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اور سو ۱۰۰ بار قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھے اور پھر سو ۱۰۰ بار یہ درود پڑھے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ تَحْمَدُ

۱۔ یہ حدیث طبرانی ابویعلیٰ خطیب وغیرہ محدثین نے مختلف اسنادوں، مختلف عبارتوں سے نقل فرمائیں جن کی تمام اسنادیں ضعیف ہیں، ابن جوزی نے اسے موضوع بتایا، بیہقی نے اس حدیث کے ماتحت فرمایا کہ کوئی حاجی اس حدیث سے دھوکا نہ کھائے اور اپنے کو بالکل مغفور نہ جانے خدا سے خوف رکھے، بعض علماء نے فرمایا کہ یہ وعدہ مشیت الہی پر موقوف ہے، رب تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ: "وَيَغْفِرُ مَا كُنْتَ ذَلِكَ لِئِنْ يَشَاءُ"۔ (مرقات) امام عسقلانی نے ایک کتاب لکھی ہے قوت الحجاج فی عموم المغفرة للحجاج جس میں ابن جوزی کی موضوع کہنے کی تردید کی ہے اور فرمایا کہ اگرچہ اس حدیث کی اسنادیں ضعیف ہیں مگر چند ضعیف اسنادیں مل کر حدیث قوی کر دیتی ہیں۔ بہر حال حاجی رب تعالیٰ کے کرم کی امید تو رکھے مگر مغرور نہ ہو جائے۔ ذنوب کی معافی کی امید رکھے اور حقوق فوراً ادا کر دے خواہ حقوق شرعیہ ہو جیسے قضاء نمازیں یا حقوق عباد جیسے قرض وغیرہ۔ (لمعات، اشعہ، مرقات) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ الصالح، ج ۴، ص ۲۱۷)

(9) مسند ابی یعلیٰ، الحدیث: ۲۰۸۶، ج ۲، ص ۲۹۹۔

(10) الترغیب والترہیب، کتاب الحج، الترغیب فی الوقوف بعرفہ... إلخ، الحدیث: ۱، ج ۲، ص ۸۔

(11) شعب الایمان، باب فی المناسک، فضل الوقوف بعرفات... إلخ، الحدیث: ۴۰۷، ج ۳، ص ۴۶۱۔

مَجِيْدٌ وَعَلَيْنَا مَعَهُمُ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! میرے اس بندے کو کیا ثواب دیا جائے جس نے میری تسبیح و تہلیل کی اور تکبیر و تعظیم کی مجھے پہچانا اور میری ثنا کی اور میرے نبی پر درود بھیجا۔ اے میرے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے اُسے بخش دیا اور اس کی شفاعت خود اس کے حق میں قبول کی اور اگر میرا یہ بندہ مجھ سے سوال کرے تو اُس کی شفاعت جو یہاں ہیں سب کے حق میں قبول کروں۔ (12)

حدیث ۱۱: بیہقی ابوسلیمان دارانی سے راوی، کہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے وقوف کے بارے میں سوال ہوا کہ اس پہاڑ میں کیوں مقرر ہوا، حرم میں کیوں نہ ہوا؟ فرمایا: کعبہ بیت اللہ ہے اور حرم اُس کا دروازہ تو جب لوگ اُس کی زیارت کے قصد سے آئے دروازے پر کھڑے کیے گئے کہ تضرع کریں۔ عرض کی، یا امیر المومنین! پھر وقوف مزقرفہ کا کیا سبب ہے؟ فرمایا کہ جب انھیں آنے کی اجازت ملی تو اب اس دوسری ڈیوڑھی پر روکے گئے پھر جب تضرع زیادہ ہوا تو حکم ہوا کہ منیٰ میں قربانی کریں پھر جب اپنے میل کچیل اتار چکے اور قربانیاں کر چکے اور گناہوں سے پاک ہو چکے تو اب باطہارت زیارت کی انھیں اجازت ملی۔

عرض کی گئی، یا امیر المومنین! ایام تشریق میں روزے کیوں حرام ہیں؟ فرمایا کہ وہ لوگ اللہ (عزوجل) کے رُؤا اور مہمان ہیں اور مہمان کو بغیر اجازت میزبان روزہ رکھنا جائز نہیں۔ عرض کی گئی، یا امیر المومنین! غلاف کعبہ سے لپٹنا کس لیے ہے؟ فرمایا اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے دوسرے کا گناہ کیا ہے وہ اس کے کپڑوں سے لپٹتا اور عاجزی کرتا ہے کہ یہ اُسے بخش دے۔ (13) جب وقوف کے ثواب سے آگاہ ہوئے تو اب گناہوں سے پاک صاف ہونے کا وقت قریب آیا، اس کے لیے تیار ہو جاؤ اور ہدایات پر عمل کرو۔

(۱) ساتویں تاریخ: مسجد حرام میں بعد ظہر امام خطبہ پڑھے گا اُسے سُنو، اس خطبہ میں منیٰ جانے اور عرفات میں نماز اور وقوف اور وہاں سے واپس ہونے کے مسائل بیان کیے جائیں گے۔

(۲) یوم الثر وہ میں کہ آٹھویں تاریخ کا نام ہے جس نے احرام نہ باندھا ہو باندھ لے اور ایک نفل طواف میں رمل و سعی کر لے جیسا کہ اوپر گزرا اور احرام کے متعلق جو آداب پیشتر بیان کیے گئے، مثلاً غسل کرنا، خوشبو لگانا وہ یہاں بھی ملحوظ رکھے اور نہادھو کر مسجد الحرام شریف میں آئے اور طواف کرے، اس کے بعد طواف کی نماز بدستور ادا کرے، پھر دو رکعت سنت احرام کی نیت سے پڑھے، اس کے بعد حج کی نیت کرے اور لبیک کہے۔

(12) شعب الایمان، باب فی المناسک، فضل الوقوف بعرفات... إلخ، الحدیث: ۴۰۷۴، ج ۳، ص ۳۶۳۔

(13) شعب الایمان، باب فی المناسک، فضل الوقوف بعرفات... إلخ، الحدیث: ۴۰۸۳، ج ۳، ص ۳۶۸۔

والترغیب والترہیب، کتاب الحج، الترغیب فی الوقوف بعرفہ... إلخ، الحدیث: ۱۶، ج ۲، ص ۳۳۔

(۳) جب آفتاب نکل آئے منیٰ کو چلو (13A)۔ اگر آفتاب نکلنے کے پہلے ہی چلا گیا جب بھی جائز ہے مگر بعد میں بہتر ہے اور زوال کے بعد بھی جاسکتا ہے مگر ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھے اور ہو سکے تو پیادہ جاؤ کہ جب تک مکہ معظمہ پلٹ (13A) منیٰ کو روانگی

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بابی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

آج آٹھویں تاریخ کی صبح ہے، ہر طرف دھوم پڑی ہے، سب کو ایک ہی دھن ہے کہ منیٰ چلو آپ بھی تیار ہو جائیے، اپنی ضروریات کی اشیاء مثلاً تسبیح، مصنیٰ، تہبہ ٹما، چند برتن، گلے میں لٹکانے والی پانی کی بوتل، معلم کا ایڈریس اور یہ تو ہر وقت ساتھ ہی ہونا چاہیے تاکہ راستہ بھول جانے کی صورت میں کام آئے۔ اخراجات برائے طعام و قریبانی وغیرہ ساتھ لیتا نہ بھولیں، اگر ممکن ہو تو منیٰ، عزفات، مرقفہ وغیرہ کا سفر پیدل ہی طے کریں کہ جب تک مکہ شریف پلٹیں گے ہر قدم پر سات سات کروڑ نیکیاں ملیں گی۔ وَاللّٰهُ كُوَالْقَضِیْلِ الْعَظِیْمِ۔ راستے بھر ٹہیک اور ذکر و زود کی خوب خوب کثرت کیجئے۔ بچوں ہی منیٰ شریف نظر آئے زود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھئے:

اَللّٰهُمَّ هَذَا مَنِّیْ قَامُنٌ عَلٰی مَا مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَآئِکَ

ترجمہ: اے اللہ عز و جل! یہ منیٰ ہے مجھ پر وہ احسان فرما جو تو نے اپنے اولیاء پر فرمایا۔

اے لیجئے اب آپ منیٰ شریف کی حسین دایوں میں داخل ہو گئے، کس قدر دلگشا منظر ہے، کیا زمین، کیا پہاڑ، ہر طرف خیمے ہی خیمے نظر آرہے ہیں۔ آپ بھی اپنے معلم کی طرف سے دیئے ہوئے خیمے میں قیام فرمائیے۔ آج کی غمہ سے لے کر کل نویں کی فجر تک پانچ نمازیں آپ کو منیٰ شریف میں ادا کرنی ہیں کیوں کہ اللہ عز و جل کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔

آہ! اب کون احتیاط کرے

منیٰ شریف میں آج کل چالیس چالیس حاجیوں کو ایک ایک خیمہ دیا جاتا ہے اور عزفات شریف میں اس سے بھی بڑے بڑے خیمے ہوتے ہیں۔ افسوس! ان دونوں مقامات مقدسہ پر مرد اور عورتوں کو ساتھ ساتھ رکھا جاتا ہے۔ عورتوں کے لیے پردہ کا کوئی انتظام نہیں ہوتا، نہ ہی حاجی صاحبان کو اس بات کا کوئی احساس ہوتا ہے۔ غیرت مند اور باحیا حجاج کرام کو چاہیے کہ اپنے ساتھ کچھ چادریں لیتے جائیں اور کم از کم اپنے گھر کی خواتین کو مردوں کے احتیاط سے بچانے کے لیے منیٰ شریف اور عزفات مقدسہ میں خیمے کے ایک طرف چادروں کے ذریعے حسب ضرورت عارضی کمرہ بنالیں۔

آج کا دن بہت اہم ہے اگرچہ کچھ نادان لوگ گپ شپ کر رہے ہوں۔ آپ ان کی طرف توجہ نہ دیں، اپنی عبادت میں لگے رہیں۔ آج آنے والی رات شب عزفہ ہے، ممکن ہو تو یہ رات ضرور عبادت میں گزارئیے کہ سونے کے دن بہت پڑے ہیں، ایسے مواقع بار بار کہاں نصیب ہوتے ہیں۔ ہو سکے تو ذیل میں دی ہوئی دعا شب عزفہ میں ایک ہزار بار اور نہ ہو سکے تو جتنی بار آسانی سے پڑھ سکتے ہوں پڑھئے

ورنہ کم از کم ایک بار تو پڑھ ہی لیجئے۔ دعا یہ ہے:

کر آؤ گے ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں لکھی جائیں گی، یہ نیکیاں تخمیناً اشتر کھرب چالیس ارب آتی ہیں اور اللہ کا فضل اس نبی کے صدقہ میں اس امت پر بے شمار ہے۔ جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحمد للہ رب العلمین۔

(۴) راستے بھر لبیک و دعا و درود و ثنا کی کثرت کرو۔

(۵) جب منیٰ نظر آئے یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ هٰذِيْ مِنْیْ فَاْمَنْنِ عَلَیْ مَا مَنَنْتَ بِہِ عَلٰی اَوْلِیَّائِکَ۔ (14)

(۶) یہاں رات کو ٹھہرو۔ آج ظہر سے نویں کی صبح تک پانچ نمازیں یہیں مسجد خیف میں پڑھو (14A)، آج کل بعض مطوفوں نے یہ نکالی ہے کہ آٹھویں کو منیٰ میں نہیں ٹھہرتے سیدھے عرفات پہنچتے ہیں، ان کی نہ ہونے اور اس سنت عظیمہ کو ہرگز نہ چھوڑے۔

(۷) قافلہ کے اصرار سے ان کو بھی مجبور ہونا پڑے گا۔ شبِ عرفہ منیٰ میں ذکر و عبادت سے جاگ کر صبح کرو۔ سونے کے

دُعائے شبِ عرفہ

سُبْحَنَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ عَرْشُهُ سُبْحَنَ الَّذِیْ فِی الْاَرْضِ مَوْطِئُهُ سُبْحَنَ الَّذِیْ فِی الْبَحْرِ سَبِیْلُهُ سُبْحَنَ الَّذِیْ فِی النَّارِ
سُلْطَانُهُ سُبْحَنَ الَّذِیْ فِی الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ سُبْحَنَ الَّذِیْ فِی الْقَدْرِ قَضَائُهُ سُبْحَنَ الَّذِیْ فِی الْهَوَاءِ رُوحُهُ سُبْحَنَ الَّذِیْ رَفَعَ
السَّمَاءَ سُبْحَنَ الَّذِیْ وَضَعَ الْاَرْضَ سُبْحَنَ الَّذِیْ لَا مَلْجَاؤَ وَلَا مَنَیْجَ مِنْهُ اِلَّا اِلَیْہِ

ترجمہ: پاک ہے وہ جس کا عرش بلندی میں ہے۔ پاک ہے وہ جس کی حکومت زمین میں ہے، پاک ہے وہ کہ جس کا راستہ دریا میں ہے، پاک ہے وہ کہ تار میں اس کی سلطنت ہے، پاک ہے وہ کہ جنت میں انکی رحمت ہے، پاک ہے وہ کہ قبر میں اسی کا حکم ہے، پاک ہے وہ کہ ہوا میں جو ردھیں ہیں اسی کی ملک ہیں، پاک ہے وہ کہ جس نے آسمان کو بلند کیا، پاک ہے وہ کہ جس نے زمین کو پست کیا، پاک ہے وہ کہ اس کے عذاب سے پناہ و نجات کی کوئی جگہ نہیں مگر اسی کی طرف۔

(14) الہی یہ منیٰ ہے مجھ پر تو وہ احسان کر جو اپنے اولیا پر تو نے کیا۔

(14A) مسجد خیف

میرے شیخ حریت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطا رقاوری رضوی ضیائی ڈاکٹر کاظم ندویہ اپنی کتب رفیق الحرمین میں دعائے عرفات کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ منیٰ میں واقع ہے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں ستر انبیاء علیہم السلام نے نماز پڑھی ہے اور ستر انبیاء علیہم السلام یہاں مدفون ہیں۔ زائرین کرام کو چاہیے کہ یہاں انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں اس طرح سلام عرض کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَنْبِیَاءَ اللّٰہِ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ

پھر ایصالِ ثواب کر کے دعائیں مانگیں۔

بہت دن پڑے ہیں اور نہ ہو تو کم از کم عشا و صبح جماعت اولیٰ سے پڑھو کہ شب بیداری کا ثواب ملے گا اور با وضو سوؤ کہ روح عرش تک بلند ہوگی۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی نقلی و طبرانی وغیرہا نے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص عرفہ کی رات میں یہ دعائیں ہزار مرتبہ پڑھے تو جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگے گا پائے گا جب کہ گناہ یا قطع رحم کا سوال نہ کرے۔

سُبْحَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ عَرْشُهُ سُبْحَانَ الَّذِي فِي الْأَرْضِ مَوْطِنُهُ سُبْحَانَ الَّذِي فِي الْبَحْرِ سَبِيلُهُ
سُبْحَانَ الَّذِي فِي النَّارِ سُلْطَانُهُ سُبْحَانَ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ سُبْحَانَ الَّذِي فِي الْقَبْرِ قَضَاؤُهُ سُبْحَانَ
الَّذِي فِي الْهَوَاءِ رُوحُهُ سُبْحَانَ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاءَ سُبْحَانَ الَّذِي وَضَعَ الْأَرْضَ سُبْحَانَ الَّذِي لَا مَلْجَأَ
وَلَا مُنْجَا مِنْهُ إِلَّا إِلَيْهِ. (15)

(۸) صبح: مستحب وقت نماز پڑھ کر لہیک و ذکر و درود شریف میں مشغول رہو یہاں تک کہ آفتاب کو دھیر پر کہ مسجد خیف شریف کے سامنے ہے چمکے۔ اب عرفات کو چلودل کو خیال غیر سے پاک کرنے میں کوشش کرو کہ آج وہ دن ہے کہ کچھ کاج قبول کریں گے اور کچھ کو ان کے صدقہ میں بخش دیں گے۔ محروم وہ جو آج محروم رہا، دوسو سے آئیں تو اُن سے لڑائی نہ باندھو کہ یوں بھی دشمن کا مطلب حاصل ہے وہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم اور خیال میں لگ جاؤ، لڑائی باندھی جب بھی تو اور خیال میں پڑے بلکہ دوسو کی طرف دھیان ہی نہ کرو، یہ سمجھ لو کہ کوئی اور وجود ہے جو ایسے خیالات لا رہا ہے مجھے اپنے رب سے کام ہے، یوں انشاء اللہ تعالیٰ وہ مردود نام کام واپس جائے گا۔

مسئلہ: اگر عرفہ کی رات مکہ میں گزاری اور نویں کو فجر پڑھ کر منیٰ ہوتا ہوا عرفات میں پہنچا تو حج ہو جائے گا مگر برا کیا کہ سنت کو ترک کیا۔ یوہیں اگر رات کو منیٰ میں رہا مگر صبح صادق ہونے سے پہلے یا نماز فجر سے پہلے یا آفتاب نکلنے سے پہلے عرفات کو چلا گیا تو برا کیا اور اگر آٹھویں کو جمعہ کا دن ہے جب بھی زوال سے پہلے منیٰ کو جاسکتا ہے کہ اس پر جمعہ فرض نہیں اور جمعہ کا خیال ہو تو منیٰ میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے، جب کہ امیر مکہ وہاں ہو یا اس کے حکم سے قائم کیا جائے۔ (15A)

(15) امسک المسقط، (فصل فی الرواح من منیٰ الی عرفات)، ص ۱۹۰۔

ترجمہ: پاک ہے وہ جس کا عرش بلندی میں ہے، پاک ہے وہ جس کی حکومت زمین میں ہے، پاک ہے وہ کہ دریا میں اس کا راستہ ہے، پاک ہے وہ کہ آگ میں اُسی کی سلطنت ہے، پاک ہے وہ کہ جنت میں اُس کی رحمت ہے، پاک ہے وہ کہ قبر میں اُس کا حکم ہے، پاک ہے وہ کہ ہوا میں جو روہیں ہیں اُسی کی ہلک ہیں، پاک ہے وہ جس نے آسمان کو بلند کیا، پاک ہے وہ جس نے زمین کو پست کیا، پاک ہے وہ کہ اُس کے عذاب سے پناہ و نجات کی کوئی جگہ نہیں، مگر اُسی کی طرف۔

(15A) عَزَّ ذَاتُ شَرِيف کو روانگی

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی خیالی دامت برکاتہم العالیہ

(۹) راستے بھر ذکر و ورد میں بسر کرو، بے ضرورت کچھ بات نہ کرو، لبیک کی بے شمار بار بار کثرت کرتے چلو اور مٹی سے نکل کر یہ دعا پڑھو:

اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

آج نو ذوالحجہ ہے، نماز فجر مستحب وقت میں ادا کر کے لبیک اور ذکر و دعا میں مشغول رہنے یہاں تک کہ سورج طلوع ہونے کے بعد مسجد حنیف شریف کے سامنے واقع کوہ شہر پر چکے، اب دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ جانب عرفات شریف چلے لبیک اور ذکر و ورد کی کثرت راستے بھر رکھے نیز مٹی شریف سے نکل کر ایک بار یہ دعا بھی پڑھ لیجئے۔

راہ عرفات کی دعا

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا خَيْرَ غَدُوَّةٍ غَدُوْنَهَا قَطُّ وَقَرِّبْهَا مِنْ رِّضْوَانِكَ وَابْعِدْهَا مِنْ سَخَطِكَ وَ اَللّٰهُمَّ اَلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَ اَعْنِيكَ
تَوَكَّلْتُ وَ وَجَّهْتُ اَرَدْتُ فَاَجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَ اَخِيْرِيْ مَبْرُوْرًا وَ اَرْحَمِيْ وَلَا تُخَيِّبْنِيْ وَ تَارِكٌ لِيْ فِيْ سَفَرِيْ وَ اَقْبِلْ
بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِيْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ترجمہ: اے اللہ عز و جل! میری اس صبح کو تمام صبحوں سے اچھی بنادے اور اسے اپنی خوشنودی سے قریب کر اور اپنی ناخوشی سے دور کر۔
اے اللہ عز و جل! میں تیری طرف متوجہ ہوا اور تجھ پر میں نے توکل کیا اور تیرے وجہ کریم کا ارادہ کیا۔ میرے گناہ بخش اور میرے حج کو
مبرور کر اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے محروم نہ کر اور میرے سفر میں میرے لئے برکت عطا فرما اور عرفات میں میری حاجت پوری کر۔ بے شک تو
ہر چیز پر قادر ہے۔

عرفات شریف میں داخلہ

اے لیجئے! اب آپ میدان عرفات مقدسہ کے قریب آپہنچے، ٹپ جائیے اور آنسوؤں کو بہنے دیجئے کہ غنم قریب آپ اُس مقدس میدان
میں داخل ہوں گے کہ جہاں آنے والا محروم لوثا ہی نہیں۔ جب نظر بجلی رحمت کو پھرے لبیک و دعا میں اور زیادہ کوشش کیجئے کہ اب جردعا
مانگیں گے اِنْ هَآءِ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ اَقْبَلْ ہوگی۔ قلب و نگاہ سنبھالے لبیک کی پیہم تکرار کرتے ہوئے روتے روتے میدان عرفات پاک میں
داخل ہوں۔

سَلَّمَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ! یہ وہ مقدس مقام ہے جہاں آج لاکھوں مسلمان ایک ہی لباس (احرام) میں ملبوس جمع ہیں، ہر طرف لبیک کی صدا یک
گونج رہی ہیں۔ یقین جانئے بے شمار اولیائے کرام رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی اور اللہ عَزَّ وَ جَلَّ کے دونوں حضرت سیدنا خضر اور حضرت سیدنا الیاس
علیہما السلام بھی بروز عرفہ میدان عرفات مبارک میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اب آپ بخوبی آج کے دن کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے
ہیں۔

وقوف عرفات شریف کے آٹھ مدنی ماحول

مدینہ (۱) جب دوپہر قریب آئے تو غسل کیجئے کہ سنت مؤکدہ ہے، اگر غسل نہ کر سکیں تو کم از کم وضو کر ہی لیں۔

اللَّهُمَّ إِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَلِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ أَرَدْتُ فَأَجْعَلْ ذَنْبِي مَغْفُورًا

مدینہ (۲) آج یعنی نو ذوالحجہ کو دوپہر اٹھنے سے لے کر دسویں کی صبح صادق کے درمیان جو کوئی احرام کے ساتھ ایک لمحے کے لئے بھی میدانِ عرفات پاک میں داخل ہو گیا وہ حاجی ہو گیا، آج یہاں کا ذوق حج کا زکین اعظم ہے۔

مدینہ (۳) آج کا دن نہایت ہی مبارک دن ہے۔ اللہ عز و جل کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: آج وہ دن ہے کہ جو شخص، کان، آنکھ اور زبان کو قابو میں رکھے گا اُس کی مغفرت ہے۔ (طبرانی)

مدینہ (۴) عرفات شریف میں وقتِ ظہر میں ظہر وغیرہ ملا کر پڑھی جاتی ہے مگر اس کی بعض شرائط ہیں۔

مدینہ (۵) حاجی کو آج بے روزہ ہونا سنت ہے، نیز ممکن ہو تو ہر وقت بلا تصور ہونا چاہئے۔

مدینہ (۶) بجلی رحمت کے قریب ذوق کرنا افضل ہے۔

مدینہ (۷) بعض نادان بجلی رحمت کے اوپر چڑھ جاتے ہیں اور وہاں سے کھڑے کھڑے زرد مال ہلاتے رہتے ہیں، آپ ایسا نہ کیجئے اور اُن کی طرف سے بھی دل میں برا خیال نہ لائیے، آج کا دن اُوروں کے غیب دیکھنے کا نہیں، اپنے غصوں پر شرمساری اور گریہ و زاری کا دن ہے۔

مدینہ (۸) موقف (ظہر کی جگہ) میں ہو سکے تو ہر طرح کے سائے خشکی کہ ٹھہری کے بھی سائے سے بچئے، ہاں جو مجبور ہے وہ معذور ہے۔

۴۔

امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خاص نصیحت

بد نگاہی ہمیشہ حرام ہے نہ کہ احرام میں، نہ کہ موقف یا مسجد الحرام میں، نہ کہ کعبہ کے سامنے، نہ کہ طواف بیت اللہ میں۔ یہ تمہارے امتحان کا موقع ہے، عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ یہاں منہ نہ چھپاؤ اور تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ اُن کی طرف نگاہ نہ کرو، یقین جانو کہ یہ بڑے عزت والے بادشاہ کی ہاندیاں ہیں اور اس وقت تم اور وہ سب خاص دربار میں حاضر ہو، بلا غصیہ شیر کا بچہ اُس کی بغل میں ہو اُس وقت کون اُس کی طرف نگاہ اٹھا سکتا ہے۔ تو اللہ عز و جل واحد قہار کی کنیزیں کہ اُس کے دربار خاص میں حاضر ہیں، اُن پر بد نگاہی کس قدر سخت ہوگی۔ وَلِلَّهِ الْمَقَالُ الْأَعْلٰی۔ ہاں ہاں! ہوشیار! ایمان بچائے ہوئے، قلب و نگاہ سنبھالے ہوئے، حرم وہ جگہ ہے جہاں گناہ کے ارادے سے بھی پکڑا جاتا ہے اور ایک گناہ لاکھ کے برابر ٹھہرتا ہے۔ اللہ عز و جل خیر کی توفیق دے۔ (انوار البشارۃ) آمین بِحَاۃِ النَّبِیِّ الْأَمِیْنِ صَلَّی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

عرفات شریف کی دعائیں (عربی)

مدینہ (۱) دوپہر کے وقت دورانِ ذوق موقف میں منہ زجہ ذیل کلمہ توحید، سورہ اِخلاص شریف اور پھر اس کے بعد دیا ہوا زُود شریف سو سو بار پڑھنے والے کی حکیم حدیث بخشش کر دی جاتی ہے، نیز اگر وہ تمام عرفات شریف والوں کی سفارش کر دے تو وہ بھی قبول کر لی جائے۔

(۱) یہ کلمہ توحید سو بار پڑھئے:

شَيْءٌ قَدِيرٌ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا اَقْرَبَ غَدُوَّةٍ غَدَوْتُهَا مِنْ رِضْوَانِكَ وَاَبْعَدَ مَا مِنْ سَخَطِكَ اَللّٰهُمَّ

ترجمہ: اے اللہ غز و جل اس حج کو مبرور کر اور گناہ بخش دے۔ الٰہی تیرے لئے حمد ہے جیسی ہم کہتے ہیں اور اس سے بہتر جس کو ہم کہیں۔ اے اللہ غز و جل میری نماز و عبادت اور میرا جینا اور مرنا تیرے ہی لئے ہے اور تیری ہی طرف میری وابستگی ہے اور اے پروردگار غز و جل! تو ہی میرا وارث ہے۔ اے اللہ غز و جل! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر اور سینہ کے دوسے اور کام کی پراگندگی سے۔ الٰہی غز و جل میں سوال کرتا ہوں اس چیز کی خیر کا جس کو ہوا لاتی ہے اور اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جسے ہوا لاتی ہے۔ الٰہی غز و جل ہدایت کی طرف ہم کو رہنمائی کر اور تقویٰ سے ہم کو مزین کر اور آخرت اور دنیا میں ہم کو بخش دے۔ الٰہی غز و جل میں رزق پاکیزہ اور مبارک کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ الٰہی غز و جل تو نے دعا کرنے کا حکم دیا اور قبول کرنے کا ذمہ تو نے خود لیا اور بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور اپنے عہد کو نہیں توڑتا۔ الٰہی غز و جل جو اچھی باتیں تجھے محبوب ہیں انہیں ہماری محبوب کر دے اور ہمارے لئے میسر کر اور جو بری باتیں تجھے ناپسند ہیں انہیں ہماری ناپسند کر اور ہم کو ان سے بچا اور اسلام کی طرف تو نے ہم کو ہدایت فرمائی تو اس کو ہم سے جدا نہ کر۔ الٰہی غز و جل تو میرے مکان کو دیکھتا اور میرے کلام کو سنتا ہے اور میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے کہ میرے کام میں سے کوئی شے تجھ پر مخفی نہیں۔ میں نامراد محتاج، فریاد کرنے والا، پناہ چاہنے والا، خوفناک ڈرنے والا، اپنے گناہ کا مقروض و معترف ہوں، مسکین کی طرح تجھ سے سوال کرتا ہوں اور گناہ گار ذلیل کی طرح تجھ سے عاجزی کرتا ہوں اور ڈرنے والے مضطر کی طرح تجھ سے دعا کرتا ہوں اس کی مثل دعا جس کی گردن تیرے لئے جھکی ہوئی اور آنکھیں جاری اور بدن لاغر اور ناک خاک میں ملی ہے۔ اے پروردگار غز و جل! تو اپنی ہدایت سے مجھے بد بخت نہ کر اور مجھ پر بہت مہربان ہو جا اے بہت بہتر سوال کئے گئے اور بہتر دیئے والے۔

مدینہ (۳) ابن ابی شیبہ وغیرہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و النعمان بن عبد اللہ بن عمر سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور انبیاء کی دعا غز و جل کے دن یہ ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَلْمُلْكُ وَلَكَ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَفِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَسْوَاسِ الصُّدُوْرِ وَتَشْتِيْبِ الْاُمْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلْجُ فِي الْاَيْلِ وَشَرِّ مَا يَلْجُ فِي النَّهَارِ وَشَرِّ مَا يَلْجُ بِهٖ الرِّيحُ وَشَرِّ بَوَائِقِ النَّهْرِ

گناہوں سے پاک ہو گئے

پیارے پیارے حاجیو! آپ کے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ غز و جل کے سچے وعدوں پر بھروسہ کر کے یقین کر لیں کہ آج میں گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا ہوں جیسے کہ اُس دن جب کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا، اب کوشش کیجئے کہ آئندہ گناہ نہ ہوں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ میں ہرگز کوتاہی نہ ہو، قلموں و راسوں اور گانوں باجوں نیز حرام روزی کمانے، داڑھی منڈانے یا ایک منٹھی سے گھٹانے، ماں باپ کا دل دکھانے وغیرہ وغیرہ گناہوں میں ملوث ہو کر کہیں پھر آپ شیطان کے چنگل میں نہ پھنس جائیں۔

إِلَيْكَ غَدُوتٌ وَعَلَيْكَ اعْتِمَدْتُ وَوَجْهَكَ أَرَدْتُ فَاجْعَلْنِي مِمَّنْ تُبَاهِي بِهِ الْيَوْمَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي وَأَفْضَلُ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْبُعَافَةَ الدَّائِمَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ. (16)

(۱۰) جب نگاہ جہل رحمت پر پڑے ان امور میں اور زیادہ کوشش کرو کہ انشاء اللہ تعالیٰ وقت قبول ہے۔

(۱۱) عرفات میں اُس پہاڑ کے پاس یا جہاں جگہ ملے شارع عام سے بچ کر اُتر دو۔

(۱۲) آج کے ہجوم میں کہ لاکھوں آدمی، ہزاروں ڈیرے خینے ہوتے ہیں۔ اپنے ڈیرے سے جا کر واپسی میں اُس کا ملنا دشوار ہوتا ہے، اس لیے پہچان کا نشان اس پر قائم کر دو کہ دور سے نظر آئے۔

(۱۳) مستورات ساتھ ہوں تو اُن کے بُرقع پر بھی کوئی کپڑا خاص علامت چمکتے رنگ کا لگا دو کہ دور سے دیکھ کر تمیز کر سکو اور دل مشوشت (تشویش میں) نہ رہے۔

(۱۴) دو پہر تک زیادہ وقت اللہ (عزوجل) کے حضور زاری اور خالص نیت سے حسب طاقت صدقہ و خیرات و ذکر و لبیک و درود و دعا و استغفار و کلمہ توحید میں مشغول رہے۔ حدیث میں ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: سب میں بہتر وہ چیز جو آج کے دن میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہی یہ ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. (17)

اور چاہئے تو اس کے ساتھ یہ بھی کہے:

لَا تَعْبُدُ إِلَّا آيَاهُ وَلَا تَعْرِفُ رَبًّا سِوَاكَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا اللَّهُمَّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَأَعِزِّدْ بَكَ مِنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَتَشْتِيبِ الْأَمْرِ

(16) اے اللہ (عزوجل) میں تیری طرف متوجہ ہوا اور تجھ پر میں نے توکل کیا اور تیرے درجہ کریم کا ارادہ کیا، میرے گناہ بخش اور میرے حج کو مبرور کر اور مجھ پر رحم کر اور مجھے ٹوٹے میں نہ ڈال اور میرے لیے میرے سفر میں برکت دے اور عرفات میں میری حاجت پوری کر، بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔ اے اللہ (عزوجل)! میرا چلنا اپنی خوشنودی سے قریب کر اور اپنی ناخوشی سے دور کر۔ الہی! میں تیری طرف چلا، در تجھی پر اعتماد کیا اور تیری ذات کا ارادہ کیا تو مجھ کو اُن میں سے کر جن کے ساتھ قیامت کے دن تو مہابات کریگا، جو مجھ سے بہتر و افضل ہیں۔ الہی! میں تجھ سے عفو و عافیت کا سوال کرتا ہوں اور اس عافیت کا جو دنیا و آخرت میں ہمیشہ رہنے والی ہے اور اللہ (عزوجل) درود بھیجے بہترین مخلوق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اُن کی آل و اصحاب سب پر۔

(17) لباب النکاح للسنی، (باب الوقوف بعرفات و احکامہ)، ص ۱۹۱۔

وَعَذَابِ الْقَلْبِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي اللَّيْلِ وَشَرِّ مَا يَلِجُ فِي النَّهَارِ وَشَرِّ مَا تَنْهَبُ بِهِ الرِّيحُ وَشَرِّ بَوَائِي الدُّخْرِ اللَّهُمَّ هَذَا مَقَامُ الْمُسْتَجِيرِ الْعَائِلِ مِنَ النَّارِ أَجْزِنِي مِنَ النَّارِ بِعَفْوِكَ وَأَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اللَّهُمَّ اهْدِنِي الْإِسْلَامَ فَلَا تُنْزِعْهُ عَنِّي حَتَّى تَقْبِضَنِي وَأَنَا عَلَيْهِ. (18)

(۱۵) دوپہر سے پہلے کھانے پینے وغیرہ ضروریات سے فارغ ہو لے کہ دل کسی طرف لگا نہ رہے۔ آج کے دن جیسے حاجی کو روزہ مناسب نہیں کہ دُعا میں ضعف ہوگا۔ یوں پیٹ بھر کھانا سخت زہر اور غفلت و کسل کا باعث ہے، تین روٹی کی بھوک والا ایک ہی کھائے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ہمیشہ کے لیے یہی حکم دیا ہے اور خود دنیا سے تشریف لے گئے اور جو کی روٹی کبھی پیٹ بھر نہ کھائی، حالانکہ اللہ (عزوجل) کے حکم سے تمام جہاں اختیار میں تھا اور ہے۔ انوار و برکات لینا چاہو تو نہ صرف آج بلکہ حرمین شریفین میں جب تک حاضر ہو تہائی پیٹ سے زیادہ ہر گز نہ کھاؤ۔ مانو گے تو اس کا فائدہ اور نہ مانو گے تو اس کا نقصان آنکھوں دیکھ لو گے۔ ہفتہ بھر اس پر عمل کر تو دیکھو اگلی حالت سے فرق نہ پاؤ جیسا کہنا جی بچے تو کھانے پینے کے بہت سے دن ہیں یہاں تو نور و ذوق کے لیے جگہ خالی رکھو۔

تادرون نور معرفت بینی

اندروں از طعام خالی دار

غ بھرا برتن دوبارہ کیا بھرے گا۔

(۱۶) جب دوپہر قریب آئے نہاد کہ سنت مؤکدہ ہے اور نہ ہو سکے تو صرف وضو۔



(18) اس کے سوا ہم کسی کی عبادت نہیں کرتے اور اُس کے سوا کسی کو رب نہیں جانتے، اے اللہ (عزوجل)! تو میرے دل میں نور کر اور میرے کان اور نگاہ میں نور کر، اے اللہ (عزوجل)! میرے سینہ کو کھول دے اور میرے امر کو آسان کر اور تیری پناہ مانگتا ہوں سینہ کے دوسووں اور کام کی پراگندگی اور عذاب قبر سے، اے اللہ (عزوجل)! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اُس کے شر سے جو رات میں داخل ہوتی ہے اور دن میں داخل ہوتی ہے اور اُس کے شر سے جس کے ساتھ ہوا چلتی ہے اور شر سے آفات زمانہ کے۔ اے اللہ (عزوجل)! یہ امن کے طالب اور جہنم سے پناہ مانگنے والے کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے، اپنے غمو کے ساتھ مجھ کو جہنم سے بچا اور اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان۔ اے اللہ (عزوجل)! جب تو نے اسلام کی طرف مجھے ہدایت کی تو اس کو مجھ سے جدا نہ کرنا یہاں تک کہ مجھے اسی اسلام پر وفات دینا۔

عرفات میں ظہر و عصر کی نماز

(۱۷) دوپہر ڈھلتے ہی بلکہ اس سے پہلے کہ امام کے قریب جگہ ملے مسجد نمبرہ جاؤ۔ سنتیں پڑھ کر خطبہ سن کر امام کے ساتھ ظہر پڑھو اس کے بعد بے توقف عصر کی تکبیر ہوگی معا جماعت سے عصر پڑھو، بیچ میں سلام و کلام تو کیا معنی، سنتیں بھی نہ پڑھو اور بعد عصر بھی نفل نہیں، یہ ظہر و عصر ملا کر پڑھنا بھی جائز ہے کہ نماز یا تو سلطان پڑھائے یا وہ جو حج میں اُس کا نائب ہو کر آتا ہے جس نے ظہر اکیلے یا اپنی خاص جماعت سے پڑھی اُسے وقت سے پہلے عصر پڑھنا جائز نہیں اور جس حکمت کے لیے شرع نے یہاں ظہر کے ساتھ عصر ملانے کا حکم فرمایا ہے یعنی غروب آفتاب تک دُعا کے لیے وقت خالی ملنا وہ جاتی رہے گی۔

مسئلہ ۱: ملا کر دونوں نمازیں جو یہاں ایک وقت میں پڑھنے کا حکم ہے اس میں پوری جماعت ملنا شرط نہیں بلکہ مثلاً ظہر کے آخر میں شریک ہوا اور سلام کے بعد جب اپنی پوری کرنے لگا، اتنے میں امام عصر کی نماز ختم کرنے کے قریب ہوا یہ سلام کے بعد عصر کی جماعت میں شامل ہوا جب بھی ہوگئی۔ (۱)

مسئلہ ۲: ملا کر پڑھنے میں یہ بھی شرط ہے کہ دونوں نمازوں میں با احرام ہو، اگر ظہر پڑھنے کے بعد احرام باندھا تو عصر ملا کر نہیں پڑھ سکتا۔ نیز یہ شرط ہے کہ وہ احرام حج کا ہو اگر ظہر میں عمرہ کا تھا عصر میں حج کا ہوا جب بھی نہیں ملا سکتا۔ (۲)



(۱) رد المحتار کتاب الحج، مطلب فی شروط الجمع، ج ۳، ص ۵۹۴۔

(۲) الدر المختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۵۹۵۔

عرفہ کا وقوف

(۱۸) خیال کرو جب شرع کو یہ وقت دُعا کے لیے فارغ کرنے کا اس قدر اہتمام ہے کہ عصر کو ظہر کے ساتھ ملا کر پڑھنے کا حکم دیا تو اُس وقت اور کام میں مشغولی کس قدر بیہودہ ہے۔ بعض احمقوں کو دیکھا ہے کہ امام تو نماز میں ہے یا نماز پڑھ کر موقف کو گیا اور وہ کھانے، پینے، نختے، چائے اڑانے میں ہیں۔ خبردار! ایسا نہ کرو۔ امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہی فوراً موقف (یعنی وہ جگہ کہ نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک وہاں ذکر و دعا کا حکم ہے اُس جگہ کو) روانہ ہو جاؤ اور ممکن ہو تو آؤنٹ پر کہ سنت بھی ہے اور ہجوم میں دبے کچلنے سے محافظت بھی۔

(۱۹) بعض مطوف (طواف کروانے والے) اس مجمع میں جانے سے منع کرتے اور طرح طرح ڈراتے ہیں اُن کی نہ سُنو کہ وہ خاص نزولِ رحمت عام کی جگہ ہے۔ ہاں عورتیں اور کمزور مرد یہیں سے کھڑے ہوئے دعا میں شامل ہوں کہ بطنِ عرنہ (۱) کے سوا یہ سارا میدان موقف ہے اور یہ لوگ بھی یہی تصور کریں کہ ہم اُس مجمع میں حاضر ہیں، اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ نہ سمجھیں۔ اُس مجمع میں یقیناً بکثرت اولیا بلکہ الیاس و خضر علیہما السلام دو نبی بھی موجود ہیں (۲)، یہ تصور کریں کہ انور و برکات جو مجمع میں اُن پر اتر رہے ہیں اُن کا صدقہ ہم بھکاریوں کو بھی پہنچتا ہے۔ یوں الگ ہو کر بھی شامل رہیں گے اور جس سے ہو سکے تو وہاں کی حاضری چھوڑنے کی چیز نہیں۔

(۲۰) افضل یہ ہے کہ امام سے نزدیک جبلِ رحمت کے قریب جہاں سیاہ پتھر کا فرش ہے، رُو بقبلہ امام کے پیچھے کھڑا ہو جب کہ ان فضائل کے حصول میں دقت یا کسی کو اذیت نہ ہو ورنہ جہاں اور جس طرح ہو سکے وقوف کرے امام کی دہنی جانب اور بائیں رُوبرُو سے افضل ہے۔ یہ وقوف ہی حج کی جان اور اُس کا بڑا رکن ہے، وقوف کے لیے کھڑا رہنا افضل ہے شرط یا واجب نہیں، بیٹھا رہا جب بھی وقوف ہو گیا وقوف میں نیت اور رُو بقبلہ ہونا افضل ہے۔

- (۱) بطنِ عرنہ عرفات میں حرم کے نالوں میں سے ایک نالہ ہے مسجدِ نمرہ کے پختہ کی طرف یعنی کعبہ معظمہ کی طرف وہاں وقوف ناجائز ہے۔
- (۲) الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام مرسلین کرام میں ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب بحیات حقیقی روحانی جسمانی زندہ ہیں، ان کی موت صرف ایک آن کو تصدیق وعدہ الہیہ کے لیے ہوتی ہے، جمہور علماء کے نزدیک چار نبی بے عروض موت اب تک زندہ ہیں، دو آسمان پر، سیدنا اور لیس و سیدنا عیسیٰ اور روزِ مین میں، سیدنا الیاس و سیدنا خضر علیہم الصلوٰۃ والسلام اے اور یہ دونوں حضرات ہر سال حج کرتے ہیں اور ختم حج پر زمزم شریف کے پاس باہم ملتے ہیں، اور آبِ زمزم شریف پیتے ہیں کہ آئندہ سال تک ان کے لیے کافی ہوتا ہے پھر کھانے پینے کی حاجت نہیں ہوتی۔

وقوف کی سنتیں

وقوف میں یہ امور سنت ہیں:

1- غسل۔

2- دونوں خطبوں کی حاضری۔

3- دونوں نمازیں ملا کر پڑھنا۔

4- بے روزہ ہونا۔

5- با وضو ہونا۔

6- نمازوں کے بعد فوراً وقف کرنا۔

(۲۱) بعض جاہل یہ کرتے ہیں کہ پہاڑ پر چڑھ جاتے اور وہاں کھڑے ہو کر رومال ہلاتے رہتے ہیں اس سے بچو اور ان کی طرف بھی برا خیال نہ کرو، یہ وقت ادبوں کے عیب دیکھنے کا نہیں، اپنے عیبوں پر شرمساری اور گریہ و زاری کا ہے۔



وقوف کے آداب

(۲۲) اب وہ کہ یہاں ہیں اور وہ کہ ڈیروں میں ہیں سب ہمہ تن صدق دل سے اپنے کرم مہربان رب کی طرف متوجہ ہو جائیں اور میدانِ قیامت میں حساب اعمال کے لیے اس کے حضور حاضری کا تصور کریں۔ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ لرزتے کانپتے ڈرتے امید کرتے آنکھیں بند کیے گردن جھکائے، دست دعا آسمان کی طرف سر سے اونچا پھیلائے تکبیر و تہلیل و تسبیح و لبیک و حمد و ذکر و دعا و توبہ و استغفار میں ڈوب جائے، کوشش کرے کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیلِ اجابت و سعادت ہے، ورنہ رونے کا سامونھ بنائے کہ اچھوں کی صورت بھی اچھی۔ اثنائے دعا و ذکر میں لبیک کی بار بار تکرار کرے۔

آج کے دن دعائیں بہت منقول ہیں اور دعائے جامع کہ ادھر گزری کافی ہے چند بار اُسے کہہ لو اور سب سے بہتر یہ کہ سارا وقت، درود و ذکر و تلاوت قرآن میں گزار دو کہ بوعده حدیث دعا والوں سے زیادہ پاؤ گے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑو، غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کرو، اپنے گناہ اور اس کی قہاری یاد کر کے بید کی طرح لرزو اور یقین جانو کہ اس کی مار سے اسی کے پاس پناہ ہے۔ اُس سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے اس کے در کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں لہذا اُن شفیعوں کا دامن پکڑے، اُس کے عذاب سے اُسی کی پناہ مانگو اور اسی حالت میں رہو کہ کبھی اُس کے غضب کی یاد سے جی کانپا جاتا ہے اور کبھی اُس کی رحمت عام کی امید سے مڑجھایا دل نہال ہو جاتا ہے۔

یوہیں تضرع و زاری میں رہو یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے اور رات کا ایک لطیف جز آجائے، اس سے پہلے کوچ منع ہے۔ بعض جلد باز دن ہی سے چل دیتے ہیں، اُن کا ساتھ نہ دو۔ غروب تک ٹھہرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو عصر کو ظہر سے ملا کر کیوں پڑھنے کا حکم ہوتا اور کیا معلوم کہ رحمت الہی کس وقت توجہ فرمائے، اگر تمہارے چل دینے کے بعد اُتری تو معاذ اللہ کیسا خسارہ ہے اور اگر غروب سے پہلے حدودِ عرفات سے نکل گئے جب تو پورا جرم ہے۔ بعض مطوف یہاں یوں ڈراتے ہیں کہ رات میں خطرہ ہے یہ دو ایک کے لیے ٹھیک ہے اور جب سارا قافلہ ٹھہرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ کچھ اندیشہ نہیں۔ اس مقام پر پڑھنے کے لیے بعض دعائیں لکھی جاتی ہیں: اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَبِلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ تین بار پھر کلمہ توحید، اس کے بعد

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ بِالْهُدٰى وَنَقِيْنِيْ بِالْتَّقْوٰى وَاعْفِرْ لِيْ فِيْ الْاٰخِرَةِ وَالْاَوَّلٰى۔ (۱)

(۱) اے اللہ (عزوجل)! مجھ کو ہدایت کے ساتھ، ہمنائی کر اور پاک کر اور پرہیزگاری کے ساتھ گناہ سے محفوظ رکھ ورنہ دنیا و آخرت میں سے

تین بار

اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ حَاجًا مَرُورًا وَذَنْبًا مَغْفُورًا اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِي نَقُولُ وَخَيْرًا مِنَّا نَقُولُ
اللَّهُمَّ لَكَ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي وَإِلَيْكَ مَآبِي وَلَكَ رَبِّ تُرَائِي اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ
عَذَابِ الْقَبْرِ وَسُوسَةِ الصَّدْرِ وَشَتَابِ الْأَمْرِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَجِيئُ بِهِ الرِّيحُ وَنَعُوذُ
بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِيئُ بِهِ الرِّيحُ اللَّهُمَّ اهْدِنَا بِالْهُدَى وَزَيْنًا بِالتَّقْوَى وَاعْفِرْ لَنَا فِي الْآخِرَةِ وَالْأُولَى
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ رِزْقًا طَيِّبًا مُبَارَكًا.

اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَمَرْتَ بِالْذُّعَاءِ وَقَضَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ بِالْإِجَابَةِ وَإِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْبَيْعَادَ وَلَا تُنْكِرُ
عَهْدَكَ اللَّهُمَّ مَا أَحْبَبْتَ مِنْ خَيْرٍ فَحَبِّبْهُ إِلَيْنَا وَ يَتَبَرَّهْ لَنَا وَمَا كَرِهْتَ مِنْ شَرٍّ فَكَرِّهْهُ إِلَيْنَا
وَجَبِّبْنَاهُ وَلَا تُنَزِعْ مِنَّا الْإِسْلَامَ بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَرَى مَكَانِي وَتَسْمَعُ كَلَامِي وَتَعْلَمُ
سِرِّي وَعَلَانِيَتِي وَلَا يَخْفَى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ أَمْرِي أَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيرُ الْمُسْتَغِيثُ الْمُسْتَجِيرُ الْوَجِلُ
الْمُسْتَفِيقُ الْمَقْرُ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهِ أَسْأَلُكَ مَسْأَلَةَ الْمُسْكِينِ وَأَبْتِهْلُ إِلَيْكَ ابْتِهَالُ الْمُنِيبِ الذَّلِيلِ
وَأَدْعُوكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الْمُضْطَرِّ دُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهُ وَقَاضَتْ لَكَ عَيْنَاهُ وَتَجَلَّ لَكَ جَسَدُهُ
وَرَعِمَ أَنْفُهُ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي بِدُعَائِكَ رَبِّي شَقِيئًا وَكُنْ لِي رَوْفًا رَحِيمًا يَا خَيْرَ الْمُسْتَوَلِينَ وَخَيْرَ
الْمُعْطِينَ. (2)

میری مغفرت فرما۔

(2) اے اللہ (عزوجل)! اس کوچہ بردہ کر اور گناہ بخش دے، الہی! تیرے لیے حمد ہے جیسی ہم کہتے ہیں اور اس سے بہتر جس کو ہم کہیں، اے
اللہ (عزوجل)! میری نمرز و عبادت اور میرا جینا اور مرنا تیرے ہی لیے ہے اور تیری طرف میری وابستگی ہے اور اے پروردگار! تو ہی میرا
دارث ہے، اے اللہ (عزوجل)! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر اور سینہ کے دوسے اور کام کی پراگندگی سے، الہی! میں سوال کرتا ہوں
اُس چیز کی خیر کا جس کو ہوا لاتی ہے اور اُس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جسے ہوا لاتی ہے، الہی! ہدایت کی طرف ہم کو رہنمائی کر اور تقویٰ
سے ہم کو مزین کر اور آخرت و دنیا میں ہم کو بخش دے، الہی! میں رزق پاکیزہ و مبارک کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

الہی! تو نے دعا کرنے کا حکم دیا اور قبول کرنے کا ذمہ تو نے خود لیا اور بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور اپنے عہد کو نہیں توڑتا، الہی! جو
اچھی باتیں تجھے محبوب ہیں انھیں ہماری محبوب کر دے اور ہمارے لیے میسر کر اور جو بُری باتیں تجھے نا پسند ہیں انھیں ہماری نا پسند کر اور ہم کو
ان سے بچا اور اسلام کی طرف تو نے ہم کو ہدایت فرمائی تو اُس کو ہم سے جدا نہ کر، الہی! تو میرے مکان کو دیکھتا ہے اور میرا کلام سناتا ہے اور
میرے پوشیدہ و ظاہر کو جانتا ہے میرے کام میں سے کوئی شے تجھ پر مخفی نہیں، میں تیرا محتاج فریاد کرنے والا، پناہ پانے والا، خوناک
ڈرنے والا اپنے گناہ کا منقر و معترف ہوں، مسکین کی طرح تجھ سے سوال کرتا ہوں اور گناہگار ذلیل کی طرح تجھ سے عاری کرتا ہوں۔

اور بیہقی کی روایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور مذکور ہو چکی اس میں جو دعائیں ہیں انہیں بھی پڑھیں یعنی
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ سو ۱۰۰ بار
قُلْ هُوَ اللَّهُ سُبَّار

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ
جَمِيدٌ قَجِينٌ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ۔ سو بار

ابن ابی شیبہ وغیرہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
کہ میری اور انبیاء کی دعا عرفہ کے دن یہ ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي سَمْعِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَفِي قَلْبِي نُورًا۔

اللَّهُمَّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ وَسْوَيسِ الصَّدْرِ وَتَشْتِيْبِ الْأَمْرِ
وَعَذَابِ الْقَبْرِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلْجُ فِي اللَّيْلِ وَشَرِّ مَا يَلْجُ فِي النَّهَارِ وَشَرِّ مَا عَثَبْتُ بِهِ
الرِّيحُ وَشَرِّ بَوَائِقِ الدَّخْرِ۔ (3)

اس مقام پر پڑھنے کی بہت دعائیں کتابوں میں مذکور ہیں مگر اتنی ہی میں کفایت ہے اور درود شریف و تلاوت
قرآن مجید سب دعاؤں سے زیادہ مفید۔

اور ڈرنے والے مضطرب کی طرح تجھ سے دعا کرتا ہوں، اُس کی مثل دعا جس کی گردن تیرے لیے جھک گئی اور آنکھیں جاری اور بدن لاغر
اور ناک خاک میں ملی ہے، اے پروردگار! تو اپنی دعا سے مجھے بد بخت نہ کر اور مجھ پر بہت مہربان اور مہربان ہو جا، اے بہتر سوال کیے
گئے اور اے بہتر دینے والے!۔

(3) المسلك المحض، (باب الوقوف بعرفات وأحكامه)، ص ۲۰۱۔

المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الحج، ما یقال عقبہ عرفہ... إلخ، المحدث: ۳، ج ۴، ص ۷۳۔

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ
اپنی کتاب رفیق الحرمین میں دعائے عرفات کے بارے میں لکھتے ہیں:

ترجمہ: اللہ عزّ وجلّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے سب
خوبیاں ہیں، وہ زندہ ہے اور اسے کبھی موت نہیں آئے گی اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اے اللہ عزّ وجلّ! میری قوت سماعت کو نور
کر اور میری نظر کو نور کر اور میرے دل میں نور بھر دے، اے اللہ عزّ وجلّ! میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر اور میں تیری پناہ
مانگتا ہوں سینہ کے دوسوں اور کام کی پراگندگی اور عذاب قبر سے۔ اے اللہ عزّ وجلّ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کی برائی سے۔

جورات میں داخل ہوتی ہے اور اس کی برائی سے جودن میں داخل ہوتی ہے اور اس کی برائی سے جسے ہوا اذالاتی ہے اور آفات دم کی برائی سے۔

میدانِ غزوات میں دعا کھڑے کھڑے مانگنا مستحب ہے لہذا جتنی دیر تک ممکن ہو کھڑے کھڑے توجہ کے ساتھ صدقِ دل سے اپنے رب کریم عزوجل کی طرف رجوع لائیں اور میدانِ قیامت میں حسابِ اعمال کے لیے اس کی بارگاہ میں حاضری کا شعور کریں۔ نہایت ہی خشوع و خضوع کے ساتھ لرزتے، کانپتے، خوف و امید کے ملے جلے جذبات کے ساتھ آنکھیں بند کئے، سر ٹھکائے دعا کے لئے ہاتھ آسمان کی طرف، سر سے اونچے پھیلائے توبہ و استغفار میں ڈوب جائیے، دورانِ دعا وقتاً فوقتاً تہنیت کی تکرار رکھئے، خوب رورو کر اپنی اور اپنے والدین اور تمام اہل بیت کی مغفرت کی دعا مانگئے، کوشش کیجئے کہ ایک آدھ قطرہ آنسو تو ٹپک ہی جائے کہ یہ قبولیت کی دلیل ہے، اگر روانہ آئے تو کم از کم رونے جیسی صورت ہی بنائیجئے کہ ہاتھوں کی نعل بھی اٹھی ہے۔ تاجدارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام صحابہ کرام علیہم السلام کا وسیلہ اپنے پروردگار عزوجل کے دربار میں پیش کیجئے۔ سرکارِ بغداد، حضورِ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کیجئے، ہر ولی اور ہر عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ مانگئے، آج رحمت کے دروازے کھولے گئے ہیں، مانگنے والے کے لئے ناکامی کی کوئی صورت نہیں، اللہ عزوجل کی سبقت کی تمکون گناہیں مجھوم مجھوم کر آ رہی ہیں، زحمتوں کی موملہ دھار بارش برس رہی ہے۔ سارے کا سارا غزوات شریف انوار و تجلیات اور رحمت و برکات میں ڈوبا ہوا ہے، کبھی اللہ عزوجل کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے بید کی طرح لرزے تو کبھی ایسے جذبات ہوں کہ اس کی رحمت بے پایاں کی امید سے مرجھایا ہوا دل گلِ نو شکستہ کی طرح کھل اٹھے۔

دُعائے غزوات (اردو)

دونوں ہاتھ سینے تک یا کندھوں تک یا سر سے اوپر اٹھا کر اس کی ہتھیلیاں آسمان کی طرف پھیلا دیجئے، اب حمد و ثناء اور دُرد و شریف پڑھ کر دعا شروع کیجئے، دورانِ دعا وقتاً فوقتاً لیکن دُرد و شریف پڑھئے، جس قدر دعائے ماثورہ یاد ہوں، وہ عزلی میں عرض کرنے کے بعد اپنے ولی جذبات اپنی مادری زبان میں اپنے رحمت والے پروردگار عزوجل کے دربار گہر بار میں رورو کر عرض کیجئے، نہایت ہی شعور اور راری کے ساتھ اور گڑگڑا کر اور اس یقین محکم کے ساتھ کہ آپ کی دعا قبول ہو رہی ہے اس طرح دعائے مانگئے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ (یا رَبَّنَا یا رَبَّنَا یا رَبَّنَا یا رَبَّنَا یا رَبَّنَا) یا اللہ یا رَحْمَنُ یا رَحِیمُ

تیرے کروڑا کروڑ احسان کہ تو نے مجھے انسان بنایا، مسلمان کیا اور میرے ہاتھوں میں دامنِ رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمایا۔ یا اللہ عزوجل! اے محمد عزلی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خالق عزوجل! میں کس زبان سے تیرا شکر ادا کروں کہ تو نے مجھے حج کا شرف بخشا اور آج یومِ غزہ مجھے میدانِ غزوات میں اذوق کی توفیق بخشی، یہاں یقیناً تیرے پیارے حبیب اور

میرے پیارے مَدَنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بھی تشریف آوری ہوئی تھی اور آج... آج... میری کس قدر خوش بختی ہے کہ اُس میدانِ غزوات میں حاضر ہوں جسے یقیناً پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قدم پسی کا شرف ملا ہے، دُنیا کے کونے کونے سے آکر لاکھوں مسلمان آج یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ان میں یقیناً تیرے دو نبی حضرت الیاس و حضرت خضر علیہما السلام اور بے شمار اولیائے کرام بھی موجود ہیں۔ چنانچہ اے ربِّ رسولِ کریم! غُزَّ وَجَلَّ! آج جو رحمت کی بارشیں غیبیوں اور ولیوں پر برس رہی ہیں انھیں کے صدقے ایک آدھ قطرہ مجھ گنہگار پر بھی برسا دے۔

اے میرے پیارے پیارے اور بیٹھے بیٹھے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سچے اللہ غُزَّ وَجَلَّ! میں نے گناہوں میں لتھڑے ہوئے گندے گندے اور کالے کالے ہاتھ تیری بارگاہِ بے کس پناہ میں اُٹھا دیئے ہیں، اے میرے مَدَنی محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی مالک غُزَّ وَجَلَّ! یقیناً میرا پورا نامہ اعمال گناہوں سے سیاہ پڑا ہے اور آج یہاں میدانِ غزوات میں جہاں کہ لاکھوں مسلمان جمع ہوئے ہیں ان سب میں سب سے زیادہ گنہگار و مجرم اگر کوئی ہے تو یقیناً وہ میں ہی ہوں، اے میرے پروردگار غُزَّ وَجَلَّ! اگر تو صرف نیک بندوں پر ہی کرم فرمائے گا تو میں پاپی اور بدکار کس کے دروازے پر جا کر دستِ عموال دراز کروں گا، تو اے ربِّ مصطفیٰ غُزَّ وَجَلَّ! مَدَنی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں مجھ سے ہمیشہ ہمیش کے لئے راضی ہو جا اور میرے تمام گناہ بخش دے اور میری مغفرت فرما۔

اے میرے پیارے پیارے مَدَنی محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ چاہنے والے سچے سچے اللہ غُزَّ وَجَلَّ! میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں جان بوجھ کر عبادتوں سے جی چراتا رہا اور قصداً گناہوں کا ارتکاب کرتا رہا، تیری تجت تمام ہو گئی اور آہ! میرے پاس کوئی تجت نہیں رہی، میں اگرچہ بے حد خطا کار و گنہگار ہوں مگر تیری ذاتِ عفا غُزَّ وَجَلَّ! ہے، میں غرتا پا غیب دار ہوں مگر تیری ذاتِ ستار غُزَّ وَجَلَّ! ہے، میں جسمِ مصیبت و تصور ہوں مگر تیری ذاتِ غنم و غفور غُزَّ وَجَلَّ! ہے، تو اے خدائے عفا غُزَّ وَجَلَّ! تجھے تیری شانِ عفا کا واسطہ میری خطا کو بخش دے، اے خدائے ستار غُزَّ وَجَلَّ! تجھے تیری شانِ ستاری کا واسطہ میرے غم کی پردہ پوشی فرما، اے خدائے غفور و غفور غُزَّ وَجَلَّ! میرے گناہوں کو معاف فرما، اے خدائے رحیم و کریم غُزَّ وَجَلَّ! تجھے تیری بے پایاں رحمتوں اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ مجھ پاپی اور کمینے کی مغفرت فرما۔

یَا ذَا الْجَبَالِ وَالْأَنْزَامِ! آہ! میں کمینہ اپنے کمینہ من پر ازار ہا مگر تُو برابر ڈھیل دیتا رہا، ہائے افسوس! میں نے تیری عطا کردہ مہلت سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا، آہ! اب زندگی کی شام ڈھلنے کو ہے اور موت کے سائے گہرے ہوتے چلے جا رہے ہیں، افسوس! ماضی غفغفوں میں گزر گیا حال بھی بے حال ہے اور مستقبل اُف! قبر کا بھیانک گڑھا منہ کھولے منظرِ نظر آ رہا ہے۔ اے رسولِ معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خدائے اعظم غُزَّ وَجَلَّ! تجھے میرے غوثِ پاک رحیم اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ فضل کر، رحم کر اور کرم کر اور اپنے فضل اور رحم و کرم سے مجھے گناہوں سے معافی دے دے۔ نیز گناہوں سے نفرت اور نیکیوں سے پیار بھی عطا فرما اور مزید جتنے سانس دُنیا میں باقی رہ گئے ہیں وہ مجھے اپنی اور اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں گزارنے کی توفیق عطا فرما۔

اے رسولِ غزنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ساری کائنات کا مالک و مختار بنانے والے اور اے ہم ذلیلوں کے مردوں پر عزت کا تاج رکھنے والے مولیٰ غز و جلن! ہماری لاج رکھ لے، تجھے تیرے پیارے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی اور چمکدار چہرے کا واسطہ ہمیں مٹن ہوں کے اندھیروں سے نیکیوں کی روشنیوں کی طرف نکال۔

اے نبی اکبر الزماں، سلطانِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بھی خالق و مالک غز و جلن! تجھے تیرے پیارے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی غمدار سیاہ زلفوں کا واسطہ، ہماری قبر کی تاریکی کو دور فرما اور ہمارے حضور، سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پر نور جلووں سے ہماری اندھیری قبر کو جگمگا دے اور ساتھ ہی ساتھ ہمارے مدنی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مشکبار کی برکت سے ہماری قبر کو قیامت تک کے لیے خوشبودار بنا دے اور بس ہمیں دنیا و قبر و دُشتر ہر جگہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی جلووں میں گم رکھ۔

اے کل کائنات کے رسولِ برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کرنے والے خالق غز و جلن! اے ہم بے کسوں کے والی! اے غمزدوں کا غم دور کرنے والے! اے تڑپتے دلوں کو تسکین دینے والے! اے ہم پر ہمارے ماں باپ سے بھی زیادہ مہربانیاں کرنے والے! تو کتنا اچھا اور پیارا پیارا ہے، تو کیسا مہربان اور کریم ہے کہ ہم جیسے غافلوں اور ناداروں کو بھی اپنے حبیب خاص صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں پیدا فرمایا! آہ! ہماری زندگی کے مالک غز و جلن! ہائے! ہماری غفلت اور لاپرواہی! تیری رحمتوں سے نوازے ہوئے تیرے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، ہم جیسے بدکاروں اور گناہگاروں کے لئے آشک باری کرتے رہے، فکرِ اُمت میں راتوں کو روتے رہے اور افسوس! صد افسوس! ہم شب و روز غفلت کی نیند سوتے رہے۔ اے رب مصطفیٰ غز و جلن! تجھے سلطانِ انبیاء، سردارِ دوسرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ پاکیزہ اور غفلت بھرے آنسوؤں کا واسطہ ہمارے اعمالِ نامے کی سیاہی کو دور فرما اور اپنی ثنوت کا بدلہ سے ہمارے گنہ گاروں کو نیکیوں سے بدل دے۔

اے بے مہاروں کے سہارے! اے بے آمردوں کے آسروے! اے چارہ بے چارے! اے کس بے کساں! میری بے کسی پر کتنے مدینے کے تاجور، شفیعِ روزِ محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل رحم فرما، میری کمزوری اور ناتوانی تجھ پر آشکار ہے، آہ! میں تو وہ کمزور بندہ ہوں کہ نہ زیادہ گرمی برداشت کر سکتا ہوں نہ زیادہ سردی، نہ زیادہ سرد ہوا میں نہ سکتا ہوں نہ زیادہ گرم ہوا اور خود تو یہ بھی جانتا ہے کہ میں کھٹل، چھتر کا ڈنک تک بھی برداشت نہیں کر سکتا حتیٰ کہ اگر چھوٹی بھی کاٹ لے تو بے چین ہو کر رہ جاتا ہوں، آہ! اگر کوئی پردوں والا معمولی سا کیڑا کیڑوں میں گھس جائے تو مجھے اُچھال کر رکھ دیتا ہے، آہ! ہائے میری بربادی! اگر گناہوں کے سبب مجھے قبر میں تیرے فکر و غضب کی آگ نے گھیر لیا تو میں کیا کروں گا؟ آہ! اگر میرے گفن میں سانپ یا پھونکھس گئے تو میرا کیا ہے گا؟ اے رب محمد غز و جلن! بے طفیل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گرم کر دے، یقیناً تیرے گرم کی فقط ایک نظر ہو جائے تو مجھ پاپی و بدکار کے دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں تو اے رب محبوب غز و جلن! ادھر ایک نظر گرم ڈال ہی دے، مہربانی کر اور فضل و احسان کر اور اپنی نظر عنایت سے مجھے نواز دے۔

اے رحمت والے مدنی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رحمت والے پروردگار غز و جَلّٰی! مجھے تیری احمد و رحمت پر احوال بندش ہوئی ہے تو یقیناً مجھ گنہگار و سیاہ کار، پاپی و بدکار، رزم و کرم کے طلبکار پر ضرور رحم و کرم فرمائے گا، تیری قسم! میں تیری رحمت سے ہرگز ہایس نہیں ہوں، اے رب مصطفیٰ غز و جَلّٰی! مجھے تیرے پیارے رسول، محمد غزبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تیرا یہ ارشاد بتا چکے ہیں کہ اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور اُمید کرتا رہے گا میں تیرے گناہوں کو بخشا رہوں گا، اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں اور پھر بھی اگر تو مجھ سے بخشش طلب کرے گا تو میں معاف کر دوں گا اور مجھے کوئی پروا نہ ہوگی، اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر گناہوں کے ساتھ میرے پاس آئے گا مگر اس حال میں کہ تو نے کوئی کفر و شرک نہ کیا ہو تو میں زمین بھر رحمت و مغفرت کے ساتھ تیرے پاس پہنچوں گا۔ تو اے میرے مدنی محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معبود غز و جَلّٰی! یقیناً میں نے گناہوں سے زمین و آسمان کو بھر دیا ہے مگر پھر بھی مجھے تیری رحمت پر ناز ہے، الٰہی غز و جَلّٰی! میرے غوثِ اعظم رحمٰن اللہ تعالیٰ غنہ کا صدقہ، میرے غریب نواز رحمٰن اللہ تعالیٰ غنہ کا صدقہ، میرے مرشدِ کریم رحمٰن اللہ تعالیٰ غنہ کا صدقہ، عاشقوں کے تاجدار امام احمد رضا رحمٰن اللہ تعالیٰ غنہ کا واسطہ میری مغفرت فرما، میری مغفرت فرما، میری مغفرت فرما۔

اے رب محمد مصطفیٰ غز و جَلّٰی! میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے بہت ہی بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے مگر یہ سب کے سب تیری شانِ غلو و ذکر کے سامنے بہت ہی چھوٹے ہیں، ہاں! ہاں! اے میرے پیارے مالک غز و جَلّٰی! تیری مغفرت و بخشش تو گنہگاروں کو دھونڈتی ہے اور مجھ سے بڑھ کر اس میدانِ غزقات میں کون بڑا مجرم ہوگا؟ اے میرے مدنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رب غز و جَلّٰی! اور اے میرے پالنے والے مولیٰ غز و جَلّٰی! میں اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ تیری بخشش کا انجام مجھ گنہگار پر ہو کر ہی رہے گا، یا اِلٰہُ الْخَالِصِینَ غز و جَلّٰی! تجھے خلفائے راشدین عَلَیْہِمُ السَّلَامُ اور ائمہائے ائمہ متین رحمٰن اللہ تعالیٰ غنہ کا واسطہ، جلالِ حبشی رحمٰن اللہ تعالیٰ غنہ اور اویس قرنی رحمٰن اللہ تعالیٰ غنہ کا صدقہ، میری بھی بخشش فرما اور میرے مرشدِ کریم، میرے اُسجد و کرام، تمام علماء و مشائخ اور میرے والدین اور گھر کے تمام افراد کو بخش دے اور ساری اُمت کی مغفرت فرما۔

اے میرے نبی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی معبود غز و جَلّٰی! میں تیری عبادت کرنا چاہتا ہوں مگر آہ! شیطان مجھ پر غالب آچکا ہے، نفسِ آتازہ نے مجھے برباد کر کے رکھ دیا ہے، موت روز بروز قریب سے قریب تر آ رہی ہے مگر افسوس! دنیا کی محبت بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ آہ! اب

اے مرے اللہ! یہ کیا ہو گیا

بل مرا دنیا پہ شیدا ہو گیا!

اب تو جو ہونا تھا موتی ہو گیا

کچھ مرے بچنے کی صورت کیجئے

اے شافعِ عشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی اللہ غز و جَلّٰی! تجھے مدینے کے ہر ہر ٹور بار کاٹنے اور ہر مشکبار مہول کا واسطہ، تجھے مدینے کی خوشبودار مہول کا واسطہ، مجھے نیک بنادے، مجھے پرہیزگار بنادے، اپنے پیارے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

میں بھی سنوں کے صدقے مجھے نگوں کا آئینہ وار بنا دے۔

اے آپ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قہر سم نعمت بنانے والے! تجھے مدینے کے سدا بہار گلزار کا واسطہ، میری گناہوں بھری ڈھال، سید و رند کی نوسدلی بہاریں نصیب کر دے اور اے اللہ غز و جل! تجھے مدینے کی منظر منظر ہواؤں کا واسطہ مجھے باعمل بنا دے، اور اپنا بندہ بنادے جو تجھے پسند ہے۔

اے میرے پیارے پیارے مدنی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فطیع روز شمار بنانے والے! سچے اللہ غز و جل! تجھے صحرائے مدینہ کی خاردار جھاریوں کا صدقہ مجھ کمزور اور ناتواں کو عذابِ نار سے بچالے، آہ! میری کمزوری اور ناتوانی کہ ذرا برابر بھی عذاب سہنے کی طاقت نہیں پھر بھی گناہوں پر گناہ کئے جا رہا ہوں، ہائے!۔

بیت نیا تجرم ہر اک آن ہوا جاتا ہے
دل پر اک خول سیاہی کا چڑھا جاتا ہے
گندگی میں مرا دل حد سے بڑھا جاتا ہے
بے سبب بخش دے مولیٰ! تیرا کیا جاتا ہے

سدا آہ! گناہوں کا بڑھا جاتا ہے
قلب پتھر سے بھی سختی میں بڑھا جاتا ہے
لوؤں وہ آشک کہاں سے جو سیاہی دھوئیں
احتمال کے کہاں قابل ہوں میں پیارے اللہ

اے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کا سردار بنانے والے پیارے پیارے اللہ غز و جل! انہوں نے اپنے خلیل حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے حج کی دعوت دی اور حج پر بلایا اور مجھے اپنا مہمان بنایا، اے اللہ غز و جل! تجھے تیرے خلیل حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واسطہ اور اُن کے لخت جگر حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور اُن کی امی جان حضرت سہنہ ثنا حاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صدقہ، مجھے جنت البقرہ دوس میں بھی ضرور اپنا مہمان بنا کر اپنی نعمتوں سے نوازا اور رحمت والے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پڑاؤں میں جگہ نصیب کرنا۔

اللہ گزم بہر خلیاء مجھ پہ کر ایسا
جنت میں پڑوی مرے آقا کا بنا دے

اے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مخلوق کا آقا بنانے والے خدائے رحمن غز و جل! اگر کوئی مسلمان اپنے کسی غلام کو آزاد کرتا ہے تو تو اس کے اس عمل کو پسند فرماتا ہے، ہم بھی تیرے عاجز بندے ہیں تو تجھے ہمارا جہنم سے آزاد کرنا کیوں کر لکھ نہ گئے گا؟ لہذا اے رحمت والے مولیٰ غز و جل! ہم گناہگاروں اور سیاہ کاروں کو ہمید و شب کر بلا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے، عباس عمید، رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کئے ہوئے بازوؤں کے طفیل، ہم شکل پیر علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصحتی ہوئی جوانی کے واسطے، ننھے علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیاسے گلے کے صدقے، بیمار کر بلا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل اور کر بلا کے تاراج کارواں کے ذیل سے جہنم سے آزاد فرما۔

اے محمد معصوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمانے والے! اے میرے گناہوں کو بخشنے والے! تیرا حکم ہے کہ خیرات کرو۔

اور مسکینوں کو صدقہ دو، تو مجھ سے بڑھ کر مسکین و نادار اور اعمال صالحہ سے خبی دامن اور نیکیوں کے معاملے میں غریب و مغفلس کون ہوگا؟ اور دینے والوں میں تجھ سے بڑھ کر فنی کون ہوگا؟ تو اے نہایت ہی مہربان مالک عز و جل! اے مالک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! تجھے آمینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لاڈلے کی محبت کا واسطہ مجھے اپنی رضامندی اور مغفرت کی خیرات سے نواز کر مجھ پر احسان عظیم فرما۔

اے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے میں خوشبو پیدا کرنے والے! اے مریضوں کو شفا دینے والے! تمام مسلمانوں میں سب سے بڑا محبت دنیا کا مریض، مال کی حرص و طمع کا مریض اور سخت ترین گناہوں کا مریض سائل شفا بن کر تیری بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوا ہے، یا خانی لا مراض! میں گناہوں کی بیماری سے سخت یابی کا موال کرتا ہوں، اے پروردگار عز و جل! سپند اللہ برار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں مجھے گناہوں کی بیماریوں سے شفا عطا فرما اور جیسے جیسے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نیکیوں کے صدقے میں مجھے نیک بنادے اور مجھے مریض مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بنا اور مجھے غم عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری عطا فرما۔

یارب مصطفیٰ عز و جل! تجھے تیرے ہر نبی علیہ السلام کا واسطہ، یارب مصطفیٰ عز و جل! تجھے تیرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واسطہ ہمارے بیماروں کو شفا عطا فرما، قرض داروں کو بار قرض سے سبکدوش فرما، تھکے ستوں کو فراخ دستی دے، بے روزگاروں کو حلال اور آسان روزی عطا فرما، بے اولادوں کو بغیر آپریشن کے عافیت کے ساتھ نیک اولاد نصیب کر، جن کے رشتوں میں زکا و نیس ہیں انہیں نیک رشتے نصیب فرما، یارب مصطفیٰ عز و جل! فرنگی فیشن کی آفت کو دور کر کے مسلمانوں کو اتباع سنت کی توفیق عطا فرما، یارب مصطفیٰ عز و جل! جو بے جا عقدہ سوں میں گھرے ہوئے ہیں انہیں نجات عطا فرما، جن کے روتھے ہوئے ہیں ان کو متادے، جن کے پھڑے ہوئے ہیں ان کو ملا دے، جن کے گھروں میں ناچاقیاں ہیں ان کو آپس میں شیر و شکر کر دے، یارب مصطفیٰ عز و جل! جن پر بحر ہے یا جو آسیب زدہ ہیں انہیں بحر و آسیب سے ٹھنکارا عطا فرما، یارب مصطفیٰ عز و جل! مسلمانوں کو آفات و بلیات سے بچا، ہر طرح کے دشمنوں کی دشمنی، شریروں کے شر، حاسدوں کے حسد اور بد نگاہوں کی نگاہ بد سے مسلمانوں کو محفوظ و مامون فرما۔

اے بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بابا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رب عز و جل! بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واسطہ، سپندہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واسطہ، بی بی حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بی بی سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بی بی ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بی بی آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بی بی مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا صدقہ، ہماری ماؤں بہنوں اور بیہوشیوں کو شرم و حیا کی چادر نصیب فرما اور انہیں ہر ناجائز مع اپنے دیور و جیٹھ، چچا زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، بہنوئی، پھوپھا اور خالو سب سے صحیح شرعی پردہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اے تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے رب عز و جل! اے تمام عالم کے نگہبان! آج میدان عرفات شریف میں دنیا بھر سے آئے ہوئے تیرے بندے جمع ہوئے ہیں۔ میدان عرفات کی مقدس خاک کا واسطہ، ان سب مسلمانوں کی بخشش فرما بلکہ تمام مسلمانان امت کی مغفرت فرما اور ان سب مسلمانوں کے صدقے مجھ رُوسیاہ کی بھی مغفرت فرما۔

(۲۳) ایک ادب واجب الحفظ اس روز کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں پر بھروسہ کر کے یقین کرے کہ آج میں

یا ربِّ العٰلَمِیْنَ عَزَّ وَجَلَّ! رَحْمَتِہٖ عَلَيْہِمْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا واسطہ تمام عالم اسلام پر رحم فرما اور عالم اسلام کو یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کی سازشوں سے محفوظ فرما۔

یارب مصطفیٰ عَزَّ وَجَلَّ! اہم غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واسطہ ہمیں صرف بَقْدَرِ کفایت روزی عطا فرما، ہمیں ہماری ضرورت سے زائد دولت دے کر ہم کو امتحان میں مبتلا نہ فرما، ہمیں ہر طرح کی جانی و مالی قربانی پیش کرنے کا جذبہ عطا فرما، یارب مصطفیٰ عَزَّ وَجَلَّ! اہم غزالی علی جویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صدقہ ہمیں صرف اپنا محتاج رکھ اور محتاجی غیر سے بچا۔

یارب مصطفیٰ عَزَّ وَجَلَّ! مجھے جن جن اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں نے دُعاؤں کے لیے کہا ہے، بکفیل تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُن سب کی ہر جائز دُعا کو قبول فرما اور اُن سب کی بخشش فرما۔

جن جن مرادوں کے لیے احباب نے کہا پیش خیر کیا مجھے حاجت خبر کی ہے

اے میرے پیارے پیارے مکی مدنی محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سچے اور پیارے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! ایسا عمل جو تیری بارگاہ میں مقبول نہ ہو، ایسا دل جو تیری یاد سے غافل رہے، ایسی آنکھ جو لُٹنیں ڈراے دیکھتی رہے اور بد نکاہی کرتی رہے، ایسے کان جو گانے باجے اور غیبت و پُچھلی سنتے رہیں، ایسے پاؤں جو بُری مجلسوں کی طرف چل کر جاتے رہیں، ایسے ہاتھ جو مظلوموں پر ظلم کے لیے اٹھتے رہیں، ایسی زبان جو فُصول گوئی اور گالی گلوچ سے باز نہ آئے، ایسا دماغ جو بُرے منصوبے باندھتا رہے اور ایسے سینے سے جو مسلمانوں کے کہنے سے لبریز ہو تیری پناہ مانگتا ہوں تو اے میرے پیارے پروردگار عَزَّ وَجَلَّ، نکلے مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور تیری عطا سے کل حُدائی کے مالک و مختار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے میں اور آخر اُردو زبانی اللہ تَعَالٰی غَنِّہُمْ کے واسطے اور عسلاسل اُردو کے تمام اولیائے کرام رَحْمَتِہُمُ اللہُ تَعَالٰی کے وسیلے سے میرے رویں رویں کو اپنا اطاعت و حمار بنا کر مجھ پر فضل و احسان فرما۔

اے خدائے مصطفیٰ عَزَّ وَجَلَّ! تجھے ہر عاشقِ رسول کا واسطہ، تیری تمام مخلوق میں جو تجھے سب سے زیادہ عزیز ہے اُسی محبوب پاک، صاحبِ لوماکِ سیاحِ افلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مجھے سچی غلامی نصیب کر دے اور اُن کی یاد میں تڑپنے والا دل دے دے اور اے ربِّ مصطفیٰ عَزَّ وَجَلَّ! اہم مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں رونے والی آنکھ عطا فرما، اے ربِّ محمد عَزَّ وَجَلَّ! میرا ویران سینہ عشقِ محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مدینہ بنا، اے ربِّ رسول کریم عَزَّ وَجَلَّ میری رات کی تنہائیوں کو میرے دلدار، میرے مونس و غم خوار، نکلے مدینے کے تاجدار کے جلوؤں سے آباد فرما اور مجھے سچا عاشقِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بنا، یارب تاجدارِ مدینہ عَزَّ وَجَلَّ! مجھے دیوانہ مدینہ بنا دے۔

یارب! مجھے دیوانہ مدینے کا بنادے

سینے کو مدینہ مرے اللہ بنا دے

روتی ہوئی وہ آنکھ مجھے میرے خدا دے

پیچھے مرادِ دنیا کی محبت سے چھڑا دے

دلِ عشقِ محمد میں تڑپتا رہے ہر دم

بہتی رہے ہر وقت جو سرکار کے غم میں

گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا، اب کوشش کروں کہ آئندہ گناہ نہ ہوں اور جو داغ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے میری پیشانی سے دھویا ہے پھر نہ لگے۔



بدنِ مرا محبوب کے قدموں میں بنادے
عطار کو ہر سال مدینہ بھی دکھا دے
ڈنکایہ ترے دین کا دنیا میں بجا دے

ایمان پہ دے موت مدینے کی گلی میں
ہر سال الہی! ہو عطا حج کی سعادت
عطار سے محبوب کی سنت کی خدمت

یارب مصطفیٰ غزّ و جلّ! تجھے کعبہ مشرفہ کا واسطہ، یارب مصطفیٰ غزّ و جلّ! تجھے میزابِ رحمت کا واسطہ، خطیم و حجرِ اسود و مقامِ ابراہیم علیہ السلام و بیرِ زم زم کا واسطہ، منکبہ مکرمہ کے ہر گلی کو سچے اور ولادت کا محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ، غارِ جرا و غارِ ثور کا واسطہ، منکبہ مکرمہ کی پرسوز نضاؤں اور پر کیف ہواؤں کا واسطہ، منکبہ مکرمہ کے ہر گل و خار اور ہر در و دیوار کا واسطہ، منکبہ پاک کی خاک پاک کے ہر ذرے کا واسطہ، اے خدائے محبوب غزّ و جلّ! تجھے مدینہ منورہ میں جلوہ فرمانے والے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ، سبز سبز گنبدِ مینار کا واسطہ، مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام ستونوں کا واسطہ، محرابِ انور و منبرِ اطہر کا واسطہ، سنہری جالیوں کا واسطہ، مدینے کے شہرِ بہار میں پھولوں کا واسطہ، صحرائے مدینہ کے حسین و دلربا کائناتوں کا واسطہ، مدینے کے ہر ہر حجر و حجر کا واسطہ، مدینہ منورہ کے منکبہ ہار گھار کا واسطہ، جنت البقیع میں دفن ہونے والے ہر خوش نصیب مسلمان کا واسطہ، مدینے کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں اور رنگین و پر کیف نضاؤں کا واسطہ، ہمارے حج و زیارت اور ہماری آج کی تمام جائز دعائیں قبول فرما اور ہمیں مستجاب الدعوات بنادے اور ہمیں ہر سال حج و زیارتِ مدینہ کے شرف سے مشرف فرما اور ہمیں مدینہ پاک کے حسین جلوؤں میں محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں ایمان پر عاقبت کے ساتھ موت نصیب فرما اور ہمیں جنت البقیع میں بدن عطا فرما اور ہمیں جنت البقرہ دوس میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پڑوس نصیب فرما۔ آمین بھائی النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

اسی طرح آہ و زاری کے ساتھ دعا جاری رکھے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے اور رات کا تھوڑا سا حصہ آجائے، اس سے پہلے جائے وقوف (یعنی جہاں آپ ٹھہرے ہوئے ہیں) سے چل پڑنا مکروہ ہے اور غروبِ آفتاب سے قبل حذو و عرفات سے باہر نکل جانا حرام ہے اور ذمہ لازم، یاد رہے کہ آج حاجی کو نمازِ مغرب یہاں نہیں پڑھنا بلکہ عشاء کے وقت میں حذو و عرفات میں مغرب و عشاء ملا کر پڑھنا ہے۔

وقوف کے مکروہات

(۲۳) یہاں یہ باتیں مکروہ ہیں:

1- غروب آفتاب سے پہلے وقف چھوڑ کر روانگی جب کہ غروب تک حدود عرفات سے باہر نہ ہو جائے ورنہ حرام ہے۔

2- نماز عصر و ظہر ملانے کے بعد موقف کو جانے میں دیر۔

3- اُس وقت سے غروب تک کھانے پینے، یا

4- توجہ بخدا کے سوا کسی کام میں مشغول ہونا۔

5- کوئی دنیوی بات کرنا۔

6- غروب پر یقین ہو جانے کے بعد روانگی میں دیر کرنا۔

7- مغرب یا عشاء عرفات میں پڑھنا۔ (1)

تنبیہ: موقف میں چھتری لگانے یا کسی طرح سایہ چاہنے سے حتی المقدور بچو ہاں جو مجبور ہے معذور ہے۔



ضروری نصیحت

تنبیہ ضروری ضروری اشد ضروری ----- بدنگاہی ہمیشہ حرام ہے نہ کہ احرام میں، نہ کہ موقف یا مسجد الحرام میں، نہ کہ کعبہ معظمہ کے سامنے، نہ کہ طواف بیت الحرام میں (1)۔ یہ تمہارے بہت امتحان کا موقع ہے عورتوں کو حکم دیا (1) آنکھوں میں پگھلا ہوا سیبہ

منقول ہے: ”جو شخص شہوت سے کسی آنکھ کے حسن و جمال کو دیکھے گا قیامت کے دن اسکی آنکھوں میں سیبہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔“

(ہدایہ ج ۳ ص ۳۶۸)

مختلف اعضاء کا زنا

کے مدینے کے تاجدار، محبوب رب عفا ر ض ل لہ تعالیٰ علیہ قالہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: ”آنکھوں کا زنا دیکھنا، کانوں کا زنا سننا، زبان کا زنا بولنا، ہاتھوں کا زنا پکڑنا اور پاؤں کا زنا جانا ہے۔“ (مسلم ص ۱۳۲۸ حدیث ۲۱۔ (۲۶۵۷) حقیق علی لا طلاق، خاتمہ الحدیثین، حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ البیہوی اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: آنکھوں کا زنا بدنگاہی، کانوں کا زنا حرام و فحش باتوں کا سننا، زبان کا زنا حرام و بے حیائی کی گفتگو اور پاؤں کا زنا بے کام کی طرف جانا ہے۔ (اشعۃ المسعات ج ۱ ص ۱۰۰) آنکھوں میں آگ بھردی جائے گی

بدنگاہی سے بچنا بے حد ضروری ہے ورنہ خدا کی قسم! عذاب برداشت نہیں ہو سکے گا۔ منقول ہے: ”جو کوئی اپنی آنکھوں کو نظر حرام سے پر کرے گا قیامت کے روز اس کی آنکھوں میں آگ بھردی جائے گی۔“ (مکاشفۃ القلوب ص ۱۰)

آگ کی سلامتی

حضرت سیدنا علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل کرتے ہیں: عورت کے نحاس (یعنی حسن و جمال) کو دیکھنا ابلیس کے زہر میں سمجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جس نے تا حرم سے آنکھ کی حفاظت نہ کی اس کی آنکھ میں بروز قیامت آگ کی سلامتی پھیری جائے گی۔

(نہجۃ المؤمنین ص ۱۷۱)

نظر دل میں شہوت کا بیج بوتی ہے

پیارے اسد امی بھائیو! آنکھوں کی حفاظت کی ہر دم ترکیب رکھئے، ان کو آزادمت چھوڑیے ورنہ یہ ہلاکت کے گہرے غار میں جھونک سکتی ہیں، چنانچہ حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ”اپنی نظر کی حفاظت کرو کیونکہ یہ دل میں شہوت کا بیج بوتی ہے اور فتنے کے لیے یہی کافی ہے۔“ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۲۶)

نبی ابن نبی حضرت سیدنا یحییٰ بن زکریا علیہما الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا: زنا کی ابتدا کیا ہے؟ فرمایا: ”وینعہ اور خواہش کرنا۔“ (ایضاً)

گیا ہے کہ یہاں مونہ نہ چھپاؤ اور تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کی طرف نگاہ نہ کرو، یقین جانو کہ یہ بڑے غیرت والے بادشاہ کی باندیاں ہیں اور اس وقت تم اور وہ خاص دربار میں حاضر ہو۔ بلا تشبیہ شیر کا بچہ اس کی بغل میں ہو اس وقت کون اس کی طرف نگاہ اٹھا سکتا ہے تو اللہ (عزوجل) واحد قہار کی کنیزیں کہ اُس کے خاص دربار میں حاضر ہیں اُن پر بدنکائی کس قدر سخت ہوگی (وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰی)۔ (2)

ہاں ہاں ہوشیار! ایمان بچائے ہوئے قلب و نگاہ سنبھالے ہوئے حرم وہ جگہ ہے جہاں گناہ کے ارادہ پر پکڑا جاتا اور ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر ٹھہرتا ہے، الہی خیر کی توفیق دے۔ آمین۔



وقوف کے مسائل

مسئلہ ۱: وقف کا وقت نویں ذی الحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی طلوع فجر تک ہے۔ اس وقت کے علاوہ کسی اور وقت وقف کیا تو حج نہ ملا مگر ایک صورت میں وہ یہ کہ ذی الحجہ کا ہلال دکھائی نہ دیا، ذیقعدہ کے تیس دن پورے کر کے ذی الحجہ کا مہینہ شروع کیا اور اس حساب سے آج نویں ہے، بعد کو ثابت ہوا کہ اتنیس کا چاند ہوا تو اس حساب سے دسویں ہوگی اور وقف دسویں تاریخ کو ہوا مگر ضرورتاً یہ جائز مانا جائے گا اور اگر دھوکا ہوا کہ آٹھویں کو نویں سمجھ کر وقف کیا پھر معلوم ہوا تو یہ وقف صحیح نہ ہوا۔ (1)

(1) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النساک، الباب الخامس فی کیفیت اداء الحج، ج ۱، ص ۲۲۹، وغیرہ۔

”غوب سہانا سبز گنبد“ کے ۱۵ محروف کی نسبت سے مدینے کے مسافروں کے لیے ۱۵ مہینے پھول۔

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، ہانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈسٹریکٹ کاظم العارینہ اپنی کتاب رقیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

۱۔ فرشتے بعض اوقات انسانی صورت میں آکر آزماتے ہیں، جبذا کچھ بھی ہو جائے غصہ میں آکر اول قول نہ کہیں، ہو سکتا ہے جو بظاہر بس ذرا نیور نظر آ رہا ہے اسی کے ذریعے امتحان لیا جا رہا ہو۔

۲۔ بالفرض کوئی عرب صاحب سختی کریں تب بھی آپ اذبارداشت کر لیجئے کہ جو اہل عرب کی سختیوں پر مبر کرے گا اس کو بیٹھے بیٹھے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔ ہاں! اگر کسی کے عقیدے میں خرابی ہے تو اس سے سخت نفرت کیجئے۔

۳۔ احرام میں تہبند لٹھے کا اور اد پر کی چادر تولیہ کی ہو تو نماز میں سہولت رہتی ہے۔

۴۔ احرام کا لباس عمدہ اور سونا لیس۔ سستے داموں والا بعض اوقات اتنا باریک ہوتا ہے کہ اس سے رانیں چمکتی ہیں۔

۵۔ بے شک گھری میں احرام پہن کر نفل ادا کر لیں مگر نیت اس وقت کریں جب طیارہ فضا میں ہوا ہو جائے۔

۶۔ نماز میں سینے یا پیٹ کا اکثر حصہ کھلا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ لہذا محرم بکیر تحریر کہتے وقت کہیں کو اچھی طرح پھیلا کر ہاتھ کانوں تک لے جائے اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ سینہ اور پیٹ نہیں کھلیں گے۔

۷۔ احرام میں ہر وقت کندھا کھلا رکھنا سنت نہیں بلکہ اس حالت میں نماز مکروہ ہے۔

۸۔ احرام کی حالت میں غلاف کعب، حجر اسود اور رکن یمانی کو نہ چھوئیں کہ عموماً لوگ ان پر خوشبو پھینکتے ہیں۔

۹۔ احرام کی حالت میں ہاتھ ملانے میں احتیاط فرمائیں کہیں دوسرے کے ہاتھ عطردالے نہ ہوں۔

۱۰۔ کفن کو آب زم زم سے تر کر کے لانے میں حرج نہیں مگر اس پر صرف آب زم زم چھڑ دیں۔ اس کے لیے بھگو کر چموز کر آب زم زم شریف ←

مسئلہ ۲: اگر گواہوں نے رات کے وقت گواہی دی کہ نویں تاریخ آج تھی اور یہ دسویں رات ہے تو اگر اس رات میں سب لوگوں یا اکثر کے ساتھ امام وقوف کر سکتا ہے، تو وقوف لازم ہے وقوف نہ کریں تو حج فوت ہو جائے گا اور اگر اتنا وقت باقی نہ ہو کہ اکثر لوگوں کے ساتھ امام وقوف کرے اگرچہ خود امام اور جو تھوڑے لوگ جلدی کر کے جائیں تو صبح سے بیشتر وہاں پہنچ جائیں گے مگر جو لوگ پیدل ہیں اور جن کے ساتھ بال بچے ہیں اور جن کے پاس اسباب زیادہ ہے ان کو وقوف نہ ملے گا، تو اس شہادت کے موافق عمل نہ کرے بلکہ دوسرے دن بعد زوال تمام حجاج کے ساتھ وقوف کرے۔ (2)

مسئلہ ۳: جن لوگوں نے ذی الحجہ کے چاند کی گواہی دی اور ان کی گواہی قبول نہ ہوئی وہ لوگ اگر امام سے ایک دن پہلے وقوف کریں گے، تو ان کا حج نہ ہوگا بلکہ ان پر بھی ضرور ہے کہ اسی دن وقوف کریں، جس دن امام وقوف کرے اگرچہ ان کے حساب سے اب دسویں تاریخ ہے۔ (3)

بہا کر ضائع کرنا گناہ ہے۔ (آپ زم زم شریف اپنے وطن میں بھی چھڑک سکتے ہیں)

۱۱۔ مطاف دسویں میں بعض اوقات حج کی کتابوں کے اوراق گرے پڑے نظر آتے ہیں۔ ممکن ہو تو دوران طواف دسویں ان کو اٹھایا کریں مگر کعبہ شریف کو پیٹھ یا سینہ نہ ہو اس کا خیال رکھیں۔

۱۲۔ حجاز مقدس میں ننگے پاؤں رہنا اچھا ہے مگر حرام اور راستے کی کیچڑ میں ننگے پاؤں نہ چلیں۔

۱۳۔ منی شریف کے استنجاء خانوں کے تل میں عام طور پر پانی کا بہاؤ کافی تیز ہوتا ہے، لہذا بہت تھوڑا تھوڑا کھولیں تاکہ آپ چھینٹوں سے محفوظ رہ سکیں۔

۱۴۔ قربانی کے ٹوکن نہ لیں، دسویں کی ری کے بعد خود قربانی کریں یا کسی کو وکیل کر دیں۔

۱۵۔ اکثر لوگ کفارہ دینے میں بہت سستی کرتے ہیں، یاد رکھیے! جہاں جہاں دم یا صدقہ دینا ہوتا ہے وہاں صرف توبہ کافی نہیں، جہاں کثیر رقم خرچ کر کے سفر مدینہ کی سعادت پائی ہے وہاں کفارے دینے پر بھی توجہ رکھیے۔

(2) باب المناسک والمسک الحفظ، (باب الوقوف بعرفات وأحكامه، فصل فی اشتباہ یوم عرفة)، ص ۲۔

(3) باب المناسک، (باب الوقوف بعرفات وأحكامه، فصل فی اشتباہ یوم عرفة)، ص ۲۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

فانقطع مبني البحث من راسه وابستبان الحق والله الحمد اماما تمسك به من مسئلة الحج فاقول لاجحة فيها فانهما فيما ارى لدفع المخرج العظيم ونظيرة ما في التنوير والد. تبين ان الامام صلى بغير طهارة تعاد الصلوة دون الاضحية لان من العلماء من قال لا يعيد الصلوة الا الامام وحده فكان للاجتهاد فيه مساع زيدي. كمالو شهدوا انه يوم العيد فصلوا اثم هموا بان انه يوم عرفة اجز اثم الصلوة والتضحية لانه لا يمكن

مسئلہ ۴: تھوڑی دیر ٹھہرنے سے بھی وقوف ہو جاتا ہے خواہ اُسے معلوم ہو کہ یہ عرفات ہے یا معلوم نہ ہو، با وضو ہو یا بے وضو، جنب ہو یا حیض و نفاس والی عورت، سوتا ہو یا بیدار ہو، ہوش میں ہو یا جنون و بے ہوشی میں یہاں تک کہ عرفات سے ہو کر جو گزر گیا اُسے حج مل گیا یعنی اب اُس کا حج فاسد نہ ہوگا جب کہ یہ سب احرام سے ہوں۔ بے ہوشی میں احرام کی صورت یہ ہے کہ پہلے ہوش میں تھا اور اسی وقت احرام باندھ لیا تھا اور اگر احرام باندھنے سے پہلے بے ہوش ہو گیا اور اُس کے ساتھیوں میں سے کسی نے یا کسی اور نے اُس کی طرف سے احرام باندھ دیا اگرچہ اس احرام باندھنے والے نے خود اپنی طرف سے بھی احرام باندھا ہو کہ اُس کا احرام اس کے احرام کے منافی نہیں تو اس صورت میں بھی وہ محرم ہو گیا دوسرے کے احرام باندھنے کا یہ مطلب نہیں کہ اُس کے کپڑے اتار کر تہبند باندھ دے بلکہ یہ کہ اُس کی طرف سے نیت کرے اور لبیک کہے۔ (4)

التعذر عن مثل هذا الخطأ فيحكم بالجواز صيانة لجمع المسلمين زيلعي اهـ ملخصاً مصححاً، تو بحث کی بنیاد ہی ختم ہو گئی اور حق واضح ہو گیا واللہ الحمد، رہا معاملہ مسئلہ حج سے استدلال، تو میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی دلیل نہیں کیونکہ میرے خیال کے مطابق حج کا مسئلہ دفع حرج عظیم پر مبنی ہے اور اس کی نظیر تنویر اور در میں ہے کہ اگر واضح ہو گیا کہ امام نے بغیر طہارت کے نماز پڑھائی تو نماز لوٹائی جائے گی نہ کہ قربانی، کیونکہ بعض علماء نے یہ فرمایا کہ نماز کا صرف امام ہی اعادہ کرے، تو اب یہ مسئلہ اجتہادی قرار پایا، زیلعی۔ جیسا کہ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ عید کا دن ہے تو لوگوں نے نماز پڑھی پھر قربانی دی، بعد میں واضح ہوا کہ یہ عرفہ کا دن تھا تو ان کی نماز اور قربانی جائز قرار دی جائے کیونکہ ایسی غلطی سے بچنا ممکن نہیں تو مسلمانوں کے اجتماع کے تحفظ کے پیش نظر جواز کا حکم ہی لگایا جائے گا زیلعی اهـ ملخصاً مصححاً، (۱) در مختار کتاب الاضحية مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۲)

ثم رأيت بحمد الله التصريح به في اللباب وشرحه بل في نفس الشرح المتعلق به الدر المختار حيث قال شهد وابعث الوقوف بوقوفهم بعد وقته، لا تقبل شهادتهم والوقوف صحيح استحساناً حتى الشهود للحرج الشديد الخ ۲ فقد ظهر الحق والحمد لله رب العالمين۔ (۲) در مختار باب الہدیٰ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۳) بحمد اللہ پھر میں نے اللباب اور اس کی شرح بلکہ خود شرح در مختار کے مسئلہ سے متعلق در مختار میں تصریح دیکھی کہ اگر گواہوں نے وقوف عرفہ کے بعد گواہی دی کہ یہ وقوف وقت کے بعد ہوا ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور حاجیوں کا وقوف استحساناً صحیح ہوگا یہاں تک کہ گواہوں کا وقوف بھی صحیح ہوگا ورنہ حرج شدید لازم آئے گا الخ تو اب حق ظاہر ہو گیا والحمد لله رب العالمين۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۳۲۳-۳۲۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(4) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۲۹۔

والجوهرة النيرة کتاب الحج، الجزء الاول، ص ۲۰۹۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ ۵: جس کا حج فوت ہو گیا یعنی اُسے وقوف نہ ملا تو اب حج کے باقی افعال ساقط ہو گئے اور اُس کا احرام عمرہ کی طرف منتقل ہو گیا لہذا عمرہ کر کے احرام کھول ڈالے اور آئندہ سال قضا کرے۔ (5)

مسئلہ ۶: آفتاب ڈوبنے سے پہلے ازدحام کے خوف سے حدود عرفات سے باہر ہو گیا اُس پر دم واجب ہے، پھر اگر آفتاب ڈوبنے سے پہلے واپس آیا اور ٹھہرا رہا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا تو دم معاف ہو گیا اور اگر ڈوبنے کے بعد واپس آیا تو ساقط نہ ہوا اور اگر سواری پر تھا اور جانور اُسے لے کر بھاگ گیا جب بھی دم واجب ہے۔ یوں اگر اُس کا اونٹ بھاگ گیا یہ اُس کے پیچھے چل دیا۔ (6)

مسئلہ ۷: محرم نے نماز عشا نہیں پڑھی ہے اور وقت صرف اتنا باقی ہے کہ چار رکعت پڑھے مگر پڑھتا ہے تو وقوف عرفہ جاتا رہے گا تو نماز چھوڑے اور عرفات کو جائے۔ (7) اور بہتر یہ کہ چلتے میں پڑھ لے بعد کو اعادہ کرے۔



ف: وقوف فرض تو اس قدر ہے کہ عرفہ کی دو پہر ڈھلے سے دسویں شب کی صبح صادق تک عرفات میں ہونا پایا جائے اگرچہ ایک عہد ۲ لمحہ۔ پھر جو رات کو وقوف کرے اگرچہ مکروہ ہے اسے کچھ دیر لگانا ضرور نہیں اور جو دن کو بعد زوال وقوف کرے کہ سنت یہی ہے اس پر ہمارے نزدیک امور مذکورہ یعنی غروب شمس تک ٹھہرنا اور جزو قلیل شب کالے لینا واجب ہیں مگر بعد غروب دیر نہ کرے کہ مکروہ ہے۔

(عہ ۲: اگرچہ بلا قصد، اگرچہ سوتا ہوا، اگرچہ بیہوش، اگرچہ بالا کراہ، اگرچہ بحالت حدث حیض یا نفاس یا حنابت، اگرچہ جانتا بھی نہ ہو کہ یہ مقام عرفات ہے فرض ہر طرح ادا ہو جائے گا ۱۲ منہ) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۹۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(5) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۲۹۔

(6) لباب المناسک، (باب الوقوف بعرفات وأحكامه، فصل فی الدفع قبل الغروب)، ص ۲۱۰۔

(7) الجوهرة النيرة، کتاب الحج، الجزء الاول، ص ۲۰۹۔

مزدلفہ کی روانگی اور اُس کا وقوف

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(فَإِذَا أَقَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوا كُنَا هَذَا هَذَا وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الصَّالِّينَ ﴿١٩٨﴾) (1)

جب عرفات سے تم واپس ہو تو مشعر حرام (مزدلفہ) کے نزدیک، اللہ (عزوجل) کا ذکر کرو اور اس کو یاد کرو جیسے اُس نے تمہیں بتایا اور بیشک اس سے پہلے تم گمراہوں سے تھے۔



(1) پ ۲، البقرہ: ۱۹۸۔

اُس آیت کے تحت مفسر شبیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ عرفات ایک مقام کا نام ہے جو منوَقَف ہے ضحاک کا قول ہے کہ حضرت آدم و حوا جدائی کے بعد ۹ ذی الحجہ کو عرفات کے مقام پر جمع ہوئے اور دونوں میں تعارف ہوا اس لئے اس دن کا نام عرذ اور مقام کا نام عرذت ہوا ایک قول یہ ہے کہ چونکہ اس روز بندے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اس لئے اس دن کا نام عرف ہے

مسئلہ: عرفات میں وقوف فرض ہے کیونکہ افاضہ بلا وقوف متصور نہیں۔

(مزید یہ کہ)

مشعر حرام جبل ثورج ہے جس پر امام وقوف کرتا ہے مسئلہ: وادی عکسر کے سوا تمام مزدلفہ موقف ہے اس میں وقوف واجب ہے عذر ترک کرنے سے دم لازم آتا ہے اور مشعر حرام کے پاس وقوف افضل ہے۔

احادیث

(حدیث ۱:) صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ میں تشریف لائے یہاں مغرب و عشا کی نماز پڑھی پھر لیٹے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوئی، جب صبح ہو گئی اُس وقت اذان و اقامت کے ساتھ نماز فجر پڑھی، پھر قصواء پر سوار ہو کر مشعر حرام میں آئے اور قبلہ کی جانب مونہ کر کے دعا و تکبیر و تہلیل و توحید میں مشغول رہے اور وقوف کیا یہاں تک کہ خوب اُجالا ہو گیا اور طلوع آفتاب سے قبل یہاں سے روانہ ہوئے۔ (1)

(حدیث ۲:) بیہقی محمد بن قیس بن مخرمہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ: اہل جاہلیت عرفات سے اس وقت روانہ ہوتے تھے جب آفتاب مونہ کے سامنے ہوتا غروب سے پہلے اور مزدلفہ سے بعد طلوع آفتاب روانہ ہوتے جب آفتاب چہرے کے سامنے ہوتا اور ہم عرفات سے نہ جائیں گے جب تک آفتاب ڈوب نہ جائے اور مزدلفہ سے طلوع کے قبل روانہ ہوں گے ہمارا طریقہ بت پرستوں اور مشرکوں کے طریقہ کے خلاف ہے۔ (2)

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۸، ص ۶۳۲۔

(2) معرفۃ السنن والآثار، کتاب المناسک، باب الاختیار فی الدفع من النحر ولفظ، الحدیث: ۳۰۴۵، ج ۳، ص ۱۱۷۔

حکیم الامت کے مذنی پھول

۱۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ عرفات میں دیا کیونکہ وہاں ارکان حج سکھائے جاتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ حج سے پہلے کسی جمعہ میں ارشاد فرمایا ہوتا کہ حج کو جانے والے ابھی سے احکام سکھ لیں، اہل جاہلیت سے مراد قریش کے سوا دیگر کفار ہیں، قریش تو عرفات جاتے ہی نہ تھے مزدلفہ سے ہی لوٹ جاتے تھے۔

۲۔ یعنی آفتاب ڈوبنے سے کچھ پہلے وہ عرفات سے روانہ ہو جاتے تھے جب سورج کنارہ مغرب میں پہنچ جاتا اور اس کی دھوپ چہروں پر ایسی ہلائی پڑتی تھی جیسے پیشانی پر عمامہ کا حصہ یعنی سروں پر دھوپ نہ رہتی صرف چہروں پر اس طرح رہتی یا مطلب یہ ہے کہ پہاڑوں پر دھوپ ایسی پڑتی تھی جیسے چہروں پر پگڑی کا کنارہ، عمامہ کی شکل نصف کرہ کی ہے ایسے ہی پہاڑوں پر دھوپ کی شکل ہو جاتی تھی۔

۳۔ خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین عرفات سے سورج ڈوبنے سے پہلے چلتے تھے اور مزدلفہ سے سورج نکلنے کے بعد اسلام میں اس کے برعکس ہے کہ عرفات سے سورج ڈوبنے کے بعد چلتے ہیں تاکہ وہاں ہی رات کی ایک ساعت بھی گزر جائے اور مزدلفہ سے سورج نکلنے سے



پہلے روانہ ہو جائیں کیونکہ پو پھننے پر دن نکل آتا ہے، رات و دن کا اجتماع عرفہ میں بھی کریں گے اور مزدلفہ میں بھی۔ مرقات میں ہے کہ اکثر علماء کے ہاں دن چھپے تک عرفہ میں رہنا واجب ہے اور دن نکلنے وقت تک مزدلفہ میں ٹھہرنا سب کے ہاں سخت مکروہ ہے۔
 ۴۔ یہاں مشکوٰۃ شریف میں سفیدی چھوڑی ہوئی ہے یعنی مؤلف کو یہ حدیث کہیں نہیں ملی، مگر شیخ ابن حجر اور جزری نے فرمایا کہ یہ حدیث بیہقی شعب الایمان میں ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۲۶)

مسائل فقہیہ

(۱) جب غروب آفتاب کا یقین ہو جائے فوراً مزدلفہ کو چلو اور امام کے ساتھ جانا افضل ہے (۱) مگر وہ دیر کرے تو اس کا انتظار نہ کرو۔

(۱) مزدلفہ کو روانگی

جب غروب آفتاب کا یقین ہو جائے تو عزرات شریف سے جانب مزدلفہ شریف چلے، راستے بھر ذکر و زود اور لبیک کی تکرار رکھئے، کل میدان عزرات شریف میں حقوق اللہ عز وجل معاف ہوئے یہاں حقوق العباد معاف فرمانے کا وعدہ ہے۔ اے لیجئے! مزدلفہ شریف آگیا ہر طرف چہل چہل اور رونق لگی ہوئی ہے، ہو سکے تو آپ منہ منہ انحرام (یہ ایک پہاڑ ہے، اسے جبل ترح بھی کہتے ہیں) کے پاس قیام کیجئے اگر یہاں جگہ نہ مل سکے تو تمام مزدلفہ میں دادی مختار (۱) کے ہوا کہیں بھی قیام کر لیجئے۔ یاد رہے یہاں آپ کو نماز مغرب و عشاء وقت عشاء میں ادا کرنی ہے۔

مغرب و عشاء ملا کر پڑھنے کا طریقہ

یہاں آپ کو ایک ہی اذان اور ایک ہی اقامت سے دونوں نمازیں ادا کرنی ہیں، لہذا اذان و اقامت کے بعد پہلے مغرب کے تین فرض ادا کر لیجئے، سلام پھیرتے ہی فوراً عشاء کے فرض پڑھئے پھر مغرب کی سنتیں، اس کے بعد عشاء کی سنتیں اور وتر ادا کیجئے۔

کنکریاں چن لیجئے

آج کی رات بعض اکابر علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک لیلة القدر سے بھی افضل ہے، یہ رات غفلت یا خوش گپیوں میں ضائع کرنا سخت محرومی ہے، ہو سکے تو ساری رات لبیک اور ذکر و زود میں گزار دیئے۔ رات ہی میں وقت نکال کر شیطانوں کو مارنے کے لیے انہماک کنکریاں بھجور کی گٹھلی کے برابر چن لیجئے بلکہ کچھ زیادہ لے لیجئے تاکہ وار خالی جانے وغیرہ کی صورت میں کام آسکیں، کنکریاں بڑے پتھر کو توڑ کر نہ بنائیں نیز ان کو تین بار پانی سے دھو لینا افضل ہے۔

ایک ضروری احتیاط

شاید آپ بہت تھک چکے ہوں گے لہذا چاہیں تو کچھ دیر آرام کر لیں مگر پھر ہو سکے تو جلد ہی اٹھ جائیں، وضو بنائیں، تہجد ادا کریں اور عبادت میں مشغول رہیں، آج نماز فجر نفل وقت میں ادا کرنا افضل ہے مگر نماز آس وقت ادا کریں جب صبح صادق یقینی طور پر ہو جائے۔ سب مدینہ غلی غلہ نے خود دیکھا ہے کہ لوگ جلد بازی میں صبح صادق سے بہت پہلے ہی نماز فجر شروع کر دیتے ہیں تاکہ جلدی جلدی منی میں پہنچیں، محترم حاجیو! آپ ایسا نہ کریں۔ آخر ایسی بھی کیا جلدی ہے؟ یاد رکھئے! اگر آپ نے وقت فجر شروع ہونے سے پہلے فجر کی نماز پڑھ لی تو وہ سرے سے ہوگی ہی نہیں، عموماً معلم کے آؤٹی بہت جلدی جاتے ہیں اور بہت پہلے سے صلوٰۃ صلوٰۃ چلانا شروع کر دیتے ہیں۔

(۲) راستے بھر کر دُرود و دعا و لبیک و زاری و بکا میں مصروف رہو۔ اس وقت کی بعض دعائیں یہ ہیں:

اللَّهُمَّ إِلَيْكَ أَقْضَيْتُ وَفِي رَحْمَتِكَ رَغِبْتُ وَمِنْ مَخْطِئِكَ رَهَيْتُ وَأَمِنْ عَذَابِكَ أَشَقُّقْتُ فَأَقْبِلْ
نُسُكِي وَأَعْظِمْ أَجْرِي وَتَقَبَّلْ تَوْبَتِي وَارْحَمْ تَضَرُّعِي وَاسْتَجِبْ دُعَائِي وَأَعْطِنِي سُؤْلِي اللَّهُمَّ لَا
تَجْعَلْ هَذَا آخِرَ عَهْدِي مِنْ هَذَا الْوَقْفِ الشَّرِيفِ الْعَظِيمِ وَارْزُقْنَا الْعَوْدَ إِلَيْهِ مَرَّاتٍ كَثِيرَةً
يُلْطِفُكَ الْعَبْدُ (2)

(۳) راستہ میں جہاں گنجائش پاؤ اور اپنی یاد دوسرے کی ایذا کا احتمال نہ ہو اتنی دیر اتنی در تیز چلو پیدل ہو خواہ سوار۔

(۴) جب مزدلفہ نظر آئے بشرط قدرت پیدل ہو لینا بہتر ہے اور تمباکو داخل ہونا افضل، مزدلفہ میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھو:

اللَّهُمَّ هَذَا جَمْعُ أَسْأَلِكَ أَنْ تَرْزُقَنِي جَوَامِعَ الْخَيْرِ كُلِّهِ اللَّهُمَّ رَبَّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّكْنِ

اور اعلان کرنے لگ جاتے ہیں کہ فجر کا وقت ہو گیا مگر آپ اُن کی نہ سنیں اُن سے لڑیں بھی نہ بلکہ نرمی سے سمجھائیں کہ ابھی وقت نہیں ہوا ابھی توپ کا گولہ چھوٹے گا پھر نماز ادا کریں گے۔

وقوف مزدلفہ

مزدلفہ میں رات گزارنا سنت مؤکدہ ہے مگر اس کا وقوف واجب ہے وقوف مزدلفہ کا وقت صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک ہے، اس کے درمیان اگر ایک لمحہ بھی یہاں گزار لیا تو وقوف ہو گیا، ظاہر ہے کہ جس نے فجر کے وقت میں یہاں نماز فجر ادا کی اُس کا وقوف صحیح ہو گیا، جو کوئی صبح صادق سے پہلے ہی مزدلفہ سے چلا گیا اُس کا واجب ٹرک ہو گیا، لہذا اُس پر دم واجب ہے۔ ہاں، عورت، بیمار یا ضعیف یا کمزور کہ جنہیں بھیڑ کے سبب ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہو اگر ایسے لوگ مجبوراً چلے گئے تو کچھ نہیں۔

کوہ مشعر الحرام پر اگر جگہ نہ ملے تو اُس کے دامن میں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو وادی محشر کے سوا جہاں جگہ مل جائے وقوف کیجئے اور وقوف غزوات دالی تمام باتیں یہاں بھی ملحوظ رکھئے یعنی لبیک کی کثرت کیجئے اور ذکر و دُرود اور دعا میں مشغول ہو جائیے۔ اِنَّ حَآءَ اللّٰہِ غَزَا وَجْہَہُ! جو کچھ مانگیں گے وہ پائیں گے کہ کل غزوات شریف میں حقوق اللہ عزَّ وَجَلَّ مُعَافَ ہوئے تھے یہاں حقوق العباد و معاف فرمانے کا وعدہ ہے۔

جب طلوع آفتاب میں دو رکعت پڑھنے کا وقت پائی وہ جائے تو سونے مٹی شریف روانہ ہو جائیے اور راستے بھر لبیک اور دُرود و زاری کی تکرار کر رکھئے۔

(2) اے اللہ (عزوجل)! میں تیری طرف واپس ہوا اور تیری رحمت میں رہمت کی اور تیری مہربانی سے ڈرا اور تیرے عذاب سے خوف کیا تو میری عبادت قبول کر اور میرا آخری عظیم کرم اور میری توبہ قبول کر اور میری عاجزی پر رحم کر اور مجھے میرا سوال عطا کر۔ اے اللہ (عزوجل)! اس شریف بزرگ جگہ میں میری یہ حاضری آخری حاضری نہ کہ اور تو اپنی مہربانی سے یہاں بہت مرتبہ آنا نصیب کر۔

وَالْمَقَامِ وَرَبِّ الْبَلَدِ الْحَرَامِ وَرَبِّ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَسْأَلُكَ بِنُورِ وَجْهِكَ الْكَرِيمِ أَنْ تَغْفِرَ لِي
ذُنُوبِي وَتَرْحَمَنِي وَتَجْمَعَ عَلَيَّ الْهُدَى أَمْرِي وَتَجْعَلَ لِي تَقْوَى زَادِي وَذُخْرِي وَالْآخِرَةَ مَأْنِي وَهَبْ لِي
رِضَاكَ عَلَيَّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ يَا مَنْ مَرَّ بِبَيْتِي الْخَيْرُ كُلُّهُ أَعْطَيْتَنِي الْخَيْرَ كُلُّهُ وَاطْرُقْ عَلَيَّ الشَّرَّ كُلُّهُ
اللَّهُمَّ حَرِّمْ لِحْيَتِي وَعَظْمِي وَشَعْرَتِي وَسَائِرَ جَوَارِحِي عَلَى النَّارِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ (3)



(3) اے اللہ (عزوجل) یہ جمع (مزدہد) ہے میں تجھ سے تمام خیر کے مجموعہ کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ (عزوجل) ! مشغور حرام کے رب اور
رکن و مقام کے رب اور عزت والے شہر اور عزت والی مسجد کے رب ! میں تجھ سے بواسطہ تیرے وجہ کریم کے نور کے سوال کرتا ہوں کہ تو
میرے گناہ بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور ہدایت پر میرے کام کو جمع کر دے اور تقویٰ کو میرا توشہ اور ذخیرہ کر اور آخرت میرا مرجع کر اور دنیا
اور آخرت میں تو مجھ سے راضی رہ، اے وہ ذات جس کے ہاتھ میں تمام بھلائی ہے ! مجھ کو ہر قسم کی خیر عطا کر اور ہر قسم کی بُرائی سے بچا، اے
اللہ (عزوجل) ! میرے گوشت اور ہڈی اور چربی اور بال اور تمام اعضا کو جہنم پر حرام کر دے، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان !۔

مزدلفہ میں مغرب و عشا کی نماز

(۵) وہاں پہنچ کر حتی الامکان جبل قریح کے پاس راستہ سے بچ کر اتر دو ورنہ جہاں جگہ ملے۔

(۶) غالباً وہاں پہنچتے پہنچتے شفق ڈوب جائے گی مغرب کا وقت نکل جائے گا۔ ادنیٰ کھولنے، اسباب اتارنے سے پہلے امام کے ساتھ مغرب و عشا پڑھو اور اگر وقت مغرب کا باقی بھی رہے جب بھی ابھی مغرب ہرگز نہ پڑھو، نہ عرفات میں پڑھو نہ راہ میں کہ اس دن یہاں نماز مغرب و وقت مغرب میں پڑھنا گناہ ہے اور اگر پڑھ لو گے عشا کے وقت پھر پڑھنی ہوگی۔ غرض یہاں پہنچ کر مغرب و وقت عشا میں بہ نیت ادا، نہ بہ نیت قضا حتی الامکان امام کے ساتھ پڑھو۔ مغرب کا سلام پھیرتے ہی معاً عشا کی جماعت ہوگی عشا کے فرض پڑھ لو اس کے بعد مغرب و عشا کی سنتیں اور وتر پڑھو اور اگر امام کے ساتھ جماعت نہ مل سکے تو اپنی جماعت کر لو اور نہ ہو سکے تو تنہا پڑھو۔

مسئلہ ۱: یہ مغرب و وقت عشا میں پڑھنی اُسی کے لیے خاص ہے جو مزدلفہ کو آئے اور اگر عرفات ہی میں رات کو رہ گیا یا مزدلفہ کے سوا دوسرے راستہ سے واپس ہوا تو اسے مغرب کی نماز اپنے وقت میں پڑھنی ضروری ہے۔ (۱)

مسئلہ ۲: اگر مزدلفہ کے آنے والے نے مغرب کی نماز راستہ میں پڑھی یا مزدلفہ پہنچ کر عشا کا وقت آنے سے پہلے پڑھ لی، تو اسے حکم یہ ہے کہ اعادہ کرے مگر نہ کیا اور فجر طلوع ہو گئی تو وہ نماز اب صحیح ہو گئی۔ (۲)

مسئلہ ۳: اگر مزدلفہ میں مغرب سے پہلے عشا پڑھی تو مغرب پڑھ کر عشا کا اعادہ کرے اور اگر طلوع فجر تک اعادہ نہ کیا تو اب صحیح ہو گئی خواہ وہ شخص صاحب ترتیب ہو یا نہ ہو۔ (۳)

مسئلہ ۴: اگر راستہ میں اتنی دیر ہو گئی کہ طلوع فجر کا اندیشہ ہے تو اب راستہ ہی میں دونوں نمازیں پڑھ لے مزدلفہ پہنچنے کا انتظار نہ کرے۔ (۴)

مسئلہ ۵: عرفات میں ظہر و عصر کے لیے ایک اذان اور دو اقامتیں ہیں اور مزدلفہ میں مغرب و عشا کے لیے ایک

(۱) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی الرفع من عرفات، ج ۳، ص ۶۰۱۔

(۲) الدر المختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۶۰۱۔

(۳) المرجع السابق، ص ۶۰۲، حاشیہ المطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الحج، ج ۱، ص ۵۰۳۔

(۴) الدر المختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۶۰۲۔

اذان اور ایک اقامت۔ (5)

مسئلہ ۶: دونوں نمازوں کے درمیان میں سنت و نوافل نہ پڑھے۔ مغرب کی سنتیں بھی بعد عشا پڑھے اگر درمیان میں سنتیں پڑھیں یا کوئی اور کام کیا تو ایک اقامت اور کہی جائے یعنی عشا کے لیے۔ (6)

(5) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی الرفع من عرفات، ج ۳، ص ۶۰۰۔

(6) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی الرفع من عرفات، ج ۳، ص ۶۰۰۔

مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کی حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھیں اب کہ ان میں سے ہر نماز علیحدہ تکبیر سے ادا کی اور نہ ان کے درمیان نفل پڑھے اور نہ ان میں سے کسی نماز کے پیچھے اب (بخاری) حکیم آباد مست مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

اب اس طرح کہ مغرب عشاء کے وقت میں پڑھی کہ وہاں آج مغرب کا وقت یہ ہی ہے، اگر کوئی عرفات میں یا راستہ میں نماز مغرب پڑھ بھی لے گا تو نہ ہوگی کہ اس نے وقت سے پہلے پڑھ لی۔ خیال رہے کہ عرفات شریف میں تو عصر اپنے وقت سے آگے پڑھتے ہیں کہ ظہر کے وقت میں پڑھنی جاتی ہے اس لیے وہاں دونوں نمازوں کے لیے تکبیریں بھی دو ہوں گی اور جو حاجی جماعت امام کے ساتھ پڑھے گا وہ ہی جمع صلوٰتین کرنے کا مگر مزدلفہ میں نماز مغرب پیچھے ہٹ گئی کہ عشاء کے وقت میں پڑھنی چاہی تو خواہ باجماعت نماز پڑھے یا علیحدہ اور خواہ امام کے ساتھ جماعت پڑھے یا اپنی جماعت علیحدہ کرے، بہر حال جمع صلوٰتین کرے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ عرفات میں دونوں نمازوں کے لیے اذان ایک اور اقامت دو ہوں گی۔

۱۰۱: یہ مذہب امام زفر کا ہے کہ مزدلفہ میں بھی مغرب و عشاء دو تکبیروں سے پڑھے ان کی دلیل یہ حدیث ہے، باقی آئمہ فرماتے ہیں کہ یہاں اذان بھی ایک ہوگی اور تکبیر بھی ایک، ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جو مسلم شریف نے حضرت سعید ابن جبیر سے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک اذان ایک اقامت سے دونوں نمازیں پڑھیں وہ احادیث مطابق قیاس ہیں اور یہ حدیث بخاری خلاف قیاس لہذا ان روایات کو ترجیح ہے کیونکہ تکبیر لوگوں کو جمع کرنے کے لیے ہوتی ہے لوگ پہلی اذان و تکبیر پر جمع ہو چکے ہیں اور نماز عشاء کا وقت بھی ہے تو ظاہر ہے کہ بغیر عشاء پڑھے نہ متفرق ہوں گے مگر عرفات میں ظہر اپنے وقت میں ہے اندیشہ ہے کہ لوگ سام پھیرتے ہی چل دیں گے اس لیے تکبیر قوز اعی کہہ دی جائے کہ عصر بھی ابھی ہو رہی ہے جاؤ مت، بہر حال مذہب آئمہ قوی ہے، امام طحطاوی نے امام زفر کا مذہب اختیار کیا ان دونوں نمازوں کے درمیان یا بعد میں نوافل و سنن وغیرہ ہرگز نہ پڑھے کہ یہ ہی سنت ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۲۲۱)

حجۃ الاسلام حضرت سیّدنا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب لہاب الاخیاء میں لکھتے ہیں:

پھر مزدلفہ میں عشاء کے وقت ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی پڑھے اور قصر کرے۔

مسئلہ ۷: طلوع فجر کے بعد مزدلفہ میں آیا تو سنت ترک ہوئی مگر دم وغیرہ اس پر واجب نہیں۔ (7)

(۷) نمازوں کے بعد باقی رات ذکر و لبیک و درود و دعا و زاری میں گزار دو کہ یہ بہت افضل جگہ اور بہت افضل رات ہے۔ بعض علما نے اس رات کو شب قدر سے بھی افضل کہا۔ زندگی ہے تو سونے کو اور بہت راتیں ملیں گی اور یہاں یہ رات خدا جانے دوبارہ کسے ملے اور نہ ہو سکے تو باطہارت سو رہو کہ فضول باتوں سے سونا بہتر اور اتنے پہلے اٹھ بیٹھو کہ صبح چمکنے سے پہلے ضروریات و طہارت سے فارغ ہو لو، آج نماز صبح بہت اندھیرے سے پڑھی جائے گی، کوشش کرو کہ جماعت امام بلکہ پہلی تکبیر فوت نہ ہو کہ عشاء و صبح جماعت سے پڑھنے والا بھی پوری شب بیداری کا ثواب پاتا ہے۔

(۸) اب دربارہ اعظم کی دوسری حاضری کا وقت آیا، ہاں ہاں کرم کے دروازے کھولے گئے ہیں، کل عرفات میں حقوق اللہ معاف ہوئے تھے یہاں حقوق العباد معاف فرمانے کا وعدہ ہے۔ (8)

دونوں نمازوں کے درمیان نفل نہ پڑھے لیکن دونوں فرض نمازیں ادا کرنے کے بعد مغرب اور عشاء کے نوافل اور وتر نماز کو جمع کرے، پہلے مغرب کے نوافل پڑھے (پھر عشاء کے پڑھے) (کتاب فائز، صفحہ ۱۰۶)

(7) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۱۔

(8) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حق العبد ہر وہ مطالبہ مالی ہے کہ شرعاً اس کے ذمہ کسی کے لئے ثابت ہو اور ہر وہ نقصان و آزار جو بے اجازت شرعیہ کسی قول فعل ترک سے کسی کے دین، آبرو، جسم، مال یا صرف قلب کو پہنچایا جائے۔ تو یہ دو قسمیں ہوئیں، اول کو دیون، ثانی کو مظلّم، اور دونوں کو تبعات اور کبھی دیون بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں قسم میں نسبت عموم خصوص میں وجہ ہے یعنی کہیں تو دین پایا جاتا ہے مظلّم نہیں، جیسے خریدی چیز کی قیمت، مزدور کی اجرت، عورت کا مہر وغیرہ دیون کہ عقود جائزہ شرعیہ سے اس کے ذمہ لازم ہوئے اور اس نے ان کی ادائیگی کی دتا خیر ناردانہ برقی یہ حق العبد اس کی گردن پر ہے مگر کوئی ظلم نہیں، اور کہیں مظلّم پایا جاتا ہے دین نہیں جیسے کسی کو مارا، گالی دی، برا کہا، غیبت کی کہ اس کی خبر سے پہنچی، یہ سب حقوق العبد و ظلم ہیں مگر کوئی دین واجب الا دائی نہیں، اور کہیں دین اور مظلّم دونوں ہوتے ہیں جیسے کسی کا مال چرا یا، چھینا، وٹا، رشوت سود جوئے میں لیا، یہ سب دیون بھی ہیں اور ظلم بھی۔ قسم اول میں تمام صورت عقود و مطالبہ مالیہ داخل، دوسری میں قول فعل و ترک کو دین آبرو جان جسم مال قلب میں ضرب دینے سے اٹھارہ انواع حاصل، ہر نوع صدمہ یا صورتوں کو شامل، تو کیونکر گناہ کہتے ہیں کہ حقوق العباد کس قدر ہیں، ۲۰۔ ان کا ضابطہ کلیہ بتا دیا گیا ہے کہ ان دو قسموں سے جو امر جہاں پایا جائے اسے حق العبد جانے پھر حق کس قسم کا ہو جب تک صاحب حق معاف نہ کرے معاف نہیں ہوتا، حقوق اللہ میں تو ظاہر کہ اس کے سوا دوسرا معاف کرنے والا کون ومن یغفر الذنوب الا اللہ کون گناہ بخشے اللہ کے سو۔ (۱) القرآن الکریم ۳/۱۳۵)

الحمد لله کہ معافی کریم غنی قدیر رؤف رحیم کے ہاتھ ہے والکریم لا یأتی منه الا الکریم (کریم سے سوائے کرم کے کچھ ہے)

اور صادر نہیں ہوتا۔ ت) اور حقوق العباد میں بھی ملک دیاں عز جلالہ نے اپنے دارالعدل کا یہی ضابطہ رکھا ہے کہ جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے معاف نہ ہوگا اگرچہ مولیٰ تعالیٰ ہمارا اور ہمارے جان و مال و حقوق سب کا مالک ہے اگر وہ بے ہماری مرضی کے ہمارے حقوق جسے چاہے معاف فرمادے تو بھی عین حق و عدل ہے کہ ہم بھی اسی کے اور ہمارے حقوق بھی اسی کے مقرر فرمائے ہوئے، اگر وہ ہمارے خون و مال و عزت وغیرہا کو معصوم و محترم نہ کرتا تو ہمیں کوئی کیسا ہی آزار پہنچاتا نام کو بھی ہمارے حق میں گرفتار نہ ہوتا۔ یوں اب اس حرمت و عصمت کے بعد بھی جسے چاہے ہمارے حقوق چھوڑ دے ہمیں کیا مجال عذر ہے مگر اس کریم رحیم جل و علا کی رحمت کہ ہمارے حقوق کا اختیار ہمارے ہاتھ رکھا ہے بے ہمارے بخشے معاف ہو جانے کی شکل نہ رکھی کہ کوئی ستم رسیدہ یہ نہ کہے کہ اے مالک میرے! میں اپنی داد کو نہ پہنچا۔

حدیث میں ہے حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوین ثلاثة فديوان لا يغفر الله منه شيئا وديوان لا يعبأ الله به شيئا وديوان لا يترك الله منه شيئا فاما الديوان الذي لا يغفر الله منه شيئا فالاشراك بالله عز وجل واما الديوان الذي لا يعبأ الله به شيئا فظلم العبد نفسه فيما بينه وبين ربه من صوم يوم تركه او صلاة تركها فان الله تعالى يغفر ذلك ان شاء ويتجاوز ان شاء واما الديوان الذي لا يترك الله منه شيئا فنظام العباد بينهم القصاص لا محالة. رواه الامام احمد في المسند والحاكم في المستدرک عن ام المؤمنين الصديقة رضى الله تعالى عنها.

یعنی دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ تعالیٰ کو کچھ پروا نہیں اور ایک دفتر میں اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا، وہ دفتر جس میں اصلاً معافی کی جگہ نہیں وہ تو کفر ہے کہ کسی طرح نہ بخشا جائے گا اور وہ دفتر جس کی اللہ عزوجل کو کچھ پروا نہیں وہ بندے کا گناہ ہے خاص اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں کہ کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف کر دے اور درگزر فرمائے اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے کہ اس میں ضرور بدلہ ہوتا ہے (امام احمد نے مسند میں در حاکم نے مستدرک میں ام المؤمنین سید عائشہ صدیقہ رضى الله تعالى عنها سے اس کی روایت فرمائی۔ ت)

(۱۔ مسند احمد بن حنبل حدیث ۲۵۵۰۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۳۴۲) (المستدرک للحاکم کتاب الاحوال باب جعل الله القصص بين الدواب المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۷۶-۷۵)

یہاں تک کہ حضور قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لتؤدن الحقوق الى اهلها يوم القيمة حتى يقاد للشاة الجلاء من الشاة القرناء تنطعها. رواه الائمة احمد في المسند ومسلم ۲۔ فی صحیحہ والبخاری فی الادب المفرد والترمذی فی الجامع عن ابی ہریرة رضى الله تعالى عنه

بیشک روز قیامت تمہیں اہل حقوق کو ان کے حق ادا کرنے ہوں گے یہاں تک کہ منڈی بکری کا بدلہ سینک والی بکری سے لیا جائے گا کہ اسے سینک مارے (ائمہ کرام نے اس کو روایت کیا مثلاً امام احمد نے مسند میں، امام مسلم نے صحیح مسلم میں، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام ترمذی نے جامع میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (۲) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب نصر الارواح قلما او مقلوا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۰) (مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۰۱) ایک روایت میں فرمایا: حتی الذرة من الذرة. رواہ الامام احمد ۳۱۰۰ سند صحیح۔

یہاں تک کہ چوٹی سے چوٹی کا عوض لیا جائے گا۔ (اسے امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

(۳) مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۶۳)

پھر وہاں روپے اشرفیاں تو ہیں نہیں کہ معاوضہ حق میں دی جائیں طریقہ ادا یہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں صاحب حق کو دی جائیں گی اگر ادا ہو گیا غنیمت ورنہ اس کے گناہ اس پر رکھے جائیں گے یہاں تک کہ ترازوئے عدل میں وزن پورا ہو۔ احادیث کثیرہ اس مضمون میں وارد، ازاں جملہ حدیث صحیح مسلم وغیرہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اتدرون من المفلس قالوا المفلس فینا من لا درهم له ولا متاع فقال ان المفلس من امة من یأتی یوم القیمة بصلوة وصیام وزکوۃ وبأتی قد شتم هذا وقد قذف هذا واکل مال هذا وسفک دم هذا وضرب هذا فیعطی هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنیت حسناته قبل ان یقضى ما علیه اخذ من عطاءہم فطرح علیہ ثم طرح فی النار۔ والعیاذ باللہ بحضہ وتعالی۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کی ہمارے یہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس زر و مال نہ ہو۔ فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوۃ لے کر آئے اور یوں آئے کہ اسے گالی دی اسے زنا کی تہمت لگائی اس کا مال کھایا اس کا خون گرایا اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں پھر اگر نیکیاں ختم ہو چکیں اور حق باقی ہیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے پھر جہنم میں پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ پاک اور بلند و برتر ذات کی پناہ۔

(۱) صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم القلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۰)

غرض حقوق العباد بے ان کی معافی کے معاف نہ ہوں گے و لہذا مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: الغیبة اشد من الزنا غیبت زنا سے سخت تر ہے۔ کسی نے عرض کی: یہ کیونکر؟ فرمایا: الرجل یزنی ثم یتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبة لا یغفر له حتی یغفر له صاحبه۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة والطبرانی فی الاوسط ۲ عن جابر بن عبد اللہ وابی سعید الخدری والبیہقی عنہما وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ زانی تو پہ کڑے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور غیبت والے کی مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی ہے (ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبة (غیبت کی برائی میں) میں ہے۔

اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید خدری سے اور امام بیہقی نے ان دونوں کے علاوہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کی روایت فرمائی۔ (۲) المعجم الاوسط حدیث ۶۵۸۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۳۰۶)

پھر یہاں معاف کرالینا سہل ہے قیامت کے دن اس کی امید مشکل کہ وہاں ہر شخص اپنے اپنے حال میں گرفتار نیکیوں کا طلبگار برائیتوں سے بیزار ہوگا پر انی نیکیاں اپنے ہاتھ آتے اپنی برائیاں اس کے سر جاتے کسے بری معلوم ہوتی ہیں، یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے کہ ماں باپ کا بیٹے پر کچھ دین آتا ہوگا اسے روز قیامت پیش گے کہ ہمارا دین دے وہ کہے گا میں تمہارا بچہ ہوں، یعنی شاید رحم کریں وہ تمنا کریں گے کاش اور زیادہ ہوتا۔

الطبرانی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول انہ یكون للوالدین علی ولدہما دین فأذا کان یوم القیمة یتعلقان بہ فیقول انا ولد کما فیودان او یتحدیان لو کان اکثر من ذلک اے

طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ والدین کا بیٹے پر دین ہوگا قیامت کے روز والدین بیٹے پر لپکیں گے تو بیٹا کہے گا میں تمہارا بیٹا ہوں تو والدین کو حق دلایا جائے گا اور تمنا کریں گے کاش ہمارا حق اور زیادہ ہوتا۔ (۱) المعجم الکبیر حدیث المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۷۰۷)

جب ماں باپ کا یہ حال تو اور دل سے امید خام خیال، ہاں کریم درجیم مالک و مولیٰ جل جلالہ و تبارک و تعالیٰ جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو یہاں کرے گا کہ حق والے کو بے بہا تصور جنت معاوضہ میں عطا فرما کر غوث پر راضی کر دے گا ایک کرشمہ گرم میں دونوں کا بھلا ہوگا نہ اس کی حسنا سے دی گئیں نہ اس کی سہا سے اس کے سر رکھی گئیں نہ اس کا حق ضائع ہونے پایا بلکہ حق سے ہزاروں درجے بہتر فضل پایا رحمت حق کی بندہ لوازی خالم ناجی مظلوم راضی، فذلہ الحمد حمدا کثیرا طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا ویرضی (پھر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد و ثنا ہے جس کی ذات بہت زیادہ پاکیزہ اور بابرکت ہے۔ ت)۔

حدیث میں ہے:

بینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالس اذ رأیناہ اضحک حتی بدت ثنایاہ فقال لہ عمر ما اضحکک یا رسول اللہ ہا ہی انت واقعی۔

یعنی ایک دن حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے ناگاہ خندہ فرمایا کہ اگلے دندان مبارک ظاہر ہوئے، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان کس بات پر ہنسی آئی؟

ارشاد فرمایا:

رجلان من امتی جثیا بیدین یدی رب العزۃ فقال احدهما یارب خللی مظلمتی من اخی فقال اللہ تعالیٰ: —

للطالب كيف تصنع باخيك ولم يبق من حسناته شيء قال يارب فيحمل من اوزاري وفاضت عينار رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بالبكاء ثم قال ان ذلك اليوم عظيم يحتاج الناس ان يحمل عنهم من اوزارهم فقال الله للطالب ارفع بصرك فانظر فرفع فقال يارب اري مدائن من ذهب وقصورا من ذهب مكللة بالؤلؤ لاى نبى هذا اولاي صديق هذا اولاي شهيد هذا قال لمن اعطى الثمن قال يارب ومن يملك ذلك قال انت تملكه قال بماذا قال بعفوك عن اخيك قال يارب فاني قد عفوت عنه قال الله تعالى فخذ بيد اخيك فادخله الجنة فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عند ذلك اتقوا الله واصلحوا ذات بينكم فان الله يصلح بين المسلمين يوم القيمة. رواه الحاكم في المستدرک والبيهقي في کتاب البعث والنشور وابویعنی فی مسنده وسعيد بن منصور في مسنده عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه.

دوم میری امت سے رب العزت جل جلالہ کے حضور انور پر کھڑے ہوئے، ایک نے عرض کی: اے رب میرے! میرے اس بھائی نے جو ظلم مجھ پر کیا ہے اس کا عوض میرے لئے لے لے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: اپنے بھائی کے ساتھ کیا کرے گا اس کی نیکیاں تو سب ہو چکیں، میری نے عرض کی: اے رب میرے! تو میرے گناہ وہ اٹھا لے۔ یہ فرما کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں گریہ سے بہہ نکلیں، پھر فرمایا: بیشک وہ دن بڑا سخت ہے لوگ اس کے محتاج ہوں گے کہ ان کے گناہوں کا کچھ بوجھ اور لوگ اٹھائیں۔ مولیٰ عزوجل نے مدی سے فرمایا: نظر اٹھا کر دیکھ۔ اس نے نگاہ اٹھائی کہا اے رب میرے! میں کچھ شہر دیکھتا ہوں سونے اور محل سونے کے سراپا موتیوں سے جڑے ہوئے یہ کس نبی کے ہیں یا کس صدیق یا کس شہید کے۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ہاں کے ہیں جو قیمت دے کہا: اے رب میرے! بھلا ان کی قیمت کون دے سکتا ہے؟ فرمایا: تو۔ عرض کی: کیوں کر؟ فرمایا: یوں کہ اپنے بھائی کو معاف کر دے۔ کہا: اے رب میرے! یہ بات ہے تو میں نے معاف کیا۔ مولیٰ جل مجدہ نے فرمایا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں لے جا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بیان کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو کہ مولیٰ عزوجل قیامت کے دن مسلمانوں میں صلح کرائے گا۔ (حاکم نے مستدرک میں امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں ابویعلیٰ نے مسند اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت) (۱۔ مستدرک للحاکم کتاب الاحوال والفقہ بیروت ۱۳/ ۵۷۶) (الدر المنثور بحوالہ ابن ابی الشیخ والبیہقی والحاکم مکتبۃ العظمیٰ قم ایران ۳/ ۱۶۱)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اذا التقى الخلائق يوم القيمة نادى مناديا يا اهل الجمع تتاركووا المظالم بينكم و ثوابكم عن. رواه الطبرانی ۲ عن انس ايضاً رضى الله تعالى عنه بسند حسن.

جب مخلوق روز قیامت بہم ہوگی ایک منادی رب العزت جل وعلا کی طرف سے ندا کرے گا اے مجمع والو! آپس کے ظلموں کا تدارک کر لو۔

اور تمہارا ثواب میرے ذمہ ہے۔ (امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کیا ہے۔ ت)

(۲) المعجم الاوسط حدیث ۱۳۰۵ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/۶۷)

اور ایک حدیث میں ہے: حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے فرمایا:

ان الله يجمع الاولين والآخرين يوم القيمة في صعيد واحد ثم ينادي مناد من تحت العرش يا اهل التوحيد ان الله عز وجل قد عفا عنكم، فيقوم الناس فيتعلم بعضهم ببعض في ظلمات ثم ينادي مناد يا اهل التوحيد لي عفا بعضكم عن بعض وعلى الثواب. رواه ايضا عن ام هانئ رضي الله تعالى عنها.

یعنی بیشک اللہ عزوجل روز قیامت سب انگوں پچھلوں کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا پھر زیر عرش سے منادی ندا کرے گا اے توحید والو! مولیٰ تعالیٰ نے تمہیں اپنے حقوق معاف فرمائے لوگ کھڑے ہو کر آپ کے دنیاوی مظالموں میں ایک دوسرے سے لپٹیں گے منادی پکارے گا اے توحید والو! ایک دوسرے کو معاف کرو اور ثواب دنیا میرے ذمہ ہے۔ (اسے بھی طبرانی نے سیدہ ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ ت) (۱) المعجم الاوسط حدیث ۱۳۵۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۲/۲۰۰)

یہ دولت کبزی ولعت عظمیٰ کہ اکرم الاکرمین جلت عظمتہ اپنے محض کرم و فضل سے اس ذلیل روسیادہ سراپا گناہ کو بھی عطا فرمائے۔ ع کہ مستحق کرامت گنہگار اتند (گنہگار شرف و بزرگی) عطا کئے جانے کے لائق ہیں۔ ت)

اس وقت کی نظر میں اس کا جلیل وعدہ جیل مژدہ صاف مرتع بالتصریح یا کالتصریح تصریح پانچ فرقوں کے لئے وارد ہوا:

اول حاجی کہ پاک مال، پاک کمائی، پاک نیت سے حج کرے، اور اس میں لڑائی جھگڑے اور عورتوں کے سامنے تذکرہ جماع اور ہر قسم کے گناہ و نافرمانی سے بچے، اس وقت تک جتنے گناہ کئے تے بشرط قبول سب معاف ہو جاتے ہیں، پھر اگر حج کے بعد فوراً مر گیا تو اتنی مہلت نہ ملی کہ حقوق اللہ عزوجل یا بندوں کے اس کے ذمہ تھے انہیں ادا یا ادا کی فکر کرتا تو امید واثق ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے تمام حقوق سے مطلقاً درگزر فرمائے یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہا فراموش کہ بجا نہ لایا تھا ان کے مطالبہ پر بھی قلم عنوانی پھر جائے اور حقوق العباد و دیون و مظالم مثلاً کسی کا قرض آتا ہو، مال چھینا ہو، برا کہا ہو ان سب کو مولیٰ تعالیٰ اپنے ذمہ کرم پر لے لے اصحاب حقوق کو روز قیامت راضی فرما کر مطالبہ و خصوصیت سے نجات بخشنے، یوہیں اگر بعد کو زندہ رہا اور بقدر قدرت تدارک حقوق ادا کر لیا یعنی زکوٰۃ دے دی نماز روزہ کی قضا ادا کی جس کا جو مطالبہ آتا تھا دے دیا جسے آزار پہنچا تھا معاف کر لیا جس مطالبہ کا لینے والا نہ رہا یا معلوم نہیں اس کی طرف سے تصدق کر دیا بوجہ نکت مہلت جو حق اللہ عزوجل یا بندہ کا ادا کرتے کرتے رہ گیا اس کی نسبت اپنے مالی عین و صیت کر دی، غرض جہاں تک طرق برائت پر قدرت ملی تفصیر نہ کی تو اس کے لئے امید اور زیادہ قوی کہ اصل حقوق کی یہ تدبیر ہو گئی اور انہیں مخالفت حج سے دھل چکا تھا، ہاں اگر بعد حج باوصف قدرت ان امور میں قاصر رہا تو یہ سب گناہ ازسرنو اس کے سر ہوں گے کہ حقوق تو خود باقی ہی تھے ان کی ادا میں پھر تاخیر و تقصیر گناہ تازہ ہوئے اور وہ حج ان کے ازالہ کو کافی نہ ہوگا کہ حج گزرے گناہوں کو دھوتا ہے آئندہ کے لئے پروانہ عقیدی نہیں ہوتا بلکہ حج مبرور کی نشانی ہے۔

ہی یہ ہے کہ پہلے سے اچھا ہو کر پلٹے فائز اللہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کی توفیق کے بغیر کسی میں نہیں۔ ت) مسئلہ حج میں بحمد اللہ تعالیٰ یہ وہ قول فیصل ہے جسے فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے بعد تنقیح دلائل و مذاہب و احاطہ اطراف و جواب اختیار کی نفیس تحقیق بعونہ تعالیٰ فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے بعد ورود اس سوال کے ایک تحریر جدا گانہ میں لکھی، یہاں اس قدر کافی ہے وہاں استوفیق (اللہ تعالیٰ ہی کے کرم سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ ت)

احادیث ابن ماجہ اپنی سنن میں کاملہ اور ابوداؤد مختصراً اور امام عبد اللہ بن امام احمد زوائد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور ابویعلیٰ مسند اور ابن حبان ضعیفاء اور ابن عدی کامل اور بیہقی سنن کبیری و شعب الایمان و کتاب البعث و المنثور اور ضیاء مقدسی باقائدہ تصحیح مختارہ میں حضرت عباس بن مرداس اور امام عبد اللہ بن مبارک بسند صحیح اور ابویعلیٰ و ابن منیع بوجہ آخر حضرت انس بن مالک اور ابویعقوب حلیہ الاولیا اور امام ابن جریر طبری تفسیر اور حسن بن سفیان مسند اور ابن حبان ضعیفاء میں حضرت عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم اور عبد الرزاق مصنف اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبادہ بن صامت اور دارقطنی و ابن حبان حضرت ابو ہریرہ اور ابن مندہ کتاب الصحابہ اور خطیب تلخیص المستطابہ میں حضرت زید جد عبد الرحمن بن عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بطرق عدیدہ و الفاظ کثیرہ و معانی متعارفہ راوی:

وہذا حدیث الامام عبد اللہ بن المبارک علی سفین الثوری عن الزبیر بن عدی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال وقف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعرفات وقد کادت الشمس ان تغرب فقال یا ہلال انصت لی الناس فقام ہلال فقال انصتوا لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنصف الناس فقال یا معاشر الناس اتانی جبریل أنفاً فأقرانی من ربی السلام وقال ان اللہ عزوجل غفر لاهل عرفات واهل البعشر وضمن عنہم التبعات فقام عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال یا رسول اللہ هذا لنا خاصة قال هذا لکم ولین الی من بعدکم الی یوم القیمة فقال عمر بن الخطاب کثر خیر اللہ و طاب اے۔

(یہ حدیث امام عبد اللہ بن مبارک نے امام سفیان ثوری سے انہوں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ ت) یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرفات میں توقف فرمایا یہاں تک کہ آفتاب ڈوبنے پر آیا اس وقت ارشاد ہوا اے ہلال! لوگوں کو میرے لئے خاموش کر، ہلال نے کھڑے ہو کر پکارا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاموش ہو جاؤ، لوگ ساکت ہوئے۔ حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ نے فرمایا اے لوگو! ابھی جبریل نے حاضر ہو کر مجھے میرے رب کا سلام و پیام پہنچایا کہ اللہ عزوجل نے عرفات و شجر الحرام والوں کی مغفرت فرمائی اور ان کے باہنی حقوق کا خود خاص ہو گیا۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ کیا یہ دولت خاص ہمارے لئے ہے؟ فرمایا تمہارے لئے اور جو تمہارے بعد قیامت تک آئیں سب کے لئے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ عزوجل کی خیر کثیر و پاکیزہ ہے انتہی (ا۔ الدر المنثور بحوالہ ابن مبارک عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکتبہ آیۃ العظمیٰ قم ایران ۱/ ۳۱۰-۳۳۰) ←

الحمد لله رب العالمین (اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

دوم شہید بحر کہ خاص اللہ عزوجل کی رضا چاہنے اور اس کا بول بالا ہونے کے لئے سمندر میں جہاد کرے اور وہاں ڈوب کر شہید ہو حدیثوں میں آیا کہ سولی عزوجل خود اپنے دست قدرت سے اس کی روح قبض کرتا اور اپنے تمام حقوق اسے معاف فرماتا اور بندوں کے سب مطالبے جو اس پر تھے اپنے ذمہ کر لیتا ہے۔

احادیث بن ماجہ اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ابوامامہ اور ابو نعیم علیہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پٹو بھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب اور شیرازی کتاب اللقباب میں حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعین سے راوی:

واللفظ لابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یغفر لشہید البحر الذنوب کلھا الا الذنن ویغفر لشہید البحر الذنوب کلھا والذنن۔

(حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ ہیں۔ ت) یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو خشکی میں شہید ہو اس کے سب گناہ بخشے جاتے ہیں مگر حقوق العباد اور جو دریا میں شہادت پائے اس کے تمام گناہ و حقوق العباد سب معاف ہو جاتے ہیں۔ (المعجم الکبیر حدیث ۷۱۶۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۰۱) (سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد باب فضل الغزو البحر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۴)

اللھم ارزقنا بحماہ عندک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک آمین

(اے اللہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس بلند پایہ رتبہ کے طفیل جو ان کا تیری بارگاہ میں ہے ہمیں یہ دولت نصیب فرما آمین۔ ت) سوم شہید صبر یعنی وہ مسلمان سنی المذہب صحیح العقیدہ جسے ظالم نے گرفتار کر کے بحالت نیکی و مجبوری قتل کیا، سولی دی، پھانسی دی، کہ یہ بوجہ اسیری قاتل و مداخلت پر قادر نہ تھا بخلاف شہید جہاد کہ مارتا مارتا ہے اس کی نیکی و بیدست پائی زیادہ باعث رحمت الہی ہوتی ہے کہ حق اللہ و حق العباد کو نہیں رہتا ان شاء اللہ تعالیٰ (اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔ ت)

احادیث بزار ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند صحیح راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قتل الصبر لا یموت ہذنب الا محادۃ۔

قتل صبر کسی گناہ پر نہیں گزرتا مگر یہ کہ اسے مٹا دیتا ہے۔

(۲) کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الحد باب قتل الصبر حدیث ۱۵۴۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/۲۱۳)

نیز بزار ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قتل الرجل صبیرا کفارۃ لہا قبلہ من الذنوب۔

آدمی کا بروجہ صبر مارا جانا تمام گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

(۳) کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الحد باب قتل الصبر حدیث ۱۵۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/۲۱۳)

قال المناوی فی التیسیر ظاہرہ وان کان المقتول عاصیا ومات بلا توبۃ فلیہ ردۃ علی الخوارج والمعتزلۃ ۳۷۰
ورایتی کتبت علی ہامشہ مانصہ اقول: بل لا محمل لہ سواہ فانہ ان لم یکن عاصیا لم یمر القتل بذنب وان
علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ مقتول گنہگار ہو اور بغیر توبہ مر جائے۔ پس اس میں خارجیوں اور معتزلہ کا رد ہے

۱۷۰ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا کہ جس کی عبارت یہ ہے میں کہتا ہوں بلکہ اس کے علاوہ اس کا اور کوئی عمل نہیں اس لئے کہ
اگر مقتول گنہگار نہ ہو تو پھر قتل کا گناہ پر گزرنے ہوگا (گناہ ہی نہ ہو تو اس پر گزر کیسا) اور اگر اس نے توبہ کر لی تو پھر بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ
گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے کہ جس کا کوئی گناہ ہی نہیں۔ (ت)

(۳) التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث قتل البصر الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲ / ۱۹۳

احادیث مطلق ہیں اور مخصوص مفقود و محدث عن البحر والارج اور ہم نے سنی المذہب کی تخصیص اس لئے کی کہ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو ان صاب بدعة مکذبا بالقدیر قتل مظلوما صابرا محتسبا بین الرکن والمقام لم یبظّر اللہ فی شیء من امرہ
حتی یدخلہ جہنم۔ رواہ ابو الفرج فی العلل ۱۔ من طزیق کثیر من سلیم تانس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکرہ۔

اگر کوئی بد مذہب تقدیر پر خیر و شر کا منکر خاص جبر اسود و مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان محض مظلوم و صابر مارا جائے اور وہ اپنے اس
قتل میں ثواب الہی ملنے کی نیت بھی رکھے تاہم اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کرے،
والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (ابو الفرج نے العلل میں کثیر بن سلیم تانس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے روایت کیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پھر پوری حدیث کو ذکر کیا۔ (ت)

(۱) العلل المتنامیۃ باب دخول المبتدع النار حدیث ۲۱۵ نشر الکتب الاسلامیہ لہور ۱ / ۱۳۰

چہارم مدیون جس نے بحاجت شریعہ کسی نیک جائز کام کے لئے دین لیا اور اپنی چلتی ادا میں گئی نہ کی نہ کبھی تاخیر مار داری بلکہ ہمیشہ سچے دل
سے ادا پر آمادہ اور تاحد قدرت اس کی فکر کرتا رہا پھر بحیواری ادا نہ ہو سکا اور موت آگئی تو مولیٰ عزوجل اس کے لئے اس دین سے درگزر فرمائے
گا اور روز قیامت اپنے خزانہ قدرت سے ادا فرما کر دائن کو راضی کر دے گا اس کے لئے یہ وعدہ خاص اسی دین کے واسطے ہے نہ تمام حقوق
العباد کے لئے۔

احادیث احمد و بخاری و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ اور طبرانی معجم کبیر میں بسند صحیح حضرت میمون کردی اور حاکم مستدرک اور طبرانی کبیر میں حضرت
ابو امامہ باہلی اور احمد و بزار و طبرانی و ابونعیم بسند حسن حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق اور ابن ماجہ و بزار حضرت عبداللہ بن عمرو

اور بیسی مسرتی قاسم مولائے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی واللفظ لکھون رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَدَانَ دِينَائِي نَوِي قَضَائِهِ أَدَاةَ اللَّهِ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ
یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی دین کا معاملہ کرے کہ اس کے ادا کی نیت رکھتا ہو اللہ عزوجل اس کی طرف سے
روز قیامت ادا فرمائے گا۔ (۱۔ المعجم الکبیر حدیث ۱۰۳۹۲۳ / ۳۳۲ و حدیث ۸۷۳۹ / ۲۹۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت) (السنن الکبریٰ
للشیخ کتاب البیوع باب ما جاء فی جواز الاستقراض دار الفکر بیروت ۵ / ۳۵۳) (کنز العمال بحوالہ طب عن میمونہ حدیث ۱۵۳۲۷
موسسۃ الرسالہ بیروت ۶ / ۲۲۱)

حدیث ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظ مستدرک میں یہ ہیں حضور اقدس صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ تَدَايَنَ بِدَيْنٍ وَفِي نَفْسِهِ وَفَاؤُهُ ثُمَّ مَاتَ تَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهُ وَارْضَى غَرْمَهُ بِمَا شَاءَ ۚ

جس نے کوئی معاملہ دین کیا اور دل میں ادا کی نیت رکھتا تھا پھر موت آگئی اللہ عزوجل اس سے درگزر فرمائے گا اور دائن کو جس طرح چاہے
راضی کرے گا۔

نیک و جائز کی قید حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ظاہر کہ اس میں ضرورت جہاد و ضرورت فقیر و تکفین مسلمان و ضرورت نکاح کو
ذکر فرمایا بلکہ بخاری تاریخ اور ابن ماجہ سنن اور حاکم مستدرک میں راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الله تعالى مع الدائن حتى يقضى دينه ما لم يكن دينه فيما يكره الله. ۳

بیشک اللہ تعالیٰ قرضدار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ اپنا قرض ادا کرے جب تک کہ اس کا دین اللہ تعالیٰ کے ناپسند کام میں نہ ہو۔

(۲۔ المستدرک للحاکم کتاب البیوع ان الله مع الدائن الخ دار الفکر بیروت ۳ / ۲۳) (۳۔ المستدرک للحاکم کتاب البیوع ان الله مع
الدائن الخ دار الفکر بیروت ۳ / ۲۳) (کنز العمال بحوالہ فتح، ک حدیث ۱۵۳۳۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶ / ۲۲۱)

بجھوری رہ جانے کی قید حدیث ابن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت کہ رب العزت جل وعلا روز قیامت مدیون سے پوچھے گا تو نے
کاہے میں یہ دین لیا اور لوگوں کا حق ضائع کیا، عرض کرے گا اے رب میرے! تو جانتا ہے کہ میرے اپنے کھانے پینے پہنے ضائع کر دینے
کے سبب وہ دین نہ رہ گیا بلکہ اتنی علی اما حرق و اما سرق و اما وضیعة آگ لگ گئی یا چوری ہو گئی یا تجارت میں ٹوٹا پڑا ہوا رہ گیا،

مولیٰ عزوجل فرمائے گا: صدق عبدی فانما احق من قضی عنک ۱۔ میرا بندہ سچ کہتا ہے سب سے زیادہ میں مستحق ہوں کہ تیری
طرف سے ادا فرما دوں۔ (۱۔ مسند امام احمد بن حنبل عن عبدالرحمن بن ابی بکر المکتب الاسلامی بیروت ۱ / ۱۹۸) (۲۔ الترغیب والترہیب بحوالہ

احمد والیزار والطبرانی والی نعیم مصطفیٰ البانی مصر ۲ / ۶۰۲)

پھر مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ کوئی چیز منگا کر اس کے پلہ میزان میں رکھ دے گا کہ نیکیاں برائیوں پر غالب آجائیں گی اور وہ بندہ رحمت الہی کے فضل
سے داخل جنت ہو گا۔

پہم اولیائے کرام صوفیہ صدق ارباب معرفت قدست اسرارہم وفعنا اللہ ببرکاتہم فی الدنیا والآخرۃ (ان کے راز پاک کر دیئے گئے، اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا اور آخرت میں ان کی برکتوں سے فائدہ پہنچائے۔) کہ بعض قطعی قرآن روز قیامت ہر خوف و غم سے محفوظ و سلامت ہیں۔
قال تعالیٰ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۲۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) آگاہ ہو جاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ کے دوست (ہر خوف اور غم سے محفوظ ہوں گے) نہ انہیں کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (۲۔ القرآن الکریم ۱۰/۶۲)

تو ان میں بعض سے اگر بتقاضائے بشریت بعض حقوق البیہ میں اپنے منصب و مقام کے لحاظ سے کہ حسنت الابرار سیئات المقر بین کوئی تقصیر واقع ہو تو مولیٰ عزوجل اسے وقوع سے پہلے معاف کر چکا کہ:

قد اعطیتکم من قبل ان تسألونی وقد اجبتکم من قبل ان تدعونی وقد غفرت لکم من قبل ان تعصونی ۳۔
میں نے تمہیں معاف فرمادیا اس سے پہلے کہ تم مجھ سے کچھ مانگو، اور میں نے تمہاری درخواست قبول کر لی قبل اس کے کہ تم مجھے پکارو، اور یقیناً تمہاری نافرمانی کرنے سے پہلے میں نے تمہیں معاف کر دیا۔

(۳۔ منافع الغیب التفسیر الکبیر تحت آیۃ سورۃ القصص وما کنت بجانب الغربی الخ المطہرۃ البیہ مصریہ ۲۳/۲۵۷)
یوہیں اگر باہم کسی طرح کی شکر رنجی یا کسی بندہ کے حق میں کچھ کی ہو جیسے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مشاجرات کہ:
ستکون لاصحابی ذلۃ یغفرہا اللہ تعالیٰ لہم لسابقتہم معی ۱۔
عنقریب میرے ساتھیوں سے کچھ لغزشیں ہوں گی جنہیں ان کی پیش قدمی کے باعث اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔

(۱۔ الجامع الصغیر حدیث ۳۳۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۰۱)
تو مولیٰ تعالیٰ وہ حقوق اپنے ذمہ کرم پر لے کر ارباب حقوق کو حکم تہادز فرمائے گا اور باہم صفائی کرا کر آئینے سامنے جنت کے عالی شان تختوں پر بٹھائے گا کہ: ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین ۲۔ ان کے سینوں کو کیونوں اور کدورتوں سے ہم پاک صاف کر دیں گے پھر وہ بھائی بھائی ہو کر ایک دوسرے کے آئینے سامنے تخت نشین ہوں گے۔ (۲۔ القرآن الکریم ۱۰/۶۲)

اسی مبارک قوم کے سرور و سردار حضرات الہ بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جنہیں ارشاد ہوتا ہے: اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم ۳۔ جو چاہو کرو کہ میں تمہیں بخش چکا۔ (۳۔ صحیح البخاری کتاب المغازی باب فضل من شہد بدر اقدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۶۷)
انہیں کے اکابر سادات سے حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کے لئے بارہا فرمایا گیا:

ما علی عثمان ما عمل بعد ہذہ ما علی عثمان ما عمل بعد ہذہ ۴۔

آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں، آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں۔

(۴۔ جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عثمان ابن عفان امین کمپنی دہلی ۲/۲۱۱)۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہتا ہے حدیث: اذا احب الله عبداً لم يضرب ذنبه رواه الديلمی فی مسند الفردوس ۵۔ و الامام القشیری فی رسالته وابن النجار فی تاریخہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرنے لگے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا، محدث دیلمی نے اسے مسند الفردوس میں، امام قشیری نے اپنے رسالہ میں اور ابن نجار نے اپنی تاریخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا۔ (۵۔ الفردوس بمانور الخطاب حدیث ۲۴۳۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۷۷) (الدر المنثور بحوالہ القشیری وابن نجار تحت آیت ان اللہ يحب التوابین الخ منشورات مکتبۃ آیۃ العظمیٰ قم ایران ۱/ ۲۶۱)

کا عمدہ محل یہی ہے کہ محبوبان خدا اول تو گناہ کرتے ہی نہیں ان المحب لمن يحب مطیع (بے شک محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس کا فرمانبردار مطیع ہوتا ہے۔ ت)

وهذا ما اختاره سيدنا الوالد رضي الله تعالى عنه (اور اسی کو ہمارے والد گرامی (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) نے پسند فرمایا۔ ت) اور احیاناً کوئی تقصیر واقع ہو تو داعظ و زاجر الہی انہیں متنبہ کرتا اور توفیق انابت دیتا ہے پھر التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ (گناہوں سے توبہ کرنے والا اس آدمی کی طرح ہو جاتا ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ ت) اس حدیث کا کٹڑا ہے وهذا ما مشى عليه المياوي في التيسير (یہ وہی ہے جس پر علامہ مناوی نے تیسیر میں روش اختیار فرمائی۔ ت) اور بالفرض ارادة الله دوسرے طور پر تجلی شان عفو و مغفرت و اعظمہار مکان قبول و محبوبیت پر نافذ ہوا تو عفو مطلق و ارضائے اہل حق سامنے موجود، ضرر ذنب بحمد اللہ تعالیٰ ہر طرح مغفود، والحمد لله الكريم الوجود وهذا ما زدته بفضل المحمود (سب تعریف اس خدا کے لئے جو بزرگ و برتر، معزز اور بندوں کو دوست رکھنے والا اور ان کا محبوب ہے، یہ وہ ہے جس کا میں نے اللہ تعالیٰ ستودہ صفات کے فضل و کرم سے اضافہ کیا ہے۔ ت)

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے گمان میں حدیث مذکور ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ینادی مناد من تحت العرش یا اهل التوحید، الحدیث ۲۔ (عرش کے نیچے سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا اے توحید پرستو، الحدیث۔ ت) میں اہل توحید سے یہی محبوبان خدا مراد ہیں کہ توحید خالص تام کامل ہر گونہ شرک خفی و اخفی سے پاک و منزہ انہیں کا حصہ ہے بخلاف اہل دنیا جنہیں عبدالدینار عبدالدرہم عبد طمع عبد ہوی عبد رغب فرمایا گیا۔ (۱۔ الفردوس بمانور الخطاب حدیث ۲۴۳۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۷۷)

(۲۔ المعجم الاوسط حدیث ۱۳۵۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۲/ ۲۰۰)

وقال الله تعالى اقرأيت من اتخذ الهه هواه۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے محبوب!) کیا آپ نے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ (۱۔ القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳)۔



اور بیشک بے حصول معرفت الہی اطاعت ہوائے نفس سے باہر آنا سخت دشوار، یہ بندگان خدا نہ صرف عبادت بلکہ طلب و ارادت بلکہ خود اصل ہستی و وجود میں اپنے رب جل مجدہ کی توحید کرتے ہیں لا الہ الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ ت) کے معنی عوام کے نزدیک لا معبود الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت کی جائے۔ ت)، خواص کے نزدیک لا مقصود الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا مقصود و مطلوب نہیں۔ ت)، اہل ہدایت کے نزدیک لا مشہود الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی وحدانیت کی گواہی دی جائے اور جس کی بارگاہ میں مخلوق حاضر ہونے والی ہو۔ ت) ان اخص الخواص ارباب نہایت کے نزدیک لا موجود الا اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا حقیقتاً کوئی موجود نہیں۔ ت) تو اہل توحید کا سچا نام انہیں کو زیبا، دلنہا ان کے علم توحید کہتے ہیں: جعلنا اللہ تعالیٰ من خدامہم و تراب اقدامہم فی الدنیا و الآخرۃ و غفر لنا بجماعہم عندہ انہ اهل التقوی و اهل المغفرۃ آمین! اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے خادموں میں شامل فرمائے اور دنیا و آخرت میں ان کے قدموں کی مٹی بنادے اور ان کے اس مرتبہ عالیہ کے طفیل جو ان کا اس کی بارگاہ میں ہے ہمیں بخش دے بیشک وہی اس لائق ہے کہ اس سے خوف رکھا جائے اور وہی بخش دینے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اے اللہ! میری دعا قبول و منظور فرما۔

امید کرتا ہوں کہ اس حدیث کی یہ تاویل تاویل امام غزالی قدس سرہ العالی سے احسن و واجود، وبان اللہ التوفیق۔

پھر ان صورتوں میں بھی جبکہ طرز یہی برقی گئی کہ صاحب حق کو راضی فرمائیں اور معاوضہ دے کر اسی سے بخشوا میں تو وہ کلیہ ہر طرح صادق رہا کہ حق العبد بے معافی عہد معاف نہیں ہوتا۔ غرض معاملہ نازک ہے اور امر شدید اور عمل تباہ اہل بعید، اور کرم عمیم اور رحم عظیم، اور ایمان خوف درجا کے درمیان۔

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ تعالیٰ علی شفیع المذنبین نجات الہالکین مرتجی البائسین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اور ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، اور گناہوں سے کنارہ کش ہونے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قدرت اس کی توفیق و عنایت کے بغیر کسی میں نہیں، وہ بلند مرتبہ بزرگ و برتر ذات ہے، اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتیں ہوں گنہگاروں کیلئے سفارش کرنے والی ذات پر، تباہ حالوں کے وسیلہ نجات پر اور ناامید ہونے والوں کے مرکز امید پر یعنی ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر، ان کی سب اولاد اور ساتھیوں پر، سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اللہ تعالیٰ پاک بلند و بالا سب سے بڑا عالم ہے اور اس عظمت والی ذات کا علم نہایت درجہ کامل اور محکم و مضبوط ہے۔ ۱۳ / جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۴، ص ۳۶۰-۳۷۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ رضویہ جلد 24 رسالہ اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد ملاحظہ فرمائیے۔

مزدلفہ کا وقوف

مشعر الحرام میں یعنی خاص پہاڑی پر اور نہ ملے تو اس کے دامن میں اور یہ بھی نہ ہو سکے تو وادی محسر (1) کے سوا جہاں گنجائش پاؤ وقوف کرو اور تمام باتیں کہ وقوف عرفات میں مذکور ہوئیں ملحوظ رکھو یعنی لبیک کی کثرت کرو اور ذکر و درود و دعائیں مشغول رہو یہاں کے لیے بعض دعائیں یہ ہیں:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي وَاسْرَافِي فِي أَمْرِي وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي جِدَائِي وَهَزْلِي وَخَطَايَا وَعَمْدِي وَكُلَّ ذَاكَ عِنْدِي اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْكَفْرِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُغْلِ وَضَلْعِ الدِّينِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ وَأَسْأَلُكَ أَنْ تَقْضِيَ عَنِّي السَّغْرَ وَأَنْ تَعْفُو عَنِّي مَظَالِمَ الْعِبَادِ وَأَنْ تُرْضِيَ عَنِّي الْخُصُومَ وَالْغُرَمَاءَ وَأَضْحَابَ الْحُقُوقِ اللَّهُمَّ أَعْطِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكَّيْهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلِيَّهَا وَمَوْلَاهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدِّينِ وَمِنْ غَلَبَةِ الْعَدُوِّ وَمِنْهُمْ بَوَارِ الْأَيْمِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ إِذَا أَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوا وَإِذَا أَسَاءُوا اسْتَغْفَرُوا.

اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ الْغُرَّ الْمُحَجَّلِينَ الْوَفِدِ الْمُتَقَبِّلِينَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِي هَذَا الْجَمْعِ أَنْ تَجْمَعَ لِي جَوَامِعَ الْخَيْرِ كُلِّهِ وَأَنْ تُصْلِحَ لِي شَأْنِي كُلَّهُ وَأَنْ تُصْرِفَ عَنِّي الشُّوْءَ كُلَّهُ فَإِنَّهُ لَا يَفْعَلُ ذَاكَ غَيْرُكَ وَلَا يَجُودُ بِهِ إِلَّا أَنْتَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَنْ يَمْشِي عَلَى بَطْنِهِ وَمِنْ شَرِّ مَنْ يَمْشِي عَلَى رِجْلَيْنِ وَمِنْ شَرِّ مَنْ يَمْشِي عَلَى أَرْبَعِ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي أَخْشَكَ كَأَنِّي أَرَاكَ أَبَدًا حَتَّى أَلْفِكَ وَأَسْعِدْنِي بِتَقْوِكَ وَلَا تَشْقِنِي بِمَعْصِيَتِكَ وَخَيْرِي مِنْ قَضَائِكَ وَبَارِكْ لِي فِي قَدْرِكَ حَتَّى لَا أُحِبَّ تَحْجِيلَ مَا أَخَرْتَ وَلَا تَأْخِيرَ مَا عَجَلْتَ وَاجْعَلْ غِنَايَ فِي نَفْسِي وَمَتَّعْنِي بِسَعْيِي وَبَصْرِي وَاجْعَلْهُمَا الْوَارِثَ مِنِّي وَأَنْصُرْنِي عَلَى مَنْ ظَلَمَنِي وَأَرِنِي فِيهِ ثَارِي وَأَقِرْ بِذَلِكَ عَيْنِي. (2)

(1) کہ اس میں وقوف جائز نہیں۔

(2) اے اللہ (عزوجل)! میری خطا اور جہل اور زیادتی اور جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے سب کو بخش دے، اے اللہ (عزوجل)! میرے تمام گناہ معاف کر دے کوشش سے جس کو میں نے کیا یا بلا کوشش اور خطا سے کیا یا قصد سے اور یہ سب میں نے کیے، اے اللہ (عزوجل)! تیری پناہ مانگتا ہوں محتاجی اور کفر اور عاجزی و سستی سے اور تیری پناہ غم و خون سے اور تیری پناہ بزدلی و بخل اور دین کی گرائی اور ←

- مسئلہ ۸: وقوف مزدلفہ کا وقت طلوع فجر سے اوجالا ہونے تک ہے۔ اس درمیان میں وقوف نہ کیا تو فوت ہو گیا اور اگر اس وقت میں یہاں سے ہو کر گزر گیا تو وقوف ہو گیا اور وقوف عرفات میں جو باتیں تھیں وہ یہاں بھی ہیں۔ (3)
- مسئلہ ۹: طلوع فجر سے پہلے جو یہاں سے چلا گیا اُس پر دم واجب ہے مگر جب بیمار ہو یا عورت یا کمزور کہ ازدحام میں ضرر کا اندیشہ ہے اس وجہ سے پہلے چلا گیا تو اُس پر کچھ نہیں۔ (4)
- مسئلہ ۱۰: نماز سے قبل مگر طلوع فجر کے بعد یہاں سے چلا گیا یا طلوع آفتاب کے بعد گیا تو برا کیا مگر اس پر دم وغیرہ واجب نہیں۔ (5)



مردوں کے غلبہ سے اور سوال کرتا ہوں کہ مجھ سے تاوان ادا کر دے اور حقوق الخباد مجھ سے معاف کر اور خصوم و غرما اور حق داروں کو راضی کر دے، اے اللہ (عزوجل)! میرے نفس کو تقویٰ دے اور اس کو پاک کر تو بہتر پاک کرنے والا ہے تو اس کا ولی و مولیٰ ہے، اے اللہ (عزوجل)! تیری پناہ غلبہ دین اور غلبہ دشمن سے اور اس بلاکت سے جو ملامت میں ڈالنے والی ہے اور مسیح و جال کے فتنہ سے۔

اے اللہ (عزوجل)! مجھے ان لوگوں میں کر جو نیکی کر کے خوش ہوتے ہیں اور بُرائی کر کے استغفار کرتے ہیں۔ اے اللہ (عزوجل)! ہم کو اپنے نیک بندوں میں کر جن کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہیں جو مقبول و قد ہیں، اے اللہ (عزوجل)! اس مزدلفہ میں میرے لیے ہر خیر کو جمع کر دے اور میری ہر حالت کو درست کر دے اور ہر بُرائی کو مجھ سے پھیر دے کہ تیرے سوا کوئی نہیں کر سکتا اور تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔

اے اللہ (عزوجل)! تیری پناہ اس کے شر سے جو پیٹ پر چلتا ہے اور دو ۲ پاؤں اور چار ۴ پاؤں پر چلنے والے کے شر سے، اے اللہ (عزوجل)! تو مجھ کو ایسا کر دے کہ ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہوں گویا تجھ کو دیکھتا ہوں یہاں تک کہ تجھ سے ملوں اور تقویٰ کے ساتھ مجھ کو بہرہ مند کر اور گناہ کر کے بد بخت نہ بنوں اور اپنی قضا میرے لیے بہتر کر اور جو تو نے مقدر کیا ہے اُس میں برکت دے، یہاں تک کہ جو تو نے مؤخر کیا ہے اس کی جلدی کو پسند نہ کر دوں اور جو تو نے جلد کر دیا، اس کی تاخیر کو دوست نہ رکھوں اور میری تو نگری میرے نفس میں کر اور کان، آنکھ سے مجھ کو متمتع کر اور اُن کو میرا وارث کر اور جو مجھ پر ظلم کرے، اُن پر مجھے فتح مند کر اور اس میں میرا بدلہ دکھا دے اور اس سے میری آنکھ ٹھنڈی کر۔

(3) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیت اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۰۔

(4) المرجع السابق، ص ۲۳۹۔

(5) المرجع السابق۔

منی کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(فَإِذَا قُضِيَتْكُمْ مَنَاسِكُكُمْ فَادْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ وَادْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ج وَمَن تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (1)

(1) پ ۲، البقرة: ۲۰۰-۲۰۳

اس آیت کے تحت مفسر شمس مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ طریقی حج کا مختصر بیان یہ ہے کہ حاجی ۸ ذی الحجہ کی صبح کو مکہ مکرمہ سے منی کی طرف روانہ ہو وہاں عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ کی فجر تک ٹھہرے اسی روز منی سے عرفات آئے بعد زوال امام دو خطبے پڑھے یہاں حاجی ظہر و عصر کی نماز امام کے ساتھ ظہر کے وقت میں جمع کر کے پڑھے ان دونوں نمازوں کے لئے اذان ایک ہوگی اور تکبیریں دو اور دونوں نمازوں کے درمیان سنت ظہر کے سوا کوئی نفل نہ پڑھا جائے اس جمع کے لئے امام اعظم ضروری ہے۔ اگر امام اعظم نہ ہو یا گمراہ بد مذہب ہو تو ہر ایک نماز علیحدہ اپنے اپنے وقت میں پڑھی جائے اور عرفات میں غروب تک ٹھہرے پھر مزدلفہ کی طرف لوٹے اور جبل ثور کے قریب اترے مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے عشاء کے وقت میں پڑھے اور فجر کی نماز خوب اول وقت خوب اندھے رے میں پڑھے دادی محترکہ سوا تمام مزدلفہ اور بطن عرفہ کے سوا تمام عرفات موقف ہے جب صبح خوب روشن ہو تو روزہ نحر یعنی ۱۰ ذی الحجہ کو منی کی طرف آئے اور بطن دادی سے جمرہ عقبہ کی ۷ مرتبہ ری کرے پھر اگر چاہے قربانی کرے پھر بال منڈائے یا کترائے پھر تمام نحر میں سے پھر طواف زیارت کرے پھر منی آ کر تین روز اقامت کرے اور گیارہویں کے زوال کے بعد تینوں جمرہ کی ری کرے اس جمرہ سے شروع کرے جو مسجد کے قریب ہے پھر جو اس کے بعد ہے پھر جمرہ عقبہ ہر ایک کی سات سات مرتبہ پھر اگلے روز ایسا ہی کرے پھر اگلے روز ایسا ہی پھر مکہ مکرمہ کی طرف چلا آئے (تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے)۔

(مزید یہ کہ)

زمانہ جاہلیت میں عرب حج کے بعد کعبہ کے قریب اپنے باپ دادا کے فضائل بیان کیا کرتے تھے۔ اسلام میں بتایا گیا کہ یہ شہرت و خود نمائی کی بیکار باتیں ہیں بجائے اس کے ذوق و شوق کے ساتھ ذکر الہی کرو۔

مسئلہ: اس آیت سے ذکر جمرہ و ذکر جماعت ثابت ہوتا ہے۔

پھر جب حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ (عزوجل) کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ اور بعض آدمی یوں کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اُس کے لیے کچھ حصہ نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ یہ لوگ وہ ہیں کہ ان کی کمائی سے ان کا حصہ ہے اور اللہ (عزوجل) جلد حساب کرنے والا ہے اور اللہ (عزوجل) کی یاد کرو گئے ہوئے دنوں میں تو جو جلدی کر کے دوزخ میں چلا جائے اُس پر کچھ گناہ نہیں اور جو رہ جائے تو اُس پر کچھ گناہ نہیں پر ہیزگار کے لیے اور اللہ (عزوجل) سے ڈرو اور جان لو کہ تم کو اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزدلفہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ بطنِ محسر میں پہنچے اور یہاں جانور کو تیز کر دیا پھر وہاں سے بچ والے راستہ سے چلے جو تخرہ کبر لے کو گیا ہے جب اس جمرہ کے پاس پہنچے تو اُس پر سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری پر تکبیر کہتے اور بطنِ وادی سے زمی کی پھر منخر میں آکر تریسٹھ ۶۳ اونٹ اپنے دستِ مبارک سے نحر فرمائے پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دید یا بقیہ کو انہوں نے نحر کیا اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنی قربانی میں انھیں شریک کر لیا۔ پھر حکم فرمایا: کہ ہر اونٹ میں سے ایک ایک ٹکڑا ہانڈی میں ڈال کر پکایا جائے۔ دونوں صاحبوں نے اس گوشت میں سے کھایا اور شور باپیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے اور ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔ (2)

حدیث ۲: ترمذی شریف میں انھیں سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزدلفہ سے سکون کے ساتھ روانہ ہوئے اور لوگوں کو حکم فرمایا کہ: اطمینان کے ساتھ چلیں اور وادی محسر میں سواری کو تیز کر دیا اور لوگوں سے فرمایا کہ: چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے زمی کریں اور یہ فرمایا کہ: شاید اس سال کے بعد اب میں تمہیں نہ دیکھوں گا۔ (3)

(2) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۸، ص ۶۳۳۔

(3) جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ما جاء فی الافاضة من عرفات، الحدیث: ۸۸۷، ج ۲، ص ۲۵۳۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی مزدلفہ سے منیٰ تک کا بقیہ راستہ تو آہستگی سے طے فرمایا مگر یہ مقام قدرے تیزی سے، اس کی وجہ پہلے بیان کی جا چکی ہے مگر یہ تیزی بھی ایسی نہ تھی جس سے لوگوں کو تکلیف ہو اسی لیے اوضاع فرمایا، ایضاً کے معنی ہیں جانور کو ایڑھ لگانا تاکہ وہ قدرے تیز ہو جائے۔

۲۔ یعنی یہ ہمارا آخری حج ہے بلکہ مکہ مکرمہ کی حاضری بھی آخری ہے اور ہماری حیات کا آخری سال ہے، جو کچھ سیکھنا ہے ہم سے جلد سیکھ لو، اے مشتاق آنکھوں دیدار محبوب سیر ہو کر کر لو، پھر ترسو گے۔ یہ لعلِ یقین کے لیے ہے جیسے قرآن کریم میں جگہ جگہ لَعْلَ فرمایا گیا اور دیکھنے سے مراد ان ظاہری آنکھوں سے دیکھنا ہے، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات بھی عالم کے ذرہ ذرہ کو ملاحظہ فرما رہے ہیں جس پر بہت دلائل قائم ہیں، دیکھو ہماری کتاب ”جاہ الحق“ حصہ اول انہی الفاظ کی بنا پر اس حج کا نام حجة الوداع ہوا کہ حضور نے اس میں

حدیث ۳: صحیحین میں انھیں سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم النحر (دسویں تاریخ) میں چاشت کے وقت رمی کی اور اس کے بعد کے دنوں میں آفتاب ڈھلنے کے بعد۔ (4)

حدیث ۴: صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجرہ گبریٰ کے پاس پہنچے تو کعبہ معظمہ کو بائیں جانب کیا اور منیٰ کو دہنی طرف اور سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری پر تکبیر کہی پھر فرمایا کہ: اسی طرح انھوں نے رمی کی جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔ (5)

حدیث ۵: امام مالک نافع سے راوی، کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں پہلے جمروں کے پاس دیر تک ٹھہرتے تکبیر و تسبیح و حمد و دعا کرتے اور حجرہ عقبہ کے پاس نہ ٹھہرتے۔ (6)

اپنے وداغ کی خبر دی اور امت کو وداغ فرمایا اور ہوا بھی ایسا ہی کہ چند ماہ بعد یعنی بارہویں ربیع الاول کو وفات ہو گئی۔ خیال رہے کہ ذی الحجہ ۱۱ھ میں حجۃ الوداع ہوا اور ربیع الاول ۱۱ھ میں وفات تین مہینہ بعد۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۲۵)

(4) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وقت استقباب الرمی، الحدیث: ۳۱۳۔ (۹۹)، ص ۶۷۶۔

(5) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب رمی الجمار بسبع حصیات، الحدیث: ۱۷۳۸، ۱۷۵۰، ج ۱، ص ۵۷۸، ۵۷۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

اب آپ نے حجرہ عقبہ کی اس رخ پر کھڑے ہو کر رمی کی اور باقی حجرہ کی رد بقبلہ ہو کر، یہی ہمارے ہاں مستحب ہے جمہور کا یہی قول ہے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، بعض کے نزدیک ہر حجرہ کی رمی رد بقبلہ ہو کر کی جائے، امام شافعی کے ہاں حجرہ عقبہ کی رمی کعبہ کو پشت کر کے کی جائے، یہ حدیث ان سب کے خلاف ہے۔

۲۔ ساتھ سے مراد متصل ہے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ ہر کنکری کے بعد تکبیر کہی، رب تعالیٰ بقیس کا قول نقل فرماتا ہے "أَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٍ" یہاں بھی معیت سے اتصال مراد ہے، سیدنا عبد اللہ ابن عمر ہر کنکری پر یہ پڑھتے تھے "أَللّٰهُ أَكْبَرُ ٱللّٰهُ أَكْبَرُ ٱللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَبْرُورًا وَذَنْبًا مَغْفُورًا وَعَمَلًا مَشْكُورًا" اور فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، چونکہ ارکان حج زیادہ سورہ بقرہ میں ہیں اس لیے سورہ بقرہ کا ذکر کیا ورنہ حضور پر سارا ہی قرآن اترا ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۳۴)

(6) لموھا للامام مالک، کتاب الحج، باب رمی الجمار، الحدیث: ۹۳۷، ج ۱، ص ۷۲۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

اب یعنی حجرہ اولیٰ اور حجرہ وسطیٰ کی رمی کے بعد بقدر سورہ بقرہ ٹھہر کر دعائیں کرتے تھے، اسی طرح کہ دونوں جگہ کے قیام سورہ بقرہ کی تلاوت کے بقدر ہوتے، ان دونوں جگہ میں تمام اماموں کے نزدیک ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگنا سنت ہے، امام مالک کے ہاں ہاتھ اٹھانا منع، شاید انہیں ہاتھ اٹھانے کی حدیث نہ پہنچی، یہ حدیث بخاری میں ہے۔

حدیث ۶: طبرانی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ رمی جمار میں کیا ثواب ہے؟ ارشاد فرمایا: تو اپنے رب کے نزدیک اس کا ثواب اُس وقت پائے گا کہ تجھے اس کی زیادہ حاجت ہوگی۔ (7)

حدیث ۷: ابن خزیمہ و حاکم ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مناسک میں آئے، جمرہ عقبہ کے پاس شیطان سامنے آیا، اُسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں دھنس گیا پھر جمرہ ثانیہ کے پاس آیا پھر اسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں دھنس گیا، پھر تیسرے جمرہ کے پاس آیا تو اُسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں دھنس گیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، کہ تم شیطان کو رجم کرتے اور ملت ابراہیم کا اتباع کرتے ہو۔ (8)

حدیث ۸: بزار انھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جمرہ کی رمی کرنا تیرے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (9)

حدیث ۹: طبرانی و حاکم ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ! (عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ جمرہ پر جو کنکریاں ہر سال ماری جاتی ہیں، ہمارا گمان ہے کہ کم ہو جاتی ہیں۔ فرمایا کہ: جو قبول ہوتی ہیں اُٹھالی جاتی ہیں، ایسا نہ ہوتا تو پہاڑوں کی مثل تم دیکھتے۔ (10)

۲۔ یعنی جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد ٹھہر کر دعائے مانگتے تھے ٹھہرنے کی نفی ہے نہ کہ دعائے مانگنے کی، جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد نہ دسویں ذی الحجہ کو ٹھہرتے تھے نہ اس کے بعد۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۳۹)

(7) المعجم الاوسط، باب الحین، الحدیث: ۴۱۲، ج ۳، ص ۱۵۰۔

(8) المستدرک للحاکم، کتاب المناسک، باب رمی الجمار و مقدار النحس، الحدیث: ۱۷۵۶، ج ۲، ص ۲۔

(9) الترغیب والترہیب، کتاب الحج، الترغیب فی رمی الجمار... إلخ، الحدیث: ۳، ج ۲، ص ۱۳۴۔

(10) المعجم الاوسط، باب الالف، الحدیث: ۱۷۵۰، ج ۱، ص ۴۷۲۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ جمار جمرہ کی جمع ہے، عربی میں جمرہ چھوٹے کنکر یا سنگریزے کو کہتے ہیں مگر حج کے موقع پر ان سنگریزوں کو جمرہ کہا جاتا ہے جو دسویں، گیارہویں، بارہویں بلکہ تیرہویں ذی الحجہ کو تین ستونوں پر مارے جاتے ہیں، پھر خود ان ستونوں کو جمرہ کہا جانے لگا جنہیں یہ کنکر مارے جاتے ہیں کیونکہ وہاں ان کنکروں کا اجتماع ہوتا ہے۔ بعض لغت والے کہتے ہیں کہ اجوار کے معنی ہیں جلدی کرنا، تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ جن حج کے کنکر قبول ہو جاتے ہیں وہ غائب کر دیے جاتے ہیں صرف غیر مقبول کنکر ہی وہاں رہتے ہیں ورنہ وہاں ہر سال کنکریوں کے پہاڑ لگ جایا کرتے۔ اشعۃ النہات میں لکھا ہے کہ ان مقامات میں آدم علیہ السلام نے ابلیس کو کنکر مارے تھے جمرہ

حدیث ۱۰ تا ۱۲: صحیح مسلم میں ام المصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں سر مونڈانے والوں کے لیے تین بار دعا کی اور کتروانے والوں کے لیے ایک بار۔ (11) اس کے مثل ابو ہریرہ و مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی۔

حدیث ۱۳: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: بال مونڈانے میں ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے اور ایک گناہ مٹایا جاتا ہے۔ (12)

حدیث ۱۴: عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سر مونڈانے میں جو بال زمین پر گرے گا، وہ تیرے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (13)

(۱) جب طلوع آفتاب میں دو رکعت پڑھنے کا وقت باقی رہ جائے، امام کے ساتھ منیٰ کو چلو اور یہاں سے سات چھوٹی چھوٹی کنکریاں کھجور کی گٹھلی برابر کی پاک جگہ سے اٹھا کر تین بار دھولو، کسی پتھر کو توڑ کر کنکریاں نہ بناؤ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تینوں دن جہروں پر مارنے کے لیے یہیں سے کنکریاں لے لو یا سب کسی اور جگہ سے لو مگر نہ نجس جگہ کی ہوں، نہ مسجد کی، نہ حجرہ کے پاس کی۔

(۲) راستہ میں پھر بدستور نہ کر کرو، دعاؤں و رود و کثرت لبیک میں مشغول رہو اور یہ دعا پڑھو:

اللَّهُمَّ إِلَيْكَ أَفْضْتُ وَمِنْ عَذَابِكَ أَشْفَقْتُ وَإِلَيْكَ رَجَعْتُ وَمِنْكَ رَهْبْتُ فَأَقْبَلْ لِسْمِي

تیزی سے دوڑ گیا تھا یہ انہی کی نقل ہے، بعض روایات میں ہے کہ یہاں اسماعیل علیہ السلام نے شیطان کو کنکر مارے تھے، بہر حال یہ فعل بھی بزرگوں کی نقل ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۳۲)

(11) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب تفضیل الحلق علی التقصیر...، الحدیث: ۱۳۰۳، ص ۶۷۷۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ان کی دادی صاحبہ کا نام حصین بنت اسحاق ہے قبیلہ بنی انیس سے ہیں، حجۃ الوداع میں حضور کے ہمراہ تھیں، صحابیہ ہیں، مگر محمد بن حصین تابعی ہیں۔

۲۔ یہ حدیث پچھلی حدیث کی شرح ہے کہ وہاں بھی منڈانے والوں کو تین بار دعا دی گئی ہے، دو بار صراحۃً اور ایک بار بالمقصرین کے ساتھ کہ داؤد اشتراک کے لیے ہے، چونکہ منڈانے والا بالکل ہی ترک زینت کرتا ہے اور کترانے والا اپنی زینت باقی رکھتا ہے، لہذا پہلا مقصود ہی زیادہ دعا کا مستحق ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۶۱)

(12) الترغیب والترہیب، کتاب الحج، الترغیب فی طلق الرأس بمی، الحدیث: ۳، ج ۲، ص ۳۵۔

(13) الترغیب والترہیب، کتاب الحج، الترغیب فی طلق الرأس بمی، الحدیث: ۳، ج ۲، ص ۳۵۔

وَعَظُمَ أَجْرِي وَارْتَمَ تَضَرُّعِي وَاقْبَلْ تَوْبَتِي وَاسْتَجِبْ دُعَائِي. (14)

(۳) جب وادیِ حُسر (15) پہنچو پانچ سو پینتالیس ہاتھ بہت جلد تیزی کے ساتھ چل کر نکل جاؤ مگر نہ وہ تیزی جس سے کسی کو ایذا ہو اور اس عرصہ میں یہ دعا پڑھتے جاؤ:

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تَهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ. (16)

(۴) جب منیٰ نظر آئے وہی دعا پڑھو جو مکہ سے آتے منیٰ کو دیکھ کر پڑھی تھی۔



(14) اے اللہ (عزوجل)! میں تیری طرف واپس ہوا اور تیرے عذاب سے ڈرا اور تیری طرف رجوع کی اور تجھ سے خوف کیا تو میری عبادت

قبول کر اور میرا اجر زیادہ کر اور میری عاجزی پر رحم کر اور میری توبہ قبول کر اور میری دعا مستجاب کر۔

(15) یہ منیٰ مزدلفہ کے بیچ میں ایک نالہ ہے دونوں کی حدود سے خارج مزدلفہ سے منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو جو پہاڑ پڑتا ہے اس کی چوٹی

سے شروع ہو کر ۵۴۵ ہاتھ تک ہے یہاں اصحابِ قبل آ کر ٹھہرے اور ان پر عذابِ اباہل اترتا تھا لہذا اس جگہ سے جلد گزرنا اور عذابِ الہی

سے پناہ مانگنا چاہیے۔

(16) اے اللہ (عزوجل)! اپنے غضب سے ہمیں قتل نہ کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہم کو عافیت دے۔

جرۃ العقبہ کی رمی

(۵) جب منی پہنچو سب کاموں سے پہلے جرۃ العقبہ (۱) کو جاؤ جو ادھر سے پچھلا جمرہ ہے اور مکہ معظمہ سے پہلا،

(۱) منی اور مکہ کے بیچ میں تین جگہ ستون بنے ہیں ان کو جمرہ کہتے ہیں پہلا جو منی سے قریب ہے جمرہ اولی کہلاتا ہے اور بیچ کا جمرہ وسطی اور آخر کا کہ مکہ معظمہ سے قریب ہے جرۃ العقبہ۔

دسویں ذوالحجہ کا پہلا کام رمی

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی و سنت بڑے کاظم الغابہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

مزدلفہ شریف سے منی شریف پہنچ کر سیدھے جرۃ العقبہ یعنی بڑے شیطان کی طرف تشریف لائیں، آج صرف اسی ایک کو نکریاں مارنا ہے۔ پہلے کعبہ کی سمت معلوم کر لیں پھر جمرہ سے کم از کم پانچ ہاتھ (یعنی تقریباً ڈھائی گز) دور (زیادہ کی کوئی قید نہیں) اس طرح کھڑے ہوں کہ منی آپ کے سیدھے ہاتھ پر اور کعبہ شریف اُلٹے ہاتھ کی طرف رہے اور منہ جمرہ کی طرف ہو، سات نکریاں اپنے اُلٹے ہاتھ میں رکھ لیں بلکہ دو تین نکریاں زائد لے لیں (اب سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کی چنگلی میں لے کر اور سیدھا ہاتھ انھیں طرح اٹھا کر کہ بغل کی رنگت ظاہر ہو ہر بار بسم اللہ اُتبر کہتے ہوئے ایک ایک کر کے سات نکریاں اس طرح ماریں کہ تمام نکریاں جمرہ تک پہنچیں ورنہ کم از کم تین ہاتھ کے فاصلے تک کریں۔ پہلی نکری مارتے ہی ٹیپک کہنا موقوف کر دیں کہ اب ٹیپک کہنا سنت نہ رہا جب سات پوری ہو جائیں تو وہاں نہ رکھے، نہ سیدھے جائیں نہ دائیں بائیں بلکہ فوراً زکرو دعا کرتے ہوئے پلٹ آئیے۔

خبردار!

محترم جیوا زئی جمرات کے وقت خصوصاً دسویں کی صبح حاجیوں کا زبردست تریلا ہوتا ہے اور بعض اوقات اس میں لوگ کچلے بھی جاتے ہیں۔ سب مدینہ نے ۱۴۰۰ھ میں دسویں کو صبح منی شریف میں اپنی آنکھوں سے یہ لرزہ خیز منظر دیکھا تھا کہ لاشوں کو اٹھا اٹھا کر ایک قطار میں بٹایا جا رہا تھا لہذا کچھ احتیاطیں عرض کرتا ہوں:

مدینہ (۱) نکریاں نیچے سے بھی اور اوپر کی منزل سے بھی ماری جاسکتی ہیں، اوپر کی منزل سے مارنے میں بھروسہ کے وقت آپ کو کھلی ہواں سکے گی۔

مدینہ (۲) نکریاں مارتے وقت کوئی چیز ہاتھ سے چھوٹ کر گر جائے تو نجوم میں ہرگز ہرگز اٹھانے کی کوشش مت کیجئے گا۔

مدینہ (۳) آپ کی پتیل پاؤں سے ٹپکتی ہوئی غصوں ہو تو بیہوش میں بھول کر بھی دُست کرنے کے لیے مت جھکے گا۔

مدینہ (۴) ہرگز ہرگز کسی بھی کام کے لیے نجوم میں مت جھکے ورنہ کچلے جانے کا اندیشہ ہے۔

تالے کے وسط میں سواری پر جمرہ سے کم از کم پانچ ہاتھ بٹے ہوئے یوں کھڑے ہو کہ منی دہنے ہاتھ پر اور کعبہ بائیں ہاتھ

مدینہ (۵) اپنی پھڑی یا پھتری لے کر نجوم میں داخل نہ ہونا اسی طرح دوسروں کی پھتری وغیرہ سے بھی اپنی آنکھ وغیرہ بچائے رکھنا۔

مدینہ (۶) جب کچھ رفقاء مل کر زمی کرنا چاہیں تو پہلے ہی سے واپس ملنے کی کوئی قرعی جگہ مقرر کر کے اُس کی نشانی یاد رکھ لیں ورنہ پھڑ جانے کی صورت میں بے حد پریشانی ہوگی۔ سب مدینہ غلی عنہ نے ایسے ایسے بوڑھے حاجیوں اور خجوں کو پھڑتے دیکھا ہے کہ بے چاروں کو اپنے معلم تک کا نام معلوم نہیں ہوتا اور پھر وہ آزمائش ہوتی ہے کہ لکھان و انقیط۔

زَمی کے چھ منڈنی پھول

مدینہ (۱) سات کنکریوں سے کم مارنا جائز نہیں۔ اگر صرف تین ماریں یا بالکل زَمی نہ کی تو ذمہ واجب ہوگا اور اگر چار ماریں تو باقی ہر کنکری کے بدلے صدقہ ہے۔ (رد المحتار)

مدینہ (۲) اگر سب کنکریاں ایک ساتھ پھینکیں تو یہ سات نہیں فقط ایک مانی جائے گی۔ (رد المحتار)

مدینہ (۳) کنکریاں زمین کی جنس سے ہونا ضروری ہیں۔ (جیسے کنکر، پتھر، مٹی) اگر میٹھی ماری تو زَمی نہیں ہوگی۔ (دُرُ مَحْتار و زُ مَحْتار)

مدینہ (۴) اسی طرح بعض لوگ جمرات پر ڈبے، جوتے وغیرہ برساتے ہیں یہ بھی کوئی سٹت نہیں اور کنکری کے بدلے جوتا یا ڈبہ وغیرہ ماریں تو زَمی ہوگی ہی نہیں۔

مدینہ (۵) زَمی کے لیے بہتر یہ ہے کہ مزدلفہ سے کنکریاں لی جائیں مگر لازمی نہیں دُنیا کے کسی بھی حصے کی کنکریاں ماریں گے زَمی دُرُست ہے۔

مدینہ (۶) دسویں کی زَمی طلوع آفتاب سے لے کر زوال تک سٹت ہے، زوال سے لے کر غروب آفتاب تک مُباح (یعنی جائز) ہے اور غروب آفتاب سے صبح صادق تک مکروہ ہے۔ اگر کسی غدر کے سبب ہو مثلاً چرواہے نے رات میں زَمی کی تو گراہت نہیں۔

(دُرُ مَحْتار و زُ مَحْتار)

اسلامی بہنوں کی زَمی

غیوماد دیکھا جاتا ہے کہ مرد بلا غدر عورتوں کی طرف سے زَمی کر دیا کرتے ہیں اس طرح اسلامی بہنیں زَمی کی سعادت سے محروم رہ جاتی ہیں اور چونکہ زَمی واجب ہے لہذا ترک واجب کے سبب اُن پر ذمہ بھی واجب ہو جاتا ہے لہذا اسلامی بہنیں اپنی زَمی خود ہی کریں۔

مریضوں کی زَمی

بعض حاجی صاحبان یوں تو ہر جگہ ذمہ داتے پھرتے ہیں لیکن معمولی سی بیماری کے سبب زَمی کے لیے وہ دوسروں کو نائب مقرر کر کے اُن سے زَمی کر دالیتے ہیں، اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ

مدینہ (۱) جو شخص ایسا مریض (خواہ مرد ہو یا عورت) ہو کہ سواری پر بھی جمرہ تک نہ جاسکتا ہو وہ دوسروں کو زَمی کے لیے نائب بنائے، اب نائب کو چاہیے کہ اگر ابھی تک اپنی زَمی نہیں کی تو پہلے اپنی طرف سے سات کنکریاں مارے پھر مریض کی طرف سے زَمی کرے۔

کو اور جمرہ کی طرف موٹھ ہوسات کنکریاں جدا جدا چٹکی میں لے کر سیدھا ہاتھ خوب اٹھا کر کہ بغل کی رنگت ظاہر ہو ہر ایک پر

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْمًا لِلشَّيْطٰنِ رِضًا لِلرَّحْمٰنِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُورًا وَسَعْيًا مَّشْكُورًا
وَذَنْبًا مَّغْفُورًا (2)

مدینہ (۲) اگر کسی نے مریض کے حکم کے بغیر اُس کی طرف سے زری کر دی تو زری نہیں ہوگی۔

مدینہ (۳) بے ہوش، مجنون (یعنی پاگل) یا نا سمجھ بچہ کی طرف سے اُس کے ساتھ والے زری کر دیں اور بہتر یہی ہے کہ اُن کے ہاتھ پر کنکری رکھ کر زری کروائیں۔

(2) اللہ (عزوجل) کے نام سے، اللہ (عزوجل) بہت بڑا ہے، شیطان کے ذلیل کرنے کے لیے، اللہ (عزوجل) کی رضا کے لیے، اے اللہ (عزوجل)! اسکو حج مبرور کر اور سعی مشکور کر اور گناہ بخش دے۔

شیطان کو کنکریاں مارنے کا ثواب

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے جیسی روایت پچھلے صفحات میں حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے گزری، لیکن اس میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اور جہاں تک تمہارے عرفات میں وقوف کرنے کی بات ہے تو اللہ عزوجل عرفات والوں پر تحفے فرما کر ارشاد فرماتا ہے، میرے بندے غبار آلود پر آگندہ سر ہو کر میرے پاس ہر وادی سے سفر کر کے آئے ہیں۔ پھر ملائکہ کے سامنے ان پر غر فرماتا ہے، لہذا اگر تمہارے گناہ زیت کے ذرات، آسمان کے ستاروں، در سمندر اور بارش کے قطروں کے برابر بھی ہوں تو اللہ عزوجل تمہاری مغفرت فرمادے گا اور تمہارا جہار کی رمی کرنا تو وہ تمہارے لئے اپنے رب عزوجل کے پاس تمہارے محتاجی کے وقت کے لئے ذخیرہ ہے اور سر منڈوانے میں تمہارے سر سے گرنے والے ہر بال کے عوض قیامت کے دن ایک نور ہوگا اور رہا، بیت اللہ کا طواف کرنا تو جب تم طواف کر کے واپس لوٹو گے تو تم اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاؤ گے جیسے اس دن تھے جس دن تمہاری ماں نے تمہیں جنم دیا تھا۔

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نور کے پیکر تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان عروہ بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ شیطان کو کنکریاں مارنے میں ہمارے لئے کیا ثواب ہے؟ تو آپ نے فرمایا، اسے (یعنی کنکریوں کو) تم انتہائی ضرورت کے وقت اپنے رب عزوجل کے پاس پاؤ گے۔ (طبرانی کبیر، مسند ابن عمر، رقم ۱۳۳۷، ج ۱۲، ص ۳۰۶)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ شہنشاہ خوش بصال، پیکر حسن و جمال، دافع رنج و ملال، صاحب جود و نول، رسول بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تمہارا شیطان کو کنکریاں مارنا قیامت کے دن تمہارے لئے نور ہوگا۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب فی رمی الجمار، رقم ۴، ج ۲، ص ۱۳۳)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، وخیر المرسلین، شفیع المذنبین، امین الغریبین،

کہہ کر مارو۔ (3) بہتر یہ ہے کہ کنکریاں حجرہ تک پہنچیں ورنہ تین ہاتھ کے فاصلہ تک گریں۔ اس سے زیادہ فاصلہ پر گری تو وہ کنکری شمار میں نہ آئے گی، پہلی کنکری سے لپیک موقوف کر دو، اللہ اکبر کے بدلے سُبْحَانَ اللہ یا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا جب بھی حرج نہیں۔

(۶) جب سات پوری ہو جائیں وہاں نہ ٹھہرو، فوراً ذکر و دعا کرتے پلٹ آؤ۔



سراج السالکین، محبوب رب العلمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مناسک حج کی ادائیگی کے لئے آئے تو حجرہ عقیقہ کے پاس آپ کے سامنے شیطان آگیا۔ آپ علیہ السلام نے اسے سات پتھر مارے یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا، پھر حجرہ ثانیہ کے پاس آپ علیہ السلام کا اس سے سامنا ہوا تو آپ نے اسے سات پتھر مارے یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا، پھر حجرہ ثالثہ کے پاس آپ علیہ السلام کا اس سے سامنا ہوا تو آپ نے اسے سات پتھر مارے تو وہ زمین میں دھنس گیا۔ اس کے بعد نبی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے جس کی تم پیروی کرتے ہو۔ (المستدرک، کتاب المناسک، باب رمی الجمار، رقم ۱۷۵۶، ج ۲، ص ۱۲۲)

(3) یا صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر مارو۔

رَمی کے مسائل

مسئلہ ۱: سات سے کم جائز نہیں، اگر صرف تین ماریں یا بالکل نہیں تو دم لازم ہوگا اور اگر چار ماریں تو باقی ہر کنکری کے بدلے صدقہ دے۔ (1)

مسئلہ ۲: کنکری مارنے میں پے در پے ہونا شرط نہیں مگر وقفہ خلاف سنت ہے۔ (2)

مسئلہ ۳: سب کنکریاں ایک ساتھ پھینکیں تو یہ ساتوں ایک کے قائم مقام ہوئیں۔ (3)

مسئلہ ۴: کنکریاں زمین کی جنس سے ہوں اور ایسی چیز کی جس سے تیمم جائز ہے کنکر، پتھر، مٹی یہاں تک کہ اگر خاک پھینکی جب بھی رَمی ہو گئی مگر ایک کنکری پھینکنے کے قائم مقام ہوئی۔ موتی، عنبر، مشک وغیرہا سے رَمی جائز نہیں۔ یوہیں جواہر اور سونے چاندی سے بھی رَمی نہیں ہو سکتی کہ یہ تو نچھاور ہوئی مارنا نہ ہوا، مینگنی سے بھی رَمی جائز نہیں۔ (4)

مسئلہ ۵: جمرہ کے پاس سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے کہ وہاں وہی کنکریاں رہتی ہیں جو مقبول نہیں ہوتیں اور مردود ہو جاتی ہیں اور جو مقبول ہو جاتی ہیں اٹھالی جاتی ہیں۔ (5)

مسئلہ ۶: اگر معلوم ہو کہ کنکریاں نجس ہیں تو اُن سے رَمی کرنا مکروہ ہے اور معلوم نہ ہو تو نہیں مگر دھولینا مستحب ہے۔ (6)

مسئلہ ۷: اس رَمی کا وقت آج کی فجر سے گیارہویں کی فجر تک ہے مگر مہسنون یہ ہے کہ طلوع آفتاب سے زوال تک ہو اور زوال سے غروب تک مباح اور غروب سے فجر تک مکروہ۔ یوہیں دسویں کی فجر سے طلوع آفتاب تک مکروہ اور اگر کسی عذر کے سبب ہو مثلاً چرواہوں نے رات میں رَمی کی تو کراہت نہیں۔ (7)

(1) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی رمی الجمرۃ العقی، ج ۳، ص ۶۰۸۔

(2) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی رمی الجمرۃ العقی، ج ۳، ص ۶۰۸۔

(3) المرجع السابق، ص ۶۰۷۔

(4) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی رمی الجمرۃ العقی، ج ۳، ص ۶۰۸۔

(5) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی رمی الجمرۃ العقی، ج ۳، ص ۶۰۹۔

(6) المرجع السابق، ص ۶۱۰۔

(7) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی رمی الجمرۃ العقی، ج ۳، ص ۶۱۰۔



زَمی کے متعلق سوال و جواب

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، ہائی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈانسٹ بزرگ اکبرم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سوال: کیا عورت کو بھی زَمی کرنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر نہیں کرے گی تو ذمہ واجب ہوگا۔

سوال: اگر عورت کسی کو ذکیل کر دے تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟

جواب: عورت ہو یا مرد، اُس وقت تک کسی کو ذکیل نہیں کر سکتے جب تک اس قدر مریض نہ ہو جائیں کہ عواری پر بھی جمرہ تک نہ پہنچ سکیں اگر اس قدر بیمار نہیں ہیں پھر بھی کسی عورت یا مرد نے دوسرے کو ذکیل کر دیا اور خود زَمی نہیں کی تو ذمہ واجب ہو جائے گا۔

سوال: اگر کسی دن کی زَمی رہ گئی تو کیا کفارہ ہے؟

جواب: ذمہ واجب ہو گیا۔

سوال: اگر بالکل زَمی نہیں کی تو کتنے ذمہ واجب ہوں گے؟

جواب: خواہ ایک دن کی رہ گئی یا سب دنوں کی، صرف ایک ہی ذمہ واجب ہوگا۔

سوال: اگر زَمی خلاف ترتیب ہو گئی تو کیا کرے؟

جواب: خلاف ترتیب زَمی کرنا مکروہ ہے کوئی کفارہ نہیں، بہتر یہ ہے کہ اعادہ کر لے۔

سوال: اگر کسی دن کی اکثر زَمی ترک کر دی مثلاً دسویں کو صرف تین کنکریاں ماریں تو کیا سزا ہے؟

جواب: ذمہ واجب ہو گیا۔

سوال: اگر کسی دن آدمی سے زیادہ ماریں مثلاً گیارہویں کو تین شیطانوں کو اکیس کنکریاں مارنی تھیں مگر گیارہ ماریں تو کیا سزا ہے؟

جواب: بی کنکری ایک ایک صدقہ دینا ہوگا۔

حج کی قربانی

(۷) اب رمی سے فارغ ہو کر قربانی میں مشغول ہو، یہ قربانی وہ نہیں جو بقرہ عید میں ہوا کرتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ حج میں ہو بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے۔ قارن اور متمتع پر واجب اگرچہ فقیر ہو اور مفرد کے لیے مستحب اگرچہ غنی ہو۔ جانور کی عمر و اعضا میں وہی شرطیں ہیں جو عید کی قربانی میں۔

مسئلہ ۱: محتاج محض جس کی ملک میں نہ قربانی کے لائق کوئی جانور ہو، نہ اس کے پاس اتنا نقد یا اسباب کہ اسے بیچ کر لے سکے، وہ اگر قرآن یا تمتع کی نیت کرے گا تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے تین توج کے مہینوں میں یعنی یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد، اس بیچ میں جب چاہے رکھ لے۔ ایک ساتھ خواہ جدا جدا اور بہتر یہ ہے کہ ۷-۸-۹ کو رکھے اور باقی سات تیرہویں ذی الحجہ کے بعد جب چاہے رکھے اور بہتر یہ کہ گھر پہنچ کر ہوں۔

(۸) ذبح کرنا آتا ہو تو خود ذبح کرے کہ سنت ہے، ورنہ ذبح کے وقت حاضر رہے۔

(۹) رُو بقبلہ جانور کو لٹا کر اور خود بھی قبلہ کو مونہ کر کے یہ پڑھو:

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ فَطَرِ الشَّيْئَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَكَا مِنْ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۰﴾ ﴿۱﴾

(۱) پ ۷، الانعام: ۷۹۔

حج کی قربانی

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈاکٹر بزرگ کالج کتبہ ربیعہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

مدینہ (۱) دسویں کو بڑے شیطان کی رمی کرنے کے بعد قربان گاہ تشریف لائیں اور قربانی کریں، یہ وہ قربانی نہیں جو بقرہ عید میں ہوا کرتی ہے بلکہ حج کے شکرانے میں قارن اور متمتع پر واجب ہے چاہے وہ فقیر ہی کیوں نہ ہو، مفرد کے لئے یہ قربانی مستحب ہے چاہے وہ غنی ہو۔

مدینہ (۲) یہاں بھی جانور کی وہی شرائط ہیں جو بقرہ عید کی قربانی کی ہوتی ہیں۔

مدینہ (۳) جانور کی خوب دیکھ بھال کر لیں کیوں کہ آج کل یہاں دیکھا گیا ہے کافی جانور کان کٹے ہوتے ہیں، اگر ایک تہائی سے زیادہ کان کٹا ہوا ہو گا تو قربانی سرے سے ہوگی ہی نہیں اور اگر تہائی یا اس سے کم کٹا ہوا ہو، کان چرا ہوا ہو یا اس میں سوراخ ہو اسی طرح کوئی معمولی عیب ہو تو ایسے جانور کی قربانی ہو تو جائے گی مگر مکروہ ہے۔

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١١٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١١٣﴾ (2)

اس کے بعد بِسْمِ اللہ اَللہ اَکْبَرُ کہتے ہوئے نہایت تیز بخری سے بہت جلد ذبح کر دو کہ چاروں رگیں کٹ جائیں، زیادہ ہاتھ نہ بڑھاؤ کہ بے سبب کی تکلیف ہے۔

مدینہ (۴) اگر ممکن ہو تو اپنے ہاتھ سے قربانی کریں کہ یہی سنت ہے۔ دوسرے کو بھی قربانی کا نائب کر سکتے ہیں۔

مدینہ (۵) اونٹ کی قربانی افضل ہے کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے دسب مہازک سے تریسٹھ اونٹ فخر فرمائے۔

مدینہ (۶) دسویں کو قربانی کرنا افضل ہے گیارہویں اور بارہویں کو بھی کر سکتے ہیں مگر بارہویں کو غروب آفتاب پر قربانی کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

قربانی کے ٹوکن

آج کل حجاز مقدس میں ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے جس کے ذریعے حجاج کرام کو ٹریجیب دلائی جاتی ہے کہ وہ اسلامی ڈیولپمنٹ بینک میں قربانی کی رقم جمع کر داکر ٹوکن حاصل کریں اور اس ادارہ کو اپنی قربانی کا اختیار دے دیں۔ پیارے حاجیو! اس ادارہ کے ذریعے قربانی کروانے میں عراعر خطرہ ہے کیونکہ منتفع اور قارن کے لیے یہ ترتیب واجب ہے کہ پہلے زلی کرے پھر قربانی اور پھر خلق اگر اس ترتیب کے خلاف کیا تو ذمہ واجب ہو جائے گا۔ اب اس ادارہ کو آپ نے رقم جمع کروادی انہوں نے آپ کی قربانی کا وقت بھی اگر بتا دیا پھر بھی آپ کو اس بات کا پتا لگنا بے حد دشوار ہے کہ آپ کی قربانی وقت پر ہوئی یا نہیں؟ اگر آپ نے قربانی سے پہلے ہی خلق کروا دیا تو آپ پر ذمہ واجب ہو جائے گا۔

جو حاجی اس ادارہ کے ذریعے قربانی کروانا چاہیں ان کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنی قربانی کا صحیح وقت معلوم کرنا چاہیں تو تیس افراد پر اپنا ایک نمائندہ منتخب کر لیں اور اس کو پھر خصوصی پاسپاری کیا جاتا ہے اور وہ جا کر سب کی قربانیاں ہوتی دیکھ سکتا ہے۔ اب یہاں بھی یہ خطرہ تو موجود ہے کہ ادارہ والے لاکھوں جانور خریدتے ہیں اور ان سب کا بے غیب ہونا کیونکر ممکن ہے؟ بہر حال اپنی قربانی آپ خود ہی کریں یہی ہر طرح سے مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(2) انظر: سنن ابی داود، کتاب الطحایا، باب ما یستحب من الطحایا، الحدیث: ۲۷۹۵، ج ۳، ص ۶۱.

ترجمہ: میں نے اپنی ذات کو اس کی طرف متوجہ کیا، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، میں باطل سے حق کی طرف مائل ہوں اور میں مشرکوں سے نہیں۔

ہشک میری نماز و قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ (عزوجل) کے لیے ہے، جو تمام جہان کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اُسی کا حکم ہوا اور میں مسلمانوں میں ہوں۔

- (۱۰) بہتر یہ ہے کہ ذبح کے وقت جانور کے دونوں ہاتھ، ایک پاؤں باندھ لو ذبح کر کے کھول دو۔
- (۱۱) اونٹ ہو تو اسے کھڑا کر کے سینہ میں گلے کی انتہا پر تکبیر کہہ کر نیزہ مارو کہ سنت یو ہیں ہے اسے نحر کہتے ہیں اور اس کا ذبح کرنا مکروہ مگر حلال ذبح سے بھی ہو جائے گا اگر ذبح کرے تو گلے پر ایک ہی جگہ اسے بھی ذبح کرے (۳)۔
- جاہلوں میں جو مشہور ہے کہ اونٹ تین جگہ ذبح ہوتا ہے غلط و خلاف سنت ہے اور مفت کی اذیت و مکروہ ہے۔
- (۱۲) جانور جو ذبح کیا جائے جب تک سرد نہ ہو لے اس کی کھال نہ کھینچو، نہ اعضا کاٹو کہ ایذا ہے۔
- (۱۳) یہ قربانی کر کے اپنے اور تمام مسلمانوں کے حج و قربانی قبول ہونے کی دعا مانگو۔



(۳) حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اونٹ کی نحر سنت ہے اور ذبح خلاف ادنیٰ۔ نحر کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے اونٹ کا بایاں پاؤں رکی سے باندھ دیں، پھر پیٹ سے متصل گردن میں نیزہ ماریں اور اوپر کو کھینچیں تاکہ رگیں و حلقوم طول میں چر جائیں جب گر جائے تو استعمال کریں لیکن جسے نحر نہ آتا ہو وہ ذبح کرے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا صَوَآفَ" کے معنی ہیں تین پاؤں پر کھڑا ہوا، اور فرماتا ہے: "فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا" جب اونٹ کی کروٹ زمین پر گرے۔ معلوم ہوا کہ کھڑا کر کے نحر کرو نحر کے بعد وہ گرے۔ گائے بکری وغیرہ میں ذبح چاہیے، ذبح لٹا کر ہوتا ہے رگیں و حلقوم چوڑائی میں کاٹی جاتی ہیں۔ (اشعور و مرقات) (مراۃ المتابع شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۵۰)

حلق و تقصیر

(۱۳) قربانی کے بعد قبلہ مونہ بیٹھ کر مرد حلق کریں یعنی تمام سر مونڈائیں کہ افضل ہے یا بال کتروائیں کہ رخصت ہے۔ عورتوں کو بال مونڈنا حرام ہے۔ ایک پورہ برابر بال کتروادیں۔ مفرد اگر قربانی کرے تو اُسکے لیے مستحب یہ ہے کہ قربانی کے بعد حلق کرے اور اگر حلق کے بعد قربانی کی جب بھی حرج نہیں اور تمتع و قرآن والے پر قربانی کے بعد حلق کرنا واجب ہے یعنی اگر قربانی سے پہلے سر مونڈائے گا تو دم واجب ہوگا۔

مسئلہ ۱: کتروائیں تو سر میں جتنے بال ہیں ان میں سے چہارم بالوں میں سے کتروانا ضروری ہے، لہذا ایک پورہ سے زیادہ کتروائیں کہ بال چھوٹے بڑے ہوتے ہیں ممکن ہے کہ چہارم بالوں میں سب ایک ایک پورا نہ ترشیں۔

مسئلہ ۲: سر مونڈانے یا بال کتروانے کا وقت ایام نحر ہے یعنی ۱۱، ۱۲، اور افضل پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ۔ (۱)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الناسک، الباب الخامس، فی کیفیت اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۱۔

حلق اور تقصیر کے سترہ مذنی پھول

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی و انسٹیتوٹ کلمہ العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں دعائے عرفات کے بارے میں لکھتے ہیں:

مدینہ (۱) قربانی سے فارغ ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے مرد حلق کریں یعنی تمام سر کے بال منڈوادیں یا تقصیر کریں یعنی کم از کم چوتھائی سر کے بال اُنکلی کے پورے کے برابر کٹوائیں۔

مدینہ (۲) اسلامی بہنیں صرف تقصیر کرائیں یعنی چوتھائی سر کے بالوں میں سے ہر بال اُنکلی کے پورے کے برابر شوہر موجود ہو تو وہ کاٹ دے یا خود ہی قینچی سے کاٹ لیں۔

مدینہ (۳) بعض لوگ قینچی سے چند بال کاٹ لیتے ہیں اس طرح قصر نہیں ہوتا اور احرام کی پابندیاں بھی ختم نہیں ہوتیں، کم از کم چوتھائی سر کا ہر بال ایک اُنکلی کے پورے کے برابر کٹنا واجب ہے۔

مدینہ (۴) بال چونکہ چھوٹے بڑے ہوتے ہیں لہذا ایک پورے سے زیادہ کٹوائیں تاکہ سب بال کم از کم ایک پورے کے برابر کٹ جائیں۔

مدینہ (۵) جب احرام سے باہر ہونے کا وقت آ گیا تو اب محرم (یعنی احرام والا) اپنا یا دوسرے کا سر مونڈ سکتا ہے اگرچہ دوسرا بھی محرم ہو۔

مدینہ (۶) حلق یا تقصیر سے پہلے نہ ناخن کتروائیں نہ خط بنوائیں ورنہ کفارہ لازم آئے گا۔

مسئلہ ۳: جب احرام سے باہر ہونے کا وقت آگیا تو اب محرم اپنا یا دوسرے کا سر مونڈ سکتا ہے، اگرچہ یہ دوسرا بھی محرم ہو۔ (2)

مسئلہ ۴: جس کے سر پر بال نہ ہوں اُسے اُسترہ پھرانا واجب ہے اور اگر بال ہیں مگر سر میں پھڑیاں ہیں جن کی وجہ سے مونڈا نہیں سکتا اور بال اتنے بڑے بھی نہیں کہ کتروائے تو اس عذر کے سبب اُس سے مونڈانا اور کتروانا ساقط ہو گیا۔ اُسے بھی مونڈانے والوں، کتروانے والوں کی طرح سب چیزیں حلال ہو گئیں مگر بہتر یہ ہے کہ ایام نحر کے ختم ہونے تک بدستور رہے۔ (3)

مدینہ (۷) خلق یا تقصیر کا وقت ایام نحر ہے یعنی دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ اور افضل دس ذوالحجہ ہے۔

مدینہ (۸) اگر بارہویں تک خلق یا تقصیر نہ کیا تو دم لازم آئے گا۔

مدینہ (۹) جس کے سر پر بال نہ ہوں، کترتی کچھ ہو تو اُس کو بھی اپنے سر پر اُسترہ پھرانا واجب ہے۔

مدینہ (۱۰) اگر کسی کے سر پر پھڑیاں یا زخم وغیرہ ہوں جن کی وجہ سے سر نہیں منڈا سکتا اور بال بھی اتنے بڑے نہیں کہ کٹوا سکے تو اس مجبوری کے سبب اُس کو منڈانا اور کتروانا ساقط ہو گیا اُسے بھی منڈوانے اور کتروانے والوں کی طرح سب چیزیں حلال ہو گئیں مگر بہتر یہ ہے کہ ایام نحر ختم ہونے تک بدستور احرام میں رہے۔

مدینہ (۱۱) خلق یا تقصیر عُدّہ حرم میں واجب ہے اگر عُدّہ حرم سے باہر کیا تو دم واجب ہوگا۔ (مٹی عُدّہ حرم ہی میں ہے)

مدینہ (۱۲) مٹی میں خلق یا تقصیر کرنا سُنت ہے۔

مدینہ (۱۳) خلق یا تقصیر کرواتے وقت قبلہ رو بیٹھنا اور سیدھی جانب سے شروع کرنا سُنت ہے۔

مدینہ (۱۴) دورانِ خلق یا تقصیر اس طرح عجیب پڑھتے رہے:

اللّٰهُ أَكْبَرُ ٱللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا ٱللّٰهُ

وَٱللّٰهُ أَكْبَرُ ٱللّٰهُ أَكْبَرُ وَبِئْنَآءِ الْحَمْدِ

مدینہ (۱۵) قبل بھی اور بعد فراغت بھی اپنے لئے اور تمام اُمت کے لئے دُعائے مغفرت کیجئے۔

مدینہ (۱۶) مغرور اگر قربانی کرنا چاہے تو اُس کے لیے مُسْتَحَب یہ ہے کہ خلق یا تقصیر قربانی کے بعد کرواتے، ورنہ اگر خلق کے بعد قربانی کی جب بھی خرچ نہیں اور تخریق والے کے لیے خلق یا تقصیر قربانی کے بعد کرنا واجب ہے، اگر پہلے خلق یا تقصیر کرے گا تو دم واجب ہو جائے گا۔

مدینہ (۱۷) خلق یا تقصیر سے فارغ ہونے کے بعد احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں مگر یہی سے صحبت اور اس کے لوازمات طوافِ زیارتہ کے بعد جائز ہوں گے۔ (رفیق الحرمین صفحہ ۱۹۶-۱۹۹)

(2) باب المناسک، (باب مناسک منی، فصل فی الحلق والتقصیر)، ص ۲۳۰۔

(3) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ص ۲۳۱۔

مسئلہ ۵: اگر وہاں سے کسی گاؤں وغیرہ میں ایسی جگہ چلا گیا کہ نہ حجام ملتا ہے، نہ اُسترہ یا قینچی پاس ہے کہ مونڈا لے یا کتر وائے تو یہ کوئی عذر نہیں مونڈانا یا کتر وانا ضروری ہے۔ (4)

اور یہ بھی ضرور ہے کہ حرم سے باہر مونڈانا یا کتر وانا نہ ہو بلکہ حرم کے اندر ہو کہ اس کے لیے یہ جگہ مخصوص ہے، حرم سے باہر کریگا تو دم لازم آئے گا۔ (5)

مسئلہ ۶: اس موقع پر سر مونڈانے کے بعد موچھیں ترشوانا، موئے زیر ناف دُور کرنا مستحب ہے اور داڑھی کے بال نہ لے اور لیے تو دم وغیرہ واجب نہیں۔ (6)

مسئلہ ۷: اگر نہ مونڈائے نہ کتر وائے تو کوئی چیز جو احرام میں حرام تھی حلال نہ ہوئی اگرچہ طواف بھی کر چکا ہو۔ (7)

مسئلہ ۸: اگر بارہویں تک حلق و قصر نہ کیا تو دم لازم آئے گا کہ اس کے لیے یہ وقت مقرر ہے۔ (8)

(4) المرجع السابق.

(5) لباب المناسک، (باب مناسک منی، فصل فی الحلق و التقصیر)، ص ۲۳۰.

(6) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ص ۲۳۲.

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، ہانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس مختار قادری رضوی ضیائی ڈائنٹ بزرگ کالج العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

پیارے حاجیو! یہ وہ مقدس گلیاں ہیں جن میں ہمارے پیارے آقا مَدَنی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ کے کم و بیش تریچن سال گزارے ہیں، یہاں ہر جگہ محبوب اکرم، رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم ہیں، جتنا ہو سکے ان مقدس گلیوں کا اُذب کیجئے۔ خبردار! یہاں گناہ تو لجا گناہ کا تفسؤر بھی نہ آنے پائے کہ اگر یہاں کی ایک نیکی لاکھ کے برابر ہے تو گناہ بھی لاکھ گنا ہے۔ گالی گلوچ، غیبت، چغلی، جھوٹ، بدگمانی وغیرہ ہمیشہ حرام ہیں مگر یہاں کا جرم تو لاکھ گنا ہے اور ہاں! اُن نادانوں کی طرح مت کرنا جو خلق کر داتے ہوئے ساتھ ہی مَعَاذَ اللہ! داڑھی بھی منڈوا دیتے ہیں کہ داڑھی منڈوانا یا کتر واکر ایک مُتَعَفی سے چھوٹی کر ڈالنا دونوں ویسے بھی حرام ہیں اور یہاں تو اگر ایک بار بھی داڑھی منڈوائیں گے یا ایک مُتَعَفی سے چھوٹی کر دائیں گے تو لاکھ بار حرام کا گناہ ملے گا بلکہ اے خوش نصیب حاجیو! اب تو آپ کے چہرے کو نکلے مدینے کی ہوائیں چوم رہی ہیں اس لئے ان مبارک بالوں کو بڑھنے ہی دیجئے اور ہمیشہ کے لئے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ سنت داڑھی مبارک کو اپنے چہرے پر سجالجئے۔

کیوں عشق کا چہرے سے اظہار نہیں ہوتا

مرکار کا عاشق بھی کیا داڑھی منڈاتا ہے

(7) المرجع السابق.

(8) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی طواف التزیارۃ، ج ۳، ص ۶۱۶.

(۱۵) حلق ہو یا تقصیر وہی طرف (۹) سے شروع کرو اور اس وقت اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے جاؤ اور فارغ ہونے کے بعد بھی کہو اور حلق یا تقصیر کے وقت یہ دعا پڑھو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى مَا هَدَانَا وَاَنْعَمَ عَلَيْنَا وَقَطِيْعَتَا نُسْكِنَا اَللّٰهُمَّ هِدْنِيْ بِرَبِّكَ فَاجْعَلْ لِّيْ بِكُلِّ شَعْرَةٍ نُورًا يُّوْمَ الْقِيَمَةِ وَاَفْخِ عَنِّيْ بِهَا سَيِّئَةً وَاَرْفَعْ لِيْ بِهَا دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ الْعَالِيَةِ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْ نَفْسِيْ وَتَقَبَّلْ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِلْمُخْلِِقِيْنَ وَالْمُقْصِرِيْنَ يَا وَاَسِعَ الْمَغْفِرَةِ اٰمِيْن. (10)

اور سب مسلمانوں کی بخشش کی دعا کرو۔

مسئلہ ۹: اگر مونڈانے یا کتر دانے کے سوا کسی اور طرح سے بال دور کریں مثلاً چونا ہر تال وغیرہ سے جب بھی جائز ہے۔ (11)

(۱۶) بال دفن کر دیں اور ہمیشہ بدن سے جو چیز بال، ناخن، کھال جدا ہوں دفن کر دیا کریں۔

(۱۷) یہاں حلق یا تقصیر سے پہلے ناخن نہ کتر داؤ، نہ خط بناؤ، ورنہ دم لازم آئے گا۔

(۱۸) اب عورت سے صحبت کرنے، بے شہوت اُسے ہاتھ لگانے، بوسہ لینے، شرم گاہ دیکھنے کے سوا جو کچھ احرام نے حرام کیا تھا سب حلال ہو گیا۔



(۹) یعنی مونڈانے والے کی راہی جانب بھی حدیث سے ثابت اور امام اعظم نے بھی ایسا ہی کیا لہذا بعض کتابوں میں جو حجام کی راہی جانب سے شروع کرنے کو بتایا صحیح نہیں۔

(10) حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے اس پر کہ اس نے ہمیں ہدایت کی اور انعام کیا اور ہماری عبادت پوری کرادی، اے اللہ (عزوجل)! یہ میری چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے میرے لیے ہر بال کے بدلے میں قیامت کے دن نور کر اور اس کی وجہ سے میرا گناہ منادے اور جنت میں درجہ بلند کر، الہی! میرے لیے میرے نفس میں برکت کر اور مجھ سے قبول کر، اے اللہ (عزوجل)! مجھ کو اور سر منڈانے والوں اور بال کتر دانے والوں کو بخش دے، اے بڑی مغفرت والے! آمین۔

(11) الدر المختار، کتاب الحج، مطلب فی رمی جمرۃ العقیدہ، ج ۳، ص ۶۔

طوافِ فرض

(۱۹) افضل یہ ہے کہ آج دسویں ہی تاریخ فرض طواف کے لیے جسے طوافِ زیارت و طوافِ افاضہ کہتے ہیں، مکہ معظمہ میں جاؤ بدستور مذکور پیدل یا وضو و ستر عورت طواف کر دو مگر اس طواف میں اضطباع نہیں۔
مسئلہ ۱: یہ طواف حج کا دوسرا رکن ہے اس کے سات پھیرے کیے جائیں گے، جن میں چار پھیرے فرض ہیں کہ بغیر ان کے طواف ہوگا ہی نہیں اور نہ حج ہوگا اور پورے سات کرنا واجب تو اگر چار پھیروں کے بعد جماع کیا تو حج ہو گیا مگر دم واجب ہوگا کہ واجب ترک ہوا۔ (۱)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیت اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۲، وغیرہ۔

طوافِ زیارت کے ۱۲ مَدَنی پھول

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، ہانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈاکٹریٹ کاظم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

مدینہ (۱) طوافِ الزیارة حج کا دوسرا رکن ہے، اس کے سات پھیرے کئے جائیں گے جن میں چار پھیرے فرض ہیں اور سات پھیرے پورے کرنا واجب ہے۔

مدینہ (۲) طوافِ الزیارة دسویں ذوالحجہ کو کر لینا افضل ہے۔ لہذا پہلے خمرۃ النعیمہ کی تری پھر قربانی اور اس کے بعد خلق یا تقییر سے ذریعہ ہو لیں، اب افضل یہ ہے کہ کچھ قربانی کا گوشت کھا کر پیدل مثلاً مکہ مکرمہ حاضر ہوں اور یہ بھی افضل ہے کہ باب السلام سے مسجد الحرام شریف میں داخل ہوں۔

مدینہ (۳) ہاضو اور ستر عورت کے ساتھ طواف کیجئے۔

مدینہ (۴) اگر تارن اور مغیرہ طواف قدوم میں اور متعج حج کا احرام باندھنے کے بعد کسی نقلی طواف میں حج کے زل و سعی سے فارغ ہو چکے ہوں تو اب طوافِ زیارة میں اس کی حاجت نہیں۔ ہاں! اگر زل و سعی نہیں کیا تھا یا صرف زل ہی کیا تھا تو اب اس طواف میں زل و سعی کر لیجئے۔

مدینہ (۵) طوافِ الزیارة روزِ مزہ کے لباس میں کرنا ہوتا ہے، لہذا بعض اسلامی بھائی سورج میں پڑ جاتے ہیں کہ اس لباس میں اب زل و سعی کیونکر کریں؟ تو عرض ہے کہ اگر حج کے زل و سعی سے پہلے فارغ نہیں ہوئے تو اب سہلے ہوئے کپڑوں ہی میں زل و سعی کر لیجئے۔ ہاں اضطباع نہیں ہو سکے گا کیوں کہ اب اس کا موقع نہ رہا۔

مدینہ (۶) اگر یہ طواف دسویں کو نہ کر سکے تو گیارہویں اور بارہویں کو بھی کر سکتے ہیں مگر بارہویں کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہنچ کر

مسئلہ ۲: اس طواف کے صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ پیشتر احرام بندھا ہو اور وقوف کر چکا ہو اور خود کرے

مدینہ (۷) اگر بارہویں کے غروب آفتاب تک طواف نہ کر سکے تو آپ پر دم واجب ہو جائے گا، ہاں اگر عورت کو حیض یا نفاس آ گیا اور بارہویں کے بعد پاک ہوئی تو اب کر لے اس وجہ سے تاخیر ہونے پر اس پر دم واجب نہیں۔

مدینہ (۸) اگر طواف الہویارۃ نہ کیا عورتیں حلال نہ ہوں گی چاہے برسوں گزر جائیں۔ (عالمگیری)

مدینہ (۹) بہر حال طواف سے فارغ ہو کر دو رکعت واجب الطواف بدستور ادا کیجئے اس کے بعد ملتزم پر بھی حاضری دیں اور آپ دم دم بھی خوب پیٹ بھر کر پیئیں۔

مدینہ (۱۰) اَلْتَّحَدُّ لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ اِمْبَارَکْ ہو کہ آپ کا حج مکمل ہو گیا اور عورتیں بھی حلال ہو گئیں۔

مدینہ (۱۱) گیارہویں اور بارہویں اور تیرہویں، یہ تین راتیں منی شریف میں گزارنا سُخت ہے۔

مدینہ (۱۲) اگر بارہویں کو سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے منی شریف کی عُدود سے باہر نکل گئے تو خرچ نہیں۔

طواف زیارت کے بارے میں سوال و جواب

سوال: حائضہ کی نِطَس محفوظ ہے طواف زیارت کا کیا کرے؟

جواب: ممکن ہو تو نِطَس منسوخ کر دے اور بعد طہارت طواف زیارت کرے۔ اگر نِطَس منسوخ کر دانے میں اپنی یا بمسردوں کی دشواری ہو تو مجبوری کی صورت میں طواف زیارت کر لے مگر بندہ یعنی کائے یا اونٹ کی قربانی لازم آئے گی اور توبہ کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا گناہ ہے۔ اگر بارہویں کے غروب آفتاب تک طہارت کر کے طواف الہویارۃ کا اعادہ کرنے میں کامیابی ہو گئی تو کفارہ ساقط ہو گیا اور بارہویں کے بعد اگر پاک ہونے کے بعد موقع مل گیا اور اعادہ کر لیا تو پختہ ساقط ہو گیا مگر دم دینا ہو گا۔

سوال: عورتیں حیض روکنے کی گولیاں استعمال کرتی ہیں جس سے باری کے دنوں میں حیض نہیں آتا تو ان باری کے دنوں میں جب کہ حیض بند ہو طواف الہویارۃ کر سکتی ہیں یا نہیں؟

جواب: کر سکتی ہیں۔

سوال: جنابت (یعنی اجہام) کی حالت میں دسویں کو کسی نے طواف الہویارۃ کر لیا پھر گیارہویں کو یاد آیا تو کیا سزا ہے؟

جواب: اس کا اعادہ (یعنی دوبارہ لوٹنا) واجب ہے۔ اگر بارہویں کے غروب آفتاب سے پہلے پاک کی حالت میں اعادہ کر لیا تو کوئی کفارہ نہیں اگر بارہویں کے بعد کیا تو دم اور اگر اعادہ کیا ہی نہیں تو پختہ دے۔

سوال: اگر کسی نے بے وضو طواف الہویارۃ کر لیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: دم واجب ہو گیا۔ ہاں! با وضو اعادہ کرنا مُسْتَحَب ہے نیز اعادہ کر لینے سے دم بھی واجب نہ رہا بلکہ بارہویں کے بعد بھی اگر اعادہ کر لیا تو دم ساقط ہو گیا۔

سوال: ناپاک کپڑوں میں طواف الہویارۃ کیا تو کیا کفارہ ہے؟

اور اگر کسی اور نے اُسے کندھے پر اٹھا کر طواف کیا تو اُس کا طواف نہ ہوا مگر جب کہ یہ مجبور ہو خود نہ کر سکتا ہو مثلاً بیہوش ہے۔ (2)

مسئلہ ۳: بیہوش کو پیٹھ پر لا کر یا کسی اور چیز پر اٹھا کر طواف کرایا اور اس میں اپنے طواف کی بھی نیت کر لی تو دونوں کے طواف ہو گئے اگرچہ دونوں کے دو قسم کے طواف ہوں۔

مسئلہ ۴: اس طواف کا وقت دسویں کی طلوع فجر سے ہے، اس سے قبل نہیں ہو سکتا۔ (3)

مسئلہ ۵: اس میں بلکہ مطلق ہر طواف میں نیت شرط ہے، اگر نیت نہ ہو طواف نہ ہوا مثلاً دشمن یا درندے سے بھاگ کر پھیرے کیے طواف نہ ہوا بخلاف وقوف عرفہ کہ وہ بغیر نیت بھی ہو جاتا ہے مگر یہ نیت شرط نہیں کہ یہ طواف زیارت ہے۔ (4)

جواب: کوئی کفارہ نہیں لہذا ناپاک کپڑوں میں ہر قسم کا طواف مکروہ ہے۔

حوال: دسویں کو طواف الزیارة کے لئے باہر ہوئے مگر غلطی سے نفلی طواف کی نیت کر لی، اب کیا کرنا چاہیے؟

جواب: آپ کا طواف زیارت ادا ہو گیا۔ یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ طواف میں نیت ضرور فرض ہے کہ اس کے بغیر طواف ہوتا ہی نہیں مگر اس میں یہ شرط نہیں کہ کسی معین (یعنی مخصوص) طواف کی نیت کی جائے۔ ہر طواف فقط نیت طواف سے ادا ہو جاتا ہے، بلکہ جس طواف کو کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے اگر اُس مخصوص وقت میں آپ نے کسی دوسرے طواف کی نیت کی بھی، جب بھی یہ دوسرا نہ ہوگا بلکہ وہ ہوگا جو مخصوص ہے۔ مثلاً عمرہ کا احرام باندھ کر باہر سے حاضر ہوئے اور عمرہ کے طواف کی نیت نہ کی بلکہ صرف مطلقاً طواف کی نیت کی بلکہ نفلی طواف کی نیت کی، ہر صورت میں یہ عمرہ ہی کا طواف مانا جائے گا۔ اسی طرح قرآن کا احرام باندھ کر حاضر ہوئے اور آنے کے بعد جو پہلا طواف کیا وہ عمرہ کا ہے اور دوسرا طواف طواف قدوم۔

حوال: طواف زیارت کے چار پھیرے کر کے وطن چلا گیا تو کیا سزا ہے؟

جواب: اس طواف میں چار پھیرے فرض ہیں اور ساتوں پورے کرنا واجب اگر سات میں سے ایک پھیرا بھی کم رہ گیا تو دم واجب ہے اور دم صرف خُذْ دُخْرَم میں دیا جاسکتا ہے، لہذا کسی خُنا سا وغیرہ کے ذریعہ خرم میں قربانی کروادیں۔

حوال: اگر طواف زیارت کے بغیر وطن چلا گیا تو کیا کفارہ ہے؟

جواب: کفارے سے گزارہ نہیں کیونکہ حج ہی نہ ہوا اب لازمی ہے کہ دوبارہ مکہ مکرمہ آئیں اور طواف زیارت کریں، جب تک طواف زیارت نہیں کریں گے عورتیں حلال نہیں ہوں گی چاہے برسوں گزر جائیں۔

(2) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب: فی طواف الزیارة، ج ۳، ص ۶۱۴۔

(3) الجوهرة النيرة کتاب الحج، ص ۲۰۵۔

(4) الجوهرة النيرة، کتاب الحج، ص ۲۰۵۔

مسئلہ ۶: عید اضحیٰ کی نماز وہاں نہیں پڑھی جائے گی۔ (5)

(۲۰) قارن و مفرد طواف قدوم میں اور متمتع بعد احرام حج کسی طواف نفل میں حج کے رمل و سعی دونوں یا صرف سعی کر چکے ہوں تو اس طواف میں رمل و سعی کچھ نہ کریں اور (۱) اگر اس میں رمل و سعی کچھ نہ کیا ہو یا (۲) صرف رمل کیا ہو یا (۳) جس طواف میں کیے تھے وہ عمرہ کا تھا جیسے قارن و متمتع کا پہلا طواف یا (۴) وہ طواف بے طہارت کیا تھا یا (۵) شوال سے پیشتر کے طواف میں کیے تھے تو ان پانچوں صورتوں میں رمل و سعی دونوں اس طواف فرض میں کریں۔

(۲۱) کمزور اور عورتیں اگر بھیڑ کے سبب دسویں کو نہ جائیں تو اس کے بعد گیارہویں کو افضل ہے اور اس دن یہ بڑا نفع ہے کہ مطاف خالی ملتا ہے گنتی کے بیس تیس آدمی ہوتے ہیں عورتوں کو بھی باطمینان تمام ہر پھیرے میں سنگ اسود کا بوسہ ملتا ہے۔

(۲۲) جو گیارہویں کو نہ جائے بارہویں کو کر لے اس کے بعد بلا عذر تاخیر گناہ ہے، جرمانہ میں ایک قربانی کرنی ہوگی۔ ہاں مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آگیا تو ان کے ختم کے بعد طواف کرے مگر حیض یا نفاس سے اگر ایسے وقت پاک ہوئی کہ نہا دھو کر بارہویں تاریخ میں آفتاب ڈوبنے سے پہلے چار پھیرے کر سکتی ہو کر نا واجب ہے، نہ کرے گی گنہگار ہوگی۔ یوہیں اگر اتنا وقت اُسے ملا تھا کہ طواف کر لیتی اور نہ کیا اب حیض یا نفاس آگیا تو گنہگار ہوئی۔ (6)

(۲۳) بہر حال بعد طواف دو رکعت بدستور پڑھیں، اس طواف کے بعد عورتیں بھی حلال ہو جائیں گی اور حج پورا ہو گیا کہ اس کا دوسرا رکن یہ طواف تھا۔

مسئلہ ۷: اگر یہ طواف نہ کیا تو عورتیں حلال نہ ہوں گی اگرچہ برسیں گزر جائیں۔ (7)

مسئلہ ۸: بے وضو یا جنابت میں طواف کیا تو احرام سے باہر ہو گیا، یہاں تک کہ اس کے بعد جماع کرنے سے حج فاسد نہ ہوگا اور اگر الٹا طواف کیا یعنی کعبہ کی بائیں جانب سے تو عورتیں حلال ہو گئیں مگر جب تک مکہ میں ہے اس طواف کا اعادہ کرے اور اگر نجس کپڑا پہن کر طواف کیا تو مکروہ ہوا اور بقدر مانع نماز ستر گھلا رہا تو ہو جائے گا مگر دم لازم ہے۔ (8)

(5) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی طواف الزیارة، ج ۳، ص ۶۱۷۔

(6) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی طواف الزیارة، ج ۳، ص ۶۱۶۔

(7) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۲۔

(8) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس، ج ۱، ص ۲۳۲۔ والجوبہ فی الخیرۃ، کتاب الحج، ص ۲۰۶۔

(۲۴) دسویں، گیارھویں، بارھویں کی راتیں منیٰ ہی میں بسر کرنا سنت ہے، نہ مزدلفہ میں نہ مکہ میں نہ راہ میں، لہذا جو شخص دس یا گیارہ کو طواف کے لیے گیا واپس آکر رات منیٰ ہی میں گزارے۔

مسئلہ ۹: اگر اپنے آپ منیٰ میں رہا اور اسباب وغیرہ مکہ کو بھیج دیا یا مکہ ہی میں چھوڑ کر عرفات کو گیا تو ارضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے، تو کراہت ہے ورنہ نہیں۔ (۹)



باقی دنوں کی رَمی

(۲۵) گیارہویں تاریخ بعد نماز ظہر امام کا خطبہ سن کر پھر رَمی کو چلو، ان ایام میں رَمی ثمرہ اولیٰ سے شروع کرو جو مسجد خیف سے قریب ہے، اس کی رَمی کو راو مکہ کی طرف سے آکر چڑھائی پر چڑھو کہ یہ جگہ نسبت جمرۃ العقبہ کے بلند ہے، یہاں رُوب قبلہ سات کنکریاں بطور مذکور مار کر ثمرہ سے کچھ آگے بڑھ جاؤ اور قبلہ رو دعا میں یوں ہاتھ اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں قبلہ کو رہیں۔ حضور قلب سے حمد و درود و دعا و استغفار میں کم سے کم بیس آیتیں پڑھنے کی قدر مشغول رہو، ورنہ پون پارہ یا سورہ بقرہ کی مقدار تک۔

(۲۶) پھر ثمرہ وسطیٰ پر جا کر ایسا ہی کرو (۲۷) پھر جمرۃ العقبہ پر مگر یہاں رَمی کر کے نہ ٹھہرو معا پلٹ آؤ، پلٹتے میں دے کرو۔

(۲۸) بعینہ اسی طرح بارہویں تاریخ بعد زوال تینوں جمرے کی رَمی کرو، بعض لوگ دوپہر سے پہلے آج رَمی کر کے مکہ معظمہ کو چل دیتے ہیں۔ یہ ہمارے اصل مذہب کے خلاف اور ایک ضعیف روایت ہے تم اس پر عمل نہ کرو۔

(۲۹) بارہویں کی رَمی کر کے غروب آفتاب سے پہلے پہلے اختیار ہے کہ مکہ معظمہ کو روانہ ہو جاؤ مگر بعد غروب چلا جانا معیوب۔ اب ایک دن اور ٹھہرنا اور تیرہویں کو بدستور دوپہر ڈھلے رَمی کر کے مکہ جانا ہوگا اور یہی افضل ہے، مگر عام لوگ بارہویں کو چلے جاتے ہیں تو ایک رات دن یہاں اور قیام میں قلیل جماعت کو دقت ہے اور اگر تیرہویں کی صبح ہوگئی تو اب بغیر رَمی کیے جانا جائز نہیں، جائے گا تو ذمہ واجب ہوگا۔ دسویں کی رَمی کا وقت اوپر مذکور ہوا۔

گیارہویں بارہویں کا وقت آفتاب ڈھلنے (ظہر کا وقت شروع ہونے) سے صبح تک ہے مگر رات میں یعنی آفتاب ڈوبنے کے بعد مکہ رو ہے اور تیرہویں کی رَمی کا وقت صبح سے آفتاب ڈوبنے تک ہے مگر صبح سے آفتاب ڈھلنے تک مکہ روہ وقت ہے، اس کے بعد غروب آفتاب تک مسنون۔ لہذا اگر پہلی تین تاریخوں ۱۰، ۱۱، کی رَمی دن میں نہ کی ہو تو رات میں کر لے پھر اگر بغیر غدر ہے تو کراہت ہے، ورنہ کچھ نہیں اور اگر رات میں بھی نہ کی تو قضا ہوگئی، اب دوسرے دن اس کی قضا دے اور اس کے ذمہ کفارہ واجب اور اس قضا کا بھی وقت تیرہویں کے آفتاب ڈوبنے تک ہے، اگر تیرہویں کو آفتاب ڈوب گیا اور رَمی نہ کی تو اب رَمی نہیں ہو سکتی اور ذمہ واجب۔ (۱)

گیارہ اور بارہ کی رزی

مدینہ (۱) گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارنا ہے۔ اس کی ترتیب یہ ہے:

پہلے خنزۃ لدلی (یعنی چھوٹا شیطان) پھر خنزۃ الوسطی (یعنی منجھلا شیطان) اور آخر میں خنزۃ الغقبہ (یعنی بڑا شیطان)

مدینہ (۲) دوپہر کے بعد خنزۃ لدلی (یعنی چھوٹے شیطان) پر آئیں اور قبلہ کی طرف منہ کر کے سات کنکریاں ماریں (کنکریاں مار کر جرہ سے کچھ آگے بڑھ جائیں اور اگلے ہاتھ کی جانب ہٹ کر قبلہ رو کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں کہ ہتھیلیاں آسمان کی طرف رہیں، اب دُعا و استغفار میں کم از کم بیس آیتیں پڑھنے کی مقدار مشغول رہیں۔

مدینہ (۳) اب خنزۃ الوسطی (یعنی منجھلا شیطان) پر بھی اسی طرح کیجئے۔

مدینہ (۴) پھر آخر میں خنزۃ الغقبہ (یعنی بڑے شیطان) پر اسی طرح ہی کیجئے جس طرح آپ نے دس تاریخ کو کی تھی (یاد رہے بڑے شیطان کی رزی کے بعد آپ کو ٹھہرنا نہیں ہے، فوراً پلٹ پڑنا ہے اور اسی دوران دُعا بھی کرنا ہے۔

مدینہ (۵) بارہویں کو بھی اسی طرح تینوں جہرات کی رزی کیجئے۔

مدینہ (۶) گیارہویں اور بارہویں کی رزی کا وقت زوال آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے۔ بے شمار لوگ صبح ہی سے رزی شروع کر دیتے ہیں یہ غلط ہے اور اس طرح کرنے سے رزی ہوتی ہی نہیں۔ گیارہویں یا بارہویں کو زوال سے پہلے اگر کسی نے رزی کر لی اور اسی دن اگر اعادہ نہ کیا تو دم واجب ہو جائے گا۔

مدینہ (۷) بارہویں کی زمیگر کے اختیار ہے کہ غروب آفتاب سے قبل مکہ منکفلہ کے لیے روانہ ہو جائیں۔ اگر آپ ابھی منی شریف کی خُذو میں تھے اور سورج غروب ہو گیا تو اب چلا جانا منع ہے۔ اب منی ہی میں قیام کر کے تیرہویں کو دوپہر ڈھینے کے بعد بدستور تینوں شیطانوں کو کنکریاں مار کر مکہ مکرمہ جائیں کہ یہی افضل ہے اگر چلے گئے تو کفارہ وغیرہ واجب نہیں۔

مدینہ (۸) اگر منی شریف کی خُذو دہی میں تیرہویں کی صبح صادق ہو گئی اب رزی کرنا واجب ہو گیا اگر بغیر رزی کئے چلے گئے تو دم واجب ہوگا۔

مدینہ (۹) گیارہویں اور بارہویں کی رزی کا وقت آفتاب ڈھلنے (یعنی ظہر کا وقت شروع) ہونے سے صبح تک ہے مگر بلا غدر آفتاب ڈوبنے کے بعد رزی کرنا مکروہ ہے۔

مدینہ (۱۰) تیرہویں کی رزی کا وقت صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے مگر صبح سے ابتدائے وقت ظہر تک مکروہ وقت ہے، ظہر کا وقت شروع ہونے کے بعد مسکون ہے۔

مدینہ (۱۱) کسی دن کی رزی اگر وہ مہینی تو دوسرے دن قضا کر لیجئے اور دم بھی دینا ہوگا۔ قضا کا آخری وقت تیرہویں کے غروب آفتاب تک

مسئلہ: اگر بالکل زمی نہ کی جب بھی ایک ہی دم واجب ہوگا۔ (2)

مدینہ (۱۲) زمی ایک دن کی روگنی اور آپ نے تیر ہوئی کے غروب آفتاب سے پہلے پھٹا کر لی تب بھی اگر نہیں کی جب بھی یا ایک سے زیادہ دنوں کی روگنی بندہ بالکل زمی کی ہی نہیں ہر صورت میں صرف ایک ہی دم واجب ہے۔

مدینہ (۱۳) زائد ہجی ہوئی کنکریاں کسی کو ضرورت ہو تو اس کو دے دیجئے یا کسی پاک جگہ ڈال دیجئے، ان کو جروں پر پھینک دینا مکروہ ہے۔

مدینہ (۱۴) آپ نے کنکری ماری اور وہ کسی کے سر وغیرہ سے ٹکرا کر جروہ کو لگی یا تین ہاتھ کے فاصلے پر گری تو جائز ہوگئی۔

مدینہ (۱۵) اوپر کی منزل سے زمی کی اور کنکری خمرہ کے گردنی ہوئی یہ بالہ غماضیل (یعنی باؤنڈری) میں گری تو جائز ہوگئی کیونکہ فصیل میں سے ٹھک کر یا تو جروہ کو لگتی ہے یا تین ہاتھ کے فاصلے کے اندر اندر گرتی ہے۔

مدینہ (۱۶) ہاں! اگر آپ کی کنکری کسی پر گری اور اس نے ہاتھ وغیرہ کا جھٹکا دیا اور اس کی وجہ سے اگر وہاں تک پہنچ گئی تو یہ شمار نہیں ہوگی۔

مدینہ (۱۷) اگر ٹھک ہو کہ کنکری اپنی جگہ پہنچے یا نہیں تو دوبارہ ماریں۔

زمی کے بارہ مکروہات

مدینہ (۱) دسویں کی زمی بغیر مجبوری کے غروب آفتاب کے بعد کرنا۔

مدینہ (۲) تیر ہوئی کی زمی ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے کرنا۔

مدینہ (۳) بڑا پتھر مارنا۔

مدینہ (۴) بڑے پتھر کو توڑ کر کنکریاں بنانا۔

مدینہ (۵) مسجد کی کنکریاں مارنا۔

مدینہ (۶) جروہ کے نیچے جو کنکری پڑی ہے اسے اٹھا کر مارنا کہ یہ مقبول کنکریاں ہیں جو مقبول ہوتی ہیں وہ اٹھالی جاتی ہیں اور قیامت کے دن نیکیوں کے پڑے سے بھی جائیں گی۔

مدینہ (۷) جان بوجھ کر سات سے زیادہ کنکریاں مارنا۔

مدینہ (۸) پاک کنکریاں مارنا۔

مدینہ (۹) زمی کے لیے جو نعمت مقرر ہوئی اس کے خلاف کرنا (جدا بڑے شیطان کو مارتے وقت کعبہ شریف اُٹنے ہاتھ کی طرف اور منی سے ہاتھ کی طرف ہونا چاہئے باقی دونوں خجروں کو مارتے وقت آپ کا منہ قبلہ کی جانب ہونا چاہئے۔)

مدینہ (۱۰) جروں سے پانچ ہاتھ سے کم فاصلے پر کھڑے ہونا۔ زیادہ کا کوئی مضائقہ نہیں۔

مدینہ (۱۱) جروں میں خلاف ترتیب کرنا۔

مدینہ (۱۲) مارنے کے بعد کنکری جروے کے قریب ڈال دینا۔

(2) الباب المساک، (باب رمی الجمار و احکامہ فصل رمی النجوم الرابع) ص ۲۳۳۔

مسئلہ ۲: کنکریاں چاروں دن کے واسطے لی تھیں یعنی ستر اور بارھویں کی زمی کر کے مکہ جانا چاہتا ہے تو اگر اور کو ضرورت ہو اُسے دیدے، ورنہ کسی پاک جگہ ڈال دے۔ جردوں پر پچی ہوئی کنکریاں پھینکنا مکروہ ہے اور دفن کرنے کی بھی حاجت نہیں۔ (3)

مسئلہ ۳: زمی پیدل بھی جائز ہے اور سوار ہو کر بھی مگر افضل یہ ہے کہ پہلے اور دوسرے جردوں پر پیدل زمی کرے اور تیسرے کی سواری پر۔ (4)

مسئلہ ۴: اگر کنکری کسی شخص کی پیٹھ یا کسی اور چیز پر پڑی اور ہلکی رہ گئی تو اُس کے بدلے کی دوسری مارے اور اگر گر پڑی اور وہاں گری جہاں اُس کی جگہ ہے یعنی جمرہ سے تین ہاتھ کے فاصلہ کے اندر تو جائز ہو گئی۔ (5)

مسئلہ ۵: اگر کنکری کسی شخص پر پڑی اور اُس پر سے جمرہ کو لگی تو اگر معلوم ہو کہ اُس کے دفع کرنے سے جمرہ پر پچی تو اس کے بدلے کی دوسری کنکری مارے اور معلوم نہ ہو جب بھی احتیاط یہی ہے کہ دوسری مارے۔ یوہیں اگر شک ہو کہ کنکری اپنی جگہ پر پچی یا نہیں تو اعادہ کر لے۔ (6)

مسئلہ ۶: ترتیب کے خلاف زمی کی تو بہتر یہ ہے کہ اعادہ کر لے اور اگر پہلے جمرہ کی زمی نہ کی اور دوسرے تیسرے کی کی تو پہلے پر مار کر پھر دوسرے اور تیسرے پر مار لینا بہتر ہے اور اگر تین تین کنکریاں ماری ہیں تو پہلے پر چار اور مارے اور دوسرے تیسرے پر سات سات اور اگر چار چار ماری ہیں تو ہر ایک پر تین تین اور مارے اور بہتر یہ ہے کہ سرے سے زمی کرے اور اگر یوں کیا کہ ایک ایک کنکری تینوں پر مار آیا پھر ایک ایک، یوہیں سات سات سات سات کنکریاں پوری کیں تو پہلے جمرہ کی زمی ہو گئی اور دوسرے پر تین اور مارے اور تیسرے پر چھ تو زمی پوری ہو گئی۔ (7)

مسئلہ ۷: جو شخص مریض ہو کہ جمرہ تک سواری پر بھی نہ جاسکتا ہو، وہ دوسرے کو حکم کر دے کہ اس کی طرف سے زمی کرے اور اُس کو چاہیے کہ پہلے اپنی طرف سے سات کنکریاں مارنے کے بعد مریض کی طرف سے زمی کرے یعنی جب کہ خود زمی نہ کر چکا ہو اور اگر یوں کیا کہ ایک کنکری اپنی طرف سے ماری پھر ایک مریض کی طرف سے، یوہیں سات بار کیا تو مکروہ ہے اور مریض کے بغیر حکم زمی کر دی تو جائز نہ ہوئی اور اگر مریض میں اتنی طاقت نہیں کہ زمی کرے تو

(3) لباب المناسک والمسک المحقق، (باب رمی الجمار وأحكامه، فصل رمی اليوم الرابع)، ص ۲۴۴۔

(4) الدر المختار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۶۲۰، وغیرہ۔

(5) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۴۔

(6) لباب المناسک، (باب رمی الجمار وأحكامه، فصل فی الرمی وشراطہ وواجباتہ)، ص ۲۴۵۔

(7) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۴۔

بہتر یہ کہ اس کا ساتھی اس کے ہاتھ پر کنکری رکھ کر رمی کرائے۔ یوہیں بیہوش یا مجنون یا ناسمجھ کی طرف سے اس کے ساتھ واسلے رمی کر دیں اور بہتر یہ کہ ان کے ہاتھ پر کنکری رکھ کر رمی کرائیں۔ (8)

مسئلہ ۸: گن کرائیس ۲۱ کنکریاں لے گیا اور رمی کرنے کے بعد دیکھتا ہے کہ چار بچی ہیں اور یہ یاد نہیں کہ کون سے جمرہ پر کمی کی تو پہلے پر یہ چار کنکریاں مارے اور دونوں پچھلوں پر سات سات اور اگر تین بچی ہیں تو ہر ایک پر ایک ایک اور اگر ایک یا دو ہوں جب بھی ہر جمرہ پر ایک ایک۔ (9)

(۳۰) رمی سے پہلے حلق جائز نہیں۔

(۳۱) گیارہویں بارہویں کی رمی دوپہر سے پہلے اصلاً صحیح نہیں۔



(8) باب المناسک والمساکل المحیط، (باب رمی الجمار و احکامہ) ص ۲۴۷۔

(9) فتح القدیر، کتاب الحج، باب الاحرام، ج ۲، ص ۳۹۱۔

رَمی میں بارہ چیزیں مکروہ ہیں

(۳۲) رَمی میں یہ چیزیں مکروہ ہیں:

- 1- دسویں کی رَمی غروب آفتاب کے بعد کرنا۔
- 2- تیرھویں کی رَمی دوپہر سے پہلے کرنا۔
- 3- رَمی میں بڑا پتھر مارنا۔
- 4- بڑے پتھر کو توڑ کر کنکریاں بنانا۔
- 5- مسجد کی کنکریاں مارنا۔
- 6- جمرہ کے نیچے جو کنکریاں پڑی ہیں اٹھا کر مارنا کہ یہ مردود کنکریاں ہیں، جو قبول ہوتی ہیں اٹھالی جاتی ہیں کہ قیامت کے دن نیکیوں کے پلے میں رکھی جائیں گی، ورنہ جمرہ کے گرد پہاڑ ہو جاتے۔
- 7- ناپاک کنکریاں مارنا۔
- 8- سات سے زیادہ مارنا۔
- 9- رَمی کے لیے جو جہت مذکور ہوئی اس کے خلاف کرنا۔ (1)
- 10- جمرہ سے پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ پر کھڑا ہونا زیادہ کا مضائقہ نہیں۔
- 11- جمرہ میں خلاف ترتیب کرنا۔
- 12- مارنے کے بدلے کنکری جمرہ کے پاس ڈال دینا۔



(1) شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوای اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ رفیق الحرمین میں تحریر فرماتے ہیں: لہذا بڑے شیطان کو مارتے وقت کعبہ شریف اُلٹے ہاتھ کی طرف اور مٹی سیدھے ہاتھ کی طرف ہونا چاہیے ہائی دونوں عمروں کو مارتے وقت آپ کا منہ قبلہ کی جانب ہونا چاہیے۔

مکہ معظمہ کو روانگی

(۳۳) اخیر دن یعنی بارہویں خواہ تیرہویں کو جب منیٰ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ چلو وادی محصب (۱) میں کہ جنتہ المعلیٰ کے قریب ہے، سواری سے اتر لو یا بے اترے کچھ دیر ٹھہر کر دعا کرو اور افضل یہ ہے کہ عشا تک نمازیں یہیں پڑھو، ایک نیند لے کر مکہ معظمہ میں داخل ہو۔



(۱) حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

محصب عربی میں کنکرلی زمین کو کہتے ہیں، اب ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ معظمہ سے سے منیٰ جاتے راستہ میں آتی ہے۔ جنت معلیٰ یعنی مکہ معظمہ کے قبرستان سے متصل ہے اسے بطح اور خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۷۵)

عمرے

(۳۴) اب تیرھویں کے بعد جب تک مکہ میں ٹھہرو اپنے اور اپنے پیر، استاد، ماں، باپ، خصوصاً حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اُن کے اصحاب و اہلبیت و حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے جتنے ہو سکیں عمرے کرتے رہو۔ (۱) شیعہ کو کہ مکہ معظمہ سے شمال یعنی مدینہ طیبہ کی طرف تین میل فاصلہ پر ہے، جاؤ وہاں سے عمرہ کا احرام جس طرح اوپر بیان ہوا باندھ کر آؤ اور طوافِ وسعی حسب دستور کر کے حلق یا تقصیر کر لو عمرہ ہو گیا۔ جو حلق کر چکا اور مثلاً اُسی دن دوسرا عمرہ لایا، وہ سر پر آستری پھر والے کافی ہے۔ یوہیں وہ جس کے سر پر قدرتی بال نہ ہوں۔

(۳۵) مکہ معظمہ میں کم سے کم ایک ختم قرآن مجید سے محروم نہ رہے۔



(۱) جب تک مکہ مکرمہ میں رہیں کیا کریں؟

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطا قادری رضوی ضیائی ڈاکٹر کاظم الغزالیہ اپنی کتاب رفیقِ الحرمین میں لکھتے ہیں:

مدینہ (۱) خوب نفلِ طواف کئے جائیں کہ یہ آپ کے لئے نفلِ نماز سے افضل ہے، یہ یاد رہے کہ طوافِ نفل میں طواف کے بعد پہلے ملتزم سے لپٹنا ہے پھر اس کے بعد دو رکعت مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر ادا کرنا ہے۔

مدینہ (۲) کبھی حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کا طواف کریں تو کبھی غوثِ الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا، کبھی اپنے ویر و مرشد کے نام کا کریں تو کبھی اپنے والدین کے نام کا۔

مدینہ (۳) خوب نفلِ روزے رکھ کر فی روزہ لاکھ لاکھ روزے کا ثواب لو لیے، یہ احتیاط فرمائیے کہ اگر آپ مسجدِ حرام میں روزہ افطار کریں یا جب کبھی مسجدِ شریف میں آپ زَم زَم پئیں تو اعتراف کی نیت ہو تا ضروری ہے ورنہ گناہ ہوگا اور وہ بھی لاگہ گناہ! افسوس اب اس مسئلہ کی طرف غمو نا لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی۔

مدینہ (۴) جب جب کعبۃ اللہ پر نظر پڑے تین بار لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کہیں اور دُرود شریف پڑھ کر دُعا مانگیں اِنْ شَاءَ اللَّهُ غُزُو جَلْنَ اَقْبُولِ ہوگی اور یہ ہمیشہ کے لئے ہے کہ جب بھی کعبۃ اللہ شریف پر نظر پڑے وہ وقت دُعا کی قبولیت کا ہوتا ہے۔

مقاماتِ متبرکہ کی زیارت

(۳۶) جنتِ اعلیٰ حاضر ہو کر اُم المؤمنین خدیجہ الکبریٰ و دیگر مدفونین کی زیارت کرے۔

(۳۷) مکان ولادت اقدس حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مکان حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و مکان ولادت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جبل ثور و غار حرا و مسجد الجن و مسجد جبل ابی قیس و غیرہا مکاناتِ متبرکہ کی بھی زیارت سے مشرف ہو (۱)۔

(۱) مکہ مکرمہ کی زیارتیں

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوالباسم عطار قادری رضوی فیاضی و انس بنی کاظم الغلابی اپنی کتاب رفق الحرمین میں لکھتے ہیں:

ولادت گاہِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

یہاں پہنچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کو مرقہ کے کسی بھی قریبی دروازہ سے باہر آ جائیں اور سیدھے ہاتھ پر پہاڑ کے نیچے مکانات کے ساتھ ساتھ چلیں، تھوڑی دیر چلتے کے بعد آپ کو یہ مقدس مکان نظر آ جائے گا۔ اردن رشید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ نے یہاں مسجد تعمیر کروائی تھی، آجکل اس مقدس ترین مکان کو مدرسہ اور لائبریری میں منتقل کر دیا گیا ہے اور اس پر (۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ کو) یہ بورڈ لکھا ہوا دیکھا تھا: مکتبہ مکہ المکرمہ۔

جبل ابی قیس

یہ مقدس پہاڑ بیٹ اللہ شریف کے بالکل سامنے کوہ صفا کے قریب واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا کا سب سے پہلا پہاڑ ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ حجر اسود جنت سے یہیں نازل ہوا تھا، کہتے ہیں ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسی پہاڑ پر جلوہ افروز ہو کر چاند کے دو ٹکڑے فرمائے تھے۔ چونکہ مکہ مکرمہ پہاڑوں کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ چنانچہ اس پر سے چاند دیکھا جاتا تھا لہذا بطور یادگار یہاں مسجد ہال تعمیر کی گئی ہے۔ بعض لوگ اس کو مسجد بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ پہاڑ پر اب شاہی محل تعمیر کر دیا گیا ہے اور انیسویں اس مسجد شریف کو شہید کر دیا گیا ہے ۱۴۰۹ھ کے موسم حج میں اس محل کے قریب بم کے دھماکے ہوئے تھے اور کئی لوگ مارے گئے تھے اس لئے اب محل کے گرد سخت پہرہ رہتا ہے۔ محل کی حفاظت کے پیش نظر اسی پہاڑ کی سرگرمیوں میں بنائے ہوئے وضو خانے بھی ختم کر دیئے گئے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت سیدنا آدم صلی اللہ علیہ السلام اسی جبل ابی قیس پر مدفون ہیں اور ایک روایت کے مطابق مسجد خیف میں جو کہ بنی میں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

(۳۸) حضرت عبدالمطلب کی زیارت کریں اور ابوطالب کی قبر پر نہ جائیں۔ یوہیں جہدہ میں جو لوگوں نے حضرت اُمنا

خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکان

جب تک نئے مدینے کے سلطان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مکہ مکرمہ میں رہے اسی میں سکونت پذیر رہے۔ شہزادی کوئین بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہیں ولادت ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر کثرت سے نودولہ رحمی اسی میں ہوا۔ مسجد حرام کے بعد مکہ مکرمہ میں اس سے بڑھ کر افضل کوئی جگہ نہیں۔ مگر افسوس اکہ اب اس کے نشان تک نہ دیئے گئے ہیں اور لوگوں کے چلنے کے لئے یہاں ہوا فرش بتا دیا گیا ہے۔ مردہ کی پہاڑی کے قریب واقع باب النزوہ سے نکل کر بائیں طرف خسرت بھری ٹکڑوں سے صرف اس مکان مبارک کی نفاذوں کی زیارت کر لیجئے۔

غار جبلی ثور

یہ وہ مقدس غار ہے جہاں نئے مدینے کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے رفیق خاص حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بوقت ہجرت تین رات قیام پذیر رہے۔ اسی جبلی ثور پر قاتل نے سیدنا ہانیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا۔ یہ غار مبارک مکہ مکرمہ کی دائیں جانب مسفکہ کی طرف کم و بیش چار کلومیٹر پر واقع ہے۔

غار جرا

تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ظہور رسالت سے پہلے یہاں ذکر و فکر میں مشغول رہے ہیں۔ یہ قبلہ رخ واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر پہلی رحمی اسی غار میں اتری، وہ اقرا یا نسیم ربک الذی خلقی سے مآلہ یخلد تک پانچ آیتیں ہیں۔ یہ غار مبارک مسجد الحرام سے جانب مشرق تقریباً چار کلومیٹر جبلی ثور پر واقع ہے۔ غار جرا غار ثور سے افضل ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیادہ صحبت اور قرب کے سبب کہا جاتا ہے کہ غار ثور میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تین رات رہے اور غار جرا میں ایک ماہ۔

چاہتے ہیں دل میں گہرا غار ہم

قسم ثور و جرا کی جرم ہے

دار ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اگر کوہ صفا پر چڑھیں تو بائیں طرف کوہ صفا سے بالکل متصل ہے۔ جب کفار کا خوف زیادہ ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنی میں پوشیدہ طور پر رہے۔ اسی گھر میں کئی حضرات مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی مکان میں داخل اسلام ہوئے۔ اسی میں یائیتھا النبی حبیبک اللہ وامن اتبعک من المؤمنین نازل ہوئی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان اور ولادت گاہ شریف کے بعد مکہ میں اگر کسی مکان کو فضیلت حاصل ہے تو اسی مکان کو ہے۔ اب اس کی بھی نفاذوں کی زیارت کر کے برکتیں حاصل کیجئے۔

صدق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان مبارک

یہ مسفکہ میں واقع ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس مبارک مکان میں کئی بار تشریف لے گئے۔ ہجرت کی رات بھی

خوارضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار کئی سو ہاتھ کا بنا رکھا ہے وہاں بھی نہ جائیں کہ بے اصل ہے۔

اسی مکان مبارک سے باہر تشریف لا کر غار ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت یہیں ہوئی تھی۔ عشاق نے یہاں بطور یادگار مسجد تعمیر کی تھی۔ آہ! اب شاہجہاں شہر کی خاطر اسے بھی شہید کر دیا گیا ہے۔ اس کی فضاؤں کی زیارت کیجئے اور عشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں دل جلائیے۔

محلہ مسفلہ

یہ محلہ بڑا تاریخی ہے۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہیں رہا کرتے تھے سیدنا صدیق وقار وق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی محلہ میں حیاتِ ام پذیر تھے۔ یہ محلہ خانہ کعبہ کے حصہ دیوار مستحار کی جانب واقع ہے۔

جنت المعلیٰ

جنت البقیع کے بعد جنت المعلیٰ دنیا کا سب سے افضل ترین قبرستان ہے۔ یہاں ائمہ المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور کئی صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اولیاء اور صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات مقدسہ ہیں۔ آہ! اب ان کے ٹپے وغیرہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ مزارات کو ہمسار کر کے ان میں راستے نکالے گئے۔ لہذا باہر رہ کر دوری سے سلام عرض کرنا مناسب ہے تاکہ ہمارے گندے پاؤں اہل اللہ کے مزارات پر نہ پڑیں اس طرح سلام پیش کریں:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْيَتَامَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَا جَفَوْنَط نَسْئَلُ اللَّهَ لِقَا وَلَكُمْ الْعَافِيَةَ

ترجمہ: سلام ہو آپ پر اسے قبروں میں رہنے والوں مومنوں اور مسلمانوں! اور ہم بھی اہل خفاء اللہ غر و جنت! آپ سے ملنے والے ہیں۔ ہم اللہ غر و جنت کے پاس آپ کی اور اپنی عافیت کے طالب ہیں۔

اپنے لئے اپنے والدین اور تمام ائمتہ کے لئے بالخصوص اہل جنت المعلیٰ کے لئے دیر تک دعا مانگ کر اور ایصالِ ثواب کر کے لوٹئے۔

مسجد حن

یہ مسجد جنت المصلیٰ کے قریب واقع ہے سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نماز فجر میں قرآن پاک کی ہر دو سن کر یہاں جنات مسلمان ہوئے تھے۔

مسجد الزانیہ

یہ مسجد حن کے قریب ہی سیدھے ہاتھ کی طرف ہے۔ رتہ غزلی میں جہنم کو کہتے ہیں۔ یہ وہ تاریخی مقام ہے جہاں فتح مکہ کے موقع پر ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا جہنم اثریہ نصب فرمایا تھا۔

مسجد جعثرانہ

مکہ مکرمہ سے جانب طائف تقریباً چھبیس کلومیٹر پر واقع ہے۔ غزوہ کھنکین سے واپسی پر حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ

(۳۹) سنا کی خدمت سے برکت حاصل کرو۔



یہاں سے غمرہ کا احرام باندھا تھا۔ یہ نہایت ہی پرسوز مقام ہے۔ حضرت سیدنا عبد الوہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں ایک بار رات گزاری تو اس ایک رات میں سو بار سرکار عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار فیض آثار سے خواب میں مشرف ہوئے۔

کعبہ معظمہ کی داخلی

(۴۰) کعبہ معظمہ کی داخلی کمال سعادت ہے اگر جائز طور پر نصیب ہو۔ محرم میں عام داخلی ہوتی ہے مگر سخت کٹکٹش رہتی ہے۔ کمزور مرد کا تو کام ہی نہیں، نہ عورتوں کو ایسے ہجوم میں جرأت کی اجازت، زبردست مرد اگر آپ ایذا سے بچ بھی گیا تو اوروں کو دھکے دیکر ایذا دے گا اور یہ جائز نہیں، نہ اس طرح کی حاضری میں کچھ ذوق ملے اور خاص داخلی بے لین دین میسر نہیں اور اس پر لینا بھی حرام اور دینا بھی حرام۔ حرام کے ذریعہ ایک مستحب ملا بھی تو وہ بھی حرام ہو گیا، ان مفاسد سے نجات نہ ملے تو حطیم کی حاضری غنیمت جانے، اوپر گزرا کہ وہ بھی کعبہ ہی کی زمین ہے۔

اور اگر شاید بن پڑے یوں کہ خدام کعبہ سے صاف ٹھہر جائے کہ داخلی کے عوض کچھ نہ دیں گے، اس کے بعد یا قبل چاہے ہزاروں روپے دیدے تو کمال ادب ظاہر و باطن کی رعایت سے آنکھیں نیچی کیے گردن ٹھکائے، گناہوں پر شرماتے، جلال رب العزۃ سے لرزتے کانپتے بسم اللہ کہہ کر پہلے سیدھا پاؤں بڑھا کر داخل ہو اور سامنے کی دیوار تک اتنا بڑھے کہ تین ہاتھ کا فاصلہ رہے۔ وہاں دو رکعت نفل غیر وقت مکروہ میں پڑھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی ہے پھر دیوار پر رخسارہ اور مونہ رکھ کر حمد و زور و دُعا میں کوشش کرے۔ یوہیں نگاہ نیچی کیے چاروں گوشوں پر جائے اور دعا کرے اور ستونوں سے چٹے اور پھر اس دولت کے ملنے اور حج و زیارت کے قبول کی دعا کرے اور یوہیں آنکھیں نیچی کیے واپس آئے اوپر یا ادھر ادھر ہرگز نہ دیکھے اور بڑے فضل کی امید کرو کہ وہ فرماتا ہے: (وَمَنْ دَخَلَهُ، كَانَ آمِنًا) (۱) جو اس گھر میں داخل ہوا وہ امان میں ہے۔ والحمد للہ۔



حرمین شریفین کے تبرکات

(۳۱) بچی ہوئی بچی وغیرہ جو یہاں یا مدینہ طیبہ میں خدام دیتے ہیں، ہجر گز نہ لے بلکہ اپنے پاس سے بچی وہاں روشن کر کے باقی اٹھالے۔

مسئلہ ۱: غلاف کعبہ معظمہ جو سال بھر بعد بدلا جاتا ہے اور جو اُتارا گیا فقرا پر تقسیم کر دیا جاتا ہے، اس کو ان فقرا سے خرید سکتے ہیں اور جو غلاف چڑھا ہوا ہے اس میں سے لینا جائز نہیں بلکہ اگر کوئی ٹکڑا جدا ہو کر گر پڑے تو اسے بھی نہ لے اور لے تو کسی فقیر کو دیدے۔

مسئلہ ۲: کعبہ معظمہ میں خوشبو لگی ہو اسے بھی لینا جائز نہیں اور لی تو واپس کر دے اور خواہش ہو تو اپنے پاس سے خوشبو لے جا کر مس کر لائے۔



طواف رخصت

(۴۲) جب ارادہ رخصت کا ہو طواف وداع بے رمل و سعی و اضطباع بجالائے کہ باہر والوں پر واجب ہے۔ ہاں وقت رخصت عورت حیض یا نفاس سے ہو تو اس پر نہیں، جس نے صرف عمرہ کیا ہے اس پر یہ طواف واجب نہیں پھر بعد طواف بدستور دو رکعت مقام ابراہیم میں پڑھے۔

مسئلہ ۱: سفر کا ارادہ تھا طواف رخصت کر لیا مگر کسی وجہ سے ٹھہر گیا، اگر اقامت کی نیت نہ کی تو وہی طواف کافی ہے مگر مستحب یہ ہے کہ پھر طواف کرے کہ پچھلا کام طواف رہے۔ (1)

مسئلہ ۲: مکہ والے اور میقات کے اندر رہنے والے پر طواف رخصت واجب نہیں۔ (2)

مسئلہ ۳: باہر والے نے مکہ میں یا مکہ کے آس پاس میقات کے اندر کسی جگہ رہنے کا ارادہ کیا یعنی یہ کہ اب یہیں رہے گا تو اگر بارہویں تاریخ تک یہ نیت کر لی تو اب اس پر یہ طواف واجب نہیں اور اس کے بعد نیت کی تو واجب ہو گیا اور پہلی صورت میں اگر اپنے ارادہ کو توڑ دیا اور وہاں سے رخصت ہوا تو اس وقت بھی واجب نہ ہوگا۔ (3)

مسئلہ ۴: طواف رخصت میں نفس طواف کی نیت ضرور ہے، واجب و رخصت نیت میں ہونے کی حاجت نہیں، یہاں تک کہ اگر بہ نیت نفل کیا واجب ادا ہو گیا۔ (4)

مسئلہ ۵: حیض والی مکہ معظمہ سے جانے کے قبل پاک ہو گئی تو اس پر یہ طواف واجب ہے اور اگر جانے کے بعد پاک ہوئی تو اسے یہ ضرور نہیں کہ واپس آئے اور واپس آئی تو طواف واجب ہو گیا جب کہ میقات سے باہر نہ ہوئی تھی اور اگر جانے سے پہلے حیض ختم ہو گیا مگر نہ غسل کیا تھا، نہ نماز کا ایک وقت گزرا تھا تو اس پر بھی واپس آنا واجب نہیں۔ (5)

مسئلہ ۶: جو بغیر طواف رخصت کے چلا گیا تو جب تک میقات سے باہر نہ ہوا واپس آئے اور میقات سے باہر

(1) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیت اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۴، وغیرہ۔

(2) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیت اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۴۔

(3) المرجع سابق۔

(۴) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی طواف الصدر، ج ۳، ص ۶۲۲۔

(5) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیت اداء الحج، ج ۱، ص ۲۳۵۔

ہونے کے بعد یاد آیا تو واپس ہونا ضرور نہیں بلکہ دم دیدے اور اگر واپس ہو تو عمرہ کا احرام باندھ کر واپس ہو اور عمرہ سے فارغ ہو کر طوافِ رخصت بجالائے اور اس صورت میں دم واجب نہ ہوگا۔ (6)

مسئلہ ۷: طوافِ رخصت کے تین پھیرے چھوڑ گیا تو ہر پھیرے کے بدلے صدقہ دے۔ (7)

(۳۳) طوافِ رخصت کے بعد زمزم پر آکر اسی طرح پانی پیے، بدن پر ڈالے۔

(۳۴) پھر دروازہ کعبہ کے سامنے کھڑا ہو کر آستانہ پاک کو بوسہ دے اور قبولِ حج و زیارت اور بار بار حاضری کی دعا مانگے اور وہی دُعا جامع پڑھے یا یہ پڑھے:

السَّائِلُ بِبَيْتِكَ يَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَمَعْرُوفِكَ وَيَزُجُّ رَحْمَتِكَ. (8)

(۳۵) پھر متزم پر آکر غلاف کعبہ تمام کر اسی طرح چٹو، ذکر و درود دعا کی کثرت کرو۔ اس وقت یہ دُعا پڑھو:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ اَللّٰهُمَّ فَكُنَا هَدِيَّتَنَا لِهَذَا فَتَقَبَّلْهُ مِنَّا وَلَا تَجْعَلْ هَذَا آخِرَ الْعَهْدِ مِنْ بَيْتِكَ الْحَرَامِ وَارْزُقْنِي الْعَوْدَ اِلَيْهِ حَتَّى تَرْضَى بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ. (9)

(۳۶) پھر حجرِ پاک کو بوسہ دو اور جو آنسو رکھتے ہو گراؤ اور یہ پڑھو:

يَا مُيْمِنُ اللّٰهُ فِيْ اَرْضِهِ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ وَكَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا اِنِّيْ اُشْهِدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاُشْهِدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا اُوْدِعُكَ هَذِهِ الشَّهَادَةَ لِتَشْهَدَ لِيْ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ يَوْمِ الْقِيَمَةِ يَوْمَ الْفَرَجِ اَلَا كُبِّرَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ عَلَى ذٰلِكَ وَاُشْهِدُ مَلَائِكَتَكَ الْكَرَامَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ. (10)

(6) المرجع السابق، ورد المختار، کتاب الحج، مطلب فی طواف الصدر، ج ۳، ص ۶۲۲.

(7) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۲۳۶.

(8) تیرے دروازہ پر سائل تیرے فضل و احسان کا سوال کرتا ہے اور تیری رحمت کا امیدوار ہے۔

(9) حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے جس نے ہمیں ہدایت کی، اللہ (عزوجل) ہم کو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، الہی! جس طرح ہمیں تو نے اس کی ہدایت کی ہے تو قبول فرما اور بیت الحرام میں یہ ہماری آخری حاضری نہ کر اور اس کی طرف پھر لوٹنا ہمیں نصیب کرنا تاکہ تو اپنی رحمت کے سبب راضی ہو جا۔

اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان اور حمد ہے اللہ (عزوجل) کے لیے جو رب ہے تمام جہان کا اور اللہ (عزوجل) درود بھیجے ہمارے سردار محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کی آل و اصحاب سب پر۔

(10) اے زمین میں اللہ (عزوجل) کے یمن! میں تجھے گواہ کرتا ہوں اور اللہ (عزوجل) کی گواہی کافی ہے کہ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ —

(۴۷) پھر اٹے پاؤں کعبہ کی طرف موٹھ کر کے یا سیدھے چلنے میں پھر پھر کر کعبہ کو حسرت سے دیکھتے، اُس کی جدائی پر

اللہ (عزوجل) کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ (عزوجل) کے رسول ہیں۔

اور میں تیرے پاس اس شہادت کو امانت رکھتا ہوں کہ تو اللہ (عزوجل) کے نزدیک قیامت کے دن جس دن بڑی گھبراہٹ ہوگی تو میرے لیے اس کی شہادت دے گا، اے اللہ (عزوجل)! میں تجھ کو اور تیرے ملائکہ کو اس پر گواہ کرتا ہوں، اللہ (عزوجل) درود بھیجے ہمارے سردار محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کی آل و اصحاب سب پر۔

طواف رخصت کے ۱۹ مَذَنی پھول

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوالجال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اہنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

مدینہ (۱) جب رخصت کا ارادہ ہو اُس وقت آفاقی حاجی پر طواف رخصت واجب ہے، نہ کرنے والے پر ذمہ واجب ہوتا ہے۔

مدینہ (۲) اس میں اضطباع، رُمل اور سنی نہیں۔

مدینہ (۳) غمرے والوں پر واجب نہیں۔

مدینہ (۴) خیش و بغاس والی کی سیٹ بگ ہے تو جاسکتی ہے اُس پر اب یہ طواف واجب نہیں اور ذمہ بھی نہیں۔

مدینہ (۵) طواف رخصت میں صرف طواف کی ٹیٹ ہی کافی ہے، واجب، اداء، وداع (یعنی رخصت) وغیرہ الفاظ ٹیٹ میں شامل ہونا ضروری نہیں یہاں تک کہ طواف نفل کی ٹیٹ کی جب بھی واجب ادا ہو گیا۔

مدینہ (۶) غمر کا ارادہ تھا، طواف رخصت کر لیا پھر کسی وجہ سے ٹھہرنا پڑا جیسا کہ گاڑی وغیرہ میں غموماً تاخیر ہو جاتی ہے اور اقامت کی ٹیٹ نہیں کی تو وہی طواف کافی ہے، دوبارہ کرنے کی حاجت نہیں اور مسجد الحرام میں نماز وغیرہ کے لیے جانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، ہاں مستحب یہ ہے کہ پھر طواف کر لے کہ آخری کام طواف رہے۔

مدینہ (۷) طواف زیارۃ کے بعد جو بھی پہلا نفل طواف کیا وہی طواف رخصت ہے۔

مدینہ (۸) جو بغیر طواف کے رخصت ہو گیا تو جب بیقات سے باہر نہ ہو واپس آئے اور طواف کر لے۔

مدینہ (۹) اگر بیقات سے باہر ہونے کے بعد یاد آیا تو واپس ہونا ضروری نہیں بلکہ ذمہ کے لیے جانور حرم میں بھیج دے، اگر واپس ہو، تو غمرہ کا احرام باندھ کر واپس آئے اور غمرہ سے فارغ ہو کر طواف رخصت بجالائے اب اس صورت میں ذمہ ساقط ہو جائے گا۔

مدینہ (۱۰) طواف رخصت کے تین پھیرے چھوڑے گا تو ہر پھیرے کے بدلے ایک ایک صدقہ دے اور اگر چار سے کم کئے ہیں تو ذمہ دینا ہوگا۔

مدینہ (۱۱) ہو سکے تو بے قراری کے ساتھ روتے ہوئے طواف رخصت بجالائے کہ نہ جانے آئندہ یہ سعادت مُمِیَّر آتی بھی ہے یا نہیں۔

مدینہ (۱۲) بعد طواف پر ستور و زکعت واجب الطواف ادا کیجئے۔

روتے یا رونے کا مونہ بناتے مسجد کریم کے دروازہ سے بایاں پاؤں پہلے بڑھا کر نکلوا اور دعائے مذکور پڑھو اور

مدینہ (۱۳) طوافِ رخصت کے بعد بدستور دم دم شریف پر حاضر ہو کر آبِ دم دم پئیں اور بدن پر ڈالیں۔

مدینہ (۱۴) پھر دروازہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر ہو سکے تو آستانہ پاک کو بوسہ دیں اور قبولِ حج و زیارت اور بار بار حاضری کی دعا مانگیں۔

مدینہ (۱۵) ملتزم پر آ کر غلاف کعبہ تمام کرا سی طرح چٹیں اور نہ کروڑوں دعا کی کثرت کریں۔

مدینہ (۱۶) پھر ممکن ہو تو حجرِ اسود کو بوسہ دیں اور جو آنسو رکھتے ہیں وہ گرائیں۔

مدینہ (۱۷) پھر کعبہ کی طرف منہ کئے اُٹے پاؤں یا حسبِ معمول چلتے ہوئے بار بار مڑ کر کعبہ منظر کو خیرات سے دیکھتے، اُس کی بھائی پر

آنسو بہاتے یا کم از کم رونے جیسی صورت بنائے مسجد الحرام سے ہمیشہ کی طرح اُلٹا پاؤں بڑھا کر باہر نکلیں اور باہر نکلنے کی دعا پڑھیں۔

مدینہ (۱۸) خیف و یغاس والی اسلامی بہن دروازہ مسجد پر کھڑی ہو کر بہ نگاہ خیرت درود کر کعبہ مشرفہ کی زیارت کرے اور روتی ہوئی دعا کرتی ہوئی پلٹے۔

مدینہ (۱۹) پھر بنگلہ بقدرت نثارائے مکتہ منظرہ میں خیرات باتیں۔

طوافِ رخصت کے بارے میں سوال و جواب

سوال: طوافِ رخصت کر لیا پھر گاڑی لیٹ ہو گئی اب نماز کے لئے مسجد الحرام جاسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جاسکتے ہیں بلکہ جتنی بار موقع ملے مزید طواف وغیرہ بھی کر سکتے ہیں۔

سوال: اگر حج کے بعد وطن روانگی سے قبل دو دن خجہ شریف میں کسی عزیز کے ہاں ٹھہرنے کا ارادہ ہے اور پھر بعد میں غزمِ مدینہ ہے تو

طوافِ رخصت کب کریں؟

جواب: خجہ شریف جانے سے پہلے کر لیجئے کنز الذاائق میں ہے کہ طوافِ زیارت کے بعد اگر کوئی نفلی طواف ادا کیا تو وہی طوافِ رخصت

ہے کیونکہ آفاقی کے لئے طوافِ زیارت کے فوراً بعد طوافِ رخصت کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور آگے گزرا کہ ہر طوافِ مطلقاً طواف کی

نیت سے بھی ادا ہو جاتا ہے۔ الحاصل اگر روانگی سے قبل طوافِ زیارت کے بعد اگر کوئی نفلی طواف کر لیا ہے تو طوافِ رخصت ادا ہو گیا۔

سوال: ذتب رخصت آفاقی عورت کو خیف آگیا طوافِ رخصت کا کیا کرے رک جائے یا دم دے کر چلی جائے؟

جواب: اس پر اب طوافِ رخصت واجب نہ رہا جاسکتی ہے۔ دم کی بھی حاجت نہیں۔ (بہار شریعت ج ۱ صفحہ ۶ ص ۱۱۵۱)

سوال: طوافِ رخصت کا ایک پھیرا چھوٹ گیا تو کیا کفارہ ہے؟

جواب: کل (یعنی ساتوں پھیرے) یا اکثر (یعنی چار یا زائد) کے ٹک پر دم ہے اور تین یا اس سے کم پھیروں کے ٹک پر ہر پھیرے

کے بدلے ایک صدقہ۔

سوال: جو مکتہ مکرمہ یا خجہ شریف میں رہتے ہیں کیا ان پر بھی طوافِ رخصت واجب ہے۔

اسکے لیے بہتر باب الخذورہ ہے۔

(۳۸) حیض و نفاس والی عورت دروازہ مسجد پر کھڑی ہو کر بہ نگاہ حسرت دیکھے اور دعا کرتی پلٹے۔

(۳۹) پھر بقدر قدرت فقراے مکہ معظمہ پر تصدیق کر کے متوجہ سرکار اعظم مدینہ طیبہ ہو و باللہ التوفیق۔



جواب: جی نہیں! جو لوگ بیعتات کے باہر سے حج پر آتے ہیں وہ آفاقی حاجی کہلاتے ہیں صرف ان پر طواف رخصت واجب ہوتا ہے۔

سوال: کیا عمرہ کرنے والے پر بھی طواف رخصت واجب ہے؟

جواب: جی نہیں، یہ صرف آفاقی حاجی پر وقت رخصت واجب ہے۔

قرآن کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ) (1)

اور اللہ (عزوجل) کے لیے حج و عمرہ کو پورا کرو۔

(1) پ ۲، البقرہ: ۱۹۶

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اور ان دونوں کو ان کے فرائض و شرائط کے ساتھ خاص اللہ کے لئے بے سستی و نقصان کامل کر دینا حج نام ہے احرام باندھ کر نوں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور مکہ معظمہ کے طواف کا اس کے لئے خاص وقت مقرر ہے جس میں یہ افعال کئے جائیں تو حج ہے مسئلہ: حج بقول رائج ۹ حصے میں فرض ہو اس کے فرضیت قطعی ہے حج کے فرائض یہ ہیں۔ (۱) احرام (۲) عرفہ میں وقوف (۳) طواف زیارت۔ حج کے واجبات (۱) مزدلفہ میں وقوف (۲) صفا و مروہ کے درمیان سعی (۳) رمی جمار اور (۴) آفاقی کے لئے طواف رجوع اور (۵) طاق یا تقصیر عمرہ کے رکن طواف سعی ہیں اور اس کی شرط احرام و حلق ہے حج و عمرہ کے چار طریقے ہیں۔ (۱) افراد بالغ وہ یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں یا ان سے قبل میقات سے یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھے اور دل سے اس کی نیت کرے خواہ زبان سے تلبیہ کے وقت اس کا نام لے یا نہ لے (۲) افراد بالغ وہ یہ ہے کہ میقات سے یا اس سے پہلے اشہر حج میں یا ان سے قبل عمرہ کا احرام باندھے اور دل سے اس کا قصد کرے خواہ وقت تلبیہ زبان سے اس کا ذکر کرے یا نہ کرے اور اس کے لئے اشہر حج میں یا اس سے قبل طواف کرے خواہ اس سال میں حج کرے یا نہ کرے مگر حج و عمرہ کے درمیان المام صحیح کرے اس طرح کہ اپنے اہل کی طرف حلال ہو کر واپس ہو۔ (۳) قرآن یہ ہے کہ حج و عمرہ دونوں کو ایک احرام میں جمع کرے وہ احرام میقات سے باندھا ہو یا اس سے پہلے اشہر حج میں یا اس سے قبل اول سے حج و عمرہ دونوں کی نیت ہو خواہ وقت تلبیہ زبان سے دونوں کا ذکر کرے یا نہ کرے پہلے عمرہ کے افعال ادا کرے پھر حج کرے۔ (۴) تمتع یہ ہے کہ میقات سے یا اس سے پہلے اشہر حج میں یا اس سے قبل عمرہ کا احرام باندھے اور اشہر حج میں عمرہ کرے یا اکثر طواف اس کے اشہر حج میں ہوں اور حلال ہو کر حج کے لئے احرام باندھے اور اسی سال حج کرے اور حج و عمرہ کے درمیان اپنے اہل کے ساتھ المام صحیح نہ کرے۔ (مسکین و فح) مسئلہ: اس آیت سے علماء نے قرآن ثابت کیا ہے۔ (مزید یہ کہ)

مسئلہ: اہل مکہ کے لئے نہ تمتع ہے نہ قرآن اور حدود مواقیت کے اندر کے رہنے والے اہل مکہ میں داخل ہیں۔ مواقیت پانچ ہیں۔ (۱) ذوالحجفہ (۲) ذات عرق (۳) جحفہ (۴) قرن (۵) یلم، ذوالحجفہ: اہل مدینہ کے لئے ذات عرق اہل عراق کے لئے، جحفہ اہل شام کے لئے، قرن اہل نجد کے لئے، یلم اہل یمن کے لئے۔

احادیث

- (حدیث ۱:) ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ صحتی بن معبد تغلبی سے راوی، کہتے ہیں میں نے حج و عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا، امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تو نے اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کی۔ (1)
- (حدیث ۲:) صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا، حج و عمرہ دونوں کو لبیک میں ذکر فرماتے ہیں۔ (2)
- (حدیث ۳:) امام احمد نے ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج و عمرہ کو جمع فرمایا۔ (3)



(1) سنن أبي داود، کتاب المناسک، باب فی الاقران، الحدیث: ۱۷۹۸، ج ۲، ص ۲۲۷.

(2) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی الافراد و القران، الحدیث: ۳۲، ص ۶۳۷.

(3) المسند امام احمد بن حنبل، حدیث أبي طلحة، الحدیث: ۱۶۳۳۶، ج ۵، ص ۵۰۸.

مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: قرآن کے یہ معنی ہیں کہ حج و عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھے یا پہلے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور ابھی طواف کے چار پھیرے نہ کیے تھے کہ حج کو شامل کر لیا یا پہلے حج کا احرام باندھا تھا اس کے ساتھ عمرہ بھی شامل کر لیا، خواہ طواف قدوم سے پہلے عمرہ شامل کیا یا بعد میں۔ طواف قدوم سے پہلے اساءت ہے کہ خلاف سنت ہے مگر دم واجب نہیں اور طواف قدوم کے بعد شامل کیا تو واجب ہے کہ عمرہ توڑ دے اور دم دے اور عمرہ کی قضا کرے اور عمرہ نہ توڑا جب بھی دم دینا واجب ہے۔ (1)

مسئلہ ۲: قرآن کے لیے شرط یہ ہے کہ عمرہ کے طواف کا اکثر حصہ وقوف عرفہ سے پہلے ہو، لہذا جس نے طواف کے چار پھیروں سے پہلے وقوف کیا اس کا قرآن باطل ہو گیا۔ (2)

مسئلہ ۳: سب سے افضل قرآن ہے پھر تمتع پھر افراد۔ (3) قرآن کے احرام کا طریقہ احرام کے بیان میں مذکور ہوا۔

مسئلہ ۴: قرآن کا احرام میقات سے پہلے بھی ہو سکتا ہے اور شوال سے پہلے بھی مگر اس کے افعال حج کے مہینوں میں کیے جائیں، شوال سے پہلے افعال نہیں کر سکتے۔ (4)

مسئلہ ۵: قرآن میں واجب ہے کہ پہلے سات پھیرے طواف کرے اور ان میں پہلے تین پھیروں میں رمل سنت ہے پھر سعی کرے، اب قرآن کا ایک جُز یعنی عمرہ پورا ہو گیا مگر ابھی حلق نہیں کر سکتا اور کیا بھی تو احرام سے باہر نہ ہوگا اور اس کے جرمانہ میں دو دم لازم ہیں۔ عمرہ پورا کرنے کے بعد طواف قدوم کرنے اور چاہے تو ابھی سعی بھی کر لے، ورنہ طواف افاضہ کے بعد سعی کرے۔ اگر ابھی سعی کرے تو طواف قدوم کے تین پہلے پھیروں میں بھی رمل کرے اور دونوں طوافوں میں اضطباع بھی کرے۔ (5)

(1) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب القرآن، ج ۳، ص ۶۳۳۔

(2) فتح القدر

(3) رد المحتار، کتاب الحج، باب القرآن، ج ۳، ص ۶۳۱، وغیرہ۔

(4) الدر المختار، کتاب الحج، باب القرآن، ج ۳، ص ۶۳۴۔

(5) الدر المختار، کتاب الحج، باب القرآن، ج ۳، ص ۶۳۵، وغیرہ۔

مسئلہ ۶: ایک ساتھ دو طواف کیے پھر دوسری جب بھی جائز ہے مگر خلاف سنت ہے اور دم لازم نہیں، خواہ پہلا

اضطباع اور زل کے بارے میں سوال و جواب

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق المؤمنین میں لکھتے ہیں:

سوال: اگر طواف کے پہلے پھرے میں زل کرنا بھول گئے تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: زل صرف ابتدائی تین پھیروں میں سنت ہے، لہذا اگر پہلے میں نہ کیا تو دوسرے اور تیسرے (ان دو پھیروں) میں کر لیں اور اگر ابتدائی دو پھیروں میں رو گیا تو صرف تیسرے میں کر لیں اور اگر شروع کے تینوں پھیروں میں نہ کیا تو اب باقی چار پھیروں میں نہیں کر سکتے۔

سوال: اگر پھیر کی وجہ سے زل کرنا دشوار ہو تو کیا کریں؟

جواب: اگر دوران طواف کعبہ مشرقہ سے دور رہنے میں زل ہو سکتا ہے تو افضل یہ ہے کہ دور سے طواف کریں اور اگر موقع ملتا ہی نہیں تو دوران طواف زل کی خاطر رکنے کی اجازت نہیں، بلا زل طواف جاری رکھیں اور جہاں جہاں موقع ہاتھ آئے اتنا فاصلہ زل کر لیں۔

سوال: جس طواف میں اضطباع اور زل کرنا تھا اس میں نہ کیا تو کیا کفارہ ہے؟

جواب: اضطباع یا زل کے ٹک پر کوئی کفارہ نہیں۔ البتہ عظیم سنت سے مخروی ضرور ہے۔

سوال: بعض لوگ ساتوں پھیروں میں زل کرتے ہیں، یہ کرنا کیسا؟ کوئی مجرمانہ وغیرہ؟

جواب: جہالت ہے، خلاف سنت ہونے کے سبب مکروہ ہے مگر کوئی مجرمانہ وغیرہ نہیں۔

سوال: لوگوں کی اکثریت احرام کی حالت میں کندھا کھلا لئے پھرتی ہے، کیا یہ دُست ہے؟

جواب: سنت کے خلاف ہے۔ اضطباع (یعنی سیدھا کندھا کھلا رکھنا) صرف اس طواف کے ساتوں پھیروں میں سنت ہے جس کے بعد سعی ہے۔ طواف کے فوراً بعد کندھا ڈھک لینا چاہئے۔

سوال: کندھا کھلا ہونے کی صورت میں نماز واجب الطواف ادا کرنا کیسا؟

جواب: ہر قسم کی نماز مکروہ ہے۔

سوال: سعی کے دوران کندھا کھلا رکھنا کیسا ہے؟

جواب: سنت کے خلاف ہے، سعی میں بھی اور اس کے علاوہ بھی دونوں کندھے، پیٹ، پیٹھ وغیرہ سب چھپے ہوئے رکھنا سنت ہے۔

سوال: طوافِ قدم میں زل کرنا سنت ہے یا نہیں؟

جواب: زل صرف اس طواف میں سنت ہے جس کے بعد سعی ہو۔ ہاں! اگر طوافِ قدم کے بعد حج کی سعی سے فارغ ہو لینے کا ارادہ ہو تو اب طوافِ قدم میں بھی زل کرنا سنت ہے۔

طواف عمرہ کی نیت سے اور دوسرا قدم کی نیت سے ہو یا دونوں میں سے کسی میں تعیین نہ کی یا اس کے سوا کسی اور طرح کی نیت کی۔ بہر حال پہلا عمرہ کا ہوگا اور دوسرا طواف قدم۔ (6)

مسئلہ ۷: پہلے طواف میں اگر طواف حج کی نیت کی، جب بھی عمرہ ہی کا طواف ہے۔ (7) عمرہ سے فارغ ہو کر بدستور محرم رہے اور تمام افعال بجالائے، دسویں کو حلق کے بعد پھر طواف افاضہ کے بعد جیسے حج کرنے والے کے لیے چیزیں حلال ہوتی ہیں اُس کے لیے بھی حلال ہوں گی۔

مسئلہ ۸: قارن پر دسویں کی رمی کے بعد قربانی واجب ہے اور یہ قربانی کسی جرمانہ میں نہیں بلکہ اس کا شکر یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اسے دو عبادتوں کی توفیق بخشی۔ قارن کے لیے افضل یہ ہے کہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے جائے۔ (8)

مسئلہ ۹: اس قربانی کے لیے یہ ضرور ہے کہ حرم میں ہو، بیرون حرم نہیں ہو سکتی اور سنت یہ کہ منیٰ میں ہو اور اس کا وقت دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع ہونے سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے مگر یہ ضرور ہے کہ رمی کے بعد ہو، رمی سے پہلے کریگا تو دم لازم آئے گا اور اگر بارہویں تک نہ کی تو ساقط نہ ہوگی بلکہ جب تک زندہ ہے قربانی اس کے ذمہ ہے۔ (9)

مسئلہ ۱۰: اگر قربانی پر قادر تھا اور ابھی قربانی نہ کی تھی کہ انتقال ہو گیا تو اس کی وصیت کر جانا واجب ہے اور اگر وصیت نہ کی مگر وارثوں نے خود کر دی جب بھی صحیح ہے۔ (10)

مسئلہ ۱۱: قارن کو اگر قربانی میسر نہ آئے کہ اس کے پاس ضرورت سے زیادہ مال نہیں، نہ اتنا اسباب کہ اُسے بیچ کر جانور خریدے تو دس روزے رکھے۔ ان میں تین تو وہیں یعنی یکم شوال سے ذی الحجہ کی نویں تک احرام باندھنے کے بعد رکھے، خواہ سات، آٹھ، نو، کورکھے یا اس کے پہلے اور بہتر یہ ہے کہ نویں سے پہلے ختم کر دے اور یہ بھی اختیار ہے کہ متفرق طور پر رکھے، تینوں کا پے درپے رکھنا ضرور نہیں اور سات روزے حج کا زمانہ گزرنے کے بعد یعنی تیرہویں کے

(6) المربع السابق، باب المناسک والمسک الحفظ، (باب القرآن، فصل فی اداء القرآن)، ص ۲۶۲۔

(7) الجوهرة البیضاء، کتاب الحج، باب القرآن، ص ۲۱۰۔

(8) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب السابع فی القرآن والمتع، ج ۱، ص ۲۳۸۔

والدر المختار، کتاب الحج، باب القرآن، ج ۳، ص ۶۳۶، وغیرہ۔

(9) لباب المناسک والمسک الحفظ، (باب القرآن، فصل فی حدی القارن والمتع)، ص ۲۶۳۔

(10) لباب المناسک والمسک الحفظ، (باب القرآن، فصل فی حدی القارن والمتع)، ص ۲۶۳۔

بعد رکھے، تیرھویں کو یا اس کے پہلے نہیں ہو سکتے۔ ان سات روزوں میں اختیار ہے کہ وہیں رکھے یا مکان واپس آ کر اور بہتر مکان پر واپس ہو کر رکھنا ہے اور ان دسوں روزوں میں رات سے نیت ضرور ہے۔ (11)

مسئلہ ۱۲: اگر پہلے کے تین روزے نویں تک نہیں رکھے تو اب روزے کافی نہیں بلکہ دم واجب ہوگا، دم دے کر احرام سے باہر ہو جائے اور اگر دم دینے پر قادر نہیں تو سر مونڈا کر یا بال کترا کر احرام سے جدا ہو جائے اور دو دم واجب ہیں۔ (12)

مسئلہ ۱۳: قادر نہ ہونے کی وجہ سے روزے رکھ لیے پھر حلق سے پہلے دسویں کو جانور مل گیا، تو اب وہ روزے کافی نہیں لہذا قربانی کرے اور حلق کے بعد جانور پر قدرت ہوئی تو وہ روزے کافی ہیں، خواہ قربانی کے دنوں میں قدرت پائی گئی یا بعد میں۔ یوہیں اگر قربانی کے دنوں میں سر نہ مونڈا یا تو اگر چہ حلق سے پہلے جانور پر قادر ہو وہ روزے کافی ہیں۔ (13)

مسئلہ ۱۴: قارن نے طواف عمرہ کے تین پھیرے کرنے کے بعد وقوف عرفہ کیا تو وہ طواف جاتا رہا اور چار پھیرے کے بعد وقوف کیا تو باطل نہ ہوا اگرچہ طواف قدوم یا نفل کی نیت سے کیے، لہذا یوم النحر میں طواف زیارت سے پہلے اُس کی تکمیل کرے اور پہلی صورت میں چونکہ اُس نے عمرہ توڑ ڈالا، لہذا ایک دم واجب ہوا اور وہ قربانی کے شکر کے لیے واجب تھی ساقط ہو گئی اور اب قارن نہ رہا اور ایام تشریق کے بعد اس عمرہ کی قضا دے۔ (14)



(11) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب السابع فی قرآن وامتہاج، ج ۱، ص ۲۳۹۔

والدر المختار رد المحتار، کتاب الحج، باب القران، ج ۳، ص ۶۳۶۔

(12) الدر المختار، کتاب الحج، باب القران، ج ۳، ص ۶۳۸۔

(13) الدر المختار رد المحتار، کتاب الحج، باب القران، ج ۳، ص ۶۳۸۔

(14) الدر المختار، کتاب الحج، باب القران، ج ۳، ص ۶۳۹۔

تمتع کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ) (1)

جس نے عمرہ سے حج کی طرف تمتع کیا، اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے پھر جسے قربانی کی قدرت نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات ے واپسی کے بعد، یہ دس پورے ہیں۔ یہ اُس کے لیے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) کا عذاب سخت ہے۔

تمتع اُسے کہتے ہیں کہ حج کے مہینے میں عمرہ کرے پھر اسی سال حج کا احرام باندھے یا پورا عمرہ نہ کیا، صرف چار پھیرے کیے پھر حج کا احرام باندھا۔

مسئلہ ۱: تمتع کے لیے یہ شرط نہیں کہ میقات سے احرام باندھے اس سے پہلے بھی ہو سکتا ہے بلکہ اگر میقات کے بعد احرام باندھا جب بھی تمتع ہے، اگرچہ بلا احرام میقات سے گزرنا گناہ اور ذم لازم یا پھر میقات کو واپس جائے۔ یوں تمتع کے لیے یہ شرط نہیں کہ عمرہ کا احرام حج کے مہینے میں باندھا جائے بلکہ شوال سے پیشتر بھی احرام باندھ سکتے ہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ عمرہ کے تمام افعال یا اکثر طواف حج کے مہینے میں ہو، مثلاً تین پھیرے طواف کے رمضان میں کیے پھر شوال میں باقی چار پھیرے کر لیے پھر اسی سال حج کر لیا تو یہ بھی تمتع ہے اور اگر رمضان میں چار پھیرے کر لیے تھے اور شوال میں تین باقی تو یہ تمتع نہیں اور یہ بھی شرط نہیں کہ جس سال احرام باندھا اسی سال تمتع کر لے مثلاً اس رمضان میں احرام باندھا اور احرام پر قائم رہا، دوسرے سال عمرہ پھر حج کیا تو تمتع ہو گیا۔ (2)



(1) پ ۲، البقرہ: ۱۹۶

(2) رد المحتار، کتاب الحج، باب التمتع، ج ۳، ص ۶۳۰

والفتاویٰ، مہندیہ، کتاب المناسک، الباب السالغ فی القرآن والتمتع، ج ۱، ص ۲۳۰

تمتع کے شرائط

تمتع کی دس شرطیں ہیں:

- 1- حج کے مہینے میں پورا طواف کرنا یا اکثر حصہ یعنی چار پھیرے۔
- 2- عمرہ کا احرام حج کے احرام سے مقدم ہونا۔
- 3- حج کے احرام سے پہلے عمرہ کا پورا طواف یا اکثر حصہ کر لیا ہو۔
- 4- عمرہ فاسد نہ کیا ہو۔
- 5- حج فاسد نہ کیا ہو۔
- 6- الإمام صحیح نہ کیا ہو۔ الإمام صحیح کے یہ معنی ہیں کہ عمرہ کے بعد احرام کھول کر اپنے وطن کو واپس جائے اور وطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ رہتا ہے پیدائش کا مقام اگرچہ دوسری جگہ ہو، لہذا اگر عمرہ کرنے کے بعد وطن گیا پھر واپس آ کر حج کیا تو تمتع نہ ہوا اور اگر عمرہ کرنے سے پیشتر گیا یا عمرہ کر کے بغیر حلق کیے یعنی احرام ہی میں وطن گیا پھر واپس آ کر اسی سال حج کیا تو تمتع ہے۔ یوہیں اگر عمرہ کر کے احرام کھول دیا پھر حج کا احرام باندھ کر وطن گیا تو یہ بھی الإمام صحیح نہیں، لہذا اگر واپس آ کر حج کرے گا تو تمتع ہوگا۔
- 7- حج و عمرہ دونوں ایک ہی سال میں ہوں۔
- 8- مکہ معظمہ میں ہمیشہ کے لیے ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو، لہذا اگر عمرہ کے بعد پکا ارادہ کر لیا کہ یہیں رہے گا تو تمتع نہیں اور دو ایک مہینے کا ہو تو ہے۔
- 9- مکہ معظمہ میں حج کا مہینہ آجائے تو بے احرام کے نہ ہو، نہ ایسا ہو کہ احرام ہے مگر چار پھیرے طواف کے اس مہینے سے پہلے کر چکا ہے، ہاں اگر میقات سے باہر واپس جائے پھر عمرہ کا احرام باندھ کر آئے تو تمتع ہو سکتا ہے۔
- 10- میقات سے باہر کا رہنے والا ہو۔ مکہ کا رہنے والا تمتع نہیں کر سکتا۔ (1)

مسئلہ ۲: تمتع کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لایا، دوسری یہ کہ نہ لائے۔ جو جانور نہ لایا وہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے، مکہ معظمہ میں آ کر طواف سعی کرے اور سر موٹائے اب عمرہ سے فارغ ہو گیا اور طواف شروع کرتے ہی یعنی سنگِ اسود کو بوسہ دیتے وقت لبیک ختم کر دے اب مکہ میں بغیر احرام رہے۔ آٹھویں ذی

الحجہ کو مسجد الحرام شریف سے حج کا احرام باندھے اور حج کے تمام افعال بجالائے مگر اس کے لیے طوافِ قدوم نہیں اور طوافِ زیارت میں یا حج کا احرام باندھنے کے بعد کسی طوافِ نفل میں رَمَل کرے اور اس کے بعد سعی کرے اور اگر حج کا احرام باندھنے کے بعد طوافِ قدوم کر لیا ہے (اگرچہ اس کے لیے یہ طوافِ مسنون نہ تھا) اور اس کے بعد سعی کر لی ہے تو اب طوافِ زیارت میں رَمَل نہیں، خواہ طوافِ قدوم میں رَمَل کیا ہو یا نہیں اور طوافِ زیارت کے بعد اب سعی بھی نہیں، عمرہ سے فارغ ہو کر حلق بھی ضروری نہیں۔ اُسے یہ بھی اختیار ہے کہ سر نہ مونڈائے بدستورِ محرم رہے۔

یوہیں مکہ معظمہ ہی میں رہنا اُسے ضرور نہیں، چاہے وہاں رہے یا وطن کے سوا کہیں اور مگر جہاں رہے وہاں والے جہاں سے احرام باندھتے ہیں یہ بھی وہیں سے احرام باندھے، اگر مکہ مکرمہ میں ہے تو یہاں والوں کی طرح احرام باندھے اور اگر حرم سے باہر اور میقات کے اندر ہے تو محل میں احرام باندھے اور میقات سے بھی باہر ہو گیا تو میقات سے باندھے۔ یہ اُس صورت میں ہے، جب کہ کسی اور غرض سے حرم یا میقات سے باہر جانا ہو اور اگر احرام باندھنے کے لیے حرم سے باہر گیا تو اُس پر دم واجب ہے مگر جب کہ وقوف سے پہلے مکہ میں آ گیا تو ساقط ہو گیا اور مکہ معظمہ میں رہا تو حرم میں احرام باندھے اور بہتر یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں ہو اور اس سے بہتر یہ کہ مسجد حرم میں ہو اور سب سے بہتر یہ کہ حطیم شریف میں ہو۔ یوہیں آٹھویں کو احرام باندھنا ضرور نہیں، نویں کو بھی ہو سکتا ہے اور آٹھویں سے پہلے بھی بلکہ یہ افضل ہے۔ تمتع کرنے والے پر واجب ہے کہ دسویں تاریخ کو شکرانہ میں قربانی کرے، اس کے بعد سر مونڈائے۔ اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو تو اُسی طرح روزے رکھے جو قرآن والے کے لیے ہیں۔ (2)

مسئلہ ۳: اگر اپنے ساتھ جانور لے جائے تو احرام باندھ کر لے چلے اور کھینچ کر لے جانے سے ہانکنا افضل ہے۔ ہاں اگر پیچھے سے ہانکنے سے نہیں چلتا تو آگے سے کھینچے اور اُس کے گلے میں ہار ڈال دے کہ لوگ سمجھیں یہ حرم میں قربانی کو جاتا ہے، اور ہار ڈالنا مجھول ڈالنے سے بہتر ہے اور بھی ہو سکتا ہے کہ اس جانور کے کوہان میں دہنی یا بائیں جانب خفیف سا شگاف کر دے کہ گوشت تک نہ پہنچے، اب مکہ معظمہ میں پہنچ کر عمرہ کرے اور عمرہ سے فارغ ہو کر بھی محرم رہے جب تک قربانی نہ کر لے۔ اُسے سر مونڈانا جائز نہیں جب تک قربانی نہ کر لے ورنہ دم لازم آئے گا پھر وہ تمام افعال کرے جو اس کے لیے بتائے گئے کہ جانور نہ لایا تھا اور دسویں تاریخ کو رمی کر کے سر مونڈائے اب دونوں احرام سے ایک ساتھ فارغ ہو گیا۔ (3)

(2) الجوہرۃ النيرة، کتاب الحج، باب التمتع، ص ۲-۲۱۳۔

والقادی الھندیہ، کتاب المناسک، الباب السابع فی القران والتمتع، ج ۱، ص ۲۳۸-۲۳۹۔

(3) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب التمتع، ج ۳، ص ۶۳۵۔

مسئلہ ۴: جو جانور لایا اور جو نہ لایا دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر جانور نہ لایا اور عمرہ کے بعد احرام کھول ڈالا اب حج کا احرام باندھا اور کوئی جنایت واقع ہوئی تو جرمانہ مثل مفرد کے ہے اور وہ احرام باقی تھا تو جرمانہ قارن کی مثل ہے اور جانور لایا ہے تو بہر حال قارن کی مثل ہے۔ (4)

مسئلہ ۵: میقات کے اندر والوں کے لیے قرآن تمتع نہیں، اگر کریں تو دم دیں۔ (5)

مسئلہ ۶: جو جانور لایا ہے اُسے روزہ رکھنا کافی نہ ہوگا اگر چہ نادار ہو۔ (6)

مسئلہ ۷: جانور نہیں لے گیا اور عمرہ کر کے گھر چلا آیا تو یہ الإمام صحیح ہے اس کا تمتع جاتا رہا، اب حج کریگا تو مفرد ہے اور جانور لے گیا ہے اور عمرہ کر کے گھر واپس آیا پھر محرم رہا اور حج کو گیا تو یہ الإمام صحیح نہیں، لہذا اس کا تمتع باقی ہے۔ یوہیں اگر گھر نہ آیا عمرہ کر کے کہیں اور چلا گیا تو تمتع نہ گیا۔ (7)

مسئلہ ۸: تمتع کرنے والے نے حج یا عمرہ فاسد کر دیا تو اس کی قضا دے اور جرمانہ میں دم اور تمتع کی قربانی اُس کے ذمہ نہیں کہ تمتع رہا ہی نہیں۔ (8)

مسئلہ ۹: تمتع کے لیے یہ ضرور نہیں کہ حج و عمرہ دونوں ایک ہی کی طرف سے ہوں بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک اپنی طرف سے ہو اور دوسرا کسی اور کی جانب سے یا ایک شخص نے اُسے حج کا حکم دیا اور دوسرے نے عمرہ کا اور دونوں نے تمتع کی اجازت دیدی تو کر سکتا ہے مگر قربانی خود اس کے ذمہ ہے اور اگر نادار ہے تو روزے رکھے۔ (9)

مسئلہ ۱۰: حج کے مہینے میں عمرہ کیا مگر اُسے فاسد کر دیا پھر گھر واپس گیا پھر آ کر عمرہ کی قضا کی اور اسی سال حج کیا تو یہ تمتع ہو گیا اور اگر مکہ ہی میں رہ گیا یا مکہ سے چلا گیا مگر میقات کے اندر رہا یا میقات سے بھی باہر ہو گیا مگر گھر نہ گیا اور آ کر عمرہ کی قضا کی اور اسی سال حج بھی کیا تو ان سب صورتوں میں تمتع نہ ہوا۔ (10)



(4) رد المحتار، کتاب الحج، باب التمتع، ج ۳، ص ۶۳۵۔

(5) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب التمتع، ج ۳، ص ۶۳۶۔

(6) الدر المختار، کتاب الحج، باب التمتع، ج ۳، ص ۶۳۸۔

(7) الدر المختار، کتاب الحج، باب التمتع، ج ۳، ص ۶۳۸، وغیرہ۔

(8) الدر المختار، کتاب الحج، باب التمتع، ج ۳، ص ۶۵۰۔

(9) المسک المصنوع، (باب التمتع، فصل ولا یشرط الصلح التمتع لإحرام العمرۃ من المیقات)، ص ۲۸۶۔

(10) الجوهرة النيرة، کتاب الحج، باب التمتع، ص ۲۱۶۔

جرم اور ان کے کفارے کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّمَّا قَتَلَ مِنَ النَّعْمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَغْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللَّهُ عَنْمَا سَلَفٌ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾ أَجَلٌ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلْشَّيْطَانِ وَحُرْمٌ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا ذُمُّهُ حُرْمًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ) (1)

(1) پ ۷، المائدہ: ۹۵-۹۶

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ

مسئلہ: حُرْمٌ پر شکار یعنی خشکی کے کسی وحشی جانور کو مارنا حرام ہے۔

مسئلہ: جانور کی طرف شکار کرنے کے لئے اشارہ کرنا یا کسی طرح بتانا بھی شکار میں داخل اور ممنوع ہے۔

مسئلہ: حالت احرام میں ہر وحشی جانور کا شکار ممنوع ہے خواہ وہ حلال ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ: کاٹنے والا کٹا اور کڑا اور بچھو اور چیل اور چوہا اور بھیڑیا اور سانپ ان جانوروں کو احادیث میں فواسق فرمایا گیا اور ان کے قتل کے اجازت دی گئی۔

مسئلہ: ٹھہر، پنو، چوٹی، بکھی اور حشرات الارض اور حملہ آور درندوں کو مارنا معاف ہے۔ (تفسیر احمدی وغیرہ)

(مزید یہ کہ)

مسئلہ: حالت احرام میں جن جانوروں کا مارنا ممنوع ہے وہ ہر حال میں ممنوع ہے عہد اُ ہو یا خطاء، عہد اُ کا حکم تو اس آیت سے معلوم ہوا اور خطاء

کا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ (مدارک)

(مزید یہ کہ)

دوسرا بی جانور دینے سے مراد یہ ہے کہ قیمت میں مارے ہوئے جانور کے برابر ہو حضرت امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا

یہی قول ہے اور امام محمد و شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک خلقت و صورت میں مارے ہوئے جانور کی مثل ہونا مراد ہے۔ (مدارک و احمدی)

(مزید یہ کہ)

اے ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ کرو اور جو تم میں سے قصداً جانور کو قتل کرے گا تو بدلہ دے مثل اُس جانور کے جو قتل ہوا، تم میں سے دو عادل جو حکم کریں وہ بدلا قربانی ہوگی۔ جو کعبہ کو جائے یا کفارہ مسکین کا کھانا یا اس کے برابر روزے تاکہ اپنے کیے کا وبال چکھے۔ اللہ (عزوجل) نے اسے معاف فرما دیا، جو پیشتر ہو چکا اور جو پھر کریگا تو اللہ (عزوجل) اس سے بدلہ لے گا اور اللہ (عزوجل) غالب بدلا لینے والا ہے۔ دریا کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے لیے حلال کیا گیا، تمہارے اور مسافروں کے برتنے کے لیے اور خشکی کا شکار تم پر حرام ہے، جب تک تم محرم ہو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرو جس کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔

اور فرماتا ہے:

(فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ) (2)
جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو (اور سر مونڈالے) تو فدیہ دے روزے یا صدقہ یا قربانی۔



یعنی کفارہ کے جانور کا حرم مکہ شریف کے باہر ذبح کرنا درست نہیں مگر مکہ مکرمہ میں ہونا چاہئے اور عین کعبہ میں بھی ذبح جائز نہیں، اسی لئے کعبہ کو پہنچتی فرمایا، کعبہ کے اندر نہ فرمایا اور کفارہ کھانے یا روزہ سے ادا کیا جائے تو اس کے لئے مکہ مکرمہ میں ہونے کی قید نہیں باہر بھی جائز ہے۔ (تفسیر احمدی وغیرہ)

(مزید یہ کہ)

مسئلہ: یہ بھی جائز ہے کہ شکار کی قیمت کا غلہ خرید کر مساکین کو اس طرح دے کہ ہر مسکین کو صدقہ فطر کے برابر پہنچے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس قیمت میں جتنے مسکینوں کے ایسے حصے ہوتے تھے اتنے روزے رکھے۔

احادیث

صحیحین وغیرہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لائے اور یہ محرم تھے اور ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہے تھے اور بخوئیں ان کے چہرے پر گر رہی تھیں، ارشاد فرمایا: کیا یہ کیڑے تمہیں تکلیف دے رہے ہیں؟ عرض کی، ہاں۔ فرمایا: سر موٹا ڈالو اور تین صاع کھانا چھ مسکینوں کو دیدو یا تین روزے رکھو یا قربانی کرو۔ (1)

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز طلق الرأس... إلخ، الحدیث: ۸۳۔ (۱۰۱)، ص ۶۱۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ آپ صحابی ہیں، بعدہ الرضوان میں حاضر تھے، زمانہ جاہلیت میں عبادہ ابن صامت سے دوستی تھی، آپ کا ایک بت تھا جس کی پرستش کرتے تھے، ایک دن حضرت عبادہ نے ان کی غیر موجودگی میں بت توڑ دیا، آپ نے آکر بت کو ٹوٹا ہوا اور حضرت عبادہ کو وہاں بیٹھا ہوا پایا تو حضرت عبادہ پر غصہ آیا مگر فوراً دل سے آواز آئی کہ اے کعب اگر بت کچھ کر سکتے ہوتے تو اپنے کو عبادہ سے کیوں نہ بچاتے یہ خیال آتے ہی اسلام قبول کر لیا۔ (اشعہ) کوفہ میں قیام رہا، مدینہ منورہ میں وفات پائی، ۷۵ سال عمر پائی ۱۵ھ میں انتقال ہوا۔ (اکمال)

۲۔ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے سال کا ہے، ابھی کفار مکہ سے صلح کی گفتگو شروع نہ ہوئی تھی، مسلمانوں کو عمرہ کرنے کی قوی امید تھی۔

۳۔ یعنی سر میں جوئیں بہت ہو گئیں تھیں مگر احرام کی وجہ سے نہ مار سکتے تھے نہ سر غلطی وغیرہ سے دھو سکتے تھے حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ چہرے پر جوئیں ریگنے لگیں۔

۴۔ فرق عرب کے ایک پیمانہ کا نام ہے جس میں سولہ رطل یا بارہ مد یا تین صاع گندم سماتے ہیں، راء کے سکون سے بھی ہے اور فتح سے بھی۔

۵۔ لہذا ہر مسکین کو آدھا صاع ملے گا، دانہ سے مراد گندم ہے۔ ہمارا یہی مذہب ہے کہ محرم پر سر منڈانے کی صورت میں تین صاع گندم چھ مسکینوں میں تقسیم کرنا لازم ہے۔ (مرقات)

۶۔ یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر "وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَلْيَدِدْهُ قَبْلَ ذَاقِهِ أَوْ نُسُكٍ" یعنی قربانی اپنے ٹھکانے پر پہنچنے سے پہلے سر نہ منڈاؤ، جو تم میں بیمار یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس پر فد یہ لازم ہے روزے یا صدقہ یا قربانی۔ حدیث شریف نے بتایا کہ روزے تین واجب ہوں گے اور اگر صدقہ دے تو تین صاع مسکینوں کو دے گا، ہر مسکین کو نصف صاع، غرض کہ ضرورتاً سر منڈانے کا محرم پر کفارہ ہے۔

(مرآۃ السانج شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۹۸)

مسائل فقہیہ

تنبیہ: محرم اگر بالقصد بلا عذر جرم کرے تو کفارہ بھی واجب ہے (1) اور گنہگار بھی ہوا، لہذا اس صورت میں توبہ واجب کہ محض کفارہ سے پاک نہ ہوگا جب تک توبہ نہ کرے اور اگر نادانستہ یا عذر سے ہے تو کفارہ کافی ہے۔ جرم میں کفارہ بہر حال لازم ہے، یاد سے ہو یا بھول چوک سے، اس کا جرم ہونا جانتا ہو یا مغلوم نہ ہو، خوشی سے ہو یا مجبوراً، سوتے میں ہو یا بیداری میں، نشہ یا بے ہوشی میں یا ہوش میں، اُس نے اپنے آپ کیا ہو یا دوسرے نے اُس کے حکم سے کیا۔

تنبیہ: اس بیان میں جہاں دم کہیں گے اس سے مراد ایک بکری یا بھیڑ ہوگی اور بدنہ اونٹ یا گائے یہ سب جانور انہیں شرائط کے ہوں جو قربانی میں ہیں اور صدقہ سے مراد انگریزی روپے سے ایک سو پچھتر روپے آٹھ آنہ بھر گیہوں کہ سو ۱۰۰ روپے کے سیر سے پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر ہوئے یا اس کے دُونے جو یا کھجور یا ان کی قیمت۔

مسئلہ ۱: جہاں دم کا حکم ہے وہ جرم اگر بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی یا زخم یا پھوڑے یا بخوڑوں کی سخت ایذا کے باعث ہوگا تو اُسے جرم غیر اختیاری کہتے ہیں۔ اس میں اختیار ہوگا کہ دم کے بدلے چھ مسکینوں کو ایک ایک صدقہ دے دے یا دونوں وقت پیٹ بھر کھلائے یا تین روزے رکھ لے، اگر چھ صدقے ایک مسکین کو دیدیے یا تین یا سات مساکین پر تقسیم کر دیے تو کفارہ ادا نہ ہوگا بلکہ شرط یہ ہے کہ چھ مسکینوں کو دے اور افضل یہ ہے کہ جرم کے مساکین ہوں

(1) اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈریے

میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ جان بوجھ کر جرم کرتے ہیں اور کفارہ بھی نہیں دیتے۔ یہاں دو گناہ ہوئے ایک تو جان بوجھ کر جرم کرنے کا۔ دوسرا کفارہ نہ دینے کا۔ لہذا کفارہ بھی دینا ہوگا اور توبہ بھی واجب ہوگی۔ ہاں اگر نادانستہ یا مجبوراً جرم کرنا یا بے نیلی میں ہو گیا تو کفارہ کافی ہے توبہ واجب نہیں اور یہ بھی یاد رکھئے کہ جرم چاہے یاد سے ہو یا بھول چوک سے، اس کا جرم ہونا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، خوشی سے ہو یا مجبوراً، سوتے میں ہو یا جاگتے میں، بے ہوشی میں ہو یا ہوش میں، اپنی مرضی سے کیا ہو یا دوسرے کے ذریعے کروایا ہو۔ ہر صورت میں کفارہ لازمی ہے۔ اگر نہیں دے گا تو گنہگار ہوگا۔ جب خرچ سر پر آتا ہے تو بعض لوگ یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں: اللہ عَزَّ وَجَلَّ مُعَافٌ فِرَمائے گا۔ اور پھر وہ دم وغیرہ نہیں دیتے تو انہیں سوچنا چاہیے کہ دم وغیرہ ہی نے واجب کیا ہے اور جان بوجھ کر ٹال مٹول کرنا ہی کی خلاف ورزی ہے جو بذات خود سخت ترین جرم ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ مَذْنُوں فِکْر نَصِیب فرمائے۔ مین عجاہ الثانی مین علیہ السلام

جہاں ایک کفارہ (یعنی ایک دم یا ایک صدقہ) کا حکم ہے وہاں قارن کے لئے دو کفارے ہیں۔ مبالغہ اگر جرم کرے تو کوئی کفارہ نہیں۔

اور اگر اس میں صدقہ کا حکم ہے اور مجبوری کیا تو اختیار ہوگا کہ صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔ کفارہ اس لیے ہے کہ بھول چوک سے یا سوتے میں یا مجبوری سے جرم ہوں تو کفارہ سے پاک ہو جائیں، نہ اس لیے کہ جان بوجھ کر بلا عذر جرم کرو اور کہو کہ کفارہ دیدیں گے، دینا تو جب بھی آئے گا مگر قصداً حکم الہی کی مخالفت سخت تر ہے۔

مسئلہ ۲: جہاں ایک ذم یا صدقہ ہے، قارن پر دو ہیں۔ (2)

مسئلہ ۳: کفارہ کی قربانی یا قارن و مستمتع کے شکرانہ کی غیر حرم میں نہیں ہو سکتی۔ غیر حرم میں کی تو ادا نہ ہوئی، ہاں جرم غیر اختیاری میں اگر اس کا گوشت چھ مسکینوں پر تصدق کیا اور ہر مسکین کو ایک صدقہ کی قیمت کا پہنچا تو ادا ہو گیا۔ (3)

مسئلہ ۴: شکرانہ کی قربانی سے آپ کھائے، غنی کو کھلائے، مساکین کو دے اور کفارہ کی صرف محتاجوں کا حق ہے۔

مسئلہ ۵: اگر کفارے کے روزے رکھے تو اس میں شرط یہ ہے کہ رات سے یعنی صبح صادق سے پہلے نیت کر لے اور یہ بھی نیت کہ فلاں کفارہ کا روزہ ہے، مطلق روزہ کی نیت یا نفل یا کوئی اور نیت کی تو کفارہ ادا نہ ہوا اور پے در پے ہونا یا حرم میں یا احرام میں رکھنا ضرور نہیں۔ (4)

اب احکام سنئے:

(2) الہدایۃ، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل فی جزاء الصيد، ج ۱، ص ۱۷۱۔

ذم وغیرہ کی تعریف

(۱) ذم یعنی ایک بکرا۔ (اس میں نرم، مادہ، ذنب، بھیڑ، نیز گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ سب شامل ہیں)

(۲) بذنہ یعنی اونٹ یا گائے یہ تمام جانور ان ہی شرائط کے ہوں جو قربانی میں ہیں۔

(۳) صدقہ یعنی صدقہ فطر کی مقدار

ذم وغیرہ میں رعایت

اگر بیماری، سخت سردی، سخت گرمی، پھوڑے اور زخم یا بخوڑ کی شدید تکلیف کی وجہ سے کوئی جرم ہو تو اسے جرم غیر اختیاری کہتے ہیں۔ اگر کوئی جرم غیر اختیاری صادر ہو جس پر ذم واجب ہوتا ہے تو اس صورت میں اختیار ہے کہ چاہے تو ذم دے دے اور اگر چاہے تو ذم کے بدلے چھ مسکینوں کو صدقہ دے دے۔ اگر ایک ہی مسکین کو چھ صدقے دے دیئے تو ایک ہی شمار ہوگا۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ الگ الگ چھ مسکینوں کو دے۔ دوسری رعایت یہ ہے کہ اگر چاہے تو ذم کے بدلے چھ مساکین کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیں۔ تیسری رعایت یہ ہے کہ اگر صدقہ وغیرہ نہیں دینا چاہتا تو تین روزے رکھ لے۔ دم ادا ہو گیا۔ اگر کوئی ایسا جرم غیر اختیاری کیا جس پر صدقہ واجب ہوتا ہے تو اختیار ہے کہ صدقے کے بجائے ایک روزہ رکھ لے۔

(3) اعتدائی، لہندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۲۴۳۔

(4) مسکک مکتوف، (باب لجزاء الجنایات وکفاراتھا، فصل فی احکام الصیام فی باب الاحرام)، ص ۳۰۱-۳۰۳۔



گفارے کے روزے کا ضروری مسئلہ

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈسٹریکٹ کاظم العزیز
اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

اگر گفارے کے روزے رکھیں تو یہ شرط ہے کہ رات سے یعنی صبح صادق سے پہلے پہلے یہ نیت کر لیں کہ یہ گفاراں گفارے کا روزہ ہے۔ ان
روزوں کے لئے نہ احرام شرط ہے نہ ان کا پے درپے ہونا ضروری ہے۔ صدقہ اور روزہ کی ادائیگی اپنے وطن میں بھی کر سکتے ہیں، البتہ
صدقہ اور کھانا اگر خرم کے مساکین کو پیش کر دیا جائے تو یہ افضل ہے۔ دم اور ہڈی کے جانور کو خرم میں ذبح ہونا شرط ہے۔ شکرانے کی قربانی
کا گوشت آپ خود بھی کھا سکتے ہیں اور مال دار کو بھی کھلا سکتے ہیں، مگر دم وغیرہ کا گوشت صرف محتاجوں کا حق ہے۔ نہ خود کھا سکتے ہیں نہ عینی کو
کھا سکتے ہیں۔

(۱) خوشبو اور تیل لگانا

مسئلہ ۶: خوشبو اگر بہت سی لگائی جسے دیکھ کر لوگ بہت بتائیں اگرچہ عضو کے تھوڑے حصہ پر یا کسی بڑے عضو جیسے سر، منہ، ران، پنڈلی کو پورا سان دیا اگرچہ خوشبو تھوڑی ہے تو ان دونوں صورتوں میں ذمہ ہے اور اگر تھوڑی سی خوشبو عضو کے تھوڑے سے حصہ میں لگائی تو صدقہ ہے۔ (۱)

مسئلہ ۷: کپڑے یا بچھونے پر خوشبو مٹی تو خود خوشبو کی مقدار دیکھی جائے گی، زیادہ ہے تو ذمہ اور کم ہے تو صدقہ۔ (۲)

مسئلہ ۸: خوشبو سونگھی پھل ہو یا پھول جیسے لیمو، نارنگی، گلاب، جمیلی، بیلے، جوی وغیرہ کے پھول تو کچھ کفارہ نہیں اگرچہ محرم کو خوشبو سونگھنا مکروہ ہے۔ (۳)

مسئلہ ۹: احرام سے پہلے بدن پر خوشبو لگائی تھی، احرام کے بعد پھیل کر اور اعضا کو لگی تو کفارہ نہیں۔ (۴)

مسئلہ ۱۰: محرم نے دوسرے کے بدن پر خوشبو لگائی مگر اس طرح کہ اس کے ہاتھ وغیرہ کسی عضو میں خوشبو نہ لگی یا اس کو سلا ہوا کپڑا پہنایا تو کچھ کفارہ نہیں مگر جب کہ محرم کو خوشبو لگائی یا سلا ہوا کپڑا پہنایا تو گنہگار ہوا اور جس کو لگائی یا پہنایا اس پر کفارہ واجب ہے۔ (۵)

مسئلہ ۱۱: تھوڑی سی خوشبو بدن کے متفرق حصوں میں لگائی اگر جمع کرنے سے پورے بڑے عضو کی مقدار کو پہنچ جائے تو ذمہ ہے ورنہ صدقہ اور زیادہ خوشبو متفرق جگہ لگائی تو بہر حال ذمہ ہے۔ (۶)

مسئلہ ۱۲: ایک جلسہ میں کتنے ہی اعضا پر خوشبو لگائے بلکہ سارے بدن پر بھی لگائے تو ایک ہی جرم ہے اور ایک کفارہ واجب اور کئی جلسوں میں لگائی تو ہر بار کے لیے الگ الگ کفارہ ہے، خواہ پہلی بار کا کفارہ دے کر دوسری بار لگائی

(۱) الفتاویٰ الہندیہ کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنايات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۴۰-۲۴۱۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنايات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۴۱۔

(۳) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنايات، ج ۳، ص ۶۵۳۔

(۴) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنايات، ج ۳، ص ۶۵۳۔

(۵) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنايات، ج ۳، ص ۶۵۳، وغیرہ۔

(۶) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنايات، ج ۳، ص ۶۵۳۔

یا ابھی کسی کا کفارہ نہ دیا ہو۔ (7)

مسئلہ ۱۳: کسی شے میں خوشبو لگی تھی اسے چھوا، اگر اس سے خوشبو چھوٹ کر بڑے عضوِ کامل کی قدر بدن کو لگی تو دم دے اور کم ہو تو صدقہ اور کچھ نہیں تو کچھ نہیں مثلاً سنگِ اسود شریف پر خوشبو ملی جاتی ہے اگر بحالتِ احرام بوسہ لیتے ہیں بہت سی لگی تو دم دے اور تھوڑی سی تو صدقہ۔ (8)

مسئلہ ۱۴: خوشبودار سرمہ ایک یا دو بار لگایا تو صدقہ دے، اس سے زیادہ میں دم اور جس سرمہ میں خوشبو نہ ہو اس کے استعمال میں حرج نہیں، جب کہ بضرورت ہو اور بلا ضرورت مکروہ۔ (9)

مسئلہ ۱۵: اگر خالص خوشبو جیسے مشک، زعفران، لونگ، الاچھی، دارچینی اتنی کھائی کہ منہ کے اکثر حصہ میں لگ گئی تو دم ہے ورنہ صدقہ۔ (10)

مسئلہ ۱۶: کھانے میں پکتے وقت خوشبو پڑی یا فنا ہو گئی تو کچھ نہیں، ورنہ اگر خوشبو کے اجزاء زیادہ ہوں تو وہ خالص خوشبو کے حکم میں ہے اور کھانا زیادہ ہو تو کفارہ کچھ نہیں مگر خوشبو آتی ہو تو مکروہ ہے۔ (11)

مسئلہ ۱۷: پینے کی چیز میں خوشبو ملائی، اگر خوشبو غالب ہے یا تمین بار یا زیادہ پیا تو دم ہے، ورنہ صدقہ۔ (12)

مسئلہ ۱۸: تمباکو کھانے والے اس کا خیال رکھیں کہ احرام میں خوشبودار تمباکو نہ کھائیں کہ پتیوں میں تو ویسے ہی کچی خوشبو ملائی جاتی ہے اور قوام میں بھی اکثر پکانے کے بعد مشک وغیرہ ملائے ہیں۔

مسئلہ ۱۹: خمیرہ تمباکو نہ پینا بہتر ہے، کہ اس میں خوشبو ہوتی ہے مگر پیا تو کفارہ نہیں۔

مسئلہ ۲۰: اگر ایسی جگہ گیا جہاں خوشبو سلگ رہی ہے اور اس کے کپڑے بھی بس گئے تو کچھ نہیں اور سلگا کر اس نے خود بسائے تو قلیل میں صدقہ اور کثیر میں دم اور نہ بے تو کچھ نہیں اور اگر احرام سے پہلے بسایا تھا اور احرام میں پہنا تو مکروہ ہے مگر کفارہ نہیں۔ (13)

(7) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۴.

(8) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۴۱.

(9) المرجع السابق، و باب المناسک و المسک الحفظ، (باب الجنایات، فصل فی تکمل المطیب)، ص ۳۱۴.

(10) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۴.

(11) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۴۱.

والدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۶.

(12) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۴، وغیرہ.

(13) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۴۱.

مسئلہ ۲۱: سر پر منہدی کا پتلا خضاب کیا کہ بال نہ چھپے تو ایک دم اور گاڑھی تھوپنی کہ بال چھپ گئے اور چار پہر گزرے تو مرد پر دو دم اور چار پہر سے کم میں ایک دم اور ایک صدقہ اور عورت پر بہر حال ایک دم، چوتھائی سر چھپنے کا بھی یہی حکم ہے اور چوتھائی سے کم میں صدقہ ہے اور سر پر دسمہ پتلا پتلا لگایا تو کچھ نہیں اور گاڑھا ہو تو مرد کو کفارہ دینا ہوگا۔ (14)

مسئلہ ۲۲: داڑھی میں منہدی لگائی جب بھی دم واجب ہے، پوری ہتھیلی یا تلوے میں لگائی تو دم دے، مرد ہو یا عورت اور چاروں ہاتھ پاؤں میں ایک ہی جلسہ میں لگائی جب بھی ایک ہی دم ہے، ورنہ ہر جلسہ پر ایک دم اور ہاتھ پاؤں کے کسی حصہ میں لگائی تو صدقہ۔ (15)

مسئلہ ۲۳: غطی سے سر یا داڑھی دھوئی تو دم ہے۔ (16)

مسئلہ ۲۴: عطر فروش کی دکان پر خوشبو سونگھنے کے لیے بیٹھا تو کراہت ہے ورنہ حرج نہیں۔ (17)

مسئلہ ۲۵: چادر یا تہبند کے کنارہ میں مشک، عنبر، زعفران باندھا اگر زیادہ ہے اور چار پہر گزرے تو دم ہے اور کم ہے تو صدقہ۔ (18)

مسئلہ ۲۶: خوشبو استعمال کرنے میں بقصد یا بلا قصد ہونا، یاد کر کے یا بھولے سے ہونا، مجبوراً یا خوشی سے ہونا، مرد و عورت دونوں کے لیے سب کا یکساں حکم ہے۔ (19)

مسئلہ ۲۷: خوشبو لگانا جب جرم قرار پایا تو بدن یا کپڑے سے دور کرنا واجب ہے اور کفارہ دینے کے بعد زائل نہ کیا تو پھر دم وغیرہ واجب ہوگا۔ (20)

والباب المناسک، (باب الجنایات، فصل فی تطیب الثوب... إلخ)، ص ۳۲۱۔

(14) الجوہرۃ النیرۃ، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۲۱۷۔

والفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۴۱۔

(15) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۴، وغیرہا۔

(16) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۴۱۔

(17) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۴۲۔

(18) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۴۔

(19) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۴۱۔

(20) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۴۱-۲۴۲۔

مسئلہ ۲۸: خوشبو لگانے سے بہر حال کفارہ واجب ہے، اگرچہ فوراً زائل کر دی ہو اور اگر کوئی غیر محرم نے تو اس سے دھلوائے اور اگر صرف پانی بہانے سے دھل جائے تو یوہیں کرے۔ (21)

مسئلہ ۲۹: روغن چیلی وغیرہ خوشبودار تیل لگانے کا وہی حکم ہے جو خوشبو استعمال کرنے میں تھا۔ (22)

مسئلہ ۳۰: تیل اور زیتون کا تیل خوشبو کے حکم میں ہے اگرچہ ان میں خوشبو نہ ہو، البتہ ان کے کھانے اور ناک میں چڑھانے اور زخم پر لگانے اور کان میں ٹپکانے سے صدقہ واجب نہیں۔ (23)

مسئلہ ۳۱: مشک، عنبر، زعفران وغیرہ جو خود ہی خوشبو ہیں، ان کے استعمال سے مطلقاً کفارہ لازم ہے اگرچہ دواء استعمال کیا ہو، یہ اس صورت میں ہے جب کہ ان کو خالص استعمال کریں اور اگر دوسری چیز جو خوشبودار نہ ہو، اس کے ساتھ ملا کر استعمال کیا تو غالب کا اعتبار ہے اور دوسری چیز میں ملا کر پکالیا ہو تو کچھ نہیں۔ (24)

مسئلہ ۳۲: زخم کا علاج ایسی دوا سے کیا جس میں خوشبو ہے پھر دوسرا زخم ہوا، اس کا علاج پہلے کے ساتھ کیا تو جب تک پہلا اچھا نہ ہو اس دوسرے کی وجہ سے کفارہ نہیں اور پہلے کے اچھے ہونے کے بعد بھی دوسرے میں وہ خوشبودار دوا لگائی تو دو کفارے واجب ہیں۔ (25)

مسئلہ ۳۳: گسم یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا چار پہر پہنا تو دم دے اور اس سے کم تو صدقہ، اگرچہ فوراً اتار ڈالا۔ (26)

(21) باب المناسک والمسک الحفظ، (کتاب الحج، باب الجنایات، فصل لایبشرط بقاء الطیب)، ص ۳۱۹۔

(22) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۲۰۔

(23) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۵۔

(24) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۶۔

(25) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۲۱۔

(26) لباب المناسک، (باب الجنایات، فصل فی تطیب الثوب اذا کان الطیب فی ثوبہ شبرا فی شبر)، ص ۳۲۰۔

خوشبو کے بارے میں سوال و جواب

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈانسٹ بزرگ کا جہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سوال: احرام کی حالت میں عطر کی شیشی ہاتھ میں لی اور ہاتھ میں خوشبو لگ گئی تو کیا کفارہ ہے؟

جواب: اگر لوگ دیکھ کر کہیں کہ یہ بہت سی خوشبو لگ گئی ہے اگرچہ غصو کے تھوڑے سے حصے میں لگی ہو تو دم واجب ہے ورنہ معمولی سی خوشبو بھی جسم پر لگ گئی تو صدقہ ہے۔

سوال: عطر میں خوشبودار تیل ڈال لیا تو کیا کرے؟

جواب: اگر کوئی بڑا عضو مثلاً ران، منہ، پنڈلی یا سر سارے کا سارا خوشبو سے آلودہ ہو جائے خواہ خوشبودار تیل کے ذریعے ہو یا عطر سے، دم واجب ہو جائے گا۔

سوال: بچھونے یا احرام کے کپڑے پر خوشبو لگ گئی یا کسی نے لگا دی تو؟

جواب: خوشبو کی مقدار دیکھی جائے زیادہ ہے تو دم اور کم ہے تو صدقہ۔

سوال: اس بچھونے پر ہم اُس وقت موجود نہ ہوں یا وہ احرام کا کپڑا اگر اُس وقت ہمارے جسم پر نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اب اسے استعمال نہ کریں تو کوئی کفارہ نہیں۔

سوال: جو خوشبو ٹیٹ احرام سے پہلے بدن یا احرام کی چادروں پر لگائی تھی کیا ٹیٹ احرام کے بعد اُس خوشبو کو زائل کرنا ضروری ہے؟

جواب: نہیں، اُن دونوں خوشبودار چادروں کو استعمال کرنے کی اجازت ہے، چاہے اُن میں کتنی ہی مہک ہو۔

سوال: احتلام ہو گیا یا کسی وجہ سے احرام کی ایک یا دونوں چادریں ناپاک ہو گئیں اب دوسری چادریں موجود تو ہیں مگر اُن میں پہلے کی خوشبو لگی ہوئی ہے، انھیں پہن سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر خوشبو مہک رہی ہے تو نہیں پہن سکتے اور اگر مہک اڑ چکی ہے تو پہننے میں خرچ نہیں۔ صرف اُن دو خوشبودار چادروں کو محرم پہن سکتا ہے جس پر اُس نے قبل ٹیٹ احرام خوشبو لگائی تھی اور انھیں پہن کر احرام کی ٹیٹ کی تھی۔ اُن دو کے علاوہ اگر کوئی سی بھی خوشبودار چادر پہنیں گے تو گفہ لازم آئے گا۔ لہذا بغیر خوشبو کی چادر اگر ٹیٹ نہیں تو جو پہنی ہوئی ہیں اُن کو اتار کر پاک کر کے پھر پہن لیں۔

سوال: احرام کی حالت میں خجر اسود کا بوسہ لینے میں اگر خوشبو لگ گئی تو کیا کریں۔

جواب: اگر بہت سی لگ گئی تو دم اور تھوڑی سی لگ گئی تو صدقہ دیں۔ ()

سوال: احرام کی ٹیٹ کر لینے کے بعد ایئر پورٹ وغیرہ پر لوگ احرام والے حاجی صاحب کو گلاب یا موتیا کے پھولوں کا گھبرا ڈالتے ہیں یہ کیسا ہے؟

جواب: ممنوع ہے۔

سوال: محرم خوشبودار پھول سونگھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں! خوشبودار پھل جیسا کہ لیموں، نارنگی وغیرہ یا پھول جیسا کہ گلاب، چنبیلی وغیرہ سونگھنا مکروہ ہے مگر کفارہ نہیں۔

سوال: محرم بے پکائی ہوئی الاچی کھا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: حرام ہے نہیں کھا سکتا، اگر خالص خوشبو، جیسے الاچی، لونگ، دارچینی، اتنی کھائیں کہ منہ کے اکثر حصے میں لگ گئی تو دم واجب ہو گیا اور کم میں صدقہ۔



سوال: خوشبودار زردہ، بریانی اور قورمہ کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جو خوشبو کھانے میں پکائی گئی ہو، چاہے اب بھی اُس سے خوشبو آ رہی ہو، اُسے کھانے میں مضائقہ نہیں۔ اسی طرح خوشبو پکاتے وقت تو نہیں لائی تھیں اور پر ڈال دی تھی مگر اب اُس کی مہک اڑ گئی اُس کا کھانا بھی جائز ہے، اگر بغیر پکائی ہوئی خوشبو کھانے یا مسجون وغیرہ دوا میں ملا دی گئی تو اب اُس کے اجزاء غذا یا دوا وغیرہ بے خوشبو اشیاء کے اجزاء سے زیادہ ہیں تو وہ خالص خوشبو کے حکم میں ہے اور گفارہ ہے کہ منہ کے اکثر حصے میں خوشبو لگ گئی تو دم اور کم میں لگی تو صدقہ اور اگر اناج وغیرہ کی مقدار زیادہ ہے اور خالص خوشبو کی مقدار کم تو کوئی گفارہ نہیں، ہاں! خالص خوشبو کی مہک آتی ہو تو مکروہ ہے۔

سوال: احرام کی حالت میں خوشبودار شربت پینا کیسا ہے؟

جواب: پینے کے چیز میں اگر خوشبو ملائی اگر خوشبو غالب ہے (تو دم ہے) یا خوشبو کم ہے مگر اُسے تین بار یا زیادہ پیا تو دم ہے ورنہ صدقہ۔ (بہار شریعت)

سوال: محرم ماربل کا تیل مرد وغیرہ میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: کوئی خرج نہیں، البتہ ہل اور زیتون کا تیل خوشبو کے حکم میں ہے۔ اگرچہ ان میں خوشبو نہ ہو یہ جسم پر نہیں لگا سکتے۔ ہاں! ان کے کھانے، ناک میں چڑھانے، زخم پر لگانے اور کان میں ٹپکانے میں گفارہ واجب نہیں۔

سوال: احرام کی حالت میں آنکھوں میں خوشبودار سرمہ لگانا کیسا ہے؟

جواب: حرام ہے۔ اس کی ایک یا دو سلائی لگائی تو صدقہ واجب اور تین یا زیادہ سلائیاں لگانے میں دم واجب ہو جائے گا۔

(رکن دین کتاب الحج)

سوال: احرام کی حالت میں ہاتھ دھونے کے لئے خوشبودار صابن و شپونیز کپڑے اور برتن وغیرہ دھونے کیلئے خوشبودار پاؤڈر یا لوشن استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: کر سکتے ہیں۔

سوال: خوشبو لگائی اور گفارہ بھی دے دیا تو اب لگی رہنے دیں یا کیا کریں؟

جواب: خوشبو لگانا جب نجرم ٹھہرا تو بدن یا کپڑے سے دُور کرنا واجب ہے اور گفارہ دینے کے بعد اگر زائل نہ کیا تو پھر دم وغیرہ واجب ہوگا۔ لہذا گفارہ دینے سے قبل خوشبو زائل کرنا ضروری ہے۔

(۲) سلعے کپڑے پہننا

مسئلہ ۱: محرم نے سلا کپڑا چار پہر (۱) کامل پہنا تو دم واجب ہے اور اس سے کم تو صدقہ اگرچہ تھوڑی دیر پہنا اور لگا تا کہ دن تک پہنے رہا جب بھی ایک ہی دم واجب ہے، جب کہ یہ لگا تا پہننا ایک طرح کا ہو یعنی عذر سے یا بلا عذر اور اگر مثلاً ایک دن بلا عذر تھا، دوسرے دن بعذر یا بالعکس تو دو کفارے واجب ہوں گے۔ (۲)

مسئلہ ۲: اگر دن میں پہنارات میں گرمی کے سبب اُتار ڈالا یا رات میں سردی کی وجہ سے پہنا دن میں اُتار ڈالا، باز آنے کی نیت سے نہ اُتار تو ایک کفارہ ہے اور توبہ کی نیت سے اُتار تو ہر بار میں نیا کفارہ واجب ہوگا۔ یوہیں کسی ایک دن گرتا پہنا تھا اور اُتار ڈالا پھر پا جامہ پہنا اُسے بھی اُتار کر ٹوپی پہنی تو یہ سب ایک ہی پہننا ہے اور اگر ایک دن ایک پہنا دوسرے دن دوسرا تو دو کفارے واجب ہیں۔ (۳)

مسئلہ ۳: بیماری کے سبب پہنا تو جب تک وہ بیماری رہے گی ایک ہی جرم ہے اور بیماری یقیناً جاتی رہی اور نہ اُتار تو یہ دوسرا جرم اختیاری ہے اور اگر وہ بیماری یقیناً جاتی رہی مگر دوسری بیماری معا شروع ہو گئی اور اُس میں بھی پہننے کی ضرورت ہے جب بھی یہ دوسرا جرم غیر اختیاری ہے۔ (۴)

مسئلہ ۴: باری کے ساتھ بخار آتا ہے اور جس دن بخار آیا کپڑے پہن لیے، دوسرے دن اُتار ڈالے تیسرے دن پھر پہنے، تو جب تک یہ بخار آئے ایک ہی جرم ہے۔ (۵)

مسئلہ ۵: اگر سلا کپڑا پہنا اور اس کا کفارہ ادا کر دیا مگر اُتار نہیں، دوسرے دن بھی پہنے ہی رہا تو اب دوسرا کفارہ واجب ہے۔ یوہیں اگر احرام باندھتے وقت سلا ہوا کپڑا نہ اُتار تو یہ جرم ہے۔ (۶)

(۱) چار پہر سے مراد ایک دن یا ایک رات کی مقدار ہے، مثلاً طلوع آفتاب سے غروب آفتاب یا غروب آفتاب سے طلوع آفتاب یا دو پہر سے آدمی رات یا آدمی رات سے دو پہر تک۔ (حاشیہ انور البشارۃ، الفتاویٰ الرضویہ، ج ۱۰، ص ۷۵۷)۔

(۲) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۲۳۲، وغیرہ۔

(۳) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۲۳۲۔

والدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۷۔

(۴) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۸۔

(۵) لباب المناسک والمسک الحقیق فی المناسک التوسط، (باب الجنایات)، ص ۳۰۳۔

(۶) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۲۳۲۔

مسئلہ ۶: بیماری وغیرہ کے سبب اگر سر سے پاؤں تک سب کپڑے پہننے کی ضرورت ہوئی تو ایک ہی جرم غیر اختیاری ہے اور بلا عذر سب کپڑے پہننے تو ایک جرم اختیاری ہے یعنی چار پہر پہننے تو دونوں صورتوں میں ذمہ ہے اور اس سے کم میں صدقہ اور اگر ضرورت ایک کپڑے کی تھی اُس نے دو پہننے تو اگر اسی موضع ضرورت پر دوسرا بھی پہنا تو ایک کفارہ ہے اور گنہگار ہوا۔ مثلاً ایک گرتے کی ضرورت تھی، دو پہن لیے یا ٹوپی کی ضرورت تھی عمامہ بھی باندھ لیا اور اگر دوسرا کپڑا اس جگہ کے سوا دوسری جگہ پہنا مثلاً ضرورت صرف عمامہ کی ہے اُس نے گرتا بھی پہن لیا تو دو جرم ہیں، عمامہ کا غیر اختیاری اور کرتے کا اختیاری۔ خلاصہ یہ کہ موضع ضرورت میں زیادتی کی تو ایک جرم ہے اور موضع ضرورت کے علاوہ اور جگہ بھی پہنا تو دو۔ (7)

مسئلہ ۷: بغیر ضرورت سب کپڑے ایک ساتھ پہن لیے تو ایک جرم ہے، دو جرم اس وقت ہیں کہ ایک بضرورت ہو دوسرا بے ضرورت۔ (8)

مسئلہ ۸: دشمن کی وجہ سے کپڑے پہنے، ہتھیار باندھے اور وہ بھاگا اس نے اُتار ڈالے وہ پھر آگیا، اس نے پھر پہنے تو یہ ایک ہی جرم ہے۔ یوں دن میں دشمن سے لڑنا پڑتا ہے یہ دن میں ہتھیار باندھ لیتا ہے رات میں اُتار ڈالتا ہے تو یہ ہر روز کا باندھنا ایک ہی جرم ہے جب تک عذر باقی ہے۔ (9)

مسئلہ ۹: محرم نے دوسرے محرم کو سلا ہوا یا خوشبودار کپڑا پہنایا تو اس پہنانے والے پر کچھ نہیں۔ (10)

مسئلہ ۱۰: مرد یا عورت نے مونہ کی ٹکلی ساری یا چہارم چھپائی یا مرد نے پورا یا چہارم سر چھپایا تو چار پہر یا زیادہ لگاتار چھپانے میں ذمہ ہے اور کم میں صدقہ اور چہارم سے کم کو چار پہر تک چھپایا تو صدقہ ہے اور چار پہر سے کم میں کفارہ نہیں مگر گناہ ہے۔ (11)

مسئلہ ۱۱: محرم نے سر پر کپڑے کی گٹھری رکھی تو کفارہ ہے اور غلہ کی گٹھری یا تختہ یا گن وغیرہ کوئی برتن رکھ لیا تو نہیں اور اگر سر پر مٹی تھوپ لی تو کفارہ ہے۔ (12)

والدراختیار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۸۔

(7) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب النساک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الاول، ج ۱، ص ۲۳۲-۲۳۳، وغیرہ۔

(8) لباب النساک، (باب الجنایات)، ص ۳۰۲-۳۰۳۔

(9) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب النساک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۲۳۳۔

(10) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب النساک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۲۳۲۔

(11) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب النساک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۲۳۲، وغیرہ۔

(12) المرجع السابق، باب النساک و المسک الحقیق، (باب الجنایات)، ص ۳۰۸۔

مسئلہ ۱۲: سلا ہوا کپڑا پہننے میں یہ شرط نہیں کہ قصداً پہنے بلکہ بھول کر ہو یا نادانی میں بہر حال وہی حکم ہے۔ یوہیں سر اور مونہ چھپانے میں، یہاں تک کہ محرم نے سوتے میں سر یا مونہ چھپالیا تو کفارہ واجب ہے۔ (13)

مسئلہ ۱۳: کان اور گدی کے چھپانے میں حرج نہیں۔ یوہیں ناک پر خالی ہاتھ رکھنے میں اور اگر ہاتھ میں کپڑا ہے اور کپڑے سمیت ناک پر ہاتھ رکھا تو کفارہ نہیں مگر مکروہ و گناہ ہے۔ (14)

مسئلہ ۱۴: پہننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کپڑا اس طرح پہنے جیسے عادی پہنا جاتا ہے، ورنہ اگر کرتے کا تہبند باندھ لیا یا پا جامہ کو تہبند کی طرح لپیٹا پاؤں پائچے میں نہ ڈالے تو کچھ نہیں۔ یوہیں انگرکھا پھیلا کر دونوں شانوں پر رکھ لیا، آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے تو کفارہ نہیں مگر مکروہ ہے اور مونڈھوں پر سلے کپڑے ڈال لیے تو کچھ نہیں۔ (15)

مسئلہ ۱۵: جوتے نہ ہوں تو موزے کو وہاں سے کاٹ کر پہنے جہاں عربی جوتے کا تسمہ ہوتا ہے اور بغیر کاٹے ہوئے پہن لیا تو پورے چار پہر پہننے میں دم ہے اور اس سے کم میں صدقہ اور جوتے موجود ہوں تو موزے کاٹ کر پہننا جائز نہیں کہ مال کو ضائع کرنا ہے پھر بھی اگر ایسا کیا تو کفارہ نہیں۔ (16)

(13) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۲۴۲۔

(14) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۹۔

(15) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۶۔

والفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثانی، ج ۱، ص ۲۴۲۔

(16) لباب المناسک و المناسک المحقق، (باب الجنایات، فصل فی لبس الخفین)، ص ۳۰۹-۳۱۰۔

سلے ہوئے کپڑے وغیرہ کے متعلّق سوال و جواب

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، ہائی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دہشت بُرگ کاظم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں؛

حوال: محرم نے اگر بھول کر سلا ہوا لباس پہن لیا اور دس منٹ کے بعد یاد آتے ہی اتار دیا تو کوئی کفارہ وغیرہ ہے یا نہیں؟

جواب: ہے اگرچہ ایک لمحے کے لئے پہنا ہو، جان بوجہ کر پہنا ہو یا بھولے سے صدقہ واجب ہو گیا اور اگر چار پہر اس سے زیادہ چاہے لگا تا رکھی دن تک پہنے رہا دم واجب ہوگا۔

حوال: اگر ٹوپی یا عمامہ یا احرام ہی کی چادر محرم نے سر پر اوڑھ لی تو اس کی کیا سزا ہے؟

جواب: مرد سر یا سر کا چوتھائی حصہ (۱/۴) یا سر و خواہ عورت منہ کی ٹکلی ساری یا چوتھائی حصہ چار پہر یا زیادہ لگا تا رکھیں دم ہے اور چوتھائی (۱/۴) سے کم چار پہر تک یا چار پہر سے کم اگرچہ سارا منہ یا سر تو صدقہ ہے اور چہاڑم سے کم کو چار پہر سے کم تک چھپائیں

تو کفارہ نہیں مگر گناہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ احرام میں انگریزی جوتے پہننا جائز نہیں کہ وہ اُس جوڑ کو چھپاتے ہیں، پہنے گا تو

سوال: نزلہ میں کپڑے سے ناک پونچھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: کپڑے سے نہیں پونچھ سکتے، کپڑا یا تولیہ دُور رکھ کر اُس میں ناک سک لیجئے۔

سوال: سوتے وقت بلی ہوئی چادر اوڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اوڑھ سکتے ہیں بلکہ ایک سے زیادہ چادریں بھی چہرے کو بچا کر اوڑھنے میں کوئی خرچ نہیں، خواہ پاؤں پورے ڈھک جائیں۔

سوال: اگر نیند میں چادر منہ پر اوڑھ لی تو کوئی خرچ تو نہیں؟

جواب: خرچ ہے، سوتے میں بھی جُرم پر کفارہ ہے۔

سوال: اگر محرم نے سر پر کوئی بڑا سا برتن اٹھالیا تو کیا کفارہ دینا ہوگا؟

جواب: کوئی کفارہ نہیں، محرم سر پر غلہ کی بوری، لگن، برتن، تختہ وغیرہ اٹھالے تو جائز ہے۔ ہاں! کپڑے کی گھڑی اٹھائے تو کفارہ ہے اور عہدہ کپڑے کی گھڑی بھی اٹھا سکتی ہے کیونکہ اُس کو تو سر ڈھکنے کی بھی اجازت ہے۔

سوال: اگر بٹھولے سے سلعے ہوئے کپڑے پہن کر احرام کی نیت کر لی اب نیت کے بعد فوراً سلعے ہوئے کپڑے اتار کر بے سے پہن لے لے تو کیا جُرم مانہ ہے؟

جواب: ضِدّہ دے۔

سوال: اگر نیت احرام سے پہلے سرنگ کرنا بھول گیا بعد نیت فوراً سرنگ کر لیا تو کوئی کفارہ؟

جواب: ضِدّہ دے۔

سوال: بھیڑ میں دوسرے کی چادر سے ہمارا منہ یا سر ڈھک گیا، اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں، کیا اب بھی کوئی مزا ہے؟

جواب: آپ کو ضِدّہ دینا ہوگا، اس میں یہ ہے کہ آپ کو گناہ نہیں ہوگا ورنہ قصداً اگر سر یا منہ ڈھکتے تو گناہ بھی ہوتا اور کفارہ بھی۔

سوال: کیا بیماری وغیرہ کی مجبوری سے سلا ہوا لباس پہننے میں کفارہ ہے؟

جواب: جی ہاں! بیماری وغیرہ کے سبب اگر سر سے پاؤں تک سب کپڑے پہننے کی ضرورت پیش آئی تو ایک ہی جُرم غیر اختیاری ہے۔ اگر چار پہر پہننے یا زیادہ تو ذم اور کم میں ضِدّہ اور اگر اس بیماری میں اس جگہ ضرورت ایک کپڑے کی تھی اور دو پہن لے مثلاً ضرورت کرتے کی تھی اور سلائی والا بنیان بھی پہن لیا تو اس صورت میں کفارہ تو ایک ہی ہوگا مگر گناہ ہوگا اور اگر دوسرا کپڑا دوسری جگہ پہن لیا مثلاً ضرورت پا جائے کی تھی اور گرتے بھی پہن لیا تو ایک جُرم غیر اختیاری ہو اور ایک جُرم اختیاری۔

سوال: اگر بغیر ضرورت سارے کپڑے پہن لئے تو کتنے کفارے دینا ہوں گے؟

جواب: اگر بغیر ضرورت سب کپڑے ایک ساتھ پہن لئے تو ایک ہی جُرم ہے دو جُرم اُس وقت ہیں کہ ایک ضرورت سے ہو اور دوسرا اپنا

ضرورت۔

کفارہ لازم آئے گا۔



سوال: اگر منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا یا سر پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا کوئی خرچ تو نہیں؟
جواب: کوئی خرچ نہیں۔

سوال: محرّم موزے پہن سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں پہن سکتا اگر پہنے گا وہی کفارہ ہے جو سلا ہوا لباس پہننے کا ہے۔

سوال: گر کندھے پر سلعے ہوئے کپڑے ڈال لئے کیا سزا ہے؟

جواب: جائز ہے کوئی کفارہ نہیں۔

(۳) بال دُور کرنا

مسئلہ ۱: سر یا داڑھی کے چہارم بال یا زیادہ کسی طرح دُور کیے تو دَم ہے اور کم میں صدقہ اور اگر چند لا ہے یا داڑھی میں کم بال ہیں، تو اگر چوتھائی کی مقدار ہیں تو کُل میں دَم ورنہ صدقہ۔ چند جگہ سے تھوڑے تھوڑے بال لیے تو سب کا مجموعہ اگر چہارم کو پہنچتا ہے تو دَم ہے ورنہ صدقہ۔ (1)

مسئلہ ۲: پوری گردن یا پوری ایک بغل میں دَم ہے اور کم میں صدقہ اگرچہ نصف یا زیادہ ہو۔ یہی حکم زیر ناف کا ہے۔ دونوں بغلیں پوری مونڈائے، جب بھی ایک ہی دَم ہے۔ (2)

مسئلہ ۳: پورا سر چند جلسوں میں مونڈایا، تو ایک ہی دَم واجب ہے مگر جب کہ پہلے کچھ حصہ مونڈا کر اُس کا کفارہ ادا کر دیا پھر دوسرے جلسہ میں مونڈا یا تو اب نیا کفارہ دینا ہوگا۔ یوں دونوں بغلیں دو جلسوں میں مونڈائیں تو ایک ہی کفارہ ہے۔ (3)

مسئلہ ۴: سر مونڈا یا اور دَم دید یا پھر اسی جلسہ میں داڑھی مونڈائی تو اب دوسرا دَم دے۔ (4)

مسئلہ ۵: سر اور داڑھی اور بغلیں اور سارے بدن کے بال ایک ہی جلسہ میں مونڈائے تو ایک ہی کفارہ ہے اور اگر ایک ایک عضو کے ایک ایک جلسہ میں تو اتنے ہی کفارے۔ (5)

مسئلہ ۶: سر اور داڑھی اور گردن اور بغل اور زیر ناف کے سوا باقی اعضا کے مونڈانے میں صرف صدقہ ہے۔ (6)

مسئلہ ۷: مونچھ اگرچہ پوری مونڈائے یا کتر دائے صدقہ ہے۔ (7)

مسئلہ ۸: روئی پکانے میں کچھ بال جل گئے تو صدقہ ہے، وضو کرنے یا کھانے یا کنگھا کرنے میں بال گرے،

(1) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۹۔

(2) الدر المختار و ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۹۔

(3) الدر المختار و ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۹-۶۶۱۔

(4) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۲۴۳۔

(5) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۲۴۳۔

(6) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۶۰۔

(7) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۶۶۹۔

اس پر بھی پورا صدقہ ہے اور بعض نے کہا دو تین بال تک ہر بال کے لیے ایک مٹھی ناج یا ایک ٹکڑا روٹی یا ایک چھوہارا۔ (8)

مسئلہ ۹: اپنے آپ بے ہاتھ لگائے بال گر جائے یا بیماری سے تمام بال گر پڑیں تو کچھ نہیں۔ (9)
مسئلہ ۱۰: محرم نے دوسرے محرم کا سر مونڈا اس پر بھی صدقہ ہے، خود اس نے اسے حکم دیا ہو یا نہیں، دشی سے مونڈایا ہو یا مجبور ہو کر اور غیر محرم کا مونڈا تو کچھ خیرات کر دے۔ (10)
مسئلہ ۱۱: غیر محرم نے محرم کا سر مونڈا اس کے حکم سے یا بلا حکم تو محرم پر کفارہ ہے، مونڈنے والے پر صدقہ اور وہ محرم اس مونڈنے والے سے اپنے کفارہ کا تاوان نہیں لے سکتا اور اگر محرم نے غیر کی مونچھیں لیں یا ناخن تراشے تو مساکین کو کچھ صدقہ کھلا دے۔ (11)

مسئلہ ۱۲: مونڈنا، کترنا، موچنے سے لینا یا کسی چیز سے بال اڈانا، سب کا ایک حکم ہے۔ (12)
مسئلہ ۱۳: عورت پورے یا چہارم سر کے بال ایک پورے برابر کترے تو دم دے اور کم میں صدقہ۔ (13)
مسئلہ ۱۴: بال مونڈا کر کچھنے لیے تو دم ہے ورنہ صدقہ۔ (14)
مسئلہ ۱۵: آنکھ میں بال نکل آئے تو ان کے اوکھاڑنے میں صدقہ نہیں۔ (15)

(8) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۲۲۳۔
رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۶۷۰۔

(9) لباب المناسک، (باب الجنایات، فصل فی سقوط الشعر)، ص ۳۲۸۔

(10) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۲۲۳۔

(11) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۲۲۳۔

(12) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۶۰، وغیرہ۔

(13) لباب المناسک والمسک، (باب الجنایات، فصل فی حکم التقصیر)، ص ۳۲۷۔

(14) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۵۹۔

(15) لباب المناسک، (باب الجنایات، فصل فی سقوط الشعر)، ص ۳۲۸۔

بال دُور کرنے کے احکام پر سوال و جواب

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سوال: اگر معاذ اللہ! کسی محرم نے اپنی دائرگی منڈوا دی تو کیا سزا ہے؟

جواب: داڑھی منڈوانا یا شخصی کروادینا ویسے بھی حرام ہے اور احرام کی حالت میں سخت حرام، ملبثہ احرام کی حالت میں سر کے بال بھی نہیں کاٹ سکتے تو اگر چوتھائی سر یا چوتھائی داڑھی کے بال یا اس سے بھی زائد کسی طرح دُور کئے تو ذمہ واجب ہو گیا اور چوتھائی سے کم میں صدقہ۔

حوال: عورت اپنے بال لے سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں! عورت اگر پورے سر یا چوتھائی (۱/۴) سر کے بال ایک پورے کے برابر لے تو ذمہ دے اور کم میں صدقہ۔

حوال: کیا محرم سوئے زیر ناف بھی نہیں لے سکتا؟

جواب: جی نہیں، اگر آدھے یا اس سے بھی زیادہ لے تو صدقہ واجب ہوگا اور تمام لے لئے تو ذمہ۔

حوال: بغل کے بالوں کے بارے میں بھی ارشاد ہو۔

جواب: بغل کے بال لینے میں ذمہ واجب ہو جاتا ہے۔ دونوں بغلوں کا ایک ہی حکم ہے، ہاں! اگر ایک بغل کے بال لینے کے بعد کفارہ دے دیا اور اب دوسری بغل کے بال کا لے تو دوسرا کفارہ دینا ہوگا۔

حوال: اگر آدھوری بغل کے بال اتارے تھے اور یاد آ گیا اور رک گئے تو کیا اب بھی ذمہ واجب ہو گیا؟

جواب: نہیں! آدمی بلکہ اس سے بھی زائد بال لئے تو صدقہ واجب ہے اور ذمہ صرف بغل کے سارے بال لینے پر ہے۔

حوال: سر، داڑھی، بغلیں وغیرہ سب ایک ہی مجلس میں منڈوا دیئے تو کتنے کفارے ہوں گے؟

جواب: خواہ سر سے لے کر پاؤں تک سارے بدن کے بال ایک ہی مجلس میں منڈوائیں تو ایک ہی ذمہ واجب ہوگا اگر الگ الگ اعضاء کے الگ الگ مجلس میں منڈائیں گے تو اتنے ہی کفارے ہوں گے۔

حوال: اگر وضو کرنے میں بال جھڑتے ہوں تو کیا اس پر بھی کفارہ ہے؟

جواب: کیوں نہیں، وضو کرنے میں، کٹھانے میں یا کنگھا کرنے میں اگر دو تین بال گرے تو ہر بال کے بدلے میں ایک مٹی اناج یا ایک ایک لٹا روٹی یا ایک چھوٹا خیرات کرپیں اور تین سے زیادہ گرے تو صدقہ دینا ہوگا۔

حوال: اگر کھانا پکانے میں چولہے کی گرمی سے کچھ بال جل گئے تو؟

جواب: صدقہ دینا ہوگا۔

حوال: مونچھ صاف کروادی، کیا کفارہ ہے؟

جواب: مونچھ اگر چہ پوری منڈوائیں یا کٹروائیں صدقہ ہے۔

حوال: اگر سینے کے بال منڈوا دیئے تو کیا کرے؟

جواب: سر، داڑھی، گردن اور سوئے زیر ناف کے علاوہ باقی اعضاء کے بال منڈوانے میں بھرف صدقہ ہے۔



سوال: بال جھڑنے کی بیماری ہو اور خود بخود بال جھڑتے ہوں تو اس پر کوئی رعایت ہے یا نہیں؟

جواب: کیوں نہیں، اگر بغیر ہاتھ لگائے خود بخود بال گر جائیں بلکہ اگر خود بخود تمام بال بھی جھڑ جائیں کوئی گناہ نہیں۔

سوال: محرم نے دوسرے محرم کا سر مونڈا تو کیا سزا ہے؟

جواب: اگر احرام کھولنے کا وقت آگیا ہے مثلاً دونوں غمرہ والوں نے طواف و سعی سے فرائض حاصل کر لی ہے تو اب دونوں ایک دوسرے کے بال مونڈ سکتے ہیں اگر ابھی احرام کھولنے کا وقت نہیں آیا تو اس پر گناہ کی صورت مختلف ہے۔ اگر محرم نے محرم کا سر مونڈا تو جس کا سر مونڈا گیا اُس پر تو گناہ ہے ہی، مونڈنے والے پر بھی صدقہ ہے اور اگر محرم نے غیر محرم کا سر مونڈا یا مونچھیں یا ناخن تراشے تو مساکین کو کچھ خیرات کر دے۔

سوال: غیر محرم، محرم کا سر مونڈ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: وقت سے پہلے نہیں مونڈ سکتا، اگر مونڈے گا تو محرم پر تو گناہ ہے ہی، غیر محرم کو بھی صدقہ دینا پڑے گا۔

سوال: کوئی بال خود بخود جھڑ کر آنکھ میں آگیا تو کیا کریں؟

جواب: نکال لیں، کوئی گناہ نہیں۔

(۴) ناخن کترنا

مسئلہ ۱: ایک ہاتھ ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کترے یا بیسوں ایک ساتھ تو ایک دم ہے اور اگر کسی ہاتھ یا پاؤں کے پورے پانچ نہ کترے تو ہر ناخن پر ایک صدقہ، یہاں تک کہ اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار کترے تو سولہ صدقے دے مگر یہ کہ صدقوں کی قیمت ایک دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر لے یا دم دے اور اگر ایک ہاتھ یا پاؤں کے پانچوں ایک جلسہ میں اور دوسرے کے پانچوں دوسرے جلسہ میں کترے تو دو دم لازم ہیں اور چاروں ہاتھ پاؤں کے چار جلسوں میں تو چار دم۔ (1)

مسئلہ ۲: کوئی ناخن ٹوٹ گیا کہ بڑھنے کے قابل نہ رہا، اس کا بقیہ اُس نے کاٹ لیا تو کچھ نہیں۔ (2)

مسئلہ ۳: ایک ہی جلسہ میں ایک ہاتھ کے پانچوں ناخن تراشے اور چہارم سر مونڈا یا اور کسی عضو پر خوشبو لگائی تو ہر ایک پر ایک ایک دم یعنی تین دم واجب ہیں۔ (3)

مسئلہ ۴: مخرم نے دوسرے کے ناخن تراشے تو وہی حکم ہے جو دوسرے کے بال مونڈنے کا ہے۔ (4)

(1) الفتاویٰ احمدیہ، کتاب، السنک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۲۴۴۔

(2) المرجع سابق۔

(3) المرجع سابق۔

(4) المسئلہ المختص، (باب الجنایات، فصل فی قلم الاظفار)، ص ۳۳۲۔

ناخن تراشنے کے بارے میں سوال و جواب

میرے شیخ طریقت، امیر، اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سوال: احرام کی حالت میں ناخن کاٹنا کیسا ہے؟

جواب: حرم ہے مگر کوئی ناخن ٹوٹ گیا کہ اب بڑھنے کے قابل نہ رہا تو اُس کا بقیہ حصہ کاٹ لیا تو کوئی خرچ نہیں۔

سوال: مسئلہ معلوم نہیں تھا اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے ناخن کاٹ لئے اب کیا ہوگا؟

جواب: جاننا یا نہ جاننا یہاں غور نہیں ہوتا، خواہ مہل کر خرم کریں یا جان بوجھ کر اپنی مرضی سے کریں یا کوئی زبردستی کر دے کفارہ ہر صورت میں دینا ہوگا۔

مسئلہ ۵: چاقو اور ناخن گیر سے تراشنا اور دانت سے کھٹکنا سب کا ایک حکم ہے۔



سوال: تو ان کا گتہ رہ بھی بتا دیجئے؟

جواب: اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے ناخن ایک ہی مجلس میں کاٹے تو ایک دم واجب ہوا اور اگر دو مجلسوں میں کاٹے مثلاً دونوں ہاتھوں کے ناخن ایک مجلس میں کاٹ لئے پھر بعد میں دوسری مجلس میں دونوں پاؤں کے تو دو دم واجب ہوئے۔ اسی طرح اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے ناخن چار مجلسوں میں کاٹے تو چار دم واجب ہوں گے۔

سوال: ابھی ہاتھ کی چار انگلیوں کے ناخن کاٹے تھے کہ یاد آ گیا کہ احرام سے ہے تو اب کیا سزا ہے؟

جواب: پانچ انگلیوں سے کم میں فی انگلی ایک ایک صدقہ واجب ہوگا۔ لہذا چار صدقے واجب ہوئے۔

سوال: ناخن اگر دانت سے کتر ڈالے تو کیا سزا ہے؟

جواب: خواہ بیڈ سے کاٹیں یا چاقو سے، ناخن تراش (یعنی نیل کٹر) سے تراشیں یا دانتوں سے کتریں سب کا ایک ہی حکم ہے۔

سوال: محرم کسی دوسرے کے ناخن کاٹ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں کاٹ سکتا، اس کے ذی احکام ہیں جو دوسروں کے بال مونڈنے کے ہیں۔

(۵) بوس و کنار وغیرہ

- مسئلہ ۱: مباشرت فاحشہ اور شہوت کے ساتھ بوس و کنار اور بدن لمس کرنے میں دم ہے، اگرچہ انزال نہ ہو اور بلا شہوت میں کچھ نہیں۔ یہ افعال عورت کے ساتھ ہوں یا مرد کے ساتھ دونوں کا ایک حکم ہے۔ (1)
- مسئلہ ۲: مرد کے ان افعال سے عورت کو لذت آئے تو وہ بھی دم دے۔ (2)
- مسئلہ ۳: اندام نہانی پر نگاہ کرنے سے کچھ نہیں اگرچہ انزال ہو جائے اگرچہ بار بار نگاہ کی ہو۔ یوں خیال جمائے۔ (3)

مسئلہ ۴: جلق (مشت زنی) سے انزال ہو جائے تو دم ہے ورنہ مکروہ اور احتکام سے کچھ نہیں۔ (4)

- (1) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۶۷۔
- (2) الجوهرة النيرة، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج، ص ۲۲۰۔
- (3) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۲۴۴۔
- (4) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۲۴۴۔

بوس و کنار کے بارے میں سوال و جواب

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈانسٹریکٹم العالیہ اپنی کتاب رفیع الحرمین میں لکھتے ہیں:

سوال: احرام کی حالت میں بیوی کو ہاتھ لگانا کیسا؟

جواب: بیوی کو ہاتھ شہوت ہاتھ لگانا جائز ہے مگر شہوت کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالنا یا بدن کو چھونا حرام ہے۔ اگر شہوت کی حالت میں بوس و کنار کیا یا جسم کو چھوا تو دم واجب ہو جائے گا۔

سوال: کیا محرمہ (یعنی احرام والی) پر بھی اس صورت میں کوئی کفارہ ہے؟

جواب: اگر محرمہ کو بھی مرد کے ان افعال سے لذت آئے تو اسے بھی دم دینا پڑے گا۔

سوال: اگر معاذ اللہ! مرد نے مرد کے بدن کو شہوت کے ساتھ چھوا تو اس کا کوئی کفارہ؟

جواب: اس پر بھی ذہبی کفارہ ہے۔ یعنی دم واجب ہوگا اگر دونوں کو شہوت ہوئی اور دوسرا بھی محرم ہے تو اس پر بھی دم واجب ہے۔

سوال: اگر تفسؤ رجم جائے یا شرمگاہ پر نظر پڑ جائے اور انزال ہو جائے تو کیا کفارہ ہے؟

جواب: اس صورت میں کوئی کفارہ نہیں۔ رہا غیر عورت پر نظر ڈالنا یا اس کا تفسؤر یا نہ ہنا یہ احرام کے علاوہ بھی سخت گناہ ہے اور



احرام کی حالت میں میاں بیوی بھی احتیاط رکھیں۔

سوال: اگر احتلام ہو جائے تو؟

جواب: کوئی کفارہ نہیں۔

سوال: اگر خُدا نخواستہ کوئی محرم مُشت زنی (ہنڈ پرکیش) کا مرتکب ہو تو کیا کفارہ ہے؟

جواب: اگر انزال ہو گیا تو ذمہ واجب ہے ورنہ مکڑوہ۔ یہ فعل، خواہ احرام ہو یا نہ ہو بہر حال ناجائز و حرام ہے۔ مُشت زنی کرنے والے کو

منعون کہا گیا ہے۔

(۶) جماع

مسئلہ ۱: وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد ہو گیا۔ اُسے حج کی طرح پورا کر کے دم دے اور سال آئندہ ہی میں اس کی قضا کر لے۔ عورت بھی احرام حج میں تھی تو اس پر بھی یہی لازم ہے اور اگر اس بلا میں پھر پڑ جانے کا خوف ہو تو مناسب ہے کہ قضا کے احرام سے ختم تک دونوں ایسے جدا رہیں کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھے۔ (1)

مسئلہ ۲: وقوف کے بعد جماع سے حج تو نہ جائے گا مگر حلق و طواف سے پہلے کیا تو بدنہ دے اور حلق کے بعد تو دم اور بہتر اب بھی بدنہ ہے اور دونوں کے بعد کیا تو کچھ نہیں۔ طواف سے مراد اکثر ہے یعنی چار پھیرے۔ (2)

مسئلہ ۳: قصد اجماع ہو یا بھولے سے یا سوجتے میں یا اکراہ کے ساتھ سب کا ایک حکم ہے۔ (3)

مسئلہ ۴: وقوف سے پہلے عورت سے ایسے بچے نے وطی کی جس کا مثل جماع کرتا ہے یا مجنون نے تو حج فاسد ہو جائے گا۔ یوں مرد نے مشتبہ لڑکی یا مجنونہ سے وطی کی حج فاسد ہو گیا مگر بچہ اور مجنون پر نہ دم واجب ہے، نہ قضا۔ (4)

مسئلہ ۵: وقوف عرفہ سے پہلے چند بار جماع کیا اگر ایک ہی مجلس میں ہے تو ایک دم واجب ہے اور دو مختلف مجلسوں میں تو دو دم اور اگر دوسری بار احرام توڑنے کے قصد سے جماع کیا تو بہر حال ایک ہی دم واجب ہے، چاہے ایک ہی مجلس میں ہو یا متعدد میں۔ (5)

مسئلہ ۶: وقوف عرفہ کے بعد سر مونڈانے سے پہلے چند بار جماع کیا اگر ایک مجلس میں ہے تو ایک بدنہ اور دو مجلسوں میں ہے تو ایک بدنہ اور ایک دم اور اگر دوسری بار احرام توڑنے کے ارادہ سے جماع کیا تو اس بار کچھ نہیں۔ (6)

مسئلہ ۷: جانور یا مردہ یا بہت چھوٹی لڑکی سے جماع کیا تو حج فاسد نہ ہوگا، انزال ہو یا نہیں مگر انزال ہوا تو دم

(1) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۲۳۳۔

(2) المرجع السابق ص ۲۳۵۔

(3) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۲۳۳۔

(4) اندر المختار و رد المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۲۔

(5) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۲۳۵۔

(6) المرجع السابق، رد المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۵۔

(۶)۔

مسئلہ ۸: عورت نے جانور سے وطنی کرائی یا کسی آدمی یا جانور کا کٹا ہوا آلہ اندر رکھ لیا حج فاسد ہو گیا۔ (8)
 مسئلہ ۹: عمرہ میں چار پھیرے سے قبل جماع کیا عمرہ جاتا رہا، دم دے اور عمرہ کی قضا اور چار پھیروں کے بعد کیا تو دم دے عمرہ صحیح ہے۔ (9)

مسئلہ ۱۰: عمرہ کرنے والے نے چند بار متعدد مجلس میں جماع کیا تو ہر بار دم واجب اور طواف وسعی کے بعد حلق سے پہلے کیا جب بھی دم واجب ہے اور حلق کے بعد تو کچھ نہیں۔ (10)

مسئلہ ۱۱: قرآن والے نے عمرہ کے طواف سے پہلے جماع کیا تو حج و عمرہ دونوں فاسد مگر دونوں کے تمام افعال بجا لائے اور دو دم دے اور سال آئندہ حج و عمرہ کرے اور اگر عمرہ کا طواف کر چکا ہے اور وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو عمرہ فاسد نہ ہوا، حج فاسد ہو گیا دو دم دے اور سال آئندہ حج کی قضا دے اور اگر وقوف کے بعد کیا تو نہ حج فاسد ہوا، نہ عمرہ ایک بدنہ اور ایک دم دے اور ان کے علاوہ قرآن کی قربانی۔ (11)

مسئلہ ۱۲: جماع سے احرام نہیں جاتا وہ بدستور محرم ہے اور جو چیزیں محرم کے لیے ناجائز ہیں وہ اب بھی ناجائز ہیں اور وہی سب احکام ہیں۔ (12)

مسئلہ ۱۳: حج فاسد ہونے کے بعد دوسرے حج کا احرام اسی سال باندھا تو دوسرا نہیں ہے بلکہ وہی ہے جسے اُس نے فاسد کر دیا، اس ترکیب سے سال آئندہ کی قضا ہے نہیں بچ سکتا۔ (13)

(7) اندر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۲۔

(8) اندر المختار و رد المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۳۔

(9) اندر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۶۔

(10) فتاویٰ الحدیث، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۲۳۵۔

(11) باب المناسک والمسک الحقیقۃ، (باب الجنایات)، ص ۳۳۸۔

(12) اندر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۳۔

(13) المرجع السابق۔

ہم ہستری کے بارے میں سوال و جواب

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈائنٹ بزرگ کا شہم العالیہ

اپنی کتاب رفیق انحرین میں لکھتے ہیں:

سوال: کیا حج فاسد بھی ہو سکتا ہے؟



جواب: جی ہاں! اگر محرم نے وقوف غزوات سے قبل ہم بستی کر لی تو حج فاسد ہو جائے گا۔ اس میں دم بھی لازم ہوگا اور آئندہ سال ٹھہرا بھی کرنی ہوگی۔ اگر عورت بھی محرمہ تھی تو دونوں پر یہی کفارہ ہے لیکن حج فاسد ہو جانے کے باوجود تمام افعال حج بدستور ادا کرنے میں گمے اور ان کا احرام بھی ابھی باقی ہے۔

سوال: اگر مسکد معلوم نہ ہو اور بھول سے جماع کر بیٹھا پھر؟

جواب: بھول کر ہم بستی کی ہو یا جان بوجھ کر، اپنی مرضی سے کی ہو یا بالیغ ہر حال میں حج فاسد ہو جائے گا اور دم دینا پڑے گا بلکہ دوسری مجلس میں دوسری بار اگر جماع کر بیٹھا تو دوسرا دم بھی دینا ہوگا، ہاں! ترک حج کا ارادہ کر لینے کے بعد جماع سے دم لازم نہ ہوگا۔

سوال: اگر کوئی حاجی وقوف غزوات کے بعد خلق و طواف الیہ یارۃ سے قبل جماع کر لے تو اس کا کیا کفارہ ہے؟

جواب: اس کا حج نہ جائے گا مگر اس پر ہتھ نہ واجب ہو جائے گا اور اگر خلق کے بعد مگر طواف سے قبل کیا تو دم لازم ہوگا اور بہتر اب بھی ہتھ نہ ہے اور اگر خلق و طواف کے بعد (چاہے ابھی حجرات کی رزی باقی ہو) کیا تو کوئی کفارہ نہیں۔

سوال: کیا جماع سے حاجی کا احرام ختم ہو جاتا ہے؟

جواب: جی نہیں، احرام بدستور باقی ہے جو چیزیں محرم کے لئے ناجائز ہیں وہ اب بھی ناجائز ہیں اور وہی تمام احکام ہیں۔

سوال: اگر حج فاسد ہو جائے اور اسی وقت نیا احرام اسی سال کے حج کے لئے اگر باندھ لے تو؟

جواب: اس طرح نہ کفارے سے خلاصی ہوگی نہ اب اس سال کا حج ہو سکے گا کہ وہ تو فاسد ہو چکا، البتہ تمام افعال حج بجالانے ضروری ہیں۔ بہر حال آئندہ سال کی ٹھہرا سے بچ نہیں سکے گا۔

سوال: منقطع نے غمرہ کر کے احرام کھول دیا ہے اور ابھی منسلک حج شروع ہونے میں کئی روز باقی ہیں، بیوی کے ساتھ خلوت کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جب تک حج کا احرام نہیں باندھا خلوت کر سکتا ہے۔

سوال: اگر غمرہ کا احرام باندھنے کے بعد طواف وغیرہ سے قبل ہم بستی کر لی تو کیا کفارہ ہے؟

جواب: غمرہ میں طواف کے چار پھیرے کرنے سے پہلے اگر جماع کیا تو غمرہ فاسد ہو گیا، غمرہ پھر سے کرے اور دم بھی دینا ہوگا، اگر چار پھیرے یا مکمل طواف کے بعد کیا تو صرف دم واجب ہوا غمرہ صحیح ہو گیا۔

سوال: اگر معتبر (یعنی غمرہ کرنے والا) طواف ونسی کے بعد مگر عمر منڈانے سے پہلے جماع میں مبتلا ہو گیا پھر تو کوئی سزا نہیں؟

جواب: کیوں نہیں! اب بھی دم واجب ہوگا خلق یا قصر کروانے کے بعد ہی بیوی حلال ہوگی۔

(۷) طواف میں غلطیاں

مسئلہ ۱: طواف فرض مکمل یا اکثر یعنی چار پھیرے جنابت یا حیض و نفاس میں کیا تو بدنہ ہے اور بے وضو کیا تو دم اور پہلی صورت میں طہارت کے ساتھ اعادہ واجب، اگر مکہ سے چلا گیا ہو تو واپس آکر اعادہ کرے اگرچہ میقات سے بھی آگے بڑھ گیا ہو مگر بارہویں تاریخ تک اگر کامل طور پر اعادہ کر لیا تو جرمانہ ساقط اور بارہویں کے بعد کیا تو دم لازم، بدنہ ساقط۔ لہذا اگر طواف فرض بارہویں کے بعد کیا ہے تو دم ساقط نہ ہوگا کہ بارہویں تو گزر گئی اور اگر طواف فرض بے وضو کیا تھا تو اعادہ مستحب پھر اعادہ سے دم ساقط ہو گیا اگرچہ بارہویں کے بعد کیا ہو۔ (1)

مسئلہ ۲: چار پھیرے سے کم بے طہارت کیا تو ہر پھیرے کے بدلے ایک صدقہ اور جنابت میں کیا تو دم پھر اگر بارہویں تک اعادہ کر لیا تو دم ساقط اور بارہویں کے بعد اعادہ کیا تو ہر پھیرے کے بدلے ایک صدقہ۔ (2)

مسئلہ ۳: طواف فرض مکمل یا اکثر بلا غدر چل کر نہ کیا بلکہ سواری پر یا گود میں یا گھسٹ کر یا بے ستر کیا مثلاً عورت کی چہارم کلائی یا چہارم سر کے بال کھلے تھے یا الٹا طواف کیا یا حطیم کے اندر سے طواف میں گزرا یا بارہویں کے بعد کیا تو ان سب صورتوں میں دم دے اور صحیح طور پر اعادہ کر لیا تو دم ساقط اور بغیر اعادہ کیے چلا آیا تو بکری یا اُس کی قیمت بھیج دے کہ حرم میں ذبح کر دی جائے، واپس آنے کی ضرورت نہیں۔ (3)

مسئلہ ۴: جنابت میں طواف کر کے گھر چلا گیا تو پھر سے نیا احرام باندھ کر واپس آئے اور واپس نہ آیا بلکہ بدنہ بھیج دیا تو بھی کافی ہے مگر افضل واپس آنا ہے اور بے وضو کیا تھا تو واپس آنا بھی جائز ہے اور بہتر یہ کہ وہیں سے بکری یا قیمت بھیج دے۔ (4)

مسئلہ ۵: طواف فرض چار پھیرے کر کے چلا گیا یعنی تین یا دو یا ایک پھیرا باقی ہے تو دم واجب، اگر خود نہ آیا بھیج

(1) الجوهرة البیضاء، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج، ص ۲۲۱۔

والفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۲۳۵۔

(2) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۲۳۶۔

(3) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۲۳۷۔

ورد المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۶۲۔

(4) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۲۳۶، ۲۳۵۔

دیا تو کافی ہے۔ (5)

مسئلہ ۶: فرض کے سوا کوئی اور طواف کل یا اکثر جنابت میں کیا تو دم دے اور بے وضو کیا تو صدقہ اور تین پھیرے یا اس سے کم جنابت میں کیے تو ہر پھیرے کے بدلے ایک صدقہ پھر اگر مکہ معظمہ میں ہے تو سب صورتوں میں اعادہ کر لے، کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ (6)

مسئلہ ۷: طواف رخصت کل یا اکثر ترک کیا تو دم لازم اور چار پھیروں سے کم چھوڑا تو ہر پھیرے کے بدلے میں ایک صدقہ اور طواف قدوم ترک کیا تو کفارہ نہیں مگر بڑا کیا اور طواف عمرہ کا ایک پھیرا بھی ترک کر لیا تو دم لازم ہوگا اور بالکل نہ کیا یا اکثر ترک کیا تو کفارہ نہیں بلکہ اس کا ادا کرنا لازم ہے۔ (7)

مسئلہ ۸: ظہر نے طواف قدوم و طواف عمرہ دونوں بے وضو کیے تو دسویں سے پہلے طواف عمرہ کا اعادہ کرے اور اگر اعادہ نہ کیا یہاں تک کہ دسویں تاریخ کی فجر طلوع ہو گئی تو دم واجب اور طواف فرض میں رمل و سعی کر لے۔ (8)

مسئلہ ۹: نجس کپڑوں میں طواف مکروہ ہے کفارہ نہیں۔ (9)

مسئلہ ۱۰: طواف فرض جنابت میں کیا تھا اور بارہویں تک اس کا اعادہ بھی نہ کیا، اب تیرہویں کو طواف رخصت با طہارت کیا تو یہ طواف رخصت طواف فرض کے قائم مقام ہو جائے گا اور طواف رخصت کے چھوڑنے اور طواف فرض میں دیر کرنے کی وجہ سے اس پر دو دم لازم اور اگر بارہویں کو طواف رخصت کیا ہے تو یہ طواف فرض کے قائم مقام ہوگا اور چونکہ طواف رخصت نہ کیا، لہذا ایک دم لازم اور اگر طواف رخصت دوبارہ کر لیا تو یہ دم بھی ساقط ہو گیا اور اگر طواف فرض بے وضو کیا تھا اور یہ با وضو تو ایک دم اور اگر طواف فرض بے وضو کیا تھا اور طواف رخصت جنابت میں تو دو دم۔ (10)

مسئلہ ۱۱: طواف فرض کے تین پھیرے کیے اور طواف رخصت پورا کیا تو اس میں کے چار پھیرے اس میں محسوب ہو جائیں گے اور دو دم لازم، ایک طواف فرض میں دیر کرنے، دوسرا طواف رخصت کے چار پھیرے

(5) المرجع السابق.

(6) المرجع السابق.

(7) الباب المناسک والمسک الحفظ، (باب الجنایات، فصل فی الجنایۃ فی طواف الصدر)، ص ۳۵۰-۳۵۳.

(8) المرجع السابق، ص ۳۵۳.

(9) الفتاویٰ الحسنیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۲۳۶، وغیرہ.

(10) الفتاویٰ الحسنیۃ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۲۳۶.

چھوڑنے کا۔ اور اگر ہر ایک کے تین تین پھیرے کیے تو کل فرض میں شمار ہوں گے اور دو ۲ ذم واجب۔ (11) اس (11) المرجع سابق۔

طواف کے بارے میں مختصر ق سوال و جواب

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، مہاشی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈانٹ نزد کا شہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سوال: بھیڑ کے سبب یا بے حیالی میں کسی طواف کے دوران تھوڑی دیر کے لئے اگر سینہ یا پیٹھ کعبہ کی طرف ہو جائے تو کیا کریں؟

جواب: طواف میں سینہ یا پیٹھ کعبے جتنا فاصلہ طے کیا ہو اتنے فاصلے کا اعادہ کریں اور افضل یہ ہے کہ وہ پھیرائے سرے سے کر لیں۔

سوال: دوران طواف دعا کے لئے رک سکتے ہیں؟

جواب: جی نہیں، چلتے چلتے دعا پڑھیں۔

سوال: نفلی طواف بے وضو کرنا کیسا؟ کوئی کفارہ وغیرہ؟

جواب: حرام ہے۔ طواف زیارت کے علاوہ کوئی بھی طواف ہو (خواہ نفل ہی کیوں نہ ہو) اس کے کل (یعنی سات) یا اکثر (یعنی چار) پھیرے ناپاکی (یعنی غسل فرض ہونے) کی حالت میں کئے تو ذم واجب ہے اور اگر بے وضو کئے تو صدقہ اور اگر تین پھیرے جنائت (یعنی ناپاکی) کی حالت میں کئے تو ہر پھیرے کے بدلے میں صدقہ۔ اگر آپ مکہ منکسرہ میں موجود ہیں تو ان سب صورتوں میں اعادہ کر لینے سے کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

سوال: اگر دوران طواف پھیروں کی گنتی بھول گئے یا تعداد کے بارے میں شک واقع ہوا اس پریشانی کا کیا حل ہے؟

جواب: اگر یہ طواف فرض (مثلاً طواف زیارت) یا واجب (مثلاً طواف ذیاع) ہے تو نئے سرے سے شروع کریں اور اگر یہ طواف فرض یا واجب نہیں مثلاً طواف ثلثم (کہ یہ سنت ہے) یا کوئی نفلی طواف ہے تو ایسے موقع پر ٹھان غالب پر عمل کریں۔

سوال: اگر تیسرے پھیرے میں وضو ٹوٹ گیا اور نیا وضو کرنے چلے گئے تو اب واپس آ کر طواف کس طرح شروع کریں؟

جواب: چاہیں تو ساتوں پھیرے نئے سرے سے شروع کریں اور یہ بھی اختیار ہے کہ جہاں سے چھوڑا وہیں سے شروع کریں۔ چار سے کم کا یہی حکم ہے۔ ہاں! اگر چار یا زیادہ پھیرے کر لئے تھے تو اب نئے سرے سے نہیں کر سکتے جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے کرنا ہوگا۔ حجر اسود سے بھی شروع کرنے کی ضرورت نہیں۔

سوال: طواف میں آٹھویں پھیرے کو ساتواں ٹھان کیا اب یاد آ گیا کہ یہ تو آٹھواں پھیرا ہے اب کیا کرے؟

جواب: سی پر طواف ختم کر دیں۔ ہاں! اگر جان بوجھ کر آٹھواں پھیرا شروع کیا تو یہ ایک جدید طواف شروع ہو گیا اب اس کے بھی سات پھیرے پورے کریں۔

سوال: غمرہ کے طواف کا ایک پھیرا چھوٹ گیا تو کیا کفارہ ہے؟

مسئلہ میں فروع کثیرہ ہیں بخوف تطویل ذکر نہ کیے۔



جواب: اس کا اگر ایک پھیرا بھی چھوٹ گیا تو دم واجب ہے اگر بالکل طواف نہ کیا یا اکثر (یعنی چار پھیرے) ترک کئے تو کفارہ نہیں بلکہ ان کا ادا کرنا لازم ہے۔

سوال: قارن یا مفرد نے طواف قدم ترک کیا تو کیا سزا ہے؟

جواب: اس پر کوئی کفارہ نہیں لیکن عفت مؤکدہ کا تارک ہوا اور بڑا کیا۔

(۸) سعی میں غلطیاں

مسئلہ ۱: سعی کے چار پھیرے یا زیادہ بلا عذر چھوڑ دیے یا سواری پر کیے تو دم دے اور حج ہو گیا اور چار سے کم میں ہر پھیرے کے بدلے صدقہ اور اعادہ کر لیا تو دم و صدقہ ساقط اور عذر کے سبب ایسا ہوا تو معاف ہے۔ یہی ہر واجب کا حکم ہے کہ عذر صحیح سے ترک کر سکتا ہے۔ (۱)

مسئلہ ۲: طواف سے پہلے سعی کی اور اعادہ نہ کیا تو دم دے۔ (۲)

مسئلہ ۳: جنابت میں یا بے وضو طواف کر کے سعی کی تو سعی کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ (۳)



(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۲۴۷۔

در المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۲۶۵۔

(۲) الدر المختار، کتاب الحج، باب فی السعی بین الصفا والمروة، ج ۳، ص ۵۸۷۔

(۳) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۲۶۱۔

(۹) وقوف عرفہ میں غلطی

مسئلہ ۱: جو شخص غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے چلا گیا دم دے پھر اگر غروب سے پہلے واپس آیا تو ساقط ہو گیا اور غروب کے بعد واپس ہوا تو نہیں اور عرفات سے چلا آنا خواہ با اختیار ہو یا بلا اختیار ہو مثلاً اونٹ پر سوار تھا وہ اسے لے بھاگا دونوں صورت میں دم ہے۔ (۱)



(۱) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۲۲۷۔

والجہرۃ النیرۃ، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج، ص ۲۲۲۔

وقوف عرفات کے بارے میں سوال و جواب

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، ہائی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈاسٹ بزرگ کاشمیر نے اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سوال: جو حاجی غروب آفتاب سے قبل میدان عرفات سے نکل جائے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اس پر دم واجب ہو گیا۔ ہاں! اگر غروب آفتاب سے پہلے چلے دو عرفات میں واپس داخل ہو گیا تو دم ساقط ہو جائے گا۔

سوال: کیا دسویں رات کو بھی وقوف عرفات ہو سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! کیونکہ وقوف کا وقت نویں ذوالحجہ کے ابتدائے وقت ظہر سے لے کر دسویں کی طلوع فجر تک ہے۔ اس دوران ایک لمحہ کے لئے بھی جو مسلمان احرام کے ساتھ میدان عرفات میں داخل ہو گیا تو اس کا حج ہو گیا یہاں تک کہ اگر کوئی احرام کے ساتھ ہوائی جہاز میں اس کی قضا اس سے گزر گیا وہ بھی حاجی ہو گیا۔

سوال: وقوف عرفات کی نیت کیا ہے؟

جواب: وقوف عرفات کی کوئی نیت نہیں، اگر وقوف کے وقت کے دوران کسی بے ہوش محرم کو بھی کوئی عرفات میں اٹھائے تو وہ حاجی ہو گیا۔

(۱۰) وقوف مُزْدَلِفہ

مسئلہ ۱: دسویں کی صبح کو مزدلفہ میں بلا عذر وقوف نہ کیا تو دم دے۔ ہاں کمزور یا عورت بخوف ازدحام وقوف ترک کرے تو جرم نہ نہیں۔ (۱)



(۱) الجوہرۃ البیرۃ، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج، ص ۲۲۳۔

وقوف مُزْدَلِفہ کے بارے میں سوال و جواب

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈاسٹ بُزْگَا جُہم العالیہ اپنی کتاب رفیق، لحریمین میں لکھتے ہیں:

سوال: مزدلفہ سے اگر دسویں کو راتوں رات مٹنی چلا گیا تو کیا گناہ ہے؟

جواب: دسویں کی صبح صادق تا طلوع آفتاب یہاں کے وقوف کا وقت ہے چاہے لمحہ بھر کا وقوف کر لیا واجب ادا ہو گیا اور اگر اُس وقت کے دوران ایک لمحہ بھی مزدلفہ میں نہ گزارا تو دم واجب ہو گیا۔

سوال: اگر مزدلفہ میں دسویں رات کوئی سخت بیمار ہو گیا کہ راتوں رات اُسے مکتہ مکڑمہ جانا پڑا اور اُس سے صبح کا وقوف مزدلفہ فوت ہو گیا تو کیا کرے؟

جواب: اگر کمزور یا عورت یا مریض ہے اور اُسے بھیڑ میں خُزْر (یعنی ایذا) کا اندیشہ ہے اس وجہ سے راتوں رات چلا گیا تو اُس پر کوئی گناہ نہیں۔

(۱۱) رمی کی غلطیاں

مسئلہ ۱: کسی دن بھی رمی نہیں کی یا ایک دن کی بالکل یا اکثر ترک کر دی مثلاً دسویں کو تین کنکریاں تک ماریں یا گیارہویں وغیرہ کو دس کنکریاں تک یا کسی دن کی بالکل یا اکثر رمی دوسرے دن کی تو ان سب صورتوں میں دم ہے اور اگر کسی دن کی نصف سے کم چھوڑی مثلاً دسویں کو چار کنکریاں ماریں، تین چھوڑ دیں یا اور دنوں کی گیارہ ماریں دس چھوڑ دیں یا دوسرے دن کی تو ہر کنکری پر ایک صدقہ دے اور اگر صدقوں کی قیمت دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر دے۔ (۱)



(۱) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثامن فی الجنايات، الفصل الخامس، ج ۱، ص ۲۳۷.

والدرد المحتار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنايات، ج ۳، ص ۲۶۶.

(۱۲) قربانی اور خلق میں غلطی

- مسئلہ ۱: حرم میں خلق نہ کیا، حدود حرم سے باہر کیا یا بارہویں کے بعد کیا یا رزی سے پہلے کیا یا قارن و مستمتع نے قربانی سے پہلے کیا یا ابن دونوں نے رزی سے پہلے قربانی کی تو ان سب صورتوں میں دم ہے۔ (۱)
- مسئلہ ۲: عمرہ کا خلق بھی حرم ہی میں ہونا ضرور ہے؛ اس کا خلق بھی حرم سے باہر ہوا تو دم ہے مگر اس میں وقت کی شرط نہیں۔ (۲)
- مسئلہ ۳: حج کرنے والے نے بارہویں کے بعد حرم سے باہر سر مونڈا یا تو دو دم ہیں، ایک حرم سے باہر خلق کرنے کا دوسرا بارہویں کے بعد ہونے کا۔ (۳)



(۱) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۲۶۶، وغیرہ۔

قربانی سے متعلق سوال و جواب

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈانسٹریکٹنگ انڈیا نے اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سوال: ذسویں کی رزی کے بعد اگر جڈہ شریف میں جا کر ٹمٹھ کی قربانی اور خلق کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں یا نہیں؟
جواب: نہیں کر سکتے، کیونکہ جڈہ شریف جڈہ و حرم سے باہر ہے جب کہ ٹمٹھ اور قرآن کی قربانی اور خلق کا جڈہ و حرم میں ہونا واجب ہے۔ لہذا اگر یہ دونوں جڈہ میں کریں گے تو دو دم واجب ہو جائیں گے۔

سوال: مستمتع اور قارن نے اگر رزی سے پہلے قربانی کر دی یا قربانی سے پہلے خلق کر دیا تو کیا عکفارہ ہے؟
جواب: ان دونوں صورتوں میں دم دینا ہوگا۔

سوال: اگر حج افراد والے نے قربانی سے پہلے ہی خلق کر دیا تو کیا کوئی سزا ہے؟
جواب: نہیں، کیونکہ مفرد پر قربانی واجب نہیں اس کے لئے مستحب ہے۔ اگر قربانی کرنا چاہے تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ پہلے خلق کرے پھر قربانی۔

(۲) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۲۶۶۔

(۳) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۲۶۶۔

(۱۳) شکار کرنا

مسئلہ ۱: خشکی کا وحشی جانور شکار کرنا یا اس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا یا اور کسی طرح بتانا، یہ سب کام حرام ہیں اور سب میں کفارہ واجب اگرچہ اُس کے کھانے میں مضطر ہو۔ یعنی بھوک سے مرا جاتا ہو اور کفارہ اس کی قیمت ہے یعنی دو عادل وہاں کے حسابوں جو قیمت بتادیں وہ دینی ہوگی اور اگر وہاں اُس کی کوئی قیمت نہ ہو تو وہاں سے قریب جگہ میں جو قیمت ہو وہ ہے اور اگر ایک ہی عادل نے بتا دیا جب بھی کافی ہے۔ (۱)

مسئلہ ۳: پانی کے جانور کو شکار کرنا جائز ہے، پانی کے جانور سے مراد وہ جانور ہے جو پانی میں پیدا ہوا ہو اگرچہ خشکی میں بھی کبھی کبھی رہتا ہو اور خشکی کا جانور وہ ہے جس کی پیدائش خشکی کی ہو اگرچہ پانی میں رہتا ہو۔ (2)

مسئلہ ۳: شکار کی قیمت میں اختیار ہے کہ اس سے بھیڑ بکری وغیرہ اگر خرید سکتا ہے تو خرید کر حرم میں ذبح کر کے فقرا کو تقسیم کر دے یا اس کا غلہ خرید کر مساکین پر صدقہ کر دے، اتنا اتنا کہ ہر مسکین کو صدقہ فطر کی قدر پہنچے اور یہ بھی

(1) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۶، وغیره.

محرم کا شکار کرنا

یعنی محرم کا حج یا عمرے کے دوران کھائے جانے والے جنگلی شکار کو قتل کرنا، اگرچہ وہ مخلوق سے مانوس ہو یا ان صفات میں سے کسی ایک صفت کے حامل یا نور کو جان بوجھ کر اختیار سے قتل کرنا۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ مِمَّنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَبِينَ لَكُمْ لَهُ مِثْلُ مَا قَتَلْتُمْ مِنَ النَّعِيمِ يُحْكُمُ بِهِ
خَوَاصِدٌ مِنْكُمْ هُنَا بَالِغُ الْكُفَّةِ أَوْ كِفَارَةُ طَعَامٍ مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ حَيْثُ مَا لَيْدُوقٌ وَهَالِ أَمْرِهِ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا
سَلَفُهُ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو اور تم میں جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ وہ سبھی جانور مویشی سے دے تم میں کہ دو ثقبہ آدمی اس کا حکم کریں یہ قربانی ہو کعبہ کو پہنچتی یا کفارہ دے چند مسکینوں کا کھانا یا اس کے برابر روزے کہ اپنے کام کا وبال چھٹے اللہ نے معاف کیا جو ہو گزرا اور جو اب کرے گا اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ غالب ہے بدلہ لینے والے۔

(پ 7.1، ج 5: 95)

(2) لہب المناسک، (باب الجنایات، فصل فی ترک الواجبات)، ص ۳۶۰۔

ہو سکتا ہے کہ اس قیمت کے غلہ میں جتنے صدقے ہو سکتے ہوں ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھے اور اگر کچھ غلہ بچ جائے جو پورا صدقہ نہیں تو اختیار ہے وہ کسی مسکین کو دیدے یا اس کی عوض ایک روزہ رکھے اور اگر پوری قیمت ایک صدقہ کے لائق بھی نہیں تو بھی اختیار ہے کہ اتنے کا غلہ خرید کر ایک مسکین کو دیدے یا اس کے بدلے ایک روزہ رکھے۔ (3)

مسئلہ ۴: کفارہ کا جانور حرم کے باہر ذبح کیا تو کفارہ ادا نہ ہوا اور اگر اس میں سے خود بھی کھالیا تو اتنے کا تادان دے اور اگر اس کفارہ کے گوشت کو ایک مسکین پر تصدق کیا جب بھی جائز ہے۔ یوں تادان کی قیمت بھی ایک مسکین کو دے سکتا ہے اور اگر جانور کو باہر ذبح کیا اور اس کا گوشت ہر مسکین کو ایک ایک صدقہ کی قیمت کا دیا اور وہ سب گوشت اتنی قیمت کا ہے جتنی قیمت کا غلہ خریدا جاتا تو ادا ہو گیا۔ (4)

مسئلہ ۵: کفارہ کا جانور چوری کیا یا زندہ جانور ہی تصدق کر دیا تو نا کافی ہے اور اگر ذبح کر دیا اور گوشت چوری کیا تو ادا ہو گیا۔ (5)

مسئلہ ۶: قیمت کا غلہ تصدق کرنے کی صورت میں ہر مسکین کو صدقہ کی مقدار دینا ضروری ہے کم و بیش دے گا تو ادا نہ ہوگا۔ کم دیا تو کل نفل صدقہ ہے اور زیادہ زیادہ دیا تو ایک صدقہ سے جتنا زیادہ دیا نفل ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ ایک ہی دن میں دیا ہو اور اگر کئی دن میں دیا اور ہر روز پورا صدقہ تو یوں ایک مسکین کو کئی صدقہ دے سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر مسکین کو ایک ایک صدقہ کی قیمت دیدے۔ (6)

مسئلہ ۷: محرّم نے جنگل کے جانور کو ذبح کیا تو حلال نہ ہوا بلکہ مُردار ہے ذبح کرنے کے بعد اُسے کھا بھی لیا تو اگر کفارہ دینے کے بعد کھایا تو اب پھر کھانے کا کفارہ دے اور اگر نہیں دیا تھا تو ایک ہی کفارہ کافی ہے۔ (7)

مسئلہ ۸: جتنی قیمت اُس شکار کی تجویز ہوئی اُس کا جانور خرید کر ذبح کیا اور قیمت میں سے بچ رہا تو بقیہ کا غلہ خرید کر تصدق کرے یا ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھے یا کچھ روزے رکھے کچھ صدقہ دے سب جائز ہے۔ یوں اگر وہ

(3) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۱۔

والفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب التاسع فی الصید، ج ۱، ص ۲۳۸، وغیرہا۔

(4) الفتاویٰ الھندیہ، المربع السابق ص ۲۳۸ ودر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۱۔

(5) رد المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۱۔

(6) الدر المختار ودر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۱-۶۸۳۔

(7) الجوہرۃ البیرو، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج، ص ۲۲۸۔

قیمت دو جانوروں کے خریدنے کے لائق ہے تو چاہے دو ۲ جانور ذبح کرے یا ایک ذبح اور ایک کے بدلے کا صدقہ دے یا روزے رکھے ہر طرح اختیار ہے۔ (8)

مسئلہ ۹: احرام والے نے حرم کا جانور شکار کیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے، حرم کی وجہ سے دوہرا کفارہ واجب نہ ہوگا اور اگر بغیر احرام کے حرم میں شکار کیا تو اس کا بھی وہی کفارہ ہے جو حرم کے لیے ہے مگر اس میں روزہ کافی نہیں۔ (9)

مسئلہ ۱۰: جنگل کے جانور سے مراد وہ ہے جو خشکی میں پیدا ہوتا ہے اگرچہ پانی میں رہتا ہو۔ لہذا مرغابی اور وحشی بٹ کے شکار کرنے کا بھی یہی حکم ہے اور پانی کا جانور وہ ہے جس کی پیدائش پانی میں ہوتی ہے اگرچہ کبھی کبھی خشکی میں رہتا ہو۔ گھریلو جانور جیسے گائے، بھینس، بکری اگر جنگل میں رہنے کے سبب انسان سے وحشت کریں تو وحشی نہیں اور وحشی جانور کسی نے پال لیا تو اب بھی جنگل ہی کا جانور شمار کیا جائے گا، اگر پلاؤ ہرن شکار کیا تو اس کا بھی وہی حکم ہے۔ جنگل کا جانور اگر کسی کی ملک میں ہو جائے مثلاً پکڑ لایا یا پکڑنے والے سے مول لیا تو اس کے شکار کرنے کا بھی وہی حکم ہے۔ (10)

مسئلہ ۱۱: حرام اور حلال جانور دونوں کے شکار کا ایک حکم ہے مگر حرام جانور کے قتل کرنے میں کفارہ ایک بکری سے زیادہ نہیں ہے اگرچہ اس جانور کی قیمت ایک بکری سے بہت زائد کی ہو مثلاً ہاتھی کو قتل کیا تو صرف ایک بکری کفارہ میں واجب ہے۔ (11)

مسئلہ ۱۲: سکھایا ہوا جانور قتل کیا تو کفارہ میں وہی قیمت واجب ہے جو بے سکھائے کی ہے، البتہ اگر وہ کسی کی ملک ہے تو کفارہ کے علاوہ اس کے مالک کو سکھائے ہوئے کی قیمت دے۔ (12)

مسئلہ ۱۳: کفارہ لازم آنے کے لیے قصد قتل کرنا شرط نہیں بھول چوک سے قتل ہو واجب بھی کفارہ ہے۔ (13)

مسئلہ ۱۴: جانور کو زخمی کر دیا مگر مر نہیں یا اس کے بال یا پر نوچے یا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو اس کی وجہ سے جو کچھ اُس جانور میں کمی ہوئی وہ کفارہ ہے اور اگر زخم کی وجہ سے مر گیا تو پوری قیمت واجب۔ (14)

(8) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب التمسک، الباب التاسع فی الصيد، ج ۱، ص ۲۳۸۔

(9) المرجع السابق۔

(10) المرجع السابق ص ۲۳۷۔ در المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۶۔

(11) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۱۔

(12) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۱۔

(13) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۸، وغیرہ۔

(14) تویر مابصر و الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۳۔

مسئلہ ۱۵: زخم کھا کر بھاگ گیا اور معلوم ہے کہ مر گیا یا معلوم نہیں کہ مر گیا یا زندہ ہے تو قیمت واجب ہے اور اگر معلوم ہے کہ مر گیا مگر اس زخم کے سبب سے نہیں بلکہ کسی اور سبب سے تو زخم کی جزا دے اور بالکل اچھا ہو گیا، جب بھی کفارہ ساقط نہ ہوگا۔ (15)

مسئلہ ۱۶: جانور کو زخمی کیا پھر اُسے قتل کر ڈالا تو زخم و قتل دونوں کا کفارہ دے۔ (16)

مسئلہ ۱۷: جانور جال میں پھنسا ہوا تھا یا کسی درندہ نے اسے پکڑا تھا اُس نے چھوڑا نا چاہا، تو اگر مر بھی جائے جب بھی کچھ نہیں۔ (17)

مسئلہ ۱۸: پرند کے پر نوچ ڈالے کہ اوڑ نہ سکے یا چوپایہ کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے کہ بھاگ نہ سکے تو پورے جانور کی قیمت واجب ہے اور انڈا توڑا یا بھونا تو اس کی قیمت دے مگر جب کہ گندہ ہو تو کچھ واجب نہیں اگرچہ اس کا چھلکا قیمتی ہو جیسے شتر مرغ کا انڈا کہ لوگ اُسے خرید کر بطور نمائش رکھتے ہیں اگرچہ گندہ ہو۔ انڈا توڑا اس میں سے بچہ مرا ہوا نکلا تو بچہ کی قیمت دے اور جنگل کے جانور کا دودھ دوہا تو دودھ کی اور بال کترے تو بالوں کی قیمت دے۔ (18)

مسئلہ ۱۹: پرند کے پر نوچ ڈالے یا چوپایہ کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے پھر کفارہ دینے سے پہلے اُسے قتل کر ڈالا تو ایک ہی کفارہ ہے اور کفارہ ادا کرنے کے بعد قتل کیا تو دو کفارے، ایک زخم وغیرہ کا دوسرا قتل کا اور اگر زخمی کیا پھر وہ جانور زخم کے سبب مر گیا تو ایک ہی کفارہ ہے خواہ مرنے سے پہلے دیا ہو یا بعد۔ (19)

مسئلہ ۲۰: جنگل کے جانور کا انڈا بھونا یا دودھ دوہا اور کفارہ ادا کر دیا تو اب اس کا کھانا حرام نہیں اور بیچنا بھی جائز مگر مکروہ ہے اور جانور کا کفارہ دیا اور کھایا تو پھر کفارہ دے اور دوسرے محرم نے کھالیا تو اس پر کفارہ نہیں اگرچہ کھانا حرام تھا کہ وہ فردار ہے۔ (20)

(15) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۳۔

(16) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب التاسع فی الصيد، ج ۱، ص ۲۳۸۔

(17) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۳۔

(18) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۳، وغیرہ۔

(19) المرسلک المقتطع، (باب الجنایات، فصل فی الجرح)، ص ۳۶۲۔

والفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب التاسع فی الصيد، ج ۱، ص ۲۳۸۔

(20) الجوہرۃ البیضاء، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج، ص ۲۲۶۔

رد المحتار، کتاب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۸۔

مسئلہ ۲۱: جنگل کے جانور کا انڈا اٹھا لیا اور مرغی کے نیچے رکھ دیا اگر گندہ ہو گیا تو اس کی قیمت دے اور اس سے بچہ نکلا اور بڑا ہو کر اڑ گیا تو کچھ نہیں اور اگر انڈے پر سے جانور کو اڑا دیا اور انڈا گندہ ہو گیا تو کفارہ واجب۔ (21)

مسئلہ ۲۲: بھرنی کو مارا اس کے پیٹ میں بچہ تھا، وہ مرا ہوا اگر تو اس بچہ کی قیمت کفارہ دے اور ہرنی بعد کو مر گئی تو اس کی قیمت بھی اور اگر نہ مری تو اس کی وجہ سے جتنا اس میں نقصان آیا وہ کفارہ میں دے اور اگر بچہ نہیں گرا مگر ہرنی مر گئی تو حالت حمل میں جو اس کی قیمت تھی وہ دے۔ (22)

مسئلہ ۲۳: کوا، چیل، بھیڑیا، بچھو، سانپ، چوہا، گھونس، چھو ندر، کٹکھنا کٹا، پٹو، مچھر، کلی، کچھوا، کیکڑا، پتنگا، کانٹے والی چیونٹی، مکھی، چھپکلی، بڑ اور تمام حشرات الارض بچو، لومڑی، گیدڑ جب کہ یہ درندے حملہ کریں یا جو درندے ایسے ہوں جن کی عادت اکثر ابتدائی حملہ کرنے کی ہوتی ہے جیسے شیر، چیتا، تیندوا، ان سب کے مارنے میں کچھ نہیں۔ یوہیں پانی کے تمام جانوروں کے قتل میں کفارہ نہیں۔ (23)

(21) لباب المناسک، (باب الجنایات، فصل فی حکم البیض)، ص ۳۶۶۔

(22) الجوهرة البیضاء، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج ص ۲۲۶۔

(23) اندر المختار و رد المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۹-۶۹۱۔

والفتاویٰ المحمدیہ، کتاب المناسک، الباب التاسع فی الصيد، ج ۱، ص ۲۵۲۔

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

قتل سانپ کا مستحب ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم کیا ہے یہاں تک کہ اس کے قتل کی حرم میں اور محرم کو بھی اجازت ہے اور جو خوف سے چھوڑ دے اس کے لئے لعن لیس معنی ۳۔ (وہ شخص مجھ سے یعنی میرے طریقے سے، سے کوئی تعلق نہیں۔ ت) (۳ سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قتل الحیات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۶)

حدیث میں وارد، فی صحیح البخاری قال عبد اللہ بن مسعود مع رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی غار اذ نزلت علیہ والمرسلات فالتلقیناها من فیہ وان فاة لربط بها وخرجت حیة فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقتبواھا قال فابتدرناھا فسبقتنا قال فقال وقیت شرکم کما وقیتہم شرھا۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ہم ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ غار میں تھے جبکہ آپ پر سورہ مرسلات نازل ہوئی اور ہم نے اسی وقت آپ کے منہ مبارک سے اسے حاصل کیا جبکہ آپ کا مبارک دہن اس سے تروتازہ تھا، پھر اچانک وہاں ایک سانپ نکلا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسے مار ڈالو۔ ہم نے اس کے مارنے میں بڑی جلدی کی لیکن وہ ہم سے سبقت کرتے ہوئے بھاگ گیا۔ اس آپ نے یہ ارشاد فرمایا وہ تمہارے شر سے بچ گیا اور تم اس کے شر سے بچ گئے۔ (صحیح البخاری کتاب ابواب النمرہ باب ما یقتل الحرم من الدواب، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳۷) (صحیح البخاری، بدائع التعلیق باب من سے

مسئلہ ۲۴: ہرن اور بکری سے بچہ پیدا ہوا تو اس کے قتل میں کچھ نہیں، ہرنی اور بکرے سے ہے تو کفارہ

من الدواب، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۶۷ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر سورۃ ۷۷، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۵-۷۳۳) اور اسی کے مثل مسلم و نسائی نے روایت کیا:

وفي صحيح مسلم، سأل رجل ابن عمر ما يقتل الرجل من الدواب وهو محرم قال حدثني احدى نسوة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه كان يأمر بقتل الكلب العقور والفارة والعقرب والحديا والغراب والحية قال وفي الصلوة ايضا ۲۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ ابن عمر سے پوچھ رہا تھا کہ جب کوئی آدمی حالت احرام میں ہو تو وہ کون کون سے جانور مار سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ امہات المومنین میں سے ایک بی بی صاحبہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحالت احرام بعض جانوروں کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا اور وہ بعض یہ ہیں: (۱) کانٹے والا کتا (۲) چوہا (۳) بچھو (۴) چیل (۵) کوا (۶) سانپ۔ ان سب کو مار ڈالنے کا آپ حکم فرمایا کرتے تھے اور فرمایا: نماز میں بھی ان کے بارے میں یہی حکم ہے۔

(۲۔ صحیح مسلم کتاب الحج باب ما یعدب للمحرم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۲)

وفي سنن النسائي عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال خمس يقتلن محرم، الحية و الفارة والغراب والابقع والكلب العقور ۱۔ وفي سنن ابی داؤد عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال خمس قتلن حلال في الحرم الحية والعقرب و احداة و الفارة والكلب العقور ۲۔

سنن نسائی میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ جانور ایسے ہیں کہ انہیں محرم مار سکتا ہے: (۱) سانپ (۲) چوہا (۳) چیل (۴) سیاہ و سفید نشان والا کوا (۵) کانٹے والا کتا۔ سنن ابوداؤد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ جانور ایسے ہیں کہ انہیں حد و حرم میں بھی مار ڈالنا حلال اور جائز ہے: (۱) سانپ (۲) بچھو (۳) چیل (۴) چوہا (۵) کاٹ کھانے والا کتا۔ (۱۔ سنن النسائی کتاب الحج باب ما يقتل المحرم من الدواب نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۵) (۲۔ سنن ابی داؤد کتاب الناسک باب ما يقتل المحرم من الدواب آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۵۴)

وفي صحيح مسلم ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم امر محرم ما يقتل حية ۳۔ معنی وفي سنن ابی داؤد عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال اقتلوا الحيات كلهن فمن خاف ثأرهن فليس مئى ۴۔

(۳۔ صحیح مسلم کتاب قتل الحیات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۵) (۴۔ سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی قتل الحیات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۵۶)

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محرم کو مٹی میں سانپ مار ڈالنے کا حکم فرمایا نیز سنن ابی داؤد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمام سانپوں کو مار ڈالو پھر جو کوئی ان کے خون کے مطالبے سے خوف کھائے وہ ۵۔

واجب۔ (24)

مسئلہ ۲۵: غیر محرم نے شکار کیا تو محرم اُسے کھا سکتا ہے اگرچہ اُس نے اسی کے لیے کیا ہو، جب کہ اُس محرم نے نہ اُسے بتایا، نہ حکم کیا، نہ کسی طرح اس کام میں اعانت کی ہو اور یہ شرط بھی ہے کہ حرم سے باہر اُسے ذبح کیا ہو۔ (25)

مسئلہ ۲۶: بتانے والے، اشارہ کرنے والے پر کفارہ اس وقت لازم ہے کہ 1- جسے بتایا وہ اس کی بات جھوٹی نہ جانے اور 2- بے اس کے بتائے وہ جانتا بھی نہ ہو اور 3- اُس کے بتانے پر فوراً اُس نے مار بھی ڈالا ہو اور 4- وہ جانور وہاں سے بھاگ نہ گیا اور 5- یہ بتانے والا جانور کے مارے جانے تک احرام میں ہو۔ اگر ان پانچوں شرطوں میں ایک نہ پائی جائے تو کفارہ نہیں رہا گناہ وہ بہر حال ہے۔ (26)

مسئلہ ۲۷: ایک محرم نے کسی کو شکار کا پتا دیا مگر اس نے نہ اُسے سچا جانا نہ جھوٹا پھر دوسرے نے خبر دی، اب اس نے جستجو کی اور جانور کو مارا تو دونوں بتانے والوں پر کفارہ ہے اور اگر پہلے کو جھوٹا سمجھا تو صرف دوسرے پر ہے۔ (27)

مسئلہ ۲۸: محرم نے شکار کا حکم دیا تو کفارہ بہر حال لازم اگرچہ جانور خود مارنے والے کے علم میں ہے۔ (28)

مسئلہ ۲۹: ایک محرم نے دوسرے محرم کو شکار کرنے کا حکم دیا اور دوسرے نے خود نہ کیا بلکہ اُس نے تیسرے محرم کو حکم دیا، اب تیسرے نے شکار کیا تو پہلے پر کفارہ نہیں اور دوسرے اور تیسرے پر لازم اور اگر پہلے نے دوسرے سے کہا کہ تو فلاں کو شکار کا حکم دے اور اس نے حکم دیا تو تینوں پر جرمانہ لازم۔ (29)

مسئلہ ۳۰: غیر محرم نے محرم کو شکار بتایا یا حکم کیا تو گنہگار ہوا تو بہ کرے، اس غیر محرم پر کفارہ نہیں۔ (30)

مسئلہ ۳۱: محرم نے جسے بتایا وہ محرم ہو یا نہ ہو بہر حال بتانے والے پر کفارہ لازم۔ (31)

مجھ سے نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۳، ص ۶۳۵-۶۳۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(24) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۹۲۔

(25) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۹۲۔

(26) الجوهرة النيرة، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج ص ۲۲۳۔

والدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۷۔

(27) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۷۔

(28) المرجع السابق۔

(29) لباب الناسک، (باب الجنایات، فصل فی الدلالة والاشارة ونحو ذلک)، ص ۳۶۹۔

(30) لباب الناسک، (باب الجنایات، فصل فی الدلالة والاشارة ونحو ذلک)، ص ۳۶۹۔

(31) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۷۷۔

مسئلہ ۳۲: کئی شخصوں نے مل کر شکار کیا تو سب پر پورا پورا کفارہ ہے۔ (32)

مسئلہ ۳۳: ہڈی بھی خشکی کا جانور ہے، اُسے مارے تو کفارہ دے اور ایک کھجور کافی ہے۔ (33)

مسئلہ ۳۴: مُحرّم نے جنگل کا جانور خریدا یا بیچا تو بیع باطل ہے پھر بائع و مشتری دونوں مُحرّم ہیں اور جانور ہلاک ہوا تو دونوں پر کفارہ ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ احرام کی حالت میں پکڑا اور احرام ہی میں بیچا اور اگر پکڑنے کے وقت مُحرّم نہ تھا اور بیچنے کے وقت ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر پکڑنے کے وقت مُحرّم تھا اور بیچنے کے وقت نہیں ہے تو بیع جائز۔ (34)

مسئلہ ۳۵: غیر مُحرّم نے غیر مُحرّم کے ہاتھ جنگل کا جانور بیچا اور مشتری نے ابھی قبضہ نہ کیا تھا کہ دونوں میں سے ایک نے احرام باندھ لیا تو اب وہ بیع باطل ہوگئی۔ (35)

مسئلہ ۳۶: احرام باندھا اور اس کے ہاتھ میں جنگل کا جانور ہے تو حکم ہے کہ چھوڑ دے اور نہ چھوڑا یہاں تک کہ مر گیا تو ضمان دے مگر چھوڑنے سے اس کی ملک سے نہیں نکلتا جب کہ احرام سے پہلے پکڑا تھا اور یہ بھی شرط ہے کہ بیرون حرم پکڑا ہو لہذا اگر اسے کسی نے پکڑ لیا تو مالک اس سے لے سکتا ہے۔ جب کہ احرام سے نکل چکا ہو اور اگر کسی نے اس کے ہاتھ سے چھڑا دیا تو یہ تاوان دے اور اگر جانور اس کے گھر ہے تو کچھ مضایقہ نہیں یا پاس ہی ہے مگر پنجرے میں ہے تو جب تک حرم سے باہر ہے چھوڑنا ضروری نہیں۔ لہذا اگر مر گیا تو کفارہ لازم نہیں۔ (36)

مسئلہ ۳۷: مُحرّم نے جانور پکڑا تو اس کی ملک نہ ہوا، حکم ہے کہ چھوڑ دے اگرچہ پنجرے میں ہو یا گھر پر ہو اور اُسے کوئی پکڑ لے تو احرام کے بعد اس سے نہیں لے سکتا اور اگر کسی دوسرے نے چھوڑ دیا تو اُس سے تاوان نہیں لے سکتا اور دوسرے مُحرّم نے مار ڈالا تو دونوں پر کفارہ ہے مگر پکڑنے والے نے جو کفارہ دیا ہے، وہ مارنے والے سے وصول کر سکتا ہے۔ (37)

مسئلہ ۳۸: مُحرّم نے جنگل کا جانور پکڑا تو اُس پر لازم ہے کہ جنگل میں یا ایسی جگہ چھوڑ دے جہاں وہ پناہ لے

(32) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الناسک، الباب التاسع فی الصيد، ج ۱، ص ۲۴۹۔

(33) الجوهرة البیرونیة، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج ص ۲۲۷۔

(34) الجوهرة البیرونیة، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج ص ۲۴۹۔

(35) مرجع السابق۔

(36) مرجع السابق، الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الناسک، الباب التاسع فی الصيد، ج ۱، ص ۲۵۰، ۲۵۱۔

(37) المرجع السابق۔

سکے، اگر شہر میں لا کر چھوڑا جہاں اس کے پکڑنے کا اندیشہ ہے تو جرمانہ سے بری نہ ہوگا۔ (38)

مسئلہ ۳۹: کسی نے ایسی جگہ شکار دیکھا کہ مارنے کے لیے تیر کمان، غلیل، بندوق وغیرہ کی ضرورت ہے اور محرم نے یہ چیزیں اسے دیں تو اس پر پورا کفارہ لازم اور شکار ذبح کرنا ہے اُس کے پاس ذبح کرنے کی چیز نہیں، محرم نے چھری دی تو کفارہ ہے اور اگر اس کے پاس ذبح کرنے کی چیز ہے اور محرم نے چھری دی تو کفارہ نہیں مگر کراہت ہے۔ (39)

مسئلہ ۴۰: محرم نے جانور پر اپنا کتیا یا باز سکھایا ہوا چھوڑا، اُس نے شکار کو مار ڈالا تو کفارہ واجب ہے اور اگر احرام کی وجہ سے تعمیل حکم شرع کے لیے باز چھوڑ دیا، اُس نے جانور کو مار ڈالا یا سکھانے کے لیے جال پھیلا یا، اس میں جانور پھنس کر مر گیا یا کو آں کھودا تھا اُس میں گر کر مرے جانور تو ان صورتوں میں کفارہ نہیں۔ (40)



(38) لباب الناسک والمسک الحفظ، (باب الجنایات، فصل فی اخذ الصيد وارسالہ)، ص ۳۶۸۔

(39) الفتاویٰ الحندیہ، کتاب الناسک، الباب التاسع فی الصيد، ج ۱، ص ۲۵۰۔

(40) المرجع السابق ص ۲۵۱۔

(۱۴) حرم کے جانور کو ایذا دینا

مسئلہ ۱: حرم کے جانور کو شکار کرنا یا اُسے کسی طرح ایذا دینا سب کو حرام ہے۔ محرم اور غیر محرم دونوں اس حکم میں یکساں ہیں۔ غیر محرم نے حرم کے جنگل کا جانور ذبح کیا تو اس کی قیمت واجب ہے اور اس قیمت کے بدلے روزہ نہیں رکھ سکتا اور محرم ہے تو روزہ بھی رکھ سکتا ہے۔ (۱)

مسئلہ ۲: محرم نے اگر حرم کا جانور مارا تو ایک ہی کفارہ واجب ہوگا دو نہیں اور اگر وہ جانور کسی کا مملوک تھا تو مالک کو اس کی قیمت بھی دے۔ پھر اگر سکھایا ہوا ہو مثلاً طوطی تو مالک کو وہ قیمت دے جو سیکھے ہوئے کی ہے اور کفارہ میں بے سکھائے ہوئے کی قیمت۔ (۲)

مسئلہ ۳: جو حرم میں داخل ہوا اور اُس کے پاس کوئی وحشی جانور ہو اگرچہ بنجرے میں تو حکم ہے کہ اُسے چھوڑ دے، پھر اگر وہ شکاری جانور باز، شکار، بہری وغیرہ ہے اور اس نے اس حکم شرع کی تعمیل کے لیے اُسے چھوڑا، اُس نے شکار کیا تو اُس کے ذمہ تاوان نہیں اور شکار پر چھوڑا تو تاوان ہے۔ (۳)

مسئلہ ۴: ایک شخص دوسرے کا وحشی جانور غصب کر کے حرم میں لایا تو واجب ہے کہ چھوڑ دے اور مالک کو قیمت دے اور نہ چھوڑا بلکہ مالک کو واپس دیا تو تاوان دے۔ غصب کے بعد احرام باندھا جب بھی یہی حکم ہے۔ (۴)

مسئلہ ۵: دو غیر محرم نے حرم کے جانور کو ایک ضرب میں مار ڈالا تو دونوں آدمی آدمی قیمت دیں۔ یوں اگر بہت سے لوگوں نے مارا تو سب پر وہ قیمت تقسیم ہو جائے گی اور اگر ان میں کوئی محرم بھی ہے تو علاوہ اُس کے جو اُس کے حصہ میں پڑا پوری قیمت بھی کفارہ میں دے اور ایک نے پہلے ضرب لگائی پھر دوسرے نے تو ہر ایک کی ضرب سے اس کی قیمت میں جو کمی ہوئی وہ دے۔ پھر باقی قیمت دونوں پر تقسیم ہو جائے گی اس بقیہ کا نصف نصف دونوں دیں۔ (۵)

(۱) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۹۳۔

(۲) لباب المناسک والمسک، المحقق، (باب الجنایات، فصل فی صید الحرم)، ص ۳۷۴۔

(۳) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۹۳، وغیرہ۔

(۴) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۹۳۔

(۵) الفتاویٰ المصنوعۃ، کتاب المناسک، الباب التاسع فی الصید، ج ۱، ص ۲۳۹۔

ولباب المناسک والمسک، المحقق، (باب الجنایات)، ص ۶۹۳۔

مسئلہ ۶: ایک نے حرم کا جانور پکڑا، دوسرے نے مار ڈالا تو دونوں پوری پوری قیمت دیں اور پکڑنے والے کو اختیار ہے کہ دوسرے سے تاوان وصول کر لے۔ (6)

مسئلہ ۷: چند شخص محرم مکہ کے کسی مکان میں ٹھہرے، اس مکان میں کبوتر رہتے تھے۔ سب نے ایک سے کہا، دروازہ بند کر دے، اس نے دروازہ بند کر دیا اور سب منیٰ کو چلے گئے، واپس آئے تو کبوتر پیاس سے مرے ہوئے تھے تو سب پورا پورا کفارہ دیں۔ (7)

مسئلہ ۸: جانور کا کچھ حصہ حرم میں ہو اور کچھ باہر تو اگر کھڑا ہو اور اس کے سب پاؤں حرم میں ہوں یا ایک ہی پاؤں تو وہ حرم کا جانور ہے، اُس کو مارنا حرام ہے اگرچہ سر حرم سے باہر ہے اور اگر صرف سر حرم میں ہے اور پاؤں سب کے سب باہر تو قتل پر جرمانہ لازم نہیں اور اگر لیٹا سویا ہے اور کوئی حصہ بھی حرم میں ہے تو اسے مارنا حرام۔ (8)

مسئلہ ۹: جانور حرم سے باہر تھا، اس نے تیر چھوڑا وہ جانور بھاگا اور تیر اُسے اس وقت لگا کہ حرم میں پہنچ گیا تھا تو جرمانہ لازم اور اگر تیر لگنے کے بعد بھاگ کر حرم میں گیا اور وہیں مر گیا تو نہیں مگر اس کا کھانا حلال نہیں۔ (9)

مسئلہ ۱۰: جانور حرم میں نہیں مگر یہ شکار کرنے والا حرم میں ہے اور حرم ہی سے تیر چھوڑا تو جرمانہ واجب۔ (10)

مسئلہ ۱۱: جانور اور شکاری دونوں حرم سے باہر ہیں مگر تیر حرم سے ہوتا ہوا گزرا تو اکمیں بھی بعض علما تاوان واجب کرتے ہیں۔ درمختار میں یہی لکھا مگر بحر الرائق و لباب میں تصریح ہے کہ اس میں تاوان نہیں اور علامہ شامی نے فرمایا کلام عمامہ سے یہی ثابت۔ کتابا باز وغیرہ چھوڑا اور حرم سے ہوتا ہوا گزرا، اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (11)

مسئلہ ۱۲: جانور حرم سے باہر تھا اس پر کتا چھوڑا، کتے نے حرم میں جا کر پکڑا تو اُس پر تاوان نہیں مگر شکار نہ کھایا جائے۔ (12)

(6) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب التاسع فی الصيد، ج ۱، ص ۲۵۰۔

(7) المرجع السابق۔

(8) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۷۔

(9) المرجع السابق، ص ۶۸۸۔

(10) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب التاسع فی الصيد، ج ۱، ص ۲۵۱۔

(11) نظر: اندر المختار و رد المحتار، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۷۔ والبحر الرائق، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل فی قتل معرم صید، ج ۳، ص ۶۹۔

باب المناسک، (باب الجنایات، فصل فی صید الحرم)، ص ۳۷۶۔

(12) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب التاسع فی الصيد، ج ۱، ص ۲۵۱۔

مسئلہ ۱۳: گھوڑے وغیرہ کسی جانور پر سوار جا رہا تھا یا اسے ہانکتا یا کھینچتا لیے جا رہا تھا، اُس کے ہاتھ پاؤں سے کوئی جانور دب کر مر گیا یا اس نے کسی جانور کو دانت سے کاٹا اور مر گیا تو تاوان دے۔ (13)

مسئلہ ۱۴: بھیڑیے پر کتا چھوڑا، اُس نے جا کر شکار پکڑا یا بھیڑیا پکڑنے کے لیے جال تانا، اُس میں شکار پھنس گیا تو دونوں صورتوں میں تاوان کچھ نہیں۔ (14)

مسئلہ ۱۵: جانور کو بھگایا وہ کوئیں میں گر پڑا یا پھسل کر گرا اور مر گیا یا کسی چیز کی ٹھوکر لگی وہ مر گیا تو تاوان دے۔ (15)

مسئلہ ۱۶: حرم کا جانور پکڑ لایا اور اسے بیرون حرم چھوڑ دیا، اب کسی نے مار ڈالا تو پکڑنے والے پر کفارہ لازم ہے اور اگر کسی نے نہ بھی مارا تو جب تک امن کے ساتھ حرم کی زمین میں پہنچ جانا معلوم نہ ہو، کفارہ سے بری نہ ہوگا۔ (16)

مسئلہ ۱۷: جانور حرم سے باہر تھا اور اس کا بہت چھوٹا بچہ حرم کے اندر، غیر محرم نے اُس جانور کو مارا تو اس کا کفارہ نہیں مگر بچہ بھوک سے مر جائے گا تو بچہ کا کفارہ دینا ہوگا۔ (17)

مسئلہ ۱۸: ہرنی کو حرم سے نکالا وہ بچے جنی پھر وہ مر گئی اور بچے بھی تو سب کا تاوان دے اور اگر تاوان دینے کے بعد جنی تو بچوں کا تاوان لازم نہیں۔ (18)

مسئلہ ۱۹: پرند درخت پر بیٹھا ہوا ہے اور وہ درخت حرم سے باہر ہے مگر جس شاخ پر بیٹھا ہے وہ حرم میں ہے تو اُسے مارنا حرام ہے۔ (19)



(13) المرجع السابق، ص ۲۵۲.

(14) المرجع السابق

(15) المرجع السابق.

(16) باب المناسک، (باب الجنایات، فصل فی اخذ الصيد وارساله)، ص ۳۶۸.

(17) باب المناسک، (باب الجنایات، فصل فی صید الحرم)، ص ۳۷۷.

(18) الدر المنثور، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۷۰۳، وغیرہ.

(19) المرجع السابق ص ۲۸۶.

(۱۵) حرم کے پیڑ وغیرہ کاٹنا

مسئلہ ۱: حرم کے درخت چار قسم ہیں: ۱- کسی نے اُسے بویا ہے اور وہ ایسا درخت ہے جسے لوگ بویا کرتے ہیں۔
 ۲- بویا ہے مگر اس قسم کا نہیں جسے لوگ بویا کرتے ہیں۔ ۳- کسی نے اسے بویا نہیں مگر اس قسم سے ہے جسے لوگ بویا کرتے ہیں۔ ۴- بویا نہیں، نہ اس قسم سے ہے جسے لوگ بویا کرتے ہیں۔

پہلی تین قسموں کے کاٹنے وغیرہ میں کچھ نہیں یعنی اس پر جرمانہ نہیں۔ رہا یہ کہ وہ اگر کسی کی ملک ہے تو مالک تادان لے گا، چوتھی قسم میں جرمانہ دینا پڑے گا اور کسی کی ملک ہے تو مالک تادان بھی لے گا اور جرمانہ اُسی وقت ہے کہ تر ہو اور ٹوٹا یا اکھڑا ہوا نہ ہو۔ جرمانہ یہ ہے کہ اُس کی قیمت کا غلہ لے کر مساکین پر تصدق کرے، ہر مسکین کو ایک صدقہ اور اگر قیمت کا غلہ پورے صدقہ سے کم ہے تو ایک ہی مسکین کو دے اور اس کے لیے حرم کے مساکین ہونا ضرور نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیمت ہی تصدق کر دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس قیمت کا جانور خرید کر حرم میں ذبح کر دے روزہ رکھنا کافی نہیں۔ (۱)

مسئلہ ۲: درخت اکھڑا اور اس کی قیمت بھی دیدی، جب بھی اُس سے کسی قسم کا نفع لینا جائز نہیں اور اگر بیج ڈال تو بیج ہو جائے گی مگر اُس کی قیمت تصدق کر دے۔ (۲)

مسئلہ ۳: جو درخت ٹوٹ گیا اُسے اکھاڑ سکتا ہے اور اس سے نفع بھی اٹھا سکتا ہے۔ (۳)

مسئلہ ۴: درخت اکھاڑا اور تادان بھی ادا کر دیا پھر اسے وہیں لگا دیا اور وہ جم گیا پھر اسی کو اکھاڑا تو اب تادان نہیں۔ (۴)

مسئلہ ۵: درخت کے پتے توڑے اگر اس سے درخت کو نقصان نہ پہنچا تو کچھ نہیں۔ یوں جو درخت پھلتا ہے اُسے بھی کاٹنے میں تادان نہیں جب کہ مالک سے اجازت لے لی ہو اُسے قیمت دیدے۔ (۵)

(۱) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الناسک، الباب التاسع فی الصید، ج ۱، ص ۲۵۲-۲۵۳۔

(۲) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الناسک، الباب التاسع فی الصید، ج ۱، ص ۲۵۳۔

(۳) المرجع السابق۔

(۴) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الناسک، الباب التاسع فی الصید، ج ۱، ص ۲۵۳۔

(۵) الدر المنثور، کتاب الحج، باب الجنايات، ج ۳، ص ۶۸۵۔

مسئلہ ۶: چند شخصوں نے مل کر درخت کا ٹاٹو ایک ہی ٹاڈاں ہے جو سب پر تقسیم ہو جائے گا، خواہ سب محرم ہوں یا غیر محرم یا بعض محرم بعض غیر محرم۔ (6)

مسئلہ ۷: حرم کے پیلو یا کسی درخت کی مسواک بنانا جائز نہیں۔ (7)

مسئلہ ۸: جس درخت کی جڑ حرم سے باہر ہے اور شاخیں حرم میں وہ حرم کا درخت نہیں اور اگر تنے کا بعض حصہ حرم میں ہے اور بعض باہر تو وہ حرم کا ہے۔ (8)

مسئلہ ۹: اپنے یا جانور کے چلنے میں یا خیمہ نصب کرنے میں کچھ درخت جاتے رہے تو کچھ نہیں۔ (9)

مسئلہ ۱۰: ضرورت کی وجہ سے فتویٰ اس پر ہے کہ وہاں کی گھاس جانوروں کو چرانا جائز ہے۔ باقی کاٹنا، اکھاڑنا، اس کا وہی حکم ہے جو درخت کا ہے۔ سوا اذخر اور سوکھی گھاس کے کہ ان سے ہر طرح انتفاع جائز ہے۔ کھنی کے توڑنے، اکھاڑنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ (10)



(6) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب التاسع فی الصيد، ج ۱، ص ۲۵۳.

(7) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب السابع عشر فی الذر بانج، ج ۱، ص ۲۶۴.

(8) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۶، وغیرہ۔ ۱

(9) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۶.

(10) المربع السابق، ص ۶۸۸.

(۱۶) جوں مارنا

- مسئلہ ۱: اپنی جوں اپنے بدن یا کپڑوں میں ماری یا پھینک دی تو ایک میں روٹی کا ٹکڑا اور دو یا تین ہوں تو ایک مُٹھی اناج اور اس سے زیادہ میں صدقہ۔ (1)
- مسئلہ ۲: جوئیں مرنے کو سر یا کپڑا دھویا یا دھوپ میں ڈالا، جب بھی یہی کفارے ہیں جو مارنے میں تھے۔ (2)
- مسئلہ ۳: دوسرے نے اُس کے کہنے یا اشارہ کرنے سے اُس کی جوں ماری، جب بھی اُس پر کفارہ ہے اگرچہ دوسرا احرام میں نہ ہو۔ (3)
- مسئلہ ۴: زمین وغیرہ پر گری ہوئی جوں یا دوسرے کے بدن یا کپڑوں کی مارنے میں اس پر کچھ نہیں اگرچہ وہ دوسرا بھی احرام میں ہو۔ (4)
- مسئلہ ۵: کپڑا بھیگ گیا تھا سکھانے کے لیے دھوپ میں رکھا، اس سے جوئیں مر گئیں مگر یہ مقصود نہ تھا تو کچھ حرج نہیں۔ (5)
- مسئلہ ۶: حرم کی خاک یا کنکری لانے میں حرج نہیں۔ (6)



(1) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۶۸۹.

(2) المرجع السابق.

(3) المرجع السابق.

(4) البحر الرائق، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل ان قتل محرم صیدا، ج ۳، ص ۶۱.

(5) لباب المناسک والمناسک المحقق، (باب الجنایات، فصل فی قتل العلیل)، ص ۳۷۸.

(6) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب السابع عشر فی الذر بانج، ج ۱، ص ۲۶۳.

(۱۷) بغیر احرام میقات سے گزرنا

مسئلہ ۱: میقات کے باہر سے جو شخص آیا اور بغیر احرام مکہ معظمہ کو گیا تو اگرچہ نہ حج کا ارادہ ہو، نہ عمرہ کا مگر حج یا عمرہ واجب ہو گیا پھر اگر میقات کو واپس نہ گیا، یہیں احرام باندھ لیا تو دم واجب ہے اور میقات کو واپس جا کر احرام باندھ کر آیا تو دم ساقط اور مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے جو اس پر حج یا عمرہ واجب ہوا تھا اس کا احرام باندھا اور ادا کیا تو بری الذمہ ہو گیا۔ یوں اگر حجۃ الاسلام یا نفل یا منت کا عمرہ یا حج جو اس پر تھا، اس کا احرام باندھا اور اسی سال ادا کیا جب بھی بری الذمہ ہو گیا اور اگر اس سال ادا نہ کیا تو اس سے بری الذمہ نہ ہوا، جو مکہ میں جانے سے واجب ہوا تھا۔ (۱)

مسئلہ ۲: چند بار بغیر احرام مکہ معظمہ کو گیا، پچھلی بار میقات کو واپس آ کر حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر ادا کیا تو صرف اس بار حج یا عمرہ واجب ہوا تھا، اس سے بری الذمہ ہوا، پہلوں سے نہیں۔ (۲)

مسئلہ ۳: حج یا عمرہ کا ارادہ ہے اور بغیر احرام میقات سے آگے بڑھا تو اگر یہ اندیشہ ہے کہ میقات کو واپس جائے گا تو حج فوت ہو جائے گا تو واپس نہ ہو، وہیں سے احرام باندھ لے اور دم دے اور اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو واپس آئے۔ پھر اگر میقات کو بغیر احرام آیا تو دم ساقط۔ یوں اگر احرام باندھ کر آیا اور لبیک کہہ چکا ہے تو دم ساقط اور نہیں کہا تو نہیں۔ (۳)

مسئلہ ۴: میقات سے بغیر احرام گیا پھر عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کو فاسد کر دیا، پھر میقات سے احرام باندھ کر عمرہ کی قضا کی تو میقات سے بے احرام گزرنے کا دم ساقط ہو گیا۔ (۴)

مسئلہ ۵: مستمتع نے حرم کے باہر سے حج کا احرام باندھا، اسے حکم ہے کہ جب تک وقوف عرفہ نہ کیا اور حج فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو حرم کو واپس آئے اگر واپس نہ آیا تو دم واجب ہے اور اگر واپس ہوا اور لبیک کہہ چکا ہے تو دم

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب العاشر فی مجاوزۃ المیقات بغیر احرام، ج ۱، ص ۲۵۳۔

والدر المختار رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، مطلب لاجب العمان بکسر آلات اللہ، ج ۳، ص ۷۱۱۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب العاشر فی مجاوزۃ المیقات بغیر احرام، ج ۱، ص ۲۵۳، ۲۵۴۔

(۳) المرجع السابق ص ۲۵۳۔

(۴) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۷۱۳۔

ساقط ہے نہیں تو نہیں اور باہر جا کر احرام نہیں باندھا تھا اور واپس آیا اور یہاں سے احرام باندھا تو کچھ نہیں۔ مکہ میں جس نے اقامت کر لی ہے اس کا بھی یہی حکم ہے اور اگر مکہ والا کسی کام سے حرم کے باہر گیا تھا اور وہیں سے حج کا احرام باندھ کر وقوف کر لیا تو کچھ نہیں اور اگر عمرہ کا احرام حرم میں باندھا تو دم لازم آیا۔ (5)

مسئلہ ۶: نابالغ بغیر احرام میقات سے گزرا پھر بالغ ہو گیا اور وہیں سے احرام باندھ لیا تو دم لازم نہیں اور غلام اگر بغیر احرام گزرا پھر اس کے آقا نے احرام کی اجازت دے دی اور اس نے احرام باندھ لیا تو دم لازم ہے جب آزاد ہو ادا کرے۔ (6)

مسئلہ ۷: میقات سے بغیر احرام گزرا پھر عمرہ کا احرام باندھا اس کے بعد حج کا یا قرآن کیا تو دم لازم ہے اور اگر پہلے حج کا باندھا پھر حرم میں عمرہ کا تو دو دم۔ (7)



(5) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب العاشر فی مجاوزۃ المیقات بغیر احرام، ج ۱، ص ۲۵۳، ورد المختار

(6) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب العاشر فی مجاوزۃ المیقات بغیر احرام، ج ۱، ص ۲۵۳.

(7) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب العاشر فی مجاوزۃ المیقات بغیر احرام، ج ۱، ص ۲۵۳.

(۱۸) احرام ہوتے ہوئے دوسرا احرام باندھنا

مسئلہ ۱: جو شخص میقات کے اندر رہتا ہے اُس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا طواف ایک پھیرا بھی کر لیا، اُس کے بعد حج کا احرام باندھا تو اسے توڑ دے اور دم واجب ہے۔ اس سال عمرہ کر لے، سال آئندہ حج اور اگر عمرہ توڑ کر حج کیا تو عمرہ ساقط ہو گیا اور دم دے اور دونوں کر لیے تو ہو گئے مگر گنہگار ہوا اور دم واجب۔ (1)

مسئلہ ۲: حج کا احرام باندھا پھر عرفہ کے دن یا رات میں دوسرے حج کا احرام باندھا تو اسے توڑ دے اور دم دے اور حج و عمرہ اُس پر واجب اور اگر دسویں کو دوسرے حج کا احرام باندھا اور حلق کر چکا ہے تو بدستور احرام میں رہے اور دوسرے کو سال آئندہ میں پورا کرے اور دم واجب نہیں اور حلق نہیں کیا ہے تو دم واجب۔ (2)

مسئلہ ۳: عمرہ کے تمام افعال کر چکا تھا صرف حلق باقی تھا کہ دوسرے عمرہ کا احرام باندھا تو دم واجب ہے اور گنہگار ہوا۔ (3)

مسئلہ ۴: باہر کے رہنے والے نے پہلے حج کا احرام باندھا اور طواف قدوم سے پیشتر عمرہ کا احرام باندھ لیا تو قایم ہو گیا مگر اساءت ہوئی اور شکرانہ کی قربانی کرے اور عمرہ کے اکثر طواف یعنی چار پھیرے سے پہلے وقوف کر لیا تو عمرہ باطل ہو گیا۔ (4)

مسئلہ ۵: طواف قدوم کا ایک پھیرا بھی کر لیا تو عمرہ کا احرام باندھنا جائز نہیں پھر بھی اگر باندھ لیا تو بہتر یہ ہے کہ عمرہ توڑ دے اور قضا کرے اور دم دے اور اگر نہیں توڑا اور دونوں کر لیے تو دم دے۔ (5)

مسئلہ ۶: دسویں سے تیرھویں تک حج کرنے والے کو عمرہ کا احرام باندھنا ممنوع ہے، اگر باندھا تو توڑ دے اور اُس کی قضا کرے اور دم دے اور کر لیا تو ہو گیا مگر دم واجب ہے۔ (6)

(1) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۷۱۳۔

(2) رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، مطلب لاسبب العمان بکسر آلاء اللہ، ج ۳، ص ۷۱۵۔

(3) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۷۱۶۔

(4) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الجنایات، مطلب لاسبب العمان... إلخ، ج ۳، ص ۷۱۷۔

(5) الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج ۳، ص ۷۱۷۔

(6) المرجع سابق ص ۷۱۸۔

مُحْصِر کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(فَإِنْ أَحْصَرَ تُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَخْلُقُوا زُرْعًا وَنَسْكُمُ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ) (1)
اگر حج و عمرہ سے تم روک دیے جاؤ تو جو قربانی میسر آئے کرو اور اپنے سر نہ منڈاؤ، جب تک قربانی اپنی جگہ (حرم) میں نہ پہنچ جائے۔

اور فرماتا ہے:

(إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفِ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِالْحَادِ بِظُلْمٍ نَذِقْهُ مِنْ عَذَابِ الْيَوْمِ) (2)

(1) پ ۲، البقرة: ۱۹۶

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں

احصار حصر سے بنا بمعنی روکنا دبا رکھنا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "أَحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ"۔ شریعت میں احصار یہ ہے کہ انسان بعد احرام حج کرنے پر قادر نہ ہو۔ مسئلہ احصار میں تین قسم کا اختلاف ہے: ایک یہ ہے کہ ہمارے امام اعظم کے ہاں دشمن، مرض، خرچہ، ہلاک ہو جانے، راستہ میں عورت محرمہ کے محرم مرجانے سے احصار ہو جاتا ہے، دیگر اماموں کے ہاں احصار صرف دشمن کا فر سے ہوگا اور کسی وجہ سے نہیں۔ دوسرے یہ کہ ہمارے مذہب میں احصار کی قربانی حرم شریف میں ہی بھیجی جائے گی کہ وہاں ذبح ہو، دیگر آئمہ کے ہاں جہاں احصار ہو وہاں ہی ذبح کر دی جائے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی حدیبیہ میں ہی کر دی تھی، ہم کہتے ہیں کہ وہ مجبوراً ہوا کہ وہاں سے حرم تک قربانی لے جانے والا کوئی نہ تھا، سب ہی روک دیئے گئے تھے اسی مجبوری میں ہم بھی کہتے ہیں صل میں قربانی کر دے۔ (اشعہ) یا حدیبیہ کا بعض حصہ حرم میں داخل ہے، یہ قربانیاں داخل حرم والے حصہ میں ہوئیں۔ تیسرے یہ کہ ہمارے ہاں محصر پر قضا واجب ہے، امام شافعی کے ہاں نہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمرہ قضا ہماری تائید کرتا ہے۔ حج کا فوت قیام عرفات رو جانے سے ہوتا ہے، قیام عرفات کا وقت نویں بقرعید کے زوال سے دسویں کی پوپھننے تک ہے اگرچہ ایک ساعت ہی وہاں ٹھہر جائے حتیٰ کہ تنگی کے وقت اس وقوف کے لیے نماز عشاء قضا کر دے۔ (اشعہ و مرقات) (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۱۷)

(2) پ ۱۷، الحج: ۲۵

اس آیت کے تحت مفسر شہیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت سفیان بن حرب وغیرہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ مسجد حرام سے یا خاص کعبہ معظمہ سے

چٹک دو جنھوں نے مقرر کیا اور روکتے ہیں اللہ (عزوجل) کی راہ سے اور مسجد حرام سے جس کو ہم نے سب لوگوں
نے بے مقرر کیا، اس میں وہاں کے رہنے والے اور باہر والے برابر حق رکھتے ہیں اور جو اس میں ناحق زیادتی کا ارتکاب
کرے، ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔



مراد ہے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ وہ تمام لوگوں کا قبلہ ہے، وہاں کے رہنے والے
اور پردیسی سب برابر ہیں، سب کے لئے اس کی تعظیم و حرمت اور اس میں ادائے مناسک حج یکساں ہے اور طواف و نماز کی فضیلت میں
شہری اور پردیسی کے درمیان کوئی فرق نہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہاں مسجد حرام سے مکہ مکرمہ یعنی جمیع حرم
مراد ہے، اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ حرم شریف شہری اور پردیسی سب کے لئے یکساں ہے، اس میں رہنے اور ٹھہرنے کا سب کسی کو حق
ہے بلکہ اس کے کہ کوئی کسی کو نکالے نہیں اسی لئے امام صاحب مکہ مکرمہ کی اراضی کی بیع اور اس کے کرایہ کو منع فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث
شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مکہ مکرمہ حرام ہے اس کی اراضی فروخت نہ کی جائے۔ (تفسیر احمدی)
(مزید یہ کہ)

الْحَادِثُ يَظْلَمُ نَاحِقَ زِيَادَتِي سَے یا شرک و بت پرستی مراد ہے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ ہر ممنوع قول و فعل مراد ہے حتیٰ کہ خادم کو گالی دینا
بھی۔ بعض نے کہا اس سے مراد ہے حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا یا ممنوعات حرم کا ارتکاب کرنا مثل شکار، مارنے اور درخت کاٹنے کے
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا مراد یہ ہے کہ جو تجھے نہ قتل کرے تو اسے قتل کرے یا جو تجھ پر ظلم نہ کرے تو اس پر ظلم
کرے۔

شانِ نذول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد اللہ بن انیس کو دو آدمیوں کے ساتھ
بیجا تھا جن میں ایک مہاجر تھا دوسرا انصاری، ان لوگوں نے اپنے اپنے مفادِ نسب بیان کئے تو عبد اللہ بن انیس کو غصہ آیا اور اس نے
انصاری کو قتل کر دیا اور خود مرتد ہو کر مکہ مکرمہ کی طرف بھاگ گیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

احادیث

(حدیث ۱:) صحیح بخاری شریف میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چلے، کفار قریش کعبہ تک جانے سے مانع ہوئے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانیاں کیں اور سر مونڈا یا اور صحابہ نے بال کتروائے۔ (1)

(1) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحبشہ، الحدیث: ۴۱۸۵، ج ۳، ص ۷۵۔

صلح حدیبیہ

اس سال کے تمام واقعات میں سب سے زیادہ اہم اور شاندار واقعہ بیعت الرضوان اور صلح حدیبیہ ہے۔ تاریخ اسلام میں اس واقعہ کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ اسلام کی تمام آئندہ ترقیوں کا راز اسی کے دامن سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو بظاہر یہ ایک مغلوبانہ صلح تھی مگر قرآن مجید میں خداوند عالم نے اس کو فتح مبین کا لقب عطا فرمایا ہے۔

ذوالقعدہ ۶ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ شاید کفار مکہ ہمیں عمرہ ادا کرنے سے روکیں گے اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو مکہ بھیج دیا تھا تاکہ وہ کفار مکہ کے ارادوں کی خبر لائے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قافلہ مقام عسفان کے قریب پہنچا تو وہ شخص یہ خبر لے کر آیا کہ کفار مکہ نے تمام قبائل عرب کے کافروں کو جمع کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ کفار قریش نے اپنے تمام ہمنوا قبائل کو جمع کر کے ایک فوج تیار کر لی اور مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے مکہ سے باہر نکل کر مقام بلدح میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اور خالد بن الولید اور ابو جہل کا بیٹا عکرمہ یہ دونوں دو سو چنے ہوئے سواروں کا دستہ لے کر مقام عسفان تک پہنچ گئے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راستہ میں خالد بن الولید کے سواروں کی گرد نظر آئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شاہراہ سے ہٹ کر سفر شروع کر دیا اور عام راستہ سے کٹ کر آگے بڑھے اور مقام حدیبیہ میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ یہاں پانی کی بے حد کمی تھی۔ ایک ہی کنواں تھا۔ وہ چند گھنٹوں ہی میں خشک ہو گیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیاس سے بے تاب ہوئے گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بڑے پیالہ میں اپنا دست مبارک ڈال دیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خشک کنویں میں اپنے وضو کا غسلہ اور اپنا ایک تیر ڈال دیا تو کنویں میں اس قدر پانی ابل پڑا کہ پورا لشکر در تمام جانور اس کنویں سے کئی دنوں تک سیراب ہوتے رہے۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحبشہ، الحدیث: ۴۱۵۰،

۴۱۵۲، ج ۳، ص ۶۸، ۶۹ ملخصاً والکامل فی التاریخ، ذکر عمرۃ الحبشہ، ج ۲، ص ۸۶، ۸۷ ملخصاً)

بیعت الرضوان

مقام حدیبیہ میں پہنچ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ کفار قریش کا ایک عظیم لشکر جنگ کے لئے آمادہ ہے اور ادھر یہ حال ہے کہ سب لوگ احرام باندھے ہوئے ہیں اس حالت میں جو کس بھی نہیں مار سکتے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ کفار مکہ سے مصالحت کی گفتگو کرنے کے لئے کسی کو مکہ بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اس کام کے لئے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب فرمایا۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کر دی کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار قریش میرے بہت ہی سخت دشمن ہیں اور مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو مجھ کو ان کافروں سے بچا سکے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ بھیجا۔ انہوں نے مکہ پہنچ کر کفار قریش کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے صلح کا پیغام پہنچایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والداری اور اپنے قبیلہ دالوں کی حمایت و پاسداری کی وجہ سے کفار قریش کی نگاہوں میں بہت زیادہ معزز تھے۔ اس لئے کفار قریش ان پر کوئی درازدستی نہیں کر سکے۔ بلکہ ان سے یہ کہا کہ ہم آپ کو اجازت دیتے ہیں کہ آپ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر کے اپنا عمرہ ادا کر لیں مگر ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کبھی ہرگز ہرگز کعبہ کے قریب نہ آنے دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں بغیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتھ لئے کبھی ہرگز ہرگز اکیلے اپنا عمرہ نہیں ادا کر سکتا۔ اس پر بات بڑھ گئی اور کفار نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ میں روک لیا۔ مگر حدیبیہ کے میدان میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ کفار قریش نے ان کو شہید کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ تم سب لوگ میرے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کرو کہ آخری دم تک تم لوگ میرے وفادار اور جاں نثار رہو گے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہایت ہی دلوں انگیز جوش و خروش کے ساتھ جاں نثاری کا عہد کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کرنی۔ یہی وہ بیعت ہے جس کا نام تاریخ اسلام میں بیعت الرضوان ہے۔ حضرت حق جل مجدہ نے اس بیعت اور اس درخت کا تذکرہ قرآن مجید کی سورہ فتح میں اس طرح فرمایا ہے کہ

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ پ ۲۶، الفتح: ۱۰

یقیناً جو لوگ (اے رسول) تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اسی سورہ فتح میں دوسری جگہ ان بیعت کرنے والوں کی فضیلت اور ان کے اجر و ثواب کا قرآن مجید میں اس طرح خطبہ پڑھا کہ

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿۱۸﴾ پ ۱۸، الفتح: ۱۸

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے۔

پھر ان پر اطمینان اتار دیا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا اعلان دیا۔

لیکن بیحد الرضوان ہو جانے کے بعد پتا چلا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر غلط تھی۔ وہ باعزت طور پر مکہ میں زندہ و سلامت تھے اور پھر وہ بخیر و عافیت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر بھی ہو گئے۔

(المواہب اللدیۃ مع شرح الزرقانی، باب امر الحدیۃ، ج ۳، ص ۲۲۲-۲۲۶)

صلح حدیبیہ کیونکر ہوئی

حدیبیہ میں سب سے پہلا شخص جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بدیل بن ورقاء خزاعی تھا۔ ان کا قبیلہ اگرچہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا مگر یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیف اور انتہائی مخلص و خیر خواہ تھے۔ بدیل بن ورقاء نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی کہ کفار قریش نے کثیر تعداد میں فوج جمع کر لی ہے اور فوج کے ساتھ راشن کے لئے دودھ والی اونٹنیاں بھی ہیں۔ یہ لوگ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو خانہ کعبہ تک نہیں پہنچنے دیں گے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قریش کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم جنگ کے ارادہ سے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم جنگ چاہتے ہیں۔ ہم یہاں صرف عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ مسلسل لڑائیوں سے قریش کو بہت کافی جانی و مالی نقصان پہنچ چکا ہے۔ لہذا ان کے حق میں بھی یہی بہتر ہے کہ وہ جنگ نہ کریں بلکہ مجھ سے ایک مدت معینہ تک کے لئے صلح کا معاہدہ کر لیں اور مجھ کو اہل عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اگر قریش میری بات مان لیں تو بہتر ہوگا اور اگر انہوں نے مجھ سے جنگ کی تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا کہ میری گردن میرے بدن سے الگ ہو جائے۔

بدیل بن ورقاء آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ پیغام لے کر کفار قریش کے پاس گیا اور کہا کہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔ اگر تم لوگوں کی مرضی ہو تو میں ان کا پیغام تم لوگوں کو سناؤں۔ کفار قریش کے شرارت پسند لوٹے جن کا جوش ان کے ہوش پر غالب تھا شور مچانے لگے کہ نہیں! ہرگز نہیں! ہمیں ان کا پیغام سننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن کفار قریش کے سنجیدہ اور سمجھدار لوگوں نے پیغام سنانے کی اجازت دے دی اور بدیل بن ورقاء نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت صلح کو ان لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ سن کر قبیلہ قریش کا ایک بہت ہی معزز اور معزز سردار عروہ بن مسعود ثقفی کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ اے قریش! کیا میں تمہارا باپ نہیں؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ کیا تم لوگ میرے بچے نہیں؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ میرے بارے میں تم لوگوں کو کوئی بدگمانی تو نہیں؟ سب نے کہا کہ نہیں! ہرگز نہیں۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود نے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بہت ہی سمجھداری اور بھلائی کی بات پیش کر دی۔ لہذا تم لوگ مجھے اجازت دو کہ میں ان سے مل کر معاملات طے کروں۔ سب نے اجازت دے دی کہ بہت اچھا! آپ جیئے۔ عروہ بن مسعود وہاں سے چل کر حدیبیہ کے میدان میں پہنچا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ بدیل بن ورقاء کی زبانی آپ کا پیغام ہمیں ملا۔ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ اگر آپ نے

لو کہ قریش کو برباد کر کے دنیا سے نیست و نابود کر دیا تو مجھے بتائیے کہ کیا آپ سے پہلے کبھی کسی عرب نے اپنی ہی قوم کو برباد کیا ہے؟ اور اگر لڑائی میں قریش کا پلہ ہماری پڑا تو آپ کے ساتھ جو یہ لشکر ہے میں ان میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ یہ سب آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ بن مسعود کا یہ جملہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صبر و ضبط کی تاب نہ رہی۔ انہوں نے تڑپ کر کہا کہ اے عروہ! چپ ہو، جا! اپنی دیوی لات کی شرمگاہ چوس، کیا ہم بیلا اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ بن مسعود نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ ابوبکر ہیں۔ عروہ بن مسعود نے کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اے ابوبکر! اگر تیرا ایک احسان مجھ پر نہ ہوتا جس کا بدلہ میں اب تک تجھ کو نہیں دے سکا ہوں تو میں تیری اس تلخ گفتگو کا جواب دیتا۔ (1) (مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج ۲، ص ۲۰۶، ۲۰۷ ملخصاً)

عروہ بن مسعود اپنے کو سب سے بڑا آدمی سمجھتا تھا۔ اس لئے جب بھی وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی بات کہتا تو ہاتھ بڑھا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک پکڑ لیتا تھا اور بار بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس داڑھی پر ہاتھ ڈالتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قتل تلوار لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے تھے۔ وہ عروہ بن مسعود کی اس جرأت اور حرکت کو برداشت نہ کر سکے۔ عروہ بن مسعود جب ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو وہ تلوار کا قبضہ اس کے ہاتھ پر مار کر اس سے کہتے کہ ریش مبارک سے اپنا ہاتھ ہٹالے۔ عروہ بن مسعود نے اپنا سراٹھایا اور پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ تو عروہ بن مسعود نے ڈانٹ کر کہا کہ اے دغا باز! کیا میں تیری مہر شکنی کو سنبھالنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں؟ (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند آدمیوں کو قتل کر دیا تھا جس کا خون بہا عروہ بن مسعود نے اپنے پاس سے ادا کیا تھا یہ اسی طرف اشارہ تھا)

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج ۲، ص ۲۰۶، ۲۰۷ ملخصاً)

اس کے بعد عروہ بن مسعود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھنے لگا اور پوری لشکر گاہ کو دیکھ بھال کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ عروہ بن مسعود نے حدیبیہ کے میدان میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حیرت انگیز اور تعجب خیز عقیدت و محبت کا جو منظر دیکھا تھا اس نے اس کے دل پر بڑا عجیب اثر ڈالا تھا۔ چنانچہ اس نے قریش کے لشکر میں پہنچ کر اپنا تاثر ان لفظوں میں بیان کیا۔

اے میری قوم! خدا کی قسم! جب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنا کھٹکھار تھوکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں پڑتا ہے اور وہ فرط عقیدت سے اس کو اپنے چہرے اور اپنی کھال پر مل لیتا ہے۔ اور اگر وہ کسی بات کا ان لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو سب کے سب اس کی تعمیل کے لئے جھپٹ پڑتے ہیں۔ اور وہ جب وضو کرتے ہیں تو ان کے اصحاب ان کے وضو کے دھوون کو اس طرح لونتے ہیں کہ گویا ان میں تلوار چل پڑے گی اور وہ جب کوئی گفتگو کرتے ہیں تو تمام اصحاب خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے ساتھیوں کے دلوں میں ان کی اتنی زبردست عظمت ہے کہ کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر دیکھ نہیں سکتا۔ اے میری قوم! خدا کی قسم! میں نے بہت سے بادشاہوں کا دربار دیکھا ہے۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی باریاب ہو چکا ہوں۔ مگر خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو

پنے بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کرتے ہیں۔ (الکامل فی التاريخ، ذکر عمرۃ الحبشیہ، ج ۲، ص ۸۸)

عروہ بن مسعود کی یہ گفتگو سن کر قبیلہ بنی کنانہ کے ایک شخص نے جس کا نام حلیم تھا، کہا کہ تم لوگ مجھ کو اجازت دو کہ میں ان کے پاس جاؤں۔ قریش نے کہا کہ ضرور جائیے چنانچہ یہ شخص جب بارگاہ رسالت کے قریب پہنچا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے اور یہ اس قوم سے تعلق رکھتا ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ لہذا تم لوگ قربانی کے جانوروں کو اس کے سامنے کھڑا کر دو اور سب لوگ لبیک پڑھنا شروع کر دو۔ اس شخص نے جب قربانی کے جانوروں کو دیکھا اور احرام کی حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لبیک پڑھتے ہوئے سنا تو کہا کہ سبحان اللہ! بھلا ان لوگوں کو کس طرح مناسب ہے کہ بیت اللہ سے روک دیا جائے؟ وہ فوراً ہی پلٹ کر کفار قریش کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ رہا ہوں کہ قربانی کے جانوروں کو لوگوں کے ساتھ ہیں اور سب احرام کی حالت میں ہیں۔ لہذا میں کبھی بھی یہ رائے نہیں دے سکتا کہ ان لوگوں کو خانہ کعبہ سے روک دیا جائے۔ اس کے بعد ایک شخص کفار قریش کے لشکر میں سے کھڑا ہو گیا جس کا نام مرکز بن حفص تھا اس نے کہا کہ مجھ کو تم لوگ وہاں جانے دو۔ قریش نے کہا: تم بھی جاؤ چنانچہ یہ چل۔ جب یہ نزدیک پہنچا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مرکز ہے۔ یہ بہت ہی لچا آدمی ہے۔ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کی۔ ابھی اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ ناگہاں سہیل بن عمرو آگیا اس کو دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نیک فالی کے طور پر یہ فرمایا کہ سہیل آگیا، لو! اب تمہارا معاملہ بہل ہو گیا۔

(الکامل فی التاريخ، ذکر عمرۃ الحبشیہ، ج ۲، ص ۸۸، ۸۹)

چنانچہ سہیل نے آتے ہی کہا کہ آئیے ہم اور آپ اپنے آپ کے درمیان معاہدہ کی ایک دستاویز لکھ لیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو منظور فرمایا۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دستاویز لکھنے کے لئے طلب فرمایا۔ سہیل بن عمرو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان دیر تک صبح کے شرائط پر گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر چند شرطوں پر دونوں کا اتفاق ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل نے کہا کہ ہم رحمن کو نہیں جانتے کہ یہ کیا ہے؟ آپ باسک اللهم لکھو ایے جو ہمارا اور آپ کا پرانا دستور رہا ہے۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سوا کوئی دوسرا لفظ نہیں لکھیں گے۔ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سہیل کی بات مان لی اور فرمایا کہ اچھا۔ اے علی! باسک اللهم ہی لکھ دو۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ عبارت لکھوائی۔ ہذا اما قاضی عیہ محمد رسول اللہ یعنی یہ وہ شرائط ہیں جن پر قریش کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کا فیصلہ کیا۔ سہیل پھر بھڑک گیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم! اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نہ ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے نہ آپ کے ساتھ جنگ کرتے لیکن آپ محمد بن عبد اللہ لکھیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبد اللہ بھی ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ تم لوگ میری رسالت کو جھٹلاتے ہو۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ محمد رسول اللہ کو منادو اور اس جگہ محمد بن عبد اللہ لکھ دو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کون مسلمان

نیز بخاری میں مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلق سے پہلے قربانی کی اور صحابہ کو بھی اسی کا حکم فرمایا۔ (2)

(حدیث ۲:) ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و دارمی حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی ہڈی ٹوٹ جائے یا نلگڑا ہو جائے تو احرام کھول سکتا ہے اور سال آئندہ اس کو حج کرنا ہوگا۔ (3) اور ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے، یا بیمار ہو جائے۔ (4)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہو سکتا ہے؟ لیکن محبت کے عالم میں کبھی کبھی ایسا مقام بھی آ جاتا ہے کہ سچے محب کو بھی اپنے محبوب کی فرمانبرداری سے محبت ہی کے جذبہ میں انکار کرنا پڑتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ کے نام کو تو کبھی ہرگز ہرگز نہیں مٹاؤں گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا مجھے دکھاؤ میرا نام کہاں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جگہ پر انگلی رکھ دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں سے رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا۔ بہر حال صلح کی تحریر مکمل ہو گئی۔ اس دستاویز میں یہ طے کر دیا گیا کہ فریقین کے درمیان دس سال تک لڑائی بالکل موقوف رہے گی۔ صلح نامہ کی باقی دفعات اور شرطیں یہ تھیں کہ (۱) مسلمان اس سال بغیر عمرہ ادا کیے واپس چلے جائیں۔

(۲) آئندہ سال عمرہ کیسے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہر کر واپس چلے جائیں۔

(۳) تلوار کے سوا کوئی دوسرا ہتھیار لے کر نہ آئیں۔ تلوار بھی نیام کے اندر رکھ کر تھیلے وغیرہ میں بند ہو۔

(۴) مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

(۵) کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ میں چلا جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں دوستی کا معاہدہ کر لیں۔

یہ شرطیں ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس پر بڑی زبردست ناگواری ہو رہی تھی مگر وہ فرمان رسالت کے خلاف دم مارنے سے مجبور تھے۔ (الکامل فی التاريخ، ذکر عمرۃ الحدیبیہ، ج ۲، ص ۸۹، ۹۰) (والسیرۃ النبویہ ل ابن ہشام، امر الحدیبیہ فی آخر سنہ... إلخ، ص ۲۳۱) (والسیرۃ الحلبیہ، باب ذکر مغازیہ غزوۃ الحدیبیہ، ج ۳، ص ۲۹) (وشرح الزرقانی علی المواہب، باب امر الحدیبیہ، ج ۳، ص ۱۹۸-۲۰۰، ۲۰۸-۲۱۰)

(2) صحیح البخاری، أبواب الحصر و جزاء الصيد، باب انحر قبل الحلق فی الحصر، الحدیث: ۱۸۱۱، ج ۱، ص ۵۹۷۔

(3) سنن أبی داؤد، کتاب المناسک، باب الاحصار، الحدیث: ۱۸۶۲، ج ۲، ص ۲۵۱۔

(4) سنن أبی داؤد، کتاب المناسک، باب الاحصار، الحدیث: ۱۸۶۳، ج ۲، ص ۲۵۲۔

مسئلہ ۱: جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا مگر کسی وجہ سے پورا نہ کر سکا، اُسے مُخَصَّر کہتے ہیں۔ جن وجوہ سے حج یا عمرہ نہ کر سکے وہ یہ ہیں: ۱- دشمن۔ ۲- درندہ۔ ۳- مرض کہ سفر کرنے اور سوار ہونے میں اس کے زیادہ ہونے کا گمان غالب ہے۔ (۵)

۴- ہاتھ پاؤں ٹوٹ جانا۔ ۵- قید۔ ۶- عورت کے محرم یا شوہر جس کے ساتھ جارہی تھی اُس کا انتقال ہو جانا۔ ۷- عذت۔

۸- مصارف یا سواری کا ہلاک ہو جانا۔ (شوہر حج نفل میں عورت کو اور مولیٰ لونڈی غلام کو منع کر دے۔
مسئلہ ۲: مصارف چوری گئے یا سواری کا جانور ہلاک ہو گیا، تو اگر پیدل نہیں چل سکتا تو مُخَصَّر ہے ورنہ نہیں۔ (۶)
مسئلہ ۳: صورت مذکورہ میں فی الحال تو پیدل چل سکتا ہے مگر آئندہ مجبور ہو جائے گا، اُسے احرام کھول دینا جائز ہے۔ (۷)

مسئلہ ۴: عورت کا شوہر یا محرم مر گیا اور وہاں سے مکہ معظمہ مسافت سفر یعنی تین دن کی راہ سے کم ہے تو مُخَصَّر نہیں اور تین دن یا زیادہ کی راہ ہے تو اگر وہاں ٹھہرنے کی جگہ ہے تو مُخَصَّر ہے ورنہ نہیں۔ (۸)
مسئلہ ۵: عورت نے بغیر شوہر یا محرم کے احرام باندھا تو وہ بھی مُخَصَّر ہے کہ اُسے بغیر ان کے سفر حرام ہے۔ (۹)
مسئلہ ۶: عورت نے حج نفل کا احرام بغیر اجازت شوہر یا محرم کے احرام باندھا تو شوہر منع کر سکتا ہے، لہذا اگر منع کر دے تو مُخَصَّر ہے۔ (۱۰)
(۵) حکیم امامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں:

جس نے احرام حج باندھ لیا ہو پھر اس کے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ جائے یا ہڈی توڑنے لگے پیدا ہو جائے جس سے وہ آگے سفر اور ارکان حج ادا نہ کر سکے تو وہ اپنا احرام کھول دے اور وہاں سے لوٹ جائے یا ٹھہر جائے ہڈی مکہ معظمہ بھیج دے اور تارخ ذبح پر احرام کھول دے، سال آئندہ قضا کرے۔ اس سے دو مسئلے ثابت ہوئے: ایک یہ کہ احصار صرف دشمن ہی سے نہیں ہوتا بلکہ بیماری وغیرہ سے بھی ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ نقلی عبادت شروع کر دینے سے فرض ہو جاتی ہے کہ اگر پوری نہ ہو سکے تو اس کی قضا لازم ہے کیونکہ یہاں حج مطلق فرمایا ہے فرض ہو یا نقلی لہذا یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے، بعض نے فرمایا کہ اگر شرط سے احرام باندھا ہے تب مرض سے احصار ہو سکے گا ورنہ نہیں مگر یہ بھی صحیح نہیں، (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۲۳)

(۶) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثانی عشر فی الاحصار، ج ۱، ص ۲۵۵۔

(۷) رد المحتار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۵۔

(۸) رد المحتار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۵۔

والفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثانی عشر فی الاحصار، ج ۱، ص ۲۵۵۔

(۹) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثانی عشر فی الاحصار، ج ۱، ص ۲۵۵۔

ہے اگرچہ اس کے ساتھ محرم بھی ہو اور حج فرض کو منع نہیں کر سکتا، البتہ اگر وقت سے بہت پہلے احرام باندھا تو شوہر کھلوا سکتا ہے۔ (10)

مسئلہ ۷: مولیٰ نے غلام کو اجازت دیدی پھر بھی منع کرنے کا اختیار ہے اگرچہ بغیر ضرورت منع کرنا مکروہ ہے اور لوہڈی کو مولیٰ نے اجازت دیدی تو اس کے شوہر کو روکنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ (11)

مسئلہ ۸: عورت نے احرام باندھا اس کے بعد شوہر نے طلاق دیدی، تو منحصرہ ہے اگرچہ محرم بھی ہمراہ موجود ہو۔ (12)

مسئلہ ۹: منحصر کو یہ اجازت ہے کہ حرم کو قربانی بھیج دے، جب قربانی ہو جائے گی اس کا احرام کھل جائے گا یا قیمت بھیج دے کہ وہاں جانور خرید کر ذبح کر دیا جائے بغیر اس کے احرام نہیں کھل سکتا، جب تک مکہ معظمہ پہنچ کر طواف و سعی و حلق نہ کر لے، روزہ رکھنے یا صدقہ دینے سے کام نہ چلے گا اگرچہ قربانی کی استطاعت نہ ہو۔ احرام باندھتے وقت اگر شرط لگائی ہے کہ کسی وجہ سے وہاں تک نہ پہنچ سکوں تو احرام کھول دوں گا، جب بھی یہی حکم ہے اس شرط کا کچھ اثر نہیں۔ (13)

مسئلہ ۱۰: یہ ضروری امر ہے کہ جس کے ہاتھ قربانی بھیجے اس سے ٹھہرا لے کہ فلاں دن فلاں وقت قربانی ذبح ہو اور وہ وقت گزرنے کے بعد احرام سے باہر ہوگا پھر اگر اسی وقت قربانی ہوئی جو ٹھہرا تھا یا اس سے پیشتر فہما اور اگر بعد میں ہوئی اور اسے اب معلوم ہوا تو ذبح سے پہلے چونکہ احرام سے باہر ہوا لہذا دم دے۔ منحصر کو احرام سے باہر آنے کے لیے حلق شرط نہیں مگر بہتر ہے۔ (14)

مسئلہ ۱۱: منحصر اگر مفرد ہو یعنی صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے تو ایک قربانی بھیجے اور دو بھیجیں تو پہلی ہی کے ذبح سے احرام کھل گیا اور قارن ہو تو دو بھیجے ایک سے کام نہ چلے گا۔ (15)

(10) رد المحتار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۶۰.

(11) رد المحتار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۶۰.

(12) رد المحتار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۶۰.

(13) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۶۰.

والفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الثانی عشر فی الاحصار، ج ۱، ص ۲۵۵.

(14) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الثانی عشر فی الاحصار، ج ۱، ص ۲۵۵.

(15) الدر المختار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۶۰، وغیرہ.

مسئلہ ۱۲: اس قربانی کے لیے حرم شرط ہے بیرون حرم نہیں ہو سکتی، دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخوں کی شرط نہیں، پہلے اور بعد کو بھی ہو سکتی ہے۔ (16)

مسئلہ ۱۳: قارین نے اپنے خیال سے دو قربانیوں کے دام بھیجے اور وہاں ان داموں کی ایک ہی ٹلی اور ذبح کر دی تو یہ ناکافی ہے۔ (17)

مسئلہ ۱۴: قارین نے دو قربانیاں بھیجیں اور یہ معین نہ کیا کہ یہ حج کی ہے اور یہ عمرہ کی تو بھی کچھ مضائقہ نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ معین کر دے کہ یہ حج کی ہے اور یہ عمرہ کی۔ (18)

مسئلہ ۱۵: قارین نے عمرہ کا طواف کیا اور وقف عرفہ سے پیشتر منحصر ہوا تو ایک قربانی بھیجے اور حج کے بدلے ایک حج اور ایک عمرہ کرے دوسرا عمرہ اس پر نہیں۔ (19)

مسئلہ ۱۶: اگر احرام میں حج یا عمرہ کسی کی نیت نہیں تھی تو ایک جانور بھیجنا کافی ہے اور ایک عمرہ کرنا ہوگا اور اگر نیت تھی مگر یہ یاد نہیں کہ کا ہے کی نیت تھی تو ایک جانور بھیج دے اور ایک حج اور ایک عمرہ کرے اور اگر دو حج کا احرام باندھا تو دو دم دے کر احرام کھولے اور دو عمرے کا احرام باندھا اور ادا کرنے کے لیے مکہ معظمہ کو چلا مگر نہ جاسکا تو ایک دم دے اور چلا نہ تھا کہ منحصر ہو گیا تو دو دم دے اور اس کو دو عمرے کرنے ہوں گے۔ (20)

مسئلہ ۱۷: عورت نے حج نفل کا احرام باندھا تھا اگرچہ شوہر کی اجازت سے پھر شوہر نے احرام کھلوا دیا تو اس کا احرام کھنسنے کے لیے قربانی کا ذبح ہو جانا ضرور نہیں بلکہ ہر ایسا کام جو احرام میں منع تھا اس کے کرنے سے احرام سے باہر ہو گئی مگر اس پر بھی قربانی یا اس کی قیمت بھیجنا ضرور ہے اور اگر حج کا احرام تھا تو ایک حج اور ایک عمرہ قضا کرنا ہوگا اور اگر شوہر یا محرم کے مرجانے سے منحصر ہوئی یا حج فرض کا احرام تھا اور بغیر محرم جاری تھی شوہر نے منع کر دیا تو اس میں بغیر قربانی ذبح ہوئے احرام سے باہر نہیں ہو سکتی۔ (21)

مسئلہ ۱۸: منحصر نے قربانی نہیں بھیجی ویسے ہی گھر کو چلا آیا اور احرام باندھے ہوئے رہ گیا تو یہ بھی جائز

(16) مدار المختار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۷۰۔

(17) رد المختار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۴، ص ۷۰۔

(18) افتاؤی اھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثانی عشر فی الاحصار، ج ۱، ص ۲۵۵۔

(19) المرجع السابق۔

(20) المرجع السابق، ص ۲۵۵-۲۵۶۔

(21) لب لباب المناسک والمناسک المحیط، (باب الاحصار)، ص ۴۲۲-۴۲۳۔

ہے۔ (22)

مسئلہ ۱۹: وہ مانع جس کی وجہ سے رُکنا ہوا تھا جاتا رہا اور وقت اتنا ہے کہ حج اور قربانی دونوں پالے گا، تو جانا فرض ہے اب اگر گیا اور حج پالیا قبہا، ورنہ عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو جائے اور قربانی کا جانور جو بھیجا تھا مل گیا تو جو چاہے کرے۔ (23)

مسئلہ ۲۰: مانع جاتا رہا اور اسی سال حج کیا تو قضا کی نیت نہ کرے اور اب مفرد پر عمرہ بھی واجب نہیں۔ (24)

مسئلہ ۲۱: وقوف عرفہ کے بعد احصار نہیں ہو سکتا اور اگر مکہ ہی میں ہے مگر طواف اور وقوف عرفہ دونوں پر قادر نہ ہو تو منحصر ہے اور دونوں میں سے ایک پر قادر ہے تو نہیں۔ (25)

مسئلہ ۲۲: منحصر قربانی بھیج کر جب احرام سے باہر ہو گیا اب اس کی قضا کرنا چاہتا ہے تو اگر صرف حج کا احرام تھا تو ایک حج اور ایک عمرہ کرے اور قرآن تھا تو ایک حج دو عمرے اور یہ اختیار ہے کہ قضا میں قرآن کرے، پھر ایک عمرہ یا تینوں الگ الگ کرے اور اگر احرام عمرہ کا تھا تو صرف ایک عمرہ کرنا ہوگا۔ (26)



(22) الدر المختار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۳، ص ۷۰۔

(23) الدر المختار، کتاب الحج، باب الاحصار، ج ۳، ص ۸، وغیرہ۔

(24) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثانی عشر فی الاحصار، ج ۱، ص ۲۵۶۔

(25) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثانی عشر فی الاحصار، ج ۱، ص ۲۵۶، وغیرہ۔

(26) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الثانی عشر فی الاحصار، ج ۱، ص ۲۵۵، وغیرہ۔

حج فوت ہونے کا بیان

(حدیث ۱:۱) ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و دارمی عبد الرحمن بن یحمر دیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کہ حج عرفہ ہے، جس نے مُزْدَلِفَہ کی رات میں طلوع فجر سے قبل وقوف عرفہ پالیا اُس نے حج پالیا۔ (1)

(حدیث ۲:۲) دارقطنی نے ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا وقوف عرفہ رات تک میں فوت ہو گیا، اُس کا حج فوت ہو گیا تو اب اسے چاہیے کہ عمرہ کر کے احرام کھول ڈالے اور سال آئندہ حج کرے۔ (2)



(1) سنن النسائي، کتاب مناسک الحج، باب فرض الوقوف بعرفہ، الحدیث: ۳۰۱۹، ص ۲۲۸۲.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یحمری کے فتح، مع کے جزم، میم کے فتح سے ہے۔ دلیل دے کر وہی کے سکون سے، آپ صحابی ہیں، کوفہ میں رہے، خراسان میں وفات پائی۔

۲۔ یعنی حج کا رکن اعلیٰ جس پر حج پانے نہ پانے کا مدار ہے وہ قیام عرفات ہے اس کے وقت میں اتنی گنجائش کر دی گئی ہے کہ اگلی رات بھی نویں تاریخ میں شامل کر دی گئی لہذا جو حاجی دسویں کی فجر سے پہلے پہلے اگر ایک ساعت کے لیے بھی عرفات پہنچ جائے اسے حج مل جائے گا، بعض علماء نے فرمایا کہ جمعہ کا بھی یہی حال ہے کہ ہفتہ کی رات بھی اس میں شمار ہے کہ اس شب میں مرجائے والا جمعہ کا ہی میت ہوگا۔

۳۔ گیارہویں، بارہویں، تیرہویں بقرعید جنہیں ایام تشریق کہا جاتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۲۲)

(2) سنن الدارقطنی، کتاب الحج، باب المواقیف، الحدیث: ۲۳۹۶، ج ۲، ص ۳۰۵.

مسائل فقہیہ

- مسئلہ ۱: جس کا حج فوت ہو گیا یعنی وقوف عرفہ اسے نہ ملا تو طواف وسعی کر کے سر مونڈا کر یا بال کتر دا کر احرام سے باہر ہو جائے اور سال آئندہ حج کرے اور اس پر دم واجب نہیں۔ (1)
- مسئلہ ۲: قارن کا حج فوت ہو گیا تو عمرہ کے لیے سعی و طواف کرے پھر ایک اور طواف وسعی کر کے حلق کرے اور دم قرآن جاتا رہا اور پچھلا طواف جسے کر کے احرام سے باہر ہو گا اُسے شروع کرتے ہی لبیک موقوف کر دے اور سال آئندہ حج کی قضا کرے، عمرہ کی قضا نہیں کیونکہ عمرہ کر چکا۔ (2)
- مسئلہ ۳: شتمع والا قربانی کا جانور لایا تھا اور تمتع باطل ہو گیا تو جانور کو جو چاہے کرے۔ (3)
- مسئلہ ۴: عمرہ فوت نہیں ہو سکتا کہ اس کا وقت عمر بھر ہے اور جس کا حج فوت ہو گیا اس پر طواف صدر نہیں۔ (4)
- مسئلہ ۵: جس کا حج فوت ہوا اس نے طواف وسعی کر کے احرام نہ کھولا اور اسی احرام سے سال آئندہ حج کیا تو یہ حج صحیح نہ ہوا۔ (5)



-
- (1) الجوهرة الخيرة، کتاب الحج، باب الفوات، ص ۲۳۲۔
- (2) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثالث عشر فی فوات الحج، ج ۱، ص ۲۵۶۔
- وہاب المناسک، (باب الفوات)، ص ۳۳۰۔
- (3) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثالث عشر فی فوات الحج، ج ۱، ص ۲۵۶۔
- (4) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الثالث عشر فی فوات الحج، ج ۱، ص ۲۵۶۔
- (5) لباب المناسک، (باب الفوات)، ص ۲۳۱۔

حج بدل کا بیان

حدیث ۱: دارقطنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا ان کی طرف سے تاوان ادا کرے، روز قیامت ابرار کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ (1)

حدیث ۲: نیز جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے تو ان کا حج پورا کر دیا جائے گا اور اس کے لیے دس حج کا ثواب ہے۔ (2)

حدیث ۳: نیز زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی اپنے والدین کی طرف سے حج کریگا تو مقبول ہوگا اور ان کی زوجیں خوش ہوں گی اور یہ اللہ (عزوجل) کے نزدیک نیکو کار لکھا جائیگا۔ (3)

حدیث ۴: ابو حفص کبیر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا، کہ ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے اور ان کی طرف سے حج کرتے اور ان کے لیے دُعا کرتے ہیں، آیا یہ ان کو پہنچتا ہے؟ فرمایا: ہاں بیشک ان کو پہنچتا ہے اور بے شک وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسے تمھارے پاس طبق میں کوئی چیز ہدیہ کی جائے تو تم خوش ہوتے ہو۔ (4)

حدیث ۵: صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ ایک عورت نے عرض کی، یا رسول اللہ! (عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے باپ پر حج فرض ہے اور وہ بہت بوڑھے ہیں کہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا: ہاں۔ (5)

حدیث ۶: ابوداؤد و ترمذی و نسائی ابی رزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

(1) سنن الدار قطنی، کتاب الحج، باب المواعیت، الحدیث: ۲۵۸۵، ج ۲، ص ۳۲۸.

(2) سنن الدار قطنی، کتاب الحج، باب المواعیت، الحدیث: ۲۵۸۷، ج ۲، ص ۳۲۹.

(3) سنن الدار قطنی، کتاب الحج، باب المواعیت، الحدیث: ۲۵۸۴، ج ۲، ص ۳۲۸.

(4) المسلك المحقق للقاری، (باب الحج عن الخیر)، ص ۳۳۳.

رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فمن أخذ فی عبادتہ عینا من الدنیا، ج ۴، ص ۱۵.

(5) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الحج عن العاجز لزمانہ...، ج ۲، ص ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷.

۱۔ یہ وہ عورت ہے جس کے متعلق بیہقی شریف میں ہے کہ ایک حسینہ عورت نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مسئلہ پوچھا حضرت قلت ابن عباس جو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ پر سوار تھے اسے دیکھنے لگے اور وہ انہیں دیکھنے لگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کا منہ دوسری طرف پھیر دیا اور فرمایا کہ زمانہ حج میں جو شخص اپنے آنکھ کان زبان کی حفاظت کرے ان کا مالک رہے تو اس کی ضرورت بخشش کی جاتی ہے۔ (مرقات وغیرہ) حضرت فضل ابن عباس بھی بہت خوبصورت جوان تھے اس لیے وہ عورت بھی اس طرف دیکھتی تھی۔ (اشعہ)

۲۔ یعنی میرے باپ پر بڑھا پے میں حج فرض ہوا ہے یا اس طرح کہ اسلام میں فرضیت حج کا حکم جب آیا تو بڑھے تھے یا اس طرح کہ ان کے پاس مال بڑھا پے میں ہی آیا ہے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے حج نہ کیا حتیٰ کہ بڑھا ہو گیا، پہلے معنی پر یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے۔ خیال رہے کہ اگر بہت بڑھا پے و معذوری کی حالت میں مسلمان صاحب نصاب ہو جب کہ سواری پر بھی سفر نہ کر سکے تو امام ابو حنیفہ کے ہاں اس پر حج فرض نہ ہوگا کہ وہ "مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا" میں داخل نہیں۔ امام شافعی کے ہاں فرض ہو جائے گا، ہاں صاحبین کے ہاں اگر یہ بڑھا دوسرے ساتھی مددگار کے خرچہ پر بھی قادر ہو تو حج فرض ہو جائے گا۔

۳۔ اس جواب سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ایسا معذور شخص جس میں طاقت آنے کی امید نہ ہو حج بدل کر اسکتا ہے، حج نفل میں طاقتور آدمی بھی کر اسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ عورت مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے اگرچہ مرد و عورت کے طریقہ حج میں قدرے فرق ہوتا ہے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۱۲۷)

(6) جامع الترمذی، أبواب الحج، ۸۷۔ باب، الحمد یث: ۹۳۱، ج ۲، ص ۲۷۲۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی میرے والد زیادہ بوڑھے ہونے کی وجہ سے نہ تو حج و عمرہ کے ارکان ادا کر سکتے ہیں طواف سعی وغیرہ اور نہ سواری پر بیٹھ سکتے ہیں جو کہ معظمہ تک پہنچائے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ غالباً ان کے والد پر پہلے سے حج فرض تھا کسی مجبوری کی وجہ سے حج نہ کیا تھا ورنہ ایسے بوڑھے پر اگر اس کمزوری میں مال آئے تو حج فرض نہیں۔

۲۔ یا تو ان کی طرف سے حج و عمرہ خود کر دو یا کسی سے کرا دو۔ خیال رہے کہ حج بدنی و مالی عبادت کا مجموعہ ہے لہذا ابوقت مجبوری دوسرا اس کی طرف سے کر سکتا ہے یعنی حج بدل مگر قدرت ہوتے ہوئے خود ہی کرنا ہوگا، محض بدنی عبادت میں نیابت مطلقاً ناجائز ہے اور محض مالی عبادت میں مطلقاً جائز لہذا کوئی کسی کی طرف سے نماز روزہ کبھی ادا نہیں کر سکتا اور زکوٰۃ قربانی بہر حال ادا کر سکتا ہے اس کی اجازت سے۔ خیال رہے کہ عمرہ فرض یا واجب نہیں سنت ہے لہذا حدیث میں دونوں کا حکم دینا استحباً ہے، یعنی بہتر یہ ہے کہ دونوں ہی ←



باپ کی طرف سے ادا کردہ آیت کریمہ "وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ" میں عمرہ شروع کر دینے کے بعد اس کے پورا کر دینے کا حکم ہے یعنی جب حج و عمرہ شروع کر دیا تو انہیں ضرور پورا کروں کیونکہ ہر نفل شروع کر دینے سے فرض ہو جاتا۔
(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲، ص ۱۴۳)

مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: عبادت تین قسم ہے: ۱ بدنی۔ ۲ مالی۔ ۳ مرکب۔

عبادت بدنی میں نیابت نہیں ہو سکتی یعنی ایک کی طرف سے دوسرا ادا نہیں کر سکتا۔ جیسے نماز، روزہ۔

مالی میں نیابت بہر حال جاری ہو سکتی ہے جیسے زکاۃ و صدقہ۔

مرکب میں اگر عاجز ہو تو دوسرا اس کی طرف سے کر سکتا ہے ورنہ نہیں جیسے حج۔

رہا ثواب پہنچانا کہ جو کچھ عبادت کی اس کا ثواب فلاں کو پہنچے، اس میں کسی عبادت کی تخصیص نہیں ہر عبادت کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔ نماز، روزہ، زکاۃ، صدقہ، حج، تلاوت قرآن، ذکر، زیارت قبور، فرض و نفل سب کا ثواب زندہ یا مردہ کو پہنچا سکتا ہے اور یہ نہ سمجھا چاہیے کہ فرض کا پہنچا دیا تو اپنے پاس کیا رہ گیا کہ ثواب پہنچانے سے اپنے پاس سے کچھ نہ گیا، لہذا فرض کا ثواب پہنچانے سے پھر وہ فرض عود نہ کریگا کہ یہ تو ادا کر چکا، اس کے ذمہ سے ساقط ہو چکا ورنہ ثواب کس شے کا پہنچاتا ہے۔ (1)

اس سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ فاتحہ مرذہ جائز ہے کہ وہ ایصالِ ثواب ہے اور ایصالِ ثواب جائز بلکہ محمود، البتہ کسی معاوضہ پر ایصالِ ثواب کرنا مثلاً بعض لوگ کچھ لے کر قرآن مجید کا ثواب پہنچاتے ہیں یہ ناجائز ہے کہ پہلے جو پڑھ چکا ہے اس کا معاوضہ لیا، تو یہ بیع ہوئی اور بیع قطعاً باطل و حرام اور اگر اب جو پڑھے گا اس کا ثواب پہنچائے گا تو یہ اجارہ ہوا اور طاعت پر اجارہ باطل ہوا ان تین چیزوں کے جن کا بیان آئے گا۔ (2)

(1) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی اهداء ثواب الاعمال للغير، ج ۴، ص ۱۷۰۔

والفتاویٰ المصنوعہ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغير ج ۱، ص ۲۵۷۔

(2) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی اهداء ثواب الاعمال، ج ۴، ص ۱۳۰۔

حج بدل

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت بركاتہ کا مجھے العارینہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

جس پر حج فرض ہو اس کی طرف سے کئے جانے والے حج بدل کی کچھ شرطیں ہیں مگر حج نفل کی کوئی شرط نہیں، یہ تو ایصالِ ثواب کی ایک صورت ہے اور ایصالِ ثواب فرض نماز و روزہ، حج و زکوٰۃ، صدقات و خیرات وغیرہ تمام اعمال کا ہو سکتا ہے۔ ہذا اگر اپنے مرحوم سے

والدین وغیرہ کی طرف سے آپ اپنی مرضی سے حج کرتا چاہیں یعنی نہ ان پر فرض تھا نہ انہوں نے وصیت کی تھی تو اس کی کوئی شرائط نہیں ہیں۔ احرام حج والد یا والدہ کی نیت سے باندھ لیں اور تمام مناسک حج بجالائیں۔ اس طرح قائدہ یہ ہوگا کہ ان کو ایک حج کا ثواب ملے گا اور حج کرنے والے کو بحکم حدیث اس حج کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ لہذا جب بھی نفل حج کریں تو افضل یہی ہے کہ والد یا والدہ کی طرف سے کریں۔

حج بدل کی شرائط

اب جن لوگوں پر حج فرض ہو چکا ان کے حج بدل کے شرائط پیش کئے جاتے ہیں۔

مدینہ (۱) جو حج بدل کروانا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس پر حج فرض ہو چکا ہو۔ یعنی اگر فرض نہ ہونے کے باوجود اس نے حج بدل کروایا تو فرض حج ادا نہ ہوا۔

مدینہ (۲) جس کی طرف سے حج کیا ہو وہ اس قدر عاجز و مجبور ہو کہ خود حج کر ہی نہ سکتا ہو۔ اگر اس قابل ہو کہ خود حج کر سکتا ہے تو اس کی طرف سے حج بدل نہیں ہو سکتا۔

مدینہ (۳) قریب حج سے موت تک غدر برابر باقی رہے۔ یعنی حج بدل کروانے کے بعد موت سے پہلے پہلے اگر خود حج کرنے کے قابل ہو گیا تو جو حج دوسرے سے کروالیا تھا وہ ناکافی ہو گیا۔

مدینہ (۴) ہاں اگر وہ کوئی ایسا غدر تھا جس کے جانے کی امید ہی نہ تھی مگر پتا چلتا ہے اور حج بدل کروانے کے بعد اکھیا رہا ہو گیا تو اب دوبارہ حج کرنے کی ضرورت نہیں۔

مدینہ (۵) جس کی طرف سے حج بدل کیا جائے خود اس نے حکم بھی دیا ہو بغیر اس کے حکم کے حج بدل نہیں ہو سکتا۔

مدینہ (۶) ہاں ادارت نے اگر موثر (یعنی وارث کرنے والے) کی طرف سے کیا تو اس میں حکم کی ضرورت نہیں۔

مدینہ (۷) تمام اخراجات یا کم از کم اکثر اخراجات بھیجے والے کی طرف سے ہوں۔ (فتاویٰ رضویہ)

مدینہ (۸) وصیت کی تھی کہ میرے مال سے حج کروادیا جائے مگر وارث نے اپنے مال سے کروادیا تو حج بدل نہ ہوا، ہاں اگر یہ نیت ہو کہ ترکہ (یعنی میت کے چھوڑے ہوئے مال) میں سے لے لوں گا تو ہو جائے گا اور اگر لینے کا ارادہ نہ ہو تو نہیں ہوگا اور اگر اجنبی نے اپنے مال سے حج بدل کروادیا تو نہ ہوا، اگرچہ واپس لینے کا ارادہ ہو، اگرچہ وہ مرحوم خود اسی کو حج بدل کرنے کو کہہ گیا ہو۔ (زاد الختار)

مدینہ (۹) اگر یوں کہ میری طرف سے حج بدل کروادیا جائے اور یہ نہ کہا کہ میرے مال سے اب اگر وارث نے خود اپنے مال سے حج بدل کروادیا اور واپس لینے کا بھی ارادہ نہ ہو، ہو گیا۔ (زاد الختار)

مدینہ (۱۰) جس کو حکم دیا ہی کرے اگر جس کو حکم تھا اس نے کسی دوسرے سے کروادیا تو نہ ہوا۔

مدینہ (۱۱) میت نے جس کے بارے میں وصیت کی تھی اس کا بھی اگر بیعت ہو گیا یا وہ جانے پر راضی نہیں تو اب دوسرے سے حج کروا

لیا گیا تو جائز ہے۔ (رد المحتار)

مدینہ (۱۲) حج بذل کرنے والا اکثر راستہ سواری پر قطع کرے ورنہ حج بذل نہ ہوگا اور خرچ بھیجنے والے کو دینا پڑے گا۔ ہاں! اگر خرچ میں کمی پڑی تو پیدل بھی جاسکتا ہے۔ (خلاصہ از فتاویٰ رضویہ)

مدینہ (۱۳) جس کی طرف سے حج بذل کرنا ہے اسی کے وطن سے حج کو جائے۔

مدینہ (۱۴) اگر آمر (حکم دینے والے) نے حج کا حکم دیا تھا اور خود مامور نے (یعنی جس کو حکم دیا گیا اُس نے) حج تمتع کیا تو خرچہ واپس کر دے۔ کیونکہ حج تمتع میں حج کا احرام مسقطاً آمر سے نہیں ہوگا بلکہ خرم ہی سے بندھے گا۔ ہاں! اگر آمر کی اجازت سے ایسا کیا گیا (یعنی حج تمتع کیا گیا) تو مضائقہ نہیں۔

مدینہ (۱۵) وحی نے (یعنی جس کو وصیت کر گیا تھا کہ تومیری طرف سے حج کر دینا، اُس نے) اگر منیت کے چھوڑے ہوئے مال کا تیسرا حصہ اتنا ہونے کے باوجود کہ وطن سے آدمی بھیجا جاسکتا تھا، پھر بھی اگر غیر جگہ سے بھیجا تو یہ حج منیت کی طرف سے نہ ہوا۔ ہاں! اگر وہ جگہ وطن سے اتنی قریب ہو کہ وہاں جا کر رات کے آنے سے پہلے واپس آسکتا ہے تو ہو جائے گا ورنہ اُسے چاہئے کہ خود اپنے مال سے منیت کی طرف سے دوبارہ حج کروائے۔ (عالمگیری)

مدینہ (۱۶) آمر (یعنی جس نے حج کا حکم دیا ہے) اسی کی نیت سے حج کرے اور افضل یہ ہے کہ زبان سے بھی لٹیک عن فلان () کہہ لے اور اگر اُس کا نام بھول گیا ہے تو یہ نیت کر لے کہ جس نے بھیجا ہے (یا جس کے لیے بھیجا ہے) اُس کی طرف سے کرتا ہوں۔

مدینہ (۱۷) اگر احرام باندھتے وقت نیت کرنا بھول گئے تو جب تک افعال حج شروع نہ کئے ہوں اختیار ہے کہ نیت کر لے۔

حج بذل کے آٹھ محترق مَذَنی پھول

مدینہ (۱) وحی نے اس سال کسی کو حج بذل کے لیے مقرر کیا مگر وہ اس سال نہ گیا سال آئندہ جا کر ادا کیا، ادا ہو گیا، اُس پر کوئی جرمانہ نہیں۔ (عالمگیری)

مدینہ (۲) حج بذل کرنے والے کے لیے فردری ہے کہ جو کچھ بچا ہے وہ واپس کر دے۔ اگر چہ بہت تھوڑی سی چیز ہو اُسے رکھ لینا جائز نہیں۔ اگر چہ شرط کر لی ہو کہ جو کچھ بچا رہا واپس نہیں دوں گا کہ یہ شرط باطل ہے۔ ہاں! دو صورتوں میں رکھنا جائز ہوگا: (۱) بھیجنے والا اُس کو وکیل کر دے کہ جو کچھ بچ جائے وہ اپنے آپ کو بہ (یعنی بخشش) کر کے قبضہ کر لیتا۔ (۲) یہ کہ بھیجنے والا قریب المرگ ہو اور اس طرح وصیت کر دے کہ جو کچھ بچے اُس کی میں نے تجھے وصیت کی۔

مدینہ (۳) بہتر یہ ہے کہ جسے حج بذل کے لیے بھیجا جائے پہلے وہ خود اپنے فرض حج سے سبکدوش ہو چکا ہو، اگر ایسے کو بھیجا جس نے خود حج نہیں کیا جب بھی حج بذل ہو جائے گا۔ (عالمگیری)

مدینہ (۴) بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کو بھیجیں جو حج کے افعال اور طریقے سے آگاہ ہو، اگر عراقی یعنی قریب البلوغ بچہ سے ←



جج بدل کر دیا جب بھی دا ہو جائے گا۔ (دُر مختار)

مدینہ (۵) بھیجنے والے کے پیسوں سے نہ کسی کو کھانا کھلا سکتا ہے نہ فقیر کو دے سکتا ہے، ہاں! اگر بھیجنے والے نے اجازت دی ہو تو مضافتہ نہیں۔

مدینہ (۶) ہر قسم کے جرم اختیاری کے دم خود جج بدل ادا کرنے والے پر ہیں، بھیجنے والے پر نہیں۔

مدینہ (۷) اگر کسی نے نہ خود جج کیا ہو نہ وارث کو وصیت کی ہو اور انتقال کر گیا اور وارث نے اپنی مرضی سے اپنی طرف ہے جج بدل کر دیا (یا خود کیا) تو ان شاء اللہ عَزَّ وَجَلَّ اُمید ہے کہ اُس کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ (عالمگیری)

مدینہ (۸) جج بدل کرنے والا اگر مکملہ مکڑمہ ہی میں رہ گیا تو یہ بھی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ واپس آئے، آنے جانے کے اخراجات بھیجنے والے کے ذمے ہیں۔

حج بدل کے شرائط

مسئلہ: حج بدل کے لیے چند شرطیں ہیں:

- 1- جو حج بدل کراتا ہو اس پر حج فرض ہو یعنی اگر فرض نہ تھا اور حج بدل کرایا تو حج فرض ادا نہ ہوا، لہذا اگر بعد میں حج اس پر فرض ہوا تو یہ حج اس کے لیے کافی نہ ہوگا بلکہ اگر عاجز ہو تو پھر حج کرائے اور قادر ہو تو خود کرے۔ (1)
- 2- جس کی طرف سے حج کیا جائے وہ عاجز ہو یعنی وہ خود حج نہ کر سکتا ہو اگر اس قابل ہو کہ خود کر سکتا ہے، تو اس کی طرف سے نہیں ہو سکتا اگرچہ بعد میں عاجز ہو گیا، لہذا اس وقت اگر عاجز نہ تھا پھر عاجز ہو گیا تو اب دوبارہ حج کرائے۔

- 3- وقت حج سے موت تک عذر برابر باقی رہے اگر درمیان میں اس قابل ہو گیا کہ خود حج کرے تو پہلے جو حج کیا جا چکا ہے وہ ناکافی ہے۔ ہاں اگر وہ کوئی ایسا عذر تھا، جس کے جانے کی امید ہی نہ تھی اور اتفاقاً جاتا رہا تو وہ پہلا حج جو اس کی طرف سے کیا گیا کافی ہے مثلاً وہ نابینا ہے اور حج کرانے کے بعد انکھیاں ہو گیا تو اب دوبارہ حج کرانے کی

(1) اہل حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

زندگی میں جو کوئی حج بدل اپنی طرف سے بوجہ عجز و مجبوری کرائے اس حج کی صحت کے لیے شرط ہے کہ وہ مجبوری آخر عمر تک مستمر رہے، اگر حج کے بعد مجبوری جاتی رہی اور بذات خود حج کرنے پر قدرت پائی تو اس سے پہلے جتنے حج بدل اپنی طرف سے کرائے ہوں سب ساقط ہو گئے حج نفل کا ثواب رہ گیا فرض ادا نہ ہوا، اب اس پر فرض ہے کہ خود حج کرے پھر اگر غفلت کی اور وقت گزر گیا اور اب دوبارہ مجبوری لاحق ہوئی تو از سر نو حج بدل کرنا ضرور ہے، ہاں اگر کسی کی معذوری ایسی ہو جو عادتاً اصلاً زوال پذیر نہیں اور اس نے حج بدل کر لیا اور اس کے بعد بحض قدرت الہی مثلاً کسی دلی کی کرامت سے وہ عذرنا قابل الزوال زائل ہو گیا مثلاً اندھے نے حج بدل کرایا تھا پھر رب العزت نے اسے آنکھیں دے دیں تو اس کا وہ حج بدل ساقط نہ ہوا وہی کافی ہے، خود اگر حج کرے سعادت ہے ورنہ فرض ادا ہو گیا، یہاں زوال عذر کہ کرامت خرق عادت ہو معتبر نہیں، مسئلہ شرعیہ تو یہ ہے اور صورت سوال سے ظاہر کہ عورت نے پہلے جو حج بدل کرائے یا تو وہ حقیقتاً کسی مجبوری نہ تھی کہ خود نہ جاسکتی یا مرض و ضعف وغیرہ کی وجہ سے مجبوری تھی اور بعد کو وہ مجبوری زائل ہو گئی کہ اس نے خود حج کا قصد کیا جس پر دلیل روشن، اسی نیت سے اس کا نکاح کرنا ہے ورنہ بچپن سالہ عورت کو نکاح کی کیا حاجت تھی، بہر حال ان دونوں صورتوں میں کوئی شکل ہو وہ دونوں حج بدل یا تو سرے سے ناکافی تھے یا اب ساقط ہو گئے، صرف ثواب نفل رہا، فرض گردن پر باقی ہے خود ادا کرے، اور مجبور دانا امید ہو تو پھر حج بدل کرائے۔ وبالله التوفیق واللہ تعالیٰ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۶۶۱ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ضرورت نہ رہی۔

4- جس کی طرف سے کیا جائے اس نے حکم دیا ہو بغیر اس کے حکم کے نہیں ہو سکتا۔ ہاں وارث نے مورث کی طرف سے کیا تو اس میں حکم کی ضرورت نہیں۔

5- مصارف اُس کے مال سے ہوں جس کی طرف سے حج کیا جائے، لہذا اگر مامور نے اپنا مال صرف کیا حج بدل نہ ہوا یعنی جب کہ تبرعاً ایسا کیا ہو اور اگر کل یا اکثر اپنا مال صرف کیا اور جو کچھ اس نے دیا ہے اتنا ہے کہ خرچ اس میں سے وصول کر لے گا تو ہو گیا اور اتنا نہیں کہ جو کچھ اپنا خرچ کیا ہے وصول کر لے تو اگر زیادہ حصہ اس کا ہے جس نے حکم دیا ہے تو ہو گیا ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۲: اپنا اور اُس کا مال ایک میں ملا دیا اور جتنا اُس نے دیا تھا اتنا یا اس میں سے زیادہ حصہ کی برابر خرچ کیا تو حج بدل ہو گیا اور اس ملائے کی وجہ سے اُس پر تاوان لازم نہ آئے گا بلکہ اپنے ساتھیوں کے مال کے ساتھ بھی ملا سکتا ہے۔ (1A)

(1A) افتاویٰ احمدیہ، کتاب الناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ج ۱، ص ۲۵۷، درالمختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطلب فی الاستیجار علی الحج، ج ۴، ص ۲۳

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

حج بدل یعنی نیابتاً دوسرے کی طرف سے حج فرض ادا کرنا کہ اُس پر سے اسقاط فرض کرے ان شرائط سے مشروط ہے:

(۱) جس کی طرف سے حج کیا جائے قبل احجاج اس پر حج فرض ہو، اگر فقیر نے حج کر دیا پھر غنی ہوا خود حج کرنا فرض ہوگا۔

(۲) مجموع عند حج بدل یعنی نائب کے توقف عرفہ کرنے سے پہلے خود ادا سے عاجز ہو، اگر بحال قدرت حج کر یا پھر عاجز ہو گیا از سر نو احجاج لازم ہوگا۔

(۳) عجز اگر ممکن الزوال تھا مثل جس ومرض، تو شرط ہے کہ تادم مرگ دائم رہے، اگر بعد حج خود قادر ہوا خود ادا فرض ہوگی بخلاف اس عجز کے کہ قابل زوال نہیں، جیسے مایہ نائی اگر بطور خرق عادت بعد احجاج زائل بھی ہو جائے اعادہ ضرور نہیں۔

(۴) حج بدل کرنے والا تنہا ایک مجموع عند کی طرف سے حج واحد کی نیت کرے مثلاً احرمت عن قلن یا اللہم لیک عن فلان اب اگر اس کی طرف سے نیت نہ کی یا دو حج کی نیت کی ایک اس کی طرف سے ایک اپنی طرف سے یا دو شخصوں کی طرف سے نیت کی ایک اس کی جانب ایک نیت آخر کی جانب سے، تو کافی نہ ہوگا۔ (۱) المنسک المحقق مع ارشاد الساری باب الحج عن الغیر دار الکتاب العربی بیروت ص ۲۹۲

(۵) یہ حج بامر مجموع عند ہو بلہ اجازت دوسرے کی طرف سے حج کافی نہ ہوگا مگر جبکہ وارث اپنے مورث کی طرف سے حج کرے یا کرائے لقیامہ مقامہ خلافت۔

(۶) مصارف آمد و رفت و سائر نفقہ حج کل یا اکثر مال مجموع عند سے ہوں۔

مسئلہ ۳: وصیت کی تھی کہ میرے مال سے حج کرادیا جائے اور وارث نے اپنے مال سے تبرعاً کرایا تو حج بدل نہ ہوا اور اگر اپنے مال سے حج کیا یوں کہ جو خرچ ہوگا ترکہ میں سے لے لے گا تو ہو گیا اور لینے کا ارادہ نہ ہو تو نہیں اور اجنبی نے حج بدل اپنے مال سے کرادیا تو نہ ہوا اگرچہ واپس لینے کا ارادہ ہوا اگرچہ وہ خود اسی کو حج بدل کرنے کے لیے کہہ گیا ہو اور اگر یوں وصیت کی کہ میری طرف سے حج بدل کرادیا جائے اور یہ نہ کہا کہ میرے مال سے اور وارث نے اپنے مال سے حج کرادیا اگرچہ لینے کا ارادہ بھی نہ ہو، ہو گیا۔ (2)

مسئلہ ۴: میت کی طرف سے حج کرنے کے لیے مال دیا اور وہ کافی تھا مگر اُس نے اپنا مال بھی کچھ خرچ کیا ہے تو جو خرچ ہوا وصول کر لے اور اگر نا کافی تھا مگر اکثر میت کے مال سے صرف ہوا تو میت کی طرف سے ہو گیا، ورنہ نہیں۔ (3)

6- جس کو حکم دیا وہی کرنے، دوسرے سے اُس نے حج کرایا تو نہ ہوا۔

مسئلہ ۵: میت نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے فلاں شخص حج کرے اور وہ مر گیا یا اُس نے انکار کر دیا،

(۷) حج اگر بحیات مجوع عندہ ہو تو جسے اس نے امر کیا دعی حج کرے، ذہ دوسرے سے کرادے گا تو ادا نہ ہوگا اور اگر بعد وفات مجوع عندہ ہے تو مامور دوسرے کو بھی اپنی جگہ قائم کر سکتا ہے اگرچہ میت نے اس کا نام لے کر وصیت کی ہو کہ فلاں میری طرف سے حج کرے، ہاں اگر صراحتاً اس نے نہیں کر دی تھی کہ وہی کرے، نہ دوسرا، تو اب دوسرا کافی نہیں۔

(۸) حج بدل کرنے والا اکثر راستہ سواری پر طے کرے اگر باوصف منجائش فقہ پیادہ حج کرے گا نفقہ واپس دے دے گا اور حج اس کی طرف سے نہ ہوگا۔

(۹) مجوع عندہ جب اہل آفاق سے ہو تو لازم ہے کہ اس کی طرف سے حج آفاقی کیا جائے اگر اس نے حج کو بھیجا اس نے عمرہ کا احرام باندھ بعد عمرہ مکہ معظمہ سے احرام حج باندھا اس کی طرف سے حج نہ ہوگا کہ یہ حج مکی ہو انہ آفاقی، ہاں اگر قریب حج میقات کی طرف نکل کر احرام حج میقات سے باندھے تو جائز ہے کہ حج آفاقی ہو انہ مکی۔

(۱۰) مخالفت نہ کرے مثلاً تنہا حج کے لیے امر کیا تھا اس نے قرآن یا تمتع کیا نفقہ واپس دے گا اور حج اس کی طرف سے نہ ہوگا۔

(۱۱) حج بدل کرنے والا حج صحیح اس دفعہ میں ادا کرے، نا عاقل بچے یا مجنون کا حج کافی نہیں، ہاں مراہق کا کافی ہے، یونہی اگر وہ حج فاسد کر دیا کافی نہ ہوگا اگرچہ قضا بھی کرے۔ بیس ۲۰ شرطیں منک محسوط میں ہیں انہیں گیارہ میں آگئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۶۵۹-۶۶۰، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) رد المحتار، کتاب الحج، ج ۳، ص ۲۸۔

(3) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ج ۱، ص ۲۵۷۔

ب دوسرے سے حج کرا لیا گیا تو جائز ہے۔ (4)

7- سواری پر حج کو جائے پیدل حج کیا تو نہ ہوا، لہذا سواری میں جو کچھ صرف ہوا دینا پڑے گا۔ ہاں اگر خرچ میں کمی پڑی تو پیدل بھی ہو جائے گا۔ سواری سے مراد یہ ہے کہ اکثر راستہ سواری پر قطع کیا ہو۔

8- اس کے وطن سے حج کو جائے۔

9- میقات سے حج کا احرام باندھے اگر اس نے اس کا حکم کیا ہو۔

10- اُس کی نیت سے حج کرے اور افضل یہ ہے کہ زبان سے بھی لَبَّيْكَ عَنْ فُلَان (5) کہہ لے اور اگر اس کا نام بھول گیا ہے تو یہ نیت کر لے کہ جس نے مجھے بھیجا ہے اس کی طرف سے کرتا ہوں اور ان کے علاوہ اور بھی شرائط ہیں جو ضمناً مذکور ہونگی۔ یہ شرطیں جو مذکور ہوئیں حج فرض میں ہیں، حج نفل ہو تو ان میں سے کوئی شرط نہیں۔ (6)

مسئلہ ۶: احرام باندھتے وقت یہ نیت نہ تھی کہ کس کی طرف سے حج کرتا ہوں تو جب تک حج کے افعال شروع نہ کیے اختیار ہے کہ نیت کر لے۔ (7)

مسئلہ ۷: جس کو بھیجے اس سے یوں نہ کہے کہ میں نے تجھے اپنی طرف سے حج کرنے کے لیے اجیر بنایا یا نوکر رکھا کہ عبادت پر اجارہ کیسا، بلکہ یوں کہے کہ میں نے اپنی طرف سے تجھے حج کے لیے حکم دیا اور اگر اجارہ کا لفظ کہا جب بھی حج ہو جائے گا مگر اجرت کچھ نہ ملے گی صرف مصارف ملیں گے۔ (8)

مسئلہ ۸: حج بدل کی سب شرطیں جب پائی جائیں تو جس کی طرف سے کیا گیا اس کا فرض ادا ہوا اور یہ حج کرنے والا بھی ثواب پائے گا مگر اس حج سے اُس کا حجۃ الاسلام ادا نہ ہوگا۔ (9)

مسئلہ ۹: بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لیے ایسا شخص بھیجا جائے جو خود حجۃ الاسلام (حج فرض) ادا کر چکا ہو اور اگر ایسے کو بھیجا جس نے خود نہیں کیا ہے، جب بھی حج بدل ہو جائے گا۔ (10) اور اگر خود اس پر حج فرض ہو اور ادا نہ کیا ہو تو

(4) رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فی الفرق بین العبادۃ والقریۃ والطائۃ، ج ۴، ص ۱۹۔

(5) فُلَانٌ جگہ جس کے نام پر حج کرنا چاہتا ہے اُس کا نام لے مثلاً لَبَّيْكَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ۔

(6) رد المحتار، کتاب الحج، مطلب شروط الحج عن الغير عشرون، ج ۴، ص ۲۰۔

(7) رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فی الفرق بین العبادۃ والقریۃ والطائۃ، ج ۴، ص ۱۸۔

(8) رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فی الاستیجار علی الحج، ج ۴، ص ۲۲۔

(9) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فی الاستیجار علی الحج، ج ۴، ص ۲۳۔

(10) الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج، ج ۱، ص ۲۵۷۔

اسے بھیج کر وہ تحریری ہے۔ (11)

مسئلہ ۱۰: افضل یہ ہے کہ ایسے شخص کو بھیجیں جو حج کے طریقے اور اس کے افعال سے آگاہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ آزاد مرد ہو اور اگر آزاد عورت یا غلام یا باندی یا مراہق یعنی قریب البلوغ بچہ سے حج کرایا جب بھی ادا ہو جائے گا۔ (12)

مسئلہ ۱۱: مجنون یا کافر (مثلاً وہابی زمانہ وغیرہ) کو بھیجا تو ادا نہ ہوا کہ یہ اس کے اہل ہی نہیں۔ (13)

مسئلہ ۱۲: دو شخصوں نے ایک ہی کو حج بدل کے لیے بھیجا، اس نے ایک حج میں دونوں کی طرف سے لبیک کہا تو دونوں میں کسی کی طرف سے نہ ہوا بلکہ اس حج کرنے والے کا ہوا اور دونوں کو تادان دے اور اب اگر چاہے کہ دونوں میں سے ایک کے لیے کر دے تو یہ بھی نہیں کر سکتا اور اگر ایک کی طرف سے لبیک کہا مگر یہ معین نہ کیا کہ کس کی طرف سے تو اگر یوں مبہم رکھا جب بھی کسی کا نہ ہوا اور اگر بعد میں یعنی افعال حج ادا کرنے سے پہلے معین کر دیا تو جس کے لیے کیا اس کا ہو گیا اور اگر احرام باندھتے وقت کچھ نہ کہا کہ کس کی طرف سے ہے نہ معین نہ مبہم جب بھی یہی دونوں صورتیں ہیں۔ (14)

مسئلہ ۱۳: ماں باپ دونوں کی طرف سے حج کیا تو اسے اختیار ہے کہ اس حج کو باپ کے لیے کر دے یا ماں کے لیے اور اس کا حج فرض ادا ہوگا یعنی جب کہ ان دونوں نے اسے حکم نہ کیا اور اگر حج کا حکم دیا ہو تو اس میں بھی وہی احکام ہیں جو اوپر مذکور ہوئے اور اگر بغیر کہے اپنے آپ دو شخصوں کی طرف سے حج نفل کا احرام باندھا تو اختیار ہے جس کے لیے چاہے کر دے مگر اس سے اس کا فرض ادا نہ ہوگا جب کہ وہ اجنبی ہے۔ یوں ثواب پہنچانے کا بھی اختیار ہے بلکہ ثواب تو دونوں کو پہنچا سکتا ہے۔ (15)

مسئلہ ۱۴: حج فرض ہونے کے بعد مجنون ہو گیا تو اس کی طرف سے حج بدل کرایا جاسکتا ہے۔ (16)

(11) المسئلک المحتسط للقاری، (باب الحج عن الغیر)، ص ۴۵۳۔

(12) الدر المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج ۴، ص ۲۵، وغیرہ۔

(13) الدر المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج ۴، ص ۲۶۔

(14) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ج ۱، ص ۲۵۷۔

(15) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ج ۱، ص ۲۵۷۔

در المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر مطلب العمل علی القیاس دون الاستحسان، ج ۴، ص ۳۱۔

(16) رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر مطلب شروط الحج عن الغیر، ج ۴، ص ۲۱۔

مسئلہ ۱۵: صرف حج یا صرف عمرہ کو کہا تھا اُس نے دونوں کا احرام باندھا، خواہ دونوں اُسی کی طرف سے کیے یا ایک اس کی طرف سے، دوسرا اپنی یا کسی اور کی طرف سے بہر حال اس کا حج ادا نہ ہوا تاوان دینا آئے گا۔ (17)

مسئلہ ۱۶: حج کے لیے کہا تھا اُس نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر مکہ معظمہ سے حج کا جب بھی اُس کی مخالفت ہوئی لہذا تاوان دے۔ (18)

مسئلہ ۱۷: حج کے لیے کہا تھا اُس نے حج کرنے کے بعد عمرہ کیا یا عمرہ کے لیے کہا تھا اس نے عمرہ کر کے حج کیا، تو اس میں مخالفت نہ ہوئی اُس کا حج یا عمرہ ادا ہو گیا۔ مگر اپنے حج یا عمرہ کے لیے جو خرچ کیا خود اس کے ذمہ ہے، بھیجنے والے پر نہیں اور اگر اولاً کیا یعنی جو اُس نے کہا اسے بعد میں کیا تو مخالفت ہو گئی، اس کا حج یا عمرہ ادا نہ ہوا تاوان دے۔ (19)

مسئلہ ۱۸: ایک شخص نے اس سے حج کو کہا دوسرے نے عمرہ کو مگر ان دونوں نے جمع کرنے کا حکم نہ دیا تھا، اس نے دونوں کو جمع کر دیا تو دونوں کا مال واپس دے اور اگر یہ کہہ دیا تھا کہ جمع کر لینا تو جائز ہو گیا۔ (20)

مسئلہ ۱۹: افضل یہ ہے کہ جسے حج بدل کے لیے بھیجا جائے، وہ حج کر کے واپس آئے اور جانے آنے کے مصارف بھیجنے والے پر ہیں اور اگر وہیں رہ گیا جب بھی جائز ہے۔ (21)

مسئلہ ۲۰: حج کے بعد قافلہ کے انتظار میں جتنے دن ٹھہرنا پڑے، ان دنوں کے مصارف بھیجنے والے کے ذمہ ہیں اور اس سے زائد ٹھہرنا ہو تو خود اس کے ذمہ مگر جب وہاں سے چلا تو واپسی کے مصارف بھیجنے والے پر ہیں اور اگر مکہ معظمہ میں بائس رہنے کا ارادہ کر لیا تو اب واپسی کے اخراجات بھی بھیجنے والے پر نہیں۔ (22)

مسئلہ ۲۱: جس کو بھیجا وہ اپنے کسی کام میں مشغول ہو گیا اور حج فوت ہو گیا تو تاوان لازم ہے، پھر اگر سال آئندہ اس نے اپنے مال سے حج کر دیا تو کافی ہو گیا اور اگر وقف عرفہ سے پہلے جماع کیا جب بھی یہی حکم ہے اور اُسے اپنے مال سے سال آئندہ حج و عمرہ کرنا ہو گا اور اگر وقف کے بعد جماع کیا تو حج ہو گیا اور اُس پر اپنے مال سے دم دینا لازم

(17) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ج ۱، ص ۲۵۸۔

(18) المرجع السابق، در المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطلب العمل علی القیاس...، ج ۲، ص ۳۶۔

(19) المرجع السابق۔

(20) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ج ۱، ص ۲۵۸۔

(21) المرجع السابق۔

(22) المرجع السابق۔

اور اگر غیر اختیاری آفت میں مبتلا ہو گیا تو جو کچھ پہلے خرچ ہو چکا ہے، اُس کا تاوان نہیں مگر واپسی میں اب اپنا مال خرچ کرے۔ (23)

مسئلہ ۲۲: نزدیک راستہ چھوڑ کر دُور کی راہ سے گیا، کہ خرچ زیادہ ہوا اگر اس راہ سے حاجی جایا کرتے ہیں تو اس کا اُسے اختیار ہے۔ (24)

مسئلہ ۲۳: مرض یا دشمن کی وجہ سے حج نہ کر سکا یا اور کسی طرح پر منحصر ہوا تو اس کی وجہ سے جو دم لازم آیا، وہ اس کے ذمہ ہے جس کی طرف سے گیا اور باقی ہر قسم کے دم اس کے ذمہ ہیں۔ مثلاً سلا ہوا کپڑا پہنا یا خوشبو لگائی یا بغیر احرام میقات سے آگے بڑھا یا بشار کیا یا بھیجنے والے کی اجازت سے قرآن و تمتع کیا۔ (25)

مسئلہ ۲۴: جس پر حج فرض ہو یا قضا یا منت کا حج اُس کے ذمہ ہو اور موت کا وقت قریب آ گیا تو واجب ہے کہ وصیت کر جائے۔ (26)

مسئلہ ۲۵: جس پر حج فرض ہے اور نہ ادا کیا نہ وصیت کی تو بالا جماع گنہگار ہے، اگر وارث اُس کی طرف سے حج بدل کرانا چاہے تو کر سکتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ ادا ہو جائے اور اگر وصیت کر گیا تو تہائی مال سے کرایا جائے اگرچہ اُس نے وصیت میں تہائی کی قید نہ لگائی۔ مثلاً یہ کہہ مرا کہ میری طرف سے حج بدل کرایا جائے۔ (27)

مسئلہ ۲۶: تہائی مال کی مقدار اتنی ہے کہ وطن سے حج کے مصارف کے لیے کافی ہے تو وطن ہی سے آدمی بھیجا جائے، ورنہ بیرون میقات جہاں سے بھی اُس تہائی سے بھیجا جاسکے۔ یوں اگر وصیت میں کوئی رقم معین کر دی ہو تو اس رقم میں اگر وہاں سے بھیجا جاسکتا ہے تو بھیجا جائے ورنہ جہاں سے ہو سکے اور اگر وہ تہائی یا وہ رقم معین بیرون میقات کہیں سے بھی کافی نہیں تو وصیت باطل۔ (28)

مسئلہ ۲۷: کوئی شخص حج کو چلا اور راستہ میں یا مکہ معظمہ میں وقف عرفہ سے پہلے اُس کا انتقال ہو گیا تو اگر اُسی

(23) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ج ۱، ص ۲۵۸۔

والدر المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج ۳، ص ۳۶۔

(24) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ج ۱، ص ۲۵۸۔

(25) الدر المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج ۳، ص ۳۶-۳۷۔

(26) لباب المناسک والمسک الحفظ، (باب الحج عن الغیر)، ص ۳۳۴۔

(27) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ج ۱، ص ۲۵۸۔

(28) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ج ۱، ص ۲۵۹۔

والدر المختار ودر المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر مطلب العمل علی القیاس...، ج ۳، ص ۳۷۔

سال اُس پر حج فرض ہوا تھا تو وصیت واجب نہیں اور اگر وقوف کے بعد انتقال ہوا تو حج ہو گیا، پھر اگر طواف فرض ہوا ہے اور وصیت کر گیا کہ اُس کا حج پورا کر دیا جائے تو اُس کی طرف سے بدنہ کی قربانی کر دی جائے۔ (29)

(29) رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير مطلب لی حج الضرورة، ج ۴، ص ۲۷۔

حج کے لئے نکلنے والے کے فوت ہو جانے کا ثواب

۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُخْرِجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْوَيْفُ فَقَدْ رَفَعَهُ اللَّهُ وَقَدْ كَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا.

ترجمہ کنز الایمان: اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (پ 5، النساء: 100)۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ سینہ، باعثِ قبولِ سکینہ، فیضِ گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑا تھا کہ اچانک سواری سے گر کر اسکی گردن ٹوٹ گئی۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دو اور اسے انہی کپڑوں میں کفناؤ اور اس کے سر کو موت ڈھانپو اور خوشبو نہ لگاؤ کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص مردِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حلیٰ احرام میں تھا۔ اس کی اونٹنی نے اسے گر کر اسکی گردن توڑ دی اور وہ مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حکم فرمایا، اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دیکر اس کا چہرہ (یا فرمایا) اس کا سر کھول دو کیونکہ یہ قیامت کے دن بلند آواز کے ساتھ تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما یفعل بالحرم ازمانات، رقم ۲۰۶، ص ۶۲۰، ۶۲۲)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو حج کے ارادے سے نکلے اور مرجائے اس کے لئے قیامت تک حج کرنے والے کا ثواب لکھا جاتا رہے گا اور جو عمرہ کے ارادہ سے نکلا اور مرجایا اس کے لئے قیامت تک کے لئے عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جاتا رہے گا اور جو جہاد کے ارادے سے نکلا پھر مرجیا تو اس کے لئے قیامت تک جہاد کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا۔

(الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الحج والعمرة، رقم ۳۴، ج ۲، ص ۱۱۱)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ نواک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو حج کے لئے مکہ کے راستے میں آتے یا جاتے ہوئے مرجیا اس سے نہ تو کوئی سوال ہوگا اور نہ ہی اس سے حساب لیا جائے گا اور اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب فی الحج والعمرة ما جاء فیمن خرج بقصد حمانات، رقم ۳۷، ج ۲، ص ۱۱۲) ←

مسئلہ ۲۸: راستہ میں انتقال ہوا اور حج بدل کی وصیت کر گیا تو اگر کوئی رقم یا جگہ معین کر دی ہے تو اس کے کہنے کے موافق کیا جائے، اگرچہ اس کے مال کی تہائی اتنی تھی کہ اس کے وطن سے بھیجا جاسکتا اور اس نے غیر وطن سے بھیجنے کی وصیت کی یا وہ رقم اتنی بتائی کہ اس میں وطن سے نہیں جایا جاسکتا تو گنہگار ہوا اور معین نہ کی تو وطن سے بھیجا جائے۔ (30)

مسئلہ ۲۹: وصی نے یعنی جس کو کہہ گیا کہ تو میری طرف سے حج کرادینا، غیر جگہ سے بھیجا اور تہائی اتنی تھی کہ وطن سے بھیجا جاسکتا ہے تو یہ حج میت کی طرف سے نہ ہوا بلکہ وصی کی طرف سے ہوا، لہذا میت کی طرف سے یہ شخص دوبارہ اپنے مال سے حج کرائے مگر جب کہ وہ جگہ جہاں سے بھیجا ہے وطن سے قریب ہو کہ وہاں جا کر رات کے آنے سے پہلے واپس آسکتا ہو تو ہو جائے گا۔ (31)

مسئلہ ۳۰: مال اس قابل نہیں کہ وطن سے بھیجا جائے تو جہاں سے ہو سکے بھیجیں، پھر اگر حج کے بعد کچھ بچ رہا جس سے معلوم ہوا کہ اور ادھر سے بھیجا جاسکتا تھا تو وصی پر اس کا تادان ہے، لہذا دوبارہ حج بدل وہاں سے کرائے جہاں سے ہو سکتا تھا مگر جب کہ بہت تھوڑی مقدار بچی مثلاً توشہ وغیرہ۔ (32)

مسئلہ ۳۱: اگر اس کے لیے وطن نہ ہو تو جہاں انتقال ہوا وہاں سے حج کو بھیجا جائے اور اگر متعدد وطن ہوں تو ان میں جو جگہ مکہ معظمہ سے زیادہ قریب ہو وہاں سے۔ (33)

مسئلہ ۳۲: اگر یہ کہہ گیا کہ تہائی مال سے ایک حج کرادینا تو ایک حج کرادیں اور چند حج کی وصیت کی اور ایک

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، یہ گھر اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے تو جس نے اس گھر کا حج یا عمرہ کیا وہ اللہ عزوجل کی عنایت میں ہے اگر مر جائے تو اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اگر اپنے گھر کی طرف واپس ہو تو ثواب و غنیمت لے کر لوٹے گا۔

(مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة، رقم ۵۲۷۵، ج ۳، ص ۴۷۹)

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو اس سمت حج یا عمرہ کرنے نکلا پھر راستے میں ہی مر گیا تو اس سے کوئی سوال نہ کیا جائے گا اور نہ ہی اس کا حساب ہوگا اور اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا۔ (المعجم الاوسط، رقم ۵۳۸۸، ج ۴، ص ۱۱۱)

(30) ادر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير مطلب فی حج الضرورة، ج ۴، ص ۲۷۷۔

(31) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج، ج ۱، ص ۲۵۹۔

رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير مطلب العمل علی القیاس دون الاستحسان، ج ۴، ص ۲۷۷۔

(32) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج، ج ۱، ص ۲۵۹۔

(33) المرجع السابق

سے زیادہ نہیں ہو سکتا تو ایک حج کرادیں اس کے بعد جو بچے وارث لے لیں اور اگر یہ وصیت کی کہ میرے مال کی تہائی سے حج کرایا جائے یا کئی حج کرائے جائیں اور کئی ہو سکتے ہیں تو جتنے ہو سکتے ہیں کرائے جائیں، اب اگر کچھ بچ رہا جس سے وطن سے نہیں بھیجا جاسکتا تو جہاں سے ہو سکے اور کئی حج کی صورت میں اختیار ہے کہ سب ایک ہی سال میں ہوں یا کئی سال میں اور بہتر اول ہے۔ یوہیں اگر یوں وصیت کی کہ میرے مال کی تہائی سے ہر سال ایک حج کرایا جائے تو اس میں بھی اختیار ہے کہ سب ایک ساتھ ہوں یا ہر سال ایک اور اگر یوں کہا کہ میرے مال میں ہزار روپے سے حج کرایا جائے تو اس میں جتنے حج ہو سکیں کرادیے جائیں۔ (34)

مسئلہ ۳۳: اگر وصی سے یہ کہا کہ کسی کو مال دے کر میری طرف سے حج کرادینا تو وصی خود اس کی طرف سے حج بدل نہیں کر سکتا اور اگر یہ کہا کہ میری طرف سے حج بدل کرادیا جائے تو وصی خود بھی کر سکتا ہے اور اگر وصی وارث بھی ہے یا وصی نے وارث کو مال دے دیا کہ وہ وارث حج بدل کرے تو اب باقی ورثہ اگر بالغ ہوں اور ان کی اجازت سے ہو تو ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ (35)

مسئلہ ۳۴: حج کی وصیت کی تھی اس کے انتقال کے بعد حج کے مصارف نکالنے کے بعد ورثہ نے مال تقسیم کر لیا، پھر وہ مال جو حج کے لیے نکالا تھا ضائع ہو گیا تو اب جو باقی ہے اس کی تہائی سے حج کا خرچ نکالیں پھر اگر تلف ہو جائے تو بقیہ کی تہائی سے علیٰ ہذا القیاس یہاں تک کہ مال ختم ہو جائے اور وہ مال وصی کے پاس سے ضائع ہوا ہو یا اس کے پاس سے جس کو حج کے لیے بھیجنا چاہتے ہیں دونوں کا ایک حکم ہے۔ (36)

مسئلہ ۳۵: جسے حج کرنے کو بھیجا وقوف عرفہ سے پیشتر اس کا انتقال ہو گیا یا مال چوری گیا پھر جو مال باقی رہ گیا، اس کی تہائی سے دوبارہ وطن سے حج کرنے کے لیے کسی کو بھیجا جائے اور اگر اتنے میں وطن سے نہیں بھیجا جاسکتا تو جہاں سے ہو سکے اور اگر دوسرا شخص بھی مر گیا یا پھر مال چوری ہو گیا تو اب جو کچھ مال ہے، اس کی تہائی سے بھیجا جائے اور یکے بعد دیگرے یوہیں کرتے رہیں، یہاں تک کہ مال کی تہائی اس قابل نہ رہی کہ اس سے حج ہو سکے تو وصیت باطل ہو گئی اور اگر وقوف عرفہ کے بعد مرا تو وصیت پوری ہو گئی۔ (37)

(34) الفتاویٰ مہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج، ج ۱، ص ۲۵۹۔

ورد المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير مطلب العمل علی القیاس دون الاستحسان حنا، ج ۳، ص ۲۷۷۔

(35) الفتاویٰ مہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج، ج ۱، ص ۲۵۹۔

(36) باب لمناسک والمسک الحقیقہ، (باب الحج عن الغير)، ص ۲۵۴-۲۵۵۔

(37) الدر المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج ۳، ص ۲۷۷، وغیرہ۔

مسئلہ ۳۶: جسے بھیجا تھا وہ وقوف کر کے بغیر طواف کیے واپس آیا تو میت کا حج ہو گیا مگر اسے عورت کے پاس جانا حلال نہیں، اُسے حکم ہے کہ اپنے خرچ سے واپس جائے اور جو افعال باقی ہیں ادا کرے۔ (38)

مسئلہ ۳۷: وحی نے کسی کو اس سال حج بدل کے لیے مقرر کیا اور خرچ بھی دے دیا مگر وہ اس سال نہ گیا، سال آئندہ جا کر ادا کیا تو ہو گیا اُس پر تاوان نہیں۔ (39)

مسئلہ ۳۸: جسے بھیجا وہ مکہ معظمہ میں جا کر بیمار ہو گیا اور سارا مال خرچ ہو گیا تو وحی کے ذمہ واپسی کے لیے خرچ بھیجنا لازم نہیں۔ (40)

مسئلہ ۳۹: جسے حج کے لیے مقرر کیا وہ بیمار ہو گیا تو اُسے یہ اختیار نہیں کہ دوسرے کو بھیج دے، ہاں اگر بھیجنے والے نے اُسے اجازت دیدی ہو تو دوسرے کو بھیج سکتا ہے۔ لہذا بھیجتے وقت چاہیے کہ یہ اجازت دیدی جائے۔ (41)

مسئلہ ۴۰: اگر اس سے یہ کہہ دیا کہ خرچ ختم ہو جائے تو قرض لے لینا اور اُس کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے تو جائز ہے۔ (42)

مسئلہ ۴۱: احرام کے بعد راستہ میں مال چوری گیا، اُس نے اپنے پاس سے خرچ کر کے حج کیا اور واپس آیا تو بغیر حکم قاضی بھیجنے والے سے وصول نہیں کر سکتا۔ (43)

مسئلہ ۴۲: یہ وصیت کی کہ فلاں شخص میری طرف سے حج کرے اور وہ شخص مر گیا تو کسی اور کو بھیج دیں مگر جب کہ حصر کر دیا ہو کہ وہی کرے دوسرا نہیں تو مجبوری ہے۔ (44)

مسئلہ ۴۳: ایک شخص نے اپنی طرف سے حج بدل کے لیے خرچ دے کر بھیجا، بعد اُس کے اس کا انتقال ہو گیا اور حج کی وصیت نہ کی تو وارث اُس شخص سے مال واپس لے سکتے ہیں اگرچہ احرام باندھ چکا ہو۔ (45)

مسئلہ ۴۴: مصارف حج سے مراد وہ چیز ہیں جن کی سفر حج میں ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً کھانا پانی، راستہ میں

(38) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج، ج ۱، ص ۲۶۰.

(39) المرجع السابق.

(40) المرجع السابق.

(41) المرجع السابق، والدر المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج ۳، ص ۲۶.

(42) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج، ج ۱، ص ۲۶۰.

(43) المرجع السابق.

(44) المرجع السابق.

(45) الدر المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج ۳، ص ۴۰.

پہننے کے کپڑے، احرام کے کپڑے، سواری کا کرایہ، مکان کا کرایہ، مشکیزہ، کھانے پینے کے برتن، جلانے اور سر میں ڈالنے کا تیل، کپڑے دھونے کے لیے صابون، پہرا دینے والے کی اجرت، حجامت کی بنوائی غرض جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے اُن کے اخراجات متوسط کہ نہ فضول خرچی ہو، نہ بہت کمی اور اُس کو یہ اختیار نہیں کہ اس مال میں سے خیرات کرے یا کھانا فقیروں کو دیدے یا کھاتے وقت دوسروں کو بھی کھلائے ہاں اگر بھیجے والے نے ان امور کی اجازت دیدی ہو تو کر سکتا ہے۔ (46)

مسئلہ ۴۵: جس کو بھیجا ہے اگر وہ اپنا کام اپنے آپ کیا کرتا تھا اور اب خادم سے کام لیا تو اس کا خرچ خود اس کے ذمہ ہے اور اگر خود نہیں کرتا تھا تو بھیجنے والے کے ذمہ۔ (47)

مسئلہ ۴۶: حج سے واپسی کے بعد جو کچھ بچا واپس کر دے، اُسے رکھ لینا جائز نہیں اگرچہ وہ کتنی ہی تھوڑی سی چیز ہو، یہاں تک کہ توشہ میں سے جو کچھ بچا وہ اور کپڑے اور برتن غرض تمام سامان واپس کر دے بلکہ اگر شرط کر لی ہو کہ جو بچے گا واپس نہ کروں گا جب بھی کہ یہ شرط باطل ہے مگر دو صورتوں میں، اول یہ کہ بھیجنے والا اسے وکیل کر دے کہ جو بچے اُسے اپنے کو تو ہبہ کر دینا اور قبضہ کر لینا، دوم یہ کہ اگر قریب ہرگ ہو تو اُسے وصیت کر دے کہ جو بچے اُس کی میں نے تجھے وصیت کی اور اگر یوں وصیت کی کہ وصی سے کہہ دیا کہ جو بچے وہ اُس کے لیے ہے جو بھیجا جائے یا تو جسے چاہے دیدے تو یہ وصیت باطل ہے وارث کا حق ہو جائے گا اور واپس کرنا پڑے گا۔ (48)

مسئلہ ۴۷: یہ وصیت کی کہ ایک ہزار فلاں کو دیا جائے اور ایک ہزار مسکینوں کو اور ایک ہزار سے حج کرایا جائے اور ترکہ کی تہائی کل دو ہزار ہے تو دو ہزار میں برابر برابر کے تین حصے کیے جائیں۔ ایک حصہ تو اُسے دیں جس کے لیے کہا اور حج و مساکین کے دونوں حصے ملا کر جتنے سے حج ہو سکے حج کرایا جائے اور جو بچے مسکینوں کو دیا جائے۔ (49)

مسئلہ ۴۸: زکاۃ حج اور کسی کو دینے کی وصیت کی تو تہائی کے تین حصے کریں اور زکاۃ حج میں جسے اُس نے پہلے کہا اُسے پہلے کریں۔ اُس سے جو بچے دوسرے میں صرف کریں، فرض اور منت کی وصیت کی تو فرض مقدم ہے اور نفل و نذر میں نذر مقدم ہے اور سب فرض یا نفل یا واجب ہیں تو مقدم وہ ہے جسے اُس نے پہلے کہا۔ (50)

(46) لباب المناسک، (باب الحج عن الغير، فصل فی النفقة)، ص ۲۵۶-۲۵۷.

(47) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج، ج ۱، ص ۲۶۰.

(48) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير مطلب العمل علی القیاس...، ج ۴، ص ۳۸.

(49) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب الخامس عشر فی الوصیۃ بالحج، ج ۱، ص ۲۶۰.

(50) الدر المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج ۴، ص ۴۱.

ہدی کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَمَنْ يُعْظِمُ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿٢٢﴾ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نَحْنُ مُخْلِئُهَا إِلَىٰ الْبَيْتِ الْحَرَامِ ﴿٢٣﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (1)

اور جو اللہ (عزوجل) کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے، تمہارے لیے چوپایوں میں ایک مقرر ميعاد تک فائدے ہیں پھر ان کا پہنچنا ہے اس آزاد گھر تک۔ اور ہر اُمت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر کی کہ اللہ (عزوجل) کا نام ذکر کریں، اُن بے زبان چوپایوں پر جو اُس نے انھیں دیے۔

اور فرماتا ہے:

(وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْقَايِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذَلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٢٤﴾ لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِشُكْرٍ عَلَى اللَّهِ عَلَىٰ مَا هَدَيْكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٥﴾) (2)

اور قربانی کے اونٹ، گائے ہم نے تمہارے لیے اللہ (عزوجل) کی نشانیوں سے کیے، تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے تو اُن پر اللہ (عزوجل) کا نام لو، ایک پاؤں بندھے، تین پاؤں سے کھڑے پھر جب اُن کی کروٹیں گر جائیں تو اُن میں سے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ۔ یوہیں ہم نے ان کو تمہارے قابو میں کر دیا کہ تم احسان مانو، اللہ (عزوجل) کو ہرگز نہ اُن کے گوشت پہنچتے ہیں، نہ اُن کے خون، ہاں اُس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ یوہیں اُن کو تمہارے قابو میں کر دیا کہ تم اللہ (عزوجل) کی بڑائی بولو، اُس پر کہ اُس نے تمہیں ہدایت فرمائی اور خوشخبری پہنچا دینیکی کرنے والوں کو۔



(1) پ ۱۷۷، الج: ۳۲-۳۳

(2) پ ۱۷۷، الج: ۳۶-۳۷

احادیث

حدیث ۱: صحیحین میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہتی ہیں: میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قربانیوں کے بار اپنے ہاتھ سے بنائے پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اُن کے گلوں میں ڈالے اور اُن کے کوہان چیرے اور حرم کو روانہ کیں۔ (1)

حدیث ۲: صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دسویں ذی الحجہ کو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے ایک گائے ذبح فرمائی۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ کہ ازواج مطہرات کی طرف سے حج میں گائے ذبح کی۔ (2)

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحب بحت الہدی الی الحرم... إلخ، الحدیث: ۳۶۴۔ (۱۳۲۱) ص ۶۸۶۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یہ واقعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے ایک سال پہلے کا ہے جب آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو حج کے موقع پر مکہ معظمہ کچھ اعلانات کے لیے امیر حج بنا کر بھیجا۔

۲۔ ام المؤمنین کو خبر پہنچی تھی کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس ہدی بھیجنے والے کو محرم مانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تک مکہ معظمہ میں اس کی ہدی ذبح نہ ہو جائے تب تک یہ تمام ممنوعات احرام سے بچے ان کے جواب میں آپ یہ فرما رہی ہیں کہ ہدی بھیجنے سے انسان محرم نہیں ہو جاتا۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر، عطاء، مجاہد، سعید ابن جبیر کا بھی یہی مذہب تھا، شاید ان بزرگوں کو یہ حدیث پہنچی نہیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۴۴)

(2) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز الاشتراک فی الہدی... إلخ، الحدیث: ۳۵۶۔ (۱۳۱۹) ص ۳۵۷۔ (۱۳۱۹) ص ۶۸۳، ۶۸۵۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ غالباً یہ قربانی ہے جو مدینہ منورہ میں کی گئی۔ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں مگر ایک کی طرف سے بھی جائز ہے۔ اس سے دو مسئلے معوم ہوئے: ایک یہ کہ گائے کی قربانی بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی کا کارمختار اس کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے، ذن خصوصی سے بھی اور اذن عمومی سے بھی اس لیے کہ یہاں ام المؤمنین کی خصوصی اجازت لینے کا ذکر نہیں، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو محض ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے قربانی گائے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خلاف اسلام ہے، مرقات نے فرمایا کہ افضل قربانی اونٹ کی ہے پھر گائے کی۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۴۲)

(مزید یہ کہ)

حدیث ۳: صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کہ جب تو مجبور ہو جائے تو ہدیٰ پر معروف کے ساتھ سوار ہو، جب تک دوسری سواری نہ ملے۔ (3)

حدیث ۴: صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سولہ اونٹ ایک شخص کے ساتھ حرم کو بھیجے۔ انھوں نے عرض کی، ان میں سے اگر کوئی تھک جائے تو کیا کروں؟ فرمایا: اُسے نخر کر دینا اور خون سے اُس کے پاؤں رنگ دینا اور پہلو پر اُسکا چھاپا لگا دینا اور اس میں سے تم اور تمھارے ساتھیوں میں سے کوئی نہ کھائے۔ (4)

حدیث ۵: صحیحین میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے جانوروں پر مامور فرمایا اور مجھے حکم فرمایا: کہ گوشت اور کھالیں اور ٹھول تصدق کر دوں اور قصاب کو اس میں سے کچھ نہ دوں۔ فرمایا کہ ہم اُسے اپنے پاس سے دیں گے۔ (5)

حدیث ۶: ابو داؤد عبد اللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ پانچ یا چھ اونٹ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں قربانی کے لیے پیش کیے گئے، وہ سب حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے قریب ہونے لگے کہ کس سے شروع فرمائیں (یعنی ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ پہلے مجھے ذبح فرمائیں یا اس لیے کہ پہلے جسے چاہیں ذبح فرمائیں) پھر جب اُن کی کروٹیں زمین سے لگ گئیں تو فرمایا: جو چاہے ٹکڑا لے لے۔ (6)



اب یہ دوسرا واقعہ ہے جو حج میں ہوا اور یہ قربانی نہیں کیونکہ مسافر پر قربانی واجب نہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حج میں مسافر تھے بلکہ یہ حج کادم ہے نحر بمعنی ذبح ہے کیونکہ گائے کو نحر کرنا منع ہے اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے ایک گائے دی ہے تو یہ حضور کی خصوصیت سے ہے، آپ نے تو اپنی ساری امت کے فقراء کی طرف سے ایک بکری بھی قربانی دی ہے، فقراء کروڑوں ہیں اور اگر یہ گائے کچھ ازواج کی طرف سے تھی اور کچھ ازواج کو ان سوا اونٹوں میں شریک فرمایا ہو تو عمومی حکم ہے۔ امام مالک اس حدیث کی بناء پر فرماتے ہیں کہ ایک گائے تمام گھردالوں کی طرف سے درست ہے اگرچہ سات سے زیادہ ہوں مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے کہ اس میں وہ احتمالات ہیں جو عرض کیے گئے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۲۴۳)

(3) صحیح مبسم، کتاب الحج، باب جواز رکوب البدن... إلخ، الحدیث: ۱۳۲۴، ص ۶۸۸۔

(4) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب ما یفعل بالہدیٰ إذا عطب فی الطريق، الحدیث: ۱۳۲۵، ص ۶۸۸۔

(5) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الصدقة بلحوم الہدی... إلخ، الحدیث: ۱۳۱۷، ص ۶۸۳۔

(6) سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، ۱۸۔ باب، الحدیث: ۱۷۶۵، ج ۲، ص ۲۱۱۔

مسائل فقہیہ

مسئلہ ۱: ہدی اُس جانور کو کہتے ہیں جو قربانی کے لیے حرم کو لے جایا جائے۔ یہ تین قسم کے جانور ہیں: ۱- بکری، اس میں بھیڑ اور ڈنبہ بھی داخل ہے۔ ۲- گائے، بھینس بھی اسی میں شمار ہے۔ ۳- اونٹ ہدی کا ادنیٰ درجہ بکری ہے تو اگر کسی نے حرم کو قربانی بھیجنے کی سنت مانی اور معین نہ کی تو بکری کافی ہے۔ (۱)

مسئلہ ۲: قربانی کی نیت سے بھیجایا لے گیا جب تو ظاہر ہے کہ قربانی ہے اور اگر بدنہ کے گلے میں ہار ڈال کر ہانکا جب بھی ہدی ہے اگرچہ نیت نہ ہو۔ اس لیے کہ اس طرح قربانی ہی کو لے جاتے ہیں۔ (۲)

مسئلہ ۳: قربانی کے جانور میں جو شرطیں ہیں وہ ہدی کے جانور میں بھی ہیں مثلاً اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکری ایک سال کی مگر بھیڑ ڈنبہ چھ ۶ مہینے کا اگر سال بھر والی کی مثل ہو تو ہو سکتا ہے اور اونٹ گائے میں یہاں بھی سات آدمی کی شرکت ہو سکتی ہے۔ (۳)

مسئلہ ۴: اونٹ، گائے کے گلے میں ہار ڈال دینا مسنون ہے اور بکری کے گلے میں ہار ڈالنا سنت نہیں مگر صرف شکرانہ یعنی جمع و قرآن اور نفل اور منت کی قربانی میں سنت ہے، احصار اور جرمانہ کے دم میں نہ ڈالیں۔ (۴)

مسئلہ ۵: ہدی اگر قرآن یا ختم کا ہو تو اس میں سے کچھ کھا لینا بہتر ہے۔ یوہیں اگر نفل ہو اور حرم کو پہنچ گیا ہو اور اگر حرم کو نہ پہنچا تو خود نہیں کھا سکتا، فقرا کا حق ہے اور ان تین کے علاوہ نہیں کھا سکتا اور جسے خود کھا سکتا ہے، مالداروں کو بھی کھلا سکتا ہے، نہیں تو نہیں اور جس کو کھا نہیں سکتا اس کی کھال وغیرہ سے بھی نفع نہیں لے سکتا۔ (۵)

مسئلہ ۶: ختم و قرآن کی قربانی دسویں سے پہلے نہیں ہو سکتی اور دسویں کے بعد کی تو ہو جائے گی مگر دم لازم ہے کہ تاخیر جائز نہیں اور ان دو ۲ کے علاوہ کے لیے کوئی دن معین نہیں اور بہتر دسویں ہے۔ حرم میں ہونا سب میں ضروری ہے، منی کی خصوصیت نہیں ہاں دسویں کو ہو تو منی میں ہونا سنت ہے اور دسویں کے بعد مکہ میں۔ منت کے بدنہ کا حرم میں ذبح

(۱) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الہدی، ج ۴، ص ۴۱، وغیرہ۔

(۲) رد المحتار، کتاب الحج، باب الہدی، ج ۴، ص ۴۲۔

(۳) الدر المختار، کتاب الحج، باب الہدی، ج ۴، ص ۴۲، وغیرہ۔

(۴) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب السادس عشر فی الہدی، ج ۱، ص ۲۶۱۔

(۵) الدر المختار، کتاب الحج، باب الہدی، ج ۴، ص ۴۵۔

ہونا شرط نہیں جبکہ منت میں حرم کی شرط نہ لگائی۔ (6)

مسئلہ ۷: ہدی کا گوشت حرم کے مساکین کو دینا بہتر ہے، اس کی ٹکیل اور مچھول کو خیرات کر دیں اور قصاب کو اس کے گوشت میں سے کچھ نہ دیں۔ ہاں اگر اُسے بطور تصدق دیں تو حرج نہیں۔ (7)

مسئلہ ۸: ہدی کے جانور پر بلا ضرورت سوار نہیں ہو سکتا نہ اس پر سامان لاد سکتا ہے اگرچہ نفل ہو اور ضرورت کے وقت سوار ہو یا سامان لادا اور اس کی وجہ سے اُس میں کچھ نقصان آیا تو اتنا محتاجوں پر تصدق کرے۔ (8)

مسئلہ ۹: اگر وہ دودھ والا جانور ہے تو دودھ نہ دے اور تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑک دیا کرے کہ دودھ موقوف ہو جائے اور اگر ذبح میں وقفہ ہو اور نہ دوہنے سے ضرر ہوگا تو وہ کر دودھ خیرات کر دے اور اگر خود کھالیا یا غنی کو دیدیا یا ضائع کر دیا تو اتنا ہی دودھ یا اس کی قیمت مساکین پر تصدق کرے۔ (9)

مسئلہ ۱۰: اگر وہ بچہ جنی تو بچہ کو تصدق کر دے یا اُسے بھی اُس کے ساتھ ذبح کر دے اور اگر بچہ کو بیچ ڈالا یا ہلاک کر دیا تو قیمت کو تصدق کرے اور اس قیمت سے قربانی کا جانور خرید لیا تو بہتر ہے۔ (10)

مسئلہ ۱۱: غلطی سے اُس نے دوسرے کے جانور کو ذبح کر دیا اور دوسرے نے اُس کے جانور کو تو دونوں کی قربانیاں ہو گئیں۔ (11)

مسئلہ ۱۲: اگر جانور حرم کو لے جا رہا تھا راستہ میں مرنے لگا تو اُسے وہیں ذبح کر ڈالے اور خون سے اُس کا ہار رنگ دے اور کوہان پر چھاپا لگا دے تاکہ اُسے مالدار لوگ نہ کھائیں، فقرا ہی کھائیں پھر اگر وہ نفل تھا تو اُس کے بدلے کا دوسرا جانور لے جانا ضرور نہیں اور اگر واجب تھا تو اس کے بدلے کا دوسرا لے جانا واجب ہے اور اگر اس میں کوئی ایسا عیب آگیا کہ قربانی کے قابل نہ رہا تو اسے جو چاہے کرے اور اُس کے بدلے دوسرا لے جائے جب کہ واجب ہو۔ (12)

(6) الدر المختار رد المحتار، کتاب الحج، باب الہدی، ج ۴، ص ۷۷۔

والفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب السادس عشر فی الہدی، ج ۱، ص ۲۶۱۔

(7) الدر المختار، کتاب الحج، باب الہدی، ج ۴، ص ۷۷۔

(8) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب السادس عشر فی الہدی، ج ۱، ص ۲۶۱۔

(9) المرجع السابق، رد المحتار کتاب الحج، باب الہدی، ج ۴، ص ۸۸۔

(10) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب السادس عشر فی الہدی، ج ۱، ص ۲۶۱۔

(11) باب المناسک، (باب الہدایا)، ص ۷۷۔

(12) الدر المختار، کتاب الحج، باب الہدی، ج ۴، ص ۹۹، وغیرہ۔

مسئلہ ۱۳: جانور حرم کو پہنچ گیا اور وہاں مرنے لگا تو اسے ذبح کر کے مساکین پر تصدق کرے اور خود نہ کھائے اگرچہ نفل ہو، ورنہ اگر اس میں تھوڑا سا نقصان پیدا ہوا ہے کہ ابھی قربانی کے قابل ہے تو قربانی کرے اور خود بھی کھا سکتا ہے۔ (13)

مسئلہ ۱۴: جانور چوری گیا اُس کے بدلے کا دوسرا خریدا اور اُسے ہار ڈال کر لے چلا پھر وہ مل گیا تو بہتر یہ ہے کہ دونوں کی قربانی کر دے اور اگر پہلے کی قربانی کی اور دوسرے کو بیچ ڈالا تو یہ بھی ہو سکتا ہے اور اگر پچھلے کو ذبح کیا اور پہلے کو بیچ ڈالا تو اگر وہ اُس کی قیمت میں برابر تھا یا زیادہ تو کافی ہے اور کم ہے تو جتنی کمی ہوئی صدقہ کر دے۔ (14)

(13) الفتاویٰ احمدیہ، کتاب المناسک، الباب السادس عشر فی الھدی، ج ۱، ص ۲۶۱۔

(14) المرجع السابق۔

مستفزیق سواں وجواب

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

سوال: اگر حرم کا عرصہ نصف گیا یا منہ پر زخم ہو گیا اور بقصور مجبوری اُس نے عریانہ پر مٹی باندھ لی تو اُس پر کوئی گناہ تو نہیں؟

جواب: مجبوری کی صورت میں گناہ نہیں ہوگا، البتہ مجرم غیر اختیاری کا کفارہ دینا آئے گا۔ لہذا اگر دن یا رات یا اس سے زیادہ دیر تک مٹی چوڑی مٹی باندھی کہ چوتھائی (۱/۴) یا اس سے زیادہ عریانہ چھپ گیا تو دم اور کم میں صدقہ واجب ہوگا (مجرم غیر اختیاری کی تفصیل ص ۲۷۹ پر ملاحظہ فرمائیں) اس کے علاوہ جسم کے دوسرے اعضاء پر نیز عورت کے سر پر بھی مجبوراً مٹی باندھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

سوال: مُسْتَحْتَج اور قارن حج کے انتظار میں ہیں، اس دوران غمرہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: قارن کا احرام تو ابھی باقی ہے، یہ تو کبھی نہیں سکتا، رہا مُسْتَحْتَج تو اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بہتر یہی ہے کہ صرف نقلی طواف جتنے کرنا چاہے کرتا رہے اگر غمرہ کر بھی لے تو بعض علماء کے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں! مناسک حج سے فرائض کے بعد مُسْتَحْتَج، قارن، مفرد ہر کوئی غمرہ کر سکتے ہیں یہ یاد رہے کہ ایام تشریق یعنی ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ ان پانچ دنوں میں غمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر غمرہ کیا تو دم لازم آئے گا۔ (تویر، دُرّ مختار)

سوال: کھانا کھانے کے بعد حرم صابون سے ہاتھ دھو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: چکناہٹ دُور کرنے کے لئے صابون سے ہاتھ دھو سکتا ہے۔

سوال: وضو کے بعد حرم کا زوال سے ہاتھ پونچھنا کیسا ہے؟

جواب: منہ پر (اور مرد سر پر بھی) کپڑا نہیں لگا سکتے، جسم کا باقی حصہ اتنی احتیاط کے ساتھ پونچھ سکتے ہیں کہ میل بھی نہ چھوئے اور بال بھی نہ ٹوٹے۔

سوال: محرّمہ اس طرح منہ پر کمائی وار نقاب ڈالے جو چہرے پر خس نہ ہو اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب: اگر چہرے پر خس نہیں ہوتا تو ڈال سکتی ہے تاہم اس میں بعض مسائل ضرور پیدا ہو سکتے ہیں، مثلاً ہوا چلی یا غلطی ہی سے اپنا ہاتھ نقاب پر رکھ لیا جس کے سبب چاہے تھوڑی سی دیر کے لئے بھی اگر سارے چہرے پر نقاب لگ گیا تو صدقہ واجب ہو جائے گا۔

سوال: خلق کرواتے وقت محرم سر پر صابون لگائے یا نہیں؟

جواب: صابون نہ لگائے کیوں کہ میل چھوٹے گا اور میل ٹھہرانا احرام میں مکروہ ہے۔

سوال: محرم گھٹنوں میں منہ رکھ کر سو سکتا ہے یا نہیں، کوئی جرمانہ وغیرہ؟

جواب: نہیں سو سکتا، کیونکہ اس سے چہرے پر کپڑا لگے گا۔ کپڑے سے منہ چھپانے پر جرمانے کے مسائل آگے گزرے۔

سوال: ماہواری کی حالت میں عورت احرام کی ٹیٹ کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: کر سکتی ہے مگر احرام کے نفل ادا نہیں کر سکتی، نیز طواف پاک ہونے کے بعد کرے۔

سوال: سلائی والے چٹل پہننا کیسا ہے؟

جواب: وسیط قدم یعنی قدم کا ابھرا ہوا حصہ اگر نہ چھپائیں تو بلا کراہت جائز ہیں۔

سوال: احرام میں گرہ لگانے کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب: مکروہ ہے۔

سوال: غٹو ماٹھاج احتیاطاً ایک دم دیتے ہیں یہ کیسا؟ اگر بعد کو معلوم ہوا کہ واقعی ایک دم واجب ہوا تھا تو وہ دم احتیاطی کافی ہوگا یا نہیں؟

جواب: دم واجب ہونے کے بعد دیا تھا کافی ہو جائے گا اور اگر پہلے دم دے دیا اور اس کے بعد کسی غم سے وغیرہ میں دم واجب ہوا تو وہ گزشتہ دم کافی نہ ہوگا۔

سوال: محرم ناک یا کان کا میل نکال سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: وضو میں ناک صاف کرنا سنت ہے بلکہ غسل میں اگر ناک میں ریختہ سوکھ گئی ہو تو ٹھہرا کر پانی بہانا فرض ہے۔ لہذا احرام میں ناک صاف کر سکتے ہیں۔ اسی طرح پلوں وغیرہ میں اگر آنکھ کی چیڑ سوکھ گئی ہے تو اسے وضو میں ٹھہرانا فرض ہے۔ رہا کان کا میل نکالنا تو چونکہ کان کے سوراخ کے اندر پانی بہانا نہ وضو میں ہے نہ غسل میں، لہذا اس کا حکم وہی ہوگا جو بدن کے میل کا ہے یعنی اس کا ٹھہرانا مکروہ ہے۔

سوال: کیا اپنے زندہ والدین کے نام پر غمرہ کر سکتے ہیں؟

جواب: کر سکتے ہیں۔ فرض نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہو یا کوئی نفلی کام ہر قسم کا ثواب زندہ، مردہ سب کو ایصال کر سکتے ہیں بلکہ ہر نیک کام کا ثواب بلکہ روزانہ کی پانچوں نمازوں کا ثواب بھی روزانہ بارگاہ حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں غدر کر کے تمام امت کو ایصال کرتے رہنا چاہئے اس طرح ہمارے ثواب میں کمی نہیں ہوتی بلکہ بڑھ جاتا ہے۔



سوال: احرام کی حالت میں بخوں مارنے کے گفارے بیان کریں؟

جواب: اپنی بخوں اپنے بدن یا کپڑے میں ماری یا پھینک دی تو ایک بخوں ہو تو روٹی کا ایک ٹکڑا اور دو یا تین ہوں تو ایک مٹھی آٹاج اور اس سے زیادہ میں صدقہ۔ بخوں مارنے کے لئے عریا کپڑا دھویا یا دھوپ میں ڈالا جب بھی ذی گفارے ہیں جو مارنے میں ہیں۔ دوسرے نے اس کے کہنے پر اس کی بخوں ماری جب بھی اس کا گفارہ ہے۔ اگرچہ مارنے والا احرام میں نہ ہو۔ زمین وغیرہ پر ماری ہوئی بخوں یا دوسرے کے بدن یا کپڑوں کی بخوں مارنے والے پر کچھ نہیں اگرچہ وہ دوسرا بھی محرم ہو۔

حج کی منت کا بیان

حج کی منت مانی تو حج کرنا واجب ہو گیا، کفارہ دینے سے بری الذمہ نہ ہوگا۔ خواہ یوں کہا کہ اللہ (عزوجل) کے لیے مجھ پر حج ہے یا کسی کام کے ہونے پر حج کو مشروط کیا اور وہ ہو گیا۔ (1)

مسئلہ ۱: احرام باندھنے یا کعبہ معظمہ یا مکہ مکرمہ جانے کی منت مانی تو حج یا عمرہ اُس پر واجب ہے اور ایک کو معین کر لینا اُس کے ذمہ ہے۔ (2)

مسئلہ ۲: پیدل حج کرنے کی منت مانی تو واجب ہے کہ گھر سے طواف فرض جبک پیدل ہی رہے اور پورا سفر یا اکثر سواری پر کیا تو دم دے اور اگر اکثر پیدل رہا اور کچھ سواری پر تو اُسی حساب سے بکری کی قیمت کا جتنا حصہ اس کے مقابل آئے خیرات کرے۔ پیدل عمرہ کی منت مانی تو سر مونڈانے تک پیدل رہے۔ (3)

مسئلہ ۳: ایک سال میں جتنے حج کی منت مانی سب واجب ہو گئے۔ (4)

مسئلہ ۴: لونڈی غلام محرم کو خریدنا جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہے کہ احرام توڑ دے اگرچہ انھوں نے اپنے پہلے مولیٰ کی اجازت سے احرام باندھے ہوں اور احرام توڑنے کے لیے فقط یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ احرام توڑ دیا بلکہ کوئی ایسا کام کرنا ضروری ہے جو احرام میں منع تھا مثلاً بال یا ناخن ترشوانا یا خوشبو لگانا۔ اس کی ضرورت نہیں کہ حج کے افعال بجالا کر احرام توڑے اور قربانی بھیجنا بھی ضروری نہیں مگر آزادی کے بعد قربانی اور حج و عمرہ واجب ہے اگر حج کا احرام تھا اور عمرہ اگر عمرہ کا احرام تھا۔ (5)

مسئلہ ۵: افضل یہ ہے کہ اس خریدی ہوئی لونڈی کا احرام جماع کے علاوہ کسی اور چیز سے کھلوا دے اور جماع سے بھی احرام کھل جائے گا مگر جب کہ اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ احرام سے ہے اور جماع کر لیا تو حج فاسد ہو جائے گا۔ (6)

(1) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب السابع عشر فی الذکر بالحد، ج ۱، ص ۲۶۲۔

(2) المرجع السابق۔

(3) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الہدی، ج ۴، ص ۵۲۔

(4) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب المناسک، الباب السابع عشر فی الذکر بالحد، ج ۱، ص ۲۶۳۔

(5) الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحج، باب الہدی، ج ۴، ص ۵۲۔

(6) الدر المختار و رد المحتار

مسئلہ ۶: اگر مولیٰ نے احرام کھلوا دیا پھر اس نے باندھا پھر کھلوا دیا، اگر چند بار اسی طرح ہوا پھر اسی سال احرام باندھ کر حج کر لیا تو کافی ہو گیا اور اگر سال آئندہ میں حج کیا تو ہر بار احرام کھولنے کا ایک ایک عمرہ کرے۔ (7)

مسئلہ ۷: احرام کی حالت میں نکاح ہو سکتا ہے کسی احرام والی عورت سے نکاح کیا تو اگر نفل کا احرام ہے کھلوا سکتا ہے اور فرض کا ہے تو دو صورتیں ہیں۔ اگر عورت کا محرم ساتھ میں ہے تو نہیں کھلوا سکتا اور محرم ساتھ میں نہ ہو تو فرض کا احرام بھی کھلوا سکتا ہے اور اگر اس کا محرم ہونا معلوم نہ ہو اور جماع کر لیا تو حج فاسد ہو گیا۔ (8)

مسئلہ ۸: مسافر خانہ بنانا، حج نفل سے افضل ہے اور حج نفل صدقہ سے افضل یعنی جب کہ اس کی زیادہ حاجت نہ ہو ورنہ حاجت کے وقت صدقہ حج سے افضل ہے۔ (9)

علامہ شامی نے نہایت نفیس حکایت اس بیان میں نقل فرمائی کہ ایک صاحب ہزار اشرفیاں لے کر حج کو جا رہے تھے، ایک سیدانی تشریف لائیں اور اپنی ضرورت ظاہر فرمائی۔ انھوں نے سب اشرفیاں نذر کر دیں اور واپس آئے، جب وہاں کے لوگ حج سے واپس ہوئے تو ہر حاجی ان سے کہنے لگا، اللہ (عزوجل) تمہارا حج قبول فرمائے۔ انھیں تعجب ہوا کہ کیا معاملہ ہے، میں تو حج کو گیا نہیں، یہ لوگ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ خواب میں زیارت اقدس سے مشرف ہوئے، ارشاد فرمایا: کیا تجھے لوگوں کی بات سے تعجب ہوا؟ عرض کی، ہاں یا رسول اللہ! (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرمایا کہ: تو نے جو میری اہلبیت کی خدمت کی، اس کی عوض میں اللہ عزوجل نے تیری صورت کا ایک فرشتہ پیدا فرمایا، جس نے تیری طرف سے حج کیا اور قیامت تک حج کرتا رہے گا۔ (10)

(7) الفتاویٰ الھندیہ، کتاب المناسک، الباب السابع عشر فی الذکر بالحج، ج ۱، ص ۲۶۳۔

(8) المرجع السابق

(9) نفلی عبادت سے افضل عمل

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب باحیہ نوجوان میں لکھتے ہیں:

پیارے بھائیو! یاد رکھئے! ہزاروں سال کی نفلی نمازوں، نفلی روزوں، کروڑوں، آریوں روپیوں کی نفلی خیراتوں، بہت سارے نفلی حج اور عمرے کی سعادتوں کے بجائے صرف ایک گناہِ صغیرہ سے اپنے آپ کو بچا لینا افضل ہے۔ کیونکہ کروڑوں نفلی کاموں کے ترک پر بھی قیامت میں عذاب کی کوئی وعید نہیں جبکہ گناہِ صغیرہ سے بچنا واجب اور اس کے ارتکاب پر بروز قیامت مؤاخذہ اور سزا کا استحقاق (اس۔ حج۔ قاق) ہے۔

(10) ردالمحتار، کتاب الحج، باب الھدی، مطلب فی تفصیل الحج علی الصدقہ، ج ۳، ص ۵۴۔

مسئلہ ۹: حج تمام گناہوں کا کفارہ ہے یعنی فرائض کی تاخیر کا جو گناہ اس کے ذمہ ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ محو ہو جائے گا، واپس آکر ادا کرنے میں پھر دیر کی تو پھر یہ نیا گناہ ہوا۔ (11)

مسئلہ ۱۰: وقوف عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس میں بہت ثواب ہے کہ یہ دو عیدوں کا اجتماع ہے اور اسی کو لوگ حج اکبر کہتے ہیں (12)۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا زِيَارَةَ حَرَمِكَ وَحَرَمِ حَبِيبِكَ بِجَاهِهِ عِنْدَكَ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَىٰ اٰلِهِ
وَاَصْحَابِهِ وَآلِهِ وَحِزْبِهِ اَجْمَعِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



(11) الدر المختار، کتاب الحج، باب الہدی، مطلب فی تکفیر الحج الکبار، ج ۴، ص ۵۶۔

(12) حج اکبر (اکبری حج)

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ذائقہ کا حکم العالیہ
اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

حوال: یہ جو مشہور ہے کہ جمعہ کو جو حج ہو وہ حج اکبر ہے، یہ کہاں تک دُرست ہے؟

جواب: دراصل عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا ہے لہذا اس کے مقابلے میں حج کو حج اکبر کہتے ہیں اس میں دن کی کوئی قید نہیں۔

(رکن دین ص ۱۰۵)

مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:۔

جو وہ مقبول فرمائے تو ہر حج حج اکبر ہے

نہیں کچھ جمعہ پر موثف افضال و گرم اس کا

حوال: تو کیا جمعہ کے حج کی کوئی بھی فضیلت نہیں؟

جواب: خیر ایسا بھی نہیں، عشاق کے لئے اس کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حج

وداعِ جمعہ کو واقع ہوا تھا یہی نسبت تمام فضائل کی اصل ہے۔ نیز مراقی الفلاح میں ہے کہ جمعہ کا حج ستر حج کے برابر ہے۔

فضائلِ مدینہ طیبہ

حدیث ۱: صحیح مسلم و ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کی تکلیف و شدت پر میری امت میں سے جو کوئی صبر کرے، قیامت کے دن میں اس کا شفیق ہوں گا۔ (1)



(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینہ... إلخ، الحدیث: ۷۸۷۳، ص ۷۱۶.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ شفاعت خصوصی، حق یہ ہے کہ یہ وعدہ ساری امت کے لیے ہے کہ مدینہ میں مرنے والے حضور انور کی اس شفاعت کے مستحق ہیں۔ شعر طیبہ میں سر کے سیدھے چلے جاؤ آنکھیں بند

سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے
خیال رہے کہ حضور انور کی ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں رہنا بہتر تھا اور ہجرت کے بعد فتح مکہ سے پہلے مکہ معظمہ میں رہنا مسلمان کو منع ہو گیا ہجرت واجب ہو گئی اور فتح مکہ کے بعد وہاں رہنا تو جائز ہوا مگر مدینہ منورہ میں رہنا افضل قرار پایا کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب ہے اسی لیے زیادہ تر فضائلِ مدینہ پاک میں رہنے کے آئے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۳۳۹)

مدینہ منورہ کے فضائل:

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: میرا جو امتی مدینہ منورہ کی تخی اور تہجد ستی پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا وہ مسلمان ہو گا تو اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینہ... إلخ، الحدیث: ۷۸۷۳، ص ۷۱۶، بدو نازا کان مسلماً)

صاحبِ معطرِ پینہ، باعثِ نودلی سکینہ، فیضِ مغنیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں مدینہ منورہ کے ان دو پہاڑوں کے درمیان کے درخت کاٹنے کو یا اس کے شکار کو حرام قرار دیتا ہوں، مدینہ منورہ ان لوگوں کے لئے بہتر تھا اگر وہ جانتے جو اس سے روگردانی کرتے ہوئے اسے چھوڑے گا اللہ عزوجل اس کی جگہ اس سے بہتر کو بدل دے گا۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۷۸۷۳، ص ۷۱۶)

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: اہل مدینہ پر ایک زمانہ ایسا ضرور آئے گا کہ لوگ خوشحالی کی تلاش میں یہاں سے چڑھیں گے اور ان کی طرف نکل جائیں گے، پھر جب وہ خوشحالی پائیں گے تو لوٹ کر آئیں گے اور اہل مدینہ کو اس کشادگی کی طرف جانے پر آمادہ کریں گے حالانکہ اگر وہ جان لیں تو مدینہ منورہ ان کے لئے بہتر ہے۔

(المسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ والحدیث: ۱۳۶۸۶، ج ۵، ص ۱۰۶، الارباب فیہا لافاق)

مدینہ طیبہ کی اقامت

حدیث ۲ و ۳: نیز مسلم میں سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: مدینہ لوگوں کے لیے بہتر ہے اگر جانتے، مدینہ کو جو شخص بطور اعراض چھوڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اسے لائے گا جو اس سے بہتر ہوگا اور مدینہ کی تکلیف و مشقت پر جو ثابت قدم رہے گا روز قیامت میں اس کا شفیع یا شہید ہوں گا۔ (۱)

(۱) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل المدینہ... إلخ، الحدیث: ۱۳۶۳، ص ۷۰۹۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۲ یعنی اگر شام وغیرہ سرسبز ملکوں میں و نیا دی آرام زیادہ ہیں مگر جس مسلمان کو مدینہ پاک میں رہنا سہنا نصیب ہو جائے تو اس کی خوش نصیبی ہے وہ اسے تمام سرسبز ملکوں سے بہتر جانے۔

۳ خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ ہمیشہ آباد رہے گا کبھی ویران نہ ہوگا، اگر کوئی قوم یا جماعت اسے چھوڑ بھی جائے تو دوسری قوم اسے آباد کرے گی، یہاں رہنے والے بہت ہیں جو یہاں آباد ہونے کی آرزو کرتے ہیں، یہ خبر بالکل برحق ہے جس کا ثبوت مشاہدہ سے ہو رہا ہے، کتنے کتبے اور کتنی قومیں ہیں جو وہاں آباد ہو گئیں اور کتنے سینے ہیں جن میں وہاں کی تڑپ ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَإِنْ تَكُونُوا يَسْتَبِيلُ قَوْمًا غَيْرُكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَلَكُمْ"۔ حق یہ ہے کہ یہ قانون قیامت تک کے لیے ہے۔

۴ رواء اور جہد یا ہم معنے ہیں یا قریب المعنے یعنی جو مدینہ منورہ کی غربت و بے کسی کی زندگی یہاں کی تکالیف و قحط و بھوک پر صبر کر کے حضور کے قدموں میں پڑا رہے گا ان شاء اللہ اس کا خاتمہ بخیر ہوگا اور حضور انور اس کے گناہوں کی شفاعت نیکوں کی گواہی ادا فرمائیں گے یا حضور انور اپنے زمانہ میں مرنے والوں کی گواہی اور بعد میں وہاں مرنے والوں کی شفاعت کریں گے اگرچہ حضور اپنے ہر امتی کے گواہ بھی ہیں اور شفیع بھی مگر مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت بھی خصوصی ہوگی اور گواہی بھی خصوصی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان حرمین طیبین خصوصاً مدینہ منورہ میں رہنے مرنے کو رب تعالیٰ کی اعلیٰ نعمت جانے، اگر یہ مٹی وہاں کی پاک مٹی سے مل جائے تو اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔ شعر

ہنس مرگ مری مٹی ٹھکانے خوب لگ جاتی میسر گر مجھے دو گز مدینہ کی زمیں ہوتی

(مرآۃ السانج شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۸۸)

مدینہ منورہ میں رہائش کا ثواب

حضرت سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اگر لوگ جانتے کہ مدینہ منورہ ان کے لئے بہتر ہے اور جو اس شہر سے منہ پھیر کر اسے چھوڑ دے گا اللہ عز و جل اس سے ←

اور ایک روایت میں ہے، جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا، اللہ (عزوجل) اُسے آگ میں اس

بہتر لوگوں کو اس شہر میں بسادے گا اور جو اس میں تنگدستی اور یہاں کی تکالیف پر ثابت قدم رہے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا گواہی دوں گا۔ (مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینہ، رقم ۶۳۶۳، ص ۷۰۹)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار والاختار ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، مصیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو میری امت میں سے مدینہ میں تنگدستی اور سختی پر مہر کریگا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے لئے گواہی دوں گا۔ (مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینہ، رقم ۷۸۷۳، ص ۷۱۶)

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں چیزوں کے نرخ بڑھ گئے اور حالات سخت ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، صبر کرو اور خوش ہو جاؤ کہ میں نے تمہارے صاع اور مد کو بابرکت کر دیا اور اکٹھے ہو کر کھایا کرو کیونکہ ایک کا کھانا دو کو کفایت کرتا ہے اور دو کا کھانا چار کو کفایت کرتا ہے اور چار کا کھانا پانچ اور چھ کو کفایت کرتا ہے اور بیشک برکت جماعت میں ہے تو جس نے مدینہ کی تنگدستی اور سختی پر مہر کیا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا اور جو اس کے حالات سے منہ پھیر کر مدینہ سے نکلا اللہ عزوجل اس سے بہتر لوگوں کو اس میں بسادے گا اور جس نے مدینہ سے برائی کرنے کا ارادہ کیا اللہ عزوجل اسے اس طرح پھلادے گا جیسے نمک پانی میں پھل جاتا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب الصبر علی حمد المدینہ، رقم ۵۸۱۹، ج ۳، ص ۶۵۷)

حضرت سیدنا اناح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیدنا یزید بن ثابت اور سیدنا ابویوب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قریب سے گزرا۔ یہ دونوں مسجد جناز کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا، کیا تمہیں وہ بات یاد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اسی مسجد میں بیان فرمائی تھی؟ تو دوسرے نے کہا، ہاں مدینہ شریف کے بارے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خیال تھا کہ عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں زمین کی فتوحات کھول دی جائیں گی اور لوگ اس کی طرف نکل کھڑے ہوں گے تو وہ خوشحالی اور عیش و عشرت اور لذت کھانے پائیں گے پھر اپنے حج یا عمرہ کرنے والے بھائیوں کے پاس سے گزریں گے تو ان سے کہیں گے تم تنگدستی اور سخت بھوک کی زندگی کیوں گزار رہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مرتبہ یہ جملہ دہرایا کہ جانے والا اور رہ جانے والا اور مدینہ ان کے لئے بہتر ہے جو اس میں ٹھہرا رہے اور مرنے تک تنگدستی و سختی پر مہر کرے میں اس کی گواہی دوں گا یا شفاعت کروں گا۔ (المجموع الکبیر لطبرانی، رقم ۳۹۸۵، ج ۴، ص ۱۵۳)

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قرار قلب و سینہ، صاحب معطر پینہ، باصفا نذول سکینہ، فیض سنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل ہے اور میری اس مسجد میں ایک جمعہ ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار جمعہ ادا کرنے سے افضل ہے اور میری اس مسجد میں رمضان کا ایک مہینہ گزارنا مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک ہزار ماہ رمضان گزارنے سے افضل ہے۔

(شعب الایمان، باب فی الناسک فضل الحج والعمرة، رقم ۴۱۳۷، ج ۳، ص ۷۶۷)

طرح پگھلائے گا جیسے سیسہ یا اس طرح جیسے نمک پانی میں ٹھسل جاتا ہے۔ (2) اسی کی مثل بزار نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۴: صحیحین میں سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کہ یمن فتح ہوگا، اس وقت کچھ لوگ دوڑتے ہوئے آئیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان کو جو ان کی اطاعت میں ہیں لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ اور شام فتح ہوگا کچھ لوگ دوڑتے آئیں گے اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ اور عراق فتح ہوگا کچھ لوگ جلدی کرتے آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ (3)

حدیث ۵: طبرانی کبیر میں ابی اسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سزور، دو جہاں کے تاجور، سلطان محمد و جبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مدینہ منورہ میں رمضان کا ایک مہینہ گزارنا دیگر شہروں میں رمضان کے ایک ہزار مہینے گزارنے سے بہتر ہے اور مدینہ منورہ میں ایک جمعہ ادا کرنا دیگر شہروں میں ایک ہزار جمعے ادا کرنے سے بہتر ہے۔ (طبرانی کبیر، رقم ۱۱۳۳، ج ۱، ص ۳۷۲)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک، صاحب نواک، ستیاج افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی، اے اللہ عزوجل! تو نے جو برکت مکہ میں رکھی ہے مدینہ کو اس سے دگنی برکت عطا فرما۔

(بخاری، کتاب فضائل السیدینہ، رقم ۱۸۸۵، ج ۱، ص ۶۲۰)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابیہاشم، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِمْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا مانگی، یا اللہ عزوجل! تیرے ہندے اور خلیل حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تجھ سے مکہ والوں کے لئے برکت کی دعا کی اور میں محمد تیرا بندہ اور رسول ہوں اور میں مدینہ والوں کے لئے برکت کی دعا کرتا ہوں کہ تو ان کے صاع اور ہر (یہ دونوں پیمانے ہیں) میں ویسی برکت عطا فرما جیسی برکت تو نے مکہ والوں کے لئے عطا فرمائی اور اس برکت کے ساتھ دو برکتیں اور عطا فرما۔

(مجمع الزوائد، كتاب الحج، باب جامع في الدعائها، رقم ٥٨١٥، ج ٣، ص ٦٥٦)

(2) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل المدینۃ... إلخ، الحدیث: ۳۶۰- (۱۳۶۳)، ص ۷۱۰.

حکیم الامت کے مدنی پھول

اس یہ بالکل صحیح اور مجرب ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو ستایا چھینا نہ پایا، یزید پلید واقعہ حرہ کے بعد وق اور سئل میں مبتلا ہو کر مر گیا، حجاج ابن یوسف برے حال سے ہلاک ہوا۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ الصالح، ج ۴، ص ۳۵۲)

(3) صحيح البخاري، كتاب فضائل المدينة، باب من رغب عن المدينة، الحديث: ١٨٤٥، ج ١، ص ٦١٨.

وسلم کے ہمراہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر حاضر تھے (ان کے کفن کے لیے صرف ایک کلمی تھی) بسبب اُنک اسے پہنچ کر اُن کا مونہ چھپاتے قدم کھل جاتے اور قدم پر ڈالتے تو چہرہ کھل جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اُن کسلی سے مونہ چھپا دو اور پاؤں پر یہ گھاس ڈال دو۔ پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سراقہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک پایا۔ ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ سرسبز ملک کی طرف چلے جائیں گے، وہاں کھانا اور لباس اور سواری انہیں ملے گی پھر وہاں سے اپنے گھر والوں کو لکھ بھیجیں گے کہ ہمارے پاس چلے آؤ کہ تم حجاز کی خشک زمین پر پڑے ہو حالانکہ مدینہ اُن کے لیے بہتر ہے اگر جانتے۔ (4)

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یَبُشُونَ بَشًّا سے بنا بمعنی نرم رفتار، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَبُشَّتِ الْجِبَالُ بَشًّا" یعنی فتح یمن کے بعد بعض مدینہ والے وہاں جا کر وہاں کے عیش و آرام دیکھیں گے تو خراشاں خراشاں خوش خوش مدینہ آئیں گے اور اپنے بال بچوں کو یمن لے جائیں گے، مدینہ منورہ کی رہائش چھوڑ کر یمن کی بود و باش اختیار کر لیں گے بعض شامین نے اس جملہ کے یہ معنی کیے کہ فتح یمن کے بعد بعض یمنی لوگ اپنے بال بچے مدینہ منورہ لے آئیں گے اور مدینہ کی بود و باش اختیار کر لیں گے مگر یہ معنی بعید ہیں اگلا مضمون اس کے موافق نہیں الا بالتاویل البعید۔ (از مرقات)

۲۔ ظاہر یہ ہے کہ لوتمنا کا ہے یعنی کاش یہ چلے جانے والے لوگ یہ جان لیتے کہ دوسرے شہروں سے مدینہ منورہ ان کے لیے بہتر ہے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ہے، مسجد نبوی شریف میں نماز میسر ہے، یہ سرزمین جائے نزول وحی ہے، یہاں دین و دنیا کی بھلائیاں ہیں۔

۳۔ خیال رہے کہ عراق عہد صدیقی میں فتح ہوا اور شام خلافت فاروقی میں لہذا یہاں ذکر کی ترتیب واقع کی ترتیب کے موافق نہیں ہے۔
۴۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یمن، شام، عراق فرض کہ تمام ملکوں سے مدینہ منورہ بہتر اور افضل ہے اگرچہ شام میں ہزار ہا انبیاء کرام کے مزارات ہیں وہاں بیت المقدس ہے اور مدینہ منورہ میں صرف حضور انور آرام فرما ہیں مگر مدینہ ہی افضل ہے کہ سارے سارے شام میں ہیں اور سورج مدینہ میں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ تمام جگہ سے بہتر مدینہ ہے، اس میں مکہ معظمہ بھی داخل ہے، اسی بنا پر وہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ افضل ہے۔ (مرقات) خیال رہے کہ تمام اماموں کا ہاں مدینہ میں رہتا افضل ہے، مکہ میں رہنے سے بھی کسی حدیث میں مکہ معظمہ کے رہنے پر اتنا زور نہیں دیا گیا جتنا مدینہ پاک میں رہنے پر دیا گیا ہے، مکہ معظمہ کا افضل ہونا اور ہے، اور وہاں رہنے سے بہنے کا افضل ہونا کچھ اور۔ ہم اس کے متعلق پہلے عرض کر چکے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ ابن عباس نے طائف شریف کا قیام اختیار فرمایا۔ شعر

میرا دل زار مدینہ میں ہے میں ہوں یہاں یار مدینہ میں

خدا کا مختار مدینہ میں ہے دید کا بازار مدینہ میں

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲، ص ۲۲۵)

(4) المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ۵۸۷، ج ۱۹، ص ۲۶۵۔

حدیث ۶ تا ۸: ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و بیہقی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے ہو سکے کہ مدینہ میں مرے تو مدینہ ہی میں مرے کہ جو شخص مدینہ میں مرے گا، میں اس کی شفاعت فرماؤں گا۔ (S)

(S) جامع الترمذی، اکوہ الساقب، باب ماجاء فی فضل المدینۃ، الحدیث: ۳۹۳۳، ج ۵، ص ۴۸۳.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ بشارت اور ہدایت سارے مسلمانوں کو ہے نہ کہ صرف مہاجرین کو یعنی جس مسلمان کی نیت مدینہ پاک میں مرنے کی ہو وہ کوشش بھی وہاں ہی مرنے کی کرے کہ خدا نصیب کرے تو وہاں ہی قیام کرے، خصوصاً بڑھاپے میں اور بلا ضرورت مدینہ پاک سے باہر نہ جائے کہ موت و دفن وہاں کا ہی نصیب ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کرتے تھے کہ مولیٰ مجھے اپنے محبوب، کے شہر میں شہادت کی موت دے، آپ کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ سبحان اللہ اجر کی نماز مسجد نبوی محراب النبی، مصلیٰ نبی اور وہاں شہادت۔ میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ تیس چالیس سال سے مدینہ منورہ میں ہیں، حدود مدینہ بلکہ شہر مدینہ سے بھی باہر نہیں جاتے اسی خطرہ سے کہ موت باہر نہ آجائے، حضرت امام مالک کا بھی یہی دستور رہا، یہاں شفاعت سے مراد خصوصی شفاعت ہے، گنہگاروں کے سارے گناہ بخشوانے کی شفاعت اور نیک کاروں کے بہت درجے بلند کرنے کی شفاعت، ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری ہی امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ خیال رہے کہ مدینہ پاک میں رہنا بھی افضل وہاں مرنا بھی اعلیٰ اور وہاں دفن ہونا بھی بہتر، بعض صحابہ بعد موت مدینہ میں لا کر دفن کیے گئے۔ اس سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص مدینہ پاک میں مرے دفن ہونے کی کوشش کرے وہ ان شاء اللہ ایمان پر مرے گا کیونکہ اس کے لیے شفاعت خاص کا وعدہ ہے اور شفاعت صرف مؤمن کی ہو سکتی ہے۔ (ازمرقات)

۲۔ یعنی یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے بعض اسنادوں میں صحیح ہے بعض میں حسن، بعض میں غریب۔ علماء فرماتے ہیں کہ بمقابلہ حمدوں کے بقیع میں دفن ہونا افضل ہے کہ یہ قبرستان روضہ اطہر سے قریب ہے اس میں بہت صحابہ کے مزارات ہیں، جتنا ان سے قرب ہوتا ہے اچھا۔ (مرقات) شعر

مٹی عزیز بلبل بے بال و پر کی ہے

یہ فقیر گنہگار شرم سارا احمد یار بارگاہ الہی میں دعا کرتا ہے کہ صدقہ اپنے محبوب اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھے رب تعالیٰ مدینہ پاک کا قیام، وہاں کی مسجد نبوی شریف کا احتکاف، وہاں کی موت، وہاں کا دفن نصیب کرے اگر وہاں دفن میسر ہو جائے تو میری مٹی عزیز ہو جائے۔ آمین یا رب العلمین صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ وسلم شعر۔

وہاں کی خاک پاک سے مل جائے خاک

ور کو تکتے تکتے ہو جاؤں ہلاک

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۳۵۹) ←

اور اسی کی مثل صمیۃ اور سمیعۃ اسمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی۔

مدینہ منورہ میں مرنے کی تفصیلات:

دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: تم میں سے جو مدینہ منورہ میں مرنے کی استطاعت رکھے وہ مدینہ ہی میں مرے کیونکہ جو مدینہ منورہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

(شعب الایمان، باب فی المناکب، فضل الحج والعمرة، الحدیث: ۱۳۸۲، ج ۳، ص ۳۹۷)

سرکار والا شہار، ہم بے کسوں کے مددگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے: بیماری اور دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی۔۔۔۔۔ الحج تحت الحدیث: ۱۸۷۴، ج ۲، ص ۱۱۹)

شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار ہا زین پروردگار عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی: اے اللہ عزوجل! تیرے خلیل، تیرے بندے اور تیرے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تجھ سے مکہ مکرمہ والوں کے لئے دعا مانگی تھی اور میں تیرا بندہ اور تیرا رسول محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تجھ سے اسی طرح مدینہ منورہ والوں کے لئے دعا مانگتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ والوں کے لئے دعا مانگی تھی، ہم تجھ سے دعا مانگتے ہیں کہ تو ان کے لئے ان کے صاع، ان کے مد اور ان کے پھلوں میں برکت عطا فرما۔ (المستدلل امام احمد بن حنبل، حدیث ابی قتادۃ، الحدیث: ۲۲۶۹۳، ج ۸، ص ۳۸۴)

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی نیا الہی عزوجل! جس طرح تو نے مکہ مکرمہ کو ہمارا محبوب بنایا اسی طرح مدینہ منورہ کو بھی ہمارا محبوب بنادے اور اس کی بیماری کو مقام جنت کی طرف منتقل فرمادے۔ (وہاں سے کوئی پرندہ بھی اڑتا ہوا گزرتا تو بیمار ہو جاتا) (المرجع السابق، الحدیث: ۲۲۶۹۳، ج ۸، ص ۳۸۴)

سرکار مدینہ، راحت قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کی: اے اللہ عزوجل! میں نے مدینہ منورہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان کو حرم بنایا (یعنی میں نے اس کی حرمت ظاہر فرمائی) ہمیں طرح تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی زبان سے مکہ مکرمہ کو حرم فرمایا ہے۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۲۲۶۹۳، ج ۸، ص ۳۸۴)

مراد یہ ہے کہ مکہ مکرمہ زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت سے ہی تھا مگر اس کی حرمت مخفی ہو جانے کے باعث کم ہو گئی تھی پھر اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے اس کی حرمت کو ظاہر فرمایا۔

شاہ ابرار، ہم غریبوں کے ضحوا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کی: اے اللہ عزوجل! ہمارے لئے ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے صاع اور مد میں برکت عطا فرما۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ و دعاء۔۔۔۔۔ الحج، الحدیث: ۳۳۳۴، ص ۹۰۶)

حضرت نبی پاک، صاحب ہولاک، نیاج افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کی: اے اللہ عزوجل! حضرت ابراہیم (علیہ السلام) تیرے بندے، خلیل اور نبی ہیں جبکہ میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں، انہوں نے تجھ سے مکہ مکرمہ کے لئے دعا کی۔



اور میں مدینہ منورہ کے لئے دعائیہ کرتا ہوں جو انہوں نے مکہ مکرمہ کے لئے مانگی تھی اور اتنی ہی اس کے ساتھ مزید کی دعا مانگتا ہوں تو اس برکت کو دو برکتوں کے ساتھ ملا دے اور اس کی بیماری جھکے کی طرف منتقل کر دے۔ (کیونکہ وہ یہودیوں کا مسکن تھا)

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینہ و دعاء النبی۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۲۲۴، ص ۹۰۶) (صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی و اصحاب المدینہ، الحدیث: ۳۹۳۶، ص ۳۲۰)

مدینہ طیبہ کے برکات

حدیث ۹: صحیح مسلم وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ لوگ جب شروع شروع پھل دیکھتے، اُسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر لاتے، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اسے لے کر یہ کہتے: اَللّٰہی! تو ہمارے لیے ہماری کھجوروں میں برکت دے اور ہمارے لیے ہمارے مدینہ میں برکت کر اور ہمارے صاع و مد میں برکت کر، یا اللہ! (عزوجل) بے شک ابراہیم تیرے بندے اور تیرے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور بے شک میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ انھوں نے مکہ کے لیے تجھ سے دُعا کی اور میں مدینہ کے لیے تجھ سے دُعا کرتا ہوں، اُسی کی مثل جس کی دُعا مکہ کے لیے انھوں نے کی اور اتنی ہی اور (یعنی مدینہ کی برکتیں مکہ سے دوچند ہوں)۔ پھر جو چھوٹا بچہ سا منے ہوتا اُسے بلا کر وہ کھجور عطا فرما دیتے۔ (1)

(1) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ... إلخ، الحدیث: ۴۳۷۳، ص ۱۳۷۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی باغ والے اپنے باغ کا پہلا پھل، یوں ہی مدینہ والے جب بازار میں نیا پھل دیکھتے تو حضور انور کی خدمت میں ہدیہ لاتے تاکہ باغ میں اور گھروں میں برکت رہے، بعض لوگ پہلے پھل پر فاتحہ دے کر بچوں میں تقسیم کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، فاتحہ میں ثواب کا ذکر نہ ہوتا ہے اگر ہم کو وہ میسر نہ ہو تو ہدیہ ثواب ہی کریں۔

۲۔ یعنی مدینہ کی آبادی میں بھی برکت دے اور یہاں کے پھل فروٹ میں بھی حضور کی دعائیں قبول ہوئیں۔ چنانچہ زمانہ فاروقی میں مدینہ میں چالیس ہزار سوار فوجی تھے، پیادے ان کے علاوہ دوسری آبادی ان کے سوا اور وہاں کے پھلوں کی برکت تو مشہور ہی ہے۔ (مرقات)

۳۔ صاع و مد سے مراد ان پیالوں میں نپے والے دانہ ہیں جیسے گندم جو وغیرہ، پھلوں کی برکت کی دعا پہلے گزر گئی اور غلہ کی برکت کی دعا یہ ہے، ہمارے لیے فرما کر یہ بتایا کہ یہ برکتیں مسلمانوں کے لیے ہوں۔

۴۔ حضور انور نے حضرت ابراہیم کے خلیل ہونے کا تذکر فرمایا مگر اپنے حبیب ہونے کا ذکر نہ فرمایا تو وضع داکر کے لیے۔ خلیل وہ جو رب کی مانے، حبیب وہ کہ رب اس کی مانے، خلیل بیرونی دوست، حبیب اندرونی دوست، دوستوں سے ملاقات پردہ کے باہر ہوتی ہے حبیب سے ملاقات پردہ کے اندر۔ شعر

تم ہو درون مرا تم پہ کروڑوں درد

تم تو مغز اور پوست اور اہل باہر کے دوست

نبی و رسول کبھی ہم معنے ہوتے ہیں اور کبھی نبی رسول سے عام نبوت میں رب تعالیٰ سے فیض لیتا ہے اور رسالت میں دوسروں کو فیض دیتا ہے۔ حق یہ ہے نبوت سے رسالت افضل ہے رسول تین سو حیرہ ہیں، نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش، نبی کی ولایت ان کی ہے۔

حدیث ۱۰ تا ۱۳: صحیح مسلم میں اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ نبوت سے بعض کے نزدیک افضل ہے، بعض کے ہاں برعکس۔ (مرقات)

۵۔ جناب ظیل نے مکہ معظمہ کے لیے دعا کی تھی "فَاَجْعَلْ اَفِيْدَةً مِّنَ النَّاسِ تَلُوْثِي النَّهْيِ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الشَّمْرِ لَعَنَهُمْ يَشْكُرُوْنَ" خدا یا لوگوں کے دل مکہ معظمہ کی طرف مائل فرما دے اور یہاں کے باشندوں کو پھل دے تاکہ وہ شکر ادا کریں۔

۶۔ اور سے مراد صرف دو گنی نہیں بلکہ کئی گنی یعنی مدینہ کی طرف لوگوں کے دل خوب مائل کر دے اور یہاں بہت پھل فروٹ پیدا فرما، برکتیں دے، اس دعا شریف کا اثر آج بھی دیکھا جا رہا ہے کہ مکہ معظمہ سے زیادہ مدینہ پاک کی طرف لوگوں کا میلان قلبی ہے، مدینہ کی تعریف میں ہزار ہا قصیدے لکھے گئے، وہاں کا سا پانی، کھانا پھل اور جگہ دیکھے نہ گئے۔

۷۔ اس حدیث سے پہلے پھل پر، پھل سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بچوں میں تقسیم کرنا سب کچھ ثابت ہے کہ حضور انور پھل سامنے رکھ کر یا ہاتھ میں لے کر یہ دعا پڑھتے تھے، فاتحہ میں کھانا، پھل سامنے ہوتے ہیں، ایصالِ ثواب اور دعائے کلمات کہے جاتے ہیں، حضور انور نے بچہ کو یہ پھل دیئے، اب بھی بچوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۴۰)

بِسْمِ اللَّهِ مَنْقُورَهُ يَأْتِيكَ مُعْظَمُهُ مِمَّنْ مَرِنَ أَوْ رَوْضَهُ أَنْوَرُ كِي زِيَارَتِ كَا ثَوَابِ

پچھے صفحات میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ جو مدینہ میں ثابت قدم رہے اور مرنے تک اس کی تنگی اور سختی پر صبر کرے قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

بنولیف کی ایک خاتون حضرت سیدتنا عجمیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے عجیب، منزہ عن الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، تم میں سے جو مدینہ میں مرنے کی استطاعت رکھے وہ مدینہ میں ہی مرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا اس کی شفاعت کی جائے گی یا اس کے حق میں گواہی دی جائے گی۔

(الاحسان بترتیب ابن حبان، کتاب الحج، باب فضل المدینہ، رقم ۳۷۳۴، ج ۶، ص ۲۱)

ایک روایت میں ہے کہ جو مدینہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ مدینہ میں ہی مرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (شعب الایمان، باب فی المناکب فضل الحج والعمرة، رقم ۴۱۸۲، ج ۳، ص ۴۹۷)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو مدینہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ مدینہ میں ہی مرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ (ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل المدینہ، رقم ۳۹۴۳، ج ۵، ص ۴۸۳)

شہنشاہِ خوش بخت، ہیکرِ حسن و جمال، دافعِ رنج و غلام، صاحبِ بخود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے جس سے ہو سکے وہ مدینہ ہی میں مرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں قیامت کے دن اس کی گواہی دوں گا یا اس کی

شفاعت کروں گا۔ (طہرانی کبیر مسند، رقم ۷۴۷، ج ۲۲، ص ۲۹۳)

وسلم نے فرمایا: یا اللہ! (عزوجل) تو مدینہ کو ہمارا محبوب بنا دے جیسے ہم کو مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے زیادہ اور اس کی آب و ہوا کو ہمارے لیے درست فرما دے اور اس کے صاع و مد میں برکت عطا فرما اور یہاں کے بخار کو ختم کر کے جحفہ میں بھیج دے۔ (2)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم المرسلین، زخیرۃ العلمین، شفیع المرئین، امیر الغریبین، سرابج السالکین، محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو شخص دو حرموں (یعنی مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ) میں سے کسی ایک میں مرے گا قیامت کے دن امن والوں میں اٹھایا جائے گا اور جو ثواب کی نیت سے مدینہ میں میری زیارت کرنے آئے گا وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا۔ (شعب الایمان، باب فی مناسک فضل الحج والعمرة، رقم ۳۱۵۸، ج ۳، ص ۴۹۰)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن جود و سخاوت، ہیکر عظمت و شرافت، محبوب رب اعزت، محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے میری قبر کی زیارت کی، یا یہ فرمایا، جس نے میری زیارت کی قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا اور جو دو حرموں میں سے کسی ایک میں مرے گا اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن امن والوں میں اٹھائے گا۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب فی سکنی المدینہ و فضل احد و ادای الحقیق، رقم ۱۶، ج ۲، ص ۱۴۷)۔ حضرت سیدنا عطاء بن یدنا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجدار، سلطان محمد و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے میرے وصال (خاہری) کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جو دو حرموں (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) میں سے کسی ایک میں مرے گا قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھایا جائے گا۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، رقم ۲۶۶۸، ج ۲، ص ۳۵۱)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرکار والاغبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیع روز شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، رقم ۲۶۶۹، ج ۲، ص ۳۵۱)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرور معصوم، حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ عزوجل میری روح میری طرف لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اسے سلام کا جواب دے سکوں۔ (ابوداؤد، کتاب المناسک، باب زیارة القیور، رقم ۲۰۴۱، ج ۲، ص ۳۱۵)

(2) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینہ...، الحج، الحدیث: ۷۶، ص ۱۵۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

اب اور یہ دونوں حضرات بخار کی شدت میں مکہ معظمہ کو بہت یاد کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت بلال یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ شعر

الالیبت شعری هل ابیتن لیلة

یواد و عندی اذخر و جلیل

(یہ دعا اُس وقت کی تھی، جب ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے اور یہاں کی آب و ہوا صحابہ کرام کو نا موافق ہوئی کہ بیشتر یہاں وبائی بیماریاں بکثرت ہوتیں) یہ مضمون کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مدینہ طیبہ کے واسطے دعا کی کہ مکہ سے دو چاند یہاں برکتیں ہوں۔ (3) مولیٰ علی و ابو سعید و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔



وہل اردن یوما میاہ مجنۃ وہل تبدون بی شامة والفیل

غرضکہ مکہ کی آب و ہوا اور شیریں پانی حتیٰ کہ وہاں کے گھاس و پہاڑ بھی یاد ہوتے تھے۔

۲۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمام دعائیں قبول ہوئیں۔ چنانچہ آج بھی ہر مسلمان کو بمقابلہ مکہ مکرمہ کے مدینہ منورہ زیادہ پیارا ہے اور مدینہ پاک کی آب و ہوا بہت ہی صحت بخش ہے حتیٰ کہ وہاں کی خاک خاک شفا کھلاتی ہے، وہاں کی روزی میں بڑی برکت ہے۔ جحفہ حرمین طہیین کے درمیان چھوٹی سی بستی ہے جہاں اس زمانہ میں یہود آباد تھے، اب بھی وہاں کی آب و ہوا نرا بخار ہے کہ اگر پرندہ وہاں سے گزر جائے تو بیمار پڑ جاتا ہے۔ (لغات) یہ حدیث امام مالک کی دلیل ہے کہ مدینہ منورہ افضل ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ الصالح، ج ۴، ص ۳۴۳)

(3) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ... إلخ، الحدیث: ۱۳۷۴، ص ۷۱۳۔

اہلِ مدینہ کے ساتھ بُرائی کرنے کے نتائج

حدیث ۱۴: صحیح بخاری و مسلم میں سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ فریب کرے گا، ایسا گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ (1)

حدیث ۱۵: ابن حبان اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے گا، اللہ (عزوجل) اُسے خوف میں ڈالے گا۔ (2)

حدیث ۱۶ و ۱۷: طبرانی عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ (عزوجل)! جو اہلِ مدینہ پر ظلم کرے اور انھیں ڈرائے تو اُسے خوف میں مبتلا کر اور اس پر اللہ (عزوجل) اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے، نہ نفل۔ (3) اسی کی مثل نسائی و طبرانی نے سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۱۸: طبرانی کبیر میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہلِ مدینہ کو ایذا دے گا، اللہ (عزوجل) اُسے ایذا دے گا اور اس پر اللہ (عزوجل) اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے، نہ نفل۔ (4)

حدیث ۱۹: صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک ایسی بستی کی طرف (ہجرت) کا حکم ہوا جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی (سب پر غالب آئے گی) لوگ اسے یثرب (5)

(1) صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینہ، باب ثم من کا داخل المدینہ، الحدیث: ۱۸۷۷، ج ۱، ص ۶۱۸۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

اسے بالکل صحیح اور مجرب ہے کہ جس نے اہلِ مدینہ کو ستایا جن کو نہ پایا، یزید پلید واقعہ حرہ کے بعد دق اور سل میں مبتلا ہو کر مر گیا، حجاج بن

یوسف برے حال سے ہلاک ہوا۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳، ص ۳۵۲)

(2) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب فضل المدینہ، الحدیث: ۳۷۳۰، ج ۶، ص ۲۰۔

(3) المعجم الاوسط للطبرانی، الحدیث: ۳۵۸۹، ج ۲، ص ۳۷۹۔

(4) مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فمن اخاف اهل المدینہ... الحج، الحدیث: ۵۸۲۶، ج ۳، ص ۶۵۹۔

(5) اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرماتے ہیں: ←

کہتے ہیں۔

مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا ناجائز و منوع و گناہ ہے اور کہنے والا گنہگار۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سمي المدينة يثرب فليس يغفر الله له طابة هي طابة. رواه الامام احمد بسند صحيح عن البراء ان عازب رضى الله تعالى عنه.

جو مدینہ کو یثرب کہے اس پر توبہ واجب ہے۔ مدینہ طابہ ہے مدینہ طابہ ہے۔ (اسے امام احمد نے سند صحیح براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت) (اسے سند امام احمد بن حنبل عن براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۸۵) علامہ مناوی تفسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

لتسميها بذلك حرام لان الاستغفار انما هو عن خطيئة ۲۔

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کا یثرب نام رکھنا حرام ہے کہ یثرب کہنے سے استغفار کا حکم فرمایا اور استغفار گناہ ہی سے ہوتی ہے۔ (۲۔ التفسیر شرح جامع الصغیر تحت حدیث من کی المدینہ یثرب الخ مکتبہ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۲۴) ملا علی قاری رحمہ الباری مرقاۃ شریف میں فرماتے ہیں:

قد حكى عن بعض السلف تحريم تسمية المدينة بيثرب ويؤيده ما رواه احمد لافذ ك الحديث البذ كور ثم قال قال الطبري رحمه الله تعالى فظهر ان من يحقر شان ما عظمه الله تعالى ومن وصف ماسماه الله تعالى بالايهان بما لا يليق به يستحق ان يسمى عاصيا الخ.

بعض اسلاف سے حکایت کی گئی ہے کہ مدینہ منورہ کو یثرب کہنا حرام ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام احمد نے روایت فرمایا ہے۔ پھر حدیث مذکور بیان فرمائی۔ پھر علامہ طبری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا پس اس سے ظاہر ہوا کہ جو اس کی شان کی تحقیر کرے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے عظمت بخشی اور جس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کا نام دیا اس کا ایسا وصف بیان کرے جو اس کے لائق اور شایان شان نہیں تو وہ اس قابل ہے کہ اس کا نام عاصی (گنہگار) رکھا جائے الخ (ت)

(۱۔ المرقاۃ شرح مشکوٰۃ، کتاب المناسک، تحت حدیث ۲۷۳۸، مکتبہ صبیحہ کوئٹہ ۵/ ۶۲۲)

قرآن عظیم میں کہ لفظ یثرب آیا وہ رب العزت جل وعلا نے منافقین کا قول نقل فرمایا ہے:

واذا قالت طائفة منهم يا اهل يثرب لا مقام لكم ۲۔

جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب کے رہنے والو! تمہارے لئے کوئی جگہ اور ٹھکانا نہیں۔ (ت)

(۲۔ القرآن الکریم ۳۳/ ۱۳)

یثرب کا لفظ فساد و ملامت سے خبر دیتا ہے وہ ناپاک اسی طرف اشارہ کر کے یثرب کہتے اللہ عزوجل نے ان پر رد کے لئے مدینہ طیبہ کا نام طابہ رکھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يقولون يثرب وهي المدينة. رواه الشيخان ۳۔ عن ابی هريرة رضى الله تعالى عنه.

وہ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ تو مدینہ ہے۔ (اس کو بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) (۳- صحیح البخاری، فضائل المدینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۲) (صحیح مسلم کتاب الحج باب المدینۃ علیٰ خبہا الخ ۱/ ۴۴۴) اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان الله تعالى سمى المدينة طابة۔ رواه الأئمة احمد ومسلم ابو النسانی عن جابر بن سمرة رضي الله تعالى عنه۔
بے شک اللہ عزوجل نے مدینہ کا نام طابہ رکھا۔ (اسے احمد، مسلم اور نسائی نے جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت) (۱- مسند احمد بن حنبل، عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہا، کتب الاسلامی بیروت ۵/ ۸۹) (صحیح مسلم کتاب الحج باب المدینۃ علیٰ خبہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۵) مرقاۃ میں ہے:

المعنى ان الله تعالى سماها في اللوح المحفوظ او امر نبيه ان يسماها بها ردا على المنافقين في تسميتها بيثرب
ایہا الی تثریبہم فی الرجوع الیہا ۲۔
مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں مدینہ منورہ کا نام طابہ رکھا ہے یا اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ وہ مدینہ پاک کا نام طابہ رکھیں، یثرب رکھنے میں اہل نفاق کا رد کرتے ہوئے ان کی سرزنش (توبخ) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ انھوں نے پھر نازیبا (یا متروک) نام کی طرف رجوع کر لیا۔ (ت)

(۲- المرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب المناکح حدیث ۲۷۳۸ مکتبہ حبیبہ کوئٹہ ۵/ ۶۲۲)

اسی میں ہے:

قال النووي رحمه الله تعالى قد حكى عيسى بن دينار ان من سماها يثرب كتب عليه خطيئة واما تسميتها في القرآن بيثرب فهي حكاية قول المنافقين الذين في قلوبهم مرض ۳۔
امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عیسیٰ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کی گئی ہے کہ جس کسی نے مدینہ طیبہ کا نام یثرب رکھا یعنی اس نام سے پکارا تو وہ گناہ گار ہوگا، جہاں تک کہ قرآن مجید میں یثرب نام کے ذکر کا تعلق ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ منافقین کے قول کی حکایت ہے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے۔ (ت) (۳- المرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب المناکح حدیث ۲۷۳۸ مکتبہ حبیبہ کوئٹہ ۵/ ۶۲۲)
بعض اشعار اکابر میں کہ یہ لفظ واقع ہوا، ان کی طرف سے عذر بھی ہے کہ اس وقت اس حدیث و حکم پر اطلاع نہ پائی تھی جو مطلع ہو کر کہے اس کے لئے عذر نہیں معہذا شرع مطہر شعر وغیرہ شعر ب پر حجت ہے۔ شعر شرع پر حجت نہیں ہو سکا، مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور امد مدینہ نام نہاد از جہت تمدن واجتماعی مردم و اصحاب و ایتام ایشان دروے دنی کی کرد از خواندن یثرب یا از جہت آنکہ نام جاہلیت است یا بسبب آنکہ مشتق از یثرب بمعنی ملاک و فساد و تخریب بمعنی توجع و ملامت است یا بتقریب آنکہ در اصل نام ہے

اور وہ مدینہ ہے، لوگوں کو اس طرح پاک و صاف کرے گی جیسے بھٹی لوہے کے میل کو۔ (6)

معنی یا یکے از جبارہ بود، بخاری در تاریخ خود مدعی آوردہ کہ یکبار یثرب گوید باید کہ وہ بار مدینہ گوید تا تدارک و ستانی اہل کندہ و دروایت دیگر آمدہ باید کہ استغفار کند و بعضی گفتہ اند کہ تعزیر باید کہ قائل اہل را داند آنکہ در قرآن مجید آمدہ است یا اہل یثرب از زبان منافقان ست کہ بذکر اہل قصد اہانت اہل کی کردند عجب کہ بر زبان بعضی اکابر در اشعار لفظ یثرب آمدہ است۔ انجی۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ۔

(۱) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب الناسک باب حرم المدینۃ مکتبہ نوری رضویہ سکر ۲/ ۹۴-۹۳ (۳۹۳) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا نام مدینہ رکھا، اس کی وجہ وہاں لوگوں کا رہنا سہنا اور جمع ہونا اور اس سے اہل و محبت رکھنا ہے اور آپ نے اسے یثرب کہنے سے منع فرمایا اس لئے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا نام ہے یا اس لئے کہ یہ یثرب سے بنا ہے جس کے معنی ہلاکت اور فساد ہے اور یثرب بمعنی سرزنش اور ملامت ہے یا اس وجہ سے کہ یثرب کسی بت یا کسی جابر و سرکش بندے کا نام تھا۔ امام بخاری اپنی تاریخ میں ایک حدیث لائے ہیں کہ جو کوئی ایک مرتبہ یثرب کہے تو اسے دس مرتبہ مدینہ کہنا چاہئے تاکہ اس کی تلافی اور تدارک ہو جائے قرآن مجید جو یا اہل یثرب آیا ہے تو وہ اہل نفاق کی زبان سے ادا ہوا ہے کہ یثرب کہنے سے وہ مدینہ منورہ کی توہین کا ارادہ رکھتے تھے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ یثرب کہنے والا اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور معافی مانگے اور بعض نے فرمایا کہ اس نام سے پکارنے والے کو سزا دینی چاہئے۔ حیرت کی بات ہے کہ بعض بڑے لوگوں کی زبان سے اشعار لفظ یثرب صادر ہوا ہے۔ انجی، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور عظمت و شان والے کا علم بہت پختہ اور بڑا مکمل ہے۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۱، ص ۱۱۵-۱۱۹ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(6) صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب فضل المدینۃ... إلخ، الحدیث: ۱۸۷۱، ج ۱، ص ۶۱۷۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ غالباً یہ ارشاد گرامی ہجرت سے پہلے ہوا کہ مجھے ہجرت کر کے وہاں جانے کا حکم دیا ہے، ہو سکتا ہے کہ بعد ہجرت کا یہ فرمان ہو یعنی مجھے رب تعالیٰ نے اس مدینہ کی بستی میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ کھا جانے کے معنی یہ ہیں کہ یہاں کے لوگ تمام ملکوں کو فتح کریں گے اور ان کے مال اور خزانے مدینہ میں پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شام، فارس اور روم کے خزانے مدینہ پہنچے یا یہاں کے باشندے پہلے بھی دوسروں پر غالب آتے رہے ہیں۔ چنانچہ پہلے مدینہ منورہ میں قوم عمالقہ رہی تو وہ بہت ملکوں پر غالب آگئی پھر یہاں یہود آباد ہوئے تو وہ عمالقہ پر غالب آئے پھر مہاجرین مؤمن یہاں رہے وہ تمام روم کے زمین پر غالب آگئے۔

۲۔ مدینہ منورہ کے نام سے بھی زیادہ ہیں، طیب، طابہ، بطی، مدینہ، بطح وغیرہ، ہجرت سے پہلے لوگ اسے یثرب کہتے تھے یا تو اس لیے کہ یہاں قوم عمالقہ کا جو پہلا آدمی آیا اس کا نام یثرب تھا یا یہ لفظ یثرب سے مشتق ہے بمعنی سرزنش، سزا مصیبت و بلا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "لَا تُلَوِّبُ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ" اب اسے یثرب کہنا سخت منع ہے قرآن کریم میں جو اسے یثرب کہا گیا "يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ" وہ قول منافقین ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ جو مدینہ منورہ کو یثرب کہے وہ توبہ کرے، بخاری نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ جو ایک بار اسے یثرب کہے وہ بطور کفارہ دس بار اسے مدینہ کہے۔ مدینہ کے معنی ہیں اجتماع کی جگہ، مدین سے مشتق ہے بمعنی اجتماع اسی سے ہے ←

حدیث ۲۰: صحیحین میں انھیں سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے راستوں پر فرشتے (پہرا دیتے ہیں) اس میں نہ دجال آئے، نہ طاعون۔ (7)

حدیث ۲۱: صحیحین میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ و مدینہ کے سوا کوئی شہر ایسا نہیں کہ وہاں دجال نہ آئے، مدینہ کا کوئی راستہ ایسا نہیں جس پر ملائکہ پر اباندہ کر پہرا نہ دیتے ہوں، دجال (قریب مدینہ) شور زمین میں آ کر اترے گا، اس وقت مدینہ میں تین زلزلے ہوں گے جن سے ہر کافر و منافق یہاں سے نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔ (8)

تمدن و مدنیّت، شہر کو مدینہ اسی لیے کہتے ہیں کہ وہاں ہر قسم کے لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے، کسی شاعر نے مدینہ کے عجیب معنی یہ بیان کیے۔

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں
مدنے شق کر لیا ہے دین کو آغوش میں

۳۔ یہ زمین مدینہ کی تاثیر ہے کہ اس نے وہاں سے مشرکین و کفار کو یا تو مؤمن بنادیا اور یا وہاں سے نکال دیا۔ چنانچہ اوس دختر ج تو مؤمن ہو گئے بنی قریظہ ہلاک اور بنی نضیر وہاں سے جلا وطن کر دیئے گئے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی خبیث وہاں سرگردن بھی ہو جائے تو فرشتے وہاں سے اس کی لغزش کسی دوسری جگہ منتقل کر دیتے ہیں اور اگر کوئی وہاں کا عاشق دوسری جگہ دُفن ہو جائے تو اس کی لغزش مدینہ منورہ پہنچا دیتے ہیں، غرضیکہ زمین مدینہ بھی بھٹی ہے۔ (مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۲۶)

(7) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب صیاتہ المدینۃ من دخول الطاعون... إلخ، الحدیث: ۷۹، ص ۷۱۶۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ انقب نقب کی جمع، پہاڑ کے دڑہ یا دو پہاڑوں کے درمیان کے راستہ کو نقب کہتے ہیں، یہاں مطلقاً راستہ مراد ہے۔ مدینہ منورہ پر فرشتوں کا یہ پہرہ داگی ہے کہ اس کے تمام راستوں پر ایسے فرشتے پہرہ دے رہے ہیں جن کی وجہ سے وہ جنات مدینہ پاک میں نہیں آسکتے جن کے اثر سے طاعون پھیلتی ہے، آج تک وہاں طاعون نہ پھیلی اور نہ ان شاء اللہ پھیلے گی، دجال بھی وہاں نہ پہنچ سکے گا، پیداوار والے ممالک میں قحط پڑنے رہتے ہیں، لوگ بھوک سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں مگر آج تک حرمین شریفین میں قحط نہیں سما گیا، نہ لوگ وہاں بھوک سے ہلاک ہوئے اگرچہ وہاں پیداوار کوئی نہیں یہ کھلا معجزہ ہے۔ خیال رہے کہ شہر مدینہ کی حفاظت پر اور قسم کے فرشتے مامور ہیں اور روضہ طہر پر سد م عرض کرنے کے لیے ستر ہزار دوسرے فرشتے مامور ہیں جن کی دن رات تبدیلیاں ہوتی ہیں۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۵۰)

(8) صحیح مسلم، کتاب الفتن... إلخ، باب قصۃ الجساسۃ، الحدیث: ۲۹۳۳، ص ۱۵۷۷۔

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ یعنی دجال تمام دنیا کے سارے شہروں گاؤں میں پہنچ کر فساد پھیلا دے گا مگر حرمین طہیین میں داخل نہ ہو سکے گا اور یہاں پہنچ کر فساد نہ پھیل سکے گا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جسم پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے مدینہ منورہ دجال سے محفوظ ہے تو جس دل پر



حضور نور علیہ وسلم کی نگاہ کرم ہو جائے وہ بھی یقیناً شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۲۔ دجال مہینہ منورہ میں داخل ہونا چاہے گا مگر ان فرشتوں کو دیکھ کر آگے نہ بڑھ سکے گا جیسے شیطان فرشتوں کو دیکھ لیتا ہے ایسے ہی وہ بھی دیکھ لے گا۔

۳۔ مسجد شہرستان یعنی کھاری زمین کو کہتے ہیں اور مدینہ منورہ سے قریب ایک جگہ کا نام بھی ہے۔ باہلبا میں ب یا سبیہ ہے یا صلہ کی پہلی صورت میں اہل سے مراد وہاں کے منافق و کافر باشندے ہیں، دوسری صورت میں سارے اہل مدینہ مراد ہیں یعنی زمین مدینہ وہاں کے بے دینی باشندوں کی وجہ سے یا تمام باشندوں پر تین بار کانپے گی یعنی زلزلہ آئے گا تاکہ بے دین نکل کر دجال کے پاس پہنچ جائیں اور مخالف نہیں رو جائیں، نخصین کسی مصیبت میں بھی مدینہ پاک نہیں چھوڑتے، یہ زلزلے کھروں کھوٹوں میں چھانٹ کے لیے ہوں گے ان سے وہاں کے مکانات نہ گریں گے صرف انسانوں کو جھٹکے محسوس ہوں گے اسی لیے باہلبا فرمایا۔

۴۔ معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں مدینہ طیبہ میں کفار ہوں گے، چھپے یا کھلے یا وہ لوگ جو اسلام کا دعویٰ کریں گے مگر ہوں گے کافر، مشرک نہ ہوں گے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ جزیرہ عرب میں شیطان کی عبادت نہیں ہو سکتی۔

حاضری سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

(وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا) (1)

(1) پ ۵، النساء: ۶۴۔

اس آیت کے تحت مفسر شبیر مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہ الہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت کا برآری کا ذریعہ ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور روضہ شریفہ کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ جو آپ نے فرمایا ہم نے سن اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔ اس سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی اس سے چند مسائل معلوم ہوئے

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لئے اس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے مسئلہ: قبر پر حاجت کے لئے جانا بھی جائز ہے مسئلہ: بعد وفات مقبولان حق کو (یا) کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے

مسئلہ: مقبولان حق مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت ردائی ہوتی ہے۔

قبر انور کی زیارت

حضور قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت سنت موکدہ قریب واجب ہے۔

اس آیت میں گناہگاروں کے گناہ کی بخشش کے لئے ارحم الراحمین نے تین شرطیں لگائی ہیں اول دربار رسول میں حاضری۔ دوم استغفار۔ سوم رسول کی دعائے مغفرت۔ اور یہ حکم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری دنیوی حیات ہی تک محدود نہیں بلکہ روضہ اقدس میں حاضری بھی یقیناً دربار رسول ہی میں حاضری ہے۔ اسی لئے علماء کرام نے تصریح فرمادی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار کا یہ فیض آپ کی وفات اقدس سے منقطع نہیں ہوا ہے۔ اس لئے جو گناہگار قبر انور کے پاس حاضر ہو جائے اور وہاں خدا سے استغفار کرے اور چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اپنی قبر انور میں اپنی امت کے لئے استغفار فرماتے ہی رہتے ہیں۔ لہذا اس گناہگار کے لئے مغفرت کی تینوں شرطیں پائی گئیں۔ اس لئے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت مغفرت ہو جائے گی۔

اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں اور تمہارے حضور حاضر ہو کر اللہ (عزوجل) سے مغفرت طلب کریں اور رسول بھی

یہی وجہ ہے کہ چاروں مذاہب کے علماء کرام نے مناسک حج و زیارت کی کتابوں میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص بھی روضہ منورہ پر حاضری دے اس کے لئے مستحب ہے کہ اس آیت کو پڑھے اور پھر خدا سے اپنی مغفرت کی دعا مانگے۔

اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقدس زمانے سے لے کر آج تک تمام دنیا کے مسلمان قبر منورہ کی زیارت کرتے اور آپ کی مقدس جناب میں توسل اور استغاثہ کرتے رہے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک یہ مبارک سلسلہ جاری رہے گا۔

چنانچہ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وفات اقدس کے تین دن بعد ایک اعرابی مسلمان آیا اور قبر انور پر گر کر پٹ گیا پھر کچھ مٹی اپنے سر پر ڈال کر یوں عرض کرنے لگا کہ

یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے جو کچھ فرمایا ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل فرمایا جس میں اس نے ارشاد فرمایا: وَلَوْ أَتَيْنَاكُمْ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ... الخ (1) تو یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں نے اپنی جان پر (گناہ کر کے) ظلم کیا ہے اس لئے میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ میرے حق میں مغفرت کی دعا فرمائیں۔ اعرابی کی اس فریاد کے جواب میں قبر انور سے آواز آئی کہ اے اعرابی! تو بخش دیا گیا۔ (وفاء الوفاء للسمودی، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلة الزیارة... الخ، ج ۲، ص ۱۳۶)

ضروری تنبیہ

ناظرین کرام یہ سن کر حیران ہوں گے کہ میں (یعنی شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالعظیٰ اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی) نے ہجرت خود دیکھا ہے کہ گنبد خضرا کے اندر مواجہہ اقدس اور اس کے قریب مسجد نبوی کی دیواروں پر قبر انور کی زیارت کے فضائل کے بارے میں جو حدیثیں کندہ کی ہوئی تھیں، مجددی حکومت نے ان حدیثوں پر سالہ لگوا کر ان کو مٹانے کی کوشش کی ہے اگرچہ اب بھی اس کے بعض حروف ظاہر ہیں۔ اسی طرح مسجد نبوی کے گنبدوں کے اندر دنی حصہ میں قصیدہ بردہ شریف کے جن اشعار میں توسل و استغاثہ کے مضامین تھے ان سب کو مٹا دیا گیا ہے۔ باقی اشعار باقی گنبدوں پر اس وقت تک باقی تھے۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ جولائی ۱۹۵۹ء کا واقعہ ہے اسکے بعد وہاں کیا تہدیل ہوئی اس کا حال نئے حجاج کرام سے دریافت کرنا چاہیے۔

ابن تیمیہ کا فتویٰ

بعض لوگ انبیاء کرام اور اولیاء و شہداء کے مزاروں کی طرف سفر کرنے کو حرام و ناجائز بتاتے ہیں۔ چنانچہ وہابیوں کے مورث اعلیٰ ابن تیمیہ نے تو کھلے الفاظ میں یہ فتویٰ دے دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے قصد سے سفر کرنا گناہ ہے اس لئے اس سفر میں نمازوں کے اندر قصر جائز نہیں۔ (معاذ اللہ)

ابن تیمیہ کے اس فتویٰ سے شام و مصر میں بہت بڑا فتنہ برپا ہو گیا۔ چنانچہ شامیوں نے ابن تیمیہ کے بارے میں علماء حق سے، استفتاء طلب کیا اور علامہ برہان بن کالح قزازی نے تقریباً چالیس سطروں میں فتویٰ لکھ کر ابن تیمیہ کو کافر بتایا اور علامہ شہاب بن جہل نے اس فتویٰ پر اپنی مہر تصدیق لگائی۔ پھر مصر میں یہی فتویٰ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، چاروں مذاہب کے قاضیوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ چنانچہ

ان کے لیے استغفار کریں تو اللہ (عز و جل) کو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا پائیں گے۔

علامہ بدر بن جماعہ شافعی نے اس پر یہ فیصلہ تحریر فرمایا کہ ابن تیمیہ کو ایسے فتاویٰ باطلہ سے بزرگوں کو منع کیا جائے اگر باز نہ آئے تو اس کو قید کر دیا جائے اور محمد بن طبریری حنفی نے یہ حکم دیا کہ اسی وقت بلا کسی شرط کے اس کو قید کیا جائے اور محمد بن ابی بکر مالکی نے یہ حکم دیا کہ اس کو س قسم کی زبردستی سے باز آ جائے اور احمد بن عمر مقدسی حنبلی نے بھی ایسا ہی حکم لکھ نتیجہ یہ ہوا کہ ابن تیمیہ شعبان ۷۲۶ھ میں دمشق کے قلعہ کے اندر قید کیا گیا اور جیل خانہ ہی میں ۲۰ ذوالقعد ۷۲۸ھ کو وہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ مواخذہ الخروی، بھی باقی ہے۔ (سیرت رسول عربی، باب امت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا بیان، ص ۵۰۵)

حدیث لا تشد الرحال

بن تیمیہ اور اس کی معنوی اول د یعنی فرقہ وہابیہ قبر انور کی زیارت سے منع کرنے کے لئے بخاری کی اس حدیث کو بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى.

(صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکہ والمدینۃ، باب فضل الصلاة... الخ، الحدیث: ۱۱۸۹، ج ۱، ص ۴۰۱)

کچھ دے نہ باندھے جائیں مگر تین ہی مسجدوں یعنی مسجد حرام و مسجد رسول و مسجد اقصیٰ کی طرف۔

اس حدیث کا سیدھا سادہ مطلب جس کو تمام شراح حدیث نے سمجھا ہے یہاں ہے کہ تمام دنیا میں تین ہی مسجدیں یعنی مسجد حرام، مسجد رسول، مسجد اقصیٰ ایسی مساجد ہیں جن کو تمام دنیا کی مسجدوں پر اجر و ثواب کے معاملہ میں ایک خاص فضیلت حاصل ہے۔ لہذا ان تین مسجدوں کی طرف کچھ دے نہ باندھ کر دور دور سے سفر کر کے جانا چاہیے لیکن ان تین مسجدوں کے سوا چونکہ دنیا بھر کی تمام مسجدیں جرد ثواب کے معاملہ میں برابر ہیں۔

اس لئے ان تین مسجدوں کے سوا کسی دوسری مسجد 'ا'، 'ب'، 'ج' دے نہ باندھ کر دور دور سے سفر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس حدیث کو مشہدہ متبرک کی طرف سفر کرنے یا نہ کر کے تو... ہیں۔

اگر اس بات کو عاموں کی زبان میں سمجھنا ہو تو یہ سمجھئے کہ اس حدیث میں 'إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ' مفرغ ہے اور 'مَسْجِدِ الرَّسُولِ' مفرغ میں مستثنیٰ منہ، یعنی وہی مقدار مانا جائے گا جو مستثنیٰ کی نوع ہو مثلاً مَا جَاءَ فِي 'إِلَّا زَيْدٌ' میں لفظ 'جَسْمٌ' یا 'حَيَوَانٌ' کو مستثنیٰ منہ مقدار نہیں مانا جائے گا اور اس عبارت کا مطلب مَا جَاءَ فِي 'جَسْمٌ' 'إِلَّا زَيْدٌ' یا 'حَيَوَانٌ' 'إِلَّا زَيْدٌ' نہیں مانا جائے گا بلکہ اس کا مطلب یہی مانا جائے گا کہ مَا جَاءَ فِي 'إِلَّا زَيْدٌ' تو اس حدیث میں بھی مستثنیٰ منہ بجز لفظ مسجد اور کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا لہذا حدیث کی اصل عبارت یہ ہوئی کہ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى مَسْجِدٍ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ یعنی تین مسجدوں کے سوا کسی دوسری مسجد کی طرف کچھ دے نہ باندھے جائیں۔

چنانچہ اس حدیث کی بعض روایات میں یہ لفظ آیا بھی ہے۔ مثلاً ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ لَا يَنْبَغِي لِلْمَطْلَى أَنْ يَشُدَّ رِحَالَهُ إِلَى مَسْجِدٍ يَبْتَغِي فِيهِ الصَّلَاةَ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي هَذَا۔ (تسطیاتی وعمدة القاری)

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکہ والمدینۃ، باب فضل الصلاة فی مسجد مکہ... الخ تحت الحدیث: ۱۱۸۹، ج ۱، ص ۵۳، ۵۶۳، ۵۶۶)

حدیث ۱: دارقطنی و بیہقی وغیرہما عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میری قبر کی زیارت کرے، اس کے لیے میری شفاعت واجب۔ (2)

یعنی ساریوں پر کجاوے کسی مسجد کی طرف بقصد نماز نہ باندھے جائیں سوائے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔
ملاحظہ فرمائیے کہ اس حدیث میں مستثنیٰ منہ ذکر کر دیا گیا ہے اور وہ اپنی منجید ہے بہر حال وہابیہ خذلیم اللہ نے عداوت رسول میں اس حدیث کا مطلب بیان کرنے میں اتنی بڑی جہالت کا ثبوت دیا ہے کہ قیامت تک تمام اہل علم انکی اس جہالت پر ماتم کرتے رہیں گے۔

(سیرت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۸۵۱)

(2) سنن الدار قطنی، کتاب الحج، باب المواقیف، الحدیث: ۲۶۶۹، ج ۲، ص ۳۵۱۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ دیکھو

(عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو
زکین شامی سے ہٹی وحشت شام غربت
اب مدینے کو چلو صبح دلارا دیکھو
آپ زم زم تو پیا خوب بجائیں پیاسیں
آؤ مجھو شب کوثر کا ہمیدہ ریا دیکھو
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ
تعر محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو
دھو چکا ظلمت دل بوسے سنگ اسود
خاک بوسے مدینہ کا بھی رتبہ دیکھو
بے بیازی سے وہاں کانپتی پائی طاعت
جوشِ رحمتیہ یہاں تاز گنہ کا دیکھو
رقصِ بسل کی بہاریں تو مئی میں دیکھیں
دلِ خوتا بہ فشاں کا بھی ترپنا دیکھو
غور سے سن تو رضا کعبے سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

- حدیث ۲: طبرانی کبیر میں انھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میری زیارت کو آئے سوا میری زیارت کے اور کسی حاجت کے لیے نہ آیا تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اُس کا شفیع بنوں۔ (3)
- حدیث ۳: دارقطنی و طبرانی انھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا اور بعد میری وفات کے میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہے جیسے میری حیات میں زیارت سے شرف ہوا۔ (4)
- حدیث ۴: بیہقی نے حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اُس نے میری زندگی میں زیارت کی اور جو حرمین میں مرے گا، قیامت کے دن امن والوں میں اُٹھے گا۔ (5)

(3) المعجم الکبیر للطبرانی، باب العین، الحدیث: ۱۳۱۴۹، ج ۲، ص ۲۲۵.

(4) سنن الدار قطنی، کتاب الحج، باب المواقیف، الحدیث: ۴۶۶۷، ج ۲، ص ۳۵۱.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ ف سے معلوم ہوتا ہے کہ حج پہلے کرے مدینہ پاک بعد میں حاضر ہو۔ علماء کرام نے فرمایا کہ حج فرض میں پہلے حج کرنا افضل ہے اور حج نفل میں پہلے زیارت مدینہ طیبہ بہتر ہے تاکہ مدینہ پاک سے حج کے لیے رخصت ہونہ کہ گھر جانے کے لیے یہ تفصیل بہت اعلیٰ ہے، بعض عشاق حج نفل میں زیارت کی نیت سے گھر سے چلتے ہیں راستہ میں مکہ مکرمہ پڑتا ہے تو حج بھی کر لیتے ہیں۔ شعر

کعب کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا کسی نے ہم کو نہفت کدھر کی ہے
کعب بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک غل
روشن انہیں کے نور سے تجلی جگر کی ہے

۲۔ یہ اس لیے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں بحیات حقیقی دنیاوی زندہ و حیات ہیں کہ آپ سے ہر طرح کی مدد و نصرت حاصل کی جاتی ہے۔ (مرقات و لمعات و اشعہ) شہداء کی حیات معنوی ہے حضور انور کی حیات حقیقی دنیاوی ہے کہ رزق بھی ملتا ہے۔ (اشعہ) ہم حیات النبی کی بحث باب الجمعہ میں کر چکے ہیں۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۶۵)

(5) شعب الایمان، باب فی المناکب، فضل الحج والعمرة، الحدیث: ۴۱۵۱، ج ۳، ص ۴۸۸.

حکیم الامت کے مدنی پھول

۱۔ اس جملہ کے علماء نے اور معنی کیے ہیں عشاق نے کچھ اور۔ علماء فرماتے ہیں کہ جو مدینہ منورہ صرف روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت سے جائے، نام نمود یا کوئی تجارتی کاروبار دنیاوی کام مقصود نہ ہو وہ قیامت میں حضور کا پڑوسی اور حضور کی امان میں ہوگا۔ مسجد نبوی کی زیارت بقیع اور مسجد قبا کی حاضری اسی کے تابع ہو، اصل مقصود حاضری بارگاہ عالی ہو جیسے نفل نماز میں اصل مقصود رضاء الہی ہے مگر کبھی قضاء حاجات اداء شکر، تحیۃ الوضوء وغیرہ بھی اس سے ادا ہو جاتے ہیں مگر تبعا لیکن عشاق کہتے ہیں کہ مدینہ پاک کی حاضری میں مسجد نبوی شریف، جنت البقیع وغیرہ کی حاضری کی بھی نیت نہ کرے بلکہ بعض عشاق تو حج کے سفر میں مدینہ پاک حاضر نہ ہوئے بلکہ مدینہ کے لیے سے ہوئے

حدیث ۵: بیہقی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے سنا: جو شخص میری زیارت کریگا، قیامت کے دن میں اُس کا شفیع یا شہید ہوں گا اور جو حرمین میں مرے گا، اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن امن والوں میں اُٹھائے گا۔ (5)

حدیث ۶: ابن عدی کا مل میں انھیں سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی، اُس نے مجھ پر جفا کی۔ (7)

(۱) زیارت اقدس قریب بواجب ہے۔ بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں راہ میں خطر ہے، وہاں بیماری ہے، یہ ہے، وہ ہے۔ خبردار! کسی کی نہ سُنو اور ہرگز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو۔ جان ایک دن ضرور جانی ہے، اس سے کیا بہتر کہ اُن کی راہ میں جائے اور تجربہ ہے کہ جو اُن کا دامن تھام لیتا ہے، اُسے اپنے سایہ میں آرام لے جاتے ہیں، کیل کا کھٹکا نہیں ہوتا۔

ہم کو تو اپنے سایہ میں آرام ہی سے لائے حیلے بہانے والوں کو یہ راہ ڈر کی ہے

(۲) واللہ! حاضری میں خالص زیارت اقدس کی نیت کرو، یہاں تک کہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں: اس بار مسجد شریف کی نیت بھی شریک نہ کرے۔ (8)

معبودہ مستقل معبودہ سفر کیا۔ اور اس حدیث کو بالکل ظاہری معنی پر محمول فرمایا۔ مدینہ پاک کی حاضری صرف زیارت کے لیے ہو۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ وہاں کی حاضری صرف مسجد نبوی کی نماز کی نیت سے ہو، زیارت کی نیت نہ ہو معاذ اللہ! مسجدیں تو دنیا میں ہزار ہا ہیں اس مسجد کی عظمت زیادہ کیوں ہے؟ صرف حضور کے دم قدم سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں حضور کی امان ہی کام آئے گی۔ اس سے وہ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ خدا کے سوا کسی کی امان نہیں۔ (ازمرقات و لمعات و اشعہ)

۲۔ یعنی قیامت اور خصوصاً میرے حیات شریف کے زمانہ میں جو مدینہ پاک کی ظاہر تکالیف پر صبر کر جائے اسے کل قیامت میں میری خاص شفاعت میسر ہوگی جو دوسروں کو نصیب نہ ہوگی۔

۳۔ یعنی مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں مرنے والا قیامت کی بڑی گھبراہٹ جسے فزع اکبر کہتے ہیں، اس سے محفوظ رہے گا مگر یہ فوائد مسلمہ ان کے لیے ہیں لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ ابو جہل وغیرہ کفار بھی وہاں ہی مرے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۴، ص ۳۶۳)

(6) السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الحج، باب زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۰۲۷۳، ج ۵، ص ۴۰۳۔

(7) الکامل فی ضعفاء الرجال، الحدیث: ۱۹۵۶، ج ۸، ص ۲۳۸، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

(8) فتح القدیر، کتاب الحج، مسائل منشورۃ، ج ۳، ص ۹۴۔

مدینہ کی حاضری:

مدینہ کا سفر ہے اور میں محمد یدہ محمد یدہ

جہیں افسردہ افسردہ قدم لغزیدہ لغزیدہ

ذوق بڑھانے کا طریقہ

برے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بابی و محبت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دہشت بر کا شمع الہی ہے اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ کا مقدس سفر کرنے والوں کو چاہیے کہ راستے بھر زود و سلام کی کثرت کریں اور نعتیہ اشعار پڑھتے رہیں یا ہو سکے تو نیپ ریکارڈز پر خوش الحان نعت خوانوں کے کیسٹ سنتے رہیں کہ یہ **اِنَّ خَاءَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ**! ترقی ذوق کا سبب ہوگا۔ مدینہ پاک کی عظمت و برکت کا تصور باندھتے رہیں، اس کے فضائل پر غور کرتے رہیں، اس سے بھی **اِنَّ خَاءَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ**! آپ کا شوق مزید بڑھے گا۔ بھوں ہی عاشقوں کی بستی دیا مدینہ آئے گا اور اگر آپ کا دل زندہ ہوا تو آپ قلب میں اپچل محسوس کریں گے، بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑیں گے۔

صائم کمال ضبط کی کوشش تو کی مگر
پلکوں کا حلقہ تو ذکر آنسو نکل پڑے

بنوائے مدینہ سے آپ کے مشام دماغ مضطر ہو رہے ہوں گے اور آپ اپنی رُوح میں نازگی محسوس کر رہے ہوں گے، ہو سکے تو ننگے پاؤں روتے ہوئے مدینہ منورہ کی فضاؤں میں داخل ہوں۔

جوتے اتار لو چلو باہوش باادب
دیکھو مدینے کا حسین گلزار آسمیا

ننگے پاؤں رہنے کی قرآنی دلیل

اور یہاں ننگے پاؤں رہنا کوئی خلاف شرع فعل بھی نہیں بلکہ مقدس سرزمین کا سزا و ادب ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنے رب عزَّ وَجَلَّ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا تو اللہ عزَّ وَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

فَاَخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِاَنْوَادِ الْمُقَدَّسِ طَوًی (پ ۱۶ ع ۱۰)

تو اپنے جوتے اتار ڈال، بیشک تُو پاک جنگل طوی میں ہے۔ (کنز الایمان)

سُبْحَنَ سَبِّہِ عَزَّ وَجَلَّ! جب طور سینا کی مقدس دادی میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خود اللہ تبارک و تعالیٰ جوتے اتار پینے کا حکم فرمائے اور مدینہ تو پھر مدینہ ہے، یہاں اگر ننگے پاؤں رہا جائے تو کتنی بڑی سعادت ہوگی۔ حضرت سیدنا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ پاک میں ہی سکونت پذیر تھے مگر زندگی بھر آپ نے یہاں پاؤں میں جوتے نہیں پہنے۔

اے خاکِ مدینہ! تُو ہی بتا کس طرح قدم رکھوں گا یہاں
تُو خاکِ پاسر کار کی ہے آنکھوں سے لگائی جاتی ہے

حاضری سے پہلے

ب حاضری روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قبل اپنا سامان وغیرہ کسی محفوظ جگہ پر رکھ دیں کمرے وغیرہ کا بندوبست

سرلیں، بھوک پیاس وغیرہ ہے تو کھانی لیں، الغرض ہر وہ بات جو خشوع و خضوع میں مانع ہو اس سے فارغ ہو لیں۔

حاضری کی تیاری کریں

اب تازہ دھو کریں اس میں مسواک ضرور کریں بلکہ بہتر یہ ہے کہ غسل کر لیں، دُھالے ہوئے کپڑے بلکہ ہو سکے تو نیا سفید لباس زیب تن کریں، خوب عطر لگائیں، آنکھوں میں سرمہ بھی لگائیں، اب روتے ہوئے دربار کی طرف بڑھیں۔

اے بچے! مہر گنبد آگیا

اے بچے! وہ ہیز ہیز گنبد جسے آپ نے تصویروں میں دیکھا تھا، خیالوں میں چوما تھا اب سچ سچ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

اشکوں کے موتی اب بھٹاؤ رزائز و کرد
وہ سبز گنبد منتجع انوار آ گیا

۱۰۰ سبز گنبد منبع انوار آگیا

عمر کو جھکائے با ادب پڑھتے ہوئے دُور

روتے ہوئے آگے بڑھو ذرا آگیا

ہاں! ہاں! یہ وہی سبز گنبد ہے جس کو دیکھنے کے لئے عشاق کے دل بے قرار رہتے ہیں، آنکھیں اٹکبار ہو جایا کرتی ہیں، خُدا عَزَّ وَجَلَّ کی

قسم اروضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حسین اور عظیم جگہ دنیا کے کسی مقام میں تو مجاہدیت میں بھی نہیں ہے۔

فردوس کی بلندی بھی چھو سکے نہ اس کو

خلد بریں سے اونچا بیٹھے نبی کا روضہ

باب البقیع سے حاضر ہوں

اب سراپا ادب و ہوش بنے آنسو بہاتے یا رونا نہ آئے تو کم از کم رونے جیسی صورت بنائے باب التقیہ پر حاہر ہوں۔ (یہ مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے جانب مشرق واقع ہے) اور الصلوٰۃ والسلام عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللہ عرض کر کے ذرا ٹھہر جائیں۔ گویا سرکارِ نبوی و قارِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شاہی دربار میں حاہری کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ اب مسجد اللہ التَّحْسِنِ التَّحِيْمِ کہہ کر اپنا سیدھا قدم مسجد شریف میں رکھیں اور ہمہ تن ادب ہو کر داخل مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہوں اس وقت جو تعظیم و ادب فرض ہے وہ ہر مومنین کا دل جانتا ہے۔ ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، زبان، دل سب خیالِ غیر سے پاک کریں اور روتے ہوئے آگے بڑھیں، نہ ارد گرد نظریں گھمائیں، نہ ہی مسجد کے نقش و نگار دیکھیں، بس ایک ہی تڑپ، ایک ہی لگن، ایک ہی خیال ہو کہ بھاگا ہوا مجرم اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں پیش ہونے کے لئے چلا ہے۔

فکر شرمند شرمند، بدن لرزیده لرزیده

چنا ہوں ایک مجرم کی طرح میں جانب آتا

نماز شکرانہ

اب اگر مکررہ وقت نہ ہو اور غلبہ شوق مہلت دے تو دو دو رکعت خیرۃ النسیحہ و شکرانہ بارگاہ اقدس ادا کریں، پہلی رکعت میں بعد الحمد

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور دوسری میں بعد اَلْحَمْدُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ شَرِيف پڑھیں۔

سنہری جالیوں کے روبرو

اب ادب و شوق میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے آنکھیں نیچی کئے، آنسو بہاتے، لرزتے کانپتے، گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے، سرکارِ مہارِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے فضل و کرم کی امید رکھتے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے قدیمین شریفین کی طرف سے سنہری جالیوں کے روبرو موائجہ شریف میں حاضر ہوں کہ سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے مزار پر انوار میں روبرو قبلہ جلوہ افروز ہیں، مبارک قدموں کی طرف سے آپ حاضر ہوں گے تو سرکارِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نگاہ بے کس پناہ براہ راست آپ کی طرف ہوگی اور یہ بات بے حد ذوق افزا ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے لئے سعادتِ دوزین کا سبب بھی ہے۔

اصل موائجہ شریف کس طرف ہے؟

اب سراپا ادب بنے زیرِ قندیل اُس چاندی کی کیلوں کے سامنے جو سنہری جالیوں کے دروازہ مبارک میں اُد پر کی طرف جابِ مشرق لگی ہوئی ہیں، قبلہ کو پیٹھ کئے کم از کم چار ہاتھ (یعنی دو گز) دور نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر سرکارِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چہرہ انور کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوں کہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں یہی ادب لکھا ہے کہ یَقِفُ کَتَابِیْقُفُ فی الصَّلٰوۃ یعنی سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دربار میں اس طرح کھڑا ہو جس طرح نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ یاد رکھیں! سرکارِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے مزار پر انوار میں عین حیاتِ ظاہری کی طرح زندہ ہیں اور آپ کو بھی دیکھ رہے ہیں بلکہ آپ کے دل میں جو خیالات آ رہے ہیں اُن پر بھی مطلع ہیں۔ خبردار اجالی مبارک کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچیں کہ یہ خلافِ ادب ہے کہ ہمارے ہاتھ اس قابل ہی نہیں کہ جالی مبارک کو چھو سکیں، لہذا چار ہاتھ (یعنی دو گز) دور ہی رہیں، یہ کیا کم شرف ہے کہ سرکارِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے آپ کو اپنے موائجہ اقدس کے قریب بھایا اور سرکارِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نگاہِ کرم اب خصوصیت کے ساتھ آپ کی طرف ہے۔

ویدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے یہ تیری عنایت ہے جو رخ حیرا ادر ہے

سرکارِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کریں

اب ادب اور شوق کے ساتھ دردِ بھری آواز میں مگر آواز اتنی بلند اور سخت نہ ہو کہ سارے اعمال ہی ضائع ہو جائیں، نہ بالکل ہی پست کہ یہ بھی سنت کے خلاف ہے، مُخْبِل آواز میں اِن الفاظ کے ساتھ سلام عرض کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا شَفِیْعَ الْمُنْدِیْبِیْنَ السَّلَامُ عَلَیْكَ وَ عَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ وَاٰمَتِکَ اَجْمَعِیْنَ

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ پر سلام اور اللہ غُز و جَل کی رحمت اور برکتیں۔ اے اللہ غُز و جَل کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ پر سلام۔ اے اللہ غُز و جَل کی تمام مخلوق سے بہتر آپ پر سلام۔ اے گناہ گاروں کی شفاعت کرنے والے آپ پر سلام، آپ پر، آپ کی آل و اصحاب پر اور آپ کی تمام امت پر سلام۔

جہاں تک زبان ساتھ دے، دل بھی ہو مختلف القاب کے ساتھ سلام عرض کرتے رہیں، اگر القاب یاد نہ ہوں تو الصَّلَوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ کی تکرار کرتے رہیں، جن جن لوگوں نے آپ کو سلام کے لئے کہا ہے اُن کا بھی سلام عرض کریں، جو جو اسماء بھائی یا بہنیں یہ تحریر پڑھیں وہ مجھ سب مدینہ کا سلام عرض کر دیں تو مجھ کہنے پر احسانِ عظیم ہوگا، یہاں خوب دعائیں مانگیں اور بار بار اس طرح فغاٹ کی بھیج مانگیں:

أَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِتُنْجِيَنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ! آپ سے فغاٹ کا سوال کرتا ہوں۔

مدین اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سلام

پھر مشرق کی جانب (یعنی اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف) آدمے گز کے قریب ہٹ کر (قریبی چھوٹے سوراخ کی طرف) حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ انور کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر اُن کو سلام عرض کریں، بہتر یہ ہے کہ اس طرح سلام عرض کریں:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ فِي السَّعَادَةِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

ترجمہ: اے خلیفہ رسول اللہ! آپ پر سلام، اے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے وزیر آپ پر سلام، اے غار ثور میں رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے رفیق! آپ پر سلام اور اللہ غفر و جلت کی رحمتیں اور برکتیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سلام

پھر اُتنا ہی مزید جانب مشرق سرک کر (آخری سوراخ کی طرف) حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رُوئے و عرض کریں:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُنْتَهَى الْأَرْبَعِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عِزَّ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

ترجمہ: اے امیر المؤمنین! آپ پر سلام، اے چالیس کا عدد پورا کرنے والے آپ پر سلام، اے اسلام و مسلمین کی عزت آپ پر سلام اور اللہ غفر و جلت کی رحمتیں اور برکتیں۔

دوبارہ ایک ساتھ ششخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں سلام

پھر باشت بھر جانب مغرب یعنی اپنے اُلٹے ہاتھ کی طرف سرک جائیں اور دونوں چھوٹے سوراخوں کے درمیان کھڑے ہو کر ایک ساتھ

صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں اس طرح سلام عرض کریں:

السَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا خَلِيفَتَي رَسُولِ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا هُوَيْجَتَي

رَسُولِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَسْتَلْكَمُ الشَّفَاعَةَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
ترجمہ: اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں خلفاء آپ دونوں پر سلام، اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں
وزراء آپ دونوں پر سلام، اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں آرام فرمانے والے (ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما)
آپ دونوں پر سلام ہو اور اللہ عز و جل کی رحمتیں اور برکتیں آپ دونوں حضرات سے سوال کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کے حضور ہماری سفارش کیجئے اللہ عز و جل ان پر اور آپ دونوں پر درود و برکت اور سلام نازل فرمائے۔

یہ دعائیں مانگیں

یہ تمام حاضر یاں قبولیت دعا کے مقامات ہیں، یہاں آخرت کی خیر، ایمان کی سلامتی، ایمان پر عافیت کے ساتھ مدینے میں موت کی دعا
کریں، بالخصوص عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بھیک مانگیں، رونے والی آنکھ، تڑپنے والا دل طلب کریں، اپنے والدین، پیر و
مرشد، استاد، اولاد، دوست و احباب اور تمام اُمت کے لئے دعائے مغفرت کریں اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی بھیک
مانگیں، خصوصاً مواجھہ شریف میں نعتیہ اشعار عرض کریں، اگر یہاں سب مدینہ کی طرف سے یہ منقطع بارہ بار عرض کر دیں تو احسان عظیم
ہوگا۔

پڑوسی خلد میں عطار کو اپنا بنا لیجئے
.. جہاں ہیں اتنے احساں اور احساں یا رسول اللہ

جالی مبارک کے پاس پڑھئے

جو کوئی حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر معظم کے زرد و کھڑا ہو کر یہ آیت شریفہ پڑھے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا ﴿۹۰﴾

پھر شتر مرتبہ یہ عرض کرے:

صَلِّی اللّٰهُ عَلَیْكَ وَسَلَّم یَا رَسُولَ اللّٰهِ

فرشتہ س کے جواب میں یوں کہتا ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ عز و جل نے دُرود و سلام بھیجا اور اے فلان! تجھ پر اللہ

عز و جل کا دُرود و سلام ہو۔ پھر فرشتہ اُس کے لئے دعا کرتا ہے: یا اللہ عز و جل! اس کی کوئی حاجت ایسی نہ رہے جس میں یہ ناکام

ہو۔ (مواحب لدنیہ)

دعا کیلئے جالی مبارک کو پیٹھ نہ کریں

جب سنہری جالیوں کے پاس حاضر ہوں ادھر ادھر ہرگز نہ دیکھیں اور خاص کر جالی شریف کے اندر دیکھنا تو بہت بڑی جرأت ہے۔ قبلہ

کی طرف پیٹھ کئے کم از کم چار ہاتھ جالی مبارک سے دور رہیں اور مواجھہ شریف کی طرف رخ کر کے سلام عرض کریں، دعا بھی مواجھہ

شریف کی طرف رخ کئے مانگیں۔ بعض لوگ وہاں دعا مانگنے کے لئے کعبے کی طرف منہ کرنے کو کہتے ہیں ان کی باتوں میں آکر

ہرگز ہرگز سنہری جالیوں کی طرف آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یعنی کعبے کے کعبے کو پیٹ نہ کریں۔

پچاس ہزار اِعتکاف کا ثواب

جب جب آپ مسجد نبوی شریف علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں داخل ہوں تو اِعتکاف کی نیت کرنا نہ بھولیں، اس طرح ہر بار آپ کو پچاس ہزار نفلی اِعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا اور غصہ نہ کھانا، پینا، افطار کرنا وغیرہ بھی جائز ہو جائے گا۔ اِعتکاف کی نیت اس طرح کریں:

تَوَيْتُ سُنَّتَ الْاِعتِكَافِ

ترجمہ: میں نے سُنَّتِ اِعتکاف کی نیت کی۔

روزانہ پانچ حج کا ثواب

مخصوصاً چالیس نمازیں بلکہ تمام فرض نمازیں مسجد نبوی ہی میں ادا کریں کہ تا جدار مدینہ، راحۃ قلب دینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ الی شان ہے: جو شخص وضو کر کے میری مسجد میں نماز پڑھنے کے ارادہ سے نکلے یہ اس کے لئے ایک حج کے برابر ہے۔ (وقاء النواقم)

سُبْحَنَ الْمَلِکِ عَزَّ وَجَلَّ! اس طرح جو کوئی روزانہ پانچوں نمازیں مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ادا کرے اُسے روزانہ پانچ حج کا ثواب ہاتھ آئے گا۔

روزانہ کتنی بار سلام عرض کریں؟

روزانہ پانچوں نمازوں کے بعد یا صبح و شام دن میں دوبار جتنی بار میں آپ کا ذوق بڑھے اتنی بار دُعا بار دُعا میں سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوں۔

سلام زبانی ہی عرض کریں

وہاں جو بھی سلام عرض کریں وہ زبانی یاد کرنے کے بعد عرض کریں۔ کتاب سے دیکھ کر سلام اور دُعا کے صیغے وہاں پڑھنا عجیب سا لگتا ہے کیونکہ سردہ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جسمانی حیات کے ساتھ حجرہ مبارکہ میں قبلہ کی طرف رخ کئے تشریف فرما ہیں اور ہمارے دلوں تک کے خطرات سے آگاہ ہیں، اس تصور کے قائم ہو جانے کے بعد کتاب میں سے دیکھ کر سلام وغیرہ عرض کرنا بظاہر بھی نا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً آپ کے پیر صاحب آپ کے سامنے موجود ہوں تو کیا آپ اُن کو کتاب سے پڑھ کر سلام عرض کریں گے یا زبانی ہی یا حضرت السلام علیکم کہیں گے۔ اُمید ہے آپ میرا اندھا سمجھ گئے ہوں گے۔ یاد رکھئے! بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں بے سبب الفاظ نہیں بلکہ دل دیکھے جاتے ہیں۔

مدینہ منورہ ۱۴۰۵ھ کی حاجری میں سبک مدینہ کو ایک پیر بھائی مرحوم حاجی اسماعیل نے یہ واقعہ سنایا تھا:

بُڑھیا کو دیدار ہو گیا

دو یا تین سال پہلے کا واقعہ ہے، ایک پچاسی سالہ بُڑھیا حج کے لئے آئی تھی، مدینہ منورہ میں سنہری جالیوں کے سامنے صلوٰۃ و سلام کے لئے حاضر ہوئی اور اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں صلوٰۃ و سلام عرض کرنا شروع کیا تاگاہ ایک خاتون پر نظر پڑی جو ایک کتاب میں سے ←

(۳) حج اگر فرض ہے تو حج کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہو۔ ہاں اگر مدینہ طیبہ راستہ میں ہو تو بغیر زیارت حج کو جانا سخت محرومی و قسوت قلبی ہے اور اس حاضری کو قبول حج و سعادت دینی و دنیوی کے لیے ذریعہ و وسیلہ قرار دے اور حج نفل ہو تو اختیار ہے کہ پہلے حج سے پاک صاف ہو کر محبوب کے دربار میں حاضر ہو یا سرکار میں پہلے حاضری دے کر حج کی مقبولیت و نورانیت کے لیے وسیلہ کرے۔ غرض جو پہلے اختیار کرے اسے اختیار ہے مگر نیت خیر درکار ہے کہ: اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَىٰ. (9) اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر ایک کے لیے وہ ہے، جو اس نے نیت کی۔

(۴) راستے بھر درود و ذکر شریف میں ڈوب جاؤ اور جس قدر مدینہ طیبہ قریب آتا جائے، شوق و ذوق زیادہ ہوتا جائے۔

(۵) جب حرم مدینہ آئے بہتر یہ کہ پیادہ ہو لو، روتے، سر جھکائے، آنکھیں نیچی کیے، درود شریف کی اور کثرت کرو اور

دیکھ دیکھ کر بڑے ہی عمدہ القاب کے ساتھ صلوٰۃ و سلام عرض کر رہی تھی، یہ دیکھ کر بے چاری اُن پڑھ بڑھیا کا دل ڈوبنے لگا، عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں تو پڑھی لکھی ہوں نہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شایان شان القاب کے ساتھ سلام عرض کروں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان واقعی بہت بلند دبالا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو انہیں کا سلام قبول فرماتے ہوں گے جو بہترین انداز میں سلام پیش کرتے ہوں گے، ظاہر ہے مجھ اُن پڑھ کا سلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کہاں پسند آئے گا۔ دل بھر آیا، رو دھو کر چپ ہو رہی، رات کو جب سوئی تو قسمت انگڑائی لے کر جاگ اٹھی، کیا دیکھتی ہے کہ سر ہانے اُٹت کے والی، سرکارِ مہدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں، لب ہائے مبارکہ کو بخشش ہوئی، پھول جھڑنے لگے، الفاظ کچھ یوں ترتیب پائے: مایوس کیوں ہوتی ہو؟ ہم نے تمہارا سلام سب سے پہلے قبول فرمایا ہے۔

تم اُس کے مددگار ہو تم اُس کے طرفدار
جو تم کو تجھے سے کتنا نظر آئے
لگاتے ہی اُس کو بھی سینے سے آقا
جو ہوتا نہیں منہ لگانے کے قابل

اَلَا تَنْظُرُوْا! اَلَا تَنْظُرُوْا!

ہمزبہز گنبد اور حجرہ مقصودہ (جس میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اتور ہے) پر نظر جمانا کارِ ثواب ہے۔ زیادہ سے زیادہ وقت مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں گزارنے کی کوشش کریں۔ مسجد شریف میں بیٹھے ہوئے درود و سلام پڑھتے ہوئے حجرہ مطہرہ پر جنت ہو سکے نگاہ عقیدت جمایا کریں اور اس حسین نقوٰر میں ڈوب جایا کریں گویا عنقریب ہمارے بیٹھے بیٹھے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حجرہ منورہ سے باہر تشریف لانے والے ہیں۔ ہجر و فراق اور انتظار آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے آنسوؤں کو بہنے دیجئے۔ کیا خبر آج ہی دیدار کا ارماں نکلے، اپنے آنکھوں کو عقیدت سے بچھائے رکھئے۔

ہو سکتے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ۔

جائے سرست اینکہ تو پامی نہی
جائے نہ بینا کہ کجائی نہی
حرم کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے ادا جانے والے

جب قہ انور پر نگاہ پڑے، درود سلام کی خوب کثرت کرو۔

(۶) جب شہر اقدس تک پہنچو، جلال و جمال محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ اور دروازہ شہر میں داخل ہوتے وقت پہلے دہنا قدم رکھو اور پڑھو:

بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اَللّٰهُمَّ
اَفْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاَرْزُقْنِيْ مِنْ زِيَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم مَا رَزَقْتَ
اَوْلِيَاءَكَ وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاَنْقِذْنِيْ مِنَ النَّارِ وَاغْفِرْ لِيْ وَاَرْحَمْنِيْ يَا خَيْرَ مُسْتَوِلٍ. (10)

(۷) حاضری مسجد سے پہلے تمام ضروریات سے جن کا لگاؤ دل بننے کا باعث ہو، نہایت جلد فارغ ہو ان کے سوا کسی بیکار بات میں مشغول نہ ہو معاً وضو و مسواک کرو اور غسل بہتر، سفید پاکیزہ کپڑے پہنو اور نئے بہتر، ٹرمہ اور خوشبو لگاؤ اور مشک افضل۔

(۸) اب فوراً آستانہ اقدس کی طرف نہایت خشوع و خضوع سے متوجہ ہو، رونا نہ آئے تو رونے کا مونہہ بناؤ اور دل کو بزور رونے پر لاؤ اور اپنی سنگ دلی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف التجا کرو۔

(۹) جب در مسجد پر حاضر ہو، صلوٰۃ و سلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو، بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔

(۱۰) اس وقت جو ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل سب خیال غیر سے پاک کرو، مسجد اقدس کے نقش و نگار نہ دیکھو۔

(۱۱) اگر کوئی ایسا سامنے آئے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کترا جاؤ، ورنہ ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔

(10) اللہ (عزوجل) کے نام سے میں شروع کرتا ہوں جو اللہ (عزوجل) نے چاہا، نیکی کی طاقت نہیں مگر اللہ (عزوجل) سے، اے رب! سچائی کے ساتھ مجھ کو داخل کر اور سچائی کے ساتھ باہر لے جا۔ اے! تو اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے اور اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مجھے وہ نصیب کر جو اپنے اولیاء اور فرمانبردار بندوں کے لیے تو نے نصیب کیا اور مجھے جہنم سے نجات دے اور مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرما، اے بہتر سوال کیے گئے۔

(۱۲) ہرگز ہرگز مسجد اقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ لکے۔

(۱۳) یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے، اُن کی اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت صرف وعدہ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لیے تھی، اُن کا انتقال صرف نظر عوام سے چھپ جانا ہے۔ امام محمد ابن حاج کی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں:

لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهِ وَحَيَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مُشَاهَدَتِهِ لِأُمَّتِهِ وَمَعْرِفَتِهِ بِأَخْوَالِهِمْ وَنَبَاتِهِمْ وَعَزَائِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذَلِكَ عِنْدَهُ جَلِيلٌ لَا خِفَاءَ بِهِ. (11)

(11) المدخل لابن الحاج، فصل فی زیارة القبر، ج ۱، ص ۱۸۷۔

حیات انبیاء علیہم السلام:

تَحْمَدُهُ وَنُصِّلَ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اپنی نورانی قبروں میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ گونا گوں لذتیں حاصل کرتے ہیں۔ سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، جانتے ہیں، کلام فرماتے ہیں اور سلام کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔ چلتے پھرتے اور آتے جاتے ہیں جس طرح چاہتے ہیں۔ تصرفات فرماتے ہیں اپنی امتوں کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور مستفیضین کو فیوض و برکات پہنچاتے ہیں۔ اس عالم دنیا میں بھی ان کے ظہور کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ آنکھوں والوں نے ان کے جمال جہاں آراء کی بار بار زیارت کی اور ان کے انوار سے مستغیر (منور) ہوئے۔

سردست ہمارا روئے سخن خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ کی طرف ہے۔ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اور حضرات شہدائے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی حیات کا مسئلہ ہمارے کلام میں ضمناً مذکور ہوگا۔ حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات مقدسہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہے۔

پہلی آیت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء آیت ۱۰۷)

”اور نہیں بھیجی ہم نے آپ کو (اسے محمد ﷺ) مگر رحم کرنے والا تمام جہانوں کے لئے“

وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو جب آیہ کریمہ تمام عالموں کیلئے رحمت ہیں اور جمیع ممکنات پر ان کی قابلیت کے موافق واسطہ فیض بھی ہیں اور دل مخلوقات ہیں اور عطاء الہی کو اس کی مخلوقات پر تقسیم فرمانے والے ہیں۔

تفسیر روح المعانی میں اسی آیت کریمہ کے تحت مرقوم ہے۔

وكونه صلى الله تعالى عليه وسلم رحمة للعالمين باعتبار انه عليه الصلوٰۃ والسلام واسطة الفيض الالهي ←

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی اُمت کو دیکھ

على الممكنات على حسب القوابل ولذا كان نوره صلى الله عليه وسلم اول المخلوقات ففي الخبر اول ما خلق

الله تعالى نور نبيك يا جابر وجاء الله تعالى المعطى وانا القاسم (روح المعاني پ ۱۷ ص ۹۶)

اور نبی کریم ﷺ کا تمام عالموں کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ حضور ﷺ تمام ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے موافق فیض الہی کا واسطہ ہیں اور اسی لئے حضور ﷺ کا نور اول مخلوقات ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے

”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى نُورَ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ۔“

ترجمہ: ”اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا۔“

دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ معطی ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں آگے چل کر صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

والذي اختاره انه صلى الله تعالى عليه وسلم انما بعث رحمة لكل فرد من العالمين ملكتهم والنسهم وجنهم

ولا فرق بين المؤمن والكافر من الانس والجن في ذلك والرحمة متفاوتة (ص ۹۷ پ ۱۷)

ترجمہ: ”اور میرے نزدیک مسلک مختار یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ عالمین کے ہر فرد کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ فرشتوں، انسانوں

اور جنات حضور ﷺ سب کے لئے رحمت ہیں اور اس امر میں جن دانس کے مومن و کافر کے مابین بھی کوئی فرق نہیں اور رحمت ہر ایک

کے حق میں الگ الگ اور متفاوت نوعیت رکھتی ہے۔“

اسی آیت کریمہ پر کلام کرتے ہوئے صاحب روح المعانی آگے چل کر فرماتے ہیں۔

”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ اکثر الصوفية قدست اسرارهم على ان المراد من العالمين جميع الخلق

وهو صلى الله عليه وسلم رحمة لكل منهم الا ان الحظوظ متفاوتة ويشترك الجميع في انه عليه الصلوة

والسلام سبب لوجودهم بل قالوا ان العالم كله مخلوق من نوره صلى الله تعالى عليه وسلم وقد صرح بذلك

الشيخ عبد الغنى النابلسي قدس سره في قوله وقد تقدم غير مرة

ظہ النبی تکونت من نورہ کل الخلیقة ثم لو ترک القطا

واشار بقوله لو ترک القطا الى ان الجميع من نورہ عليه الصلوة والسلام (روح المعانی پ ۱۷ ص ۱۰۰)

ترجمہ: اور آیہ کریمہ ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ کے بارے میں اکثر صوفیائے کرام قدست اسرارہم کا مسلک یہ ہے کہ

عالمین سے تمام مخلوق مراد ہے اور یہ واقعہ ہے کہ حضور ﷺ عالمین میں سے ہر ایک کے لیے رحمت ہیں لیکن ہر ایک کی رحمت کا حصہ

مختلف اور جداگانہ ہے۔ البتہ اتنی بات میں سب شریک ہیں کہ حضور ﷺ سب کے وجود کا سبب ہیں۔ بلکہ صوفیائے کرام نے یہ فرمایا کہ

ترم عالم حضور ﷺ کے نور سے مخلوق ہے۔ سیدنا شیخ عبد القنی نابلسی قدس سرہ العزیز اپنے اس قول میں تصریح فرماتے ہیں اور ان کا یہ قول

بار بار گزر چکا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

رہے ہیں اور ان کی حالتوں، اُن کی نیتوں، اُن کے ارادوں، اُن کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب

”ظہ نبی کے نور سے تمام مخلوقات پیدا کی گئی۔ پھر جمیع افراد اس کے ضمن میں آگئے اور کوئی ایسا فرد باقی نہ رہا جو اس عموم میں شامل نہ ہوا ہو۔

اس شعر میں لو ترک القطا سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جمیع کائنات کا ایک ایک ذرہ حضور ﷺ کے نور سے ہے۔“

ان تمام عبارات سے ثابت ہوا کہ آیت کریمہ ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ کا مفاد یہ ہے کہ حضور ﷺ انھارہ ہزار عالم کے

ہر ہر فرد کو فیض پہنچا رہے ہیں۔ جس طرح اصل تمام شاخوں کو حیات بخشی ہے۔ اسی طرح تمام عالم ممکنات اور جملہ موجودات عالم کے لیے

رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ اصل الاصول ہے اور ہر فرد ممکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے فرع اور شاخ کا حکم رکھتا ہے۔

جس طرح درخت کی تمام شاخیں جڑ سے حیات باقی حاصل کرتی ہیں اسی طرح عالم امکان کا ہر فرد حضور ﷺ سے ہر قسم کے فیوض و

برکات اور حیات کا استفادہ کرتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر فرد ممکن کو اس کے حسب حال حیات واقعی عطا فرماتے ہیں اور اس کی

صورت یہ ہوتی ہے کہ عالم کے ہر ذرہ کی طرف حضور ﷺ متوجہ ہوتے ہیں اور ہر ایک کو اس کے حسب حال فیض رسائی فرماتے ہیں چنانچہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی مشہور کتاب فیوض الحرمین میں حضور ﷺ کی اس رحمت اور فیض

رسائی کا اس طرح بیان فرمایا ہے۔

فتفتطنت ان له خاصية من تقويم روحه بصورة جسده عليه الصلوة والسلام وانه الذي اشار اليه بقوله ان

الانبياء لا يموتون وانهم يصلون ويحجون في قبورهم وانهم احياء الى غير ذلك لم اسلم عليه قط الا وقد

البسط الى والشرح وتبدي وظهور ذلك لانه رحمة للعالمين (فیوض الحرمین ص ۲۸ طبع دیوبند)

ترجمہ: ”پس مجھ کو دریافت ہوا کہ آپ ﷺ کا خاصہ ہے۔ زود کو صورت جسم میں قائم کرنا اور یہ وہی بات ہے جس کی طرف آپ نے

اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نہیں مرتے اور نماز پڑھا کرتے ہیں اپنی قبروں میں اور انبیاء حج کیا کرتے ہیں اپنی

قبروں میں اور وہ زندہ ہیں وغیرہ وغیرہ اور جب میں نے آپ پر سلام بھیجا تو آپ مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا اور ظاہر ہوئے اور

یہ اس واسطے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔“

نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اسی کتاب فیوض الحرمین میں ایک دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں کہ

لما دخلت المدينة المنورة فوزرت الروضة المقدسة على صاحبها افضل الصلوة والتسليمات رأيت روحه صلى

الله عليه وسلم ظاهرة بارزة لا في عالم الارواح فقط بل في المثل القريب من المحس فاحدكت ان العوام انما

يذكرون حضور النبي صلى الله عليه وسلم في الصلوة وامامة بالناس فيها وامثال ذلك من هذه الدقيقة

(فیوض الحرمین ص ۲۷)

ترجمہ: ”جب میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے روضہ مقدسہ کی زیارت کی تو آپ ﷺ کی روح مبارک کو ظاہر اور

عیاں دیکھا نہ صرف عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں ان آنکھوں سے قریب، پس میں نے معلوم کیا کہ جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ

آنحضرت ﷺ نمازوں میں بنفس نفیس تشریف لاتے ہیں اور لوگوں کی امامت فرماتے ہیں اور ایسی ہی اور باتیں اسی مآزک سے

حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔

مسئلہ سے متعلق ہیں۔“

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

لَمْ يَزَلْ ﷺ وَلَا يَزَالُ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْخَلْقِ مُقْبِلًا إِلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ (فیوض الحرمین ص ۳۰)

ترجمہ: ”آنحضرت ﷺ ہمیشہ خلقت کی طرف متوجہ ہیں اور انکی طرف اپنا رخ انور فرماتے ہوئے ہیں۔“

اسی سلسلہ میں آگے چل کر حضرت شاہ صاحب موصوف ایک نہایت ہی بصیرت افروز تقریر فرماتے ہیں:

وَرَأَيْتُهُ ﷺ مُسْتَقِرًّا عَلَى تِلْكَ الْحَالَةِ الْوَاحِدَةِ دَائِمًا لَا يَزْعُجُهُ فِي نَفْسِهِ ارَادَةُ مُتَجَدِّدَةٍ وَلَا شَيْءٌ مِنَ الدُّوَاعِي نَعْمَ لِمَا

كَانَ وَجْهَهُ ﷺ إِلَى الْخَلْقِ كَانَ قَرِيبًا جَدًّا مِنْ أَنْ يُرْتَفَعَ الْإِنْسَانُ إِلَيْهِ بِمُجْهِدِهِمْ فِي نَائِبَةٍ أَوْ يَفِيضُ عَلَيْهِ مِنْ

بِرْكَانِهِ حَتَّى يَتَحِيلَ أَنْهُ ذُو أَرَادَاتٍ مُتَجَدِّدَةٍ كَمَثَلِ الَّذِي بِهِمَّةُ إِغَاثَةِ الْمَلْهُوفِينَ الْمُحْتَاجِينَ (فیوض الحرمین ص ۳۰)

ترجمہ: ”اور دیکھا میں نے آنحضرت ﷺ کو قائم ہمیشہ اسی حالت واحدہ پر کہ وہاں سے نہ تو آپ کو کوئی ارادہ متجدد وہٹا سکتا ہے اور نہ کوئی

داعیہ۔ ہاں جس وقت آپ متوجہ ہوتے ہیں خلق کی طرف تو نہایت قریب ہوتے ہیں کہ انسان اپنی کوشش دہمت سے عرض کرے اور آپ

زیادری کریں اس کی مصیبت میں یا اس پر ایسی برکتیں افاضہ فرمائیں کہ وہ خیال کرے کہ آپ صاحب ارادات متجددہ ہیں۔ جیسے کوئی

فحش مظلوموں محتاجوں کی مدد میں مصروف ہو۔“

صاحب روح العالی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کی ان عبارات سے یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہو کر

سامنے آگئی کہ رسول اللہ ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرکز حیات ہونے کی چمکتی ہوئی دلیل ہے کیونکہ جب

تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام متصف بحیات نہ ہوں کسی کو فیض نہیں پہنچا سکتے۔ تمام عالم اور کل مخلوقات کے ہر ہر فرد کو فیض پہنچانا اس وقت

تک ممکن ہی نہیں جب تک ہر ذرہ کائنات میں پائے جانے والے کمال کا وجود ذات مقدسہ میں نہ ہو۔ حیات اوداع روح القدس کے زندہ

ہونے کی دلیل ہے اور حیات اجسام جسم پاک کی حیات کی دلیل ہے۔

دوسری آیت جو رسول اللہ ﷺ کی حیات مقدسہ کو ثابت کرتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ

ترجمہ: ”اور نہ کہو ان لوگوں کے لیے جو قتل کئے گئے اللہ کی راہ میں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں اور لیکن تم نہیں جانتے۔“ (البقرہ: ۱۵۴)

بظاہر یہ آیت کریمہ شہداء (غیر انبیاء) کی حیات پر دلالت کرتی ہے لیکن درحقیقت انبیاء علیہم السلام بالخصوص نبی کریم ﷺ اس میں شامل

ہیں۔ اس لئے کہ دلائل و واقعات کی روشنی میں یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام شہید ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے دنیا

میں شہادت کا درجہ پایا اور ”مَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ کے عموم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلاشبہ داخل ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ

ہے کہ ”یُقْتَلُ“ قتل سے ماخوذ ہے اور قتل کے معنی ہیں امات یعنی مار ڈالنا۔

رسول اللہ ﷺ کا مقام (اس حیثیت سے کہ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ سے بڑے بڑے عظیم الشان معجزات کا ظہور ہوا) یہ تھا کہ

کوئی شخص حضور ﷺ کو قتل کرنے اور مار ڈالنے پر قادر نہ ہو۔ اس لئے کہ ایسا ہونا بادی النظر میں معجزات عظام کے منافی (۱) تھا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَاللّٰهُ يَخْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ"۔ (المائدہ: ۶۷) یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ اور کوئی شخص آپ ﷺ کے قتل کرنے اور مار ڈالنے پر قادر نہ ہوگا۔ قتل اور امات کے معنی میں ایک باریک فرق ہے جسے ملحوظ رکھنا ضروری ہے امام راغب اصفہانی قتل کے معنی بیان کرتے ہوئے اس فرق کو ظاہر فرماتے ہیں مفردات راغب میں ہے۔

(قتل) اصل القتل ازالة الروح عن الجسد كالموت لكن اذا اعتبر بفعل المتولى لذلك يقال قتل واذا اعتبر بفوت الحياة يقال موت

ترجمہ: "قتل" قتل کے اصل معنی جسم سے روح کو زائل کرنے کے ہیں۔ جیسے موت لیکن جب متولی اور متصرف ازالہ کے فعل کا اعتبار کیا جائے تو قتل کہا جائے گا اور جب فوت حیات کا اعتبار کیا جائے تو موت کہا جائے گا۔

قتل میں چونکہ فاعل کا فعل معتبر ہوتا ہے اور فعل کا اختیار عید کیلئے بھی حاصل ہے۔ اس لئے قتل کی اسناد عید کی طرف صحیح ہے اور عید کو قاتل کہا جاسکتا ہے بخلاف امات کے کہ اس میں فعل مذکور معتبر نہیں بلکہ فوت حیات کا اعتبار ہے اور عید کا اختیار فعل سے متجاوز ہو کر فوت حیات تک نہیں پہنچتا۔ حیات کا فوت ہونا قدرت خداوندی ہی سے متعلق ہے اس لئے امات کی اسناد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہو سکتی ہے ازالہ حیات صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اور میت اس کے سوا کوئی نہیں۔

ہمارے اس بیان سے ناظرین کے ذہن میں ایک اشکال پیدا ہو گیا ہوگا۔ اور وہ یہ کہ حضور ﷺ کا "مَنْ يُقْتَلُ" کے عموم میں داخل ہونا "وَاللّٰهُ يَخْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" کے منافی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ ان کی جان پاک کو لوگوں سے بچانے کا وعدہ فرما چکا۔ تو اب انہیں کس طرح قتل کیا جاسکتا ہے اور بغیر قتل ہوئے "مَنْ يُقْتَلُ" میں حضور ﷺ کا شامل ہونا ممکن نہیں۔

اس کے حل کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ قتل میں فعل فاعل کا اعتبار ہوتا ہے اور امات میں فوت حیات کا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وعدہ الہیہ کے الفاظ ہیں "وَاللّٰهُ يَخْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" اس میں نہ قتل کا لفظ ہے نہ موت کا۔ اس وعدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کے مار ڈالنے سے اللہ آپ کو بچائے گا۔ یعنی آپ ﷺ کی ذات پاک کیلئے کوئی ایسا فعل نہ کر سکے گا جس سے عادی علی الفور آپ کی موت واقع ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور کسی شخص نے آپ ﷺ کو مار ڈالنے پر قدرت نہ پائی۔

رہا یہ امر کہ "مَنْ يُقْتَلُ" کے عموم میں حضور ﷺ کیسے داخل ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ قتل سے مراد وہ فعل ہے جو فوت حیات کا موجب ہو جائے۔

فعل قتل کا فوت حیات کیسے موجب ہونا دو طریقے سے ہوتا ہے ایک عادی دوسرا غارقا للعادة۔ عادی فعل قتل سے علی الفور ازالہ حیات ہو جاتا ہے اور خرق عادت کے طور پر علی الفور ازالہ حیات نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک مدّت طویلہ کے بعد ہی اس کا سبب موت ہونا ظاہر ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو پہلی قسم کے قتل سے بچا کر اپنے وعدے کو پورا فرمادیا اور دوسری قسم کا فعل قتل حضور ﷺ کے لیے برباء حکمت متحقق کر دیا تاکہ حضور ﷺ "مَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ" کے عموم میں داخل ہو کر شہادت کا مرتبہ پائیں اور کسی بے دین کے لئے سے

حضور ﷺ کو مردہ کہہ کر حیات ثبوت کے انکار کی مجال باقی نہ رہے۔

ہمارے اس دعویٰ کی دلیل امام بخاری اور امام بیہقی کی وہ حدیث ہے جو امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب ”انباء الانبیاء“ میں نقل فرمائی ہے۔

واخرج البخاری والبیہقی عن عائشة قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی مرضہ الذی توفی فیہ لم ازل اجد الم الطعام الذی اکلتم بخیر فہذا او ان انقطع ابہری من ذالک السم (انباء الانبیاء ص ۱۳۹)

ترجمہ: ”امام بخاری اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مرض میں فرماتے تھے کہ میں نے خیر میں جو زہر آلود، لقمہ کھایا تھا میں اس کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں پس اب وہ وقت آ پہنچا کہ اسی زہر کے اثر سے میری رگ جان منقطع ہو گئی۔“

نیز امام زرقاتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد ثبت ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم مات شہیداً لاکلہ یوم خیبر من شاة مسبومة سما قاتلاً من ساعته حتی مات منه بشر (بکسر الموحدة) وسکون المعجمة (ابن الدراء) بن معرور (وصار بقاؤہ صلی اللہ علیہ وسلم معجزة فکان بہ الم السم یتعاہدہ) احیاناً (الی ان مات بہ) (زرقاتی جلد ۸ ص ۳۱۳)

ترجمہ: ”اور بیشک یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی وفات پائی۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ایسی زہر ملائی ہوئی بکری کے گوشت کا ایک لقمہ تناول فرمایا جس کا زہر ایسا قاتل تھا کہ اس کے کھانے سے اس وقت علی الفور موت واقع ہو جائے۔ یہاں تک کہ اس زہر کے اثر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی بشر بن براء بن معرور اسی وقت فوت ہو گئے اور حضور ﷺ کا ہاتھ رہنا معجزہ ہو گیا۔ وہ زہر حضور ﷺ کو اکثر تکلیف دیتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی کے اثر سے حضور ﷺ کی موت واقع ہوئی۔“

بخاری، بیہقی، سیوطی اور زرقاتی کی ان پیش کردہ روایات سے ہمارا دعویٰ بخوبی ثابت ہو گیا اور وہ یہ کہ حضور ﷺ کو قتل کرنے کے لیے زہر دیا گیا اور اسی زہر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت واقع ہوئی۔ اگرچہ زہر دینے اور موت واقع ہونے میں تین سال کا وقفہ تھا لیکن وقت شریف اسی زہر دینے کے فعل سے واقع ہوئی اور تین سال تک حضور ﷺ کا باقی رہنا زہر دینے اور اس فعل قتل کی کمزوری کی بناء پر نہ تھا بلکہ خرق عادت اور حضور ﷺ کے معجزہ کے طور پر تھا جیسا کہ ہم عبارات منقولہ سے ثابت کر چکے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ”انباء الانبیاء“ میں فرماتے ہیں:

واخرج احمد و ابو یعلی والطبرانی والحاکم فی المستدرک والبیہقی فی دلائل النبوة عن ابن مسعود قال لان احلف تسعا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل قتلاً احب الی من ان احلف واحدة انه لم یقتل وذلک ان

اللہ تعالیٰ اتخذہ نبیاً واتخذہ شہیداً۔ (انباء الانبیاء ص ۱۳۸، ۱۳۹ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: ”احمد، ابو یعلیٰ، طبرانی اور مستدرک میں حاکم نے اور دلائل الغلوۃ میں بیہقی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں لو مرتبہ قسم کھا کر یہ بات کہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کئے گئے تو یہ بات مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دفعہ قسم کھا کر یہ کہ دوں کہ حضور ﷺ قتل نہیں کئے گئے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی!“

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ظاہر ہو گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ”مَنْ يُمْكِنُ لِي سَمْعُيَ هَذِهِ“ کے مضمون میں داخل ہیں۔ اس بناء پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زندہ ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے منعم علیہم کے چار گروہ قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں۔ نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین اور ہر نعمت کی اصل رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ ہے۔ جیسا کہ سابقہ تفصیل سے معلوم ہو چکا۔ نبوت، صدیقیت اور صالحیت کے اوصاف کا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں پایا جاتا تو سب کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے۔ اب اگر وصف شہادت حضور ﷺ کیلئے (ہمارے بیان کردہ دلائل کی روشنی میں) تسلیم نہ کیا جائے تو حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کمال شہادت سے محروم رہے گی۔ جو حضور ﷺ کے رحمۃ اللعالمین ہونے اور تمام کمالات و انعامات الہیہ کے لئے حضور ﷺ کے اصل ہونے کے متانی اور محارض ہے جو باطل محض اور دلائل کی روشنی میں مردود ہے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ نبوت و صدیقیت اور صالحیت کی طرح وصف شہادت بھی حضور اکرم کی ذات مقدسہ میں بلاشبہ پایا جاتا ہے۔ ”وهو المراد“

نبوت و رسالت، رُسل و انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات پر روشن دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت بھی کوئی نبی اور رسول دنیا میں مبعوث فرمایا تو وصف نبوت اور رسالت کو جسم اور روح دونوں کے ساتھ متعلق فرمایا اور حقیقی نبوت و رسالت جسم و روح کے مجموعے کیلئے ہی متعلق ہے۔ عالم اوداع میں حضور ﷺ کا نبی ہونا اور حضور ﷺ کا ”كنت نبيا و آدم بين الروح والجسد“ فرمانا، ہمارے اس بیان کے منافی نہیں۔ اس لئے کہ عالم اوداع میں روحانی نبوت متعلق تھی۔ جس کو اس عالم میں پائی جانے والی نبوت کے مقابلہ میں حقیقی نبوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حقیقی نبوت و رسالت وہی ہے جو مجموعہ جسد و روح کے لئے متعلق ہو۔ علامہ زرقانی صرف روح کے لئے نبوت و رسالت ماننے کے قول پر تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

(وتعقب) لهذا التعليل (بان الانبياء احياء في قبورهم) كما صرح به الاحاديث (فوصف النبوة في الجسد والروح معا) اي الاتصاف بالنبوة مع الرسالة وان انقطع العيل بشرائعهم سوى شريعة نبينا صلى الله عليه وسلم (زرقانی جلد ۶ ص ۱۶۹)

ترجمہ: ”اور (منکرین کی) اس تعلیل کا تعاقب اس طرح کیا گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ لہذا وصف نبوت و رسالت جسم و روح دونوں کیلئے ایک ساتھ باقی ہے۔ یعنی ”اتصاف بالنبوة مع الرسالة““

اگرچہ ان کی شرائع پر عمل منقطع ہو چکا۔ سو ہمارے نبی کریم ﷺ کی شریعت کے۔

اس مہارت سے ثابت ہوا کہ نبوت صرف روح کیلئے نہیں بلکہ جسم و روح دونوں کیلئے ہے ایسی صورت میں حیات جسمانی کا انکار نبوت و رسالت حقیقیہ کا انکار ہے جیسا کہ بعض کراہوں کا غلط عقیدہ ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

ام زرقانی فرماتے ہیں:

(فان قلت هل هو عليه الصلوة والسلام باق على رسالته الى الان) بعد الموت الى الابد اجاب ابو المعين (النسلي) منه (بان الاشعري قال انه عليه الصلوة والسلام الان في حكم الرسالة وحكم الشيء يقوم مقام اصل الشيء) الخ (زرقانی جلد ۶، ص ۱۶۸، ۱۶۹، مطبوع مصر)

اگر سوال کیا جائے کہ نبی کریم ﷺ اپنی رسالت پر اب باقی ہیں یا نہیں تو اس کے جواب میں ابو المعین نسلی نے کہا کہ امام اشعری رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اب رسالت کے حکم میں ہیں اور کسی شے کا حکم اصل شے کے قائم مقام ہوا کرتا ہے۔ الخ۔ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضور کی رسالت حقیقی نہیں بلکہ حکمی ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ امام اشعری رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضور ﷺ کے لیے حیات جسمانی کی نفی بالضرور لازم آئے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے محض اپنی ضد پر اصرار کرنے کی وجہ سے بہت سی غلط باتیں ائمہ اہل سنت کے سر قہوپ دیں اور بعض علماء اہل حق نے محض سادہ لوحی کی بنا پر انہیں نقل کر دیا لیکن تحقیق کے بعد ان باتوں کا کذب صریح ہونا ثابت ہو گیا۔ یہ بات بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ امام اشعری رضی اللہ عنہ پر یہ کھلا بہتان ہے اور افتراء صریح ہے۔ دیکھئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اسی بہتان کے جواب میں فرماتے ہیں۔

ثم قال ويمكن ان يقال انها باقية حكما بعد موته وكان استحقاقه بحقيقة الرسالة لا بالقيام بامور الامة اه ولا يخفى ما في كلامه من ايها انقطاع حقيقتها بعد صلى الله عليه وسلم فقد افادني الدر المنثور انه خلاف الاجماع قلت واما ما نسب الى الامام الاشعري امام اهل السنة والجماعة من انكار ثبوتها بعد الموت فهو افتراء وبهتان والمصرح في كتبه وكتب اصحابه خلاف ما نسب اليه بعض اعدائه لان الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء في قبورهم وقد اقام النكير على افتراء ذلك الامام العارف ابو القاسم القشيري في كتابه شكايه اهل السنة وكذا غيره كما بسط ذلك الامام ابن السبكي في طبقات الكبري في ترجمة الامام الاشعري

النهلي (شامی جلد سوم ص ۲۵۹)

ترجمہ: "پھر (مقدمی نے کہا) کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ کی رسالت حضور کی موت سے بعد علما باقی ہے اور حضور ﷺ (نہایت کے حصے کا) مستحق ہونا اسو امت کے قیام کے ساتھ نہیں بلکہ حقیقت رسالت کے ساتھ متعلق تھا۔ مقدمی کے اس کام میں حضور ﷺ کے بعد حضور کی حقیقت رسالت کے انقطاع کا جو ایہام پایا جاتا ہے غلطی نہیں۔ درمختی میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ کے بعد حقیقت رسالت کے انقطاع کا قولی خلاف اجماع ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام السنہ امام اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف حضور کے بعد حضور کی رسالت حقیقیہ کے ثبوت کا جو انکار منسوب کیا جاتا ہے، وہ افتراء اور بہتان ہے۔ امام اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی کتابوں میں اس کے خلاف تصریحات موجود ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اس افتراء عظیم پر امام عارف باللہ ابو القاسم قشیری نے اپنی کتاب شکایت السنہ میں اور اسی طرح ان کے علاوہ دیگر ائمہ دین نے زبردست انکار کیا جیسا کہ امام سبکی نے طبقات کبریٰ میں امام اشعری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں اس بہتان طرازی کا نہایت تفصیل سے جواب دیا ہے۔" (ج ۱)

علامہ شامی امام ابو القاسم قشیری امام ابن سبکی اور ان کے علاوہ دیگر علمائے امام کی تصریحات سے یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئی کہ امام اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی حیات کا انکار کر کے معاذ اللہ حضور ﷺ کی رسالت حقیقیہ کے ہرگز منکر نہیں اور ایسی ناپا ک بات ان کے دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کر کے ان پر بہتان باندھا ہے۔

تیسری آیت جو حیات النبی ﷺ کی روشن دلیل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحَ جَنَّاتُ عَدْنٍ مِمَّا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

(آل عمران آیت ۱۶۹، ۱۷۰)

علامہ شوکانی (غیر مقلدین کے پیشوا) اس آیت کے تحت اپنی "تفسیر فتح القدیر" میں لکھتے ہیں:

ومعنى الآية عند الجمهور انهم احياء حياة مخلقة ثم اختلفوا فمنهم من يقول انها ترد اليهم ارواحهم في قبورهم فيتنبعون وقال مجاهد يرزقون من ثمر الجنة اى يجدون ريحها وليسوا فيها وذهب من عدا الجمهور الى انها حياة مجازية والمعنى انهم في علم الله مستحقون التمتع في الجنة والصحيح الاول ولا موجب المصير الى المجاز وقد وردت السنة المطهرة بان ارواحهم في اجواف طيور وانهم في الجنة يرزقون ويأكلون ويتمتعون (فتح القدیر ص ۱۶۵)

ترجمہ: "جمهور السنہ کے نزدیک آیت کے معنی یہ ہیں کہ شہداء کرام حیات حقیقیہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ (حیات حقیقی تسلیم کرنے کے بعد) اس کی کیفیت میں جمهور کے درمیان اختلاف ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ ان کی روحوں ان کی قبروں میں لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ عیش و طرب میں رہتے ہیں اور مجاہد کا قول ہے کہ انہیں جنت کے بھل دیئے جانے سے یہ مراد ہے کہ وہ ان کی خوشبو محسوس کرتے ہیں اور وہ جنت میں نہیں ہیں۔ جمهور کے علاوہ لوگوں کا قول ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ وہ مجازی طور پر زندہ ہیں۔ ان کے نزدیک اس سے

آیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ علم الہی میں جنت کی نعمتوں کے حقدار ہیں۔ مگر صحیح وہ پہلا قول ہے جو جمہور نے اختیار کیا مجازی معنی لینے کی کوئی وجہ نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ شہیدوں کی روہیں پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں اور وہ جنت میں ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ کھاتے ہیں اور ہر قسم کے فوائد حیات حاصل کرتے ہیں۔“

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ انباء الاذکیاء بحیۃ الانبیاء میں فرماتے ہیں:

وقد قال الله تعالى في الشهداء (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ) والانبیاء اولیٰ بذلك فهم اجل واعظم وما من نبی الا وقد جمع مع النبوة وصف الشهادة فيدخلون في عموم لفظ الآية (انباء الاذکیاء ص ۱۳۸)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے میں فرمایا (اور نہ گمان کرو ان لوگوں کے بارے میں جو قتل کئے گئے اللہ کی راہ میں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے نزدیک رزق دیئے جاتے ہیں) اور انبیاء اس کے ساتھ ادنیٰ ہیں اور وہ اجل واعظم ہیں اور کوئی نبی نہیں لیکن اس نے نبوت کے ساتھ وصف شہادت کو بھی جمع کر لیا ہے۔ لہذا وہ لفظ آیت کے عموم میں ضرور داخل ہوں گئے۔“

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے یہی واضح ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں وصف شہادت پایا جاتا ہے۔ لہذا حیات انبیاء علیہم السلام بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔ شہدا کی حیات اہلسنت کے نزدیک اس قدر اہمیت رکھتی ہے کہ شوافع نے اس آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ کو اس مسئلہ کی دلیل بنالیا۔ کہ شہید کے جنازے کی نماز نہیں ہوتی۔ شوافع کہتے ہیں۔

لقوله تعالى وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا وَالصَّلَاةُ عَلَى السَّيِّئَاتِ لَا عَلَى الْحَيِّ

(مبسوط امام سرخسی جلد ۲ ص ۵۰)

شوافع کی اس دلیل کے جواب میں اختلاف حیات شہدا کا انکار نہیں کرتے بلکہ انہیں زندہ مان کر احکام حیات کو دنیا کی بجائے آخرت سے متعلق قرار دیتے ہیں۔ دیکھئے مبسوط جلد ۲ صفحہ ۵۰۔

سوال: حیات بعد اسوت شہداء کے لئے خاص نہیں بلکہ ہر مومن صالح کیلئے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (س: النحل آیت ۹۷)

پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مردہ کہنے کی ممانعت صرف شہدا کے حق میں کیوں وارد ہوئی۔

جواب: صرف مومن صالح نہیں بلکہ مومن و کافر سب کے لئے نفس حیات ثابت ہے۔ کما سنیونہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے باوجود مردہ کہنے کی ممانعت صرف شہداء کے حق میں اس لئے وارد ہوئی کہ شہداء مقتول فی سبیل اللہ ہوتے ہیں اور اپنی جانیں خدا کے لئے دیتے ہیں اور خاص طور پر اپنی عزیز ترین متاع حیات (دنیا) کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور ان کا یہ وصف دیگر اوصاف پر غالب ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں انعام خاص کے طور پر حیات دنیویہ کے بدلے میں ایسی حیات عطا فرماتا ہے۔ جس کے اثرات بعض احکام سے

دنیاوی کی صورت میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً ان کو غسل نہ دینا اور ان کے حق میں مردہ نہ کہنا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (الانعام ۱۶۰)

”جو ایک نیکی کرے اسے اس کی مثال دس نیکیاں ملیں گی۔“

لہذا ایک جان دینے والے کو دس جانیں عطا کیا جانا ثابت ہوا۔

دنیا میں ایک جان کے ساتھ زندہ انسان جب اپنے آپ کو زندہ سمجھتا ہے تو جیسے اس ایک جان کے بدلے دس جانیں عطا کی گئی ہیں وہ کیونکر مردہ ہو سکتا ہے اور اسے مردہ کہنا یا سمجھنا کس طرح درست قرار پا سکتا ہے۔ اس بناء پر شہداء کے حق میں مردہ کہنے کی غمی وارد ہوئی چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام شہید ہیں لہذا مردہ کہنے کی ممانعت انبیاء علیہم السلام کے حق میں پہلے ہوگی اور محض شہداء کے حق میں ان کے بعد

”فائدہ ان دونوں آیتوں“ وَلَا تَقُولُوا لِلَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ اور وَلَا تَحْسَبُوا الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا میں لفظ ”انبیاء“ سے لَتَنَ يُقْتَلُ اور الَّذِينَ قُتِلُوا کی طرف عدول فرمانے میں بھی یہی نکتہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اگرچہ شہید ہیں لیکن ان کی شہادت وصف نبوت سے مغلوب ہے اور دونوں آیتوں میں مضمون کلام کی مناسبت وصف شہادت سے تھی اس لئے انبیاء کی بجائے مَنْ يُقْتَلُ اور الَّذِينَ قُتِلُوا فرمایا گیا۔

علاوہ ازیں اگر لفظ ”انبیاء“ لایا جاتا تو مردہ کہنے کی ممانعت اور ”مل احياء“ کا حکم انبیاء کے ساتھ خاص ہو جاتا جو صحیح نہ تھا۔ نیز لَتَنَ يُقْتَلُ کا مضموم اور الَّذِينَ قُتِلُوا کا مفہوم عامۃ المسلمین کو جہاد کی رغبت دلاتا ہے۔ اس کی بجائے ”لفظ انبیاء“ یہ فائدہ نہیں دیتا۔ لہذا منقولہ بال دونوں آیتوں میں لفظ انبیاء کا نہ ہونا نکتہ اور حکمت پر مبنی ہے اس بناء پر نہیں کہ معاذ اللہ حضرات انبیاء علیہم السلام مضمون آیت سے خارج ہیں۔ فافہم وتدبر۔

احادیث کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ

(۱) ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے کتاب حیات الانبیاء میں روایت کی: عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی

اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

(۲) ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے کہ

عن یوسف بن عطیة قال سمعت ثابت البنانی رحمة الله عليه يقول لمحید الطویل هل بلغک ان احدا یصل فی

قبرہ الا الانبیاء قال لا

ترجمہ: ”یوسف بن عطیہ سے مروی ہے کہ میں نے ثابت بنانی کو حمید طویل سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کیا تمہیں کوئی ایسی حدیث پہنچی ہے کہ

انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی قبر میں نماز پڑھتا ہوا نہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔“

ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔
(۳) ابوداؤد اور بیہقی نے روایت کی:

عن اوس بن اوس الشقفي رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من افضل ايامكم يوم الجمعة فاكثروا على الصلوة فيه فان صلاتكم تعرض على قالوا يا رسول الله وكيف تعرض عليك صلاتنا وقد ارميت يعني بليت فقال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء (ابوداؤد ص ۱۵۰)

ترجمہ: ”اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے سب دنوں میں افضل ترین دن یوم جمعہ ہے۔ لہذا جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کیا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟ حالانکہ آپ تو بوسیدہ ہو جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔“

(۴) بیہقی نے شعب الایمان اور اصہبانی نے ترغیب میں روایت کی ہے کہ:

عن ابی ہریرۃ رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى على عند قبري سمعته ومن صلى على نائيا ابلغته

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری قبر کے نزدیک مجھ پر درود پڑھا میں اسے خصوصی توجہ کے ساتھ خود سنا ہوں اور جس نے دور ہونے کی حالت میں مجھ پر درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔“
(۵) امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کی:

عن عمار رضي الله تعالى عنه قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول ان الله ملكا اعطاه اسماع الخلائق ثم صلى على قبري فما من احد يصلي على صلاة الا بلغنيها

”حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی اسماع (یعنی سب کی آوازیں سننے کی طاقت) عطا فرمائی ہے اور وہ میری قبر انور پر کھڑا ہے، پس کوئی شخص نہیں جو مجھ پر درود بھیجے، مگر وہ فرشتہ اس کا درود مجھ پر پہنچا دیتا ہے۔“

(۶) امام بیہقی نے حیات الانبیاء میں اور اصہبانی نے ترغیب میں روایت کی

عن انس رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى على مائة في يوم الجمعة وليلة الجمعة قضى الله له مائة حاجة سبعين من حوائج الآخرة وثلاثين من حوائج الدنيا ثم وكل الله بذلك ملكا يدخله في قبري كما يدخل عليكم الهدايا ان علمي بعد موتي كعلمي في الحياة ولفظ البيهقي يخبرني من ←

صلی علی باسمہ ونسبہ فائتہ فی صحیفۃ بیضا

”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں مجھ پر سو دفعہ درود شریف پڑھا اس کی سوجا جتنیں پوری ہوں گی۔ ستر حوائج آخرت سے اور تیس حوائج دنیا سے پھر یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درود شریف پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جو اسے میری قبر میں داخل کرتا ہے۔ جس طرح تم پر ہدایا داخل کئے جاتے ہیں۔ بیک موت کے بعد میرا علم ایسا ہی ہے جیسا حیات میں میرا علم ہے اور بیٹقی کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ فرشتہ درود پڑھنے والے کا نام اور اس کا نسب مجھے بتاتا ہے تو میں اسے ایک چمکتے ہوئے صحیفہ میں لکھ لیتا ہوں۔“

(۷) امام بیہقی نے روایت کی:

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الانبیاء لا یغفرون فی قبور ہم بعد اربعین لیلة ولکن ہم یصلون بین یدی اللہ سبحانہ وتعالیٰ حتی ینفخ فی الصور

”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک انبیاء علیہم السلام چالیس راتوں کے بعد اپنی قبروں میں نہیں چھوڑے جاتے اور لیکن وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے نماز پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ صور پھونکا جائے۔“

(۸) سفیان ثوری نے جامع میں روایت کی اور کہا کہ

قال شیخ لنا عن سعید بن المسیب قال ما مکث نبی فی قبرہ الا کثر من اربعین لیلة حتی یرفع ”اگرے شیخ نے سعید بن مسیب سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتا یہاں تک کہ وہ اٹھ بیٹھا جائے۔“

(۹) امام بیہقی نے واقعہ معراج میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور اس میں رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ ہیں:

وقد رأیتنی فی جماعۃ من الانبیاء فاذا مونی قائم یصلی واذا رجل ضرب جعد کانہ من رجال شنوۃ واذا ابن مریم قائم یصلی واذا ابراہیم قائم یصلی اشبه الناس بہ صاحبکم یعنی نفسہ فحانت الصلوۃ فاممہم ”اور بیشک میں نے خود اپنے آپ کو بھی جماعت انبیاء علیہم السلام میں دیکھا پھر مونی علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ ناگہن ایک ایسے آدمی ہیں جو دبے پتلے گھٹھریا لے بالوں والے ہیں گویا کہ وہ شنوہ کے آدمیوں میں سے ہیں اور اچانک ابن مریم کو دیکھا کہ وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ تمہارے صاحب سے بہت زیادہ مشابہ ہیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے لفظ صاحب سے اپنے آپ کو مراد لیا پھر نماز کا وقت آ گیا تو میں نے ان سب انبیاء علیہم السلام کی امامت کی۔“

(۱۰) امام بیہقی نے یہ حدیث بھی روایت کی:

انَّ النَّاسَ يُصْعَقُونَ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُفِیْقُ

”حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا (نفلہ اوئی کے وقت) سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے جس کو افاتہ ہوگا وہ میں ہوں گا۔“
 اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام قیامت تک زندہ رہیں گے۔ اس لئے کہ زندگی کے بغیر کسی پر بے ہوشی کا حال طاری ہونا ممکن نہیں۔ پھر یہ بے ہوشی احساس و شعور کے لیے محض ایک حجاب ہوگی۔ جسے موت کہنا جائز نہیں۔
 (۱۱) ابو یعلیٰ نے روایت کی:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ ابن مریم ثم لآن قام علی قبری فقال یا محمد لا جبتہ
 ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ عیسیٰ ابن مریم ضرور نازل ہونگے پھر وہ اگر میری قبر پر کھڑے ہوں اور یا محمد ﷺ کہہ کر مجھے پکاریں تو میں انہیں ضرور جواب دوں گا۔“
 (۱۲) ابو نعیم نے دلائل الخیوۃ میں روایت کی:

عن سعید بن المسیب قال لقد رأیتہ لیالی الحرة وما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیری وما یأتی وقت الصلوۃ الا وسمعت الاذان من القبر
 ”سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا جنگ حرہ کے زمانہ میں میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ مسجد نبوی میں میرے سوا اس وقت کوئی نہ تھا۔ ان ایام میں کسی نماز کا وقت نہ آتا تھا، مگر قبر انور سے میں اذان کی آواز سنتا تھا۔“
 (۱۳) زبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں روایت کی:

عن سعید بن المسیب قال لما ازل اسمع الاذان والاقامة فی قبر رسول اللہ ﷺ ایام الحرة حتی عاد الناس
 ”سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا میں ہمیشہ اذان اور تکبیر کی آواز رسول اللہ ﷺ کی قبر انور میں سنتا رہا۔ جنگ حرہ کے زمانہ میں یہاں تک کہ لوگ واپس آ گئے۔“
 (۱۴) ابن سعد نے طبقات میں روایت کی:

عن سعید بن المسیب انه کان یلازم المسجد ایام الحرة والناس یقتتلون قال فکنت اذا حانت الصلوۃ فاسمع اذا نأمن قبل القبر الشریف
 ”سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ حرہ کے زمانہ میں وہ مسجد نبوی میں ٹھہرے رہے اور لوگ آپس میں قتال کر رہے تھے۔ سعید بن مسیب نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا تو میں مسجد نبوی کی طرف سے اذان کی آواز سنتا تھا۔“
 (۱۵) دارمی نے اپنی مسند میں روایت کی انہوں نے کہا ہمیں مروان بن محمد نے خبر دی:

عن سعید بن عبد العزیز قال لما كان أيام الحرة لم يؤذن في مسجد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وان
سعید بن المستیّب لم یروح مقیماً فی المسجد وکان لا یعرف وقت الصلوة الا بهیمة یسمعها من قبر النبی صلی
الله علیہ وسلم

”سعید بن عبد العزیز سے مروی ہے انہوں نے کہا جب حرہ کی جنگ کا زمانہ تھا تو رسول اللہ ﷺ کی مسجد شریف میں نہ اذان ہوتی نہ
اقامت اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ مسجد شریف ہی میں مقیم رہے انہیں نماز کے وقت کا علم نہ ہوتا تھا لیکن ایک آواز سے جسے وہ نبی
کریم ﷺ کی قبر شریف سے سنتے تھے۔“

یہ احادیث و روایات حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص سید عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات جسمانی اور حقیقی پر صاف اور
واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں۔ جن میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی۔

(۱۶) امام احمد نے اپنی مسند میں، ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں بسند صحیح روایت کی ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علی الار د لہ علی روحی حتی ارد علیہ
السلام

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، کوئی جو مجھ پر سلام بھیجے لیکن اللہ تعالیٰ میری روح
کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔“

احادیث منقولہ بالا سے انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقی کے ساتھ حسب ذیل امور مستفاد ہوئے:

۱۔ انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبروں میں نماز پڑھنا اور دفن کے بعد چالیس راتیں گزرنے کے بعد انکا قبروں سے اٹھایا جانا۔

۲۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پیش کیا جانا اور سرکار ﷺ کا درود شریف سنا۔

۳۔ انبیاء علیہم السلام کے اجساد مقدسہ کا کھانا زمین پر حرام ہے۔

۴۔ دور سے پڑھنے والے کا درود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

۵۔ ایک فرشتہ حضور ﷺ کی قبر انور پر مقرر ہے جو تمام مخلوق کی آوازیں سنا ہے اور ہر ایک درود پڑھنے والے کا درود حضور ﷺ کی
خدمت میں پیش کرتا ہے۔

۶۔ حضور ﷺ کی قبر انور میں درود شریف ہدایا کی صورت میں داخل کیا جاتا ہے۔

۷۔ حضور ﷺ کا علم وفات شریف کے بعد ایسا ہی ہے جیسے حیات مقدسہ میں تھا۔

۸۔ حضور ﷺ درود بھیجنے والوں کا نام و نسب روشن صحیفے میں لکھتے ہیں۔

۹۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شب معراج خود اپنے آپ کو بھی جماعت انبیاء علیہم السلام میں دیکھا۔

- ۱۰۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوئی علیہ السلام کو ان کی قبر انور میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔
- ۱۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابن مریم علیہما السلام و ابراہیم علیہ السلام کو نماز پڑھتے دیکھا۔
- ۱۲۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی۔
- ۱۳۔ تو لوگ غمخوار ہوئی کے وقت بیہوش ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو افاقہ ہوگا۔
- ۱۴۔ یعنی علیہ السلام مارل ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حزار مبارک پر کھڑے ہو کر اگر حضور مہدی علیہ السلام کو پکاریں تو حضور مہدی علیہ السلام انہیں ضرور جواب دیں گے۔

۱۵۔ قبر انور سے ہر نماز کے وقت اذان اور بحیر کی آواز کا آئے۔

۱۶۔ ہر سلام بھیجنے والے کے سلام بھیجنے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رزق روح ہوتا اور ہر ایک کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جواب دینا۔ امور مفصلہ بالا سے حیات بعد الوفات کے علاوہ مندرجہ ذیل عنوانات نکلتے ہیں:

- ۱۔ انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبروں میں نماز پڑھنا۔
- ۲۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام پیش کیا جانا۔
- ۳۔ اجساد انبیاء علیہم السلام کا بعد الوفات محفوظ رہنا۔
- ۴۔ بعد الوفات انبیاء علیہم السلام کے علم و ادراک اور سمع و بصر کا برقرار رہنا۔
- ۵۔ قبور مقدسہ میں انبیاء علیہم السلام کے اعمال و تصرفات کا برقرار رہنا۔
- ۶۔ بارگاہ اقدس میں درود شریف کا بصورت ہدیہ پیش کرنا۔
- ۷۔ قبور سے اجساد انبیاء علیہم السلام کا اٹھایا جانا۔

موت و حیات

سب سے پہلے ہم موت اور حیات پر معروضات پیش کرتے ہیں علامہ سید محمود الوہابی حنفی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں ارقام فرماتے ہیں:

والموت علی ما ذهب الکثیر من اهل السنة صفة وجودية تضاد الحياة واستدل علی وجوديته بتعلق الخلق به وهو لا يتعلق بالعدمی لازلیة الاعدام وذهب القدريه وبعض اهل السنة الی انه امر عدمی هو عدم الحیات عما فی من شانه وهو المتبادر الی الذهن والاقرب الی الفهم واجیب عن الاستدال بالأیة بأن الخلق فیها معنی التقدير وهو يتعلق بالعدمی كما يتعلق بالوجودی وان الموت لیس عدما مطلقا صرفا بل هو عدم شیء مخصوص ومثله يتعلق به الخلق والایجاد بناء علی انه اعطاء الوجود ولو للغیر دون اعطاء الوجود لشیء فی —

نفسه او ان الخلق بمعنی الانشاء والاثبات دون الایجاد وهو بهذا المعنی یجری فی العدمیات او ان الکلام علی تقدیر مضاف ای اسباب الموت او ان المراد یخلق الموت والحیاء خلق زمان ومدة معينة لهما لا یعلیها الا الله فایجادها عبارة عن ایجاد زمانها مجازا ولا یخفی الحال فی هذه الاحتمالات والموت علی ما سمعت والحیاء صفة وجودیة بلا خلاف وهی ما یصح بوجوده الاحساس او معنی زائد علی العلم والقدرة یوجب لیسو صوف به حالا لم یکن قبله من صفة العلم والقدرة (روح المعانی جلد نمبر ۲۹ ص ۵/۴ طبع مصر)

اکثر اہلسنت کے نزدیک "موت" صفت وجودیہ ہے جو حیات کی ضد ہے۔ اس کے صفت وجودیہ ہونے پر آیت قرآنیہ خلق الموت والحیات سے استدلال کیا گیا۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ ازلیت عدم کی وجہ سے ہر عدی کے ساتھ خلق متعلق نہیں ہو سکتی..... اور قدر یہ اور بعض اہلسنت اس طرف گئے ہیں کہ موت ہر عدی ہے اور موت کے معنی ہیں قابل حیات چیز میں حیات کا نہ ہونا یہی معنی تہادر الی الذہن اور اقرب الی الفہم کے ہیں۔

ان قائلین کی طرف سے آیت سے استدلال کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ یہاں خلق بمعنی تقدیر ہے اور وہ جس طرح ہر وجودی سے متعلق ہوتی ہے اسی طرح عدی سے بھی متعلق ہوتی ہے یا یہ کہ موت صرف عدم مطلق نہیں، بلکہ وہ مطلقاً مخصوص کا عدم ہے اور اس جیسے عدی کے ساتھ اس بنا پر خلق متعلق ہو سکتی ہے کہ وہ اعطاء وجود ہے۔ اگرچہ یہ اعطاء فی نفسہ کسی شے کیلئے ہونے کی بجائے غیر ہی کے لیے کیوں نہ ہو۔ بہر صورت اعطاء وجود ضرور ہے۔ لہذا بایں معنی اس کے ساتھ خلق ایجاد کا متعلق ہونا درست ہو گا یا یہ کہ اس آیت میں خلق ایجاد کے معنی میں نہیں بلکہ انشاء واثبات کے معنی میں ہے اور بایں معنی نسل خلق کا عدمیات میں جاری ہونا صحیح ہے یا یہ کہ کلام تقدیر مضاف پر ہے "ای خلق اسباب الموت" یعنی موت نہیں بلکہ اسباب موت کو پیدا کیا یا یہ کہ اس آیت میں خلق موت و حیات سے موت و حیات کے زمانے اور ان کی مدت معینہ کا پیدا کرنا مراد ہے۔ جسے (ذاتی طور پر) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لہذا ان کی ایجاد مجازی طور پر عبارت ہے ان کے زمانے کی ایجاد سے یہ احتمالات ایسے ہیں جن کا حال اعلیٰ علم سے مخفی نہیں۔

حیات کے معنی

موت کے عدی اور وجودی ہونے میں اختلاف اقوال تو آپ سن چکے۔ اب حیات کا حال سنئے کہ حیات بغیر کسی خلاف کے صفت وجودیہ ہے۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ جس صفت کے پائے جانے سے احساس کا وجود صحیح قرار پائے۔ وہ حیات ہے یا ایسے معنی کا نام حیات ہے جس کا وجود علم و قدرت کے وجود پر زائد ہو اور وہ اپنے موصوف کے لیے صحت و علم و قدرت کے ایسے حال کو واجب کر دے جو اس سے پہلے نہ تھا۔ (روح المعانی، ص ۵، ج ۳)

۲۔ قاضی ثناء اللہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں:

والحیاء من صفات اللہ تعالیٰ وهی صفة یستتبعها العلم والقدرة والارادة وغیرها من صفات الکمال ←

وقد استودعها الله تعالى في الممكنات وخلقها فيها على حسب ارادته واستعداداتها فظهرت في الممكنات على مراتب شتى ظهرت في بعضها بحيث يستتبع المعرفة وفي بعضها بحيث يستتبع الحس والحركة الحيوانية المعبر عنها و عما يقابلها بقوله تعالى "كُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمَيِّتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ" والموت في كل مرتبة من المراتب المذكورة عبارة عن عدم الحياة او مطلقا او عدم الحياة عما من شأنه ان يكون حيا والتقابل بينهما اما تقابل العدم والملكة او الايجاب والسلب فهي صفة عدمية وقال بعض العلماء الموت صفة وجودية والتقابل بالتضاد فهي كيفية في الاجسام مانعة من العلم والقدرة والحس والحركة ونحوها الخ (تفسير مظہری پ ۲۹ ص ۱۸)

"اور حیات اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے اور وہ ایسی صفت ہے۔ جس کے ساتھ علم و قدرت، ارادہ وغیرہ تمام صفات کمالیہ وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صفت حیات ممکنات میں ودیعت فرمائی اور افراد ممکنات میں اسے اپنے ارادے اور ان کی قابلیتوں کے موافق پیدا کیا۔ چنانچہ وہ صفت حیات ممکنات میں مختلف مراتب پر ظاہر ہوئی۔ بعض میں اس طرح کہ اس کے ساتھ معرفت وابستہ ہے اور بعض میں اس طرح کہ حس و حرکت حیوانیہ اس کے ساتھ مربوط ہے جسے مع اس کے مقابل کے "كُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمَيِّتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ" کے ساتھ تعبیر کیا گیا اور موت مراتب مذکورہ میں سے ہر مرتبہ میں مہارت ہے عدم حیات سے، یا مطلقاً عدم سے "یا عدم الحياة عما من شأنه ان يكون حيا" سے۔ پس تقابل ان دونوں کے درمیان یا تقابل عدم والملکہ ہے یا تقابل الايجاب والسلب ہے۔ ان دونوں صورتوں میں موت صفت عدمیہ قرار پائے گی اور بعض علماء نے کہا کہ موت صفت وجودیہ ہے اور ان دونوں کے درمیان تقابل تضاد ہے۔ اس قول پر موت اجسام میں ایسی کیفیت کا نام ہے جو علم و قدرت اور حس و حرکت وغیرہ سے مانع ہو۔"

(۳) علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مدارک میں فرماتے ہیں: (والحیوة) ای ما یصح بوجودہ الإحساس والموت ضده ومعنی خلق الموت والحيوة ایہا ذلك المصحح واعدامہ (تفسیر مدارک جلد ۴ ص ۲۰۶)

"حیات وہ ہے جس کے پائے جانے سے احساس کا وجود مٹ کر رہ جائے اور موت اس کی ضد ہے اور "خلق الموت والحيوة" کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس صحیح کا ایہاد و اعدام فرمایا۔"

(۴) امام راغب اصفہانی مفردات میں فرماتے ہیں:

الحياة تستعمل على وجه الاول للمقولة التامة..... الغائية للمقولة الحساسة (مفردات امام راغب ص ۱۳۸ طبع مصر)

"حیات کا استعمال کئی وجہ پر ہے اول قوت تامہ کے لئے..... دوم قوت حساسہ کیلئے۔"

(۵) امام جمال الدین تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں:

الحيوة وهي ما به الإحساس والموت ضدها أو عدمه قولان والخلق على الغالب بمعنى التقدير (جلالین ص ۴۶۳) ←

”حیات وہ صفت ہے جس کے ساتھ احساس ہو اور موت اس کی ضد ہے یا اس کا عدم یہ دو قول ہیں اور قول ثانی کی بناء پر خلق بمعنی تقدیر ہے۔“

(۶) علامہ خازن تفسیر خازن میں فرماتے ہیں:

وقيل ان الموت صفة وجودية مضادة للحياة وقيل الموت عبارة عن زوال القوة الحيوانية وإهالة الروح عن الجسد وضد الحياة وهي القوة الحساسة مع وجود الروح في الجسد وبه سمي الحيوان حيواناً

(تفسیر خازن جلد ۷ ص ۱۰۳، ۱۰۴)

”بعض نے کہا کہ موت صفت وجودیہ ہے جو حیات کی ضد ہے اور بعض نے کہا کہ موت قوت حیوانیہ کے زائل ہو جانے اور جسم سے روح کے جدا ہو جانے کا نام ہے۔ اس کی ضد حیات ہے اور حیات ایسی قوت حساسہ کو کہتے ہیں جو عادتاً بدن میں روح کے پائے جانے کے ساتھ پائی جائے اور اسی وجہ سے حیوان کا نام حیوان رکھا گیا ہے۔“

ان تمام عبارات و اقتباسات سے یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آگئی کہ حیات ایسی صفت کا نام ہے جو علم و قدرت سمع و بصر کا سبب ہو اور موت وہ صفت ہے جو علم و قدرت سمع و بصر سے مانع ہو یا ان امور مخصوصہ کے عدم کا نام موت ہے جن علماء نے ازالہ قوت حیوانیہ اور اہالة الروح عن الجسد (قوت حیوانیہ کا زائل ہونا اور جسم سے روح کا جدا ہونا) موت کے معنی بیان کئے ہیں۔ ان کے کلام کا مفاد بھی اسی صفت کا انعدام ہے جو علم و احساس قوت و ارادہ کی صحیح تسلیم کی جاتی ہے۔ رہا یہ امر کہ روح کا بدن میں ہونا حیات ہے اور بدن سے اس کا مجرد خروج موت ہے تو موت و حیات کی یہ تعریف آج تک کسی نے نہیں کی پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حیات پر تو یہ تعریف کسی طرح صادق نہیں آسکتی۔ اس لئے کہ وہ جسم و روح سے پاک ہے۔ اس تقدیر پر حیات الہی کے انکار کے ساتھ حیات الہی کا بھی انکار لازم آئے گا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! کائنات میں روح سبب حیات ہو سکتی ہے۔ لیکن اسے نفس حیات کہنا کسی طرح درست نہیں علی ہذا روح کو خالق حیات کہنا بھی باطل محض بلکہ کفر خالص ہے۔ ”خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ“ اس دھوئی کی روشن دلیل ہے۔ کہ موت و حیات کی ایجاد یا تقدیر محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

ہاں البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ممکنات عالم کے افراد میں علم و ادراک، قوت و ارادہ حرکت و احساس کی صفت سمجھ پائے جانے کے لئے ان میں عادتہ روح کا ہونا ضروری ہے کیونکہ روح سبب حیات ہے اور سبب کا بغیر مسبب کے پایا جانا محال عادی ہے۔

اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ بدن میں روح کا مجرد دخول اور اس سے مطلق خروج حقیقتاً موت و حیات نہیں حقیقی موت و حیات جسم میں صفت مصححہ للعلم والقدرة (او ما يقوم مقامها) کا ہونا یا نہ ہونا ہے البتہ روح کے اس دخول و خروج کو موت عادی و حیات عادی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اور اسے حقیقی موت و حیات کیلئے سبب عادی کہا جاسکتا ہے۔ اسباب و عادات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور خالق و موجد حقیقی اپنی تاثیر و ایجاد میں اسباب و علل کا محتاج نہیں ہوا کرتا۔ اس کی شان ”مُفَعِّلٌ مَّا يَشَاءُ“ اور ”مُفْعَلٌ لِّمَا يَرِيدُ“ ہے۔ اگر وہ چاہے تو عادت کے خلاف بھی کر سکتا ہے اور سبب کے بغیر ہی مسبب کو وجود میں لاسکتا ہے بلکہ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ سبب کے باوجود

سب کو نہ ہونے دے۔ دیکھئے! مرد و عورت کا وجود اور ان کا اجتماع معبود انسانی پیدائش کا سبب عادی ہے۔ جیسا کہ تمام دنیا کے انسان اسی سبب کے ماتحت پیدا ہو رہے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کے موافق اپنی قدرت کا اظہار چاہا تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سبب مادی کے بغیر پیدا کر دیا اور آدم و حوا علیہما السلام کی تخلیق بھی اسی سبب معبود کے بغیر ہوئی۔ پھر یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ ہزاروں نہیں بلکہ بے شمار مواقع ایسے ہیں کہ جہاں پیدائش انسانی کا سبب معبود موجود ہے۔ لیکن تخلیق انسانی مفقود ہزاروں گھر بے چراغ بنیں گے۔ جہاں میں بھی ہزاروں جتن کرنے کے باوجود بھی اولاد کی نعمت سے محروم ہیں تو کیا اس کے باوجود بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ روح کے بغیر بغیر حیات معاد اللہ تحت قدرت نہیں۔

غلام یہ کہ موت و حیات ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ موت عادی، موت حقیقی۔ حیات عادی، حیات حقیقی۔ جسم میں روح کا نہ ہونا یا ہونے کے بعد کل جانا موت عادی ہے اور جسم میں روح کا موجود ہونا حیات عادی ہے اور جسم میں صفت مصححہ للعلم والقدرة (اوما یلومہ مقامہا) کا پایا جانا حیات حقیقی ہے اور اس کا نہ پایا جانا موت حقیقی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ کسی جسم میں روح کے بغیر حیات حقیقی پیدا کر دے اور اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ کسی جسم میں روح کے موجود ہوتے ہوئے حیات حقیقی کو پیدا نہ ہونے دے یہ اور بات ہے کہ وہ اپنی حکمت کی بناء پر ایسا نہیں کرتا لیکن اگر کرنا چاہے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں۔

اس مقام پر یہ شبہ پیدا نہ کیا جائے کہ قبض روح کے باوجود بھی کسی جسم میں علم و ادراک اور قدرت و احساس پایا جائے تو بیک وقت موت و حیات کا اجتماع لازم آئے گا جو باطل ہے کیونکہ ہم اس کے جواب میں عرض کریں گے کہ مجرد قبض روح موت عادی ہے۔ حقیقی نہیں اور قبض روح کے بعد علم و ادراک سمع و بصر اور قدرت و تصرف کا پایا جانا حیات حقیقی ہے۔ عادی نہیں۔ موت عادی حیات عادی کے منافی ہے اور حیات حقیقی موت حقیقی کے۔ حقیقی کو عادی کے اور عادی کو حقیقی کے منافی سمجھنا جہالت ہے۔

لہذا قبض روح کے ساتھ حیات حقیقی کا پایا جانا بلاشبہ جائز ہے اگرچہ یہ بیان اپنے مقام پر اس قدر پختہ ہے کہ کسی قسم کی تائید و تقویت کا محتاج نہیں۔ لیکن ناظرین کرام کے اذہان میں راسخ کرنے کے لئے ہم بعض شواہد پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ادنیٰ خفا کا امکان بھی باقی نہ رہے۔

(۱) بخاری شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر شریف کے بننے سے پہلے کھجور کی ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، جب منبر شریف بن گیا تو حضور ﷺ اس لکڑی کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ گر ہوئے وہ لکڑی حضور ﷺ کے فراق میں اس طرح روئی جیسے کسی انٹنی کا بچہ گم ہو جائے اور وہ دردناک آواز سے روئے۔ ملاحظہ فرمائیے، بخاری شریف میں ہے۔

للمأوضع له المديبر سمعنا للجلع مثل اصوات العشار حتى نزل النبي صلى الله عليه وسلم فوضع يده عليه

جب حضور ﷺ کیلئے منبر رکھ گیا (اور حضور ﷺ کجور کے تنے کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ گر ہوئے) تو ہم نے اس لکڑی کی ایسی دردناک آواز سنی جیسے گم کردہ اولاد اوٹنیوں کی غم ناک آواز ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ منبر شریف سے اترے اور اس پر اپنا دست کرم رکھ دیا۔

اسی بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے فرمایا کجور کا وہ خشک تنہا ایسی دردناک آواز سے رویا جسے سن کر قریب تھا کہ ہمارے جگر پھٹ جائیں۔

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں: ولیہ دلیل علی صحۃ رسالتہ وهو جنین الجہاد ذالک ان اللہ تعالیٰ جعل للجذع حیاة جن بہا۔ یعنی حاشیہ بخاری ص ۱۲۵ (۱۲)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی صحت رسالت کی دلیل ہے اور وہ جسم بے جان کا (جانداروں کی طرح) روتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کجور کی خشک بے جان لکڑی میں ایسی حیات پیدا کر دی جس کی وجہ سے وہ غم ناک آواز کے ساتھ روئی۔

”جہاد“ غیر ذی روح کو کہتے ہیں۔ اس کے رونے کو علامہ عینی شارح بخاری نے اس کی حیات قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ بغیر روح کے حیات ممکن ہے۔

(۲) علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ صحیح مسلم کی شرح میں ربیع، ربیع، مسعود تینوں بھائیوں کے مرنے کے بعد ہنسنا اور کلام کرنا حسب ذیل عبارت میں بیان فرمایا ہے:

وهو ربیع بن حراش بن جحش العسبی بالموحدة الکوفی ابو مریم اخو مسعود الذی تکلم بعد الموت و اخوهما ربیع و ربیع تابعی کبیر جلیل لم یکنذب قط وحلف انه لا یضحک حتی یعلم ان مصیرة فما ضحک الا بعد موتہ و کذا لک حلف اخوة ربیع ان لا یضحک حتی یعلم انی الجدة هو اوفی النار قال غاسله فما زال متبسما علی سریره و نحن لغسله حتی فرغنا۔ (شرح مقدمہ صحیح مسلم جلد اول ص ۷)

ترجمہ: اور وہ ربیع بن حراش بن جحش ہیں۔ ان کی کنیت ابو مریم ہے۔ یہ مسعود کے بھائی ہیں۔ جنہوں نے مرنے کے بعد کلام کیا اور ان دونوں (ربیع اور مسعود) کے بھائی ربیع ہیں۔ ربیع جلیل القدر تابعی ہیں جنہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور انہوں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک انہیں اپنا ٹھکانہ معلوم نہ ہو جائے وہ نہ ہنسیں گے۔ چنانچہ وہ موت کے بعد ہی جسے اسی طرح ان کے بھائی ربیع نے قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک نہیں ہنسیں گے جب تک کہ انہیں اپنے جنتی یا ناری ہونے کا علم نہ ہو جائے۔ ان کی لاش کو غسل دینے والے نے کہا کہ ربیع ہمارے غسل دینے کے اثناء میں اپنے سر پر برابر جھپٹتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم ان کے غسل سے فارغ ہوئے۔

(۳) امام جلال الدین سیوطی نے بروایت ابو نعیم و تہذیب ربیع بن حراش کی ایک روایت نقل فرمائی ہے، جس میں انہوں نے اپنے بھائی ربیع

بن حراش کے مرنے کے بعد ان کے کلام کرنے کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ روایت حسب ذیل ہیں:

واخرج ابو نعیم عن ربیع قال كنا اربعة اخوة وكان ربیع اخي اكثرنا صلوة واكثرنا صياما وانه توفي فبينما نحن حوله اذ كشف الثوب عن وجهه فقال السلام عليكم فقلنا وعليكم السلام ابعد البوت، قال نعم اني لقيت ربی بعد کم فلقيت رباً غیر غضبان فاستقبلني بروح وريحان واستبرق الاوان ابالقاسم ينتظر الصلوة على فاعجلوا بي ولا تؤخروا بي ثم طفي فنحن الحديث الى عائشة رضي الله عنها فقالت اما اني سمعت رسول الله ﷺ يقول يتكلم رجل من امتي بعد الموت قال ابو نعیم حديث مشهور واخرج البيهقي في الدلائل وقال صحيح لا شك في صحته (شرح الصدور ص ۲۸ مطبوعه مصر)

امام ابو نعیم نے ربی سے روایت کیا ہے ربی فرماتے ہیں ہم چار بھائی تھے اور میرا بھائی ربیع ہم سب میں زیادہ نماز روزہ کی کثرت کرنے والا تھا۔ اس کی وفات ہو گئی۔ اس کے مرنے کے بعد ہم سب اس کے آس پاس بیٹھے تھے۔ یکدم اس نے اپنے منہ سے کچرا ہٹا دیا اور السلام علیکم کہا ہم نے وعلیکم السلام کہہ کر جواب دیا اور کہا کہ موت کے بعد کلام؟ اس نے کہا کہ ہاں موت کے بعد میں نے اپنے رب سے اس جال میں ملاقات کی کہ وہ غضبناک نہیں تھا۔ میرے رب نے اعلیٰ درجہ کی نعمتوں اور ریشمی لباس کے عطیہ کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ خبردار ہو جاؤ کہ بے شک ابوالقاسم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مجھ پر نماز پڑھنے کا انتظار فرما رہے ہیں۔ تم میرا جنازہ جلدی لے کر چلو میرے لیجانے میں دیر نہ کرو۔ پھر سکوت موت کے ساتھ خاموشی اختیار کی۔ انہوں نے حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک پہنچایا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا خبردار بیشک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے میری امت میں سے ایک آدمی موت کے بعد کلام کرے گا۔ ابو نعیم نے کہا یہ مشہور حدیث ہے اور امام بیہقی نے بھی دلائل میں اس کی تخریج کی اور یہ کہا کہ یہ حدیث ایسی صحیح ہے جس کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔

ن تینوں جلیل القدر تابعین کا مرنے کے بعد اثنا غسل میں ہنسنا اور قبل الدفن کلام کرنا روح کے بغیر حیات پائے جانے کی ایسی روشن دلیل ہے جس کا انکار جاہل معاند کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

(۴) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود نبی اکرم ﷺ کے قبر انور میں جلوہ گر ہونے کے بعد دفن سے پہلے کلام فرمانے کو نقل کیا ہے۔ مدارج النبوة میں ہے:

وہود ثقم بن عباس آخر کے کہ برآمد از قبر و از دے می آرند کہ گفت آخر کیسکہ روئے مبارک آنحضرت ﷺ را دید در قبر من بودم نظر کردم در قبر کہ آنحضرت علیہ السلام لب ہائے مبارک خود را می بربانید۔ پس گوش بخش دہان دے داشتم شنیدم کہ می فرمود ”رب امتی، امتی“ انعمی

(مدارج النبوة جلد ۲ ص ۵۶۸ مطبوعہ نولکشور)

حضرت ثقم بن عباس قبر انور سے باہر آنیوالوں میں سب سے آخر تھے۔ ان سے مروی ہے جس نے قبر انور میں رسول اللہ ﷺ کا آخری دیدار کیا وہ میں تھا۔ میں نے قبر انور میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اپنے لب ہائے اقدس کو متحرک فرما رہے ہیں۔ وہ بن اقدس کے

آگے میں نے اپنے کان لگا دیئے۔ میں نے سنا کہ حضور ﷺ رب اتقی اتقی فرما رہے تھے۔

اس روایت کے بعد کسی مجادل کو یہ کہنے کا موقع نہ رہا کہ قبض روح کے بعد ثبوت حیات کیلئے خاص رسول اللہ ﷺ کے متعلق کوئی دلیل موجود نہیں۔ الحمد للہ ایہ آخری حجت بھی تمام ہوئی۔

روح کے بغیر حیات پائے جانے کا مسئلہ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت تفصیل سے لکھا۔ اس موقع پر ان کا نمونہ کلام بھی ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ دیکھئے امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد ثبت ان اجساد الانبياء لا تبلى وعود الروح الى الجسد ثابت في الصحيح لسائر الموتى فضلا اي نهاية عن الشهداء فضلا عن الانبياء وانما النظر في استمرارها في البدن وفي ان البدن يصير حيا كحالتها في الدنيا او حيا بدونها وهي حيث شاء الله تعالى فان ملازمة الروح للحياة امر عادي اجري الله به العادة فيجوز تخلفه (لا عقل) فيمتنع تخلفه فهذا اي الحياة بلا روح مما يجوز العقل فان منع به سمع اتباع وقد ذكر جماعة من العلماء و يشهد صدوق مونسى في قبرة كما ثبت في الصحيح. (زرقانی جلد پنجم ص ۳۳۲ مطبوعہ مصر)

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اجساد انبیاء علیہم السلام بوسیدہ نہیں ہوتے اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں کل اموات کیلئے جسم میں روح کا لوٹنا بھی ثابت ہو چکا ہے۔ چہ جائیکہ شہداء پھر چہ جائیکہ انبیاء کرام علیہم السلام اعادہ روح فی الجسد میں نہیں بلکہ ہماری نظر تو صرف اس بات میں ہے کہ اعادہ کے بعد ارواح اجسام کریمہ میں دائم اور مستقر رہتی ہیں اور اس بات میں کہ بدن مبارک حیات دنیا کی طرح زندہ ہو جاتا ہے۔ یا ارواح کے بغیر ہی زندہ رہتا ہے اور مقدس رو میں وہاں رہتی ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کیونکہ روح و حیات کا آپس میں لازم ملزوم ہونا محض امر عادی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح عادت کو جاری فرما دیا ہے۔ ایسی صورت میں ایک دوسرے کے بغیر ہونا ممکن (بلکہ امر واقع) ہے۔ یہ ملازمہ عقل نہیں کہ روح و حیات کا ایک دوسرے کے بغیر پایا جانا ممتنع ہو لہذا یہ حیات بلا روح ایسے امور سے ہے جنہیں عقل جائز رکھتی ہے۔ اگر کوئی دلیل سمعی اس کے ثبوت میں درجہ صحت کو پہنچ جائے تو ضرور اس کی اتباع کی جائیگی اور دلیل سمعی کو علماء کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا بھی اس دعویٰ کی دلیل ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

(زرقانی جلد ۵ ص ۳۳۲)

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت ہمارے بیان سابق کی ایسی روشن تائید ہے جسے پڑھ کر کوئی اہل علم اس کی صحت میں تردد نہیں کر سکتا۔

روح کے لئے موت نہیں

موت و حیات کے بیان میں یہ امر ملحوظ ہے کہ روح کے حق میں موت کے صرف یہ معنی ہیں کہ وہ بدن سے خارج ہو جائے۔ یہ نہیں کہ طرپان موت روح کو معدوم کر دے۔ اس لئے کہ موت کے بعد ارواح کا باقی رہنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ نے شہدا کی حیات کو بیان فرمایا ہے، وہاں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

يُزَوِّجُونَ قَرِينَةً لِّمَا أَتَاهُمْ اَللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ (آل عمران آیت ۱۶۹، ۱۷۰)

وہ رزق دیئے جاتے ہیں اور خوش باش رہتے ہیں۔ اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دی۔

اگر ان کی ارواح معدوم ہو جائیں تو اجسام بھی ”جماد“ محض ہو کر رہ جائیں گے۔ ایسی صورت میں ان کو رزق دیا جانا اور ان کا خوش باش رہنا کیونکر متصور ہو سکتا ہے؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرِمِينَ (یسین: ۲۶)

(مرنے والے کو عالم برزخ میں) کہا جائے گا جنت کی راحتوں میں داخل ہو جا۔ وہ کہے گا کاش میری قوم جانتی کہ میرے رب نے میری کیسی بخشش فرمائی اور کس طرح مجھے عزت والوں میں سے کیا یہ تو شہداء اور مومنین کے بارے میں ارشاد خداوندی تھا۔ اب کفار کے حق میں ملاحظہ فرمائیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمٰوٰتِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلْبِغَ الْجَهَنَّمُ فِي سَمِّ الْجَبِيْطِ وَ كَذٰلِكَ نُجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ (س: اعراف آیت ۴۰)

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلہ میں تکبر کیا ان کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھولے جائیں گے۔ یہاں تک کہ داخل ہواؤں سوئی کے تانکے میں اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں گنہگاروں کو۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مجرمین کی ارواح بھی موت کے بعد معدوم نہیں ہوتیں بلکہ آسمانوں پر لے جائے جانے کے بعد انتہائی ذلت سے واپس آتی ہیں اور اپنے جرائم کا بدلہ پاتی ہیں اور احادیث تو اس مسئلہ میں بے شمار ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (ابتداء امر میں) جب سماع موتی کا انکار کیا تھا تو ارواح کے علم کا انکار نہیں فرمایا چنانچہ بخاری شریف میں ان کی حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

وَقَالَتِ الْمَمَاتُ اَلَا اَنَّهُمْ اَلَا لِيَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَتّٰى

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف اتنی بات ارشاد فرمائی تھی کہ مقتولین بدراب اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا۔ وہ حق ہے۔

اس کے علاوہ احادیث صحیحہ کثیرہ جن میں مرنے کے بعد تنجیم و تعذیب کا بیان وارد ہے سب اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ مرنے کے بعد ارواح معدوم نہیں ہوتیں بلکہ علم و ادراک، سمع و بصر قول و عمل کے ساتھ متصف ہو کر موجود رہتی ہیں۔

روح کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا

(بنی اسرائیل: ۸۵) ←

”(اے محبوب مہدیؑ) لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں فرمادیجئے روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم نہیں دیتے گئے علم سے مگر تھوڑا۔“

روح کے متعلق رسول اللہ مہدیؑ سے سوال کرنے والے یہودی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے بھی روح کا علم قلیل ثابت فرمایا۔ جب یہودیوں کیلئے روح کے مسئلہ میں علم قلیل ثابت ہے تو مومنین بالخصوص صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان کے بعد احمد دین و مہم اللہ تعالیٰ کیلئے تو یقیناً اس علم قلیل سے زیادہ علم حاصل ہوگا جس کا یہودیوں کیلئے اثبات کیا گیا۔ پھر حضور مہدیؑ کی شان تو سب سے بلند ہے اس لئے سب سے زیادہ روح کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے تسلیم کرنا پڑے گا۔ یہ صحیح ہے کہ بعض علماء نے روح کے بارے میں کچھ کہنے سے توقف کیا ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ جن لوگوں نے روح کے متعلق کلام کیا انہیں اس بارے میں سائنسین من الروح سے کہیں زیادہ علم حاصل تھا ورنہ وہ اس نازک مسئلہ میں ہرگز کلام نہ فرماتے۔ مختصر یہ کہ اسی علم کی بناء پر جمہور اہلسنت نے روح کی تعریف اس طرح کی:

انہا جسم و هؤلاء تنوعوا انواعاً امثلها قول من قال انہا اجسام لطيفة مشعكة بالاجسام الكثيفة جری
انہ العادة بالحياة مع مقامها وهو مذهب جمهور اهل السنة والى ذالك يشير قول الاشعري والعلامة الباقلاني
وامام الحرمين وغيرهم ويوافقهم قول كثير من قدماء الفلاسفة ومنهم من قال انہا عرض خاص ولم
يعينه.

و منهم من عينه و منهم من قال انہا جوہر فرد متعيزة..... واتفق الاطباء على ان في بدن الانسان ثلاثة
ارواح روح طبعی... وروح حیوانی... وروح نفسانی... ولم يتكلموا في النفس الناطقة الخاصة بالانسان
التي هي غرضنا هنا. (شفاء القام ص ۱۷۷ مطبوع مصر)

کہ وہ (روح) جسم ہے۔ پھر انہوں نے جسم کہہ کر بھی کئی قسم کے قول کئے۔ سب سے بہتر قول یہ ہے کہ رو میں اجسام لطیفہ ہیں جو اجسام
کثیفہ پر چھائی ہوئی ہیں ان کے قیام مع البدن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حیات پائے جانے کی ایک عادت جاریہ مقرر فرمادی ہے۔ یہ جمہور
اہلسنت کا مذہب ہے۔ امام اشعری علامہ باقلانی اور امام الحرمین وغیرہم کا قول اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ عرض
خاص ہے۔ اس قائل نے اسے متعین نہیں کیا۔ بعض نے اس کی تعین بھی کی ہے۔

بعض نے کہا، وہ جوہر فرد متعیزہ ہے اور طبایا کا اتفاق اس امر پر ہے کہ بدن انسان میں تین روح ہیں۔ روح طبعی، روح حیوانی، روح نفسانی اور نفس
ناطقہ خاصہ بالانسان کے بارے میں انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا، جس کے ساتھ اس مقام پر ہماری غرض وابستہ ہے۔ (شفاء القام ص ۱۷۷)

حقیقت انسان

امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ شفاء القام میں فرماتے ہیں، ”والانسان فيه امران جسد (۱)، ونفس (۲)۔“

انسان میں دو چیزیں ہیں: جسم (۱) اور روح (۲)۔

فاضل بھی نے اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

(قوله فيه امران) قال السبكي للسيد الصفوي هنا تحقيق في مسألة المعاد فليراجع وعبارته الانسان هو مجموع الجسد والروح وما فيه من المعاني فان الجسد الفارغ من الروح والمعاني تسمى شجاً وجثة لا انساناً وكذا الروح المجرد لا يسمى انساناً وكذا المعاني المحققة لا تسمى على الانفراد انساناً لا عرفاً ولا عقلاً الا من الاصول المنقول عنها

(قوله فيه امران) امام سبکی نے سید صفوی سے فرمایا یہاں مسئلہ معاد میں ایک تحقیق ہے جس کی طرف مراجعت کرنی چاہئے۔ ان کی عبارت یہ ہے کہ انسان جسم و روح اور ان تمام معانی کا مجموعہ ہے۔ جو اس میں پائے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ جسم جو روح اور اس میں پائے جانے والے معانی سے فارغ ہو اس کا نام شجہ اور جثہ رکھا جاتا ہے۔ اسے انسان نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح روح مجرد کا نام بھی انسان نہیں اور ایسے ہی اس میں پائے جانے والے معانی کو بھی علی الانفراد از روئے عرف و عقل انسان نہیں کہا جاتا۔

نفس انسانی کی حقیقت کیا ہے؟

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اصل“ حقيقة النفس الانسانية عندنا انها برزّة للنفس الكلية مدبرة بالنسبة والنسبة حالة في البدن مدبرة له حاملة للقوى

”اصل“ الاصل الذي به زيد زيد و عمر و عمر وعند التحقيق ليس هي الشخصات بل نحو البرزّة الذي به صارت هذه البرزّة نفس زيد وتلك نفس عمرو.....

”اصل“ معنى الموت انفكاك النسبة عن البدن لا انفكاك النفس عن النسبة فاحفظ

”اصل“ لما كان من خاصية هذه البرزّة ان تحل في النسبة نسبة لا يمكن ان تصير مجردة محضة ولكن تتقوّم بالنسبة فقط (فتاویٰ عزیزی ص ۵۹، ج ۱)

اصل نفس انسانیہ کی حقیقت ہمارے نزدیک یہ ہے کہ وہ نفس کلیہ کے لئے ”حقیقت لطیفہ“ کا برزہ یعنی اس کی ایک صورت ہے جو نسیم جان کیلئے مدبرہ ہے اور نسیم بدن میں حال ہے اس کے لئے مدبرہ ہے تمام قویٰ کیلئے یہی حاملہ ہے۔

”اصل“ وہ اصل حقیقت جس کی وجہ سے زید فی الواقع زید ہے اور عمرو عمرو ہے عند تحقیق مشخصات نہیں بلکہ برزہ جیسی ایک حقیقت ہے جس کی وجہ سے یہ صورت نفس زید اور یہ صورت نفس عمرو قرار پائی۔

اصل موت کے معنی بدن سے نسیم کا جدا ہونا ہیں نسیم کا نسیم سے جدا ہونا نہیں۔ یاد رکھو!

”اصل“ جبکہ اس برزہ کی خاصیت سے یہ بات ہے کہ وہ نسمہ میں حلول کرے تو اس کا مجروحہ محضہ ہونا ممکن نہیں اس کا تقوم ہمیشہ نسمہ کے ساتھ ہوگا۔ (فتاویٰ عزیزی)

حقیقت انسان یا نفس انسانی کی حقیقت کے بارے میں مختلف عنوانات سے جو اقوال متعدد پائے جاتے ہیں۔ ان تمام کا احصاء اور ان پر تبصرہ اس وقت ہمارا مقصود نہیں۔ ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ علی اختلاف الاقوال جس چیز کو بھی اصل حقیقت قرار دیا جائے۔ وہ بعد الوفاات بھی موجود ہے۔ ورنہ کتاب و سنت میں وارد ہونے والے وہ تمام حالات جن کا تعلق انسان اور اس کی حقیقت سے ہے۔ معاذ اللہ خلاف واقع اور کذب محض قرار پائیں گے۔ اس لئے وفات کے بعد روح یا بالفاظ دیگر حقیقت نفس انسانی کا باقی اور موجود رہنا تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور وہ حالات جب ہر ایک کے حسب حال ہیں تو بقاء حیات پر روشن دلیل ہوں گے۔

موت و حیات سے متعلق بقیہ ضروری تفصیلات انشاء اللہ اگلے عنوانات میں ہدیہ ناظرین کی جائیں گی۔ سر دست ہم امور مذکورہ سابقہ میں سے امر اول پر کلام شروع کرتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا قبروں میں نماز پڑھنا

رسول اللہ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قبروں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ لیکن اس مضمون پر حسب ذیل شکوک و شبہات اور اعتراضات پیدا ہوتے ہیں، جن کا جواب دینا اثبات مدعا کے لئے ضروری ہے لہذا پہلے اعتراضات کو بیان کیا جاتا ہے۔ پھر ان کے جوابات عرض کئے جائیں گے۔

اعتراضات حسب ذیل ہیں:

(۱) انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان کی روحوں یا مثالی صورتوں کو دیکھا ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں بھی ہوں اور بیت المقدس میں بھی اور پھر اپنے اپنے مقامات پر آسمانوں میں بھی موجود رہیں۔

(۲) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ قبروں میں اور بیت المقدس میں اور آسمانوں پر انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اصلی جسموں کے ساتھ موجود تھے تو بیت المقدس اور آسمانوں پر ہونے کے وقت لازم آئے گا۔ کہ ان کی قبریں ان کے جسموں سے خالی ہوں۔ اسی طرح چالیس راتوں کے بعد انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبروں سے اٹھالیا جانا بھی اس بات کو مستلزم ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تمام قبریں ان کے وجود سے خالی ہوں حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کا حضور ﷺ سے خالی ہونا لازم آئے گا جو دلائل و واقعات کی روشنی میں صراحتاً باطل ہے۔

(۳) اگر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو آپ قبور میں تسلیم کرتے ہیں تو ان کی زندگی کیسے ثابت ہوگی جبکہ ان کی ارواح کا اعلیٰ علین میں ہونا قطعی طور پر معلوم ہے۔

پہلے اور دوسرے اعتراض کا جواب

ن اعتراضات کے جوابات نمبر وار ملاحظہ فرمائیے۔

زمانہ و مکان کی قید و حدود مادی کثافتوں تک محدود رہتی ہیں۔ کثافتیں جس قدر دور ہوتی جائیں گی زمانہ و مکان کی قید و حدود سر ملے ہوئی چلی جائیں گی۔ ایک جسم کا آن واحد میں متحد مقامات پر پائے جانے کا احتمال اسی مادی کثافت کا نتیجہ ہے۔ جہاں یہ کثافتیں موجود نہ رہیں وہاں زمانہ و مکان کی حدود بنیادیں بھی باقی نہیں رہتیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام متقین کے نزدیک ایسے لطیف تھے کہ ان میں اور ارواح میں کوئی فرق نہ تھا۔ معترضین کو چاہیے کہ وہ اس بارے میں اپنے اکابر کی عبارات کو دیکھیں آپ کے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے فرمایا موت سب کو شامل ہے مگر انبیاء علیہم السلام کی ارواح مشاہدہ جمال و جلال حق تعالیٰ شانہ و تقابل آفتاب وجود باری تعالیٰ سے اس درجہ تک پہنچ جاتی ہیں کہ اجزاء بدن پر ان کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم (۱) روح پیدا کر لیتا ہے اور تمام جسم ان کا عین اور اک اور عین حیات ہو جاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہوتی ہے اور اس تحقیق سے نکتہ ان الله حرمہ علی الارض ان تأکل اجساد الانبياء بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔

ثالث امدادیہ میں جناب گنگوہی صاحب کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں: ”اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے مضافاً نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔“

(ثالث امدادیہ ص ۹۳)

گنگوہی صاحب کے اقتباس سے اتنی بات تو معلوم ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام کا تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے۔ اب یہ سنیے کہ وہ روح جس کو قرآن نے ”الروح الامین“ قرار دیا اور لسان شرع میں جبرائیل سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی زمانہ و مکان کے باب میں اس کا کیا حال ہے۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

ان جبریل علیہ السلام مع ظہورہ بین یدی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی صورة دحية الکلبی او غیرہ لہ یغارق سدرة المنتهى (روح المعانی ص ۳۵ پ ۲۲)

ترجمہ: بے شک جبرائیل علیہ السلام دحیہ کلبی وغیرہ کی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر ہونے کے باوجود سدرة المنتهى سے جدا نہیں ہوئے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح طیبہ تو ارواح ملائکہ سے کہیں زیادہ قوت و تصرف کی صفت سے متصف ہیں۔ بالخصوص ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس تو روح الامین ہے۔ جب ان کے اجسام کریمہ ان کی ارواح مقدسہ کا حکم پیدا کر لیں گے تو ان کیلئے یہ کون سی بڑی بات ہوگی کہ وہ آسمانوں اور بیت المقدس میں ظاہر ہونے کے باوجود اپنی قبور شریفہ سے جدا نہ ہوں۔

اس مضمون کی تائید کنز العمال کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ فیض الباری میں اس حدیث کو حسب ذیل عبارت میں نقل کر کے اس کی مراد کو واضح طور پر بیان کیا:

وفي كل يوم العمال ان اجساد الانبياء ثابتة على اجساد الملائكة و اسنادہ ضعیف و مرادہ ان حال

ترجمہ: اور نبی کریم ﷺ نے اس جگہ (آدم علیہ السلام کے پاس) نیک بختوں کے افراد میں اپنی صورت مبارک بھی دیکھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا، اور اس وقت حضور ﷺ نے علم مشاہدہ کے ساتھ اس بات کو جان لیا۔ کہ ایک انسان دو جگہ میں کس طرح پایا جاتا ہے۔ درآن حالیکہ وہ اس کا عین ہے، غیر نہیں۔۔۔ فوائد معراج سے یہ بھی ہے کہ ایک جسم کا ایک ہی آن میں دو جگہ حاضر ہونا جیسا کہ حضور ﷺ نے اپنی ذات مقدسہ کو بنی آدم کے نیک بخت افراد میں دیکھا۔ جب کہ حضور ﷺ پہلے آسمان میں آدم علیہ السلام کے ساتھ ←

میں ہوئے۔ جیسا کہ ابھی گزر چکا اور اسی طرح آدم و موسیٰ اور ان کے علاوہ انبیاء کرام کے وہ زمین میں اپنی قبروں میں جگہ ۱۰۰۰ ہیں اور اسی وقت آسمانوں میں بھی ساکن ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ میں نے آدم کو دیکھا۔ میں نے موسیٰ کو دیکھا۔ میں نے ابراہیم کو دیکھا۔ اور ان کی قید کا کر یہ نہیں فرمایا کہ میں نے روح آدم کو دیکھا اور نہ یہ فرمایا کہ میں نے روح موسیٰ کو دیکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آسمان میں گفتگو بھی فرمائی۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام بعینہ زمین میں اپنی قبر کے اندر کھڑے ہوئے نہ کہ پڑھے رہے تھے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا، پس اسے وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ ایک جسم دو جگہ نہیں پایا جاسکتا اس حدیث پر تیرا ایمان کیسے ہو گا؟ (لیوایت والجوہر)

عالم مثال

مہارات منقولہ سے معترض کے اعتراض کا جہالت اور بے دینی پر جنی ہونا اچھی طرح واضح ہو گیا۔ لیکن اگر ان تمام حقائق سے قطع نظر کر لی جائے تو ہم دوسرے طریقہ سے بھی جواب دے سکتے ہیں اور وہ یہ کہ صوفیہ عارفین کے نزدیک عالم کئی قسم کا ہے، ان میں سے ایک عالم اجسام ہے، دوسرا عالم مثال اور تیسرا عالم ارواح، ایک ہی چیز بیک وقت تینوں عالموں میں پائی جاتی ہے اور ان میں سے کوئی وجود دوسرے کا لیر نہیں بلکہ ان میں سے جس کا بھی اعتبار کیا جاوے باقی اس کا عین ہوں گے، غیر نہ ہوں گے۔ لہذا انبیاء کرام کے ان اجسام کریمہ کو جو ان کی قبور اور بیت المقدس اور آسمانوں میں پائے گئے۔ عالم مثال پر حمل کر دیا جائے تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ انور شاہ صاحب کشمیری مقدمہ فیض الہاری میں لکھتے ہیں:

العالم عند الصوفیة علی انحاء عالم الاجساد العنصریة وہی العی فیہا المادۃ والمقدار وعالم الامثال وہی العی لامادۃ فیہا مع بقاء الكم والمقدار كالشج المرئی فی المرأۃ وعالم الارواح وہی العی لامادۃ فیہا ولا کم ولا مقدار وقد صرحوا ان عالم المثال لتجردة عن المادۃ اقوی من عالم الاجساد ولیس كما زعمه بعض الجہلاء انه من التخیلات الصرفۃ وقالوا ان زیدانی آن واحد موجود فی مواطن ثلاثة عالم الاجساد والمثال والارواح بدون تفاوت ولا تغیر ان علی (مقدمہ فیض الہاری جز اول ص ۶۵)

عارفین صوفیہ کے نزدیک عالم کی چند قسمیں ہیں ایک ان میں سے عالم اجساد عنصریہ ہے اور وہ وہ ہے جس میں مادہ اور مقدار دونوں چیزیں پائی جائیں۔ دوسرا عالم مثال اور وہ وہ ہے جس میں مادہ نہ ہو صرف کیفیت اور مقدار پائی جائے جیسے آئینہ میں نظر آنے والی شکل، تیسرا عالم امدان اس میں نہ مادہ ہوتا ہے اور نہ کیفیت اور نہ مقدار۔ عارفین کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ عالم مثال مجرد عن مادہ کی وجہ سے عالم جسم سے زیادہ اقوی ہے اور یہ بات نہیں جیسا کہ بعض جہلاء نے گمان کر لیا کہ عالم مثال محض تخیلات کا مجموعہ ہے۔ صوفیائے کرام نے یہ لڑائی کہ زیدانی آن واحد میں عین جگہ موجود ہے۔ ایک عالم اجساد، دوسرے عالم مثال اور تیسرے عالم ارواح ہیں۔ ان تینوں جگہ زید بغیر کسی تفاوت اور تغیر کے پایا جاتا ہے۔ پھر آگے چل کر اگلے مسئلے پر فرماتے ہیں

ثم ان عالم المثال ليس اسما للوجود كما يتوهم بل هو اسم لنوع من الوجودات لها كان من عالم المثال ربما يوجد في هذا العالم بعينه كالملئكة فانهم في عالم المثال عندهم ومع ذلك تعاقب في هذا العالم بكرة واصيلا انتهى (مقدمه فيض الباري ص ۶۶)

پھر عالم مثال کسی چیز کا نام نہیں۔ جیسا کہ وہم کیا جاتا ہے بلکہ وہ موجودات کی ایک قسم کا نام ہے تو بسا اوقات عالم مثال کی چیز اس عالم میں بعینہ پائی جاتی ہے جیسے فرشتے کہ وہ ان کے نزدیک عالم مثال میں ہیں اور اس کے باوجود اس عالم میں بھی ایک دوسرے کے پیچھے پیچ و شام آتے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

شاید کوئی کہہ دے کہ صاحب فیض الباری نے صوفیاء کا مذہب نقل کر دیا۔ جس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا اپنا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اس کے جواب میں عرض کروں گا کہ اول تو صوفیاء کا عقیدہ ہی ہماری دلیل ہے۔ دوم یہ کہ صاحب فیض الباری نے اس مسئلہ میں اپنے عقیدہ کی خود تصریح کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وقد ثبت عندی تجسد المعانی وتجوهر الاعراض بالعقل والنقل فلا بعد عندی فی صعودها

(فيض الباري جز ۲ ص ۳۰۲)

میرے نزدیک اعراض و معانی کا جسد مثالی اور جوہر مثالی میں ظاہر ہونا عقل و نقل سے ثابت ہو چکا ہے۔

اس لیے کلمات طیبات کے آسمانوں کی طرف چڑھنے میں کوئی بعد نہیں پایا جاتا۔ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ صاحب فیض الباری نے عالم مثال کا قول محض نقل نہیں کیا بلکہ ان کے نزدیک اس کا وجود عقل و نقل سے ثابت ہے۔

عالم مثال کا بے حقیقت ہونا

شاید کوئی جھگڑا نو آدمی یہ کہہ دے کہ عالم مثال تخیلات صرف اور فراغ متوہم کا نام ہے۔ اس کی حقیقت کچھ نہیں۔

تو اس کا جواب مقدمہ فیض الباری سے ہماری نقل کی ہوئی عبارت میں واضح طور پر آچکا ہے۔ کیونکہ اس میں صاف موجود ہے کہ عالم مثال کو تخیلات محض قرار دینا جہل و کلام ہے۔ اسی طرح اسے محض فراغ متوہم ماننا بھی وہم ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عالم مثال موجودات کی ایک نوع کو کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ عالم مثال کی چیزیں بسا اوقات اس عالم میں بعینہ پائی جاتی ہیں۔

اتنی روشن تصریحات کے باوجود بھی عالم مثال کی حقیقت و واقعیت سے انکار کرنا ہٹ دھرمی کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ عالم مثال پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والصوفية العلية لها ظهر لهم من العوالم عالم المثال وفيه مآل لكل جوهر وعرض بل للمجردات ايضاً بل لله سبحانه ايضاً مع كونه متعال عن الشبه والمثال ذلك هو المعل الخديف رأيته ربي على صورته امره

شاب قطط فی رجليه نعل الزہب وقد ینتقل الصورة المثلیة من عالم المثل الی عالم الشهادة بکمال قدرته تعالیٰ وقد اشتهر ذالک کرامة عن کثیر من الاولیاء ولعل للہ تعالیٰ یحضر الصورة المثلیة للموت من عالم المثل فی الآخرۃ الی عالم الشهادة فیؤمن بذبحة حتی یتظهر علی اهل الجنة والنار انه خلود ولا موت وهکذا التأویل فی حشر الاسلام والایمان والقرآن والاعمال والامانة والرحم وایام الدنیا کہا نطقی بہ الاحادیث الصعیبة الی لا یسع ذکرها المقام قال السیوطی فی البدور السافرة الاعمال والمعانی کلها مخلوقة ولها صورة عند اللہ تعالیٰ وان کنّا لا نشاہدھا وقد نص ارباب الحقیقة علی ان من انواع الکشف الوقوف علی حقائق المعانی وادراک صورھا بصور الاجسام والاحادیث شاهدة بذالک وهی کثیرة التملی و هذا القول من السیوطی حکایة عن عالم المثل واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور صوفیاء علیہ پر عوالم میں سے عالم مثال ظاہر ہوا۔ جس میں ہر جوہر و عرض بلکہ مجردات بلکہ اللہ تعالیٰ کی بھی مثال ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ شہ و امثال سے پاک ہے۔ صوفیاء نے کہا۔ یہی عالم مثال اس حدیث کا محل ہے کہ میں نے اپنے رب کو گھٹکھریالے بالوں والے نوجوان کی شکل میں دیکھا جس کے پاؤں میں سونے کی جوتیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کبھی عالم مثال سے صورت مثالیہ عالم شہادت کی طرف اپنی کمال قدرت کے ساتھ منتقل فرما دیتا ہے اور اسی عالم مثال کی بناء پر آن واحد میں مقامات متعددہ پر موجود ہونے کی یہ کرامت بکثرت اولیاء اللہ سے مشہور ہو گئی اور شاید اللہ تعالیٰ موت کے لئے آخرت میں عالم مثال سے عالم شہادت کی طرف ایک صورت مثالیہ حاضر فرمائے گا۔ پھر اسے ذبح کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جنتیوں اور دوزخیوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ خلود ہے موت نہیں۔ یہی تاویل حشر، اسلام، ایمان، قرآن، اعمال، امانت، رحم اور ایام دنیا کے بارے میں ہے۔ جیسا کہ بکثرت احادیث صحیحہ اس پر ناطق ہیں۔ جن کے ذکر کی گنجائش نہیں۔

امام سیوطی نے ہر دور سافرہ میں کہا: اعمال اور معانی سب مخلوق ہیں۔ اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک صورتیں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ ہم ان کا مشاہدہ نہیں کر سکتے ار باب حقیقت نے اس بات پر نص کی ہے۔ کہ مغلطہ انواع کشف کے وقوف حاصل کرنا ہے حقائق معانی پر اور ان صورتوں کے ادراک پر جو اجسام کی سی صورتیں ہوں اور احادیث کثیرہ اس کیلئے شاہد ہیں اتنی! اور یہ قول امام سیوطی کا ہے جس کے ذریعہ انہوں نے عالم مثال کی حکایت کی ہے۔ ”اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔“ (تفسیر مظہری پ ۲۹ ص ۲۰، ۲۱)

ان تمام مہارات سے عالم مثال کا وجود اظہر من الشمس ہو گیا اور یہ بات واضح ہو گئی کہ موجودات عالم مثال وجود واقعی رکھتے ہیں اور وہ انواع کائنات میں سے ایک نوع ہیں۔ نیز یہ کہ جو چیز عوالم ثلاثہ میں بیک وقت موجود ہوگی اس کا وجود تینوں میں سے کسی عالم کے وجود کا غیر نہ ہوگا۔ لہذا انبیاء کرام علیہم السلام جو مقامات متعددہ پر دیکھے گئے ان سب کا وجود ہر جگہ وجود واقعی ہے اور وہ ان کا غیر نہیں بلکہ عین

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث "لا یتروکون فی قبورہم بعد اربعین لیلۃ" کے متعلق امام بیہقی سے نقل کیا ہے۔

قال البيهقي ان صح فالمراد انہم لا یتروکون یصلون الا هذا البقار ویکوون مصلین بین یدی اللہ

(زرقانی جلد پنجم ص ۲۳۵)

بیہقی نے کہا: اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کی مراد یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اس عرصہ معینہ کے بعد نماز پڑھنے کیلئے نہیں چھوڑے جاتے۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور خاص میں نماز پڑھتے ہیں۔

بہر حال معترضین کے شبہات محدثین و علماء محققین کی تصریحات کی روشنی میں لغو اور بے بنیاد ہیں۔ ہمارے اس جواب میں دوسرے اعتراض کا جواب بھی آگیا۔ جس کو دوبارہ لکھنا تطویل لا طائل ہے۔

تیسرے اعتراض کا جواب

رہا تیسرا اعتراض تو ہم پوچھتے ہیں کہ معترض کو ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کے اعلیٰ علیین میں ہونے کا علم قطعی کس دلیل سے حاصل ہوا۔ جب دلائل سے ہم نے ثابت کر دیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو یہ کیوں نہ کہا جائے کہ ارواح مقدسہ ابدان شریفہ میں ہونے کے باوجود اپنی روحانی قوت اور طاقت تصرف کی بناء پر اعلیٰ علیین سے بھی اس طرح متعلق ہیں کہ گویا وہ وہاں موجود ہیں اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے تو ہمارے مسلک پر پھر بھی کوئی زد نہیں پڑتی۔ اس لئے کہ جب اجسام مقدسہ کا ممکنہ متعددہ میں ہونا باہمی غیریت کو مستلزم نہیں تو روح اقدس کے لئے تو بطریق ادنیٰ یہ بات ماننی پڑے گی اور اس میں شک نہیں کہ ارواح مقدسہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ابدان مبارکہ میں موجود ہونے کے باوجود بھی اعلیٰ علیین میں موجود ہیں۔ غیر مرئی پر مرئی سے دلیل لانا اور ایک عالم پر دوسرے عالم کا قیاس کرنا صحیح نہیں۔

بارگاہ اقدس میں درود شریف کا پیش ہونا

امراول سے فراغت پا کر مردم کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش ہونے کا مضمون ناظرین کرام اس سے پہلے ہمارے بیان میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جو اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر انور میں زندہ ہیں ورنہ درود شریف پیش ہونے کے معنی متحقق نہیں ہو سکتے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو درود کا علم کس طرح ہوتا ہے۔ حضور خود سنتے ہیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیا جاتا ہے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ قبر انور پر درود پڑھا جائے تو حضور سنتے ہیں اور درود سے پڑھنے والوں کا درود حضور نہیں سنتے۔ بلکہ فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے قول کی دلیل میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من صلی علی عبد قبری سمعته ومن صلی علی دائیہ ابلغته

ترجمہ: یعنی جس شخص نے میری قبر کے پاس آکر مجھ پر درود پڑھا میں اسے سنا ہوں اور جس نے مجھ پر درود سے درود پڑھا تو وہ مجھے

پہنچا دیا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سننا اسی وقت ہوتا ہے۔ جب قبر شریف کے پاس درود پڑھا جائے اور جو درود دور سے پڑھا جائے۔ اسے حضور نہیں سنتے۔ وہ فرشتوں کے ذریعے حضور کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک ہر شخص کا درود و سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سنتے ہیں۔ درود و سلام پڑھنے والا خواہ قبر انور کے پاس حاضر ہو یا کہیں دور ہو قریب اور دور کا فرق رسول کے لئے نہیں بلکہ درود و سلام پڑھنے والے کیلئے ہے۔ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ نزدیک اور دور کی قید عالم خلق کے لئے ہے، عالم امر کے لئے نہیں۔ اس لئے روح زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔ جب عام ارواح اس قید میں مقید نہیں تو روح اقدس جو روح الارواح ہے قرب و بعد کی قید میں کیوں کر مقید ہو سکتی ہے؟

علاوہ ازیں اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہاں ارشاد فرمایا ہے کہ دور سے درود پڑھنے والے کا درود صرف فرشتوں کے ذریعے مجھے پہنچتا ہے۔ میں اسے مطلقاً نہیں سنتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درود و سلام سنتے اور آپ کی خدمت میں پہنچائے جانے کے متعلق متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اگر ان سب کو سامنے رکھ کر فکر سلیم سے کام لیا جائے تو یہ مسئلہ بہت آسانی کے ساتھ سمجھ میں آ سکتا ہے۔ اس باب میں ایک حدیث تو ناظرین پڑھ چکے ہیں کہ جس نے میری قبر انور پر آ کر درود پڑھا تو میں اسے سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔ دوسری حدیث میں وارد ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ من صلی علی عند قبری وکل اللہ بہ ملکاً یبلغنی وکفی امر دنیاہ و آخرۃ وکنف لہ یوم القیامۃ شہیداً او شفیعاً

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہوتا ہے۔ جو اس کا درود مجھے پہنچا دیتا ہے اور وہ اپنے امر دنیا اور آخرت کی کفایت کیا جاتا ہے اور میں اس کے لئے قیامت کے دن شہید یا شفیع ہوں گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبر شریف پر جو درود پڑھا جاتا ہے۔ اسے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فرشتہ پیش کرتا ہے۔ اب اگر فرشتہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود پیش کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سننے کے معافی ہو تو اس حدیث کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ میری قبر انور پر جو درود پڑھا جائے۔ میں اسے بھی نہیں سنتا۔ ایسی صورت میں یہ حدیث پہلی حدیث کے معارض ہوگی۔ جس میں صاف موجود ہے۔

من صلی علی عند قبری سمعته

”جو میری قبر پر درود پڑھتا ہے میں اسے سنتا ہوں۔“

علاوہ ازیں جس طرح اس حدیث سے قبر انور کے پاس درود پڑھنے والے کے درود کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا جانا ثابت ہوا۔ اسی طرح بعض دیگر احادیث سے دور کا درود شریف سننا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے۔ جیسا کہ احادیث کے ذیل میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ

رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما من احد يسلم على الاراد الله الى روحى حتى ارد عليه السلام (رواه احمد والى داود ويثقی فی شعب الایمان)
ترجمہ: نہیں کوئی جو سلام پڑھے مجھ پر لیکن اللہ تعالیٰ میری طرف میری روح لوٹا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔
اس حدیث میں ”ما“ نافیہ ہے۔ ”احد“ نکرہ ہے سب جانتے ہیں کہ نکرہ چیز نفی میں عموم کا قاعدہ دیتا ہے۔ پھر ”من“ استفراقیہ عموم و استفراق پر نفی ہے یعنی مجھ پر سلام بھیجنے والا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے سلام کی طرف میری توجہ مبذول نہ ہوتی ہو خواہ وہ قبر انور کے پاس ہو یا دور ہو ہر ایک کے سلام کی طرف میں متوجہ ہوتا ہوں اور ہر شخص کے سلام کا خود جواب دیتا ہوں۔

یہ حدیث اس امر کی روشن دلیل ہے کہ درود پڑھنے والے ہر فرد کا درود حضور ﷺ خود سنتے ہیں اور عن کر جواب بھی دیتے ہیں خواہ وہ شخص قبر انور کے پاس ہو یا دور ہو۔ دیکھئے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث ”الارد اللہ الی روحی“ پر کلام کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

و يتولد من هذا الجواب جواب آخر وهو ان يكون الروح كناية عن السبع ويكون المراد ان الله تعالى يرد عليه سمعه الخارق للعادة بحيث يسبح سلام المسلم - وَإِنْ بَعْدَ (۱) قَطْرَةً (انباء الاذکایا بحملۃ الانبیاء)

ترجمہ: اور اس جواب سے ایک اور جواب پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ درود سے یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر آپ کی سمع خارق للعادة کو لوٹا دیتا ہے۔ اس طرح کہ حضور ﷺ سلام بھیجنے والے کے سلام کو سنتے ہیں۔ خواہ وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دور سے پڑھنے والے کا درود بھی سنتے ہیں۔

اسی باب میں اور بھی احادیث وارد ہیں لیکن ہم نے قدر ضرورت پر اکتفا کیا اور ہماری پیش کردہ حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ جس طرح قبر انور کے پاس درود پڑھنے والے کا درود حضور ﷺ سنتے ہیں۔ اسی طرح دور والے کا درود بھی حضور ﷺ اپنی سمع مبارک سے سنتے ہیں اور جس طرح دور کا درود حضور کو پہنچایا جاتا ہے۔ اسی طرح قبر انور پر جو درود پڑھا جائے اسے بھی ایک فرشتہ حضور ﷺ پر پہنچاتا ہے۔

ثابت ہوا کہ پہنچانا سننے کے منافی نہیں اور سنا پہنچانے کے معارض نہیں یعنی قریب اور دور کا درود حضور سنتے بھی ہیں اور یہی دور اور نزدیک کا درود حضور ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔ اس تقریر پر یہ شبہ وارد ہوگا کہ پہلی حدیث:

من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته

میں ”ابلغته“ اور ”سمعته“ باہم مقابل معلوم ہوتے ہیں اور مقابل کی صورت میں سمع کا ابلاغ کے ساتھ جمع ہونا محال ہے لہذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب فرشتے درود پہنچاتے ہیں تو اس وقت حضور ﷺ نہیں سنتے۔

جس کے جواب میں ہم یہ عرض کریں گے کہ جب ہم نے احادیث کی روشنی میں ثابت کر دیا کہ جو درود قبر انور کے پاس پڑھا جائے۔

اسے بھی فرشتے پہنچاتے ہیں۔ نیز یہ کہ نزدیک و دور سے ہر ایک درود پڑھنے والا جب درود پڑھتا ہے تو وہ اس حال میں پڑھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی طرف حضور کی روح مقدس اور مع مبارک لوٹائی ہوئی ہوتی ہے اور حضور ﷺ ہر ایک کا درود سن کر خود جواب دیتے ہیں تو اس کے بعد اس شہ کیلئے کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

یہاں تقابل تو اس کے لئے مطلق مع ضروری نہیں بلکہ مع مخصوص بھی تقابل کیلئے کافی ہے اور وہ التفات خصوصی ہے اور بر تقدیر صحت حدیث مطلب یہ ہے کہ قبر انور پر آکر درود پڑھنے والا چونکہ حاضری کی خصوصیات کا حامل ہے۔ اس لئے اس کا درود اس قابل ہے کہ اسے التفات خاص کے ساتھ سنا جائے۔

بلکہ قبر انور پر حاضری کی خصوصیات پر کیا منحصر ہے۔ دور کے لوگ بھی اگر اسی قسم کی کوئی خصوصیت رکھتے ہوں۔ مثلاً کمال محبت و اشتیاق سے درود پڑھیں تو ان کے درود و سلام کیلئے بھی مع خصوصی اور مخصوص التفات و توجہ کے ساتھ مع اقدس کا پایا جانا کچھ بعید نہیں بلکہ دلائل الخیرات کی ایک حدیث اس دعویٰ کی مثبت ہے۔ صاحب دلائل الخیرات نے حضور ﷺ کا ارشاد بایں الفاظ وارد کیا۔

اسمع (۱) صلوة اہل محبتی واعرفہم

منحصر یہ کہ ابلاغ اور مع خصوصی کا تقابل مراد لینے کے بعد حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص خصوصیت کے ساتھ میری قبر انور پر حاضر ہو کر (یا مثلاً کمال محبت و اشتیاق کی خصوصیت کا حامل ہو کر) مجھ پر درود پڑھتا ہے، میں اس کے درود کو خاص توجہ کے ساتھ سنتا ہوں اور جو شخص دور سے (ان خصوصیات کے بغیر) مجھ پر درود پڑھتا ہے (سماع معاد کے باوجود) میں اس کی طرف خاص توجہ نہیں فرماتا صرف ملائکہ میری بارگاہ میں پہنچا دیتے ہیں۔

ابلاغ ملائکہ

فرشتوں کے درود پہنچانے کو جن لوگوں نے مطلق سماع اقدس کے منافی قرار دیا ہے۔ دراصل وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ابلاغ اور تبلیغ ملائکہ کا سبب حضور ﷺ کی لاعلمی ہے۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے کیونکہ اس سے پہلے بھی ہم ثابت کر چکے ہیں کہ قبر انور پر جو درود پڑھا جائے اسے حضور ﷺ سنتے بھی ہیں اور اسے ملائکہ بھی حضور ﷺ کے دربار میں پہنچاتے ہیں اگر فرشتوں کا پہنچانا لاعلمی کی وجہ سے ہوتا تو مزار مبارک پر جس درود کو حضور ﷺ خود سن رہے ہیں اس کے ابلاغ کی کیا ضرورت تھی؟

فرشتوں کے درود پہنچانے کی حکمت

درود کے الفاظ در حقیقت ایک تحفہ اور ہدیہ ہیں۔ تحفہ اور ہدیہ کے معنی کی تکمیل (مہدی لہ) کے محض سننے اور جاننے سے نہیں ہوتی بلکہ انہیں الفاظ کی پیش کش سے ہوتی ہے۔ جو درود شریف کیلئے استعمال کئے گئے ہیں:

معلوم ہوا کہ فرشتوں کے درود پہنچانے کو مہدی لہ کے جاننے یا نہ جاننے سے کوئی تعلق نہیں یہ پہنچانا تو صرف اس لئے ہے کہ ہدیہ اور تحفہ کے معنی متحقق ہو جائیں اور بس۔ ہم اپنے اس بیان کی تائید کیلئے فیض الباری کی ایک عبارت ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

واعلم ان حدیث عرض الصلوٰۃ علی النبی ﷺ لا یقوم دلیلاً علی نفی علم الغیب وان کانت المسئلة فیہ ان نسبة علمہ ﷺ وعلیہ تعالیٰ کنسبۃ المتناہی بغير المتناہی لان المقصود بعرض الملئکہ هو تلك الكلمات بعینہا فی حضرة العالیۃ علیہا من قبل اولہ یعلم کعرضہا عند ربہ العزۃ ورفع الاعمال الیہ فان تلك الكلمات مما یحبی بہ وجہ الرحمن فلا ینفی العرض العلم فالعرض قد ینکون للعلم واخری لمعان آخر فاعرف الفرق (انتہی) (فیض الباری ج ۲ ص ۳۰۲)

جاننا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ پر درود پیش کرنے کی حدیث علم غیب کی نفی پر دلیل نہیں بن سکتی۔ اگرچہ علم غیب کے بارہ میں مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ ایسی ہے جیسے غیر متناہی کے ساتھ متناہی کی نسبت۔ یہ دلیل نہ ہونا اس لئے ہے کہ فرشتوں کے پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ درود شریف کے کلمات بعینہا بارگاہ عالیہ نبویہ میں پہنچ جائیں۔ حضور ﷺ نے ان کلمات کو پہلے جانا ہو یا نہ جانا ہو بارگاہ رسالت میں کلمات درود کی پیشکش بالکل ایسی ہے جیسے رب العزت کی بارگاہ میں یہ کلمات طیبات پیش کئے جاتے ہیں اور اس کی بارگاہ الوہیت میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ کلمات ان چیزوں میں سے ہیں جن کے ساتھ ذات ربہ جل مجدہ کو تحفہ پیش کیا جاتا ہے اس لئے یہ پیش کرنا علم کے متناہی نہیں۔ لہذا کسی چیز کا پیش کرنا کبھی علم کیلئے بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات دوسرے معانی کیلئے بھی اس فرق کو خوب پہچان لیا جائے۔ اجمعی (فیض الباری)

سمع کا تعلق صرف آواز سے ہے اور فرشتوں کی پیشکش صلوٰۃ و سلام کے کلمات بعینہا سے متعلق ہے۔ رہا یہ امر کہ وہ کلمات بعینہا فرشتے کیونکر پیش کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ و سلام کے بعینہا اصل کلمات کا پیش کئے جانے کے قائل ہو جانا امر محال نہیں لہذا تحت قدرت داخل ہوگا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ

فیض الباری کی منقولہ بامعبارت سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ بارگاہ رسالت میں فرشتوں کا درود شریف پیش کرنا حضور ﷺ کی لاعلمی پر مبنی نہیں۔ بلکہ کلمات درود بعینہا کو بطور تحفہ و ہدیہ پیش کرنا مقصود ہوتا ہے۔ سنتے اور جاننے کو اس پیشکش سے کوئی تعلق نہیں۔

اس لئے قبر انور پر جو درود پڑھا جائے حضور ﷺ اسے سنتے بھی ہیں اور فرشتے بھی اسے پیش کرتا ہے۔ علی ہذا اور سے جو لوگ درود شریف پڑھتے ہیں اسے فرشتے بھی پیش کرتے ہیں اور صبح خارق للعادة سے حضور ﷺ استماع بھی فرماتے ہیں:

خاصہ یہ کہ ”سمعہ اور اہلغتہ“ کے مابین تقابل پر زور دے کر جس سماع کی نفی کی جاتی ہے، وہ مطلق سماع نہیں بلکہ سماع مقید (بقید التقت خصوصی) ہے۔ جس کے نظائر قرآن و حدیث میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَهُمْ اَعْلٰیْنَ لَا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَذْنَٰنٌ لَا یَسْمَعُوْنَ بِهَا

ترجمہ: (ان کفار جن دانس) کی آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں۔ (س: اعراف آیت ۱۷۹)

یہاں مطلق سمع و بصر کی نفی مراد نہیں۔ بلکہ سمع مخصوص اور بصر خصوصی کی نفی مراد ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْفِتْنَةِ

”اور نہ دیکھے گا اللہ تعالیٰ ان کی طرف قیامت کے دن“ (س: آل عمران آیت ۷۷)

یہاں بھی مطلقاً دیکھنے کی نفی نہیں بلکہ ایک خاص قسم کے دیکھنے کی نفی فرمائی گئی ہے جو نظر رحمت کے ساتھ دیکھنا ہے۔

حدیث شفاعت میں وارد ہے:

”قُلْ تُسْمِعُ“ آپ کہیے سنے جائیں گے۔ (بخاری شریف)

یہاں بھی مطلقاً سمع مراد نہیں بلکہ سماع خاص مراد ہے ایسے ہی ”سمعتہ“ سے سماع خصوصی یعنی توجہ اور التفات خاص کے ساتھ سننا مراد ہے اور گزبر بنائے تقابل ہدغیہ کو نفی سماع پر محمول کیا جائے تو نفی اسی کی ہوگی۔ جس کا سمعتہ سے ثبوت ہوا تھا اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ثبوت سماع خصوصی کا ہے لہذا نفی بھی اسی سماع خاص کی ہوگی۔

ایک شبہ

اگر ابلاغ ملائکہ کے باعث سماع خاص کی نفی مراد لی جائے تو جو درود قبر انور پر پڑھا جاتا ہے اس کو بھی ملائکہ پہنچاتے ہیں۔ ایسی صورت میں قبر انور پر پڑھے جانے والے درود کا بھی سماع خصوصی کے ساتھ سننا منافی قرار پائے گا۔

جواب

ہم نے جس ابلاغ کو سماع خصوصی کا مقابل مانا ہے وہ ”مَنْ صَلَّى عَلَى نَائِيَا“ کی شرط سے مشروط ہے۔ مطلق ابلاغ ہمارے نزدیک سماع خصوصی کے منافی نہیں۔ پھر نائیا سے بھی محض ظاہری دوری والے مراد نہیں۔ بلکہ وہ تمام افراد مراد ہیں جو قرب ظاہری و معنوی کی خصوصیت سے محروم ہوں جیسا کہ مَنْ صَلَّى عَلَى عِنْدَ قَبْرِ عِی کے عموم میں وہ تمام اشخاص شامل ہیں جو عندیت ظاہری یا باطنی کی خصوصیت کے حامل ہوں۔

یہ تمام گفتگو اس تقدیر پر ہے کہ اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے اور اگر صحیح نہ ہو جیسا کہ ان شاء اللہ آگے چل کر معلوم ہوگا تو نفی سماع کی بنیاد ہی باقی نہیں رہتی۔

سر راست اس پر مضمون کی تکمیل کیلئے ہم ایک اور حدیث پیش کرتے ہیں۔ اس کو مؤخر رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے کچھ کلام کیا ہے مناسبت مقام کی وجہ سے ہم بھی ان کے کلام پر کلام کریں گے اور اسی ضمن میں حدیث زیر نظر ”مَنْ صَلَّى عَلَى عِنْدَ قَبْرِ عِی سَمِعَتْهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَى نَائِيَا أُنِيعَتْ“ کی صحت و سقم پر بھی مکمل بحث آجائے گی۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس پوری بحث کو آخر میں رکھا جائے۔

جلاء الافہام کی حدیث

وہ حدیث جلاء الافہام مصنف ابن قیم جوزی سے مع سند نقل کرتا ہوں:

۱۰۸ قال الطبرانی حدثنا یحییٰ بن ایوب العلاف حدثنا سعید بن ابی مریم عن خالد بن زید عن سعید بن ابی ہلال عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوة علی یوم الجمعة فانه یوم مشہود تشہدہ الملائکة لیس من عبد یصل علی الا ینفخ صوته حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء ذکرہ الحافظ المنذری فی الترغیب وقال رواہ ابن ماجہ (۱) ہا سناد جید

(جلاء الافہام ص ۶۳ - ۷۴)

طبرانی نے بسند مذکور کہا حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو۔ اس لئے کہ وہ یوم مشہود ہے اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ کوئی بندہ (کسی جگہ سے) مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔ وہ جہاں بھی ہو حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم (صحابہ) نے عرض کیا حضور! آپ کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا ہاں! میری وفات کے بعد بھی۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔

(۱) اس حدیث کو حافظ منذری نے ترغیب میں ذکر کیا اور کہا کہ ابن ماجہ نے اسے بہ سند جید روایت کیا۔

حدیث جلاء الافہام پر تھانوی صاحب کا کلام

یہ حدیث ابن قیم نے اپنی مشہور کتاب جلاء الافہام میں نقل کی ہے۔ جس میں صراحت مذکور ہے کہ درود پڑھنے والا جہاں بھی ہو اس کی آواز رسول اللہ ﷺ کو پہنچ جاتی ہے۔ مولوی اشرف علی تھانوی کو کسی نے یہ حدیث مع سند لکھ کر بھیجی اور سوال کیا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ہر شخص کی آواز کو سماع فرماتے ہیں۔ علاوہ اس کے کوئی معنی بیان فرمادیں۔ تاکہ تردد رفع ہو یا ایسا ہی عقیدہ رکھنا چاہیے۔ آنحضور کا کیا ارشاد ہے۔ (بوادر النوار جلد اول ص ۲۰۵)

تھانوی صاحب نے اس کے جواب میں سند اور متن حدیث دونوں پر کلام کیا ہے سند پر کلام کرتے ہوئے، وہ فرماتے ہیں:

اس سند میں ایک راوی یحییٰ بن ایوب بلا نسب مذکور ہیں جو کئی راویوں کا نام ہے۔ جن میں ایک غافقی ہیں۔ جن کے باب میں رہا اخطاء لکھا ہے۔ یہاں احتمال ہے کہ وہ ہوں (اتحیی) (بوادر النوار، ج ۱، ص ۳۰۵)

اقول: تھانوی صاحب جس سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ احتمال پیدا کر رہے ہیں۔ اس سوال کو انہوں نے بوادر النوار کے صفحہ ۲۰۵ پر خود ارقام فرمایا ہے اور اس میں یہ عبارت موجود ہے۔

حدثنا یحییٰ بن ایوب العلاف حدثنا سعید بن ابی مریم الخ

کتب اسماء الرجال میں یحییٰ بن ایوب العلاف اور یحییٰ بن ایوب الغافقی دونوں کو "علاف" اور "غافقی" کے الفاظ میں ممتاز کر کے الگ الگ ذکر کیا گیا ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ احتمال کہاں سے پیدا ہو گیا؟ دیکھئے تہذیب المعجم جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۵ پر یحییٰ بن ایوب العلاف کا

تذکرہ ان الفاظ میں موجود ہے۔

یحییٰ بن ایوب بن ہادی الخولانی العلاف روی عن ابی صالح عبدالغفار بن داؤد و عمرو بن خالد الہرانی و یحییٰ بن
عبداللہ بن بکر و سعید بن ابی مریم ... قال نسائی: صالح

اس عبارت میں یحییٰ بن ایوب العلاف کا نسب مذکور ہے اور ساتھ ہی ان کے شیوخ میں سعید بن ابی مریم کا نام بھی لکھا ہے۔ جن سے انہوں
نے زیر بحث حدیث کو روایت کیا ہے اور امام نسائی کی توثیق منقول ہے اور توثیق کے سوا کسی کی کوئی جرح منقول نہیں۔ اس کے بعد اگلے
صفحہ ۱۸۶ پر یحییٰ بن ایوب العلافی کا تذکرہ ہے۔ ان کے شیوخ میں سعید بن ابی مریم مذکور نہیں۔ ان کے متعلق بعض کی توثیق اور بعض کا
تخطیہ طویل عبارت میں بالتفصیل منقول ہے۔ تھانوی صاحب کا بلا دلیل نہیں بلکہ خلاف دلیل ”علاف“ کے بارے میں ”علافی“ کا احتمال
پیدا کرنا دیانت اور انصاف کا خون نہیں تو اور کیا ہے؟

آج چل کر تھانوی صاحب نے فرمایا:

دوسرے ایک راوی خالد بن زید ہیں یہ بھی غیر منسوب ہیں اس نام کے روات میں سے ایک کی عادت ارسال کی ہے اور یہاں عنعنہ ہے۔ جس
میں راوی کے متروک ہونے کا اور اس متروک کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال ہے۔ انتہی (بوادر النوا در جلد اول صفحہ ۲۰۵)

حدیث معتن پر کلام

اقول: تھانوی صاحب کے یہ تمام احتمالات بلا دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ ورنہ حدیث معتن کا مطلقاً ساقط الاعتبار ہونا لازم آئے
گا۔ خالد بن زید نام کے کسی راوی میں ارسال کی عادت کا پایا جانا زیر نظر راوی کو متعین نہیں کرتا اور اگر بالفرض تعین ہو بھی جائے تو ارسال
اتصال کے منافی نہیں تا وقتیکہ معتن (بائکسر) کا مدلس ہونا ثابت نہ ہو اور راوی و مروی عنہ کی لقاء کا امکان منسکی نہ ہو جائے۔ تدریب الراوی
میں ہے۔

۱. فروع: احدها الاسناد. المعنعن وهو قول الراوی (فلاں عن فلاں بلفظ عن من غیر بیان التحدیث
والاخبار والیسباع (قیل انه مرسل) حتی یتبین اتصاله (والصحيح الذی علیہ العمل وقاله الجباهیر من
اصحاب الحدیث والفقه والاصول انه متصل) بشرط ان لا یكون المعنعن بکسر العین مدلس بشرط امکان
لقاء بعضهم بعضا ای لقاء المعنعن من روئی عنه بلفظ عن فحینئذ یحکم بالاتصال الا ان یتبین خلاف ذلك
انتہی (تدریب الراوی ص ۱۳۲)

یہ عبارت اس مضمون میں صریح ہے کہ عنعنہ میں اگر راوی کا مروی عنہ سے امکان لقا پایا جائے اور معتن (ی) مدلسی نہ ہو تو وہ حدیث متصل
مانی جائے گی۔ تا وقتیکہ اس کا خلاف ظاہر نہ ہو۔

اگر تھانوی صاحب میں ہمت تھی تو وہ کسی دوسرے طریق سے اس کا خلاف ثابت کرتے محض کسی ہم نام راوی کی عادت ارسال کا دعویٰ اس
حدیث کے ساقط الاعتبار ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔

ارسال اور تدلیس کا فرق

علاوہ ازیں یہ کہ تھانوی صاحب نے ارسال کو اتصال کے منافی قرار دیا تھا۔ مگر عبارت حقوقہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ تدلیس اتصال کے منافی ہو سکتی ہے۔ محض ارسال کو اس کے منافی قرار دینا غلط ہے۔

ممکن ہے تھانوی صاحب ارسال ہی کو تدلیس سمجھتے ہوں۔ تو واضح رہے کہ تدلیس و ارسال ایک نہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ تدریب الراوی صفحہ ۱۳۰۔

(تدلیس الاسناد بان یروی عن عاصمہ) زاد ابن صلاح اولقیہ (مالہ یسمعه) بل سمعه من رجل عنه (موہبا سماعہ) حیث اور دہلفظ یوہم الاتصال ولا تقتضیہ اور ارسال کے معنی ہیں ان الارسال روایتہ عن لم یسمع معہ صفحہ ۱۳۰

معلوم ہوا تدلیس اور ارسال دونوں الگ الگ ہیں۔ معنی میں تدلیس مضر ہے ارسال معتر نہیں۔ لہذا تھانوی صاحب کے وہ تمام احتمالات جو بلا دلیل محض ان کے ظن فاسد کی بناء پر پیدا ہوئے تھے لغو اور بے بنیاد ہو کر رہ گئے۔

اس کے بعد تھانوی صاحب نے فرمایا ”تیسرے ایک راوی سعید بن ابی ہلال ہیں جن کو ابن حزم نے ضعیف اور امام احمد نے مختلط کہا۔ وهذا کلمہ من التقریب۔ پھر کئی جگہ اس میں معنی ہے جس کے حکم بالاتصال کے لئے ثبوت طلاق کی حاجت ہے“ اتنی

(یوادر النوادر ص ۱۰۵، جلد اول)

اقول: معنی کے مسئلہ میں تھانوی صاحب کا یہ کلام ہی غلط ہے کیوں کہ حدیث مععن کے حکم بالاتصال کیلئے ثبوت طلاق ضروری نہیں صرف امکان طلاق کافی ہے جیسا کہ تدریب الراوی سے نقل کر چکا ہوں۔ (وبشرط امکان لقاء بعضهم بعضاً) تدریب الراوی صفحہ ۱۳۲ تیسرے راوی سعید بن ابی ہلال جن کی تضعیف تھانوی صاحب نے ابن حزم سے نقل کی ہے تو مجھے حیرت ہے کہ تھانوی صاحب نے تضعیف تو دیکھ لی۔ مگر توثیق انہیں نظر نہ آئی۔ ذرا میزان الاعتدال اٹھا کر دیکھئے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

(سعید بن ابی ہلال) ثقة معروف فی الکتب الستہ یروی عن نافع و نعيم البجر و عنه سعید المقبری احد شیوخہ قال ابن حزم و حذوہ لیس بالقوی (میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۳۹۳)

ناظرین کرام غور فرمائیں جو راوی کتب ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ) میں معروف اور ثقہ ہو اور اس کے بعض شیوخ بھی اس سے روایت کرتے ہوں اسے ابن حزم کے قول کی آڑ لے کر متروک قرار دے دینا تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر ابن حزم کا قول تھانوی صاحب کے نزدیک ایسا ہی معتبر ہے تو انہیں جامع ترمذی سے بھی ہاتھ اٹھالینا چاہیے۔ کیونکہ ابن حزم نے ترمذی کو مجہول کہا ہے۔ (کہ ذکر فی ما جس الیہ الحاجہ صفحہ ۲۵ عن التعلیق المجید ناقلاً عن الذہبی)

آخر میں اتنی بات عرض کروں گا کہ حدیث زیر بحث کے متعلق حافظ منذری کا یہ قول کہ رواہ ابن ماجہ بسند جید تھانوی صاحب کے

تمام احتمالات داہیہ کا قلع قمع کر دیتا ہے اور اس بحث میں ان کی پوری دوسری کو مہمل اور بیکار بنا کر چھوڑ دیتا ہے کیونکہ تھانوی صاحب کے کسی احتمال میں ذرا بھی جان ہوتی یا ان کی تضعیف منقول میں کچھ بھی قوت پائی جاتی تو ایک عظیم و جلیل محدث اس کے بارے میں ہند جید کے الفاظ نہ بولتا۔ شاید کوئی کہے کہ وہ کوئی اور سند ہوگی۔ تو میں عرض کروں گا کہ سند جید سے کسی اور سند کا مراد ہونا ہمارے لئے مزید تقویت کا موجب ہے۔ کیونکہ تعدد طرق زیادتی قوت کا موجب ہے۔ بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ سند بھی سند جید ہو۔

ناظرین کرام! نے تھانوی صاحب کی تحقیق کو ہمارے کلام سے ملا کر اندازہ کر لیا ہوگا کہ ان کی تحقیق کہاں تک تحقیق کہلائے جانے کی مستحق ہے؟

آئیے چل کر تھانوی صاحب ارشاد فرماتے ہیں: ”یہ تو مختصر کلام ہے سند میں، باقی رہا متن“ سوادنا معارض ہے دوسری احادیث سمجھ کے ساتھ چنانچہ مشکوٰۃ میں نسائی اور داری سے بروایت ابن مسعود یہ حدیث ہے۔

قال رسول الله ﷺ ان الله ملئكم سياحين في الارض يبلغون من امتي السلام

اور یہی حدیث حسن حصین میں بحوالہ مستدرک حاکم و ابن حبان بھی مذکور ہے اور نیز مشکوٰۃ میں بیہقی سے بروایت ابو ہریرہ حدیث ہے۔

قال رسول الله ﷺ من صلى على عند قبري سمعته ومن صلى على نائيا ابلغته

اور نسائی کی کتاب الجمعہ میں بروایت اوس ابن اوس یہ حدیث مرفوع ہے۔

”فان صلواتکم معروضۃ علی“ یہ سب حدیثیں صریح ہیں عدم السماع عن بعید میں اور ظاہر ہے کہ جلاء الافہام ان کتب کے برابر قوۃ میں نہیں ہو سکتی لہذا اقویٰ کو ترجیح ہوگی۔ (بوادرنواد جلد اول صفحہ ۲۰۵)

اقول: سند میں جو کلام فرمایا تھا اس کی حقیقت واضح ہو چکی اب متن میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا حال بھی ناظرین پر کھل جائے گا۔

دور سے سننے کی بحث

تھانوی صاحب کے اس کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جلاء الافہام کی حدیث بلغنی صوۃ حیث کان ان تینوں صحیح حدیثوں کے معارض ہے جو تھانوی صاحب نے نقل فرمائی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جلاء الافہام کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر ایک درود پڑھنے والے کے درود کی آوازیں لیتے ہیں۔

در ان تینوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ درود جو دور سے پڑھا جائے اسے حضور کے سامنے فرشتے پیش کرتے ہیں۔ فرشتوں کا عرض و ابلاغ عدم سماع میں صریح ہے اور سماع عدم سماع کے معارض ہے لہذا جلاء الافہام کی حدیث ان تینوں صحیح حدیثوں کے معارض قرار پائی یہ تینوں حدیثیں جن کتابوں میں پائی جاتی ہیں چونکہ جلاء الافہام ان کے برابر قوت میں نہیں لہذا ان ہی تینوں حدیثوں کو ترجیح ہوگی جو اقویٰ ہیں اور جلاء الافہام کی حدیث ساقط الاعتبار ہوگی۔ میں عرض کروں گا کہ نسائی اور داری کی حدیث بروایت ابن مسعود ”ان الله ملئكم سياحين في الارض يبلغون من امتي السلام“ اور اسی طرح نسائی کی دوسری حدیث بروایت اوس بن اوس ”فان صلواتکم معروضۃ علی“ میں صرف ہے

اتنا مذکور ہے کہ ملائکہ سیاحین فی الارض حضور ﷺ کی خدمت میں امت کا سلام پہنچاتے ہیں اور امت کا درود بارگاہ رسالت میں پیش ہوتا ہے ملائکہ کے اس عرض و تبلیغ کو تھانوی صاحب کا عدم سماع میں صریح قرار دینا یقیناً ظلم صریح ہے کیونکہ سابقاً نہایت تفصیل کے ساتھ ہم یہ بیان کر چکے ہیں۔ کہ عرض و تبلیغ کا علم اور لاعلمی ”سماع“ یا عدم سماع سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ فیض الباری کی عبارت ناظرین کے سامنے آچکی ہے۔ جس میں صاف موجود ہے کہ عرض صلوٰۃ علم کے منافی نہیں۔

ایک فرشتہ ساری مخلوق کی آوازیں سناتا ہے

پھر جذب القلوب اور جلاء الافہام سے ایک حدیث ہدیہ ناظرین ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”من صلی علی عند قبری وکل اللہ بہ ملکاً یبلغنی“ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے میری قبر انور پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہوتا ہے جو اس کا درود مجھے پہنچا دیتا ہے۔ اگر تبلیغ ملائکہ عدم سماع میں صریح ہو تو اس حدیث سے لازم آئے گا کہ جو درود قبر انور پر پڑھا جاتا ہے۔ حضور ﷺ اسے بھی نہیں سنتے جو بالاحاق باطل ہے۔ جب یہ فرشتوں کا پہنچانا عدم سماع کے معنی میں نہ ہوا تو تعارض باقی نہ رہا۔ عدم تعارض کی صورت میں ترجیح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی حدیث بیہقی بروایت ابو ہریرہ جسے تھانوی صاحب نے مشکوٰۃ شریف سے نقل فرمایا ہے تو درحقیقت اس مسئلہ میں تھانوی صاحب کے استدلال کی جان بھی ایک حدیث ہے۔

تھانوی صاحب کی پیش کردہ حدیث پر کلام

جس طرح تھانوی صاحب نے ہماری پیش کردہ حدیث کی سند پر اور متن پر کلام کیا ہے۔ ہمیں بھی حق حاصل ہے کہ تھانوی صاحب کے دعویٰ کی بنیادی حدیث کے متن و اسناد پر ہم بھی کلام کریں۔ متن حدیث پر ہمارا کلام گذشتہ صفحات پر ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمالیا ہوگا۔ اب اس کی اسناد پر کلام کرتے ہیں۔

تھانوی صاحب نے بیہقی کی اس حدیث کو بروایت ابو ہریرہ مشکوٰۃ سے نقل کیا ہے۔ جس میں سند مذکور نہیں ہے۔ ہم اس حدیث کو خود امام بیہقی کی تصنیف رسالہ ”حیۃ الانبیاء“ سے مع سند نقل کرتے ہیں۔ اور امام بیہقی نے نیز ان کے رسالہ ”حیۃ الانبیاء“ کے شارح نے اس کی سند پر جو کلام کیا ہے۔ اسے بھی بلفظ نقل کرتے ہیں:

اخبرنا علی بن محمد بن بشر ان انباء ابو جعفر الرازی ثنا عیسیٰ بن عبد اللہ الطیالسی ثنا العلاء بن عمرو والحنفی ثنا ابو عبد الرحمن عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی ثانیاً ابلیغته ابو عبد الرحمن ہذا هو محمد بن مروان السدی فیما ارثی وفیہ نظر

(رسالہ حیات الانبیاء للصحیح صفحہ ۱۲)

حدیث حضرت ابو ہریرہ پر امام بیہقی کی جرح

دیکھئے امام بیہقی نے اس حدیث کے راوی ابو عبد الرحمن کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ میرے نزدیک ابو عبد الرحمن ہی محمد بن مروان سدی ہے۔

اور اس میں نظر ہے و فیہ نظر الفاظ جرح میں سے ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۳ (طبع مصر)

حدیث ابو ہریرہ پر شارح حیات الانبیاء کی جرح

اس حدیث کے تحت محمد بن محمد النخعی البوسنی شارح حیات الانبیاء فرماتے ہیں:

حدیث ابی ہریرۃ ہذا نسبه السیوطی فی الخصائص الکبریٰ الی الاصبہانی فی الترغیب والترہیب ونسبه فی الجامع الصغیر الی السہیل و محمد بن مروان السدی الصغیر ضعیف اتهم بالکذب وقد ذکر الحافظ الذہبی ہذا الحدیث فی میزان الاعتدال فی ترجمۃ السدی المذکور (حیۃ الانبیاء للبیہقی مع شرح صفحہ ۱۲)

ترجمہ: ابو ہریرہ کی اس حدیث کو سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اصبہانی کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب ”الترغیب والترہیب“ میں اس کی روایت کی ہے اور جامع صغیر میں بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے اور ابو عبد الرحمن محمد بن مروان السدی الصغیر ضعیف ہے۔ متہم بالکذب ہے اور حافظ ذہبی نے اس حدیث (ابو ہریرہ) کو میزان الاعتدال میں اسی سدی مذکور کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔

ناظرین کرام غور فرمائیں! تھانوی صاحب کے دعوے کی سب سے بڑی دلیل حدیث ابو ہریرہ تھی۔ جس کی سند کا یہ حال ہے کہ اس کے راوی ابو عبد الرحمن محمد بن مروان السدی الصغیر پر خود امام بیہقی نے ذیہ نظر کہہ کر جرح کی پھر ان کے رسالہ حیات الانبیاء کے شارح نے اسے ضعیف اور متہم بالکذب کہا اور امام ذہبی کے حوالہ سے یہ بتایا کہ انہوں نے میزان الاعتدال میں اسی کے تذکرہ میں تھانوی صاحب کی پیش کردہ حدیث کو ذکر کیا ہے۔

حدیث ابو ہریرہ پر امام ذہبی کی جرح

اب میزان الاعتدال اصل کتاب کو ملاحظہ فرمائیے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: (محمد بن مروان) السدی الکوفی وهو السدی الصغیر عن ہشام بن عروۃ و الاعمش ترکوة واتهمہ بعضهم بالکذب وهو صاحب الکلبی قال البخاری سکتوا عنه وهو مولی الخطابیین لا یکتب حدیثہ البتہ وقال ابن معین لیس بثقة وقال احمد ادرکتہ وقد کبر فکرکتہ قال العلاء بن عمرو الحنفی حدثنا محمد بن مروان عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مرفوعاً من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائياً ابلغته انتہی (میزان الاعتدال جلد ثالث صفحہ ۱۳۲ طبع مصر)

محمد بن مروان السدی کوفی ہے اور وہ سدی صغیر ہے وہ ہشام بن عروہ اور اعمش سے روایت کرتا ہے۔ محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے اور بعض نے اسے متہم بالکذب کہا اور وہ صاحب کلبی ہے۔ بخاری نے کہا: سکتوا عنه اور وہ مولائے خطابیین ہے اس کی حدیث یقیناً نہیں لکھی جاتی اور ابن معین نے کہا وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد نے کہا میں نے اسے پایادہ بوڑھا ہو گیا تھا میں نے اسے ترک کر دیا۔ علاء بن عمرو الحنفی نے کہا ہم سے محمد بن مروان نے حدیث بیان کی۔ اس نے اعمش سے روایت کی اعمش نے ابو صالح سے ابو صالح نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی کہ جس نے میری قبر کے پاس آکر مجھ پر درود پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر درود سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچا ہے۔

دیا جاتا ہے۔ اٹمی“ (میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۱۳۲)

میزان الاعتدال سے علامہ ذہبی کا جو بیان ہم نے نقل کیا ہے۔ اس سے یہ شبہ بھی دور ہو گیا کہ امام بیہقی نے قیما ر علی فرمایا ہے جو تردد کا مظہر ہے میں عرض کروں گا کہ اگر فی الواقع یہ عمل تردد ہوتا تو امام ذہبی اس کو ظاہر فرمادیتے لیکن انہوں نے اس کے ترجمہ میں بھیہما اسی روایت کو نقل کر کے اس شبہ کی جزاکاٹ دی اور حقیقت حال کو بے نقاب کر دیا۔

ہمارے ناظرین نے تھانوی صاحب کی جرح بھی دیکھی۔ اب ان کی پیش کردہ روایت پر ہماری جرح بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ہماری پیش کردہ حدیث کی سند میں کسی راوی کو تھانوی صاحب متہم بالکذب ثابت نہیں کر سکے مگر ان کی پیش کردہ حدیث کی سند میں محمد بن مروان کو ہم نے متہم بالکذب ثابت کر دیا۔ اگرچہ جرح رواد کے باب میں صحت روایت کا معیار اپنے مسلک کی روشنی میں ہم نے یہاں بیان نہیں کیا لیکن تھانوی صاحب کے پیش کردہ معیار پر تو یقیناً محل گفتگو باقی نہیں رہا۔ اور یہ بات صاف ہو گئی کہ تھانوی صاحب نے معصود کا اہنفہ سے تقابل کر کے ابو ہریرہ کی جس حدیث کو عدم سماع میں صریح قرار دیا تھا۔ وہ حدیث صحیح نہیں اور اس کی صحت پر انہوں نے اپنے حتمالات اور تاویلات کی جتنی عمارت قائم کی تھی وہ سب منہدم ہو کر رہ گئی۔

اس کے بعد جناب تھانوی صاحب نے ثانیاً کی بجائے پہلا فرما کر ”بلغنی صوتہ“ کو مشکل تاویل قرار دیا ہے۔ اور صوتہ کی تاویل صلوتہ کے ساتھ فرمائی ہے اور اس احتمال تاویل کی دلیل ان ہی احادیث منقولہ بالا کو قرار دیا ہے۔ لیکن ناظرین کرام نے سمجھ لیا ہو گا کہ احادیث منقولہ بالا احتمال تاویل کی دلیل اس وقت تک ہو سکتی ہیں۔ جبکہ تلخ و عرض ملائکہ عدم سماع پر جنی ہو حالانکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ عرض و تلخ ل علمی کو مستلزم نہیں۔ حضور ﷺ قبر انور کا درود سماع فرماتے ہیں اور ملائکہ کی تلخ بھی بارگاہ رسالت میں پیش ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ فرشتوں کا درود وسام بارگاہ اقدس میں پہنچانا یا پیش کرنا علم و سماع کے منافی نہیں۔

جب یہ منازات ختم ہو گئی تو ان احادیث کا احتمال تاویل کے لئے دلیل قرار پانا بھی ختم ہو گیا۔ جب دلیل نہ رہی تو احتمال تاویل خود باطل ہو گیا۔ یہی صورت میں ”بلغنی صوتہ کو بلغنی صلوتہ کے ساتھ مؤول کرنا قطعاً باطل قرار پایا۔

جواب لکھنے کے بعد تھانوی صاحب اس حدیث کا ایک اور جواب تحریر فرماتے ہیں بعد تحریر جواب ہذا بلا تو سطر فکر قلب پر وارد ہوا کہ اصل حدیث میں صوتہ نہیں ہے بلکہ صلوتہ ہے کاتب کی غلطی سے لام رہ گیا ہے۔

قول: یہ جواب واقعی بہترین جواب ہے کیونکہ اس پر کسی قسم کا نقص منع یا معارضہ وارد نہیں ہو سکتا۔ الہامات کا جواب الہام ہی سے ہو سکتا ہے۔ ہمیں اب تک اس باب میں کوئی الہام نہیں ہوا۔ مگر تھانوی صاحب کے جواب کی داد دیے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔ کہ جب کسی بات کا جو اب نہ ہو سکے تو اسے کاتب کی غلطی قرار دے کر اپنے الہام کو اس کی دلیل میں پیش کر دیا جائے۔

سمع و بصر خارق للعادة

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے خارق للعادة سننے اور دیکھنے کا انکار اس قدر شدت کے ساتھ کیوں کرتے ہیں۔ جب کہ —

عام اولیاء کرام جو قرب نوافل کے درجہ پر فائز ہوتے ہیں۔ ان کے لئے بخاری شریف کی حدیث میں وارد ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِي وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُنِي

اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

فاذا صار نور جلال الله سمع الله سمع القريب والبعيد واذا صار ذلك النور بصر الله رأى القريب والبعيد

(تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۸۸ طبع مصر)

اللہ کے جلال کا نور جب بندے کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور دور کی چیزوں کو سنا ہے اور یہی نور جلال جب بندے کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور دور کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔

دور کی چیزوں کو دیکھنا اور سنا جب اولیاء کرام کے لئے دلیل شرعی سے ثابت ہے تو نبی کریم ﷺ جو ولایت کاملہ کی صفت سے متصف ہیں، کی ذات مقدسہ سے یہ کمال کیسے متقی ہو سکتا ہے؟

گزشتہ صفحات میں ناظرین کرام پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی قبر انور پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا۔ جسے تمام مخلوقات کی آوازیں سننے کی طاقت دی گئی ہے۔ وہ سب کا درد سنا ہے اور بارگاہ اقدس میں پہنچاتا ہے۔ تمام آوازوں کو سننے کی صفت اگر غیر اللہ کیلئے محال قرار دی جائے تو آخر فرشتہ بھی تو غیر اللہ ہے۔ اس کو یہ صفت کیسے عطا ہو گئی اور اگر ممکن ہے تو رسول اللہ ﷺ کے حق میں اس امکان کا عقیدہ کیوں منکالت قرار پایا حالانکہ حضور ﷺ کیلئے ایسے باطنی کان اور آنکھیں ثابت ہیں جو مادورائے عالم اجسام کا ادراک کرتے ہیں۔

باطنی آنکھیں اور کان

دیکھئے جب حضور ﷺ کا شوق صدر مبارک ہو تو جبرائیل علیہ السلام نے قلب انور کو زم زم کے پانی سے دھوئے ہوئے فرمایا:

قلب سديد فيه عيان تبصران واذنان تسمعان (فتح الباری جلد ۱۳ ص ۴۱۰)

اس قلب اطہر میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔

قلب اطہر کے ان کانوں اور آنکھوں کا دیکھنا اور سنا عالم محسوسات سے وراء الوراہ خرق عادت کے طور پر ہے۔ جیسا کہ خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اني ارى مالا ترون واسمع مالا تسمعون

دائمی سمع و بصر

قلب اطہر کی سمع و بصر عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔ اس لئے کہ جب ظاہری سمع و بصر کی چٹائی اور شنوائی عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے تو قلب اطہر کی یہ صفت بطریق اولیٰ دائمی ہوگی۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

”بدانکہ دے ﷺ سے بندہ دے شنود کلام ترا زیر اکہ دے متصف است بصفات اللہ تعالیٰ ویکے از صفات الہی آن است کہ ←

”انا جلیس من ذکونی“ مرہنبر راہنہ پنجم نصیب و افراست ازین صفت (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۸۸۷)

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ تجھے دیکھتے ہیں اور تیرا کلام بھی سنتے ہیں۔ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ متصف ہیں اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے اور آنحضرت ﷺ کو اس صفت سے پورا پورا حصہ ملا ہے۔

یہ عبارت بھی اس باب میں صریح ہے کہ نبی اکرم ﷺ دور و نزدیک کی سب آوازوں کو سنتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تھانوی صاحب کے نزدیک درود شریف میں معاذ اللہ ایسی کون سی قیامت پائی جاتی ہے کہ حضور ﷺ سب آوازیں سنیں اور درود شریف ہی کی آواز نہ سنیں؟ اس کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا بیان بھی سنئے اور دیکھنے کے قابل ہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ.....
وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں

”یعنی و باشد رسول شمار شاہ گواہ زیرا کہ او مطلع است بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابیکہ بداں از ترقی محبوب ماندہ است کدام است پس او شمار گناہان شمار و درجات ایمان شمار و اعمال نیک و بد شمار و اخلاص و نفاق شمار لہذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است۔“ (تفسیر عزیزی جلد اول ص ۵۸۹)

اس عبارت سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جو نور نبوت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ یہ علم و ادراک اور تحمل شہادت و ادائے شہادت و غیرہ تمام امور اسی پر مبنی ہیں چونکہ نور نبوت دائمی ہے اور اس سے متعلقہ امور کی انجام دہی بھی عارضی نہیں۔ اس لئے حضور ﷺ کے اس باطنی دیکھنے اور سننے کو عارضی کہنا انتہائی نادانی ہوگا۔

جب علی الدوام و علی الاستمرار حضور ﷺ سب کچھ دیکھ رہے رہیں اور سب کچھ سن رہے ہیں تو قبر انور سے دور رہ کر جو شخص درود شریف پڑھے اس کے درود کا نہ سنا کیا معنی رکھتا ہے۔

عقل سلیم کی روشنی میں بھی دور سے درود شریف سننے کا استحالة قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ قبر انور پر جو درود پڑھا جاتا ہے، اسے حضور ﷺ ضرور سنتے ہیں۔ اب ہمیں بتایا جائے کہ قبر انور پر درود پڑھنے والے کی آواز کس ذریعہ سے حضور ﷺ کو پہنچتی ہے۔ جس طرح عادتاً دور کی آواز کا حضور ﷺ تک پہنچنا محال عادی ہے بالکل اسی طرح قبر انور پر صلوٰۃ و سلام کا حضور ﷺ کی سمع اقدس تک پہنچ جانا بھی یقیناً محال عادی ہے کیونکہ قبر انور میں جس مقام پر رسول اللہ ﷺ جلوہ گر ہیں وہاں نہ دنیا کی کوئی ہوائ پہنچ سکتی ہے۔ نہ عالم اسباب کے مطابق کسی آواز وغیرہ کا پہنچنا ممکن ہے۔ اس کے باوجود بھی حضور ﷺ قبر انور میں درود و سلام کی آوازیں سن لیتے ہیں تو اگر اسی طرح بعید کی آوازیں بھی سن لیں تو کون سا استحالة لازم آتا ہے؟

سمع و بصر، تصرف و ادراک دلیل حیات ہے

انفرض سمع و بصر عم و ادراک بغیر حیات کے ممکن نہیں حیات ہی ایسی صفت ہے جو ان اوصاف کے وجود کا سبب ہے۔ اسی طرح

تعرف و عمل بھی دلیل حیات ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے اعمال مثلاً نماز پڑھنا، حج کرنا، تلبیہ کہنا ملکوت سموات والارض میں سیر کرنا اور تعرف فرمانا ایک ایسی حقیقت ثابت ہے۔ جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ بخاری شریف میں وادی ارزق کا واقعہ کسی اہل علم سے نقلی نہیں۔ حیات کے بغیر یہ امور کس طرح انجام پذیر ہو سکتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام امور مذکورہ بالا سے متعلق احادیث و روایات کو جمع کر کے ارشاد فرمایا:

فصل من مجموع هذه النقول والا حادیث ان النبی ﷺ حی بحدہ و روحہ و انہ یتصرف ویسیر حیث شاء اللہ فی اقطار الارض و فی الملکوت و هو بہیئۃ الی کان علیہا قبل و فاتہ لم یتبدل مدہ شیء و انہ مغیب عن الابصار کما غیبت الملائکۃ مع کو نھم احياء باجسادھم فاذا اراد اللہ رفع الحجاب عن ارادہ اکر امہ برؤیتہ راہ علی ہیئۃ الی ہو علیہا لا مانع من ذلك ولا داعی الی التخصیص برؤیۃ المہال (الحادی للفتاویٰ جلد ۲ ص ۲۶۵) ان نقول اور احادیث کے مجموعہ کا ماحصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے جسم اقدس اور روح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ تعرف فرماتے ہیں اور اقطار زمین و عالم ملکوت میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں اور اپنی اسی ہیئت پر ہیں۔ جس پر وفات سے پہلے تھے اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور یہ کہ حضور ﷺ ہماری آنکھوں سے اس طرح غائب کر دیئے گئے جس طرح فرشتے اپنے اجساد کے ساتھ زندہ ہونے کے باوجود ہماری آنکھوں سے غائب کر دیئے گئے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کی رویت کے ساتھ کسی کو عزت و اکرام عطا فرمانا چاہتا ہے تو اس سے حجاب کو اٹھا لیتا ہے اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی ہیئت پر دیکھتا ہے جس پر حضور ہیں۔ کوئی امر اس سے مانع نہیں ہے اور رویت مثال کی تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

یک شبہ کا ازالہ

یہاں یہ شبہ وارد نہ کیا جائے کہ اگر یہ رویت حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کی واقعی رویت ہے تو لازم آتا ہے کہ دیکھنے والے سب صحابی ہو جائیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ جب عالم ملک سے عالم ملکوت کی طرف رحلت فرمائے گئے تو اب یہ رویت رویت ملکوتی ہوگی اور صحابیت کے لئے عالم ملک یعنی اس جہاں میں رویت معتادہ کے ساتھ دیکھنا شرط ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس جواب کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے، جن میں یہ وارد ہوا کہ عالم ملکوت میں حضور ﷺ کی ساری امت حضور ﷺ کے سامنے پیش کی گئی۔ حضور ﷺ نے ساری امت کو دیکھا اور ساری امت نے حضور ﷺ کو دیکھا۔ اس کے باوجود بھی تمام امت کے لئے صحابیت ثابت نہیں ہوئی۔ صرف اس لئے کہ یہ رویت عالم ملکوت میں تھی جو صحابیت کا فائدہ نہیں دیتی۔ (دیکھیے الحادی للفتاویٰ جلد نمبر ۲، ص ۲۶۵، ۲۶۶، طبع مصر)

حیات برزخی

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات پر جتنی دلیلیں پیش کی جاتی ہیں۔ ان سب سے حیات برزخی ثابت ہوتی ہے۔

حیات حقیقی جسمانی کا ثبوت نہیں ہوتا۔

میں عرض کروں گا کہ جس شخص نے حیات کے معنی کو صحیح طور پر سمجھ لیا۔ وہ یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ارواح تو پہلے ہی زندہ ہیں۔ اب وفات کے بعد اگر ان کی زندگی کا صرف یہی مفہوم ہو کہ عالم برزخ میں ان کی رو میں زندہ ہیں تو اس حیات بعد الوفات کا کوئی ماحصل نہیں نکلا جب تک کہ حیات جسمانی کا قول نہ کیا جائے ہاں اس اعتبار سے اس کو برزخی کہہ سکتے ہیں کہ وہ انبیاء کرام و مقربین عظام جنہیں حیات حقیقی عطا ہوئی ہے عالم برزخ میں رونق افروز ہیں اور برزخ ان کی ذوات قدسیہ اور حیات طیبہ کے لئے بمنزلہ ظرف مکان کے ہے۔

بعد الموت انبیاء لوازمات حیات سے خالی ہوتے ہیں؟

اگر انبیاء علیہم السلام کی زندگی حقیقی اور جسمانی ہو تو اس کے لوازمات کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ قاعدہ ہے۔ اذا ثبت الشیء ثبت مجموع لوازمہ لیکن یہ حقیقت ناقابل انکار ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے جسمانی اور حقیقی زندگی کے لوازمات بالکل منطقی ہیں۔ نہ وہ جسمانی غذا کھاتے ہیں نہ ہوا میں سانس لیتے ہیں۔ نہ پانی پیتے ہیں نہ ان کا جسم متحرک ہوتا ہے نہ کسی قسم کا جسمانی فعل ان سے سرزد ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں حقیقی اور جسمانی حیات کیسے تسلیم کی جائے؟

اس اعتراض کا جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے دعویٰ یہ کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کریمہ مع ارواح طیبہ کے بلاشائبہ مجاز حقیقتاً زندہ ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہم انہیں عالم برزخ میں بھی تسلیم کرتے ہیں اور حیات حقیقی جسمانی کے لوازمات و مناسبات ہر عالم میں یکساں نہیں ہوا کرتے عالم کے بدل جانے سے لوازمات و مناسبات کی نوعیت میں بھی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔

لوازمات حیات ہر عالم میں متفاوت ہوتے ہیں

دیکھئے بچہ پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ میں جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہوتا ہے اور پیدا ہونے کے بعد بھی وہ زندہ رہتا ہے لیکن دونوں حالتوں میں لوازمات حیات یکساں نہیں۔ باوجودیکہ حیات ہر حال میں یکساں ہے۔ بس اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی حیات کو بھی سمجھ لیجئے کہ وہ قبل الوفات اور بعد الوفات دونوں حالتوں میں حقیقی جسمانی ہے لیکن دنیا میں اور برزخ میں لوازمات حیات یکساں نہیں ہیں عالم برزخ میں انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام رزق دیے جاتے ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں۔ فرحت و سرور پاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس تمام لوازمات و مناسبات حیات حقیقی انہیں حاصل ہیں لیکن ان کی نوعیت اسی طرح بدلی ہوئی ہے۔ جس طرح پیدا ہونے والے بچے کے لوازمات حیات کی نوعیت ماں کے پیٹ میں اور پیدائش کے بعد اس عالم میں بدلی ہوئی ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے لوازمات حیات

اس سے بھی زیادہ روشن مثال عیسیٰ علیہ السلام کا وجود گرامی ہے کہ وہ بالاقاق اور بالا جناح اب تک آسمانوں پر زندہ ہیں اور اسی سے

جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ جو انہیں دنیا میں حاصل تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ آسمانوں پر ان کیلئے وہ لوازمات حیات مفقود ہیں۔ جو اس عالم میں حاصل تھے۔ مثلاً دنیاوی غذا کھانا، پانی پینا دنیاوی لباس وغیرہ پہننا وغیرہ۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کیلئے اس عالم دنیا کے لوازمات کے بغیر آسمانوں پر حیات حقیقی جسمانی حاصل ہے تو دیگر انبیاء علیہم السلام و شہدا کرام کو عالم برزخ میں لوازمات دنیویہ کے بغیر جسمانی حقیقی حیات کیوں حاصل نہیں ہو سکتی۔

اصل بات یہ ہے کہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق جو حیات جسمانی کیلئے سبب ظاہری ہے ہر عالم میں یکساں نہیں ہوتا جیسا عالم ہوگا۔ جسم کے ساتھ روح کا تعلق بھی ویسا ہی ہوگا۔ تعلق روح کی نوعیت بدلنے سے لوازمات کی نوعیت بدل جاتی ہے لیکن سطحی نظر رکھنے والے لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اور شکوک و شبہات میں مبتلا ہو کر حقیقت ثابتہ کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔

حیات انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ پر اجمالی نظر

انبیاء علیہم السلام کی حیات کے دلائل اور متعلقہ مسائل پر تفصیلی گفتگو ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے اب اس مسئلہ کو ایک اجمالی نظر کے ضمن میں ہم اپنے ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

ارشاد خداوندی "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" کے پیش نظر انبیاء علیہم السلام قانون موت سے مستثنیٰ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مصلیٰ ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: "إِنَّكَ مَيِّتٌ وَقَدْ آمَنَّا بِكَ وَمَا نُنْكِرُ" رسول مصلیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ انی مقبوض بنا بریں جو شخص انبیاء علیہم السلام کے حق میں موت اور قبض روح کا مطلقاً انکار کرے، وہ نصوص قرآنیہ اور احادیث متواترہ کا منکر اور دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہے۔

موت اور قبض روح کے معنی

انبیاء علیہم السلام کی موت اور قبض روح کے معنی مطلقاً یقیناً وہی ہیں جو آج تک ساری امت نے سمجھے یعنی بدن اقدس سے روح مبارک کا نکل کر رفیق اعلیٰ کی طرف جانا انبیاء علیہم السلام کی موت ہے پھر اس کے بعد ان کی حیات کے معنی یہ ہیں کہ اجساد مقدسہ سے باہر نکلی ہوئی ادرار طیبہ اپنے تمام اوصاف و کمالات سابقہ کے ساتھ رفیق اعلیٰ سے دوبارہ اجسام شریفہ میں لوٹ آتی ہیں۔ لیکن باوجود اس کے ان کی حیات اور آثار حیات عادیہ ہم سے مستور رہتے ہیں اور ہماری نظروں سے وہ اس طرح غائب کر دیئے جاتے ہیں۔ جس طرح ملائکہ ہماری نظروں سے غائب کر دیئے گئے ہیں۔

پھر خاص طور پر نبی کریم مصلیٰ ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے میں مزید اتنی بات کہنی پڑے گی کہ حضور مصلیٰ ﷺ کا وصف حیات بالنسبۃ الی الممکنات بالذات ہے اور یہ وصف حضور مصلیٰ ﷺ کے فضائل و کمالات میں سے ہے۔ لہذا کسی دوسرے کیلئے حیات بالذات کا وصف ثابت نہیں۔

اجمالی نظر کی تفصیلی جھلک

اس اجمالی نظر کی تفصیلی جھلک سامنے لانے سے پہلے ہم اپنے ناظرین کرام کو یاد دہانی کرنا چاہتے ہیں کہ گزشتہ صفحات میں ہم بیان

کر چکے ہیں کہ حقیقی نبوت و رسالت کا وصف نبی کے جسم و روح دونوں کے مجموعے کیلئے حاصل ہے۔ خالی جسم اور نقطہ روح کے لئے حقیقی نبوت و رسالت کا وصف حاصل نہیں۔ خالی جسم سے مراد وہ جسم ہے جس میں نہ روح ہو نہ حیات اگر کسی جسم سے روح نکل گئی ہو لیکن اس میں حیات حقیقی موجود ہو تو اس جسم کو خالی جسم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس پر بھی مجموعہ کا حکم لگایا جائے گا۔ اس لئے کہ روح کا اصل مفاد حیات کے سوا کچھ نہیں جب حیات موجود ہے۔ تو گو یا روح موجود ہے۔

اس کے ساتھ ہی اتنی بات اور بھی شامل کر لیجئے کہ موصوف کے بغیر صفت کا وجود ایسا ہی ہے جیسے کہ عین کے بغیر معنی یا جوہر کے بغیر عرض۔ سب جانتے ہیں کہ رسالت و نبوت صفت ہے اور نبی و رسول موصوف جب موصوف کے بغیر صفت کی بقاء محال ہے تو نبی اور رسول کے وفات پا جانے کے بعد اس کی نبوت و رسالت کیونکر باقی (۱) رہے گی۔ حالانکہ ہر نبی کی نبوت اس کی وفات کے بعد باقی رہتی ہے۔ بالخصوص ہمارے نبی کریم ﷺ کی نبوت تو قیامت تک باقی رہے گی کیونکہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اس اشکال کا حل بعض لوگوں نے یوں پیش کیا کہ نبوت و رسالت روح کی صفت ہے اور وفات کے بعد روح باقی ہے۔ لہذا نبوت و رسالت بھی باقی ہے لیکن ہم بتا چکے ہیں کہ روح نبی کی نبوت حکمی ہے حقیقی نہیں۔ اور ہمارا کلام حقیقی وصف نبوت و رسالت میں ہے۔

بعض بد مذہب لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ حقیقی وصف نبوت و رسالت حضور ﷺ کی حیات نبوی تک تھا۔ وفات کے بعد حکمی رسالت باقی رہ گئی لیکن اہل حق جمہور امت مسلمہ کا مذہب مہذب یہی ہے کہ بعد الوفا بھی نبی کی حقیقی نبوت و رسالت باقی رہتی ہے۔

اس قول پر مذکورہ بالا اشکال بہت قوی ہو جاتا ہے۔

اس قول کے قائلین کے ایک گروہ نے موت اور قبض روح کے معنی میں تصرف کیا اور یہ کہا کہ نبی کی موت کے وقت اس کی روح قبض ہو کر بدن سے باہر نہیں نکلتی بلکہ اسے سمیٹ کر نبی کے قلب مبارک میں محفوظ و مستور کر دیا جاتا ہے۔ پھر بعد از دفن اسے تمام جسم میں پھیلا دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح نبی جسم اور روح کا مجموعہ ہی رہتا ہے۔ اس کی حقیقی نبوت و رسالت بھی باقی رہتی ہے اور وہ بعد الوفا اپنی قبر میں زندہ بھی رہتا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک انبیاء علیہم السلام کی موت کے یہ معنی بیان کرنا کہ ان کی روحیں ان کے ابدان شریفہ سے باہر نہیں نکالی جاتیں بلکہ انہیں سمیٹ کر اور قبض کر کے ان کے قلوب مبارک کے اندر ہی محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ قطعاً غلط اور باطل محض ہے۔

موت اور قبض روح کے الفاظ قرآن و حدیث میں وارد ہیں۔ الفاظ قرآن و حدیث کے ایسے معنی بیان کرنا جو نہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہوں نہ مصی بہ کرام سے نہ امت مسلمہ میں سے کسی نے وہ معنی بیان کئے ہوں ایسے معنی الفاظ قرآن و حدیث کے بیان کرنا بہت بڑی جرأت اور دین میں فتنہ عظیم کا دروازہ کھولنا ہے درحقیقت اسی کا نام بدعت سیئہ ہے۔ جس کے متعلق ارشاد ہوا:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

آب حیات میں یہی مسلک اختیار کیا گیا ہے اور روشن چراغ پر ہانڈی رکھنے کی مثال دی گئی ہے۔ (دیکھئے آب حیات ص ۱۶۰) ←

ہمارا مسلک

ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر نبی کی روح مبارک عند الوفاۃ جسم شریف سے قبض ہو کر باہر نکلتی ہے اور رقیق اعلیٰ کی طرف جاتی ہے۔ جیسا کہ صحیحین و دیگر کتب حدیث میں وارد ہے کہ وفات شریف کے وقت رسول اللہ ﷺ کا آخری کلام "اللّٰهُمَّ الرَّفِیقُ الْأَعْلٰی" تھا۔ چنانچہ علماء محدثین نے اسی حدیث کو ارواح انبیاء علیہم السلام کے اعلیٰ علین کی طرف صعود کرنے کی دلیل ٹھہرایا ہے۔

اشکال کا حل

رہا اشکال مذکور تو اس کا جواب ہماری طرف سے یہ ہے کہ ہم قبض روح اقدس کا اعتقاد رکھنے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ کا جسم اقدس کسی وقت ایک آن کیلئے بھی حیات حقیقی سے خالی نہیں ہوا حتیٰ کہ جب روح اقدس قبض ہو رہی تھی اس وقت بھی جسم اقدس میں حیات حقیقی موجود تھی۔ روح اقدس قبض ہونے کے بعد بھی بدن مبارک متصف بحیات حقیقی تھا اور ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ جسم اقدس میں حیات کا رہنا حقیقی نبوت و رسالت کیلئے کافی ہے رہا یہ امر کہ قبض روح کے وقت بھی حضور ﷺ کا جسم مبارک حیات سے خالی نہیں ہے یہ مستلزم ہے بیک وقت موت اور حیات کے اجتماع کو جو صراحتاً باطل ہے۔

تو اس کا جواب پچھلے صفحات میں نہایت تفصیل سے گزر چکا ہے کہ جسم سے روح کا ٹکنا موت عادی ہے اور جسم میں ایسی صفت کا پایا جانا جو مع ولعہ ادراک و احساس کیلئے صحیح ہو حیات حقیقی ہے اور یہ ممکن بلکہ واقع ہے کہ روح کے بغیر حیات پائی جائے کیونکہ روح اور حیات کے درمیان ملازمت عادیہ ہے عقلیہ نہیں لہذا ممکن ہے کہ قبض روح کے باوجود خرق عادت کے طور پر جسم میں احساس و ادراک پایا جائے اس کے نظائر و شواہد ہم تفصیل کے ساتھ پیش کر چکے ہیں بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ کے متعلق مدارج النبوة جلد دوم ص ۵۶۸ سے ایک روایت ہدیہ ناظرین کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب قبر انور میں رونق افروز ہوئے تو حضور ﷺ اپنے لب ہائے اقدس کو متحرک فرما کر رب امتی امتی فرما رہے تھے۔

شق صدر

علامہ ازہر شق صدر مبارک کا واقعہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ اور ہمارے اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے۔ سب جانتے ہیں کہ روح حیات کا مستقر قلب ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے دل کی حرکت بند ہو جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے لیکن کون نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کے سینہ مقدس کوئی اواقع چاک کیا گیا اور قلب اطہر کو جسم مبارک سے باہر نکالا گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ بلا معاونت آلات و اسباب عادیہ اسے شکاف بھی دیا گیا لیکن اس کے باوجود بھی حضور ﷺ جسمانی حیات کے ساتھ زندہ رہے کیونکہ شق صدر کے واقعہ کو آج تک کسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں موت قرار نہیں دیا۔

حیات بعد المات کی دلیل

شق صدر کے اس واقعہ میں حضور ﷺ کی حیات بعد المات پر دلیل قائم کی گئی اور یہ دکھایا گیا کہ جس طرح قلب اقدس جسم مبارک سے

باہر ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی جسم شریف زندہ ہے اسی طرح عند الوفا جب روح مبارک قبض ہو کر جسم اقدس کے باہر ہوگی تو اس وقت بھی جسم شریف اسی طرح زندہ ہوگا جیسا کہ اب زندہ ہے اس واقعہ سے متعلق دیگر مسائل کو ہم اپنے دوسرے مضامین میں بالتفصیل بیان کر چکے ہیں۔

اسباب عادیہ کا حیات عادی سے تعلق

اہل علم سے مخفی نہیں کہ اسباب عادیہ سے حیات عادی کا تعلق محض امر عادی ہے عقلی نہیں جس کا خلاف ممکن ہو۔ اس لئے ہمارا یہ مسلک ان تمام شکوک و شبہات سے بے غبار ہے جو محض عادت کے پیش نظر پیدا ہو سکتے ہیں۔ ہمارے بیان سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ یہ سب امور خرق عادت سے متعلق ہیں جن پر کتاب و سنت سے شہادتیں پیش کی جا چکی ہیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ قبض روح کے بعد عالم بدل جانے کی وجہ سے جسم کے ساتھ روح کے تعلقات اور لوازم حیات میں جو تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ حیات انبیاء علیہم السلام کا استعارہ ہے بعد الوفا اگر کسی نبی کے جسم مبارک کا مشاہدہ کسی خوش نصیب کو نصیب ہو تو اسے عارف حیات کا کوئی اثر محسوس نہ ہوگا اور وہ اس کو بظاہر جسم بے جان کی طرح پائے گا لیکن حقیقت اس کے خلاف ہوگی۔ جیسا کہ ایک سونے والا خواب کی حالت میں کسی پر فضا مقام کی سیر و تفریح میں مشغول ہو اور طرح طرح کی نعمتوں اور لذتوں سے محفوظ ہو رہا ہو اگر ہم اسی حال میں اسے سوتا ہوا دیکھیں تو اس کی ان تمام کیفیات کے باوجود ہمیں کچھ محسوس نہیں ہوگا۔ اس کا چلنا پھرنا، کھانا پینا، نعمتوں لذتوں سے محفوظ ہونا ہمیں قطعاً معلوم نہ ہو سکے گا اور اس سوتے ہوئے جسم کو دیکھ کر ہم بظاہر یہی سمجھیں گے کہ یہ جس طرح ہمیں نظر آ رہا ہے فی الواقع اسی طرح بے ہوش پڑا ہوا ہے لیکن سونے والے کا حال ہمارے خیال کی تکذیب کرتا ہے بالکل اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی حیات واقعی ہمارے اس گمان کو جھٹلاتی ہے۔

مختصر یہ کہ جس طرح سوتے میں خواب دیکھنے والا عالم خواب کی لذتوں اور نعمتوں سے مستفیض ہو کر ہمارے سامنے مستور الحال ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام بعد الوفا مستور الحیات ہوتے ہیں۔ "الا من اکرمة الله برؤیتهم فی حال حیاتهم وما ذالك علی الله

بہ عزیز"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی متصف بحیات بالذات نہیں

اسی ضمن میں یہ بھی عرض کر دوں کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ چونکہ اصل کائنات ہے اس لئے بالنسبہ الی الخلق حضور ﷺ متصف بحیات بالذات قرار پائیں گے۔ حضور ﷺ کے مقابلہ میں کسی دوسرے کو متصف بحیات بالذات قرار دینا اور اس کے حق میں امتناع انفکاک حیات کا قول کرنا بارگاہ رسالت میں انتہائی جرأت کے ساتھ سوء ادبی ہے بالخصوص دجال لعین کے حق میں یہ کہنا کہ جیسے رسول اکرم ﷺ بوجہ منشائیت ارواح مومنین جس کی تحقیق سے ہم فارغ ہو چکے ہیں متصف بالذات ہوئے ایسے ہی دجال بوجہ منشائیت ارواح کفار جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں۔ متصف بحیات بالذات ہوگا اور اس وجہ سے اس کی حیات قابل انفکاک نہ ہوگی۔ اور

موت و نوم میں استعارہ ہو گا انقطاع نہ ہو گا اور شاید یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ابن صیاد جس کے دجال ہونے کا صحابہ کرام کو یہ یقین تھا کہ قسم کھا بیٹھے تھے اپنے نوم کا وہی حال بیان کرتا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی نسبت ارشاد فرمایا یعنی بشہادت احدیث وہ بھی یہی کہتا تھا کہ

لنأمر عینای ولا ینام قلبی (آب حیات ص ۱۶۹)

بارگاہ رسالت میں سوء ادبی کا انتہائی خوف ناک مظاہرہ ہے اس قائل نے اتنا نہیں سوچا کہ نبی اکرم ﷺ کی روح اقدس، روح الارواح ہے اور حضور ﷺ کی ذات مقدسہ تمام عالم ممکنات کیلئے منشاء وجود ہے۔ دجال لعین کیلئے منشاءیت ارواح کفار کا قول درحقیقت ایک بنیادی غلطی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دجال منشاء ارواح کفار نہیں بلکہ منشاء کفر ارواح کفار ہے، ارواح کفار نے عالم ارواح میں کفر نہیں کیا بلکہ اس عام تکلیف میں آنے کے بعد ان سے کفر سرزد ہوا۔ دجال منشاء ارواح نہیں بلکہ ارواح کفار کے کفر کا منشاء ہے اور کفر خود موت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: إِنَّكَ لَا تُسَبِّحُ الْمَوْتَىٰ۔ اے موتی! القلوب وہم الکفار

اس نے دجال منشاء موت قرار پائے گا اور جو موت کا منشاء ہوا اسے حیات سے کیا واسطہ وہ تو حیات بالذات کی بجائے موت بالذات (۱) سے متصف ہو گا۔ ایسی صورت میں دجال لعین کو متصف بحیات بالذات کہنا اور اس کے حق میں امتناع انفکاک حیات کا قول کرنا قلب مومن پر بہت شاق ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ دجال لعین کی موت اور نوم کا رسول اکرم ﷺ کی موت اور نوم سے پورا پورا تطابق کرنے کیلئے قَتَامُ عَيْنَيَّ وَلَا يَتَامُ قَلْبِي کا وصف نبوت بعینہ دجال لعین کیلئے ثابت کر دیا اور اس کے ثبوت میں خود دجال کے قول کو دلیل بنایا۔ ٹھیک ہے دجال کا کمال اسی کے قول سے ثابت ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا قول مبارک دجال کا کمال ثابت کرنے کیلئے کہاں مل سکتا ہے؟

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ یہ اقتباس اس کتاب کا ہے جس کا نام لے کر آج تک ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے کہ ایسی بہترین کتاب حیات النبی کے مسئلہ پر آج تک کسی نے نہیں لکھی۔

قیاس کن زنگستان من بہار مرا

رسالہ دینیات کا اقتباس

نگے ہاتھوں اس باب میں مودودی صاحب کا ایک اقتباس بھی ہدیہ ناظرین کرتا جاؤں تاکہ اس قسم کے مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا نظریہ واضح ہو کر سامنے آجائے۔ دیکھیے رسالہ دینیات میں وہ ارقام فرماتے ہیں:

پیغمبر کی زندگی دراصل اس کی تعلیم و ہدایت کی زندگی ہے جب تک اس کی تعلیم و ہدایت زندہ ہے۔ اس وقت تک گویا وہ خود زندہ ہے۔ پچھلے پیغمبر مر گئے کیونکہ جو تعلیم انہوں نے دی تھی۔ دنیا نے اس کو بدل ڈالا جو کتابیں وہ لائے تھے۔ ان میں ایک بھی آج اصل صورت میں موجود نہیں۔ (رسالہ دینیات ص ۷۹)

انبیاء علیہم السلام کی حقیقی موت و حیات کے بارے میں اس عبارت سے کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ ہمیں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ

سودودی صاحب نے اس بیان میں انبیاء علیہم السلام کے جس وصف کو ان کے حق میں بمنزلہ موت و حیات سے قرار دیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس اقتباس میں ان کی بعض تعبیرات انبیاء کرام علیہ السلام کے حق میں سوئی ادبی کا حکم رکھتی ہیں۔ مثلاً ان کا یہ کہنا کہ مجھے بلکہ اے کیونکہ جو تعلیم انہوں نے دی تھی دنیا نے اس کو بدل ڈالا۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات زندہ ہیں

حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کی روح اور ان کا خلاصہ وہ عقائد اور اصول دین اور مقاصد کلیہ ہیں جو سب میں قدر مشترک کا حکم رکھتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی سیرتیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدئی سے تعبیر فرمایا۔ ان کی تعلیمات کی اصل بنیاد یہی ہیں اور وہ سب محفوظ و موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ انعام میں اشارہ نبیوں کا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِ (س: الانعام آیت ۹۰)

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تو اے محمد ﷺ آپ ان کی سیرت کی اقتداء کریں۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کی تعلیمات کو لوگوں نے اس طرح بدل ڈالا کہ وہ بالکل مٹ گئیں اور ان کی لائی ہوئی کوئی چیز اپنی اصل صورت پر باقی نہیں رہی تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بالکل بے معنی ہو کر رہ جائے گا کیونکہ اس ارشاد الہی کا مطلب یہ ہے کہ اصولی طور پر آپ کا راستہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے راستے سے جدا نہیں۔ رہا فردی اختلاف تو وہ پہلے بھی تھا اور اب بھی اس کے واقع ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں حدیث شریف میں آیا ہے کہ

دینہم واحد و امہاتہم شفعی

انبیاء کا دین ایک ہے اور ان کی مائیں مختلف ہیں۔ قرآن بار بار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ وہی دین ہے جس کی وصیت انبیاء سابقین علیہم السلام فرماتے رہے۔ مختصر یہ کہ اگر انبیاء سابقین کی تعلیمات مردہ قرار دے دی جائیں تو رسول اللہ ﷺ کو ان کی سیرت کی اقتداء کا حکم کیسے دیا جاسکتا ہے۔ اس حکم سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سیرتیں اور ان کی کل تعلیمات رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود ہیں اور حضور ﷺ سب کی سیرتوں کے جامع ہیں۔ اسی طرح کتب سابقہ کی تعلیمات کا حال قرآن مجید ہے۔ اسی لئے قرآن مجید کو تمکین کہا گیا ہے۔ جس کے معنی ”امین“ ہیں یعنی انبیاء سابقین علیہم السلام کی کتابوں کی امائیں قرآن مجید کے اندر محفوظ ہیں۔ مختصر یہ کہ کتب سابقہ اور انبیاء سابقین علیہم السلام کی تعلیمات کو بالکل معدوم قرار دینا صحیح نہیں ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی اقوام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے بے بہرہ ہو گئیں اور ان کے پاس انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا وجود باقی نہ رہا۔ ایسی صورت میں ان تعلیمات کا معدوم ہو جانا ان اقوام کی موت ہوگی جو ان تعلیمات سے محروم ہو گئیں۔ تعلیمات انبیاء علیہم السلام کے فقدان کو انبیاء کی موت قرار دینا انبیاء علیہم السلام کی شان میں سوء ادبی اور گستاخی ہے۔ سب نبیوں کی صالحیت پاکیزگی نڈار و جشیر اور دعوت الی الحق اور ان کے اصول و عقائد اور دین کا جامع بیان قرآن پاک اور سیرت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ضمن میں قطعاً محفوظ اور زندہ ہے۔

اس لئے، سب انبیاء علیہم السلام اس اعتبار سے بھی یقیناً زمرہ ہیں۔ باعتبار مذکور اگر مردہ کہا جاسکتا ہے تو انہی اقوام کو جو ان انبیاء علیہم السلام کے دین پر ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود ان کی حقیقی تعلیمات سے یکسر خالی ہو چکی تھیں۔ اقوام کی موت کو انبیاء کے سر تھوپنا اور یہ کہنا کہ بچھے انبیاء مر گئے خوف ناک قسم کی بے باکی اور شان نبوت میں سوء ادبی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

حیات محمدی کی جامعیت

حضرت محمد ﷺ تمام جہانوں کیلئے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (الفرقان ۱)

اور خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ارسلنا الى الخلق كافة (مسلم شریف)

رسالت رسول اور مرسل الہیہ کے مابین ایک علمی اور عملی قسم کا مخصوص رابطہ ہے جس کے بغیر رسالت کا کوئی تصور قائم نہیں ہو سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ مختلف جہانوں کے مرسل الہیم کے احوال و کیفیات کے اختلاف اور تفادات کی وجہ سے اس رابطہ اور تعلق کی نوعیت مختلف اور جدا گانہ ہو لیکن فی نفسہ اس تعلق کا وجود رسالت کے لئے ضروری ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہانوں کے لئے اسی وقت رسول ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ان کا یہ رابطہ ہر جہان والوں کے ساتھ قائم ہو۔ علمی اور عملی رابطہ ”حیات کا“ متقاضی ہے۔ اس لئے عموم رسالت کے اعتقاد کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایسی جامع اور کامل حیات کے ساتھ متصف ہیں جو ہر عالم کے حسب حال ہے۔

سردست ہم تینوں عالموں کو سامنے رکھتے ہیں۔ دنیا، برزخ اور آخرت عموم رسالت کا وصف دائمی ہے۔ جب حضور ﷺ دنیا میں جلوہ گر تھے، تب ہی تینوں جہانوں کے رسول تھے اور برزخ میں جلوہ افروز ہو کر بھی حسب سابق عوالم ثلاثہ کے رسول رہے اور عالم آخرت میں رونق افروز ہونے پر بھی عموم رسالت منافی نہیں ہو سکتا یہ الگ بات ہے کہ کسی وقت آخرت کے سوا کوئی دوسرا عالم باقی نہ رہے کیونکہ یہ عدم بقاء عالم عموم رسالت پر اثر نہیں ڈال سکتا اس کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے چمکتے ہوئے سورج کے سامنے دس آئینے رکھ دیئے جائیں تو سب اس کے نور سے چمک جائیں گے لیکن اگر ان سب کو یا ان میں سے بعض کو اٹھالیا جائے تو آفتاب کی چمک بدستور اپنے حال پر باقی رہے گی۔

مختصر یہ کہ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں ہر وقت ہر عالم کے مناسب حیات کا پایا جانا ضروری ہے تاکہ مرسل الہیم کے ساتھ رسالت کا رابطہ قائم ہو سکے۔ مثلاً اگر حضور ﷺ دنیا میں ہوں تو دنیا برزخ اور آخرت تینوں جہانوں کے مناسب حیات سے متصف ہوں گے۔ اسی طرح برزخ میں رونق افروز ہوں تو برزخ دنیا اور آخرت کے لائق حیات کے حامل ہوں گے۔ علیٰ ہذا آخرت میں جلوہ گر ہوں تب بھی ایسی حیات سے موصوف ہوں گے جو ہر عالم کے حسب حال ہو۔

لہٰذا تعالیٰ نے باقی مخلوقات کو خاص خاص ماحول کے مناسب حیات بخشی ہے۔ چنانچہ پانی کی مخلوق آگ میں اور ہوا کی مخلوق پانی میں ہے۔

زندہ نہیں رہ سکتی۔ حتیٰ کہ جبرائیل علیہ السلام کیلئے بھی ایک مخصوص ماحول سے آگے زندہ رہنا ممکن نہیں۔ اس لئے انہوں نے شبِ معراج عرض کر دیا کہ: "لَوْ تَجَاوَزْتَ أَمَلَهُ لَا حَتَرُكَ"۔ یعنی اگر اپنے ماحول سے ذرا بھی آگے بڑھوں جل کر خاک ہو جاؤں۔ مگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ایسی حیات کا ملہ جامعہ عطا فرمائی گئی جو ہر عالم کے ہر ماحول سے پوری طرح مناسبت رکھتی ہے۔ اس کی وجہ وہی تعلق نبوت اور رابطہ رسالت ہے جو علم و عمل کی بنیادوں پر قائم ہوتا ہے۔ اور علم و عمل ہی حیات ہے۔ اس لئے جہاں تک ان کے علم و عمل کا تعلق ہوتا ہے۔ وہاں تک ان کی حیات پہنچتی ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں ہے کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں بھی زندہ رہے اور اگر تسبیح کی شرط نہ پائی جاتی تو قیامت تک بطنِ حوت ہی میں ٹھہرے رہتے۔

بخاری شریف میں حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی معیت میں دو قبروں کے پاس سے گزرے ان دونوں قبروں والوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ حدیث کے الفاظ ہیں: فَسَمِعَ صَوْتِ الْإِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا حُضُورِ مُحَمَّدٍ ﷺ نے دو انسانوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ وہاں ٹھہر گئے۔ صحابہ کرام سے فرمایا یہ دونوں قبروں والے عذاب قبر میں مبتلا ہیں اور کسی بڑی بات نہیں عذاب نہیں دیئے جا رہے۔ ایک ان میں سے پیشاب کرتے وقت چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے کھجور کی ایک ٹہنی منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا اور فرمایا جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کی تسبیح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان دونوں کے عذاب میں تخفیف فرمائے گا۔

رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف فرما تھے اور قبروں والوں کو عالم برزخ میں عذاب ہو رہا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کی آواز اپنے مبارک کانوں سے سنی۔ پھر یہ بھی بتایا کہ ان دونوں کو عذاب کس وجہ سے ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ جیسے دنیاوی حیات سے متصف ہیں اسی طرح برزخ والوں کی حیات سے بھی متصف تھے۔ ورنہ اس عالم کی آوازوں کا سننا اور وہاں کے حقائق و رموز کا جاننا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ پھر کھجور کی ٹہنی کے دو ٹکڑے دونوں قبروں پر رکھ کر ان کی تسبیح کی وجہ سے قبروں والوں کے عذاب میں تخفیف کا اظہار فرمانا اپنے عمل سے انہیں فائدہ پہنچاتا ہے۔

اہل برزخ سے یہ عم و عمل کا رابطہ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ برزخ والوں کی حیات بھی حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں پائی جاتی تھی۔ اس واقعہ میں ایک اور لطیف اشارہ پایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ تھے۔

حضور ﷺ نے ہر دو معذب انسانوں کی آواز سن کر صحابہ کرام کو بتایا پھر اسباب عذاب کا اظہار فرما کر گویا اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ اے میرے صحابہ عالم دنیا میں اس وقت میں تمہارے ساتھ ہوں مگر یہ نہ سمجھنا کہ میں اسی عالم میں صرف تمہارے ہی ساتھ ہوں اس کے علاوہ کسی عالم میں کسی کے ساتھ نہیں بلکہ دنیا میں تمہارے ساتھ ہونے کے باوجود عالم برزخ میں برزخ والوں کے ساتھ بھی ہوں اور ان کے حال سے خبردار ہوں اور ان کے دکھ درد میں ان کا حامی و مددگار ہوں۔

نیز یہ کہ میں جس طرح دنیا میں ہو کر برزخ سے دور نہیں اسی طرح جب برزخ میں جلوہ گر ہوں گا تو تم سے دور نہ ہوں گا اور تمہارے —

حال سے بھی اسی طرح باخبر رہوں گا جیسے اب اہل برزخ کے حال سے باخبر ہوں اور تمہارے دکھ درد میں ایسے ہی تمہارا حامی و مددگار ہوں گا جیسے دنیا میں ہو کر برزخ والوں کا حامی اور مددگار ہوں۔

اس کے بعد عالم آخرت کی طرف آئیے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دنیاوی حیات میں جس طرح عالم برزخ کی حیات کے حامل تھے۔ اسی طرح عالم آخرت کی حیات بھی حضور ﷺ کی ذات مقدسہ میں پائی جاتی تھی۔ شب معراج حضور ﷺ کا آسمانوں پر جلوہ گر ہونا انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات فرمانا اور سفر معراج میں تمام پیش آنے والے واقعات اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ حضور ﷺ اس دنیاوی حیات کے ضمن میں اخروی حیات سے بھی متصف تھے۔ مختصر یہ کہ جس طرح عالم دنیا میں حضور ﷺ برزخ و آخرت کی حیات سے خالی نہ تھے۔ اسی طرح اب عالم برزخ میں دنیاوی حیات سے بھی خالی نہیں۔ وہو المراد۔

حیات محمدی ﷺ کے آفتاب کی شعاعیں

اس حیثیت سے کہ حضور ﷺ اصل کائنات ہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات مقدسہ آسمان و جود ممکنات کا چمکتا ہوا آفتاب ہے۔ مخلوقات کے تمام انواع و افراد بمنزلہ آئینوں کے ہیں۔ ہر آئینہ اپنے مقام پر مخصوص کیفیت اور جداگانہ قسم کی استعداد کا حامل ہے۔ اس لئے ہر فرد اپنے حسب حال اس آفتاب حیات سے اکتساب حیات کر رہا ہے۔ خلق و امر، اجسام و ارواح، اعیان و معانی، ارض و سما، تحت و فوق سب کا نور حیات اسی آفتاب حیات محمدی کی شعاعیں ہیں البتہ عالم ممکنات کا اس معدن حیات سے قرب و بعد اور افراد کائنات میں استعداد کی قوت و ضعف مراتب حیات میں ضرور موجب تفاوت ہے نفس حیات سب میں پائی جاتی ہے۔ لیکن ہر ایک کی حیات اس کے حسب حال ہے۔ مومن ہو یا کافر نیک ہو یا بد ہر ایک کا مبداء فیض حضور ﷺ ہی ہیں اور حضور ﷺ ہی کے آفتاب حیات سے ہر ایک میں حیات کی روشنی پائی جاتی ہے۔ آفتاب غروب ہو جائے تو تمام آئینے نور سے محروم ہو جائیں آئینوں میں نور کا پایا جانا آفتاب کے چمکنے کی دلیل ہے۔ اسی طرح عالم ممکنات کے کسی ایک ذرہ میں نور حیات کا پایا جانا آفتاب حیات محمدی کے موجود ہونے کی دلیل ہے۔

یوں سمجھئے کہ ایک بہت بڑا کارخانہ جس میں ہزاروں قسم کے کام ہوتے ہیں۔ سینکڑوں مشینیں لگی ہوئی ہیں۔ ہر ایک مشین اپنی نوعیت کا جداگانہ کام کر رہی ہے۔ کہیں کپاس صاف ہو رہی ہے۔ کہیں روئی کی گانٹھیں تیار ہو رہی ہیں۔ کوئی مشین سوت کا تار رہی ہے۔ کسی میں کپڑا بنا جا رہا ہے۔ کہیں آٹا پس رہا ہے۔ پھر وہاں بے شمار بلب لگے ہوئے ہیں۔ ہر بلب جداگانہ پاور کا ہے۔ ان کا رنگ بھی مختلف ہے۔ پھر کسی مشین سے کہیں پانی گرم ہو رہا ہے، کسی جگہ برف جمائی جا رہی ہے۔ کوئی مشین آگ پیدا کر رہی ہے۔ کوئی پانی کھینچ رہی ہے۔ کسی کی رفتار ہلکی ہے کوئی تیز رفتار ہے۔ ان سب کی حرکت اور ہر ایک کا کام ایک دوسرے سے مختلف ہے لیکن حرکت و عمل کی قوت کا مرکز ایک پاور ہاؤس ہے جو ہر ایک کو اس کی استعداد اور اس کے حال کے موافق حرکت و عمل کی قوت تقسیم کر رہا ہے۔ اگر پاور ہاؤس ختم ہو جائے تو تمام کارخانہ معطل ہو کر رہ جائے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انما اللہ يعطى وانا قاسم و خازن

بے شک اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور میں تقسیم کرنے والا اور خازن ہوں۔

اس تمثیل سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ مومنین و شہداء اور انبیاء کی حیات کا تفاوت اسی عمل پر مبنی ہے۔ یہاں اتنی بات اور عرض کر دوں کہ بسا اوقات نفس حیات ہوتی ہے۔ مگر منافع حیات نہیں ہوتے۔ اس وجہ سے حیات کی نفی کر دی جاتی ہے۔ مگر اس نفی سے نفی حیات مراد نہیں ہوتی بلکہ منافع حیات کا انتفاء مراد ہوتا ہے۔ ناواقف لوگ اصل حیات کی نفی سمجھ لیتے ہیں۔ اس غلطی میں اکثر لوگ مبتلا ہیں۔ انہیں قرآن مجید کی اس آیت کو دیکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيٰی (س: طہ آیت ۷۴)

کافر دوزخ میں نہ مرے گا نہ جنے گا۔ موت کی نفی تو ظاہر ہے۔ ”هُم فِيهَا خَالِدُونَ“ مگر حیات کی نفی محض اس لئے فرمائی گئی کہ دوزخ میں منافع حیات منسلکی ہوں گے۔

ایک شبہ کا ازالہ

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کافر بھی قبر میں زندہ ہوتے ہیں تو قبر کی زندگی میں کیا فضیلت ہوئی؟ ان کا جواب بھی گزشتہ بیان میں آ گیا۔ وہ یہ کہ کافر قبر میں زندہ ضرور ہے، مگر معذب ہونے کی وجہ سے منافع حیات سے محروم ہے۔

عذاب قبر

کفر کا قبروں میں زندہ ہونا اور انہیں عذاب دیا جانا بے شمار دلائل سے ثابت ہے۔ سر دست ہم ایک روایت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الحادی للفتاویٰ سے پیش کرتے ہیں۔ جو ناظرین کیلئے مزید معلومات کا موجب ہوگی۔

واخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور والطہرانی فی الاوسط عن ابن عمر قال بینا انا اسیر بجنہات ہذا فاذ خرج رجل من حفرة فی عنقه سلسلۃ فنادانی یا عبد اللہ اسقنی وخرج رجل آخر من تلك الحفرة فی یدہ سوط فنادانی یا عبد اللہ لا تسقه فانہ کافر ثم ضربہ بالسوط حتی عادانی حفرۃ فأتیت النبی ﷺ فاخبرته فقال لی او قدر ایتہ قلت نعم قال ذالک عدو اللہ ابو جہل و ذالک عذابہ الی یوم القیامۃ (الحادی للفتاویٰ جلد ۲ ص ۲۶۸ طبع مصر)

ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں اور طبرانی نے اوسط میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی عبد اللہ بن عمر نے فرمایا کہ میں نوح بدر میں جا رہا تھا کہ اچانک قبر کے ایک گڑھے سے ایک شخص نکلا جس کی گردن میں زنجیر تھی اس نے مجھے آواز دے کر کہا اے عبد اللہ! مجھے پانی پلا۔ اسی گڑھے سے ایک اور شخص برآمد ہوا جس کے ہاتھ میں کوڑا تھا اس نے مجھے پکار کر کہا اے عبد اللہ! اسے پانی نہ پلانا یہ کافر ہے پھر اسے کوڑا مارا تا رہا یہاں تک کہ وہ اپنے گڑھے کی طرف واپس لوٹ گیا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا پھر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے یہ واقعہ حضور ﷺ کے سامنے عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا، کیا تو نے اسے دیکھا؟ میں نے عرض کیا، ہاں حضور! میں نے اسے دیکھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، وہ اللہ کا دشمن ابو جہل تھا اور وہ اس کا عذاب تھا جو اسے

اور نہ انھم مَیْتُون کی بجائے اگر انکھ مَیْتُون فرمایا جاتا تو اس میں رسول اللہ ﷺ بھی شامل ہو جاتے اور مختصر کلام میں سب کے لئے موت کا حکم ثابت ہو جاتا۔ جیسا کہ اس کے بعد "ثُمَّ اَنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ" (الزمر ۳۱) میں دوسروں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو بھی شامل فرمایا گیا ہے۔ مگر موت کا حکم لگانے میں اُنک مَیْت اُلک فرمایا اور انھم مَیْتُون (علحدہ) ارشاد ہوا تاکہ سننے والے سمجھ جائیں کہ رسول اللہ ﷺ کی موت دوسروں کی موت سے الگ ہے۔

حضور ﷺ کی موت ہماری موت سے بوجہ ذیل مختلف ہے۔

۱۔ حضور سید عالم ﷺ کو اختیار تھا کہ حضور دنیا میں رہیں یا رفیق اعلیٰ کی طرف تشریف لے جائیں لیکن ہمیں دنیا میں رہنے یا آخرت کی طرف جانے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا بلکہ ہم موت کے وقت سفر آخرت پر مجبور ہوتے ہیں۔ (بخاری شریف)

۲۔ غسل کے وقت ہرے کپڑے اتارے جاتے ہیں لیکن رسول اللہ کو انہیں کپڑوں میں غسل مبارک دیا گیا۔ جن میں حضور ﷺ نے وصال فرمایا تھا۔ (بخاری شریف)

۳۔ حضور ﷺ کی نماز جنازہ ہماری طرح نہیں پڑھی گئی بلکہ ملائکہ کرام، اہل بیت عظام اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے جماعت کے بغیر الگ الگ حضور ﷺ پر نماز پڑھی اور اس پر معروف دعائیں بھی نہیں پڑھیں بلکہ حضور ﷺ کی تعریف و توصیف کے کلمات طیبات عرض کئے گئے اور درود شریف پڑھا گیا۔ (مواہب اللدنیہ)

۴۔ ہماری موت کے بعد جلدی دفن کرنے کا تاکید حکم ہے لیکن حضور ﷺ وصال کے بعد سخت گرمی کے زمانہ میں پورے دودن کے بعد قبر میں دفن کئے گئے۔ (زرقاتی شریف)

۵۔ حضور ﷺ کا مدفن مبارک بحکم شرع دہی مقام ربا جہاں حضور ﷺ نے وصال فرمایا تھا۔ ہمارے لئے یہ حکم نہیں ہے۔

(زرقاتی شریف)

۶۔ ہر کی موت کے بعد ہماری میراث تقسیم ہوتی ہے حضور ﷺ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (بخاری شریف)

۷۔ ہمارے مرنے کے بعد ہماری بیویاں ہمارے عقد نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات ہمیشہ حضور ﷺ کے نکاح میں باقی ہیں اور ابد تک یہ حکم جاری رہے گا۔ (قرآن مجید)

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ انتہائی دریدہ دہنی کے ساتھ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کو تم زعمہ مانتے ہو تو نعوذ باللہ صحابہ کرام نے حضور کو زندہ درگور کر دیا؟ نیز یہ کہ حضور ﷺ زندہ ہیں تو ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، اور علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خلیفہ کیسے ہو گئے۔

گزشتہ صفحات کو غور سے پڑھا جائے تو اس شبہ کا ازالہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ ناظرین کرام ہمارے مضمون میں پڑھ چکے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کیسے موت عادی اور حیات حقیقی تسلیم کرتے ہیں۔ غسل، کفن، دفن، خلافت، سب امور موت عادی کا مقتضی ہیں اور اس سے

ضمن میں حضور ﷺ کے جملہ امتیازی امور حیات حقیقی پر مبنی ہیں اور لوازمات حیات بعد الموت کی نوعیت لوازمات حیات قبل الموت سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ لہذا یہ اختلاف نوعیت ہمارے مدعا کو مضرب نہیں۔ البتہ وہ امور جو بمقتضائے حیات حقیقی ہیں مگرین حیات کے انکار کو یقیناً باطل قرار دیتے ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ

یہاں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبہ تو اس کا بھی یہی مقصد ہے اور ابانۃ الروح عن الجسد کے معنی میں حضور ﷺ کیلئے اس میں موت کا بیان ہے۔ ہم نے جس حیات کو روح کے بغیر ثابت مانا ہے۔ اس کی نفی کہاں وارد ہوئی ہے۔ پھر یہ کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اسی خطبہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

لن یجمع الله علیک موتین۔ اے آقا ﷺ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔

دوسری موت سے حیات بعد الموت کے بعد آپ کو جو حیات ملے گی اس کے بعد آپ پر کوئی موت نہیں آئے گی۔

(دیکھئے قسطلانی جلد ۶ ص ۷۰ طبع مصر)

وصیت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت جو انہوں نے اپنے وصال سے قبل فرمائی تھی اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کو قبر انور میں زندہ مانتے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۶۸۵ پر فرماتے ہیں: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ حضور ﷺ کے حجرہ مبارکہ کے سامنے رکھ دینا اگر دروازہ کھل جائے اور قبر انور سے آواز آئے کہ ابو بکر کو اندر لے آؤ تب تو مجھے حجرہ مبارکہ میں دفن کرنا ورنہ عام مومنین کے قبرستان میں دفن کر دینا چنانچہ ایسا ہی ہوا جب حجرہ مبارکہ کے سامنے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا گیا تو دروازہ کھل گیا اور قبر انور سے آواز آئی: ادخلوا الحبیب الی الحبیب اگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور ﷺ کی حیات بعد المات کے قائل نہ ہوتے تو اس وصیت کے کیا معنی؟

عزیر علیہ السلام کا واقعہ

یہاں عزیر علیہ السلام کا واقعہ تو سب سے پہلے تو یہ عرض کر دوں گا کہ قرآن مجید میں حضرت عزیر علیہ السلام کا نام نہیں آیا۔ قرآن میں اُوْکَ الَّذِیْنَ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ کے الفاظ ہیں اور الَّذِیْنَ سے کون مراد ہے؟ اس میں مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہے۔ عطاء نے کہا کہ ارمیاء مراد ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ عزیر مراد ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ الَّذِیْنَ سے رجل کا مراد ہے۔ (دیکھئے تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۸۳ طبع مصر) ایسی صورت میں حیات انبیاء کے خلاف اس آیت کو پیش کرنا کیسی شدید حماقت ہے اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے۔ کہ الَّذِیْنَ سے حضرت عزیر علیہ السلام ہی مراد ہیں تب بھی مخالفین کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس آیت سے زیادہ سے زیادہ حضرت عزیر علیہ السلام کی ایک واقعہ سے لاعلمی ثابت ہوگی اور لاعلمی عدم حیات کو مستلزم نہیں۔ آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیا کے زمانہ میں کئی واقعات سے

حضور کی لاعلمی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس وقت حضور ﷺ کو زندہ بھی مانتے ہیں۔ تو کیا آپ ہی کے مسلک پر یہ ممکن نہیں کہ عزیر علیہ السلام کو موت کے بعد حیات بھی حاصل ہو اور اس حیات میں ایک واقعہ سے وہ لاعلم بھی ہوں؟ رہا ہمارا مسلک تو ہم لاعلمی کی بجائے عدم الثقافات کا قول کریں گے اور یہ کہیں گے کہ عزیر علیہ السلام چونکہ عالم برزخ میں مشغول تھے اس لئے انہیں دنیا کے زمانہ طویلہ اور سو سال کی مدت کی طرف الثقافات نہ ہوا۔ اس لئے انہوں نے ”یَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ“ کہہ دیا۔ اس واقعہ سے حیات بعد الموت کی نفی کس طرح ثابت ہو گئی۔

اس آیت پر کسی دوسری جگہ ہم نے طویل کلام کیا ہے اس لئے یہاں قدر ضرورت پر اکتفا کرتے ہیں۔

شہداء کی ازواج نکاح کر سکتی ہیں، ان کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے

ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ شہداء و انبیاء علیہم السلام پر موت بھی آتی ہے اور انہیں حیات بعد المات بھی عطاء کی جاتی ہے۔ دنیا میں ان پر موتی کے جس قدر احکام جاری ہوتے ہیں۔ وہ سب قبض روح کی وجہ سے ہیں۔ باقی رہی حیات تو بعض امور میں اس کے احکام بھی مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً حنفیہ کے نزدیک شہداء کو غسل میت نہ دیا جاتا اور شافعیہ کے نزدیک غسل اور نماز دونوں کا نہ ہوتا۔

ازواج و میراث کے مسئلہ کو بھی حیات میں ضرور دخل ہے لیکن اس مسئلہ میں انبیاء اور شہداء کے درمیان جو فرق ہے وہ نفس حیات کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا منفع درجات حیات کا تفاضل اور تفاوت ہے۔

ان تمام بحثوں کے بعد انبیاء علیہم السلام کے اجساد کریمہ کا ان کی قبور منورہ میں محفوظ رہنے کا مسئلہ بھی سامنے آ جاتا ہے۔ دلائل کی روشنی میں ہر امر مسلک یہ ہے کہ صرف انبیاء نہیں بلکہ بعض شہداء اور صالحین اور علماء کے اجسام شریفہ بھی مگھنے سڑنے اور خراب و متغیر ہونے سے صحیح و سالم رہتے ہیں۔

صرف یہی نہیں بلکہ فرعون کے جسم کا سالم رہنا بھی قرآن مجید سے ثابت ہے فرق یہ ہے کہ فرعون کا جسم اہانت کے لئے سالم رکھا گیا کہ اس کا جسم دیکھ کر لوگوں کو عبرت ہو اور وہ سمجھیں کہ خدا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کرنے والوں کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً (یونس: ۹۲، پ ۱۱)

آج ہم تجھ کو تیرے بدن کے ساتھ نجات دیں گے۔ تاکہ تو اپنے بچلوں کے لئے ”ہمارے عذاب“ کا نشان ہو جائے۔

تحقیق جدیدہ سے معلوم ہوا کہ فرعون کی لاش آج تک محفوظ چلی آتی ہے۔ اور یہ اس کی انتہائی اہانت کا موجب ہے کہ جو بھی اسے دیکھتا ہوگا اس کے ذہن میں فوراً یہ بات مرکوز ہو جاتی ہوگی کہ یہی ہے اللہ اور اس کے رسول کا باغی جو اپنے جرائم اور معاصی کی وجہ سے اللہ کے عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوا لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسام کریمہ کمال عزت اور انتہائی عظمت کا نشان بن کر صحیح و سالم رہتے ہیں کہ جس ذہن میں بھی ان کے مبارک جسموں کے صحیح و سالم رہنے کا تصور آتا ہے وہ ساتھ ہی اس حقیقت سے روشناس ہو جاتے ہیں کہ یہ اجسام مقدسہ

ان پاکیزہ اور نورانی ہستیوں کے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت و رسالت پر فائز ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حیات ابدی کے ساتھ زندگی بخشی۔

کمال عزت و عظمت کے ساتھ اجساد انبیاء علیہم السلام کا محفوظ رہنا بھی قرآن مجید سے ثابت ہے۔
سلیمان علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجُنُّ أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ (سبا آیت ۱۴)

پھر جب ہم نے ان پر موت واقع کر دی تو جنات کو ان کی موت پر کسی نے رہنمائی نہ کی۔ سوائے دیمک کے کیزوں کے کہ وہ دیمک کے کیزے ان کے عصا کو کھاتے رہے۔ جب عصا کے دیمک خوردہ ہو کر گر جانے کی وجہ سے سلیمان علیہ السلام گرے تو جنوں کو معلوم ہوا کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو ذلت کے عذاب میں اتنے عرصے تک جلا نہ رہتے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام جو عصا کا سہارا لگائے کھڑے تھے اپنی حشمت و شوکت کے ساتھ جنات سے کام لے رہے تھے۔ اسی حال میں انہیں موت آگئی اور موت کے بعد اسی عصا کے سہارے اتنے طویل عرصہ تک کھڑے رہے کہ عصا کو دیمک لگ گئی اور اس دیمک نے عصا کو یہاں تک کھا لیا کہ وہ ٹھہر نہ سکا اور اس کے ساتھ ہی سلیمان علیہ السلام کا جسم مبارک بھی زمین پر آ پڑا۔

تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک سال کی مدت تھی اگر تفاسیر سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو الفاظ قرآن سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ وہ مدت چند روز کی نہ تھی بلکہ اتنا طویل زمانہ تھا جس میں کام کرنے کو جنات جیسی قوی بیکل اور سخت جان مخلوق کیلئے مَالِیْثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ از روئے قرآن کریم انبیاء علیہم السلام کے اجساد کریمہ کا عرصہ دراز تک صحیح سالم رہنا حق اور درست ہے۔

اسی طرح یونس علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْكَیْفَ فِي بَطْنِهِ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (صافات ۱۳۲) کہ یونس علیہ السلام جنہیں مچھلی نے نگل لیا تھا اور وہ کچھ عرصہ تک مچھلی کے پیٹ میں رہ کر زندہ اور صحیح سالم نکل آئے۔ اگر مُسْتَبْعَثُوْنَ میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ ہی میں ٹھہرے رہتے۔

ظاہر الفاظ قرآن سے واضح ہوتا ہے کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک صحیح سالم ٹھہرے رہتے اور قیامت کے دن جب دوسرے لوگ اپنی قبروں سے نکلتے تو یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آتے۔

قرآن کریم کے بعد احادیث شریفہ کو دیکھا جائے تو انبیاء علیہم السلام کے مبارک جسموں کے صحیح سالم رہنے کی دلیل میں بکثرت احادیث میں کی۔ جن میں سے بعض حدیثیں گزشتہ صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں اور ایک حدیث حضرت دانیال علیہ السلام کے جسم اقدس کے متعلق اس وقت پیش کرتے ہیں۔

ہدایہ والنہایہ میں بروایت یونس بن بکر حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم نے قلعہ تشریح کیا تو ہر مزان کے مگر کے مال و متاع میں ایک تخت پایا جس پر ایک آدمی کی میت رکھی ہوئی تھی اور اس کے سر کے قریب ایک مصحف تھا ہم نے وہ مصحف اٹھا کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب کو بلایا۔ انہوں نے اس کو عربی میں لکھ دیا۔ کل عرب میں ہیں پہلا آدمی ہوں جس نے اس کو پڑھا میں نے اسے اس قرآن کی طرح پڑھا۔ ابو خالد بن دینار کہتے ہیں، میں نے ابو العالیہ سے کہا اس صحیفہ میں کیا تھا انہوں نے کہا تمہارے احوال، امور اور تمہارے کلام کے لہجہ اور آئندہ ہونے والے واقعات ہیں۔ میں نے کہا تم نے اس آدمی کا کیا کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے دن کے وقت متفرق طور پر تیرہ قبریں کھودیں جب رات آئی تو ہم نے انہیں دفن کر دیا اور تمام قبروں کو برابر کر دیا تاکہ وہ لوگوں سے غلی رہیں اور کوئی انہیں قبر سے نہ نکالنے پائے۔ میں نے کہا۔ ان سے لوگوں کی کیا امیدیں وابستہ تھیں؟ انہوں نے کہا جب بارش رک جاتی تھی تو لوگ ان کے تخت کو باہر لے آتے تھے۔ تو بارش ہو جاتی تھی۔ میں نے کہا تم اس رجل مہرک کے متعلق کیا گمان رکھتے تھے کہ وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ انہیں دانیال کہا جاتا تھا۔ الخ۔ اس کے بعد اگلے صفحہ پر ایک حدیث مرقوم ہے

قال رسول الله ان دانيال دعاربه عزوجل ان يدفنه امة محمد ﷺ فلما افتتح ابو موسى الاشعري تستر وجدته في تابوت تضرب عروقه ووريدة (الہدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۴۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دانیال علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے یہ دعا کی تھی کہ انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دفن کرے۔ جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے قلعہ تشریح کیا تو انہیں ان کے تابوت میں اس حال میں پایا کہ ان کے تمام جسم اور گردن کی سب رگیں برابر چل رہی تھیں۔ اتنی

ان دونوں روایتوں سے اتنی بات بلا تردد واضح ہے کہ دانیال علیہ السلام کا جسم مبارک سینکڑوں سال گزر جانے کے باوجود صحیح سالم تھا۔ اس کے بعد یہ بات بھی ان دونوں روایتوں سے پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا توسل حق ہے اور ان حضرات کے توسل سے بارش طلب کی جاتی تھی اور لوگ میراب بھی ہوتے تھے۔ نیز یہ کہ دانیال علیہ السلام کا جسم مبارک صد ہا برس کے بعد نہ صرف صحیح سالم تھا بلکہ اس کی نبضیں اور وریدیں بھی چل رہی تھیں۔

ایک سوال کا جواب

اس مسئلہ میں بعض لوگ یہ پوچھا کرتے ہیں کہ اگر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کریمہ ایک لحو کیلئے بوسیدہ نہیں ہوتے تو انہیں بعض اوقات عظام سے کیوں تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عظام کہنے کی یہ وجہ نہیں کہ محاذ اللہ سارا بدن گلنے کے بعد ہڈیاں رہ جاتی ہیں۔ بلکہ عظام استعارہ ہے جسم کے نہ گلنے سے کہ جس طرح بعض ہڈیاں نہیں گلتیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا بدن گلنے سے پاک ہوتا ہے۔ اس مقام پر لفظ عظام سے بغیر گوشت کے ہڈیاں مراد نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی جسمانی حقیقی حیات پر ایک اور تصریح ملاحظہ فرمائیے مواہب اللدنیہ میں ہے:

ونقل السبکی فی طبقاتہ عن ابن فورک انه علیہ السلام حی فی قبرہ رسول اللہ ابدًا لا یأبدا علی الحقیقۃ لا المجاز۔
انتہی (مواہب اللدنیہ، ج ۲، ص ۵۴)

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طبقات میں ابن فورک سے نقل کیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اللہ کے رسول ہیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آپ کا رسول ہونا حقیقت پر محمول ہے مجاز پر نہیں۔ انتہی

ابن عقیل حنبلی کا قول

امام زرقاتی رحمۃ اللہ علیہ اس کے تحت، زرقاتی علی المواہب، میں ارشاد فرماتے ہیں:

لحیاتہ فی قبرہ یصلی فیہ بأذان واقامۃ قال ابن عقیل الحنبلی ویضاجع ازواجہ ویستمع بہن اکمل من الدنیا
وحلف علی ذلک وهو ظاہر ولا مانع منہ (زرقاتی علی المواہب جلد ۱ ص ۱۶۹)

حضور ﷺ کا حقیقتاً رسول ہونا اس لئے ہے کہ قبر انور میں حضور ﷺ کو حیات حقیقی حاصل ہے۔ حضور ﷺ اپنی قبر انور میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ ابن عقیل حنبلی نے کہا حضور ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ استراحت فرماتے ہیں اور ان سے ایسا استماع فرماتے ہیں جو دنیا سے اکمل ہے۔ ابن عقیل نے یہ بات قسم کھا کر کہی۔ امام زرقاتی فرماتے ہیں اور یہ کھلی ہوئی بات ہے اس میں کوئی امر مانع نہیں۔

اللہ تعالیٰ امام زرقاتی رحمۃ اللہ علیہ کو جزاء خیر دے کہ انہوں نے دھو ظاہر ولا مانع منہ کہہ کر ابن عقیل حنبلی کے قول کو بے غبار کر دیا۔ میں ہزار مرتبہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابن عقیل حنبلی کے اس قول کو مکروہ نہیں جانے گا۔ مگر وہی نفس کا بندہ جو خواہشات نفسانی میں مبتلا ہے اور اللہ کے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات مقدسہ اور حضور ﷺ کے حال مطہرہ کا قیاس اپنی مکروہ ذات اور نجس حال پر کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ تو عالم دنیا میں بھی ان تمام مکروہات سے پاک رہے جن کا تصور کسی کے حق میں کیا جاسکتا ہے۔ چہ جائیکہ عالم برزخ میں تشریف لے جانے کے بعد سرکار ﷺ کی ذات مقدسہ کے حق میں کوئی سیاہ باطن اس قسم کا ناپاک تصور پیدا کرے۔

قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء وشہداء کرام علیہم السلام جنت میں رزق دیئے جاتے ہیں اور وہ طرح طرح کی نعمتیں کھاتے اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے لذتیں اٹھاتے ہیں تو کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ رزق اور نعمتیں اور ان سے لذت کا حصول دنیاوی رزق اور دنیاوی نعمتوں اور دنیا کی لذتوں کی قسم سے ہے۔ ہم اس سے پہلے بارہا تنبیہ کر چکے ہیں کہ برزخ کے حال کا قیاس دنیا کے حال پر صحیح نہیں اور وہاں کے لوازم حیات کی نوعیت دنیا کے لوازم حیات کی نوعیت سے قطعاً جدا گانہ اور مختلف ہے اور اس اختلاف کی وجہ سے وہاں کی کسی چیز کا قیاس یہاں کی کسی چیز پر نہیں ہو سکتا۔

صالحین اور اہل جنت کے حق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرہ ۲۵)

جنتیوں کیلئے جنت میں ازواج مطہرہ (پاک بیویاں) ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

القدور روضة من رياض الجنة او حفرة من حفرات النيران

جب عام مؤمنین کی قبریں جنت کے باغیچے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی قبر انور تو بطریقہ اولیٰ جنت کے باغوں میں سے ایک عظیم و عظیم باغ قرار پائے گی اور جنت کے باغوں میں جنت کی ازواج سے استمتاع حقیقت ثابت ہے۔ اگر وہاں کوئی امر مانع نہیں تو یہاں کیونکر مانع ہو سکتا ہے۔

ابن عقیل حنبلی کے کلام میں لفظ ازواجہ میں تین احتمال نکل سکتے ہیں۔ (۱) ازواج دنیا (۲) ازواج آخرت (۳) ازواج مطہرہ کے حقائق لطیفہ موجودی عالم النال۔

لیکن کسی تقدیر پر بھی استراحت اور استمتاع کی دنیوی نوعیت کا احتمال نہیں نکل سکتا۔ اس لئے کہ حضور ﷺ عالم برزخ میں جلوہ گر ہیں اور اس عام کے تمام امور کی نوعیت اس عالم دنیا کی نوعیت سے مختلف اور جداگانہ ہے۔

ایک غلط روایت

بعض جہلا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ایک غلط روایت بیان کر دیا کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ حضور ﷺ کے بدن کی ہوا ایسے ہی بدل جائے گی جیسے عام لوگوں کے بدن کی ہوا بدل جاتی ہے حالانکہ یہ روایت کذب محض اور دروغ بے فروغ ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت جو ابن ماجہ اور مراسل ابوداؤد میں موجود ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا اور کسی ایسی چیز کو دیکھنے لگا جو میرے نکلتی ہے لیکن میں نے ایسی کوئی چیز نہ پائی۔ فَقُلْتُ طِبْتُ حَيًّا وَمَيِّتًا تو میں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ آپ حیات ظاہری میں اور بعد المات پاکیزہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

وَيَسَعَتْ مِنْهُ رِيحٌ طَيِّبَةٌ لَمْ يَجِدُوا مِثْلَهَا قَطُّ یعنی پھر حضور ﷺ سے ایسی پاکیزہ خوشبو مکی جس کی مثل لوگوں نے کبھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی تھی۔ (ابن ماجہ، ابوداؤد) (از نسیم الریاض جلد اول صفحات ۴۴۲/۴۴۳)

معلوم ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف جس روایت کو منسوب کیا گیا ہے وہ باطل محض اور کذب مرتج ہے۔

جسم اقدس کے تغیرات

رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کے بارے میں جو لوگ تغیرات کا قول کرتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ یہ ایسا قول ہے کہ علماء نے اس کے کفر ہونے میں اختلاف کیا ہے (دیکھئے علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:)

اختلفوا فی کفر من قال ان النبی ﷺ لما انتقلت روحه للملاء الاعلى تغیر بدنہ وروی ان وکیع بن ←

الجراح حدث عن اسماعیل بن ابی خالد ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما توفی لم یدفن حتی ربا بطنہ
وانثنی خصرہ (۱) وخضرت اظفارہ لانه یکتہ توفی یوم الاثنين وترکہ الی اللیلۃ الاربعاء لا شغالہم بامر الخلافۃ
واصلاح امر الامۃ وحکمتہ ان جماعۃ من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالوا لم یمت فاراد اللہ ان یریہم ایتۃ
الموت فیہ ولما حدث وکیع بہذا عکۃ رفع الی الحاکم العثماني فاراد صلیہ علی خشبۃ نصبہا لہ خارج الحرم
لشفع فیہ سفیان بن عیینۃ واطلقہ ثم ندم علی ذلک ثم ذهب وکیع المدیۃ فکتب الحاکم لا ہلہا اذا
اقدہ الیکم فارجموہ حتی یقتل فادبر لہ بعض الناس بریداً اخبرہ بذلك فرجع لدکوفۃ خیفۃ من القتل وكان
المفتی بقتلہ عبد المجید بن رواد قال سفیان لا یجب علیہ القتل و انکر هذا الناس وقالوا رأینا بعض
الشہداء نقل من قبرہ بعد اربعین سنۃ فوجد رطباً لم یتغیر منه شیء فکیف سید الشہداء والا نبیاء علیہ
وعلیہم الصلوٰۃ والسلام وھذا زلۃ قبیحۃ لا ینبغی التحدث بہا۔ (نیم الریاض جلد اول صفحات ۳۹۰/۳۹۱ غیر ہاشمی)
علماء نے اس کے کفر میں اختلاف کیا ہے۔ جس نے یہ کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روح مبارک علماء اعلیٰ کی طرف منتقل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف متغیر ہو گیا مروی ہے کہ وکیع بن جراح
نے اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دفن نہیں کئے گئے۔ یہاں تک کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم مہرک پھول گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھنگلیا (سب سے چھوٹی انگلی) ٹیڑھی ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن ہبز ہو گئے
کیونکہ پیر کے دن حضور کی وفات ہوئی تھی اور بدھ کی رات تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم دفن نہیں کئے گئے۔ صحابہ کرام کے امر خلافت اور اصلاح امت
کے کاموں میں مشغول رہنے کی وجہ سے اور اس تغیر میں حکمت یہ تھی کہ صحابہ کی ایک جماعت نے یہ کہہ دیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو موت نہیں
آئی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن میں ان کی موت کی علامت دکھا دی۔

جب وکیع نے مکہ میں یہ روایت بیان کی تو انہیں حاکم عثمانی کی طرف لے جایا گیا۔ اس نے خارج حرم میں ایک لکڑی نصب کر کے وکیع کو
سولی پر چڑھانے کا ارادہ کر لیا۔ سفیان بن عیینہ نے وکیع کی سفارش کی اور حاکم نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر حاکم اپنے اس فعل پر سخت نادم ہوا
اور وکیع مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ حاکم نے مدینہ والوں کو لکھا کہ جس وقت وکیع تمہارے پاس پہنچے اسے فوراً سنگسار کر کے قتل کر دو۔ بعض
لوگوں نے مکہ سے اس کے پیچھے قاصد روانہ کیا اور اس نے وکیع کو راستے ہی میں خبردار کر دیا تو وکیع قتل کے خوف سے کوفہ روانہ ہو گیا جس
مفتی نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا اس کا نام عبد المجید بن رواد ہے۔

سفیان کا قول یہ تھا کہ قتل واجب نہیں وکیع کی اس روایت کا تمام لوگوں نے سخت انکار کیا اور کہا کہ ہم نے بعض شہداء کو دیکھا کہ وہ چالیس سال کے بعد
اپنی قبر سے منتقل کئے گئے تو وہ ایسے ترددازہ تھے کہ ان میں کچھ بھی تغیر نہ تھا تو کس طرح سید الشہداء اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ
روایت صحیح ہو سکتی ہے۔ یہ بدترین قسم کی لغزش ہے جس کا ذکر کسی حال میں مناسب نہیں۔ اتنی (نیم الریاض اول ص ۳۹۰/۳۹۱ طبع مصر) ←

الحمد للہ! علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے وکیع کی اس روایت کا حال بخوبی معلوم ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ اجساد انبیاء علیہم السلام کی محفوظیت اور ہر قسم کے تغیرات سے ان کا پاک ہونا ہی حق و ثواب ہے۔ اس کے خلاف کوئی قول امت مسلمہ کے نزدیک قابل التفات نہیں۔

حضور اکرم ﷺ قبر انور میں ہیں یا بہشت میں

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

اما آنکہ قنوی تفضیل وترجیح دادہ بودن آنحضرت ﷺ در بہشت اعلیٰ "استمرار آرد" در قبر شریف جواب دے آنت کہ قبر اماد مومنین روضہ ایت از ریاض جنت پس قبر شریف سید المرسلین افضل ریاض جنت باشد تو ائمہ بود کہ دے ﷺ ہم در قبر از تصرف و نفوذ مالتی بود کہ از سموات وارض جنان حجاب مرتفع باشد بے تجاوز و انتقال زیرا کہ امور آخرت و احوال برزخ را بر احوال دنیا کہ مقید و مضیق حدود و جہات است قیاس نتوان کرد۔ (جذب القلوب)

اور علامہ قنوی نے جو حضور ﷺ کے قبر انور میں ہونے پر حضور ﷺ کے بہشت بریں میں ہونے کو ترجیح دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب عام مومنین کی قبریں جنت کے باغیچے ہیں تو حضور ﷺ کی قبر انور ان سب میں افضل ترین باغیچہ جنت ہوگی۔

اور ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو قبر انور میں ایسا تصرف دیا گیا ہو اور ایسی حالت عطاء کی گئی ہو کہ آسمانوں، زمینوں اور جنت سب سے حجاب اٹھ گیا ہو بغیر اس کے حضور ﷺ اپنے مقام سے آگے بڑھیں یا کہیں منتقل ہوں۔ اس لئے کہ امور آخرت اور احوال برزخ کا قیاس اس دنیا کے احوال پر نہیں کیا جاسکتا۔ جو مقید ہے اور جس کے حدود اور جہات نہایت تنگ ہیں۔ اتنی

اس صہارت سے بہت سے اشکال رفع ہو گئے اور احادیث کے درمیان قطعی ہو گئی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مقام میں جوہر ہیں اور بغیر اس کے کہ اپنے مقام شریف سے تجاوز فرمائیں یا کہیں منتقل ہوں۔ زمینوں اور آسمانوں اور قبر انور جمیع ممکنہ کے ساتھ حضور ﷺ کو مساوی نسبت ہے اور ایک جگہ ہونے کے باوجود ہر جگہ موجود ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حجاب کو اٹھا دیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ہر جگہ ہونے میں رکاوٹ کا موجب ہو۔

رہا یہ امر کہ دنیا میں یہ بات ناممکن ہے کہ ایک ہی وجود کئی جگہ یکساں موجود ہو تو اس کا جواب حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح دیا کہ دنیا کی حدود جہات بہت ہی تنگ واقع ہوئی ہیں اور عالم دنیا قیود کے ساتھ مقید ہے اس لئے عالم آخرت اور برزخ کا قیاس دنیا پر نہیں کیا جاسکتا۔

اور اس میں شک نہیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بجا اور درست فرمایا۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ مقید پر غیر مقید کا قیاس کر لیا جائے کسی کوتاہ اور تنگ چیز کو فراخ اور وسیع شے کی طرح تسلیم کر لیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبر انور میں بھی ہیں اور جنت اعلیٰ میں بھی لہذا کوئی تعارض اور اشکال باقی نہ رہا۔

امام رحمہ اللہ کمینہ امام محقق ابن الہمام متک متوسط اور علی قاری کی اس کی شرح مسلک معصوم میں فرماتے ہیں:
وَأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَالِمٌ بِحُضُورِكَ وَقِيَامِكَ وَسَلَامِكَ أَيْ هَلْ يَجْتَنِبُ أَعْمَالِكَ
وَأَخْوَالِكَ وَآزِيتَعَالِكَ وَمَقَامِكَ. (12)

اس بیان سے دونوں مسئلوں کی تائید ہو جاتی ہے۔ یعنی حضور ﷺ کے جسم اقدس کی حیات روح مبارک کے اس میں پائے جانے کی وجہ سے ہے یا کمال اتصال کی بناء پر۔ ہمارے نزدیک پہلا مسلک قوی اور رائج ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا خِزْيَةَ لَكَ مِنَ الْأُولَى (یعنی آیت ۴)

اے محبوب ﷺ آپ کیلئے ہر آنے والی گمزی پھیلی گمزی سے بیتر ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کیلئے کوئی ایسا وقت نہیں آئے گا۔ جس میں حضور ﷺ کی کوئی فضیلت پہلے سے کم ہو بلکہ ہر آنے والی گمزی میں حضور کی فضیلتیں پہلے سے زیادہ ہوں گی۔

روح اقدس کا استقرار اگر جسم اقدس کے علاوہ کسی اور مقام میں ہو تو "وَلَا خِزْيَةَ لَكَ مِنَ الْأُولَى" کے خلاف لازم آئے گا۔ اس لئے کہ جسم اقدس سے روح مبارک کے قبض ہونے کے بعد اسے کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکتی جو جسم مبارک سے زیادہ فضیلت والی ہو زیادہ تو درکنار تمام کائنات میں کوئی جگہ حضور ﷺ کے جسم اقدس کے برابر بھی فضیلت رکھنے والی نہیں کیونکہ علماء محققین نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ قبر انور اور زمین کا وہ حصہ جو حضور ﷺ کے اعضاء شریفہ سے متصل ہے تمام زمینوں اور آسمانوں اور کرسی اور یہاں تک کہ کعبہ مکرمہ اور عرش الہی سے افضل ہے۔ جسم اقدس سے اتصال (تعلق) رکھنے والی زمین عرش اور کعبہ سے افضل ہوئی۔ تو خود جسم اقدس کا تو پھر کہنا ہی کیا ہے۔ چنانچہ الدر المنشیٰ میں علامہ محمد علاء الدین الامام فرماتے ہیں:

وما ضم اعضاء الشریفة افضل البقاع علی الاطلاق حتی من الکعبة ومن الکرسی وعرش الرحمن

جز زمین اعضاء شریفہ سے متصل ہے (یعنی قبر انور) مطلقاً تمام مقامات سے افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ سے اور کرسی اور عرش الرحمن سے بھی افضل ہے۔ (الدر المنشیٰ بہامش مجمع الانہار جلد اول ص ۳۱۲) (یہ مضمون در مختار جلد دوم اور شامی جلد دوم ص ۳۵۲/۳۵۱ پر مرقوم ہے)

اگر روح مبارک جسم اقدس کے علاوہ کسی اور مقام پر ہو تو حضور ﷺ کی فضیلت پہلے سے کم ہو جائے گی۔ لہذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ روح اقدس جسم مبارک سے باہر نکلنے کے بعد پھر جسم اقدس میں واپس آگئی اور باہر نکلنا صرف قانون خداوندی کو پورا کرنے کے لئے تھا۔ روح مبارک کا جسم اقدس میں واپس آ جانا حضور ﷺ کی حسی، حقیقی اور جسمانی حیات طیبہ کو مستلزم ہے۔

وَأَخِرُ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ وَتَوَرَّعَ عَرْشِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ. آمِينَ بِحَقِّ ظُهُ وَيُس.

(12) لہاب النہسک والمسکک المعصوم، (باب زیارة سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، ص ۵۰۸۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے گھر سے ہونے اور تیرے مکان سے تیرے تمام افعال و احوال و کوچ و مقام سے آگاہ ہیں۔

(۱۳) اب اگر جماعت قائم ہو شریک ہو جاؤ کہ اس میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی، ورنہ اگر غلبہ شوق مہلت دے، وقت کراہت نہ تو دو رکعت تحیۃ المسجد و شکرانہ حاضری دربار اقدس صرف قُلْ یا اور قُلْ هُوَ اللہ سے بہت علیٰ کر رعایت سنت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ جہاں اب وسط مسجد کریم میں محراب بنی ہے اور وہاں نہ ملے تو جہاں تک ہو سکے اُس کے نزدیک ادا کرو پھر سجدہ شکر میں گرو اور دعا کرو کہ اے نبی! اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اور اُن کا اور اپنا قبول نصیب کر، آمین۔

(۱۵) اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے، آنکھیں نیچی کیے، لرزتے، کانپتے، گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غفور و کرم کی امید رکھتے، حضور والا کی پائیں یعنی مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزار انور میں رُو بقبلہ جلوہ فرما ہیں، اس سمت سے حاضر ہو گے تو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نگاہ یکس پناہ تمہاری طرف ہوگی اور یہ بات تمہارے لیے دونوں جہاں میں کافی ہے، والحمد للہ۔

(۱۶) اب کمال ادب و ہیبت و خوف و امید کے ساتھ زیر قندیل اُس چاندی کی کیل کے سامنے جو حجرہ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرہ انور کے مقابل لگی ہے، کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو پیٹھ اور مزار انور کو مونہ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو۔

لباب و شرح لباب و اختیار شرح مختار و فتاویٰ عالمگیری وغیرہ معتد کتابوں میں اس ادب کی تصریح فرمائی کہ:

يَقِفُ كَمَا يَقِفُ فِي الصَّلَاةِ. (13) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے سامنے ایسا کھڑا ہو، جیسا نماز میں

(13) الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الناسک، خاتمہ فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۱، ص ۲۱۵۔

امام اہلسنت اور دیدار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بابی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی میانی دہشت نڈ کا حکم افغانیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

امام اہلسنت، مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبردست عاشق رسول تھے، تہجر عالم تھے، کم و بیش پچاس علوم پر دسترس رکھتے تھے، علمائے خرمین مہتممین نے آپ کو چودھویں صدی کا مجدد کہا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دین کو باطل کی آمیزش سے پاک کر کے احیائے سنت کے لئے زبردست کام کیا، ساتھ ہی لوگوں کے دلوں میں جو طمع عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مذہم ہے۔

کھڑا ہوتا ہے۔ یہ عبارت عالمگیری و اختیار کی ہے۔

اور لباب میں فرمایا: **وَاضْعَا يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ**. (14) دست بستہ دہنا ہاتھ بائیں پر رکھ کر کھڑا ہو۔

(۱۷) خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلافِ ادب ہے، بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ اُن کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا، اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی، اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے، واللہ الحمد۔

(۱۸) **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** اب دل کی طرح تمہارا مونہ بھی اس پاک جالی کی طرف ہو گیا، جو اللہ عز و جل کے محبوبِ عظیم الشان

پڑا جا رہی تھی اُسے از سر نو فرزاں کیا، آپ بے شک **نَبِيُّ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** کے اعلیٰ منصب پر فائز تھے، بارہا مندی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تھے۔

دوسری بار جب منہ پاک کی حاضری ہوئی تو بیداری میں زیارت کی خیرات لئے مواجہہ شریف میں پوری رات حاضر ہو کر دُروہ پاک کا ورد کرتے رہے، پہلی رات کی قسمت میں یہ سعادت نہ تھی، دوسری رات آگئی۔ مواجہہ شریف میں حاضر ہوئے اور دردِ فراق سے بے تاب ہو کر ایک نعتیہ غزل پیش کی جس کے چند اشعار یہ ہیں:

دو سوئے لالہ زار پھرتے ہیں	تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
ہر چراغِ مزار پر قدسی	کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں
اُس نگہی کا گدا ہوں میں	جس میں مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں	دُشتِ نظیب کے خار پھرتے ہیں
کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا	تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں

منقطع میں ابھی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ازراہِ تواضع اپنے آپ کو کتا فرمایا ہے لیکن میں نے آؤ با اس جگہ شیدا لکھ دیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔

آپ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں دُروہ و سلام پیش کرتے رہے، آخر کار راحتِ العاشقین مرادِ المعصیتین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے عاشقِ حقیقی کے حالِ زار پر خاص گزم فرمایا، انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور قسمتِ انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھی، نقابِ رخ اٹھ گیا، خوش نصیب عاشق نے غمین بیداری میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا چہرمان سر سے دیدار کیا۔

شریت دید نے اک آگ لگائی دل میں	پیشِ دل کو بڑھایا ہے بجھانے نہ دیا
اب کہاں جائے گا نقشہ ترا میرے دل سے	تہ میں رکھا ہے اسے دس نے ٹمانے نہ دیا
سجدہ کرتا اگر اس کی اجازت ہوتی	کیا کروں اذن مجھے اس کا خدانے نہ دیا

(14) لباب الناسک للسندی، (باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)، ص ۵۰۸۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے، نہایت ادب و وقار کے ساتھ باواز حزیں و صوت درد آگین و دل شرمناک و جگر چاک چاک، معتدل آواز سے، نہ بلند و سخت (کہ اُن کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہو جاتے ہیں)، نہ نہایت نرم و پست (کہ سنت کے خلاف ہے اگرچہ وہ تمہارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں جیسا کہ ابھی تصریحات ائمہ سے گزرا)، مجرا و تسلیم بجالاؤ اور عرض کرو:

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيعَ الْمُسْلِمِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى أَوْلِيائِكَ وَأَصْحَابِكَ وَأُمَّتِكَ أَجْمَعِينَ (15)

(۱۹) جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال و کسل نہ ہو صلاۃ و سلام کی کثرت کرو، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے اپنے اور اپنے ماں باپ، پیر، استاد، اولاد، عزیزوں، دوستوں اور سب مسلمانوں کے لیے شفاعت مانگو، بار بار عرض کرو:

أَسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. (16)

(۲۰) پھر اگر کسی نے عرض سلام کی وصیت کی بجالاؤ۔ شرعاً اس کا حکم ہے اور یہ فقیر ذلیل ان مسلمانوں کو جو اس رسالہ کو دیکھیں، وصیت کرتا ہے کہ جب انھیں حاضری بارگاہ نصیب ہو، فقیر کی زندگی میں یا بعد کم از کم تین بار مواجہہ اقدس میں ضرور یہ الفاظ عرض کر کے اس نالائق تنگ خلاق پر احسان فرمائیں۔ اللہ (عز و جل) اُن کو دونوں جہان میں جزائے خیر بخشے آمین۔

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَعَلَى إِلَيْكَ وَذَوِيكَ فِي كُلِّ أَنْ وَلَحْظَةٍ عَدَدَ كُلِّ ذَرَّةٍ خَرَّةٍ أَلْفَ أَلْفٍ مَرَّةٍ مِنْ عِبِيدِكَ أَتَجِدُ عَلَى يَسْئَلِكَ الشَّفَاعَةَ فَاشْفَعْ لَهُ وَلِلْمُسْلِمِينَ. (17)

(15) المرجع سابق.

اے نبی! آپ پر سلام اور اللہ (عز و جل) کی رحمت اور برکتیں، اے اللہ (عز و جل) کے رسول! آپ پر سلام۔ اے اللہ (عز و جل) کی تمام مخلوق سے بہتر! آپ پر سلام۔ اے گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے! آپ پر سلام۔ آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر اور آپ کی تمام اُمت پر سلام۔

(16) یا رسول اللہ! (عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے شفاعت مانگتا ہوں۔

(17) یا رسول اللہ! (عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضور اور حضور کی آل اور سب علاقہ والوں پر ہر آن اور ہر لحظہ میں ہر ہر ذرہ کی گنتی پر دس دس لاکھ درود سلام حضور کے حقیر غلام احمد علی کی طرف سے، وہ حضور سے شفاعت مانگتا ہے، حضور اس کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمائیں۔

(۲۱) پھر اپنے دہنے ہاتھ یعنی مشرق کی طرف ہاتھ بھرہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ نورانی کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرو:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَزِيرَ رَسُولِ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ فِي الْغَارِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. (18)

(۲۲) پھر اتنا ہی اور ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زوہر و کھڑے ہو کر عرض کرو:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُتِمِّمَ الْأَرْبَعِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عِزَّ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. (19)

(۲۳) پھر باشت بھر مغرب کی طرف پلٹو اور صدیق وقاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کھڑے ہو کر عرض کرو:

السَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا خَلِيفَتَي رَسُولِ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا وَزِيرَي رَسُولِ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا أَصْحَابَي رَسُولِ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ أَسْأَلُكُمَا الشَّفَاعَةَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَيْكُمَا وَبَارَكَ وَسَلَّمَ. (20)

(۲۴) یہ سب حاضر یاں محل اجابت ہیں، دُعائیں کوشش کرو۔ دُعائے جامع کرو اور درود پر قناعت بہتر اور چاہو تو یہ دُعا پڑھو:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُكَ وَأَشْهَدُ رَسُولَكَ وَأَبَاكَ وَعُمَرَ وَأَشْهَدُ الْمَلَائِكَةَ النَّازِلِينَ عَلَى هَذِهِ الرُّوْحَةِ الْكَرِيمَةِ الْعَاكِفِينَ عَلَيْهَا أَنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ اللَّهُمَّ إِنِّي مُقِرٌّ بِجَنَائِبِي وَمَعْصِيَتِي فَاعْفِرْ لِي وَأَمُنٌّ عَلَى بِالدِّينِ

(18) لباب الناسک للسندی، (باب زیارة سید المرسلین، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، ص ۵۱۰.

اے خلیفہ رسول اللہ! آپ پر سلام، اے رسول اللہ کے وزیر! آپ پر سلام، اے غار ثور میں رسول اللہ کے رفیق! آپ پر سلام اور اللہ (عزوجل) کی رحمت اور برکتیں۔

(19) لباب الناسک للسندی، (باب زیارة سید المرسلین، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، ص ۵۱۱، وغیرہ.

اے امیر المؤمنین! آپ پر سلام، اے چالیس کا عدد پورا کرنے والے! آپ پر سلام، اے اسلام اور مسلمین کی عزت! آپ پر سلام اور اللہ (عزوجل) کی رحمت اور برکتیں۔

(20) اے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پہلو میں آرام کرنے والے! آپ دونوں پر سلام اور اللہ (عزوجل) کی رحمت اور برکتیں، آپ

دونوں حضرات سے سوال کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور ہماری سفارش کیجئے، اللہ تعالیٰ ان پر اور آپ دونوں پر درود

وبرکت و سلام نازل فرمائے۔

مَنْنْتَ عَلَى أَوْلِيَّائِكَ فَإِنَّكَ الْمَثَانُ الْغُلُوزُ الرَّجِيحُ وَهَذَا آيَتَانِ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ
حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (21)

(۲۵) پھر منبر اطہر کے قریب دُعا مانگو۔

(۲۶) پھر جنت کی کیاری میں (یعنی جو جگہ منبر و حجرہ منورہ کے درمیان ہے، اسے حدیث میں جنت کی کیاری فرمایا) آکر
دور کعت نفل غیر وقت مکروہ میں پڑھ کر دُعا کرو۔

(۲۷) یوہیں مسجد شریف کے ہر ستون کے پاس نماز پڑھو (22)، دُعا مانگو کہ محل برکات ہیں خصوصاً بعض میں خاص
خصوصیت۔

(21) ترجمہ: اے اللہ (عزوجل)! میں تجھ کو اور تیرے رسول اور ابوبکر و عمر کو اور تیرے فرشتوں کو جو اس روضہ پر نازل اور متکلف ہیں، ان سب کو
گواہ کرتا ہوں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو تمہا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرے بندہ اور
رسول ہیں، اے اللہ (عزوجل)! میں اپنے گناہ و معصیت کا اقرار کرتا ہوں تو میری مغفرت فرما اور مجھ پر وہ احسان کر جو تو نے اپنے اولیاء پر
کیا۔ بیشک تو احسان کرنے والا، بخشنے والا مہربان ہے۔

(22) مسجد نبوی کے مقدس ستون

میرے شیخ طریقت، امیر ہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ
اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

یوں تو مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ہر ستون بابرکت ہے، تاہم آٹھ ستونوں کو خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ ان ستونوں پر ان کے
نام بھی لکھے ہوئے ہیں اور جنت کی کیاری میں اگر آپ تلاش کریں گے تو ان خات، اللہ عزوجل اہل جائیں گے۔ انہیں تلاش کر کے ان
کے پاس لو اقل ضرر ادا کیجئے، البتہ دو ستون اب حجرہ مطہرہ کے اندر ہیں لہذا ان کی زیارت مشکل ہے۔ آٹھوں ستونوں کی تفصیل یہ ہے:

(۱) اُسْطُوَانَةُ مُحَمَّدٌ

یہ ستون محراب نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے متصل ہے اور منبر بننے سے پہلے اسی ستون مبارک کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
لکھ کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے اُسْطُوَانَةُ خَتَانَةِ اِسِي جگہ پر تھا جو فراق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں چھین مارا، رکر رویا تھا۔

(۲) اُسْطُوَانَةُ عَائِشَةَ

یہ مبارک ستون روضہ اقدس سے تیسرے نمبر پر ہے اور منبر منور سے بھی تیسرا نمبر ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اور صحابہ کرام
علیہم السلام نے اکثر یہاں نماز پڑھی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہاں اکثر بیٹھا کرتے تھے۔

(۳) اُسْطُوَانَةُ تَوْبَةٍ

یہ حجرہ مقدسہ سے دوسرے نمبر پر واقع ہے۔ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اکثر یہاں نفل ادا فرماتے تھے۔

(۲۸) جب تک مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو، ایک سانس بیکار نہ جانے دو، ضروریات کے سوا اکثر وقت مسجد شریف

میں فرمایا مہمان بھی یہاں ٹھہرتے تھے۔ اسی جگہ بیٹھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تعلیم قرآن مجید اور اسلامی احکام کی تبلیغ فرماتے تھے اور اسی عتوں کا دوسرا نام اُسٹوانہ اُبولہا بہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ کسی قلعی کے دروازے کی بنا پر نگرش قبول تو بہ حضرت سیدنا ابولہا بہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو اسی عتوں کے ساتھ بندھوا دیا تھا اور ضروریات انسانی کے لئے انھیں کھول دیا جاتا، رات دن روتے رہتے اور فرماتے جب تک اللہ عز و جل میری توبہ قبول نہ فرمائے گا اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں سے مجھے نہ کھولیں گے اُس وقت تک میں اپنے آپ کو بندھوائے رکھوں گا۔ آخر کار اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے پندرہویں دن وحی نازل ہوئی اور آقائے نامدار مدینہ کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اپنے دستِ پُرانوار سے کھولا۔

(۴) اُسٹوانہ سریر

جب تاجدارِ مدینہ راحیہ قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اصبح کاف کے لئے مسجد میں قیام فرماتے تو اسی جگہ چارپائی بچھاتے جو کھجور کی لکڑی وغیرہ سے بنی ہوئی تھی۔

(۵) اُسٹوانہ عرس

حضرت مولا علی مشکل کشا گزوم اللہ تعالیٰ وَنَحْمُہُ الْکَرِیْم اکثر یہاں نفل ادا فرماتے اور حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پہرے داری کی خدمات انجام دیتے۔

(۶) اُسٹوانہ وفود

نفلِ غزب اپنے جو ثنائیدے وفد کی صورت میں ذریعہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر کرتے تو ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسی مقام پر تشریف فرما ہو کر ان سے گفتگو فرماتے تھے۔

(۷) اُسٹوانہ جبرائیل

حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام اکثر یہیں وحی لے کر نازل ہوتے۔ یہ عتوں مبارک سیدہ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ پاک سے منسلک اور اصحابِ صفہ علیہم الرضوان کے چبوترے کے ٹھیک سامنے قبلہ کی سمت سبز جالی مبارک کے اندر ہے لہذا اس کی زیارت مشکل ہے۔

(۸) اُسٹوانہ خجند

یہاں سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خجند ادا فرماتے تھے، یہ عتوں شریف جانبِ قبلہ حجرہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں سبز جالیوں کے اندر ہے۔ باہر قرآن پاک رکھنے کی آہاریوں کے سبب زیارت مشکل ہے۔

جنت کی کیاری

تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ مبارک (جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مزارِ پُرانوار ہے) اور منبرِ اقدس

میں باطہارت حاضر رہو، نماز و تلاوت و زور و درود میں وقت گزارو، دنیا کی بات کسی مسجد میں نہ چاہیے نہ کہ یہاں۔
(۲۹) ہمیشہ ہر مسجد میں جاتے وقت اعتکاف (۲۳) کی نیت کرلو، یہاں تمہاری یاد دہانی ہی کو دروازہ سے بڑھتے ہی کتبہ ملے گا۔ نَوَيْتُ سُنَّتَ الْإِعْتِكَافِ. (۲۴)

(۳۰) مدینہ طیبہ میں روزہ نصیب ہو خصوصاً گرمی میں تو کیا کہنا کہ اس پر وعدہ شفاعت ہے۔
(۳۱) یہاں ہر نیکی ایک کی پچاس ہزار لکھی جاتی ہے، لہذا عبادت میں زیادہ کوشش کرو، کھانے پینے کی ضرورت کرو اور جہاں تک ہو سکے تصدق کرو خصوصاً یہاں والوں پر خصوصاً اس زمانہ میں کہ اکثر ضرورت مند ہیں۔
(۳۲) قرآن مجید کا کم سے کم ایک ختم یہاں اور حطیم کعبہ معظمہ میں کرلو۔

(۳۳) روضہ انور پر نظر عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ یا قرآن مجید کا دیکھنا تو ادب کے ساتھ اسکی کثرت کرو اور زور و (جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے) کے درمیان کا حصہ جنت کی کیاری ہے۔ چنانچہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: میرا گھر اور میری درمیانی جگہ جنت کے باغوں سے ایک باغ ہے۔
محراب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سب مدینہ (راقم الحروف) کی ناقص معلومات کے مطابق مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پانچ محرابیں ہیں۔ بخلاف طوائف صرف سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محراب شریف کا ذکر کیا جاتا ہے۔ غویب قبلہ کا حکم نازل ہونے کے بعد کافی روز تک امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عتوب عاتشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے کھڑے ہو کر امامت فرماتے رہے پھر عتوب خٹانہ کی جگہ کو شرف قیام سے نوازا، یہ محراب شریف اسی جگہ پر بنی ہوئی ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین علیہم السلام کے دور مبارک میں محراب کی موجودہ صورت رائج نہیں تھی اس کو حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ ولید بن عبد الملک کے حکم سے ایجاد کیا اور یہ وہ بدعت حسنہ ہے جسے تمام امت نے قبول کیا اور اب دنیا بھر کی مساجد کی طاق نما محرابیں حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد مبارک سے نزکت لئے ہوئے ہیں۔

منبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سلطان مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: میرا منبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (خلاصۃ الوفاء) مدینہ کے تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا منبر حوض کوثر پر ہے۔ (أخبار مدینہ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) منبر شریف کا وہ گورہ جسے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھا کرتے تھے، صحابہ کرام علیہم السلام (نزکت کے لئے) اس پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد) اصل منبر شریف لکڑی کا تھا۔

(۲۳) اعتکاف کے معنی ہیں مسجد میں بالقصد نیت کر کے ٹھہرنا اس لیے کہ ذکر الہی کروں گا۔

(۲۴) میں نے سنت اعتکاف کی نیت کی۔

سلام عرض کرو۔

(۳۴) پہلکانہ یا کم از کم صبح، شام و اچھ شریف میں عرض سلام کے لیے حاضر ہو۔

(۳۵) شہر میں خواہ شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد مبارک پر نظر پڑے، فوراً دست بستہ ادھر موڑ کر کے صلاۃ و سلام عرض کرو، ہے اس کے ہرگز نہ گزرو کہ خلافِ ادب ہے۔

(۳۶) ترک جماعت بلا عذر ہر جگہ گناہ ہے اور کئی بار ہو تو سخت حرام و گناہِ کبیرہ اور یہاں تو گناہ کے علاوہ کیسی سخت محرومی ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ صحیح حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جسے میری مسجد میں چالیس نمازیں فوت نہ ہوں، اُس کے لیے دوزخ و نفاق سے آزادیاں لکھی جائیں۔ (25)

(۳۷) حتی الوسع کوشش کرو کہ مسجدِ اول یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں جتنی تھی اس میں نماز پڑھو اور اس کی مقدار سو ہاتھ طول و سو ہاتھ عرض ہے اگرچہ بعد میں کچھ اضافہ ہوا ہے، اس میں نماز پڑھنا بھی مسجدِ نبوی ہی میں پڑھنا ہے۔

(۳۸) قبرِ کریم کو ہرگز پیٹھ نہ کرو اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ نہ کھڑے ہو کہ پیٹھ کرنی پڑے۔

(۳۹) روضہ انور کا نہ طواف کرو، نہ سجدہ، نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم اُن کی اطاعت میں ہے۔



اہل بقیع کی زیارت

(۴۰) بقیع کی زیارت سنت ہے، روضہ اقدس کی زیارت کر کے وہاں جائے خصوصاً جمعہ کے دن۔ اس قبرستان میں قریب دس ۱۰ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدفون ہیں اور تابعین و تبع تابعین و علما و صلحا و غیرہم کی گنتی نہیں۔ یہاں جب حاضر ہو پہلے تمام مدفونین مسلمین کی زیارت کا قصد کرے اور یہ پڑھے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّاَنَا اِنْشَاءَ اللّٰهِ تَعَالٰی بِكُمْ لَا حِقُوْنَ
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ الْبَقِیْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ (۱) اور اگر کچھ اور پڑھنا چاہے تو یہ پڑھے:

(۱) تم پر سلام اے قوم مومنین کے گھر والو! تم ہمارے پیشوا ہو اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، اے اللہ (عزوجل) اہل بقیع والوں کی مغفرت فرما، اے اللہ (عزوجل)! ہم کو اور انہیں بخش دے۔

آہ! جُثُثُ الْبَقِیْعِ

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی ڈانٹ بڑے کا حکم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں دعائے عرفات کے بارے میں لکھتے ہیں:

جُثُثُ الْبَقِیْعِ کے مدفونین کی خدمت میں باہر ہی کھڑے ہو کر سلام عرض کریں اور باہر ہی سے دُعا مانگیں کیونکہ نجدیوں نے جُثُثُ الْبَقِیْعِ شریف نیز جُثُثُ اُثَلٰی (مکہ مکرمہ) دونوں مقدس قبرستان کے مقبروں اور مزاروں کو نہایت ہی بے دردی اور کُشتاخی کے ساتھ شہید کر دیا ہے۔ ہزار ۱ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بے شمار اہلبیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و اولیاء کبار و عشاق زارر رحمہم اللہ کے مزارات کے نقوش تک مفا دیئے ہیں۔ آپ اگر اندر تشریف لے گئے تو آپ کو کیا معلوم کہ آپ کا پاؤں کسی صحابی یا کسی ولی کے مزار شریف پر پڑا ہے بلکہ عام مسلمانوں کی قبروں پر بھی پاؤں رکھنا حرام ہے۔ جو راستہ قبریں منہدم کر کے بنایا جائے اُس پر چلنا حرام ہے۔ بلکہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی راستے کے بارے میں شک بھی ہو کہ یہ راستہ قبروں کو مٹا کر بنایا گیا ہے تو اُس پر بھی چلنا حرام ہے، وَالْبَیِّنَاتُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی۔

جُثُثُ الْبَقِیْعِ کے دروازے ہی پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنا ضروری نہیں، اصل طریقہ تو یہ ہے کہ اُس سمت سے حاضر ہوں جہاں سے قبلہ کو آپ کی پیٹھ ہو اور مدفونین بقیع کے چہرے آپ کی طرف ہوں۔ اب اس طرح اہل بقیع کو سلام عرض کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ فَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَا حِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ الْبَقِیْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰهُمَّ

اغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا وَلَا سُبُلَانِنَا وَلَا لِحُجَّتِنَا وَلَا حَقَائِدِنَا وَلَا ضَعَائِفِنَا
وَلَا كِبَائِنَا وَلِمَنْ لَنَا حَقٌّ عَلَيْنَا وَلِمَنْ أَوْ صَاحَا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤِمِّنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ
وَالْمُسْلِمَاتِ. (2)

اور درود شریف و سورہ فاتحہ و آیہ الکرسی و قل هو اللہ وغیرہ جو کچھ ہو سکے پڑھ کر ثواب اُس کا نذر کرے، اس کے
بعد بقیع شریف میں جو مزارات معروف و مشہور ہیں اُن کی زیارت کرے۔ تمام اہل بقیع میں افضل امیر المؤمنین سیدنا
عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اُن کے مزار پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَالِثَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا
صَاحِبَ الْهَجْرَتَيْنِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُجَبِّزَ جَيْشِ الْعُسْرَةِ بِالنَّقْدِ وَالْعَدَنِ جَزَاكَ اللَّهُ عَنْ رَسُولِهِ
وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِينَ وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ وَعَنِ الصَّحَابَةِ أَجْمَعِينَ. (3)

قبہ ۲: حضرت سیدنا ابراہیم ابن سردارِ دو عالم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اسی قبہ شریف میں ان حضرات
کرام کے بھی مزارات طیبہ ہیں، حضرت رقیہ (حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی) حضرت عثمان بن
مظعون (یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں) عبدالرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص (یہ دونوں

ترجمہ: تم پر سلام ہو اے مومنوں کی بستی کے ساکنو! ہم بھی ابن خاتم اللہ غزوہ جمل! تم سے آٹنے والے ہیں۔ اے اللہ غزوہ جمل! بقیع غرقہ
دلوں کی مغفرت فرما۔ اے اللہ غزوہ جمل! ہمیں بھی معاف فرما اور انہیں بھی معاف فرما۔

دلوں پر خنجر پھر جاتا

آہ! ایک وقت وہ تھا کہ جب حجاز مقدس میں عاشقوں کی خدمت کا دور تھا، اُس وقت کے خطیب و امام بھی عاشق، اہلسنت اور اہل محبت
ہو، کرتے تھے، جمعہ کے خطبہ میں دورانِ خطبہ خطیب صاحب مسجد نبوی شریف علی صاحبینا الصلوٰۃ والسلام میں روضہ النور کی طرف ہاتھ
سے اشارہ کرتے ہوئے الصلوٰۃ والسلام علیٰ ہذا النبی (یعنی اس میں محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام ہو) کہتے تو
ہزاروں عاشقانِ نبی کے دلوں پر خنجر پھر جاتا اور وہ از خود رفتگی کے عالم میں رونے لگ جاتا کرتے۔

(2) اے اللہ (عزوجل)! ہم کو اور ہمارے والدین کو اور اُستادوں اور بھائیوں اور بہنوں اور ہماری اولاد اور پوتوں اور ساتھیوں اور دوستوں کو اور
اُس کو جس کا ہم پر حق ہے اور جس نے ہمیں وصیت کی اور تمام مومنین و مومنات و مسلمین و مسلمات کو بخش دے۔

(3) المسک الحقیقہ، (باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، ص ۵۲۰، وغیرہ۔

اے امیر المؤمنین! آپ پر سلام اور اے خلفائے راشدین میں تیسرے خلیفہ! آپ پر سلام، اے دو ہجرت کرنے والے! آپ پر سلام،
اے غزوہ تبوک کی نقد و جنس سے طیاری کرنے والے! آپ پر سلام، اللہ (عزوجل)! آپ کو اپنے رسول اور تمام مسلمانوں کی طرف سے بدلا
دے، آپ سے اور تمام صحابہ سے اللہ (عزوجل) راضی ہو۔

حضرات عشرہ مبشرہ سے ہیں) عبداللہ بن مسعود (نہایت جلیل القدر صحابی خلفائے اربعہ کے بعد سب سے ائمہ) خنیس بن حذافہ سہمی واسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ان حضرات کی خدمت میں سلام عرض کرے۔

قبہ ۳: حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسی قبہ میں حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ و سر مبارک سیدنا امام حسین و امام زین العابدین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات طیبات ہیں، ان پر سلام عرض کرے۔

قبہ ۴: ازواج مطہرات حضرت اُم المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار مکہ معظمہ میں اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سرف میں ہے (4)۔ بقیہ تمام ازواج مکرمات اسی قبہ میں ہیں۔

قبہ ۵: حضرت عقیل بن ابی طالب اس میں سفیان بن حارث بن عبدالمطلب و عبداللہ بن جعفر طیار بھی ہیں اور ۶ اس کے قریب ایک قبہ ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین اولادیں ہیں۔ قبہ ۷ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی، قبہ ۸ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قبہ ۹ نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ان حضرات کی زیارت سے فارغ ہو کر مالک بن سنان و ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما و اسماعیل بن جعفر صادق و محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم و سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہو۔

بقیع کی زیارت کس سے شروع ہو، اس میں اختلاف ہے بعض علما فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابتدا کرے کہ یہ سب میں افضل ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شروع کرے اور بعض فرماتے ہیں کہ قبہ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابتدا ہو اور قبہ صفیہ پر ختم

(4) مزار میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بائو دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

مدینہ روڈ پر نواویہ کے قریب واقع ہے۔ فی الحال یہاں کی حاضری کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ بس (A.2) میں سوار ہو جائیں، یہ بس مدینہ روڈ پر خجیم یعنی مسجد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے گزرتی ہوئی آگے بڑھتی ہے، اس کا آخری اسٹاپ دہ شرکہ کہیچو مسجد الحرام سے تقریباً اکیس کلومیٹر ہے۔ اس آخری اسٹاپ سے پہلے ایک اسٹاپ آتا ہے، نواویہ یہاں اتر جائیں اور پلٹ کر روڈ کے اسی کنارے پر منکدہ مکرمہ کی طرف چلنا شروع کریں، دس یا پندرہ منٹ چلنے کے بعد روڈ کی اسی جانب ایک چار دیواری نظر آئے گی، اس پر لوہے کی جالی مبارک اور تالیا مبارک نظر آئے گا، اسی کے اندر اُم المومنین حضرت سیدہ خاتمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار فاضل الانوار ہے۔

بانوان طہارت پہ لاکھوں سلام

اہل اسلام کی مادران شفیق

کہ سب سے پہلے وہی ملتا ہے، تو بغیر سلام عرض کیے وہاں سے آگے نہ بڑھے اور یہی آسان بھی ہے۔ (5)



(5) المسلك المحقق، (باب زیارة سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، ص ۵۲۱۔

شہدائے حنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ
اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

مسجد حجازہ کی پچھلی طرف چند ہی گز کے فاصلے پر سڑک سے ہٹ کر چار دیواری میں شہدائے حنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدفون ہیں۔

میدان بدر

میدان پاک سے تقریباً ایک سو پچاس کلومیٹر پر واقع ہے۔ بدر شریف پہنچنے سے قبل دائیں جانب پہاڑ کے دامن میں واقع حضرت سیدنا ابو
ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار شریف ملے گا اسی جگہ تھوڑی سی دور ابا سعید نامی گاؤں میں حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
غزوہ بدر کے سب سے پہلے شہید ہیں ان کا مزار ہے، اس جگہ کو واسطہ کہتے ہیں۔ اگر آپ نے ٹیکسی والے کو بصر اُخت یہ سب بتا دیا ہے تو
آپ کو علاوہ شہدائے بدر کے ان ہر دو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات کی بھی زیارت ہو جائے گی۔ اِنْ خَلَّاهُ الْمَلَأُ عَزَّ وَجَلَّ!
میدان منورہ میں یقیناً سب سے عظیم ترین زیارت گاہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے نیز مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ
'والسلام' بھی نہایت ہی بابرکت زیارت گاہ ہے۔

چبوترہ اصحاب صفہ

مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں باب جبرائیل علیہ السلام سے داخل ہوں تو مقام شجد کے پیچھے کی جانب یہ چبوترہ موجود ہے۔
اس کے اطراف میں تقریباً دو فٹ اونچی جیل کی جالی کا خوبصورت حصار بنا ہوا ہے، یہاں زائرین کرام تلاوت قرآن مجید بھی کرتے ہیں
اور نماز بھی ادا کرتے ہیں، یہی وہ مقام ہے جہاں صحابہ کرام علیہم السلام الرضوان کا ایک گروہ اسلامی تعلیم کے حصول اور تطہیر قلوب کی خاطر صبح
وشام قیام پذیر رہتا تھا۔ تاجدار مدینہ، راحت قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب کہیں سے صدقہ پہنچتا تو آپ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اصحاب صفہ علیہم السلام الرضوان کے یہاں بھجوا دیتے اور اگر کہیں سے یہ پہنچتا تو خود بھی تناول فرماتے اور اصحاب صفہ علیہم
الارضوان کو بھی شریک فرما لیتے۔

ہم تو سرکار کے کلڑوں پہ پٹا کرتے ہیں

جسٹو میں کیوں پھریں مال کی مارے مارے

قبا شریف کی زیارت

(۴۱) قبا شریف کی زیارت کرے اور مسجد شریف میں دو رکعت نماز پڑھے۔ ترمذی میں مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مسجد قبا میں نماز، عمرہ کی مانند ہے۔ (۱) اور احادیث صحیحہ سے ثابت کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر ہفتہ کو قبا

(۱) جامع الترمذی، ابواب الصلاة، باب ما جاء في الصلاة في مسجد قبا، الحدیث: ۳۲۳، ج ۱، ص ۳۲۸.

مسجد قبا

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوالکلام محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دہشت نڈ کا حکم افغانیہ اپنی کتاب رفیق الحرمین میں لکھتے ہیں:

مسند طیبہ سے تقریباً تین کلومیٹر جنوب مغرب کی طرف قبا ایک ٹھیکہ گاؤں ہے جہاں یہ متبرک مسجد بنی ہوئی ہے، قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اس کے فضائل نہایت اہتمام سے بیان فرمائے گئے ہیں۔ ہر سنی کو حضور، سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی پیدل تو کبھی سواری پر تشریف لا کر دو گانہ ادا فرماتے۔ یہاں پر دو رکعت نفل ادا کرنے پر ثمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

مزید زیارتیں

مساجد خمسہ

مسند طیبہ کے شمال مغربی طرف سلع پہاڑ کے دامن میں پانچ مسجدیں ایک دوسرے کے قریب قریب واقع ہیں۔ ایک مسجد ییلہ پر واقع ہے جس پر چڑھنے کے لئے میڑھیاں بھی ہیں۔ اسے مسجد الفتح کہتے ہیں۔ غزوہ احزاب کے موقع پر (جسے غزوہ خندق بھی کہا جاتا ہے) حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد الفتح کے مقام پر تین دن پیر، منگل، بدھ مسلمانوں کی فتح و نصرت کے لئے دعا فرمائی، تیسرے دن فتح کی بشارت ملی اور ایسی فتح کامل حاصل ہوئی کہ اس کے بعد ہمیشہ کفار مغلوب رہے۔ حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب مجھے مشکل پیش آتی ہے تو مسجد الفتح میں جا کر دعا مانگا ہوں تو مشکل حل ہو جاتی ہے۔ بقیہ چار مسجدوں کے نام یہ ہیں: (۱) مسجد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) مسجد سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ و نفعہ الکرمیم (۳) مسجد سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ اب وہاں متعارف نہیں ہے) (۴) مسجد سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مسجد غمامہ

ملکہ مکرمہ یاجدہ شریف سے جب مسند منورہ آتے ہیں تو مسجد نبوی شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام علی صاحبہا آئے سے قبل اُدھے ٹیلوں والی ایک نہایت ہی خوب صورت مسجد آتی ہے بھی مسجد غمامہ ہے۔ ہمارے پیارے علی و مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

تشریف لے جاتے کبھی سوار، کبھی پیدل۔ اس مقام کی بزرگی میں اور بھی احادیث ہیں۔



نے اس مقام پر نماز عید ادا فرمائی ہے یہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بارش کے لئے دعا فرمائی، دعا فرماتے ہی باؤل گھر گئے اور بارش برسی شروع ہو گئی۔ باؤل کو عربی زبان میں غمامہ کہتے ہیں اسی نسبت اسے مسجد غمامہ کہتے ہیں۔

مسجد اجابہ

اس مقام پر ایک بار ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور تین دعائیں فرمائیں ان میں سے دو قبول ہوئیں اور ایک سے روک دیا گیا۔ دو تین دعائیں یہ تھیں: (۱) یا اللہ غرّ و خلّ امیری اٹھت قطار لی کے سبب ہلاک نہ ہو۔ (قبول ہوئی) (۲) یا اللہ غرّ و خلّ امیری اٹھت غرق ہونے سے ہلاک نہ ہو۔ (قبول ہوئی) (۳) یا اللہ غرّ و خلّ امیری اٹھت آپس میں نہ لڑے۔ (منع فرما دیا گیا)

مسجد قبلتین

یہ مبارک مسجد وادی عقیق میں واقع ہے۔ مساجد خمسہ بھی اس کے قریب واقع ہیں۔ پیر رومہ (سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کنواں) مدینہ منورہ سے جاتے ہوئے اس مسجد شریف کے دائیں جانب ہے۔ حضور پرتور، فیض مکیور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں نماز ظہر ادا فرمائی ہے۔ یہ مسجد مقدس بنو سلیم کے نام سے متعارف تھی کیونکہ یہاں قبیلہ بنو سلیم آباد تھا۔ ابھی ظہر کی دو رکعت ادا فرمائی ہیں کہ خجویل قبیلہ کا حکم نازل ہو گیا۔ بقیہ دو رکعت بیٹ اللہ شریف کی طرف منہ کر کے ادا فرمائیں۔ اس وجہ سے اس کا نام مسجد قبلتین ہو۔ بیٹ المقدس کی طرف قبیلہ کا نشان دیوار میں موجود ہے جو کعبہ کی طرف منہ کریں تو عین پیٹھ کے پیچھے ہے۔ زائرین اس نشان کو بھی مس کر کے بڑک حاصل کرتے ہیں۔

احد کی زیارت

(۳۲) شہدائے احد شریف کی زیارت کرے۔ حدیث میں ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں قبور شہدائے احد پر آتے اور یہ فرماتے: **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَمَّا صَبَرْتُمْ فَيَنْعَمَ عَفْوِي الدَّارِ (1)**

(1) اسلمک المسقط فی المنسک التوسط، (باب زیارة سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، ص ۵۲۵۔

جنگلِ احد

میرے شیخ طریقت، امیر السنّت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اپنی کتاب رفیقِ المحرمین میں لکھتے ہیں:

جنگلِ احد مدینہ شریف سے جانبِ شمال واقع ایک نہایت ہی مقدس پہاڑ ہے۔ سرکار مدینہ، راجہ قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے ٹھٹھ رکھتا ہے اور ہم اس سے ٹھٹھ رکھتے ہیں۔ ایک اور موقع پر فرمایا: جب اس کے قریب سے گزرو تو اس کے درختوں سے کچھ نہ کچھ کھاؤ اگرچہ کوئی عام گھاس ہی کیوں نہ ہو۔ (وفاء الوفاء)

مزارِ سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ غزوہ احد ۳ھ میں شہید ہوئے تھے، آپ کا مزار احد شریف کے دامن میں واقع ہے۔ ساتھ ہی حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارات ہیں۔ نیز بیشتر شہدائے احد بھی وہیں آرام فرما ہیں۔

شہدائے احد علیہم الرضوان کو سلام کرنے کی فضیلت

سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں: جو شخص ان شہدائے احد سے گزرے اور ان کو سلام کرے یہ قیامت تک اُس پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ شہدائے احد اور بالخصوص مزارِ سیدنا شہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بارہا جواب سلام کی آواز سنی گئی ہے۔ (جذب القلوب)

سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سلام

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا حَمْزَةُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ رَسُولِ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ نَبِيِّ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ حَبِيبِ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ الْمُصْطَفَى السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الشُّهَدَاءِ يَا أَسَدَ اللَّهِ وَأَسَدَ رَسُولِهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا عَبْدَ اللَّهِ بْنِ جَحْشٍ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُضْعَبَ بْنَ عَمْرِو السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا شُهَدَاءَ أُحُدٍ كَافَّةً عَامَّةً وَرَحْمَةً اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

اور کوہ اُحد کی بھی زیارت کرے کہ صحیح حدیث میں فرمایا: کوہ اُحد ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اُسے محبوب رکھتے ہیں۔ (2) اور ایک روایت میں ہے کہ: جب تم حاضر ہو تو اُس کے درخت سے کچھ کھاؤ اگرچہ بول ہو۔ (3) بہتر یہ ہے کہ پنجشنبہ (جمعرات) کے دن صبح کے وقت جائے اور سب سے پہلے حضرت سید الشہداحمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے اور عبد اللہ بن جحش و مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام عرض کرے کہ ایک روایت میں ہے یہ دونوں حضرات یہیں مدفون ہیں۔ (4) سید الشہد اکی پائیں جانب اور صحن مسجد میں جو قبر ہے، یہ دونوں شہدائے اُحد میں نہیں ہیں۔

ترجمہ: سلام ہو آپ پر اے سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سلام ہو آپ پر اے محترم چچا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے، سلام ہو آپ پر اے عم بزرگوار اللہ عز و جل کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے، سلام ہو آپ پر اے چچا اللہ عز و جل کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے، سلام ہو آپ پر اے چچا مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے، سلام ہو آپ پر اے سردار شہیدوں کے اور اے شیر اللہ عز و جل کے اور شیر اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے۔ سلام ہو آپ پر اے سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سلام ہو آپ پر اے مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سلام ہو آپ پر اے شہدائے اُحد سب کے سب پر اور اللہ عز و جل کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

لہدائے اُحد کو مجموعی سلام

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا شُهَدَاءَ يَا سَعْدَاءَ يَا نَجَبَاءَ يَا أَهْلَ الضُّدِّي وَالْوَفَاءِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا مُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ مِمَّا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا شُهَدَاءَ أَحِبَّ كَافَّةً عَامَّةً وَرَحْمَةً اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

ترجمہ: سلام ہو آپ پر اے شہیدو! اے نیک بختو! اے شریفو! اے سردارو! اے مجسم صدق و وفا! سلام ہو آپ پر اے جہاد کرنے والو! اللہ عز و جل کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرنے والو! سلام ہو آپ پر بدلے میں اس کے جو آپ نے صبر کیا پس کیا اچھا ہے گھر آخرت کا، سلام ہو آپ پر اے شہدائے اُحد سب کے سب پر اور اللہ عز و جل کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

مزار سیدنا ہارون علیہ السلام

سیدنا ہارون علیہ السلام کا مزار پُر انوار جبل اُحد پر واقع ہے۔ مگر افسوس! اب اس کی زیارت بے حد مشکل ہے، پس پہاڑ کے نیچے ہی سے سلام عرض کریجئے۔

(2) صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب فضل الخدمة فی الغزو، الحدیث: ۲۸۸۹، ج ۲، ص ۲۷۸۔

(3) المعجم الاوسط للطبرانی، الحدیث: ۱۹۰۵، ج ۱، ص ۵۱۶۔

(4) لہب الناسک والمسک، (باب زیارة سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، ص ۵۲۵۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اَمِيْنٌ اَمِيْنٌ اَمِيْنٌ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهٖ
وَصَحْبِهٖ وَ اٰلِهٖ وَ حِزْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمِيْنٌ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ



وَلَا مِنْ رِّبَا رَيْتِكَ وَلَا مِنْ الْوُقُوفِ بَيْنَ يَدَيْكَ إِلَّا مِنْ خَيْرٍ وَعَافِيَةٍ وَصِحَّةٍ وَسَلَامَةٍ إِنْ عَشْتُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى جِئْتُكَ
وَإِنْ مِتُّ فَأَوْدَعْتُ عِنْدَكَ شَهَادَتِي وَأَمَانَتِي وَعَهْدِي وَمِيثَاقِي مِنْ يَوْمِنَا هَذَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَهِيَ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى
الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَمِيْنٌ اَمِيْنٌ اَمِيْنٌ يَا رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ بِمَقِي ظُهُ وَنِسْ

آہا اب دلت رخصت ہے آیا!

مدینہ ہجر کیسے سہوں گا

مدینہ تاجدار

ہجر کی اب گھڑی آ رہی ہے

مدینہ تاجدار

دل کا گنچہ خوشی سے کھلا تھا

مدینہ تاجدار

اے سطر معبر ہواؤ!

مدینہ تاجدار

موت بھی یاوری میری کرتی

مدینہ تاجدار

میں عشق میں تیرے گھلتا رہوں میں

مدینہ تاجدار

ہو نظر میں مدینے کا جلوہ

مدینہ تاجدار

نذر چند اٹک میں کر رہا ہوں

مدینہ تاجدار

روح پر بھی ہوا رنج طاری

مدینہ تاجدار

جلد عطار کو پھر بلانا

الوداع تاجدار مدینہ

الوداع تاجدار مدینہ

الوداع

بے قراری بڑھی جا رہی ہے

دل ہوا جاتا ہے پارہ پارہ

کس طرح شوق سے میں چلا تھا

آہا اب چھوٹا ہے مدینہ

گوئے جاں کی رنگیں نضاؤ!

لو سلام آخری اب ہمارا

کاش! قسمت مرا ساتھ دیتی

جان قدموں پہ قربان کرتا

سوز الفت سے جلتا رہوں

مجھ کو دیوانہ سمجھے زمانہ

میں جہاں بھی رہوں میرے آقا

التجا میری مقبول فرما

کچھ نہ حسن عمل کر سکا ہوں

بس یہی ہے مرا کل اثاثہ

آنکھ سے اب ہوا خون جاری

جلد عطار کو پھر بلانا

تہمت

اس کتاب کی تصنیف شب بستم ماہِ فاخر ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ کو ختم ہوئی اور تھوڑے دنوں بعد امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ، الاقدس کو بتایا بھی دی تھی۔ فقیر جب حرمین طہیین روانہ ہوا اس رسالہ کو اپنے ساتھ رکھا تھا اور بمبئی کے ایک ہفتہ قیام میں مبیضہ (چھاپنے کے لیے کوشش کی) کیا مگر اس کی طبع میں موانع پیش آتے گئے، جن کی وجہ سے بہت تاخیر ہوئی خدا کا شکر ہے کہ اب طبع ہو گیا۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے نفع پہنچائے اور ان صاحبوں سے نہایت عجز کے ساتھ التجا ہے کہ اس فقیر کے لیے ایمان پر ثبات اور حسن خاتمہ کی دعا فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ، العزیز کا رسالہ انور البشارہ پورا اس میں شامل کر دیا ہے یعنی متفرق طور پر مضامین بلکہ عبارتیں داخل رسالہ ہیں کہ اولاً: تبرک مقصود ہے۔ دوم: أن الفاظ میں جو خوبیاں ہیں فقیر سے ناممکن تھیں لہذا عبارت بھی نہ بدلی۔

فقیر ابو العلامہ امجد علی اعظمی عفی عنہ ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۴۱ھ



فتنہ کی عالم بنانے والی کتاب

فہرست



مہاراجہ

5-6



مفت محمد رفیع الرحمن صاحب
مفت محمد رفیع الرحمن صاحب

پروگریسو بکس

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

@zohaibhasanattari

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زohaib حسن عطاری